Al-Mustafa Islamic Research Society
Regd.

اسلام اور ہندو دھرم
کا
تقابلی مطالعہ

جلد اوّل

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی

مصنف کا مختصر تعارف

نام	:	(حافظ، قاری، مولانا، ڈاکٹر) محمد احمد نعیمی
تاریخ ولادت	:	۱۰ر جولائی ۱۹۷۵ء
ولدیت	:	عالی جناب نبی احمد صاحب موضع دیورنیاں شمالی، ضلع رامپور، یوپی
تعلیمی لیاقت	:	حفظ قرآن، تجوید و قرات، عالم، فاضل (یوپی مدرسہ بورڈ) فضیلت درس نظامی (جامعہ نعیمیہ مراد آباد) ہائی اسکول، بی۔اے، ایم۔اے (اردو) ایم۔اے (اسلامک اسٹڈیز) ادیب ماہر، ادیب کامل، معلم فارسی ڈپلوما (ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی) پی ایچ۔ڈی، جامعہ ہمدرد (ہمدرد یونیورسٹی)
مشغلہ	:	درس و تدریس، تصنیف و تقریر مضمون و مقالہ نگاری اور نعت گوئی

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اسلام اور ہندو دھرم

کا

تقابلی مطالعہ

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی

کتب خانہ امجدیہ دہلی • المصطفیٰ پبلیکیشنز دہلی

ISBN : 978-93-89807-98-1

نام کتاب	:	اسلام اور ہندو دھرم کا تقابلی مطالعہ (جلد اوّل)
مصنف	:	ڈاکٹر محمد احمد نعیمی، جامعہ ہمدرد (ہمدرد یونیورسٹی) نئی دہلی
حروف ساز	:	افضل حسین بستوی دہلی، کامل احمد نعیمی، عبدالتواب
ناشر	:	کتب خانہ امجدیہ، مٹیامحل، دہلی
باہتمام	:	جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، ایران (برانچ ہندوستان)
مطبع	:	نیو انڈیا آفسیٹ پریس، دہلی
سن اشاعت	:	ستمبر ۲۰۱۷ء
تعداد اشاعت	:	پانچ سو
صفحات	:	جلد اوّل: ۸۱۶
قیمت	:	مکمل سیٹ -/900

ملنے کے پتے

★ جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، ایران (برانچ ہندوستان)

★ ۱۸/ تلک مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

★ الاشرف اکیڈمی، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۲۵

★

فہرست عناوین

تصورتوحید وشرک

اسلام

ہندودھرم

تصور رسالت واوتارواد اور ایش دوت

اسلام

ہندو دھرم

مذہبی کتب اور دھرم گرنتھ

اسلام

ہندو دھرم

طریقۂ عبادت

ہندو دھرم

اسلام

ہندو دھرم

اخلاقی قدریں

اسلام

ہندو دھرم

پیش گفتار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین اسلام اور قرآن کریم میں مختلف مذاہب کے درمیان گفتگو اور نظریاتی وفکری ارتباطات کو خاص مقام ومنزلت حاصل ہے۔ قرآن کریم دیگر اقوام وادیان کے ساتھ ارتباط و تعاون کے سلسلے میں مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ ''پرامن بقائے باہمی'' کے اصول پر گامزن رہیں، چاہے اسلامی مما لک میں ہوں یا اس کے علاوہ، سوائے ان لوگوں کے جو اسلام اور مسلمانوں کے مقابلے میں جنگ وجدال پر کمربستہ ہوں: لاینھا کم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخرجو کم من دیار کم ان تبرھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین یعنی اللہ ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف سے تمہیں نہیں روکتا جو تمہارے دین کی وجہ سے تم سے جنگ نہیں کرتے اور تمہیں تمارے گھروں اور وطن سے باہر نہیں نکالتے۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اسی دلیل کی بنیاد پر ہمارا ماننا ہے کہ اسلام کو جبر واکراہ کے ذریعہ دوسروں پر مسلط نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ (سورۂ بقرہ:۲۵۶) دین کو ماننے کے سلسلے میں کوئی جبر واکراہ نہیں ہے کیونکہ راہ ہدایت کو گمراہی سے واضح کر دیا گیا ہے۔

قرآنی منطق کے جائزے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن کریم اپنی تمام

باتوں میں ایک ثابت اصول اور دائرہ رکھتا ہے جو ان تمام گفتگو کو جاودانی اور امتیازی بناتا ہے۔

1۔مشترکات کی طرف آنا

قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَیۡئًا (سورۂ آل عمران:۶۴) یعنی اے اہل کتاب اس کلمہ حق کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان یکساں ہے کہ ہم سب اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک قرار نہ دیں۔فطری بات ہے کہ کچھ لوگ دوریاں کم اور مشترکات کے زیادہ ہونے کی وجہ سے باہم زیادہ گفتگو کر سکتے ہیں اور کرنی بھی چاہیے۔

2۔مخاطب کی بات پر دھیان دینا اور بہتر بات کے انتخاب کیلئے عالمانہ تنقید

یہ اصول اس آیہ کریمہ میں ہے:

فَبَشِّرۡ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِیۡنَ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ ۔ (سورۂ زمر ۱۷) یعنی بشارت دیدو میرے ان بندوں کو جو بات کو سنتے ہیں اور ان میں سے بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں۔

3۔بحث و گفتگو میں علمی ماحول پیدا کرنا اور جذباتیت سے پرہیز کرنا

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ۔ (سورۂ انعام:۱۰۸) یعنی وہ لوگ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارتے ہیں انہیں گالی مت دو کہ وہ بھی عداوت اور جہالت کی بنا پر اللہ کو برا کہیں گے۔

قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۱۱﴾ (سورۂ بقرہ:۱۱۱)
یعنی کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

4۔گفتگو میں صحیح انداز سے پیش آنا

گفتگو کے بارے میں قرآن کریم کی ایک اہم ترین تاکید گفتگو میں صحیح انداز سے پیش آنا ہے۔وَقُلۡ لِّعِبَادِیۡ یَقُوۡلُوا الَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ۔ (سورۂ اسراء، ۵۳) اور میرے بندوں سے کہہ دو جو بات بہتر ہو وہ کہیں۔وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ۔ (سورۂ نحل:۱۲۵) یعنی اور ان کے ساتھ بہتر طریقے سے مجادلہ کرو۔

یقینی طور پر اسلام کے نقطہ نظر سے مسلمانوں کے ساتھ تمام ادیان و مذاہب کے پیروکاروں کی پر امن زندگی کو قانونی طور پر تسلیم کیا گیا ہے اور اس پر تاکید کی گئی ہے

سیرت پیغمبر اکرم (ص) میں بھی بین المذاہب تعلق و ارتباط اور مختلف ادیان کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ مفید تعاون، بات چیت اور گفتگو کو ایک مسلمہ اصول کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ پیغمبر اسلام (ص) ایسے دور میں رسالت پر مبعوث ہوئے جب زمانہ جاہلیت کے عرب چھوٹی چھوٹی باتوں پر جنگ و خونریزی برپا کرتے تھے لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شفقت اور مہربانی کو غیر مسلموں اور مشرکوں تک کے ساتھ اپنی حکومت کا اصول قرار دیا، اس بوڑھی یہودی کی عیادت اور مزاج پرسی کیلئے جانا جو ہر روز آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر کوڑا ڈالتی ہے وہ تاریخ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جاودانی کردار ہے، اسی کردار کو مختلف مذاہب کے درمیان آزادانہ بحث و گفتگو میں اہلِ بیت علیہم السلام کے کردار میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

امام علی (ع) نے ان تمام حقوق کی جو مسلمانوں کیلئے ہیں دیگر ادیان و مذاہب کے پیروکاروں کے سلسلے میں بھی بھر پور رعایت کی یہاں تک وہ حقوق بھی جنہیں وہ خود نہیں جانتے تھے اور مذہبی اقلیتیں جن کا مطالبہ بھی نہیں کرتی تھیں جن میں سے بعض کا ذکر نہج البلاغہ میں کیا گیا ہے اور مختصر غور و فکر سے بھی دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ آپ (ع) کے مساوی سلوک اور مساوات پر مبنی طرز عمل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اہل بیت (ع) نے عقلانیت کے ساتھ علمی تحریک اور بحث و گفتگو میں مناسب مواقع سے استفادہ اور اپنے سرشار علم اور دیگر ادیان و مذاہب کے مبانی پر اپنے علمی احاطہ کے ذریعہ اسلامی تاریخ میں ایک عظیم علمی انقلاب پیدا کر دیا۔ جب مختلف مذاہب کے علما اور دانشمند دور دراز اور اطراف سے ان کی خدمت میں شرفیاب ہوتے تھے تو آئمہ اہل بیت (ع) انہیں کی زبان میں بات کرتے تھے اور بغیر کسی عصبیت اور تعصب کے ان کے ساتھ علمی اور دینی گفتگو کرتے تھے۔

دور حاضر میں بھی مسلمان دانشوروں اور صاحبان نظر کو دیگر ادیان و مذاہب منجملہ ہندوازم کے ساتھ گذشتہ دور سے زیادہ علمی روابط خصوصاً ایک دوسرے کے ساتھ علمی اور تطبیقی گفتگو کرنی چاہئے تا کہ مشترکات کو محکم بنایا جا سکے اور ایک دوسرے کی تعلیمات سے فیض

حاصل کیا جا سکے۔

المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی ایک علمی واسلامی ادارہ ہونے اور عالمی سطح پر اپنی علمی اور ثقافتی ذمہ داریوں کی ادائیگی خاطر اور انسانیت کو سعادت مند زندگی اور امن وآشتی وعدالت سے ہمکنار کرنے کیلئے کچھ ممتاز اور منتخب کتابیں شائع کرتی ہے اور ہمارا ماننا ہے کہ ان نظریات کی نشر واشاعت عقلانی واعتدالی اسلام کی تشریح اور انسانی معاشرے کی آگاہی وبصیرت کیلئے مفید قرار پائے گی اور مختلف علمی مراکز کے اساتذہ اور طالب علموں کیلئے ایک علمی اور تعلیمی ماخذ کے عنوان سے مفید واقع ہوگی۔

لہٰذا ہندوستان میں المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی کے برانچ آفس کی جانب سے ہمدرد یونیورسٹی کے اشتراک سے اس کتاب کی اشاعت مفکرین اور محققین کے لئے اس گرانقدر ثقافتی ورثہ سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کرے گی۔

محمد رضا صالح

سرپرست نمائندگی جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ (ایران) ہندوستان

پروفیسر (ڈاکٹر) غلام یحییٰ انجم صدر، شعبہ علوم اسلامیہ
وڈین، اسکول برائے انسانی وسماجی علوم، جامعہ ہمدرد نئی دہلی

پیش لفظ

ہندوستان میں بودوباش اختیار کرنے والے مختلف عقائد ونظریات کے ماننے والے لوگ پائے جاتے ہیں، یہاں مذہبی اختلاف کے علاوہ مسلکی اختلافات بھی عروج پر ہیں، برادری واد اور خاندانی اختلافات اس پر مستزاد ہیں،لیکن ان تمام اختلافات کے باوجود ہندوستان کی جمہوریت ہنوز محفوظ ہے، کچھ شر پسند عناصر اس جمہوریت کو پارہ پارہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں، دیکھئے ان کا یہ خواب کب شرمندہ تعبیر ہوتا ہے اور ہوتا بھی ہے یا نہیں،، اسلام، ہندو دھرم، بودھ دھرم، سکھ ازم، جین ازم اور عیسائیت کے پیروکار یہاں کثرت سے پائے جاتے ہیں، لیکن ہندو مسلم اس جمہوری ملک کی دو بڑی قومیں ہیں ان دو بڑی قوموں کا رہن سہن، عبادات ومعاملات، افکار ونظریات، خوردونوش وبودوباش میں کہیں مماثلت ہے تو کہیں مغائرت ایک ملک میں رہنے کی وجہ سے کہیں ہندو معاشرہ پر اسلامی تہذیب وثقافت کی چھاپ ہے تو کہیں مسلم سماج پر ہندو کلچر کا اثر لیکن اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے تو کلچر کوئی ہو، رہنے سہنے کا ڈھنگ جیسا بھی ہو ان میں تو مغائیرت ممکن ہے لیکن جب ان کی اصل کی طرف نظر جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جتنے مذہب کے ماننے والے ہندوستان میں بستے ہیں سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اور سب ہی کی پیدائش اسلام کی فطرت کے مطابق ہوئی ہے جو جس گھرانہ میں پیدا ہوتا ہے وہ وہی مذہب اختیار کر لیتا ہے اس لئے ہندوستان کے باشندے مختلف مذاہب میں بٹے ہوئے ہیں اس واضح یکسانیت کے باوجود اولاد آدم میں جو باہمی منافرت ہے وہ باعث تعجب ہے؟ حالانکہ ہر انسان اللہ کا بندہ ہے، ہر انسان آدم کی اولاد ہے، ہر انسان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں ہے اسی لئے تو کفار مکہ جب پیغمبر اسلام کو پریشان کر رہے تھے اور طرح طرح کے مصائب ان پر

ڈھارہے تھے تو آپ نے یہی دعا کی تھی۔

''اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ مجھے جانتی نہیں''

آپ نے دشمنوں کے لئے یہ دعا اس لئے مانگی تھی کہ وہ اللہ کے بندے تھے، آدم کی اولاد تھے اور آپ کے امتی تھے۔ ایسا دنیا میں بھلا کون ہے جو لوگوں کی گالیاں سنے اور انھیں دعائیں دے، اسی لئے تو ہندو مفکر وید پرکاش اپادھیائے نے سمجھا کہ آپ ہی ہادیٔ عالم ہیں، اور اپنے دعوی کی حمایت میں ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتابوں کے حوالے بھی دیئے، ان کے مطابق کتاب پران میں لکھا ہے کہ بھگوان کا آخری پیغمبر (کلکی اوتار) ہوگا جو پوری دنیا کو رہنمائی فراہم کرے گا، ہندوازم کی پیشین گوئی کے مطابق کلکی اوتار ایک بڑے جزیرے میں جنم لے گا در حقیقت یہ جزیرہ عرب ہے پران میں کلکی اوتار کے والد کا نام وشنو یش درج ہے جب کہ ماں کا نام سومتی ہے، سنسکرت کے مطابق وشنو اللہ اور یش بندہ یا غلام کو کہتے ہیں، اس طرح وشنو یش کا عربی ترجمہ عبداللہ بنتا ہے، سومتی سنسکرت میں امن وآشتی کو کہتے ہیں اور عربی میں اس کا مترادف آمنہ ہے، اس دلیل کی روشنی میں ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے نے اپنے تمام ہندو بھائیوں کو اس ہادیٔ عالم کا دامن پکڑنے اور اس کی اتباع کرنے کی دعوت دے ڈالی اور لکھا کہ۔

''ہندو مذہب کے ماننے والے جس کلکی اوتار (ہادیٔ عالم) کا انتظار کر رہے ہیں وہ در حقیقت محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے جس کا ظہور آج سے چودہ سو سال قبل ہو چکا ہے، لہٰذا ہندوؤں کو اب کسی ''کلکی اوتار'' کے انتظار میں وقت نہ ضائع کرنا چاہیے اور فوراً اسلام قبول کر لینا چاہئے''۔

(روزنامہ نوائے وقت ملتان شمارہ ۱۹ر دسمبر ۱۹۹۷ء)

اگر پنڈت جی کی اس بات پر تمام برادران وطن عمل کر لیتے تو شاید آج بہت ساری سماجی برائیاں اور دنگے فساد خود بخود ہندوستان سے ختم ہو جاتے مگر شاید اس حقیقت کو ماننے میں ہمارے برادران وطن کو ابھی دیر لگے گی۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

دین فطرت ہی سب کا دین ہے اس پر کسی خاص ایک قوم کی اجارہ داری نہیں، اللہ کے بندے اگر اللہ کے دین کو قبول کر لیں تو دنیا کا سارا فساد آن واحد میں ختم ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دین فطرت پر ہی سب کو پیدا کیا مگر شیطان نے انھیں بہکا دیا اور پھر وہ دین فطرت سے بھٹک گئے اور نیا دین بنا لیا، بقول صاحب تفسیر ابن کثیر:

انی خلقت عبادی حنفاء فاجتاثهم الشیطان

(میں نے اپنے بندوں کو سیدھے راستہ پر پیدا کیا پھر انھیں شیطان نے بہکا دیا)

آج کا انسان جو مختلف مذاہب میں بٹا ہوا نظر آ رہا ہے یہ صرف اور صرف شیطان کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ جس دین فطرت پر انسان قائم ہے وہی سیدھا دین ہے باقی جو دوسرے ادیان ہیں وہ باطل ہیں نہ ان کا کوئی سیدھا راستہ ہے اور نہ ہی ان کی کوئی منزل، یہ دین فطرت خدا کا بنایا ہوا دین ہے اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمون۔ (سورہ روم ۳۰)

(اللہ کی بنائی چیز نہ بدلنا ہے یہی سیدھا دین ہے مگر بہت سے لوگ جانتے نہیں)۔

اسی دین فطرت کے مطابق انسانوں کی تخلیق ہوئی ہے اس حقیقت کا اعتراف حدیث میں ان لفظوں میں کیا گیا ہے۔

" کل مولود یو لد علی الفطرة الاسلامیة فابواه یهوّدانه او ینصرانه او یمجسانه (الجامع الصغیر للسیوطی ج ۱ ص ۹۳)

(ہر بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے (پھر جب وہ بولنے لگتا ہے) تو اس کے والدین اس کو یہودی بنا لیتے ہیں عیسائی بنا لیتے ہیں مجوسی بنا لیتے ہیں)

یہ واضح رہے کہ جو دین فطرت پر عمل پیرا نہیں اس کا دین نہیں قبول کیا جائے گا دین فطرت کوئی اور نہیں بلکہ دین اسلام ہی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان الدین عند اللہ الاسلام (اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے) اسلام کے لفظی معنیٰ اللہ کی مرضی کے آگے پوری طرح سر تسلیم خم کر دینا ہے یعنی پوری طرح اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہو جانا، یعنی مکمل طور پر یہ امن

وشانتی کا مذہب ہے اور تمام انسانوں کی وحدت کا قائل ہے کیوں کہ یہ انسانوں کا دین ہے فرقوں گروہوں اور جماعتوں کا دین نہیں اس لئے اس کے اصول وضابطے مستحکم اور اٹل ہیں اس دین کے ماننے والوں کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے ہی رکھا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ملة ابیکم ابراھیم ھو سمکم المسلمین من قبل و فی ھذالیکون الرسول شھیدا علیکم و تکونوا اشھداء علی الناس۔ (الحج۔ ۷۸)

(تمہارے باپ ابراہیم کا دین اللہ نے تمھارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں، تاکہ رسول تمہارا نگہبان اور گواہ ہو اور تم اور لوگوں پر گواہی دو)

اور اس دین فطرت کا ایک کلمہ توحید بھی دیا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام اپنے بندوں کو پڑھنا لازم وضروری قرار دیا اور یہی کلمہ توحید ہندوؤں کا برہم سوتر بھی ہے یعنی لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ (ایک ہی خدا ہے دوسرا کوئی نہیں) اسی کلمۂ توحید کے ذریعہ تمام انسانوں کو دین فطرت کی دعوت دی گئی اور فرمایا گیا:

یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا۔ (آل عمران۔ ۶۴)

(اے کتابیو ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں)

بجائے یہ کہ لوگ اس کلمہ وحدت کی طرف دھیان دے کر دین فطرت پر عمل کرتے لیکن شیطانی وساوس وخیالات نے انھیں ایسا نہ کرنے دیا اور لوگ مختلف گروہوں میں بٹ گئے اس حقیقت کی طرف اشارہ قرآن کریم نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

وما کان الناس الا امة واحدة فاختلفوا (یونس۔ ۱۹)

(اور لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہوئے)۔

دوسری جگہ ہے، کان الناس امة واحدة (بقرہ۔ ۲۱۳) لوگ ایک دین پر تھے۔

اور تیسری جگہ ارشاد فرمایا گیا وان ھذہ امتکم واحدة (مومنون۔ ۵۲)

(اور بے شک یہ تمھارا دین ایک ہی دین ہے)

یہ دین چوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا محبوب وپسندیدہ دین تھا اس لئے ادیان باطلہ کی روکاوٹوں کے باوجود بھی یہ دین اپنی جڑیں مضبوط کرتا رہا اور چہار دانگ عالم میں پھلتا اور پھولتا رہا۔ کیوں کہ یہ دین اسلام وحدت انسانی کا داعی ہے اس میں سب انسانوں کو حقوق حاصل ہیں، سب انسان آزاد ہیں، ان کو اظہار رائے کی بھی آزادی ہے اور رہنے سہنے کی بھی آزادی حاصل ہے، تعلیم کی بھی سہولت ہے، علاج کی بھی سہولت ہے، انصاف کی بھی سہولت ہے، ہر ایک چیز کی سہولت ہے، خلیفہ اسلام کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس کی رعایا خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم ذمی، اسے داخلی وخارجی امن ملنا چاہیے، غذا ملنی چاہئے لباس اور مکان ملنا چاہئے تعلیم ملنی چاہئے، علاج کی سہولت ملنی چاہئے اور عدل وانصاف ملنا چاہئے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں کہ

> ''دین فطرت (اسلام) میں خلیفہ اور حاکم وقت قانون سے بالاتر نہیں وہ اللہ اور اللہ کے بندوں کے سامنے جواب دہ ہے، رعایا کے کسی فرد کے مقابلہ میں اس کو کسی قسم کا ذاتی اختیار حاصل نہیں، اس کو بنیادی قوانین کے خلاف کوئی نیا حکم جاری کرنے کا حق نہیں وہ حکومت کی کسی چیز کا مالک نہیں وہ ملک اور رعایا کا امانتدار ہے، حاکم اعلیٰ اللہ اور اس کا رسول ہے جو خلیفہ یا حاکم وقت اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف کرے اس کو برطرف کیا جاسکتا ہے، وہ مسلم اور غیر مسلم ذمی رعایا کا خادم ہے حدیث میں آیا ہے **الخلق عیال اللہ واحبھما لی اللہ ینفعھم لعیالہ** (مخلوق اللہ کا گھرانہ ہے پس خدا کے نزدیک محبوب تر وہی ہے جو اللہ کے گھرانے یعنی مخلوق کے لئے مفید تر ہو)'' (دین فطرت ص ۱۱۰)

جو ایسے دین کا ماننے والا ہے وہی اللہ کے نزدیک مقبول وپسندیدہ ہے جو اس کے علاوہ دوسرے دین کا ماننے والا ہے وہ قابل قبول نہیں، ارشاد ربانی ہے: **ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ** (اگر کوئی اسلام کے علاوہ کوئی دین چاہے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا)۔ اللہ کے نزدیک دین فطرت کے علاوہ اور کسی دین کا وجود ہی نہیں اگر لوگوں نے کسی غلط فہمی یا بے راہ روی کی بنیاد پر کوئی اور دین بنا لئے ہیں تو یہ ان کے اپنے دین ہیں، دین فطرت سے ان کا کوئی تعلق

نہیں، ایسے ہی ادیان میں سے ہندو دھرم بھی ہے جو خود انسانوں کا خود ساختہ ہے نہ تو اس کا کوئی اپنا اصول وضابطہ ہے اور نہ ہی اس کا کوئی بانی، راجندر نارائن لال ہندو دھرم کے تعلق سے لکھتے ہیں۔

''ہندو دھرم کا کا کوئی بانی نہیں ہے لیکن اس کے مطابق وید شروتی (یعنی ایشور کے لکھے ہوئے) گرنتھ ہیں مگر عام ہندو شاید ہی کبھی وید کو دیکھا ہو اس کے گھر میں اس کی موجودگی کا کوئی سوال ہی نہیں، سناتن دھرم جو ہندوؤں کی اکثریت کا دھرم ہے وہ برہمنوں کے علاوہ دوسرے طبقات کو وید پڑھنے سے روکتا ہے یہ ہندو دھرم کا حیرت انگیز معاملہ ہے کہ عام ہندو جن میں چھتری، ویشیہ، اور شودر سبھی شامل ہیں، اپنے ایشور کے تیار کردہ گرنتھ کو پڑھنے سے بھی محروم ہیں''۔ (اسلام اور غلط فہمیاں ص ۷۵)

ویدک دھرم کی بنیاد توحید پر تھی نہ اس میں مورتی پوجا تھی اور نہ ہی دوبارہ جنم کا اصول تھا، مگر وید، رامائن ومہابھارت (شعری مجموعوں) کا دھرم اور سنسکرتی ازمنہ وسطیٰ میں تبدیل ہو گئیں اور موجودہ ہندو دھرم اور سنسکرتی آدرش رام اور کرشن کے زمانہ کے دھرم اور سنسکرتی سے پوری طرح مختلف ہے اور یہ اختلافات آریوں، دراوڑوں، اور وادی سندھ کے لوگوں ہون، کشان، وغیرہ برادریوں کے اختلاط اور انجام کاران کے دھارمک وشواسوں کے اختلاط کے نتیجہ میں وجود میں آئے۔ اور پھر طرح طرح کے خیالات ونظریات ان میں جنم لئے تین اہم فرقوں کو ان میں مرکزی حیثیت حاصل ہوئی، ویشنو، شیو اور شاکت سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں، راجندر نارائن لال ان فرقوں کے تعلق سے لکھتے ہیں۔

''انتہائی آستک شنکراچاریہ کے پیروکار بھی ہندو ہیں، اور ناستک جینی اور بائیں بازو والے کمیونسٹ بھی ہندو، پیاز لہسن تک نہ کھانے والے بھی ہندو ہیں اور انتہائی ناپسندیدہ چیزیں کھانے والے اوگھڑ بھی ہندو ہیں، پیتامبر (پیلے کپڑے) پہننے والے سادھو بھی ہندو ہیں اور مادر زاد ننگے رہنے والے بھی ہندو ہیں، ویشنو میں گوشت خوری منع ہے شاکتوں میں گوشت خوری جائز، ہندو اصولی طور پر توحید پرست ہیں اور عمل سے بہت سے

معبودوں کو ماننے والے (بہو دیو وادی یا مشرک) اصولی طور پر ایشور کا
تیار کردہ دھرم گرنتھ وید ہے لیکن شمالی بھارت میں واقعی طور پر رام چرت
مانس ہے، جنوب میں ہندوؤں کے تصورات بالکل مختلف ہیں۔ سنسکرتی
کے نام پر ہولی میں گالی بکنا، دیوالی میں جوا کھیلنا اور شیوراتری میں بھنگ
پینا دھارمک اعمال ہیں''۔ (اسلام اور غلط فہمیاں ص ۷۷)

اس طرح کی اور بھی بہت باتیں ہیں جن کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندو دھرم کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک کلچر کا نام ہے ہندوستان کے مختلف صوبوں اور گوشوں میں اس کی مختلف شکلیں ہیں اس لئے اس دھرم کی ایسی کوئی جامع اور مانع تعریف نہیں کی جاسکتی ہے، جس کے دائرہ میں ہندوستان میں رائج ہونے والے ہندووں کے تمام معمولات شامل ہوجائیں، بہرحال اس وقت جو کچھ شمالی ہندوستان کے ہندوؤں میں مذہب کے نام پر رائج ہے زیر نظر کتاب میں انہیں عقائد ونظریات، معمولات ومعاملات اور تیوہار ورسومات کا نہ صرف جائزہ لیا گیا ہے بلکہ مذہب اسلام جو دین فطرت ہے اس کا مطالعہ پیش کر کے مماثلت ومغائرت دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً نماز ہی کو لیجئے مسلمان نماز میں قیام، سجدہ، رکوع، قعدہ، مراقبہ (دھیان) کو لازم سمجھتے ہیں اگر ان میں سے کوئی رکن چھوٹ جائے یا کوئی ادارہ جائے تو نماز مکمل نہیں ہوتی، حالت نماز میں بدن کے آٹھ اعضا کا زمین پر لگنا ضروری ہے۔ اب آیئے دیکھتے ہیں ہندوؤں کے مذہبی رہنما شری رام چندر جی نے عبادت کا کیا طریقہ بتایا ہے اس سے قطع نظر کہ آج کا ہندو اس پر عمل پیرا ہے کہ نہیں، ڈاکٹر نعیمی اپنے تحقیقی مقالہ میں لکھتے ہیں۔

''شری رام سے بستر علالت پر ہنومان جی نے پوچھا کہ آپ تو اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں مگر سوامی یہ بتایئے کہ آپ کے بعد جیوتی روپ (خدائی نور) حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ تو آپ نے ہنومان کو آنے والی نسلوں کے لئے ایک پرارتھنا پوجا بتلائی، چوں کہ وہ ایک پیشین گوئی تھی اور آنے والا کلکی اوتار اس کو رائج کرنے والا تھا اس لئے برسہا برس سے دھرم گرو اس کی تفسیر وتشریح نہ بیان کر سکے اور اپنے اپنے ذہن سے اس کی جو بھی تعبیر ومطلب سمجھا اس کے مطابق جیوتی روپ (خدائی نور) کی تلاش کرتے رہے، مگر اب جب کہ ۱۴ رسو سال قبل سے ایک طریقہ نماز مسلم قوم میں رائج ہے ذرا غور کرو اور انصاف سے فیصلہ کرو کہ کیا یہ وہی جیوتی

روپ (خدائی نور) تو نہیں جو شری رام چندر جی فرما گئے، چنانچہ شری رام چندر جی ہنومان جی کے پوچھے گئے سوال کے جواب میں جیوتی روپ کا طریقہ اس طرح بتلاتے ہیں۔

۱۔ پہلے تو کھڑا ہو جا ۲۔ دوسرے تو سجدہ کر ۳۔ تیسرے تو بیٹھ جا ۴۔ چوتھے آدھا چاند بن جا ۵۔ پانچویں تو مراقبہ کر ۶۔ یہی نور کا روپ ہے ۷۔ جسم کے آٹھ حصے زمین کو لگیں۔

عام طور سے ہندو پجاری و پنڈت لوگ جسم کے آٹھ انگ (عضو) زمین کو لگیں اس کی حکمت و نزاکت نہیں سمجھتے پورا کا پورا جسم زمین پر ڈال دیتے ہیں جس سے آٹھ کی خصوصیت باقی نہیں رہتی مگر حالت سجدہ (اسلامی نماز) میں دیکھو پیشانی، ناک، ہاتھ کے دو پنجے، دو گھٹنے، اور پیر کے دو پنجے کل آٹھ اعضا زمین سے لگتے ہیں''

پھر ہر ایک رکن کی جیسے شنمکھی، شام بھوی، تری استھانم، چتشٹپادم کی شری رام چندر جی نے وضاحت بھی فرمائی ہے جس کی تفصیل اسی مقالہ میں دیکھی جا سکتی ہے، اس طرح مصنف نے شری رام چندر جی کے اصل الفاظ کو اردو کا لبادہ پہنا کر اردو داں طبقہ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے اور نتیجتاً لکھا ہے کہ شری رام کے بیان کردہ طریقہ عبادت و بندگی کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی طریقہ نماز و انداز بندگی ہی وہ عبادت ہے کہ جس کے ذریعہ انسان جیوتی روپ یا خدائی نور حاصل کر سکتا ہے۔

میں اس کتاب کے مصنف مولانا ڈاکٹر محمد احمد نعیمی کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انھوں نے موجودہ ہندوستان میں ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس کی جس سے ہندوستان کی دو بڑی قوموں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان کی نہ صرف دوریاں کم ہو سکیں بلکہ اس سے نفرت کی خلیج بھی پاٹی جا سکے دراصل واقعہ یوں ہے کہ آج سے کوئی دس سال قبل انھوں نے جامعہ ہمدرد کے شعبہ اسلامیات میں راقم السطور کی زیر نگرانی پی ایچ ڈی میں داخلہ لیا تھا موصوف چوں کہ ہندی اور سنسکرت کے بھی عالم ہیں اس لئے ان کے لئے ایسے موضوع کا انتخاب کیا گیا جس کا فائدہ ہندو مسلمان دونوں اٹھا سکیں اور ان دونوں کے درمیان جو غلط فہمیاں پائی جا رہی ہیں اس تحقیقی مقالہ کی مدد سے ان کا ازالہ کیا جا سکے، نعیمی صاحب نے اپنا مقالہ گیارہ سو صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں مکمل کیا اور یونیورسٹی ضابطہ کی کاروائی کے بعد انھیں اس مقالہ پر ڈاکٹریٹ کی سند تفویض کی گئی، زیر نظر کتاب دراصل وہی مقالہ ہے جسے افادۂ عام کی خاطر جزوی ترمیم اور

ضروری حذف واضافہ کے بعد شائع کیا جارہا ہے۔جن موضوعات کو مصنف نے اپنے قلم سے زینت بخشی ہے اور دلائل و براہین سے آراستہ کیا ہے وہ اس طرح ہیں۔

۱۔اسلام اور ہندودھرم کا مختصر تعارف

۲۔اسلام اور ہندودھرم کا تصور توحید و شرک

۳۔اسلام اور ہندودھرم کا تصور رسالت واوتاروادااور ایش دوت

۴۔اسلامی مذہبی کتب اور ہندودھرم گرنتھ

۵۔دین اسلام اور ہندودھرم کا طریقہ عبادت

۶۔اسلام اور ہندودھرم کی اخلاقی قدریں

۷۔اسلام اور ہندودھرم کے تیوہار ورسومات

۸۔اسلام اور ہندودھرم کا رہن سہن،غذاوخوراک

۹۔اسلام اور ہندودھرم میں عورت کی حیثیت

۱۰۔اسلام اور ہندودھرم کا نکاح وطلاق اور وواہ وتیاگ

۱۱۔اسلام اور ہندودھرم کے حدود وتعزیرات اورڈنڈ وسزا

مجھے امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ اگر برادران وطن نے اس کتاب کے مطالعہ میں دلچسپی دکھائی تو بہت ساری غلط فہمیاں جو مسلمانوں کے تعلق سے ہندوؤں میں اور ہندوؤں کے تئیں مسلمانوں میں پائی جارہی ہیں ان کا جلد ازالہ ہو سکے گا ابھی تو یہ کتاب اردو زبان میں شائع کی جارہی ہے مجھے امید ہے کہ اس کا ہندی ایڈیشن بھی جلد ہی بازار میں دستیاب ہو جائے گا جس سے عوام وخواص یکساں استفادہ کر سکیں گے۔دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس کتاب کی افادیت کو عام سے عام تر فرمائے اور مصنف کو اجر جزیل وجمیل عطا فرمائے۔آمین۔یا رب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

(غلام یحییٰ انجم)

شعبہ علوم اسلامیہ،ہمدرد یونیورسٹی،نئی دہلی

۷؍اگست ۲۰۱۷ء

تقریظ

عالمی سطح پر ہمارا ملک ہندوستان تخلیق انسان کے وقت سے ہی انتہائی عظمت و رفعت سے مالا مال ہے۔ مختلف تحقیقی تحریروں کی بنیاد پر یہ ثابت ہے کہ دنیا کا پہلا انسان جنھیں سنسکرت میں سویم بھومنو (स्वयंभू मनु) ہندی میں آدی مانو (आदि मानव) اور عربی، فارسی اور اردو میں حضرت آدم (علیہ السلام) کہا جاتا ہے۔ اسی مبارک سرزمین پر اُتارا گیا تھا۔ اتھروید کنڈ کا ۳رسوکت ۳۰ رمنترار کے ذریعے انھیں انسانی زندگی کے دستور کی صورت میں یہ تعلیم ملی تھی:

सहृदय सामनस्यम विद्वेष कृणोमि व ।

अन्यो अन्यमभि हर्यत वत्स जातमिवाघ्न्या ।।

(अथर्ववेद 3–30–1)

یعنی اے انسان تمہاری خوش حال زندگی کا طریقہ رحم دلی، دل جوئی اور حسد نہ کرنا (सहृदयता साम्मनस्य और अविद्वेष) عطا کرتا ہوں۔ انھیں خوبیوں کے ساتھ تم ایک دوسرے کوایسے چمکاؤ، جیسے گائے اپنے نوزائیدہ بچے کواپنی زبان سے چاٹ کر چمکا دیتی ہے۔

یہی چاروں ادوار (युगों) کے انسانی معاشرہ کے لیے سناتن دھرم کی تعلیم ہے جو ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالمی دولت کی شکل میں جلوہ فرما ہے۔ لیکن اپنے پیدا کرنے والے خالق و مالک، پالنہار اور رب کے تئیں مستحکم اعتقاد و یقین نہ ہونے کے باعث انسان آج تک یعنی ست یگ (सतयुग) سے کلیگ (कलियुग) تک تصنع وفریب اور اختلاف کی وجہ سے اپنے سچے دھرم گرنتھوں کی تعلیمات سے منحرف ہوتا چلا گیا اور انسان عظیم تنظیم (महासंघठन) سے ٹوٹتا چلا گیا اور ہزاروں ٹکڑوں میں بکھر گیا۔ بھگودگیتا (भगवदगीता) میں کہا بھی گیا ہے:

अज्ञश्चा श्रद्धानश्च संशयात्मा विनश्यति!

(भगवद्गीता 4–40)

یعنی جنھیں اپنے انتہائی مہربان اور عظیم کرم فرما مالک کے بارے میں صحیح صحیح علم وغیرہ نہیں

ہے تو وہ مالک حقیقی کے متعلق ہمیشہ شک وشبہ میں ہی رہے گا اور محو ومستغرق ہونے کا جذبہ کبھی بیدار نہیں ہو سکے گا۔ جس کی وجہ سے اُس کی دنیا و آخرت (लोक–परलोक)، دونوں جہان کا سکون ختم ہو جائے گا۔ اور ایک سناتن دھرم کو چھوڑ کر انسان جدا جدا ہزاروں دھرموں میں تقسیم ہو جائے گا۔

دواپر (द्वापर) میں جب شری مد بھگود گیتا دنیا والوں کو ملی تو اس نے انسانی عقل وشعور کو اپنے برحق مالک کے لیے بیدار کرنے کی توقع سے مختلف انداز میں سمجھایا آخر میں سات سو اشلوکوں میں سے ایک بات کہہ دی کہ:

सर्वधर्मान्परित्यज्य मामेकं शरणं व्रज।

अहंत्वा सर्वपापेभ्यो मोक्षयिष्यामि मा शुचः।।

(गीता 18–66)

یعنی نام نہاد سارے خیالی وفرضی دھرموں کو چھوڑ کر میرے برحق، قدیم، دائمی اور غیر مبدل مالک وحاکم کی پناہ میں آجاؤ۔ میں تیرے سارے گناہوں کو معاف کر کے تجھے نجات (मोक्ष) عطا کر دوں گا۔ لیکن لوگ (अज्ञश्चा श्रद्दाधनश्च संशयात्मा) خدا کے بارے میں جہل اور شک وشبہ میں ہی پھنسے رہ گئے اور خدا کا بلاوا (आवाहन) آج تک اسی طرح موجود ہے۔

بھگود گیتا کے ۳۵۰۰ رسال بعد کلیگ میں جب قرآن آیا تو کوئی نیا پیغام لے کر نہیں آیا بلکہ عرب والوں کے لیے عربی زبان میں وہی سناتن (قدیم) علم الحقائق لے کر آیا اور آتے ہی بھگود گیتا کے مذکورہ ۱۸-۶۶ اہم اشلوک کا سپردگی کے جذبے سے اقرار وتصدیق کے بیان کا قول سکھایا۔ جو قرآن کھولتے ہی پہلے صفحے پر عملِ خیر (मंगलाचरण) کی صورت میں ہے۔

یعنی اے مالک دنیا کی ساری تعریفیں بس تیرے لیے ہی ہیں۔ تو ہی سارے عالم کا پالنہار مالک ہے۔ تو بے انتہا رحم اور کرم فرمانے والا ہے۔ اور آخر میں میرے انسانی اعمال کا حساب لینے والا مالک ہے۔ اے میرے مولیٰ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ بس تو ہی چلا مجھے سیدھے راستے کی طرف۔

مذکورہ بالا اقرار کا بیان ساری دنیا میں دن میں ۵ ر بار لازمی طور پر دوہرایا جاتا ہے۔ اس کے مطابق مذکورہ قول واقرار کے بنا سیکنڈ کا سوواں حصہ وقت بھی خالی نہیں گزرتا۔ اس طرح بھگود گیتا اور قرآن کا گہرا تعلق ہے۔ جو ہر ایک خدا پرست (Theistic) کو متحیر وششدر کر دیتا ہے۔

اسی امید سے ڈاکٹر مولانا محمد احمد نعیمی صاحب نے حیرت انگیز، تحقیقی، قابلِ تحسین کارنامہ کی تخلیق کر کے انسانی عقل وشعور کو قدیم علم الحقائق (सनातन तत्वज्ञान) کی جانب دوبارہ بیدار کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ مذہبی کتب (शास्त्र विरुद्ध) کے خلاف زندگی کی گمراہیت سے تحفظ کیا جاسکے۔ دوسرے اس حقیقت کو ثبوتوں کے ساتھ پیش کیا ہے کہ ہم سب ایک ہیں اور سب کو ایک ہی اعلیٰ وعظیم خدا (परम ब्रहम परमेश्वर) کی ٹھنڈی چھایا میں رہنا ہے اور ایک ہی سناتن (قدیم) دھرم کی اتباع واطاعت سے مالک کو ہمیشہ راضی وخوش رکھنے کی سعیٔ جمیل کرنا ہے، تاکہ ہم سبھی برادرانِ وطن بخوشی اس کی ہی اعلیٰ بارگاہ میں پناہ پاسکیں۔ اسی بلند فکر سے اسی خیال سے اور اسی کاوش سے پاک وصاف ہندوستان کے ساتھ ہی ساتھ خوشحال ہندوستان بھی بن سکتا ہے۔ اور اسی جذبہ سے پاکیزہ اور پرلطف جنت کی بھی امید کی جاسکتی ہے۔ ڈاکٹر مولانا محمد احمد نعیمی صاحب کی تصنیف کا اسلوب بھی انتہائی دل چسپ، مستند، سب کے لیے مفید، علم الحقائق سے معمور، افہام وتفہیم میں سہل اور قابلِ قبول ہے۔ ''ہاتھ کنگن کو آرسی کیا'' اس حقیقت کی تصدیق کے لیے بذاتِ خود کتاب کا مطالعہ اور تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے خاص موضوعات اس طرح ہیں:

توحید اور ایکیشور واد، رسالت اور اوتارواد، نماز اور ساشٹانگ، زکوٰۃ اور دان، روزہ اور ورت واُپواس، حج اور تیرتھ یاترا، اسلامی مذہبی کتب اور ہندو دھرم گرنتھ، اسلام اور ہندو دھرم کی اخلاقی تعلیمات، اسلام اور ہندو دھرم کا رہن سہن، غذا وخوراک، اسلام اور ہندو دھرم میں عورت کی حیثیت، اسلام اور ہندو دھرم کا نظام شادی ونکاح اور طلاق ونفقہ، اسلام اور ہندو دھرم کا دستورِ حدود وتعزیرات وغیرہ۔ خداوند قدوس سے دعا ہے کہ حسد، دشمنی اور تعصب کو ترک کر کے سبھی ہندو مسلم ڈاکٹر مولانا محمد احمد نعیمی کی مذکورہ کتاب کا مطالعہ فرمائیں اور اس پر غور وفکر کر کے خوب خوب فائدہ اٹھائیں۔ انھیں نیک جذبات کے ساتھ۔

ڈاکٹر محمد حنیف شاستری

ایم اے (سنسکرت) آچاریہ (پُران)

☆ ہندوستان کے صدر ڈاکٹر شنکر دیال شرما کے ذریعہ اعزاز یافتہ

☆ ویدانگ وِدوان سمان ۲۰۰۳ء اعزاز یافتہ

☆ راشٹریہ سامپر دایک سد بھاؤ سمان ۱۱-۲۰۰۹ء اعزاز یافتہ

☆ راشٹریہ پرتشٹھا سمان ۲۰۱۱ء اعزاز یافتہ

مقدمہ

دین اسلام (مختصر تعارف)

اسلام ایک دین ہے، جو دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے ایک مکمل دستورِ حیات ہے۔ جس میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشرت، مناکحات، حدود وتعزیرات اور عدل وانصاف کے احکام وقوانین عام ازیں کہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، سیاسی ہوں یا سماجی، ملکی ہوں یا غیر ملکی، عسکری ہوں یا عدالتی اور قومی ہوں یا بین الاقوامی سب داخل ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے یوں تو جملہ انبیاء ورسل نے اسلام پیش کیا، جس میں باعتبار عقائد یا اصولِ دین اتفاق واتحاد ہے لیکن بلحاظ فروع دین یا باعتبار اعمال وشریعت اختلاف ہے لیکن اب اسلام سے مراد وہ دین اور شریعت ہے جو حضرت محمد ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کو عطا فرمایا۔

احکام وتعلیم کے لحاظ سے بنیادی طور پر دین اسلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ایک اعتقادی اور دوسرا عملی۔ اعتقادی حصے کو اصولِ ایمان، اجزاءِ ایمان یا بنیادی عقائد کہا جاتا ہے اور عملی حصے سے مراد وہ تعلیم ہے جس کے مطابق ایک مسلمان کو زندگی بسر کرنی چاہیے جس میں ارکانِ اسلام بھی شامل ہیں۔

آئندہ سطور میں ہم انھیں بنیادی امور وحقائق کا مختصر تحقیقی جائزہ پیش کررہے ہیں جو دینِ اسلام کی افہام وتفہیم کے لیے انتہائی ضروری ہیں۔

اسلام کا لغوی ولفظی معنیٰ ومفہوم

اسلام بروزن افعال عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا اصل مادہ یا حروفِ اصلی ''س ل م''

ہیں، جس کے مختلف معانی ہیں، چند قابلِ ذکر اس طرح ہیں:

☆ ظاہری و باطنی آلائشوں اور عیوب سے پاک و محفوظ اور خالص ہونا۔

☆ صلح و امان ☆ سلامتی ☆ اطاعت و فرماں برداری

اور سَلَم لام کے زبر اور سَلْم لام کے جزم کے ساتھ اس کے معنی ہیں: ''اسلام ☆ استسلام (جھکنا، گھٹنے ٹیکنا) ☆ انقیاد (مطیع ہونا) ☆ اذعان (اطاعت) ☆ سپردگی ☆ فرماں برداری اور اطاعت ہے[1]

مذکورہ بالا جملہ معانی اسلام کے مفہوم میں داخل ہیں اور اسلام کے ایک معنی ہیں خالص ہونا، اس اعتبار سے اسلام کے معنی ہوں گے ''دین، عقیدہ اور عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنا''

اہلِ لغت نے اسلام کے جو معانی بیان کیے ہیں وہ قرآن حکیم میں بھی مختلف مقامات پر استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً:

★ مسلَّمة لاشيةَ فيها۔ (البقرة: ۷۱)

''بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں۔''

★ الاَّ من اَتیَ اللهَ بقلبٍ سليم۔ (الشعراء: ۸۹)

''مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہو سلامت دل لے کر۔''

ان آیات میں اسلام کے حروف اصلی ''س ل م'' بمعنیٰ خلوص اور ظاہری و باطنی آلائشوں سے برأت کے لیے مستعمل ہیں۔

★ فلا تهنوا و تدعوا الى السلم۔ (محمد: ۳۵)

''تم سستی نہ کرو اور آپ صلح کی طرف نہ بلاؤ۔''

★ وإن جنحوا للسلم فاجنح لها۔ (الانفال: ۶۱)

''اور اگر وہ صلح و امان کی طرف جھکیں۔''

ان آیات میں اصل مادّہ اسلام بمعنیٰ صلح و امان وارد ہوا ہے۔

★ بل هم اليوم مستسلمون۔ (الصّٰفّٰت: ۲۶)

''بلکہ آج وہ گردن ڈالے ہیں یعنی مطیع، فرماں بردار ہیں۔''

اس آیت میں س ل م بمعنی اطاعت وفرماں برادری استعمال ہوا ہے۔

⋆ اسلمتُ لرب العالمین۔ (البقرۃ: ۱۳۱)

''میں نے گردن رکھی یعنی خود کو سپرد کردیا اس کے جو رب ہے سارے جہاں کا۔''

اس آیت میں اسلام کے حروف اصلی بمعنیٰ سپردگی مستعمل ہیں۔

قرآنِ پاک کے علاوہ احادیثِ شریف میں بھی ان کا استعمال متعدد لغوی معنیٰ میں ہوا ہے۔ مثلاً:

قال رسول اللہ ﷺ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔ (صحیح بخاری، ۲/۴، ۲۶/۸۱)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان وہ ہے کہ اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

اس حدیث میں ''سلم'' کے معنیٰ ''محفوظ رہنا'' مذکور ہیں۔

اسلام کا اصطلاحی معنیٰ ومفہوم:

محققین علماء اسلام کے نزدیک لفظ اسلام کے شرعی واصطلاحی معنیٰ ومفہوم کا استخراج بھی اس کے لغوی معانی ومفاہیم ہی سے ہوتا ہے اور دونوں کا آپسی گہرا تعلق ہے۔ جس کے پیشِ نظر اہلِ لغت واہل تفسیر وغیرہ نے اسلام کے مختلف اصطلاحی معنی بیان کیے ہیں اور متعدد تعریفات ذکر کی ہیں۔ علماء لغت اسلام کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الاسلام من الشريعة اظهار الخضوع واظهار الشريعة والتزام لما اتى به النبی ﷺ۔[۲]

''اسلام کا اصطلاحی معنیٰ یا شرعی مفہوم اظہارِ اطاعت وتسلیم، اظہارِ شریعت اور نبی اکرم ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنا ہے۔''

اس تعلق سے امام رازی نے آیتِ کریمہ ''ان الدین عنداللّٰہ الاسلام'' کے تحت

اسلام کے چار معانی بیان کیے ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں:

★الاسلام هو الدخول فی الاسلام ای فی الانقیاد و المتابعة۔

''اسلام کے معنی اطاعت و فرماں برداری میں داخل ہو جانا ہے۔''

★ الاسلام معناه اخلاص الدین والعقیدة۔ والمسلم ای المخلص لله عبادته۔

''اسلام کے معنی دین اور عقیدے کا خالص کرنا ہے اور مسلمان سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی عبادت کو اللہ کے لیے خالص کرتا ہے۔''

★فی عرف الشرع فالاسلام هو الایمان۔

''عرفِ شرع یعنی شریعت کی زبان و اصطلاح میں ایمان کا دوسرا نام اسلام ہے۔''

★الاسلام عبارة عن الانقیاد۔

''اسلام کا مطلب فرماں برداری اور اطاعت ہے۔''[۳]

اسلام کے جملہ مذکورہ بالا اصطلاحی معنی حدیثِ رسول ﷺ سے بھی واضح و ثابت ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، اچانک ایک شخص نمودار ہوا، نہایت سفید کپڑے، بہت سیاہ بال اور سفر کا کوئی اثر یعنی گرد و غبار وغیرہ اس پر ظاہر نہ تھا اور ہم میں سے کوئی اس کو جانتا بھی نہ تھا۔ آخر کار وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو زانوں ہو کر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو رسول اللہ ﷺ کی رانوں پر رکھ دیا اور عرض کیا یا محمد ﷺ مجھے بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم کلمۂ توحید یعنی اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ تم نماز پابندی سے ادا کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر زادِ راہ کی استطاعت ہو تو حج بھی کرو۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے درست فرمایا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہم کو تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے ایمان

کے بارے میں بتایئے۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور تقدیر الٰہی (خواہ خیر ہو یا شر) پر ایمان لے آؤ۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے سچ فرمایا۔ پھر اس شخص نے دریافت کیا، اب مجھے احسان کی حقیقت کے متعلق کچھ آگاہ فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: احسان کی حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ مرتبہ و مقام حاصل نہ ہوتو کم سے کم اتنا یقین ضرور رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے بعد چند سوالات اور کیے اور پھر وہ شخص چلا گیا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں کچھ دیر تک ٹھہرا رہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! جانتے ہو وہ سائل کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا: یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔''[۴]

اسلام اور ایمان کا باہمی تعلق:

اسلام اور ایمان کا باہم بڑا گہرا تعلق ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اکثر فقہاء و محققین اسلام کے نزدیک ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہیں یا دونوں مترادف ہیں۔

بعض علماء اسلام کے نزدیک اسلام و ایمان میں فرق ہے یعنی ان کے معانی و مفاہیم جدا جدا ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں سوال جبرئیل سے واضح ہے۔ نیز قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔[۵]
>
> ''گنوار بولے کہ ہم ایمان لائے، آپ فرمائیں تم ایمان تو نہ لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں، کیونکہ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔''

اس طرح کی بعض آیات اور احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان دو

علاحدہ علاحدہ کیفیتوں یا حالتوں کے نام ہیں۔ ایمان کے مفہوم سے مراد تصدیق قلبی ہے اور اسلام ظاہری اعمال کے اتباع اور انعقاد کا دوسرا نام ہے۔ یا اسلام کے معنیٰ عام اقرار (Confession) ہے اور ایمان کے معنیٰ اس عام اقرار و اقبال کی قلبی تصدیق ہے۔ جیسا کہ لسان العرب میں ہے:

الاسلام باللسان و الایمان بالقلب۔ [۶]

''اسلام زبان کے ساتھ ہے اور ایمان دل کے ساتھ ہے۔''

Islam is with the tongue and Iman is with the heart

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الاسلام علانیة و الایمان فی القلب۔ [۷]

''اسلام ظاہر و واضح ہے اور ایمان دل میں ہے۔''

اسلام اور ایمان کے باہمی ربط کے سلسلے میں دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں کے مابین تداخل کی نسبت ہے۔ یعنی ایمان دراصل اسلام کا ہی ایک حصہ و مقام ہے۔ چنانچہ حضور انور ﷺ سے دریافت کیا گیا:

ای الاسلام افضل؟ فقال ﷺ الایمان۔

''کونسا اسلام افضل ہے؟ حضور انور ﷺ نے فرمایا: ایمان۔'' [۸]

اسلام اور ایمان کے بارے میں محققین علماء اسلام کا تیسرا قول یہ ہے کہ اسلام اور ایمان باہم مترادف ہیں۔ یعنی دونوں الفاظ معنیٰ کے لحاظ سے متحد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فاخرجنا من کان فیھا من المؤمنین ○ فما وجدنا فیھا غیر بیتٍ من المسلمین۔ [۹]

''تو ہم نے اس شہر میں جو مومن تھے نکال لیے، تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا۔''

ان کنتم آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین۔ [۱۰]

''اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم اسلام رکھتے ہو۔''

ان آیات میں اسلام اور ایمان ہم معنیٰ مستعمل ہیں۔ اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ لغوی اعتبار سے اگرچہ اسلام اور ایمان میں فرق ہے مگر دینی لحاظ سے نہ ایمان اسلام کے بغیر پایا جاتا ہے اور نہ اسلام ایمان کے بغیر۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔[11]

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی معروف بہ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''حقیقتِ شریعہ کی رو سے اسلام وایمان مترادف وہم معنیٰ ہیں اور اس معنیٰ کی رو سے اسلام اور ایمان ایک ہیں۔ اور ''ان الدین عندالله الاسلام'' سے یہی مراد ہے۔''[12]

امام احمد بن محمد قسطلانی اپنی مایہ ناز تصنیف ارشادالساری شرح صحیح بخاری میں رقم طراز ہیں کہ:

''اسلام اور ایمان حکماً جدا جدا ہیں۔ تصدیق میں دونوں متحد ہیں البتہ مفہوم میں مختلف ہیں۔ ایمان کا مفہوم تصدیق قلب ہے اور اسلام کا مفہوم اعمالِ جوارح (اعمالِ اعضاء)۔ شرع میں یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی کو مومن کہیں اور مسلم نہ کہیں۔ یا مسلم کہیں اور مومن نہ کہیں اور وحدت سے ہماری یہی مراد ہے۔''[13]

مذکورہ بالا جملہ آراء وافکار میں سے آخری رائے زیادہ اہم ومناسب تسلیم کی گئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس پر یہ اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ ایمان اسلام کی تکمیلی حالت کا نام ہے یعنی اس کے بغیر کسی کے اسلام کو مکمل نہیں سمجھا جاسکتا یا یہ کہ ان میں عموم وخصوص کی نسبت ہے۔ اس کے علاوہ بعض احادیث میں اسلام سے مراد خصائلِ اسلام اور محاسنِ اسلام بھی لیے گئے ہیں۔ مثلاً:

ایّ الاسلام خیر؟ قال تطعم الطعام و تقرأ السلام۔

''حضور انور ﷺ سے دریافت کیا گیا کونسا اسلام (اسلامی خصلت) بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا کھانا کھلانا اور سلام کرنا۔ یہاں اسلام سے مراد خصائلِ اسلام ہیں۔''[14]

اسلام دین ہے یا مذہب؟

اسلام مذہب ہے یا دین، اس بات کی افہام وتفہیم کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے یہ جانا جائے کہ مذہب اور دین کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ ومفہوم کیا ہے؟ تبھی ہم اس سلسلے میں

کوئی راہ متعین کر پائیں گے۔

مذہب کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ: ''مذہب'' اسم ظرف کا صیغہ ہے جو مصدر میمی کے طریقے پر استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں چلنے کی جگہ یا چلنے کا راستہ وغیرہ۔ اقوام عالم کی ہر قوم کا اپنا ایک منفرد طرز معاشرت وطریقۂ حیات ہے جس کو وہ مضبوطی کے ساتھ اپنائے ہوئے ہے اور لغوی معنیٰ کے اعتبار سے یہی مذہب کا مفہوم ہے یعنی چلنے کا راستہ۔

مذہب کے مذکورہ لغوی معنی کے پیش نظر محققین و مفکرین نے مذہب کے مختلف اصطلاحی معنی ومفہوم بیان کیے ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

☆ جن اصولوں پر چل کر زندگی گزاری جا سکے، ان اصولوں کو ''مذہب'' کہتے ہیں۔ عام ازیں کہ وہ اصول الٰہی تخلیق ہوں یا انسانی تخلیق۔

☆ مذہب دراصل کسی مافوق الفطرت ہستی یا قوت کو تسلیم کر کے اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھالنے کا نام ہے جس کے بارے میں انسان کے اندر احساس پیدا ہو کہ وہ اس ہستی کو خوش رکھ سکتا ہے۔

☆ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق انسان کا اس ہستی سے تعلق جس کو وہ مقدس گردانتا ہے، مذہب ہے۔

☆ عام طور پر عقیدے اور پوجا پاٹ کے نظام کو بھی مذہب کہا گیا ہے۔

☆ مذہب نام ہے ان مافوق الانسانی قوتوں کی رضاجوئی کا جو انسانی زندگی پر حکمراں ہیں۔

☆ مذہب نام ہے ایک ازلی اور ابدی حقیقت پر ایمان لانے کا جس کی مشیت اور جس کا ارادہ انسانی مشیت اور ارادے سے بالاتر ہے اور جس کا انسان کی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔

☆ مذہب ایک روحانی اور نفسی حاشیہ ہے جس کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ انسان اور کائنات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ آخر الذکر تین تعریفات پروفیسر لیوبا نے اپنی تصنیف میں ذکر کی ہیں۔[15]

☆ مغربی مفکر کانٹ کہتا ہے کہ: ''ہر فریضہ کو خدائی حکم سمجھنا مذہب ہے۔''

☆ پروفیسر وائٹ ہیڈ کا قول ہے کہ: ''مذہب عقیدہ کی اس قوت کا نام ہے جس سے انسان

کو اندرونی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور یہ کہ مذہب عالمگیر وفاشعاری کا نام ہے اور یہ کہ انسان جو کچھ اپنی ذات کی تنہائی سے کرتا ہے وہ مذہب ہے۔''

☆ میکس مُلر لکھتا ہے کہ ''مذہب ایک ایسی ذہنی صلاحیت ہے جس سے انسان غیر محدود قوت کا ادراک کر سکتا ہے۔

☆ پروفیسر ٹیلر ''روحانی ہستیوں پر ایمان'' کو مذہب قرار دیتا ہے۔

☆ اور ایک روسی مفکر نے کہا ہے کہ ''مذہب ایک انسانی تصور ہے جس قسم کی انسان کی اپنی سطح ہوگی اسی قسم کا اس کا مذہب ہوگا۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ ایک انسان کا مذہب دوسرے انسان کے لیے قطعاً مناسب نہ ہو۔''[16]

دین کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ:

''دین'' کے لغوی معنی ہیں انقیاد (فرماں برداری، تابع ہونا) واخلاص مگر استعارۃً و اصطلاحاً اس سے مراد ملت وشریعت یا اللہ رب العالمین کی جانب سے نازل کردہ زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ یعنی اگر یہ راستہ یا مذہب جس کا اوپر ذکر ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات سے منسوب ہے تو وہ دین ہے۔ دین اور مذہب میں ایک بڑا باریک فرق ہے اور وہ یہ کہ دین نام ہے ان اصول وضوابط کا جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور انور ﷺ تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان مشترک رہے۔ جب کہ مذہب انھیں اصول وضوابط کی فرع کا نام ہے۔ یعنی دین ہمیشہ ایک ہی رہا ہے لیکن مذاہب تبدیل ہوتے رہے ہیں۔

مذہب کی شکل وصورت میں بعض ایسے لوگ بھی وجود میں آئے کہ جن کا کوئی نظریہ اور مذہب نہیں، جن کو ''دہریہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دہریہ کی اہلِ علم نے مختلف تعریفیں کی ہیں لیکن جو اللہ اور نبی ورسول کا منکر ہو وہ ''دہریہ'' ہے۔ یہ تعریف زیادہ جامع و مکمل ہے کیونکہ ہر انسان اپنے اپنے طریقے پر زندگی گزار رہا ہے اور اس نے اپنی حیات وزیست کے لیے ایک خاص طرز وراہ کو منتخب کر رکھا ہے اور اسی کو مذہب کہتے ہیں۔[17]

مختصر یہ کہ اسلام ایک دین ہے اور دین کل زندگی کے دستور العمل کی حیثیت سے وسیع

تر مفہوم رکھتا ہے۔ اس میں عقیدہ و اقرار بھی ہے، عمل بھی ہے اور مکمل ضابطۂ حیات و دستور العمل بھی، جس کا مجموعی نام دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں اسلام کے لیے لفظ دین کا استعمال ہوا ہے مذہب کا نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

★إنّ الدین عند اللہ الاسلام۔ [18]

''بیشک اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے۔''

★ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق۔ [19]

''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔''

★و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ [20]

''اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں۔''

★ذالک الدین القیم۔ [21]

''یہی سیدھا دین ہے۔''

★الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ [22]

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔''

★ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ [23]

''اور جو اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔''

★شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحا۔ [24]

''تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس کا حکم اس نے نوح کو کیا۔''

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ سے بخوبی واضح ہے کہ اسلام کے لیے لفظ دین کا استعمال کیا گیا ہے، وہ دین جو اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ایک مکمل و جامع دستورِ حیات ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''لفظِ دین کا اطلاق ایمان، اسلام اور جملہ احکامِ شرعیہ پر ہوتا ہے۔'' [25]

میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں:

''دین اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ دستورِ حیات ہے جو اصحابِ عقل وفکر کو حضورِ اقدس علیہ وسلم کے پیش کردہ لائحہ عمل کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔''[26]

خلاصہ یہ کہ اسلام ایک دین ہے، جس کا خالق ومخلوق، عابد ومعبود اور اللہ و بندے دونوں سے گہرا تعلق ہے۔ انسان کا برتاؤ وسلوک ایک طرف اللہ سے ہو اور دوسری طرف اللہ کے بندوں سے تو اسی کا نام دین ہے۔ جس پر گامزن ہو کر انسان اپنی زندگی کے ہر عمل کو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔ نیز اس کی بیان کردہ تعلیمات واحکام پر عمل پیرا ہو کر نجات وفلاح کی منزل پا سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی اور اطاعت کا نام ہی دین ہے۔ چنانچہ امام راغب اپنی مفردات میں لکھتے ہیں:

الطاعة والجزآء واستعير للشريعة والدين كالملة يقال اعتباراً بالطاعة والانقياد للشريعة۔

''دین کے معنی اطاعت اور جزاء کے ہیں اس کا اطلاق شریعت پر بھی ہوتا ہے۔ دین اور ملت مترادف ہیں۔ شریعت پر اس کا اطلاق ان معنوں میں ہے کہ شریعت کی اطاعت اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا لازم وضروری ہے۔''[27]

اسلام ایک عالمگیر مذہب

دین اسلام صرف مسلم قوم، مسلم ممالک یا کسی مخصوص خطے یا زمانے کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ ایک عالمگیر آفاقی مذہب ہے جو دنیا کی ہر قوم، ہر ملک اور زمانے کے لئے ہے۔ جس طرح یہ مسلمانوں کا دین ہے اسی طرح یہ غیر مسلموں کا بھی دین ہے کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور اسی فطری دین پر نوعِ انسانی کا ہر فرد جنم لیتا ہے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''کل مولو دیولد علی الفطرة فابواہ یھو دانہ او ینصرانہ او یمجسانہ''۔

(ہر بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں)

اب اگر کوئی اپنی اس فطرت سے روگردانی کرتا ہے تو درحقیقت وہ اپنی فطرت و

طبیعت سے بغاوت کرتا ہے اور اپنے اصل مقام سے دور ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر نازل ہونے والے کلامِ الٰہی یعنی قرآن پاک کی تعلیمات صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ پوری انسان برادری کے لئے نمونہ عمل ہے اور اسکی اتباع و پیروی میں سبھی کی فلاح و بہبود اور نجات و کامیابی مضمر ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ جلّ شانہٗ ارشاد فرماتا ہے کہ:

''وارسلنک للناس رسولاً'' ۲۸

(اے پیغمبر! ہم نے آپ کو سارے لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا)۔

''یاآیھاالناس قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم فامنوا خیرا لکم'' ۲۹

(اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے تو ایمان لاؤ اپنے بھلے کو)

قرآن کریم کی دوسری سورتوں میں اس طرح ارشاد ہوتا ہے:

''انما انت منذر و لکل قوم ھاد'' ۳۰

(تم ڈرسنانے والے اور ہر قوم کے ہادی ہو۔)

''قل یا ایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً'' ۳۱

(اے نبی! تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔)

''وما ارسلنک الا رحمۃ للعٰلمین'' ۳۲

(ہم نے آپکو سارے سنسار کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔)

''وما ارسلنک الا کافۃ للناس'' ۳۳

اور (اے رسول) ہم نے آپکو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت کے ساتھ جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔)

''انا ارسلنا الیکم رسولاً'' ۳۴

(اے لوگو) بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے۔)

مذکورہ آیتیں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ کی رسالت کی عمومیت پر دلیل اور

برھان ہیں کہ آپ تمام مخلوق کے رسول ہیں اور سارا عالم آپکی اُمّت ہے۔ ان آیات سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ ھادیٔ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام ہے تمام کائنات آپ ہی کے دائرۂ رسالت میں ہے۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم، عربی ہوں یا عجمی، گورے ہوں یا کالے، امیر ہوں یا غریب، اور اگلے ہوں یا پچھلے سب کے لئے آپ رسول ہیں اور سب آپ کے اُمتی ہیں۔

پیش کردہ قرآنی آیات کی وضاحت بخاری ومسلم شریف کی درج ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی (رسول) کو نہ دی گئیں۔ (۱) ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد فرمائی گئی۔ (۲) تمام زمین میرے لئے مسجد اور پاک کی گئی، جہاں میرے اُمّتی کے نماز کا وقت ہو نماز پڑھے اور (۳) میرے لئے غنیمتیں حلال فرمائی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں تھیں۔

"وکان النبی یبعث الیٰ قومہ خاصۃ و بعثت الی الناس کافۃ" [۳۵]

(اور انبیاء خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں۔)

مسلم شریف کے حوالے سے مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث بھی درج ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وارسلت الی الخلق کافۃ" [۳۶]

(اور میں تمام مخلوق کی طرف رسول ہوں۔)

ان آیات واحادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پیغمبر اسلام احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا اور پوری انسانیت کے لئے رسول ہیں۔

اب ذرا ایک نظر ان آیات پر اچھی طرح ڈالیں جو قرآن حکیم کی ہدایت ورہنمائی کے عام ہونے پہ شاہد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدیً للناس و بیّنٰتٍ من

الھدی والفرقان''۳۷؎

(رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ہدایت ورہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں۔)

''والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتاب''۳۸؎

(اور ہدایت بعد اسکے کہ لوگوں کے لئے ہم اس کتاب (قرآن) میں واضح فرما چکے۔)

قرآن حکیم میں بعض دوسرے مقامات پر اللہ تعالیٰ اس طرح ارشاد فرماتا ہے۔

''ھذا بیان للناس''۳۹؎

(یہ قرآن لوگوں کو بتانے والا، راہ دکھانے والا ہے۔)

''کتب انزلنہ الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید''۴۰؎

(قرآن) ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف نازل فرمائی کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لے آؤ ان کے رب کے حکم سے اسکی راہ کی طرف جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے۔)

مذکورہ آیت میں کتاب سے قرآن مجید اور اندھیروں سے کفر وضلالت اور نور سے ایمان اور صراط سے دینِ اسلام مراد ہے۔

''ھذا بصائر للناس''۴۱؎

(یہ (قرآن) لوگوں کے لئے آنکھیں کھولنے والا ہے۔)

قرآن وحدیث کے علاوہ دنیائے علم وادب کے مشہور ومعروف غیر مسلم مفکرین بھی اس حقیقت کا کھلے لفظوں میں اعتراف کرتے ہیں کہ اسلام اور اسکی تعلیمات صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ رہتی دنیا تک کے ہر کس وناکس کیلئے ہیں۔ اسی لئے اسلام میں ایسے اصول وقواعد واحکام وقوانین اپنائے گئے ہیں جو تمام اقوامِ عالم کے لئے یکساں طور پر مفید وکارآمد ہیں۔ ہمیں اس مقالہ میں چونکہ اسلام اور ھندودھرم کے تعلق سے گفتگو کرنا ہے اس لئے غیر مسلم محققین ومفکرین بالخصوص ھندودھرم کے علماء ودانشور حضرات کے اقوال ودلائل سے اپنے موقف کو مستحکم کرنے کی ہر

ممکن کوشش کریں گے۔ لیکن کہیں کہیں بقدر ضرورت دیگر مذاہب کے اہل علم وفن حضرات کے حوالہ جات سے بھی اپنی بات کو واضح کریں گے۔ مشہور ہندو مفکر امر پال سنگھ لکھتے ہیں کہ:

''اسلام مذہب اور اسکی خاص مذہبی کتاب قرآن مجید کسی مخصوص ملک، مخصوص قوم یا مخصوص زمانے کا مذہب اور کتاب نہیں ہے۔ وہ عالمگیر اور دائمی ہے اور ہر انسان کی فلاح و بہبود اُسے مقصود و مرغوب ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نسل انسانی کے لئے امن وسکون عطا کرنے والا راہِ حق، صراط مستقیم ہمیں دکھا گئے ہیں۔'' ۴۲؎

اسلام کی اسی آفاقیت سے متاثر ہو کر مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ ''اسلام جھوٹا مذہب نہیں ہے۔ ہندوؤں کو بھی اسکا اسی طرح مطالعہ کرنا چاہیے جس طرح میں نے کیا ہے، پھر وہ بھی میری ہی طرح اس سے محبت کرنے لگیں گے۔'' ۴۳؎

پنڈت سائیں گوبند رام اپنے ایک مضمون ''ایک نبی ایک انسان'' میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر اظہار خیال کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ ''مختصر یہ کہ پیغمبر اسلام ایک بہت بڑے انسان اور بہت بڑے مذہب کے بانی ہیں جنکی زندگی کا ہر پہلو ہر انسان کے لئے خواہ اسکا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو روشنی کا مینار ہے۔'' ۴۴؎

رام سورت یادو ایم۔اے۔ایم ایڈ اسی بابت لکھتے ہیں کہ ''میں یہ صاف کہنا چاہونگا کہ قرآن پاک صرف ایک دھرم کے لئے نہیں بلکہ پورے انسانی سماج کے لئے ہے اسکی وسیع پیمانے پر تبلیغ وتشہیر کی ضرورت ہے۔'' ۴۵؎

سابق وزیرِ جنگلات یو پی رگھوور دیال ورما اپنے نظریات پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب نے ہمیں جو کچھ عطا کیا ہے اس میں کسی دیش دھرم یا فرقے کے خلاف کوئی بات نہیں ملتی۔ قرآن سب کے لئے بھلائی کی بات کہتا ہے۔'' ۴۶؎

راجندر نارائن لال ایم۔اے۔ شعبہ تاریخ بنارس ہندو یونیورسٹی اپنی ایک کتاب میں اس طرح رقمطراز ہیں کہ ''اسلام جس نے دھرم میں خرچیلے اعمال کا پوری طرح صفایا کر دیا ہے، اپنے عملی اصولوں اور دیگر اخلاقی ومعاشرتی معاون اصول کے سبب سے مستقل دائمی اور عالمگیر سطح

پر سب کا مذہب ہے جن میں مرد عورت، دبے کچلے، یتیم بے سہارا، محتاج و اپاہج، شخص خاندان، فرقہ اور قوم بھی شامل ہیں۔ غرض یہ کہ ان تمام مسائل کے حل کی صلاحیت و استطاعت رکھنے کی وجہ سے جن سے انسان کا واسطہ پڑتا ہے اسلام سب سے بڑھ کر فلاح و بہبود والا ہے'' ۴۷

مختصر یہ کہ اسلام صرف مسلمانوں کا مذہب نہیں بلکہ یہ انسانی اور آفاقی مذہب ہے جو دنیا کے ہر انسان کو زندگی کے ہر موڑ پر دعوت فکر و عمل دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العلمین اپنے مقدس کلام قرآن پاک میں خود ارشاد فرماتا ہے کہ:

''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ'' ۴۸

(تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک تمہاری زندگی کے لئے بہترین نمونہ ہے۔)

مطلب یہ کہ اسلام صرف ایک مذہب و دین ہی نہیں بلکہ ایک مکمل نظام زندگی اور مکمل ضابطہء حیات بھی ہے جو انتہائی مہذب طریقہ پر زندگی گزارنے کا درس دیتا ہے۔ گویا کہ اسلام ایسا مذہب ہے جس میں دین و دنیا کی ہر اعتبار سے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ الغرض انسان یا انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کے اصول وضوابط نہ پیش کئے گئے ہوں۔ حد تو یہ ہے کہ سر کے بالوں سے لیکر پیر کے ناخونوں تک انسانی جسم کے ہر ہر عضو کے احکام وقوانین واضح فرمادئے گئے ہیں اور انسان کی مذہبی وسماجی، خانگی ومعاشرتی اور ملکی و عالمی زندگی کی فلاح و بہبود اور ارتقاء کے لئے ایک اعلیٰ و بہترین لائحہ عمل پیش کردیا گیا ہے۔

مذکورہ حقائق کی توثیق وتصدیق کرتے ہوئے ایک انگریز محقق لکھتا ہے کہ ''جب ہم اس زمانہ پر غور کرتے ہیں جس میں پیغمبر اسلام نے اپنی نبوّت ورسالت کا پرچم بلند کیا اور جس میں ایک ایسا کامل مجموعہء قوانین تیار کیا گیا جو دنیا کی ملکی مذہبی اور تمدّنی ھدایتوں کے لئے کافی ہے تو ہم نہایت حیران ہوتے ہیں کہ ایک عظیم الشان ملکی اور تمدّنی نظام جسکی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے کس طرح قائم کیا گیا ہے؟ پس ہم دل سے اقرار کر لیتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا مجموعہء قوانین ہے جو ہر لحاظ سے بہتر ہے۔'' ۴۹

اسلام کی اس عظمت وخوبی کا اعتراف تمل ناڈو کے سابق وزیر اعلیٰ جناب انا دورائی نے بھی اپنے اُس بیان میں کیا ہے جو انھوں نے ۷؍اکتوبر ۱۹۵۷ عیسوی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ

وسلم کی سیرتِ پاک کے موضوع پر پیش کیا تھا انھوں نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ ''اسلام صرف ایک مذہب نہیں ہے بلکہ وہ ایک دستورِ زندگی اور انتہائی بہتر نظام ہے۔اس نظام زندگی کو دنیا کے کئی ممالک اپنائے ہوئے ہیں۔اسلام انسان کو کامیاب انسان اور نیک آدمی بنانا چاہتا ہے خدا نے جن بلندیوں تک پہنچنے کے لئے انسان کو پیدا کیا ہے ان بلندیوں کو پانے اور ان تک پرواز کرنے کی طاقت واہلیت انسان کے اندر اسلام کے ذریعہ ہی پیدا ہوتی ہے۔'' ۵۰؎

مسٹر جی ایل بیری نے بھی اس سلسلے میں بڑے پتے کی بات کہی ہے وہ فرماتے ہیں ''یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت اور احادیث تھیں جنھوں نے اسلام کو دنیا کی عظیم تہذیبوں میں ایک تہذیب کی حیثیت دی۔جس کے بعد دنیا کی کوئی تہذیب اسلامی تہذیب کے اثرات قبول کئے بغیر نہ رہ سکی۔انسانی تہذیب کی تشکیل میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حِصّہ گراں بہا، نا قابلِ فراموش اور دائمی ہے۔'' ۵۱؎

مسٹر تھامس کارلائل نے اس سچائی کا اظہار اس طرح کیا ہے' ہاں ہم میں وہ سب جو اخلاقی اور مہذبانہ زندگی گزار رہے ہیں وہ بھی اسلام میں ہی زندگی گزار رہے ہیں۔یہ وہ سب سے بڑی حکمت ودانائی ہے جو آسمان سے اس زمین پر نازل کی گئی ہے۔'' ۵۲؎

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام صرف مذہب ہی نہیں بلکہ وہ ایک مکمل نظامِ حیات بھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ہمیں جو ضابطۂ حیات و نظامِ زندگی اور دستور العمل دیا ہے وہ ہمہ گیر اور ہمہ جہت خوبیوں کا حامل ہے۔صرف اور صرف اسی نظام اور اسی دستور کے ذریعہ زمین وزماں اور مکین ومکاں روحانی و مادّی خوشحالی وترقی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر سر رابندر ناتھ ٹیگور نے کیا ہی بہتر و سچّی ترجمانی کی ہے کہ ''اسلام کا پیغام ساری دنیا کے لئے ہے،دنیا میں امن وسکون اسی پیغامِ ربانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔میں پیغمبرِ اسلام کی خدمت میں تعظیم وتکریم ارادت اور عقیدت مندی کا ناچیز تحفہ پیش کرتا ہوں۔'' ۵۳؎

بلبل ہند مسز سروجنی نائڈو اسلام کے تعلق سے اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ''دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کم وبیش ایثار علی النفس کی تعلیم دیتے ہیں۔مگر

اسلام اس باب میں سب سے آگے ہے۔ یعنی نوعِ انسان کی خدمت اسلامی تعلیم کا سرمایہ ناز ہے۔ اسی لئے اسلام نے عالمگیر اُخوت کا اصول دنیا کے روبرو پیش کیا ہے۔ دنیا اسی اصول کی پیروی کرنے سے خوشحال ہوسکتی ہے۔''۵۴؎

نپولین نے اس سچائی کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے''قرآن کی تعلیمات اور اسکے اصول و احکام حقیقت پر مبنی ہیں اور نسلِ انسانی کو خوشیوں اور خوشحالیوں سے مالا مال کرنے والے ہیں۔ اسلئے خدا کے بھیجے ہوئے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان پر نازل کردہ کتاب قرآن پر مجھے فخر ہے۔''۵۵؎

خلاصہ یہ کہ اسلام ایک ہمہ گیر و عالمگیر مذہب ہے اور مسلمان اس عالمگیر و ہمہ گیر مذہب کو ماننے والی ایک عالمگیر قوم ہے، لہٰذا اسلام اور مسلمان کے ہمہ گیر ہونے کے ناطے ہر باشعور مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس عالمگیر مذہب کے پیغام و تعلیم کو دنیا کی قوموں اور ملکوں تک انھیں کی زبان یا کسی دوسری رائج زبان میں بہتر سے بہتر طریقے پر پہونچائے اور اسلام اور دوسرے مذاہب کی تعلیمات کا موازنہ کرکے اسلام کی صحیح و سچی تصویر آسان و عمدہ طریقہ پر ان کے سامنے پیش کرے۔ یہی انبیاء کرام و رسولانِ عظام کی سنت و طریقہ رہا ہے کہ انبیاء و مرسلین کے پاس وحی و احکاماتِ الٰہی حضرت جبرئیل امین انہیں کی قوم کی زبان میں یا بقول بعض مفسّرین عربی زبان میں لاتے تھے اور پھر وہ اسکو دوسری زبانوں میں ترجمہ فرما کر قوم تک پہونچاتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ موجودہ سماجی و مذہبی نظام کی خرابیوں کو دلائل کے ساتھ بیان کرتے اور توحید و اسلام کی حقّانیت نمایاں فرماتے تھے۔

نبوی تعلیم و تبلیغ کے اس طریقہء کار کی ترجمانی و تصدیق کلام الٰہی کی اس آیت پاک سے بھی ہوتی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

''وما ارسلنا من رسولٍ الّا بلسان قومه لیبیّن لهم''۵۶؎

(اور ہم نے ہر رسول کو اسکی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ (ہمارا پیغام) انہیں صاف بتائے۔)

معلوم ہوا کہ جہاں جیسی قوم اور جیسی زبان ہو اسی زبان میں خدائی پیغام کی تبلیغ،

اشاعت سنتِ الٰہی وطریقہءخداوندی ہے۔

درج بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مفسّرِ قرآن ''علامہ مفتی محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی'' فرماتے ہیں کہ ''چاہے اس (رسول یا نبی) کی دعوت عام ہو اور دوسرے ملکوں پر بھی اسکی اتباع لازم ہو اور جب اس کی قوم اچھی طرح سمجھ لے تو دوسری قوموں کو ترجموں کے ذریعہ سے وہ احکام پہونچا دیئے جائیں اور انکے معنیٰ سمجھا دیئے جائیں۔ اسی طرح کا مفہوم ایک دوسری روایت میں بھی ملتا ہے کہ وحی ہمیشہ عربی میں ہی نازل ہوئی پھر انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کے لئے ان کی زبانوں میں ترجمہ فرما دیا۔'' ۵۷ے

قرآن حکیم کے اس مفہوم کی تائید قرآن پاک کی حسب ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ ربّ العٰلمین ارشاد فرماتا ہے کہ:

''یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من رّبک و ان لم تفعل فما بلّغت'' ۵۸ے

(اے رسول پہونچا دو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اسکا کوئی پیغام نہ پہونچایا۔)

''وما علینا الا البلٰغ المبین'' ۵۹ے

(اور ہمارے ذمہ نہیں مگر (خدا کا پیغام) صاف پہونچا دینا۔)

ان آیات میں خطاب الٰہی کے اصل وحقیقی مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپکے بعد آپ کے واسطے سے آپکی امّت کے علماء وصلحاء ہیں کیوں کہ بقول آپ کے ''انّ العلماء ورثۃ الانبیأ ۶۰ے'' یہی آپکے سچّے نائبین اور وارثین ہیں۔ لہٰذا یہاں رسول اور نائبینِ رسول کو جو تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے وہ کسی خاص قوم، خاص ملک یا خاص زبان کے لئے نہیں بلکہ ایک عام حکم دیا گیا ہے۔ یعنی اے رسول اور اے وارثانِ رسول تم دنیا کے ہر ملک، ہر قوم اور ہر زبان میں ہمارا پیغام ہمارے بندوں تک پہونچا دو۔ اور پھر پیغمبر اسلام کی رسالتِ عامّہ ونبوّتِ کافّہ بھی اس امر کی متقاضی ہے کہ آپ کا پیغام دنیا کے ہر خطے، ہر ملک، ہر قوم اور ہر زبان میں عام وتام ہو۔

ہادیٔ عالم، رہبرِ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ:

"بلغوا عنی ولو اٰیة" ۶۱

(مجھ سے جو کچھ سنو اور دیکھو اسکی تبلیغ واشاعت کرو اگر چہ ایک ہی بات ہو۔)

اور فرمایا کہ "فلیبلغ الشاھد الغائب" ۶۲

(جو مجھے دیکھ رہے ہیں اور مجھ سے سن رہے ہیں وہ ان کو تبلیغ کریں جو غائب ہیں۔)

پیغمبر اسلام کے ان فرامین وارشادات سے صاف صاف ظاہر ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں اپنے نائبین علماء اور عام مؤمنین کو دعوت وتبلیغ کا حکم فرمارہے ہیں کہ اے میرے وارث علماء و نائب صلحا تم عربی میں، فارسی میں، اردو میں، انگریزی میں، ھندی میں، سنسکرت میں، چینی میں، جاپانی میں، غرضیکہ دنیا کی ہر زبان میں میرا اسلامی پیغام عرب وعجم، ایشیاء وافریقہ، یورپ وملیشیا غرضیکہ دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب تک پہونچادو اور انہیں اسلام کی دعوت دو۔

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے یہی مفہوم مستفاد ہوتا ہے کہ:

"وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ" (آل عمران ۱۰۴)

اورتم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔)

یعنی مسلمانوں میں ایک جماعت وگروہ ایسا ہونا چاہئے جو دنیا کی ہر زبان اور ہر قوم میں لوگوں کو اچھی ونیک بات کی تعلیم دے اور بری وغلط باتوں سے روکے۔

کلامِ الٰہی یا احکامِ خداوندی کو دوسروں تک پہونچانے اور ان کو سمجھانے کے لئے ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ وتشریح کرنے کا جواز وثبوت بخاری شریف کی ان مبارک احادیث سے بھی حاصل ہوتا ہے کہ:

حضرت ابوسلمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"قال کان اھل الکتاب یقرءون التورٰة بالعبرانیة و یفسرونھا بالعربیة لاھل الاسلام" ۶۳

(اہل کتاب توریت کو عبرانی زبان میں پڑھا کرتے تھے اور مسلمانوں کے لئے

اس کی عربی میں تفسیر بیان کرتے تھے۔")

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ادعهم الی الاسلام و اخبرهم بما یجب علیهم فو الله لان یهدی الله بک رجلاً خیر لک من ان یکون لک حمر النعم"[۶۴]

(لوگوں کو اسلام کی دعوت دو اور اللہ نے جو کچھ ان پر واجب وضروری قرار دیا ہے اُن سے اُن کو خبردار کرو۔ اللہ کی قسم اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص بھی راہِ راست پر آ گیا تو تمہارے لئے سُرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔")

اسلام ہندوستان کا سب سے اوّلین وقدیم مذہب

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ نوعِ انسانی کی ہدایت ورہبری کے لئے اللہ ربّ العلمین نے اس کائنات ارضی میں جتنے بھی انبیاء ومرسلین مبعوث فرمائے ان سب کا مذہب دینِ اسلام ہی تھا اوران سب نے اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی قوم میں اسلام ہی کی تعلیمات واحکام کی تبلیغ واشاعت فرمائی۔ اللہ ربّ العزت قرآنِ حکیم میں خود ارشاد فرماتا ہے کہ:

"ان الدین عند الله الاسلام و ما اختلف الذین اوتوا الکتب اِلّا من بعد ما جاءهم العلم بغیاً بینهم"[۶۵]

(بیشک دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور اختلاف میں نہ پڑے اہل کتاب مگر بعد اس کے کہ انہیں علم آچکا اپنے دلوں کی جلن سے۔)

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر وتوضیح بیان کرتے ہوئے تفسیر کی مشہور کتاب جلالین کے محشی فرماتے ہیں کہ:

"اخرج عن ابی حاتم عن الضحاک فی الأیة قال لم ابعث رسولاً الّا بالاسلام فیستدل به لمن قال انَ الاسلام لیس اسماً خاصاً لدین هذه الامة"

(حضرت ابی حاتم نے حضرت ضحاک سے اس آیت کے بارے میں روایت

کی انھوں نے فرمایا کہ نہیں بھیجا (اللہ نے) کسی رسول کو مگر اسلام کے ساتھ۔ پس یہ دلیل ہے اس شخص کے لئے جو کہے کہ بیشک اسلام دین اس امت کے لئے خاص نہیں۔)

چند سطور کے بعد یہ فرماتے ہیں:

"وما اختلف الذین اوتوا الکتاب جواب عن سوال نشاء من قولہ ان الدین عند اللہ الاسلام کانہ قیل حیث کان الدین واحداً من ادم الی الان فما اختلف اھل الکتاب"٦٦

(اور اختلاف کیا اھل کتاب نے" یہ جواب ہے اس سوال کا کہ جب دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے تو پھر اختلاف کیوں واقع ہوا۔ تو جواب دیا کہ بیشک حضرت آدم سے لیکر اب تک دین تو ایک ہی تھا مگر اختلاف اھل کتاب کی وجہ سے ہوا۔)

صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمہ مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ: "اور دینِ حق آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک یہی دین اسلام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "ان الدین عند اللہ الاسلام"

مزید فرماتے ہیں کہ دینِ اسلام کی حقیقت توحید ہے اور اس کی صورت مختلف شریعتوں میں پائی گئی۔ ہر ایک شریعت کی اپنی شرائط ہیں اور حقیقت میں یہی ایک دین ہے جو ازل سے لے کر تا قیامت باقی رہیگا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسر قرآن مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "اھلِ کتاب کا دین ایک ہی تھا یعنی 'اسلام' انہوں نے حسد کی وجہ سے جان بوجھ کر آپس میں اختلاف کیا اور صدھا فرقے بن گئے۔"٦٧

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابن جبیر نے قتادہ سے روایت کی کہ اسلام اللہ کا دین ہے جس کے لئے انبیاء کرام بھیجے گئے اور اسی کی طرف اولیاء اللہ نے رہبری کی، اسکے سوا کوئی دین مقبول نہیں۔"٦٨

تیسری جگہ فرماتے ہیں ''مذکورہ آیت میں اسلام سے ہر آسمانی دین مراد ہے۔ یعنی ہمیشہ اللہ کو اسلام ہی پسند رہا۔ سارے پیغمبروں کا دین اپنے اپنے وقتوں میں اسلام ہی تھا۔'' ۶۹
مذکورہ اقوال کی وضاحت و ترجمانی قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے
چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

''شرع لکم من الدین ما وصیٰ بہ نوحاً و الذی اوحینا الیک و ما وصینا بہ ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ ان اقیموا الدین و لاتتفرقوا فیہ'' ۷۰

(تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا گیا ہے جسکا حکم نوح کو ہوا تھا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جسکا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

''قل اٰمنا با للہ و ما انزل علینا و ما انزل علیٰ ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و الاسباط و ما اوتیَ موسیٰ و عیسیٰ و النبیون من ربھم لا نفرقُ بین احدٍ منھم و نحن لہٗ مسلمونَ۔ و من یبتغِ غَیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ'' ۷۱

(کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اترا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں پر اور جو کچھ ملا موسیٰ اور عیسیٰ اور انبیاء کو ان کے رب سے ہم ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے حضور گردن جھکائے ہیں۔ اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہیگا وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائیگا۔)

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا:

''و ما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا'' ۷۲

(اور لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہوئے۔)

اس طرح نصِ قرآنی اور تفسیری دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر وقت اور ہر زمانے میں اصلی مذہب و حقیقی دین ایک ہی تھا اور وہ ہے اسلام۔ اور ہر رسول، پیغمبر چاہے وہ آدم ہوں یا نوح، ابراہیم ہوں یا اسمٰعیل، اسحاق ہوں یا یعقوب، موسیٰ ہوں یا عیسیٰ وغیرہ سب نے اپنی اپنی قوم و امت کو دینِ اسلام ہی کی دعوت دی تھی اور ان پر جو آسمانی صحائف و کتابیں نازل ہوئیں ان میں بھی اسلام ہی کی واضح تعلیمات تھیں لیکن بعد میں آپسی بغض وعناد و حسد اور کینہ کے باعث اہل کتاب اختلاف و انتشار کا شکار ہو گئے اور پھر مختلف مذاہب و ادیان میں تبدیل ہو گئے۔

اتنی گفتگو اور تمہید کے بعد اب ہم اپنے اصل موضوع اور اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بڑے وثوق و یقین سے کہتے ہیں کہ جب اللہ رب العلمین کے مبعوث فرمائے ہوئے جملہ انبیاء کرام و رسولان عظام کا دین اور مذہب اسلام ہی تھا اور وہ اپنے اپنے دور میں دینِ اسلام ہی لیکر مبعوث ہوئے تھے تو سب سے پہلے اللہ جل شانہٗ نے جس نبی و پیغمبر کو اپنے بندوں کی ھدایت و رہبری کے لئے مبعوث فرمایا وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے اور حضرت آدم علیہ السلام کا نزول مبارک سرزمین ہندوستان میں ہوا۔ گویا کہ اسلام آدم علیہ السلام کے ساتھ سب سے پہلے ہندوستان میں نازل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ علم و حکمت کے چشمے سب سے پہلے یہیں سے جاری و ساری ہوئے۔ نیز سدرہ کے مکیں حضرت جبرئیل امین وحیِ الٰہی و پیغام ربانی بھی سب سے پہلے اسی سرزمین پر لے کر حاضر ہوئے۔ جیسا کہ تفسیر و احادیث کی بہت سی روایات اور دیگر دینی کتابوں سے ثابت ہے۔ مثلاً:

''ابن سعد نے ابن عساکر سے اور انھوں نے ابن عباس سے حدیث بیان کی انھوں نے فرمایا:

''قال اھبط آدم بالھند'' ۳؎

(آدم علیہ السلام ہندوستان میں اتارے گئے۔)

''ابن منذر اور ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ

''ان أدم لما اھبط الی الارض ھبط بالھند'' ۴؎

(بیشک جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو زمینِ ہند پر اتارا'')۔

''ابن جبیر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت کیا انھوں نے فرمایا:

''ان اوّل مااھبط اللہ آدم الیٰ ارضِ الھند و فی لفظ بدجناء ارض بالھند''

(یعنی وہ مقام جہاں آدم زمین میں اتارے گئے ہندوستان میں ہے اور ہندوستان کے دجنی کا بھی لفظ آیا ہے۔)

حضرت عبداللہ ابن عباس سے ہی ایک دوسری روایت اس طرح منقول ہے:

''فتخطی فاذا ھو بارض الھند فمکث ھنالک ما شاء اللہ ثم استحوش الی البیت''۔ ۵ے

''بروایت دیلمی مسند فردوس میں حضرت علی کی سند سے روایت ہے کہ ''و مکث آدم بالھند مائۃ سنۃ باکیۃ لی خطیئتہ'' حضرت آدم علیہ السلام سو سال تک ہندوستان میں رہے اور اپنی خطا پر روتے رہے۔''۶ے

صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ'' آدم علیہ السلام ہند میں سراندیپ کے پہاڑ پر اترے جنکی وجہ سے وہاں کے درخت خوشبودار ہو گئے کیونکہ آدم علیہ السلام بہشت کی خوشبو ساتھ لائے تھے۔''۷ے

شیخ علی رومی علیہ الرحمہ محاضرۃ الاوائل و مسامرۃ الاواخر میں فرماتے ہیں کہ''پہلی جگہ جہاں آدم اتارے گئے وہ ہندوستان کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ ہے۔ اسی میں ایک پہاڑ ہے جسے راہون کہا جاتا ہے یہ سراندیپ کی مملکت میں وہ جگہ ہے جو دجنی کہلاتی ہے اور اس پہاڑ پر حضرت آدم کے قدم کا نشان ہے''

اور فرماتے ہیں کہ پہلا وہ مقام جہاں سے حکمتوں کے چشمے پھوٹے ہندوستان ہے اور پھر حرمِ مکی ہے۔ یہ چشمے انسانیت کے معلّم اوّل آدم صفی اللہ کی زبان سے پھوٹے۔ اللہ کا درود و سلام ہو ان پر اور تمام انبیاء پر۔ اور فرمایا کہ اوّلین جگہ جہاں کتابیں لکھی گئیں اور جہاں سے آدم علیہ السلام کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہوئے وہ ہندوستان ہے۔۸ے

تفسیر و احادیث میں ہندوستان اور ہندوستانیوں کا تذکرہ جیسے موضوعات کے محقق و مصنف سیّد غلام علی آزاد بلگرامی فرماتے ہیں کہ''اللہ نے آدم علیہ السلام کو نوعِ انسانی کی ابتداء

کرنے والا بنایا، انہیں بطور خلیفہ اپنی بارگاہ کے لئے منتخب فرمایا اور اپنی پاک سند کی زینت بنایا پھر انہیں آسمان سے زمین پر اتارا اور یہ سرزمین ہندوستان ہے جسے اللہ نے دارالخلافت بنایا اور اس شرف کے لئے خاص فرمایا۔''۷۹

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد فرماتے ہیں کہ ''تفاسیر و احادیث کریمہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سرزمین ھند میں نزول اجلال فرمایا۔ سراندیپ لنکا کے ایک پہاڑ پر آپکا نشانِ قدم بھی بتایا جاتا ہے۔ غالباً یہی تعلق تھا کہ جسکی وجہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے۔''۸۰

مفسّر قرآن حضرت علامہ نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں کہ ''حضرت (آدم) زمینِ ہند میں سراندیپ کے پہاڑوں پر اور حضرت حوا جدہ میں اتاری گئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی برکت سے زمین کے اشجار میں پاکیزہ خوشبو پیدا ہوئی۔''۸۱

مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں کہ ''چنانچہ آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں شہر سراندیپ کے اس پہاڑ پر اتارا جس کو بوذ کہتے ہیں۔''۸۲

خیال رہے کہ اسلام آدم علیہ السلام کے ساتھ سب سے پہلے ہندوستان میں آیا اور اس شان سے آیا کہ اس کے عقیدۂ توحید و رسالت کی صدائیں بھی سب سے پہلے اس سرزمین پر بلند ہوئیں۔

''ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر نے بروایت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

> ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نزل أدم علیہ السلام بالهند فاستوحش فنزل جبرئیل فنادٰی با لاذان اللہ اکبر اللہ اکبر، اشهد ان لا الٰہ الاّ اللہ مرّتین اشهد انّ محمدًا رسول اللہ مرّتین''۸۳

(حضرت آدم علیہ السلام سراندیپ میں اتارے گئے تو انہیں وحشت و پریشانی لاحق ہوئی۔ جبرئیل علیہ السلام کا نزول ہوا اور اذان دینی شروع کی اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الہ الا اللہ دو مرتبہ، اشھد ان محمد رسول اللہ دو مرتبہ)

اس واقعہ کا ذکر مفسر قرآن مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمیؔ نے بھی اپنی کتاب میں ان

لفظوں میں کیا ہے کہ ”آدم علیہ السلام کو دنیا میں آکر بہت وحشت اور گھبراہٹ ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بحکم الٰہی زمین پر آئے اور بلند آواز سے اذان کہی، جب آدم علیہ السلام نے اذان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سنا تب ان کی وحشت دور ہوئی۔ ۸۴؎

معلوم ہوا کہ سب سے پہلے توحید و رسالت کی آواز سرزمینِ ہندوستان کی فضاء میں گونجی کیونکہ اذان حقیقت میں توحید و رسالت کا ایک بہترین پیغام ہی ہے۔

اذان یا توحید و رسالت کا پیغام ہی کیا جانِ جاناں، رحمت دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کا ورودِ مسعود بھی سب سے پہلے اسی سرزمین ہندوستان میں ہوا اور پھر عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں جلوہ بار ہوا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک یہ قریشی نبی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بارگاہِ خداوندی میں نور تھا یہ نور اللہ کی تسبیح بیان کرتا تو فرشتے بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو یہ نور انکے صلب میں رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صلبِ آدم میں رکھ کر زمین پر اتارا پھر صلبِ نوح علیہ السلام میں حتیٰ کہ صلب ابراہیم میں ڈالا پھر اللہ تعالیٰ اصلاب کریمہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل فرماتا رہا حتیٰ کہ مجھے میرے والدین کریمین نے پیدا فرمایا۔

اس حدیث کی صحت اس قصیدے سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں پیش کیا تھا۔ ۸۵؎

حضرت العلام نور الدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ”جو حصہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم عنصری کا تھا وہ ایک نورِ عظیم کی شکل میں حضرت آدم کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ پھر وہ صلب آدم سے حضرت حوا علیہا السلام کے رحم میں منتقل ہوا، وہاں سے پھر شیث علیہ السلام کی صلب میں اور اسی طرح پاک و مقدس لوگوں کے اصلاب سے نیک و پارسا بیویوں کے ارحام میں منتقل ہوتا رہا پھر ان پاک ارحام سے نیک و پارسا اصلاب میں آتا رہا۔“ ۸۶؎

علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی البغدادی فرماتے ہیں کہ ”رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صلب آدم میں زمین پر اتارا اور مجھے حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور مجھے صلب ابراہیم میں آگ میں ڈالا۔ اسی طرح اپنے والد حضرت عبداللہ تک ایک صلب سے دوسری صلب کی طرف منتقل ہوتا گیا'' ۸۷

علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ان کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا۔ اس نور کے انوار انکی پیشانی میں یوں نمایاں تھے جیسے آفتاب آسمان میں اور چاند اندھیری رات میں۔'' ۸۸

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد لکھتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پشت مبارک میں رکھ دیا اور یہ نور ایسا شدید چمک والا تھا کہ با وجود پشت آدم (علیہ السلام) میں ہونے کے پیشانی آدم (علیہ السلام) سے چمکتا تھا اور آدم کے باقی انوار پر غالب آجاتا تھا۔'' ۸۹

تفسیر روح البیان سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ نور محمد حضرت آدم کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ ۹۰

اسی بات کو سیّد غلام علی آزاد بلگرامی اپنے اشعار میں اس طرح نظم کرتے ہیں۔

قد اود ع الخلاق ادم نوره

متلا لا کا لکو کب الوقا د

والهند مهبط جدنا و مقامه

قول صحيح جيد الاسناد

فسوادارض الهند ضاء بداية

من نورِ احمد خيرة الا مجاد ۹۱

یعنی بنانے والے نے آدم کے اندر اپنا نور رکھ دیا۔ روشن ستارے کی طرح چمکتا ہوا۔ ہندوستان ہمارے جدّ امجد کی جائے نزول اور قیام گاہ ہے۔ یہ صحیح قول ہے اور اسکی سند مضبوط ہے تو ہندوستان کی سرزمین سب سے پہلے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ضیاء بار ہوئی جو سب عظمت

والوں سے بہتر ہیں۔

غلام علی آزاد بلگرامی ایک دوسرے مقام پر اپنے خیالات اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ''ہندوستان ہی نورِ محمدی کا مطلع اور اس فیض دائمی کا مبدأ ہے اور زمین عرب اسکی عنایت وانتہا اور اس کے وجود عنصری کے ظہور کی جگہ ہے۔ اسی سرزمین سے پہلے پہل ملتِ حنفیہ کا آوازہ بلند ہوا اور مملکت محمدیہ کی نوبت بجی۔'' ۹۲

ثابت ہوا کہ نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے پہلے ہندوستان میں نازل ہوا اور عرب میں ظاہر و باہر ہوا اور یہیں سے دین حنیف یعنی اسلام کا آغاز ہوا۔ یہ نورِ محمد کی ہی برکت و حکمت ہے کہ یہاں کی دھرتی و پاتال، شجر و حجر اور برگ و ثمر سب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے نظر آتے ہیں۔

اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے لئے تو ایک دفتر چاہئے ذیل میں بطور ثبوت چند تاریخی و حقیقی واقعات پیش کئے جارہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

''ابو البقاء نے منسک میں حکایت بیان کی ہے کہ عبد اللہ بن مالک نے کہا کہ میں ہندوستان میں داخل ہوا اور گھومتا ہوا ایک شہر میں پہونچا جسے نمیلہ یا تمیلہ کہتے ہیں وہاں میں نے ایک بڑے درخت کو دیکھا جسکے بادام جیسے چھلکے دار پھل ہوتے ہیں۔ اگر اس پھل کو توڑا جائے تو اس میں سے ایک ہرے رنگ کا تہہ کیا ہوا کاغذ نکلتا ہے جس پر لال روشنائی سے ''لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوتا ہے۔ ہندوستانی لوگ اس پیڑ سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اسکے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے ہیں۔'' ۹۳

ایک صحابی یا تابعی کلیب بن وائل رضی اللہ عنہ، ہندوستان تشریف لائے اور یہاں انہوں نے ایسا درخت دیکھا جس کے سرخ رنگ کے پھول پر سفید حروف میں ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔ ۹۴

۱۹۲۱ عیسوی میں ٹنڈو سائیں دار (سندھ) میں پیلو کے پتوں پر نام ''محمد'' لکھا ہوا دیکھا اور دیکھنے والوں میں عارفِ کامل، فاضل اجل خواجہ محمد حسن جان سرہندی علیہ الرحمہ بھی تھے۔ یہ پتے راجستھان (بھارت) گئے جہاں ایک اور عارفِ کامل شاہ رکن الدین الوری علیہ

الرحمہ نے اس کی زیارت کرائی۔ ۹۵

مفتیٔ اعظم شاہ مظہر اللہ علیہ الرحمۃ (دہلوی) کے کتب خانے میں دو ایسے پتھر محفوظ تھے جس پر قلم قدرت سے نام نامی ''محمد'' لکھا ہوا تھا۔ ۹۶

مغربی اتر پردیش کے شہر مراد آباد میں نئی سڑک پر واقع تمنا والی مسجد کے شمالی دروازے کے اوپر آج بھی سنگ مرمر کے دو پتھر نصب ہیں جن پر قلم قدرت سے صاف صاف نامِ ''محمد'' لکھا ہوا ہے جس کو راقم نے بارہا بچشم خود دیکھا ہے۔

اسی طرح ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان میں ایک محیّر العقول واقعہ پیش آیا۔ واقعہ یہ ہے کہ گورنر لاھور قلیچ محمد خاں کی جونپور کے علاقہ میں ایک زمین تھی جب مکان تعمیر کرنے کے لئے اس کو کھودا گیا تو ایک گنبد نظر آیا اور کھودا گیا تو پورا گنبد نکل آیا۔ کھودتے کھودتے ایک ہفتہ گزر گیا دن رات کھدائی ہوتی گئی یہاں تک کہ گنبد کا دروازہ بھی نکل آیا۔ دروازہ کا قفل ایک من وزنی توڑا گیا دروازہ کھولا گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دھان پان سا آدمی ہڈیوں کی مالا، آلتی پالتی بیٹھے مراقب ہے، سر جھکائے ہے، غل اور شور کی آواز سن کر سر اٹھایا اور ہندی زبان میں کچھ سوالات کئے آخری سوال یہ کیا ''کیا خاتم النبیّین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں ظاہر ہو گئے؟''

جواب دیا گیا ہزار سال ہو گئے آپ تشریف لائے اور پردہ فرما گئے پھر اس نے کہا مجھے نکالو، نکالا گیا، باہر خیموں میں رکھا گیا، وہ مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتا رہا، چھ ماہ بعد اس نے انتقال کیا۔ یہ شخص کون تھا، کب سے یہاں سر جھکائے بیٹھا تھا؟ سوالات سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ہزاروں برس سے اس خلوت خانہ میں محفوظ تھا۔ ۹۷

نورِ محمدی اور پیغام توحید و رسالت اذان کی طرح حجرِ اسود یا سنگ سیاہ جو خانۂ خدا اور مسلمانوں کا قبلہ وکعبہ ہے اس نے بھی اپنے بہشتی ونورانی وجود سے سب سے پہلے سرزمین ہند کو ہی مشرف وبابرکت فرمایا۔ یہی نہیں بلکہ حج بیت اللہ وزیارتِ حرم شریف کا شرف بھی سب سے پہلے اسی ہندوستانی سرزمین کے ساکن ومکین کو حاصل ہوا۔

''ابن حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے اتارے گئے تو وہ حجرِ اسود اپنے ساتھ لائے تھے جو ان کے وصال کے بعد ہند میں محفوظ رہا۔ یہ سفید چمکدار

یاقوت تھا، جب ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی تو جبرئیل اسے ہند سے لائے اور آپکی خدمت میں پیش کیا۔" ۹۸

"سیّدنا ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مقام ابراہیم اور حجرِ اسود سیّدنا آدم علیہ السلام کے ساتھ آسمان سے رات کے وقت اتارے گئے۔ صبح کے وقت جب آپنے ان دونوں کو دیکھا تو پہچان لیا اس سے لپٹ گئے اور پیار کیا۔" ۹۹

"حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو ہندوستان کے علاقہ میں زمین پر اتارا۔

"حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کو ہند کی طرف اتارا گیا۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہوا کے اعتبار سے زمین کا سب سے بہترین خطہ ہند ہے اللہ تعالٰی نے یہاں آدم کو اتارا تھا اور یہاں کے درختوں کو جنت کی ہوا سے تعلق چھوڑا۔

"حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام کو ارض ہند میں اور حوا کو جدہ میں اتارا۔ اور آدم علیہ السلام کو ارض ہند میں جس جگہ اتارا گیا اس کو بوز کہا جاتا ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ آدم علیہ السلام کو سراندیپ (سری لنکا) میں بوز نامی پہاڑ پر اتارا گیا۔ ۱۰۰

"حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی ایک دوسری روایت ہے کہ آدم علیہ السلام ہند کے شہر دھنا میں اترے تھے۔ اور حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ حضرت آدم ھند میں اور ماں حوا جدہ میں اتریں۔

"سدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آدم علیہ السلام ہند میں اترے، آپ کے ساتھ حجر اسود تھا اور جنتی درخت کے پتے جو ھند میں پھیلا دئے اور اس سے خوشبودار درخت پیدا ہوئے۔ ۱۰۱

"بیہقی نے دلائل النبوّت میں سندی سے نقل کیا ہے کہ آدم جنّت سے نکلے تو انکے ساتھ ایک ہاتھ میں حجر اسود تھا اور دوسری ہتھیلی میں پتا تھا۔ انہوں نے پتّے کو ہندوستان میں ڈال دیا تو اسی سے وہ تمام خوشبویات ہیں جنہیں تم دیکھتے ہو۔ اور وہ پتھر یاقوت کا تھا سفید رنگ کا جس

سے روشنی پھوٹتی تھی۔''۱۰۲

مشہور تابعی عالم حضرت عطا ابن ابی رباح سے روایت ہے:

''ان آدم هبط بارض الهند و معه اربعة اعواد من الجنة فهي هذه التي يتطيب الناس بها و انه حج هذا البيت''۔

(آدم سرزمین ہند میں اتارے گئے اور ان کے ساتھ جنت کی چار شاخیں بھی تھیں جن سے لوگ خوشبو حاصل کرتے تھے، انھوں نے وہاں سے بیت اللہ کا حج بھی کیا۔)

''حضرت عطاء سے ہی دوسری روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے آسمان سے زمین ہند میں اتارا تو آپ ملائکہ کی گفتگو جو جنت میں سنتے تھے محروم ہو گئے۔ آپ نے اللہ سے التجا کی یہ محرومی کس وجہ سے ہوئی تو اللہ رب العزت نے فرمایا آپ کی لغزش نے اس نعمت سے محروم کر دیا۔ بہر حال آپ مکہ مکرمہ جائیں اور میرا گھر تعمیر کر کے اس کا اس طرح طواف کریں جس طرح آپ نے فرشتوں کو عرش کا طواف کرتے دیکھا ہے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے حکم خداوندی کو پورا کیا اور پھر ہندوستان سے چل کر چالیس مرتبہ حج کیا۔ ۱۰۳

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی نے بروایت ابن عباس فرمایا ''حين نزل بالهند و لقد حج منها اربعين حجة على رجليه'' یعنی حضرت آدم نے ہندوستان سے چالیس بار پیدل حج کیا۔ ۱۰۴

تفسیر و احادیث کے علاوہ بعض مشہور محققین و مورخین کی تخلیقات سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان تشریف لائے۔ چنانچہ مشہور سیاح ابن بطوطہ کے بارے میں مرقوم ہے کہ:

''ابن بطوطہ نے ۱۳۴۷ء میں حضرت آدم کے پاک قدموں کے نشان کی زیارت کی تھی۔ اس نشان کو دیکھ کر اس نے لکھا ہے:

''حضرت آدم علیہ السلام کے قدموں کا یہ پاک نشان ایک اونچے کالے پتھر پر نقش ہے۔ یہ نشان سوا آٹھ فٹ لمبا ہے اور پتھر پر اتنا اندر دھنس گیا ہے کہ

اب تک جوں کا توں قائم ہے۔'' ۱۰۵؎

(بھارت اور مانو سنسکرتی جلد دوم ص ۱۷۱)

سابق گورنر اڑیسہ ڈاکٹر بی۔ این پانڈے نے لکھا ہے کہ:

''عرب سوداگروں کا ایک قافلہ آدم کی چوٹی کی زیارت کے لیے ہندوستان روانہ ہوا۔ کگانور کے بندرگاہ میں راجہ چیرومن پیرومل نے ان سوداگروں کا استقبال کیا۔ سوداگروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چاند کے ٹکڑے کئے جانے کا واقعہ راجہ کو سنایا۔ راجہ بے حد متاثر ہوا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ راجہ کا نام عبدالرحمان رکھا گیا اور ان سوداگروں کے ساتھ مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے چل پڑا۔ واپسی میں راستے میں ہی اسکی موت ہوگئی۔ چیرومن نے مسلمانوں کو شاہی فرمان کے ذریعہ مسجدیں بنانے کی اجازت دی۔ اسی فرمان کے تحت مالابار میں کئی جگہ مساجد بنائی گئیں۔ راجہ چیرومن کے بعد ہر ایک مہاراجہ کو جب گدی پر بیٹھتے وقت تلوار ہاتھ میں دی جاتی تھی تب اس کو یہ کہنا پڑتا تھا'' میں اس تلوار کو اس وقت تک رکھونگا جب تک کہ میرا وہ چچا جو مکہ گیا ہے لوٹ نہ آئے۔ ۱۰۶؎

(بھارت اور مانو سنسکرتی جلد دوم ص ۱۴۵ / ۱۴۶)

اس طرح بیان کردہ حوالہ جات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام، نور محمدی، پیغام توحید و رسالت، اذان اور حجر اسود کی اوّلین جائے نزول اور حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کا شرف وفخر پہلے پہل اسی سرزمین ہند کے ساکن ومکین کو میسّر ہے۔ اسکے علاوہ حضرت نوح، حضرت سلیمان، حضرت ایوب اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام خاص طور سے حضرت شیث علیہ السلام کا بھی ہندوستان میں تشریف لانا اور اسلامی توحید و رسالت کی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینا بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے۔

''سیّد غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں کہ انہیں میں سے شیث علیہ السلام کا ہندوستان سے ہونا ہے اور یہ اس حدیث سے ماخوذ ہے جسے طبرانی نے ابو برزہ اسلمی سے نقل کیا ہے اور امام غزالی

نے اس سلسلے میں جو کچھ ذکر کیا ہے اس میں ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو جبرئیل نے شیث سے کہا کہ کھڑے ہو اور آگے بڑھو اور اپنے والد کی نماز جنازہ پڑھو، تو انہوں نے تکبیر کہی اور یہ بات امام غزالی کے حوالے سے گزر چکی ہے کہ آدم کی وفات ہندوستان میں ہوئی تھی۔'' ۱۰۷؎

اس طرح جناب غلام محمد اپنی تصنیف ''تاریخ گم گشتہ'' میں فرماتے ہیں کہ ایودھیا کی بستی سے ایک میل دور چالیس گز لمبی ایک قبر موجود ہے یہ حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کی آخری آرام گاہ ہے۔ آپکا مزار اور قبرستان چالیس بیگھہ پختہ میں پھیلا ہوا ہے جس میں سینکڑوں بزرگانِ دین آسودۂ خاک ہیں۔ سلطان سکندر لودھی نے حضرت شیث علیہ السلام کی قبر اور احاطہ کی مرمّت اور تعمیر کرائی تھی۔ آپ مقامی لوگوں میں جن میں ہندو مسلمان دونوں شامل ہیں شیث دادا، شیث دیوتا اور شیش پیغمبر کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۰۷ب

خلاصہ یہ کہ اسلام و پیغمبران اسلام اور اسلامی تبرّکات و روایات کا ہندوستان سے بہت ہی گہرا و قدیم روحانی و ایمانی تعلق ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بہت سے فرامین اور احادیث میں ہندوستان اور ہندوستانیوں اور یہاں کی اشیاء و جڑی بوٹیوں کا بہت ہی اہمیت والفت کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے بلکہ یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے۔ ۱۰۸؎

پیش کردہ دلائل وشواہد اور حوالہ جات سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ اسلام عالمی مذہب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ہندوستانی مذہب بھی ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے تو انسب ہوگا کہ یہ ہم سب ہندوستانیوں کا آبائی وقدیم مذہب ہے۔ اس لئے کہ سارے ہی انسانوں کے باپ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام وطناً ہندوستانی تھے کیونکہ آپ کو اللہ نے ہندوستان کی سرزمین پر نازل فرمایا اور آخر عمر تک آپ ہندوستان میں سکونت پذیر رہے۔ آپکی اولاد بھی یہیں قیام پذیر رہی لیکن جب آپکی اولاد بہت زیادہ ہوگئی تو وہ ہندوستان سے اطراف عالم میں چہار سمت پھیل گئی گویا کہ دنیا کے سارے ہی انسان اپنے باپ حضرت آدم کے وطن کے لحاظ سے قدیم ہندوستانی ہیں اور سب کا آبائی وقدیم مذہب اسلام ہے۔ کیونکہ ہم سب انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ

السلام مذہب اسلام کے پہلے پیغمبر اور پہلے داعی تھے اور یہی ہمارا دعویٰ تھا کہ اسلام ہندوستان کے لئے کوئی غیر ملکی یا نیا مذہب ہرگز نہیں ہے بلکہ اپنی ہمہ گیر وسعت اور قدامت کے ساتھ ہندوستانیوں کے لئے یہ ایک ہندوستانی مذہب ہے۔ قیصر رائے پوری نے اس حقیقت کو کیا ہی عمدہ شعری جامہ پہنایا ہے:

جو آئے حضرت آدم زمیں کی وسعت میں
یہ حصہ ہے مرے ہندوستاں کی قسمت میں
شروع سے ہند ہمارا وطن ہے اے قیصرؔ
ان کی اولاد ہیں ہم یہ ملا وراثت میں

اس سلسلے میں جی۔ ایس پوری نکّو نے بھی خوب دل لگتی بات کہی ہے کہ:

''ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ ہم بھی بابا آدم اور ماں حوّا (علیہما السلام) کی اولاد ہیں۔ بابا آدم سب سے پہلے انسان اور پیغمبر تھے، سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں ان کے بیچ میں لگ بھگ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر خدائی مذہب کو قائم کرنے کے لئے مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں مبعوث فرمائے گئے، سبھی پیغمبروں نے ایک ہی ملکی آئین و دستور کی تعلیم دی جسکا اصل کلمہ ہے صرف ایک خدا کی عبادت۔ ہم سب کے لئے ضروری ہے کہ اپنے قدیم بزرگ (آدرش پوروج) بابا آدم کے دستور و طریقۂ زندگی یعنی اسلام کا مطالعہ کریں۔ اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں رہنے کی دلی کوشش کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ اسلام ہم سب کے لئے مکمل نظامِ زندگی ہے۔''[۱۰۹]

یہ حق اور سچ ہے کہ اسلام نے کوئی نئی چیز، نئی تعلیم یا نیا مذہب ہمارے سامنے نہیں پیش کیا ہے بلکہ ہمارے اپنے ہی قدیم اور خالص مذہب سے آگاہ کیا ہے اور اسکی اصلی و سچّی تصویر ہمارے سامنے پیش کی ہے۔ اور اسلام نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ کونسی چیز اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے اور کونسی چیز غیر محفوظ ہو کر بگڑی صورت میں ہم تک پہونچی ہے۔

مذکورہ حقانیت و صداقت کا اعتراف مشہور مفکّر راجندر نارائن لال ایم۔ اے تاریخ

بنارس ہندو یونیورسٹی نے بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

''اسلام دنیا کے مختلف خطوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھیجے ہوئے تمام رسولوں اور نبیوں کا احترام کرتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بنیادی طور پر تمام مذاہب ایک ہی تھے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب اس میں خارجی امور داخل ہو گئے تو اس میں تحریف ہو گئی اور واقعی احکام الٰہیہ سے لوگ بھٹک گئے تو اللہ نے قطعی شکل میں رسول اللہ کے واسطے سے قرآن نازل فرمایا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ دین اسلام کا کلمہ ہے۔ اسلام کے پانچ بنیادی رکن ہیں۔(۱) کلمۂ شہادت (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج''۔

اسلام کے یہ پانچوں ستون قدیم ترین ہندو دھرم میں بھی پائے جاتے ہیں بھلے ہی وہ منتشر حالت میں ہوں، پیچیدہ بنا دئے گئے ہوں یا دوسرے طریقوں سے ان کے اوپر دھول ڈال دی گئی ہو۔ اسلام میں ان اصولوں کی جامع اور واضح انداز میں موجودگی ہے، اور مخصوص حالات میں چھوٹ بھی دی گئی ہے۔ لیکن ہندتو میں ان پانچوں اصولوں کا ذاتی اور انفرادی پہلو ہے اور اسلام میں انہیں اجتماعی اور معاشرتی مقام عطا کر دیا گیا ہے۔

اسلامی اصول اس دین کو سہل، مقبولِ عام، عالمگیر اور سماج وادی نقطۂ نظر دے کر سب سے بہتر دین کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ [110]

سابق گورنر اڑیسہ بشمبر ناتھ پانڈے اپنے ایک مضمون 'قرآن حکیم کا عالمگیر پیغام دنیائے انسانیت کے نام' میں لکھتے ہیں کہ:

''کسی بھی زمانے میں یا کسی بھی قوم میں یا ملک میں جب لوگ اپنے مذہب کے بنیادی اصول سے ہٹ جاتے ہیں تو اللہ کسی نہ کسی رسول یا پیغمبر کو بھیج کر پھر سے سچے دین کو قائم کرتا ہے۔'' [111]

مختصر یہ کہ اسلام یا پیغمبر اسلام کسی خاص قوم یا خاص ملک میں کوئی نیا دین یا نیا مذہب پھیلانے کے لئے تشریف نہیں لائے بلکہ عام طور پر تمام ادیان و جملہ مذاہب عالم کی بھولی و کھوئی ہوئی تعلیم دوبارہ پھیلانے اور انکی بگڑی صورت کو انکی اصلی و سچی تصویر میں پیش کرنے کے لئے تشریف

لائے۔آپ کی تشریف آوری کا سب سے بڑا مقصد اسی حقیقی واصلی مذہب کی طرف اقوامِ عالم کو دعوت وہدایت دینا تھا جس کی طرف انبیاء سابقین اور اوّلین مرسلین نے بندگانِ خدا کو درس دیا تھا۔

جب یہ ثابت ہو چکا کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور جس طرح یہ مسلمانوں کا مذہب ہے اسی طرح دیگر برادرانِ وطن کا بھی یہی آبائی و قدیم مذہب ہے تو ایسی صورت میں ہندوستان کے ذی علم مسلمانوں کا یہ اوّلین فریضہ اور انسانی ذمہ داری ہے کہ جو لوگ اسلام کی تعلیمات سے بے خبر و ناواقف ہیں ان تک اسلامی تعلیمات پہونچائیں اور انسانی واخلاقی ہمدردی کے ناطے اپنے برادرانِ وطن کو دینِ اسلام کی نظری وفکری اور عملی ہر طرح کی دعوت و ہدایت دیں۔ ماضی میں اس ذمہ داری سے غفلت برتنے کے باعث اب تک ہم نے بہت نقصان اٹھایا ہے اور اگر اب بھی ہم نے اس اہم فریضے کی ادائیگی میں سستی یا غفلت برتی اور اپنی بیداری وفکری وعملی حرکت کا ثبوت نہیں پیش کیا تو مستقبل میں بھی ہندوستان میں مسلمانوں کو مزید نقصان اٹھانے اور نت نئی صعوبتوں ومشقتوں کا سامنا کرنے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

لاعلمی یا کسی چیز سے کماحقہٗ ناواقفیت بہت سی غلط فہمیوں اور برائیوں کو جنم دیتی ہے۔ یہ مقولہ دورِ حاضر میں ہندو مسلم اقوام پر بھی کم وبیش صادق آتا ہے۔ کیونکہ اکثر لوگ دونوں مذاہب کی اصلی تعلیم وحقیقت سے بے خبر ہیں اور اسی وجہ سے بیشمار غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کا شکار ہیں مزید یہ کہ اسلام اور ہندو دھرم کی تعلیمات کیا ہیں اور انمیں باہمی تعلق اور فرق کیا ہے؟ اس موضوع پر سنجیدگی کے ساتھ ابھی تک کوئی قابلِ ذکر کام ہوا بھی نہیں ہے اور نہ ہی آج اس موضوع پر کوئی خاص توجہ دی جارہی ہے۔ جبکہ ہندوستانی مذہبی کتب کا اگر بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو بہت سی ایسی حیرت انگیز چیزیں سامنے آتی ہیں کہ انسان پر حیرت واستعجاب کا عالم طاری ہو جاتا ہے اور اس کو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قرآن یا اسلام کے ذریعہ جو کچھ پیغام دیا گیا ہے اسکا کافی حصّہ بعینہٖ یا قدرے فرق کے ساتھ قدیم ہندوستانی مذہبی کتب کے اندر بھی پایا جاتا ہے اور ان کتب سے بھی ان تعلیمات کی تصدیق ہوتی ہے جو اسلام اپنے روزِ اوّل سے آج تک بیان کرتا چلا آرہا ہے اگرچہ زمانے کے تغیر اور تبدّل کے ساتھ آج انکی صورتیں کہیں گنجلک اور کہیں مسخ ہوکر رہ گئی ہیں جیسا کہ پیشِ نظر مقالہ میں آپ باب در باب اور فصل در فصل مطالعہ فرمائیں گے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد عمر نے بڑے پتہ کی بات کہی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

''جدید دور میں بھی مسلمانوں نے اردو میں ہندوستانی مذاہب سے متعلق کام کیا ہے لیکن اُسکا احاطہ ایک الگ مضمون کا طالب ہے۔ اتنا ضرور عرض کیا جا سکتا ہے کہ جدید دور میں ہندی مسلمانوں نے ہندوستانی مذاہب کے مطالعہ کی طرف اب تک کماحقہٗ توجہ نہیں کی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان عالم اور دانشور پھر اپنی توجہ اس ضروری اور اہم کام کی طرف مبذول کریں ساتھ ہی اس کی بھی ضرورت ہے کہ ہندوؤں کے مذہبی اور دانشور طبقے میں اسلام اور مسلمانوں کے تمدن کے مطالعہ کی طرف توجہ دی جائے تا کہ ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کے مذہب اور تمدن سے واقف ہوں اور دونوں میں جو اجنبیت ہے وہ دور ہو اور دونوں ملکر ملک و قوم کی تعمیر میں حصہ لیں۔''[۱۱۲]

قدیم ہندوستانی تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے اسلاف صوفیاء کرام و بزرگان دین نے اس موضوع پر بڑے مصلحت آمیز انداز میں کام کیا ہے اور اس کے بڑے بہتر ثمرات نمودار ہوئے ہیں۔ آج ہندو پاک میں مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے نزدیک باہمی میل جول، محبت و پیار اور آپسی بھائی چارے کی گنگا جمنی تہذیب کی جو تصویر دکھائی دیتی ہے یہ انہیں اسلاف صوفیاء کی کاوشوں کی مرہون منت ہے۔ ثبوت کے طور پر ہندوستانی صوفیاء کی زندگی کے چند سنہرے حقائق ہم یہاں پیش کر رہے ہیں جن سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان حضرات نے کتنی حکمت کے ساتھ سرزمین ہند پر محبت و پیار کے گل کھلائے ہیں اور کس طرح دین حق کی دعوت کا فریضہ انجام دیا ہے۔

تاریخ کا قاری اچھی طرح جانتا ہے کہ بابا فرید الدین گنج شکر نے اجودھن میں سکونت اختیار کی تو انکی خانقاہ میں ہندو عوام اور خاص طور سے ہندو جوگی بڑی عقیدت سے حاضر ہوتے تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر کی خانقاہ میں ہندو عوام حاضر ہوتے تھے ہندو جوگی آپکی خانقاہ میں بار بار آیا کرتے تھے۔ بابا فرید کی خانقاہ میں شیخ نظام الدین اولیاء کی دو موقعوں پر ہندو جوگیوں سے ملاقات ہوئی تھی۔ بابا فرید ہندوؤں سے ہندی

زبان میں بات چیت کیا کرتے تھے ۔آپ کی خانقاہ میں کسی بھی مذہب یا قوم کا شخص اگر دعا، تعویز کے لیے آتا تھا تو آپ اس سے فرماتے تھے ''دعا تعویز بعد میں کرینگے پہلے ہمارے یہاں کچھ کھاؤ۔ ''من زار حیا و لم یزق منه شیافکانما زار میتا'' یعنی جس شخص نے کسی زندہ انسان سے ملاقات کی اور اس کے یہاں کچھ نہ کھایا پیا تو ایسا ہی ہے جیسے کسی مردہ انسان سے ملاقات کی ۔اسی طرح شیخ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں ہندو اور مسلمان دونوں حاضری دیا کرتے تھے۔ یہ شیخ نظام الدین اولیاء کا ہی اثر تھا کہ امیر خسرو اپنی مذہبی رواداری کی وجہ سے مقبول عام تھے۔ مثنوی نہ سپہر میں امیر خسرو نے ہندو تہذیب اور انکے رسوم کے بارے میں جو اظہارِ رائے کیا ہے اس سے اس دور کی مذہبی رواداری کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۱۳

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز دکن کے بہت بڑے صوفی بزرگ ہیں ۔گلبرگہ کرناٹک میں آپکی عظیم الشان خانقاہ ہے آپنے اپنے دور میں ہندوؤں کے فرضی قصوں کو مسلمانوں کی اخلاقی تعلیم کے لئے استعمال کیا ہے۔ ۱۱۴

حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی سلسلۂ چشتیہ کے عظیم بزرگ گزرے ہیں وہ ہندو مذہب کی معلومات سے دلچسپی رکھتے تھے وہ سنسکرت کے زبردست عالم بھی تھے اور انکی اس سلسلے میں کچھ تصانیف بھی پائی جاتی ہیں۔ ۱۱۵

بہار کے مشہور بزرگ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری نے بڑی سیر و سیاحت کے بعد روحانی ارتقاء کے لئے مگدھ میں ایک جھرنے کے کنارے ایک ایسا مقام تلاش کیا تھا جس کو ہندو اور بدھ متبرک سمجھتے تھے۔ وہ مقام اب مخدوم کنڈ کہلاتا ہے۔ ۱۱۶

چشتیہ اور دیگر سلاسل کے صوفیاء کے اور بھی بہت سے ایسے واقعات تاریخ میں موجود ہیں جو مذکورہ بالا ہندو مسلم رواداری اور باہمی محبت و ہمدردی کی توثیق کرتے ہیں۔ دور کیوں جایئے آج بھی چشتی سلسلے بالخصوص نقشبندی سلسلے کے بزرگ اس میدان میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ آج نقشبندی خانقاہوں میں مسلمان مریدین و معتقدین کے علاوہ غیر مسلم مریدین و معتقدین بھی نہ صرف بکثرت دکھائی دیتے ہیں بلکہ اسلامی اوراد وظائف کا ورد کرتے نظر آتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک حاکم و بادشاہ اور عوام صوفیاء کرام کے پیروکار رہے ملک امن وسکون کا گہوارا رہا ہم محبت و پیار سے زندگی بسر کرتے رہے بڑے سکون سے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے اور دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے کامیاب و کامران رہے۔ لیکن جب سے بزرگ اسلاف وصوفیاء کے نقش قدم کو چھوڑا تو نفرت وعداوت، غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کا شکار ہوئے اور ہمیں سوائے ذلت ورسوائی اور بدنامی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

یہ واضح رہے کہ مذہب کی ترقی وخوشحالی اور ملک وقوم کی سلامتی وکامیابی کے لئے ضروری ہے کہ صوفیاء کرام کے طریق کار کو نمونۂ عمل بنا کر اسلام اور ہندو مذہب کی بنیادی حقیقتوں پر کام کیا جائے اور دونوں مذاہب کی تعلیمات کو حقائق کی روشنی میں بیان کیا جائے تا کہ ایک دوسرے کو صحیح ڈھنگ سے سمجھنے کا موقع مل سکے اور آپس میں جو غلط فہمیاں و بدگمانیاں ہیں وہ دور ہو سکیں۔

دورِ حاضر میں اس موضوع پر کام کرنے کی اور بھی اہم و اشد ضرورت ہے کیونکہ آج ہندو اور مسلمانوں کے آپسی تعلقات وروابط نے کافی پریشان کن شکل اختیار کر لی ہے۔ دونوں مذہبی گروہوں کے درمیان بہت سی اخلاقی قدریں پامال ہوگئی ہیں، قومی یکجہتی، باہمی ہمدردی، مذہبی نفرت وعداوت کا شکار ہوگئی ہیں ان کو دوبارہ پرانی ڈگر پر لانا اور قدیم رشتوں کو بحال کرنا بظاہر بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام اور ہندو مذہب کی بنیادی قدریں و اصول وضوابط ایک دوسرے سے جدا ہیں لیکن دونوں مذاہب کے آپسی فرق کی وجہ سے یہ ضروری نہیں کہ دونوں آپس میں متصادم ہوں یا جنگ وجدال اور نفرت وعداوت کی تبلیغ وتعلیم پر آمادہ ہوں کیونکہ ہزاروں سال مذہب و قوم کے مختلف ہونے کے باوجود یہاں ہندو مسلم شیر وشکر کی مانند پیار، محبت سے زندگی گزار چکے ہیں اور مختلف مذاہب اور عقائد کی بناء پر کبھی ان کے درمیان نفرت وعداوت کا ماحول نہیں پیدا ہوا۔

مختصر یہ کہ اگر آج بھی اسلام اور ہندو مذہب کی تعلیمات کا تحقیقی ومنصفانہ نظر سے جائزہ لیا جائے اور ان کی اشاعت وتشہیر کی جائے تو جہاں ایک طرف نت نئی معلومات فراہم ہونگی، بہت سی غلط فہمیاں اور بدگمانیاں دور ہونگی، دوستی اور باہمی میل جول کی راہیں ہموار ہونگی، تو دوسری طرف دونوں مذہب کی حقیقت واصلیت اور روایات وتعلیمات بھی ظاہر وآشکار ہو جائینگی۔

اسلام کے چند عقائد ونظریات کا اجمالی خاکہ

دینِ اسلام کے بعض واجب وضروری عقائد واحکام کا یہاں ہم اجمالی خاکہ بیان کر رہے ہیں کیونکہ ان کا بالتفصیل تذکرہ آپ اس کتاب میں آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔اور وہ عقائد وامور حسب ذیل ہیں:

عقائد اسلام یا اصولِ دین:

اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ دین اسلام کے سات بنیادی عقیدے ہیں۔جن کو کتاب اللہ میں بڑی تفصیل وتشریح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور جن کا ''ایمان مفصل'' میں اس طرح تذکرہ کیا گیا ہے:

آمنتُ باللہ وملٰئکته وکتبه ورسله والیوم الآخر والقدر خیره وشره من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔

اللہ یعنی عقیدۂ توحید، ملائکہ، آسمانی کتب، انبیاء ورسل، یومِ آخرت، تقدیر خیر وشر من جانب اللہ اور حیات بعد الممات پر ایمان وایقان رکھنا۔

ان تمام عقائد میں ایمان باللہ یعنی عقیدۂ توحید سب سے اہم وضروری ہے۔

توحید:

قرآن وحدیث نے توحید کا جو تصور پیش کیا ہے اس کا مطلب ہے خدائے وحدہٗ لاشریک کے علاوہ کسی کو واجب الوجود نہ سمجھنا، جملہ کائنات ارضی وسماوی، روحانی وجسمانی کا خالق ومالک ماسوی اللہ نہ جاننا، آسمان وزمین اور اس کے مابین کی جملہ اشیاء کا مدبر ومختار صرف اللہ ہی کو سمجھنا اور اس کے سوا کسی کو عبادت کے لائق نہ سمجھنا۔

اسلامی وشرعی اصطلاح میں توحید کا معنیٰ ہے کہ اس طرح دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنا کہ کل مخلوقات اور جملہ کائنات کا خالق ومالک ایک ہی ذات ہے اور وہ اللہ رب العالمین ہے جس کی ذات، صفات، افعال اور حکومت وعبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

رسالت:

توحید کی طرح عقیدۂ رسالت بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں امتیازی و بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ عقیدۂ توحید کے ساتھ عقیدۂ رسالت پر بھی ایمان لانا دین اسلام کا لازمی جزو ہے۔ اس کو تسلیم کیے بنا کوئی بھی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ یہ اسلام کا ایسا عظیم عقیدہ ہے کہ جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان امتیاز پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ عقیدۂ توحید اور کلمۂ طیبہ کے جزو اول کا اقرار مسلم ہی نہیں بلکہ دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکار بھی کرتے ہیں۔ مثلاً:

☆ مجوسی و پارسی کا کلمہ ہے:

نیست ایزدگر یزدان (یزدان کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں)۔

☆ ہندو کا کلمہ ہے: ''ایکم برہم دوتیے ناستے نیھ نانا ستے کنچن'' (ایشور ایک ہے دوسرا نہیں ہے نہیں ہے ذرا سا بھی نہیں ہے)۔

☆ سکھ کا کلمہ ہے: ''صاحب میرا ایکو ہے ایکو ہے بھئی ایکو ہے۔'' (میرا خدا ایک ہے اے بھائی وہ ایک ہی ہے۔''

المختصر جیسے ہی عقیدۂ رسالت اور کلمۂ طیبہ کے دوسرے جز ''محمد رسول اللہ'' کی تصدیق و اقرار کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو نہ صرف یہ کہ انکار کرتے ہیں بلکہ مخالفت وعداوت پر کمربستہ ہوجاتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کی ذات غیر مرئی (Invisible) ہے۔ لہٰذا اس کے احکام کی تبلیغ واشاعت کے لیے کسی محسوس، مرئی (Visible) ذریعے کی ضرورت تھی اور یہ ذریعہ انبیاء و رسل کا وجود مسعود ہے جو وحیٔ الٰہی کے ذریعے لوگوں کو فکری و عملی گمراہیوں سے نکال کر صراطِ مستقیم پر گامزن فرماتے ہیں۔

مذہبی کتب:

اللہ رب العالمین نے انسانوں کی ہدایت وتعلیم کے لیے بعض رسولوں پر اپنی مقدس الہامی کتب وصحائف نازل فرمائے اور تمام لوگوں کو ان کی اتباع و پیروی کا حکم دیا۔ ان الہامی

کتابوں کی تعداد تقریباً ۱۰۴ ہے۔ جن میں چار کتابیں بڑی اور کافی مشہور ہیں: (۱) توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر (۲) زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر (۳) انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور (۴) قرآن جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ ان کے علاوہ ۱۰۰ صحیفے ہیں جو مختلف انبیاء و رسل پر نازل ہوئے تھے۔

یہ سب کتابیں برحق ہیں، ہر ایک مسلم کو ان پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ان تمام کتابوں میں قرآن چوتھی یا آخری مقدس کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ پر بندوں کی ہدایت و تعلیم کے لیے نازل فرمایا تاکہ بندے اللہ اور اس کے رسول کو جانیں، ان کے فرامین و احکامات اور سنن کو پہچانیں اور ان کی رضا کے مطابق عمل کریں اور اُن اعمال سے اجتناب کریں جو اللہ اور رسول کو ناپسند ہیں۔

قرآن پاک میں عقائد، حدود و قصاص، محرمات اور میراث کا بیان مفصل ہے اور عبادت اور حقوق کا بیان اجمالی طور پر ہے جیسے وفاء عہد، بیع اور رباء وغیرہ کہ ان کی تفصیل حدیث و سنت میں ہے۔

قرآن جملہ آسمانی کتب میں سب سے افضل و اعلیٰ اور جامع و مکمل ہے، گزشتہ جملہ کتب منسوخ ہوچکی ہیں۔ دنیوی و اخروی فلاح و بہبود کے لیے اب ہر انسان کو قرآن پر عمل کرنا ضروری ہے۔

حدیث وسنت:

دینِ اسلام یا شریعتِ محمدی کے دو اہم بنیادی ماخذ ہیں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسرے حدیث یا سنتِ رسول اللہ۔ کتاب اللہ کے بعد احادیث رسول امتِ محمدیہ کے لیے اسلامی احکام و قوانین اور تعلیمات و ہدایات کا سب سے انمول اور بے بہا سرمایہ ہے۔ قرآن مجید دراصل کلامِ الٰہی کا متن ہے اور حدیثِ رسول اس کی تشریح و تفسیر۔ قرآن مجمل ہے اور حدیث اس کی تفصیل قرآن وحیٔ متلو ہے تو حدیث وحیٔ غیر متلو۔

غرضیکہ رضائے مولیٰ کے مطابق دین کی صحیح ہدایت و رہنمائی حدیث کے بغیر ناممکن ہے۔

ملائکہ:

فرشتوں پر عقیدہ رکھنا بھی دین کے اصولوں میں ایک اہم اصول و عقیدہ ہے۔ فرشتوں

کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے، جو انتہائی مکرم اور مومن بندے ہیں۔ اللہ نے انھیں نورانی جسم عطا فرمایا ہے یہ ہر شکل اختیار کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ نیز اللہ نے ان کو معصوم عن الذنب بنایا ہے۔ کائناتِ ارضی و سماوی میں کوئی ایسا مقام نہیں کہ جہاں ملائکہ اللہ کی طرف سے معمور نہ ہوں۔ اللہ نے ان کو جو ذمہ داری یا کام سونپ دیا ہے یہ اس میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔ تمام اشیاء عالم اور اجزاء کائنات پر فرشتے موکل، مدبر اور نگہبان ہیں۔ ایک ایک انسان کے ساتھ کئی فرشتے متعین ہیں۔ بعض اعمال کے لکھنے پر مامور ہیں تو بعض شیاطین واذیت ناک اشیاء سے حفاظت پر مقرر ہیں۔ اور ان کی صحیح تعداد اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

تقدیر خیر وشر من جانب اللہ:

یہ بھی اسلام کا خاص بنیادی عقیدہ ہے، جس پر ہر مسلمان کو ایمان رکھنا ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اور بندے جو کچھ خیر وشر یا نیکی و بدی کرتے ہیں وہ سب اللہ کے علم ازلی وابدی کے مطابق ہوتا ہے۔ اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے وہ سب اللہ کے علم میں ہے، اسی کے حکم سے ہوتا ہے اور وہی سب کا خالق ہے۔ لیکن خیال رہے کہ اللہ نے تقدیر کے موافق کام کرنے پر انسان کو مجبور محض نہیں بنایا ہے بلکہ اس کو نیکی و بدی کرنے پر اختیار دیا ہے۔ اور بندہ اپنے اختیار سے جو کچھ کرتا ہے یا کرے گا وہ سب اللہ کے یہاں پہلے سے لکھا ہوا ہے کیونکہ وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔

یومِ آخرت اور بعث بعد الموت:

دین اسلام کے بنیادی عقائد میں یہ بھی ایک لازمی عقیدہ ہے۔ بلکہ اسلام کے اعتقاد کا دارومدار بھی اسی مسئلہ پر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر شئ کی ایک عمر مقرر ہے اس کے پورا ہونے کے بعد وہ شئ فنا ہو جاتی ہے ایسے ہی کائنات اور اس کی ہر چیز کی بھی ایک عمر اللہ کے علم میں مقرر ہے۔ اس کے تمام ہونے کے بعد یہ بھی فنا ہو جائے گی۔ زمین، آسمان، انسان، حیوان، شجر وحجر کوئی بھی باقی نہ رہے گا۔

اسی طرح مردوں کا قبروں سے اٹھنا اور انھیں دوبارہ زندگی عطا کرنا برحق ہے۔ جس خالقِ کائنات نے بالکل عدم سے ساری اشیاء کو حیات بخشی اور عدم سے وجود عطا کیا وہ دوسری بار بھی اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ تخلیق فرمائے۔

اس بعث ونشور کا آغاز نفخ صور سے ہوگا اور سب سے اولین صور قیامت برپا ہونے کے ساتھ ہی پھونکا جائے گا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے زندگی کا ایک مقصد ہے اور اس مقصد کا تعلق آخرت سے ہے۔ اسی لیے اسلام نے اُخروی زندگی کے عقیدے کو حقیقت میں بہت اہمیت دی ہے۔ نیک لوگوں کے لیے جنت اور اس کی نعمتیں ہیں اور بدلوگوں کے لیے جہنم اور اس کے مختلف عذاب ہیں۔ جن پر ایمان وایقان رکھنا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔

ارکانِ اسلام وعبادات:

اسلام میں جو عبادات فرض اور واجب ہیں بنیادی طور پر ان کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جسمانی عبادت جیسے نماز، روزہ، جہاد، تلاوت قرآن وغیرہ۔

(۲) مالی عبادت جیسے زکوٰۃ، صدقہ وخیرات وغیرہ۔

(۳) جسمانی ومالی عبادت جیسے حج وزیارت۔

ان عبادات کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کو دینِ اسلام کا رکن قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور انور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

بنی الاسلام علی خمسٍ شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحجِ وصوم رمضان۔[۱۱۷]

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

مذکورہ بالا حدیث میں توحید، رسالت کا اقرار وتصدیق، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو

ارکانِ اسلام قرار دیا گیا ہے۔ توحید و رسالت کے تعلق سے ہم ماقبل بیان کر چکے ہیں۔ رہے باقی چار ارکان یا عبادات و اعمال تو اس بابت یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ان کے دینی و دنیوی، روحانی و جسمانی اور انفرادی و اجتماعی بہت سے فوائد ہیں۔ نماز انفرادی تزکیہ نفس کے علاوہ اجتماعی نظم و ربط اور اتحاد و محبت پیدا کرتی ہے اور بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ زکوۃ دولت میں پاکیزگی پیدا کرتی ہے، دوسروں کی ضرورتوں اور پریشانیوں کا احساس پیدا کر کے انھیں پورا کرنے کے جذبے کو ابھارتی ہے اور سماج میں باہمی ہمدردی اور تعاون کا ماحول پیدا کرتی ہے۔ روزہ ضبطِ نفس کا ذریعہ ہے جو نہ صرف نفس اور نفسانیات پر غلبہ حاصل کرنے کا حوصلہ بڑھاتا ہے بلکہ غرباء و فقراء کی فاقہ کشی اور بھوک کی تکالیف کے رفع کرنے کے لیے مدد کا جذبہ بیدار کرتا ہے۔ اور حج ملت اسلامیہ کا بین الاقوامی اجتماع اور روایاتِ ملی کی یاد کو تازہ کرانے کا ذریعہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ اسلامی عبادات کا مقصد تزکیہ و تطہیر اور محاسبۂ نفس ہے۔ جس کے ذریعہ انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں تقویٰ و طہارت، اخلاص و محبت اور اتحاد و توازن پیدا کرتا رہتا ہے۔

اسلام کا نظامِ اخلاق (اخلاق واقدار)

اسلام نے اخلاقِ حسنہ پر بہت زور دیا ہے۔ اسلام نے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں اخلاقی اقدار اور انسانی حقوق کو متعین کیا ہے، اس میں انفرادی اخلاق، اجتماعی اخلاق، عائلی اخلاق، تمدنی اخلاق، اقتصادی اخلاق، معاشی اخلاق، قانونی اخلاق، سیاسی اخلاق، جنگی اخلاق، سماجی اخلاق، علمی اخلاق، ملکی و قومی اخلاق، بین الاقوامی اخلاق، نباتات و حیوانات کے اخلاق اور غیر مسلموں کے اخلاق، غرضیکہ ہر قسم کے اخلاق و انسانی اقدار کی ایک دنیا سمائی ہوئی ہے اور پورا کا پورا اسلام اخلاقی تعلیمات سے معمور اور ایک مکمل نظامِ اخلاق نظر آتا ہے۔

اسلامی اخلاق حسنہ کا دائرہ بہت وسیع ہے جن میں سے چند اہم حسب ذیل ہیں:

صدق، صبر، حیا، احسان، پاک دامنی، امانت داری، شکر، عفو، عدل و انصاف، حلم و بردباری، رحم، سخاوت، شجاعت، حق گوئی، ایثار، رفق و نرمی، اکابرین کی تعظیم، باہمی محبت و ہمدردی،

غرباء پروری اور کمزوروں ومجبوروں کی مدد وغیرہ اعمال کی پیروی کرنا اور اخلاقِ شنیعہ، کذب، ظلم و ستم، وعدہ خلافی، خیانت، کبر، حسد، خودستائی، غیبت، چغل خوری، بدظنی، بخل، بہتان، تمسخر، خوشامد، فحش گوئی، ریا، حرص وطمع، غیض وغضب اور فساد وعناد سے بیزاری کا اظہار کرنا۔

اسلامی اخلاق کے ماخذ دو ہیں: (۱) قرآن مجید اور (۲) حضور انور ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور آپ کا خلقِ عظیم یا حدیث وسنت۔

معمولات ورسومات (تیوہار)

اسلام قرآن وسنت کے احکام کی روشنی میں اپنے متبعین کو تیوہار ورسومات اور تقریبات منانے کا بھی حکم دیتا ہے۔ اس لیے مسلمان کسی نہ کسی مذہبی نام سے ان کا اہتمام کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں رائج بعض تیوہار اور رسومات وہ ہیں جو احکامِ خداوندی کی تعمیل میں منعقد ہوتے ہیں، جیسے عید الفطر، عید الاضحیٰ اور عید میلاد النبی ﷺ وغیرہ۔ اور بعض وہ ہیں جو دینی، قومی اور اجتماعی فوائد اور مخصوص ایام و واقعات کی عظمت وفضیلت کے اظہار کے پیشِ نظر یا شعائر اللہ، اولیاء اللہ اور مقاماتِ مقدسہ سے منسوب ہونے کی وجہ سے منائے جاتے ہیں۔ جیسے معراج النبی ﷺ، شبِ برأت، شبِ قدر، جمعۃ الوداع اور ذکرِ شہداء کربلا وغیرہ۔

اسلامی نقطۂ نظر سے تیوہار ورسومات اور تقریبات کا اصل مقصد اجتماعی قوت واتحاد اور باہمی اخوت ومحبت اور ہمدردی کا مظاہرہ کرنا، عمل میں پاکیزگی اور دینی جذبات میں فرحت وغیرہ پیدا کرنا ہے۔

اسلام کا نظامِ معاشرت (رہن سہن، غذا وخوراک)

معاشرہ کا لفظ عشر سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں زندگی بسر کرنا یعنی باہم زندگی گزارنے کا نام معاشرہ ہے۔ طرزِ معاشرت یا رہن سہن اور غذا وخوراک وغیرہ بھی انسانی زندگی کا ایک اہم ترین حصہ ہیں۔ اسی سے انسانی سماج کا قیام اور حیات انسانی کی بقاء ہے۔ اور کائناتِ انسانی کے وجود میں اس کا بڑا عمل دخل ہے، اس لیے اسلام نے ایسے اہم امور ومسائل کا نظام و دستور بھی

حفاظت وسلامتی اور مساوات کے اصول وضابطے کی روشنی میں ترتیب دیا ہے۔ یعنی اس تعلق سے اسلام نے اسی طرح کے قوانین نافذ فرمائے ہیں جو انسانی معاشرہ اور انسانی زندگی کے لیے یکساں مفید ہیں اور دنیا میں بسنے والے تمام لوگوں کو محبت و ہمدردی اور حفاظت وسلامتی کا درس دیتے ہیں۔ اسی طرح غذا و خوراک کے طور پر بھی انھیں اشیاء کے کھانے پینے کا حکم صادر کیا ہے جس میں انسانی زندگی کی بقاء اور صحت وتندرسی اور باطنی وقلبی طہارت و پاکیزگی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں۔

اسلام نے معاشرہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے اور امن وشانتی کی فضا ہموار کرنے کے لیے کچھ بنیادی اصول بھی مقرر فرمائے ہیں۔ مثلاً: مساوات، اخوت، اتحاد و اتفاق، عدل و انصاف، تحفظ جان و مال، تحفظ عزت و آبرو، مذہبی آزادی، تکریم انسانیت، ذمہ داری کا احساس، رزقِ حلال، ملکیت و وراثت میں دوسروں کا حق، پاک وصاف تجارت و ذریعۂ معاش، بود و باش میں پاکی وصفائی، ظلم وستم اور نفس کے خلاف جہاد، اور حق گوئی و بے باکی وغیرہ۔

اسلام کا خانگی نظام (عورت کی حیثیت)

اسلام کے عائلی وسماجی نظامِ زندگی میں جہاں والدین، اولاد، اعزا و اقربا، خاوند، امیر وغریب، محتاج وکمزور، بزرگ ونوجوان، مسلم وغیر مسلم، دوست ودشمن، پڑوسی، ملازم، مسافر، بیمار، یتیم اور حیوانات ونباتات کے حقوق بیان فرمائے گئے ہیں وہاں عورت کے بھی خاص طور پر حقوق متعین کیے گئے ہیں۔ خواہ وہ بیٹی ہو یا بیوی، ماں ہو بیوہ۔

اسلامی تعلیمات کا اگر انصاف و دیانت داری سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگی کہ آج سے چودہ سو سال قبل اسلام نے عورتوں کو جو حقوق عطا کیے ہیں ان پر اگر صحیح معنی میں عمل کیا جائے تو مسلم عورت سے زیادہ خوش نصیب وخوش حال دنیا کی کوئی عورت نہیں ہوسکتی۔ اسلام نے روزِ اول ہی سے عورتوں کے مذہبی، قومی، خانگی، سماجی، تمدنی اور تعلیمی لحاظ سے بہترین حقوق مقرر کر کے اس کو بین الاقوامی سطح پر وہ اعلیٰ مقام عطا کیا ہے کہ وہ کسی بھی اعتبار سے مردوں سے کمتر و پسماندہ نہیں ہیں۔ نہ تعلیم میں، نہ تہذیب میں، نہ معاشرت میں، نہ معیشت میں، نہ وراثت ودولت میں، نہ دین میں اور نہ دنیا و آخرت میں۔ مردوں کو اگر نیک

اعمال کی بدولت جنت حاصل ہوگی اور وہ انعامات الٰہیہ کے مستحق ہوں گے تو عورتیں بھی اعمالِ صالحہ کے باعث خدائی نوازشات وفردوس کی حقدار ہوں گی۔ عام ازیں کہ عورت بیٹی ہو، بیوی ہو، بیوہ ہو یا پھر ماں بلکہ ماں کی صورت میں اس کو مرد سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

اسلام کا عائلی نظام (مناکحات)

نکاح بھی انسانی زندگی کا ایک لازمی وضروری باب ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے نکاح کا اصل مقصد انسان کی سیرت وکردار کو پاک وصاف رکھنا ہے۔ اس کے علاوہ جائز ومہذب طریقے پر جسمانی خواہشات کی تکمیل، اولاد کی تخلیق، نسلِ انسانی کی افزائش وترقی، نسل ونسب کی حفاظت اور مرد وعورت کی باہمی تسکین ومحبت بھی اس کے بنیادی وخصوصی مقاصد ہیں۔

اسلامی شریعت کی رو سے نکاح ایک ایسا قانونی معاہدہ وضابطہ ہے، جو بہت سی ضرورتوں اور خوبیوں کے حصول اور بے شمار برائیوں اور خرابیوں سے تحفظ کے لیے اللہ رب العالمین نے جاری فرمایا ہے۔ نکاح جہاں انسان کو ایک پاکیزہ زندگی دیتا ہے وہاں عورت اور مرد کے ناموس وعزت کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ اگر ایک طرف حرام کاری وبدکاری سے بچاتا ہے تو دوسری طرف انسان کی نسل اور خاندانی نسب وخون کو بھی باقی رکھتا ہے۔ بفرضِ محال اگر اللہ تعالیٰ نکاح کا نظام قائم نہ فرماتا تو مرد وعورت جہاں چاہتے جس سے چاہتے جانوروں کی طرح جسمانی تعلقات بناتے، موج مستی نکالتے اور یہ پتا لگانا ناممکن ہوتا کہ فلاں عورت کے شکم میں کس شخص کا حمل اور کس مرد کا خون ہے؟

اسلام کا نظامِ دستور (حدود وتعزیرات)

اسلامی نظام دستور یا قوانین کا مقصد لوگوں پر اقتدار وحکمرانی نہیں بلکہ اللہ کے بندوں کی خیر خواہی ہے۔ اور یہ کسی طرح کے جبر وظلم پر قائم نہیں بلکہ اس کی نوعیت وصورت مصلحانہ ہے۔

اسلامی دستور وقوانین کی تشکیل میں قرآن وحدیث کے مطابق تین بنیادی اصول کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے۔ اول عدم حرج یعنی تنگی وپریشانی کو دور کرنا، سختی اور تشدد کے بجائے آسانی پیدا کرنا۔ دوم قلتِ تکلیف یعنی احکام کی وہ صورت جس پر آسانی سے عمل ہو جائے۔ سوم تدریج یعنی جو

عادتیں راسخ و مضبوط ہو چکی تھیں انھیں دور کرنے میں آہستہ آہستہ تدبیر سے کام لینا۔ ۱۱۸

مختصر یہ کہ انسانی سماج کو ظلم و ستم، شر و فساد، غصب و استحصال، بلاکت جان و مال، ہتک عزت و ناموس، چوری و رہزنی، جوا و شراب، قتل و غارت گری، زخم و خوں ریزی سے محفوظ و مامون اور امن و سلامتی کا گہوارہ بنانے کے لیے اسلام نے کچھ اصول و قوانین مقرر فرمائے ہیں جنھیں اسلامی دستور میں اصولِ سزا و جزاء یا قوانین حدود و تعزیرات کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان قوانین و اصول کے خوف سے جہاں ایک طرف لوگ جرائم کے ارتکاب سے لرزاں رہتے ہیں وہیں دوسری طرف انسانی معاشرہ امن و سلامتی سے زندگی بسر کرتا ہے۔ لیکن اس باب میں اسلام نے خاص طور سے جس پر عمل کرنے کی تاکید و نصیحت کی ہے اور لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی ہے وہ اس کا نظامِ عدل و انصاف ہے یعنی بنا کسی بھید بھاؤ یا طرفداری کے برابری کے ساتھ عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔

اسلامی نظامِ قوانین میں حدود و تعزیرات اپنی جگہ ہیں لیکن اس سے پہلے انسان کی خود اپنی اصلاح اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کے لیے چند مرحلے ہیں۔ اسی لیے قوانین کے ضمن میں تقویٰ و پرہیزگاری، تزکیۂ نفس، طہارتِ قلب اور توبہ و ندامت پر خاص زور دیا گیا ہے۔

اسلامی قوانین میں انسان کی عزتِ نفس، وقارِ آدمیت اور احترام جان و مال ہر حال میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جو اسلامی قوانین کے تین عظیم مقاصد سے بھی ظاہر و ثابت ہے، جو حسبِ ذیل ہیں:

(۱) خدا کی حکومت اور حاکمیت کا قرآن و سنت کی روشنی میں نافذ و قائم ہونا۔

(۲) حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا قیام بذریعۂ اولی الامر واقع ہونا۔

(۳) اعلیٰ معاشرتی زندگی کی تنظیم کے علاوہ نفوس کی پاکیزگی کی خاطر صفاتِ عدل و انصاف اور نیکی و خیر کی حفاظت ہونا۔ ۱۱۹

اسلام کا اقتصادی نظام

اسلام کے اقتصادی و مالی (Economic) نظام کا اصول یہ ہے کہ حقِ معیشت میں سب برابر ہیں یعنی اللہ رب العالمین نے حقِ معیشت کو سب کے لیے مساوی رکھا ہے کوئی بھی اس

سے محروم نہیں رہ سکتا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر فرد کی معاشی زندگی کا کفیل ہے۔ اور معاش یا رزق ایسی انمول نعمت ہے کہ جس کو خالقِ کائنات نے اپنے دستِ قدرت میں رکھا ہے اور اس سلسلے میں خاص طور سے بندوں کو بندوں کا محتاج نہیں بنایا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق زمین پر چلنے والے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ رب العالمین نے خود اپنے ذمۂ کرم میں لی ہے۔ [۱۲۰] اور زمین پر بسنے والی کتنی مخلوق ایسی ہیں کہ وہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتیں لیکن اللہ انھیں بھی روزی پہنچاتا ہے۔ [۱۲۱]

حصولِ رزق کی خاطر ضمیر مت بیچو
وہ پتھروں میں بھی کیڑوں کو پال دیتا ہے

کلامِ الٰہی کے مطابق حقِ معیشت یا رزق و روزی کے حصول کا ہر فرد و ہر ذی روح کو مساوی طور پر حق حاصل ہے مگر درجاتِ رزق اور روزی میں سب برابر نہیں۔ یعنی اسلام حقِ معیشت میں مساوات کے ساتھ ساتھ درجات معیشت و رزق میں تفاوت کا بھی قائل ہے کیوں کہ یہ ایک فطری بات ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ سامانِ معیشت و رزق سب کے لیے ایک ہی جیسا ہو، ہاں یہ ضروری ہے کہ سب کے لیے ہو۔ لیکن درجات کا یہ تفاوت و فرق ایسے اعتدال میں برقرار رکھا ہے کہ کسی بھی حالت میں وہ لوگوں کے درمیان ظلم و ستم کا سبب نہ بن سکے۔ قرآن میں اس فلسفے کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ہم نے ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں تقسیم کیا ہے اور ان میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ ان میں ایک دوسرے کو مزدور بنائے۔ [۱۲۲]

درجات میں یہ فرق ایک خاص مصلحت سے کیا گیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ غنی کو دولت مند بنا کر یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی دولت کا تنہا مالک نہیں بلکہ انفرادی ملکیت کے باوجود اس کی دولت پر اجتماعی حقوق بھی ہیں۔ وہ صرف اپنے لیے نہیں کماتا بلکہ جماعت کے دوسروں کے لیے بھی کماتا ہے۔ اور ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اس سے باہمی محبت اور ہمدردی کے حالات جلوہ گر ہوتے ہیں۔ امراء مال و دولت سے غریبوں کی مدد کرتے ہیں اور غرباء ان کے حق میں دعا کرتے ہیں، اس طرح ایک دوسرے کے تئیں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔

اللہ رب العالمین نے کلامِ الٰہی میں جہاں ہر انسان کو حصولِ رزق و معاش کا حق برابر عطا کیا

ہے وہاں یہ بھی حکم دیا ہے کہ روزی و رزق کے کسب کا طریقۂ کار یا ذریعۂ معاش (Way of earning livelihood) حلال ہونا چاہیے۔ حرام ذرائع سے کسب معاش ہرگز نہ کیا جائے۔ ۱۲۳

اسلامی نقطۂ نظر سے ساری زمین بلکہ ساری دنیا میدان عمل ہے لہٰذا ہر انسان کو معاشی اعتبار سے بھی محنت و جدوجہد کرنی چاہیے۔ یہ سوچ کر نکاما و خالی نہیں بیٹھنا چاہیے کہ اللہ نے رزق کا وعدہ کیا ہے تو پھر کام کرنے کی کیا حاجت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''تمہارے لیے کام کرنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ قیامت کے دن تم اپنے چہرے پر سوال کا بدنما داغ لے کر اٹھائے جاؤ۔'' ۱۲۴

کسبِ معاش یا حصولِ رزق اور تجارت کو اللہ نے قرآن میں مختلف مقامات پر اپنا فضل قرار دیا ہے اور اس کے حصول اور تلاش کی تاکید و ترغیب فرمائی ہے۔ ۱۲۵

اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی جائز طریقے پر حصولِ معاش و رزق کا حق عطا کیا ہے جس کی وہ خود مکمل طور پر مالک ہوسکتی ہیں اور اپنی ضروریات پر خرچ کرسکتی ہیں۔ ۱۲۶

اسلام کے اقتصادی و مالی نظام کی امتیازی خوبی یہ ہے کہ اس نے تجارت و کسب معاش میں بھی تقویٰ و پرہیزگاری کو لازمی قرار دیا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ذریعۂ معاش اور تجارت میں بھی رضائے الٰہی و ایمانداری کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ایسی ہی تجارت کے لیے حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:

☆ تجارت کرنے والا اگر صداقت و دیانت داری کے ساتھ تجارت کرے تو وہ قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ رہے گا۔

☆ روزی کے دس حصے ہیں اور ایک حصہ روزی سب میں تقسیم ہے اور نو حصے روزی صرف تجارت میں ہے۔

اسلام میں سود خوری، رشوت خوری، ناحق ذخیرہ اندوزی اور ناپ تول میں کمی وغیرہ کو بھی اسی لیے سخت حرام قرار دیا گیا ہے کہ یہ تقویٰ وایمانداری اور ایمانی تقاضوں کے سخت منافی و خلاف ہے۔ ۱۲۷

اسلام کا سیاسی نظام

قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلامی حکومت یا اسلامی سیاست کے ابتدائی طور پر تین بنیادی اصول واحکام ہیں:

(۱) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور انھیں کے حکم کی تعمیل

(۲) مجلس شوریٰ کا قیام اور (۳) عدل وانصاف کا نفاذ۔

اسلام میں حکومت وسیاست اور دنیاوی معاملات چونکہ دین کے تابع ہیں، اس لیے کوئی بھی حکومت وسلطنت اسلامی سلطنت نہیں کہلاسکتی جب تک کہ مذکورہ بالا امورِ ثلاثہ پر عمل نہ کیا جائے۔

حکم اور اطاعت کا مطلب ہے کہ قرآن وحدیث کے مطابق اسلامی ریاست اور اسلامی سیاست میں اللہ اور رسول کے سوا کسی دوسرے کا حکم جاری نہیں ہوسکتا جو فیصلہ ہوگا وہ انھیں کا ہوگا اولوالامر صرف اسی کو بیان (Describe) کر سکتے ہیں۔ ان کے برخلاف اپنی طرف سے کوئی حکم وفیصلہ ہرگز نہیں دے سکتے۔ ہر جگہ اور ہر صورت میں قرآن وحدیث کے قوانین ہی امراء ورعایا کے لیے واجب الایمان ولازم العمل ہوں گے۔ اسلامی قوانین کے علاوہ کسی کو کسی حالت میں کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ ۱۲۸

اسلامی حکومت وسیاست کے لیے مجلسِ شوریٰ بھی لازمی وضروری ہے، جو باکردار، ایماندار اور صالح ونیک دانشوروں پر شامل ہوگی۔ جو قرآن واحادیث اور ان کی تشریحات وتوضیحات کی روشنی میں حکام وامراء کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ ۱۲۹

عدل وانصاف بھی اسلامی حکومت وسیاست کا ایک اہم اصول ہے۔ اسلامی حکومت وسیاست کے لیے بنیادی طور پر فرض ہے کہ ہر معاملہ میں ہر فرد کے ساتھ اسلامی قوانین کے مطابق عدل وانصاف کا برتاؤ کیا جائے کیونکہ باہمی معاملات میں عدل وانصاف سے کام نہ لینا بسا اوقات ہلاکت وخوں ریزی، عداوت وبغاوت اور نقضِ امن وفساد کا موجب ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن نے عدل وانصاف کے قوانین واحکام دوست ودشمن، اپنے بیگانے سب کے لیے یکساں مقرر فرمائے ہیں اور کسی بھی صورت میں کسی کے ساتھ رعایت کر کے ناانصافی وظلم کا باب

نہیں کھولا ہے۔ ۱۳۰ے

اسلامی تصورِ حکومت و سیاست میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی عبادت کی مکمل آزادی اور شہریت کے تمام حقوق مسلمانوں کی طرح مساوی طور پر حاصل ہیں جیسے: جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت، شخصی و مذہبی آزادی، قانونی و معاشرتی مساوات، فریاد یا تنقیدی حق، تقاریب و اجتماع کا حق، نقل و حرکت اور مہذب فکری آزادی کا حق وغیرہ۔

مختصر یہ کہ دینِ اسلام حکومت و سیاست میں کسی تفریق کا قائل نہیں۔ وہ حکومت و سیاست کو بھی خدائی قوانین کے تابع بنانا چاہتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے حکومت و سیاست اور دین کا گہرا تعلق ہے بلکہ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ حکومت و سیاست اگر دین کے بغیر ہوں تو اکثر یہ ظلم و ناانصافی کا ذریعہ بن جاتی ہیں:

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلامی حکومت و سیاست کے تعلق سے قرآن و حدیث میں بہت سی تعلیمات اور ہدایات دی گئی ہیں۔ مثلاً:

اطاعتِ امیر، باہمی تعلقات کی درستگی، حساس مسائل و معاملات کی تحقیق، غداری و خیانت سے پرہیز، وعدہ کی پاسداری، بین الاقوامی معاہدات کا احترام، بین الاقوامی دشواریوں کا حل، داخلی و خارجی حکمتِ عملی اور حکومت و سیاست کا استحکام وغیرہ۔ ۱۳۱

■❖■

حوالہ جات

(۱) المفردات فی غریب القرآن، ص ۲۳۹، الراغب الاصفہانی
لسان العرب، ص ۳۴۱، ابن منظور الانصاری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۳ء،
المفردات فی غریب القرآن، ص ۲۴۰، ابوالقاسم حسین ابن محمد الراغب الاصفہانی

(۲) لسان العرب، ص ۳۴۱

(۳) تفسیر کبیر (عربی) جلد ۲، ص ۶۲۸، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۰ھ

(۴) صحیح مسلم، باب الایمان، حدیث ۹۶، صحیح بخاری، باب سوال جبریل، حدیث ۵۰

(۵) سورۃ الحجرات، آیت ۱۴

(۶) لسان العرب، جلد ۱۵، ص ۱۸۶

(۷) المسند بتبویب جدید، جلد ۱، ص ۶۶

(۸) المسند احمد، بتبویب جدید، جلد ۱، ص ۴۷

(۹) سورۃ الذاریات، آیت ۳۵-۳۶

(۱۰) سورۂ یونس، آیت ۸۴

(۱۱) الفقہ الاکبر مع شرح ملا علی قاری، ص ۸۹ / ۹۰، مطبوعہ مصر ۱۹۵۶ء

(۱۲) فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد اول بحث کتاب الایمان

(۱۳) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، جلد اول، بحث کتاب الایمان

(۱۴) دائرہ معارف اسلامیہ، بعنوان لفظ اسلام، ص ۶۷۰-۶۷۱

(۱۵) بین الاقوامی مذاہب،ص ۱۷،انسائیکلو پیڈیا آف برنانیکا،جلد ۱۹،ایڈیشن ۱۳،ص ۱۰۳

(۱۶) بین الاقوامی مذاہب ص ۱۶، پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا، اریب پبلیکیشنز،دریا گنج،نئی دہلی، ۲۰۱۲ء۔
مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ،ص ۴۷، پروفیسر چودھری غلام رسول،علم وعرفان پبلشرز، لاہور،
جنوری ۲۰۰۶ء

(۱۷) دائرہ معارفِ اسلامیہ،بعنوان لفظ اسلام،ص ۱۷۶
بین الاقوامی مذاہب،ص ۱۷

(۱۸) سورۂ آل عمران،آیت ۱۹

(۱۹) سورۂ التوبہ،آیت ۳۳

(۲۰) سورۂ النصر،آیت ۲

(۲۱) سورۂ الروم،آیت ۳۰

(۲۲) سورۂ المائدہ،آیت ۳

(۲۳) سورۂ آل عمران،آیت ۸۵

(۲۴) سورۃ الشوریٰ،آیت ۱۳

(۲۵) الفقہ الاکبر،مع شرح ملاّ علی قاری،ص ۹۰

(۲۶) التعریفات،ص ۳۷

(۲۷) مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ،ص ۴۹

(۲۸) سورۃ النساء آیت ۷۹

(۲۹) سورۃ النساء آیت ۱۷۰

(۳۰) سورۃ الرعد آیت ۷

(۳۱) سورۃ الاعراف آیت ۱۵۸

(۳۲) سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷

(۳۳) سورۃ السبا آیت ۲۸

(۳۴) سورۃ المزمّل آیت ۱۵

(۳۵) بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ، مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲
(۳۶) مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲
(۳۷) سورۃ البقرآیت ۱۸۵
(۳۸) سورۃ البقرآیت ۱۵۹
(۳۹) سورۂ آلِ عمران آیت ۱۳۸
(۴۰) سورۂ ابراھیم آیت ا
(۴۱) سورۂ جاثیہ آیت نمبر ۴۵
(۴۲) اسلام کی نیتک چیتنا قرآن مجید کے سندر بھ میں ص ۱۳
(۴۳) پیغمبرِ اسلام غیر مسلم وِدْوانوں کی نظر میں ص ۲۲
(۴۴) استقامت ڈائجسٹ محمد عربی نمبر مئی ۱۹۸۵ صفحہ ۷۷
(۴۵) قرآن سب کے لئے مارچ ۱۹۹۷ صفحہ ۸۳
(۴۶) حضرت محمد سب کے لئے نومبر ۲۰۰۰ ص ۷۹
(۴۷) دعوت سہ روزہ نئی دہلی، خصوصی اشاعت اسلام اور غلط فہمیاں صفحہ ۹۴
(۴۸) سورۃ الاحزاب آیت ۲۱
(۴۹) عظمت مصطفیٰ صفحہ ۱۲۴
(۵۰) اسلام جس سے مجھے پیار ہے ص ۳۶، ۳۷
(۵۱) رحمت للعٰلمین نمبر (خاتونِ مشرق) جلد ۵۵ ص ۶۱
(۵۲) محمد اسلام کے پیغمبر ص ۳۶
(۵۳) رسول اعظم اغیار کی نظر میں صفحہ ۱۹
(۵۴) رسول اعظم اغیار کی نظر میں صفحہ ۱۰۶
(۵۵) اسلام جس سے مجھے پیار ہے ص ۴۱
(۵۶) سورۂ ابراہیم آیت ۴
(۵۷) کنزالایمان ترجمہ قرآن کریم صفحہ ۳۶۹

(۵۸) سورۃ المائدہ آیت ۶۷

(۵۹) سورۂ یٰسین آیت ۱۷

(۶۰) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم صفحہ ۳۴

(۶۱) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم صفحہ ۳۲

(۶۲) بخاری شریف کتاب العلم باب ۷۹ حدیث نمبر ۱۰۵۔ ۱۰۴

(۶۳) بخاری شریف کتاب التوحید

(۶۴) بخاری شریف کتاب الجہاد والسیر باب ۱۸۶ حدیث ۲۶۳

(۶۵) سورۂ آلِ عمران آیت ۱۹

(۶۶) تفسیر جلالین حاشیہ سورۂ آلِ عمران آیت ۱۹ حاشیہ صفحہ ۴۸

(۶۷) تفسیرِ نعیمی جلد سوم صفحہ ۴۰۰

(۶۸) تفسیرِ نعیمی جلد سوم صفحہ ۴۰۳

(۶۹) تفسیرِ نعیمی جلد سوم صفحہ ۴۰۹

(۷۰) سورۂ شوریٰ آیت ۱۳

(۷۱) سورۂ آلِ عمران آیت ۸۵۔ ۸۴

(۷۲) سورۂ یونس آیت ۱۹

(۷۳) الدرّ المنثور جلد اوّل صفحہ ۵۵

(۷۴) الدرّ المنثور جلد اوّل صفحہ ۵۵

(۷۵) الدرّ المنثور جلد اوّل صفحہ ۵۵، سبحۃ المرجان فی آثار الھندوستان، ص ۶،
عرب وہند عہد رسالت میں، ص ۱۵۱

(۷۶) الدرّ المنثور جلد اوّل صفحہ ۵۹

(۷۷) تفسیر روح البیان صفحہ ۷۲۳ تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۱۲۵

(۷۸) تفسیر وحدیث میں ہندوستان کا تذکرہ صفحہ ۴۲

(۷۹) تفسیر وحدیث میں ہندوستان کا تذکرہ صفحہ ۴۰

(۸۰) آخری پیغام صفحہ ۱۷۱
(۸۱) کنز الایمان ترجمہ قرآن مجید صفحہ ۱۲، تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۱۲۵
(۸۲) تفسیرِ نعیمی جلد اوّل صفحہ ۳۳۰
(۸۳) الخصائص الکبریٰ صفحہ ۲۲_۲۱
(۸۴) تفسیر نعیمی جلد اوّل صفحہ ۳۳۱
(۸۵) کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ جلد اوّل صفحہ ۱۴۷_۱۴۶
(۸۶) شواہد النبوۃ صفحہ ۶۰
(۸۷) جانِ جاناں صفحہ ۳۳
(۸۸) سیرتِ رسول عربی صفہ ۱۵
(۸۹) جانِ جاناں صفحہ ۳۰
(۹۰) تفسیر روح البیان جلد سوم صفحہ ۵۴۳
(۹۱) تفسیر واحادیث میں ہندوستان کا تذکرہ صفحہ ۹۸
(۹۲) تفسیر واحادیث میں ہندوستان کا تذکرہ صفحہ ۵۸_۵۷
(۹۳) تفسیر واحادیث میں ہندوستان کا تذکرہ صفحہ ۸۸
(۹۴) جانِ جاناں صفحہ ۷۵
(۹۵) جانِ جاناں صفحہ ۷۶
(۹۶) جانِ جاناں صفحہ ۷۶
(۹۷) جانِ جاناں صفحہ ۷۷_۷۶
(۹۸) تاریخ مکہ مکرمہ جلد دوم صفحہ ۲۱۱
(۹۹) تفسیر واحادیث میں ہندوستان کا تذکرہ صفحہ ۵۶
(۱۰۰) تاریخ طبری (اردو) جلد اول صفحہ ۸۵، نفیس اکیڈمی، کراچی ۲۰۰۴ء
(۱۰۱) تفسیر ابن کثیر (اردو) جلد اول صفحہ ۱۲۵، مکتبہ قدوسیہ، لاھور ۲۰۰۶ء
(۱۰۲) تاریخ مکہ مکرمہ جلد دوم صفحہ ۳۲

(۱۰۳) الدر المنثور ج ا، صفحہ ۵۶، القریٰ لقاصد ام القریٰ ص ۲۲،

عرب و ہند عہد رسالت میں، ص ۱۵۲

(۱۰۴) تفسیر و احادیث میں ہندوستان کا تذکرہ صفحہ ۵۲

(۱۰۵) تفسیر و احادیث میں ہندوستان کا تذکرہ صفحہ ۵۲

(۱۰۶) भारत में कौमी एकता की परम्पराएं पृ. -4

(۱۰۷) माहनामा सलाम-ओ-पैग़ाम पृ. -20

تفسیر و احادیث میں ہندوستان کا تذکرہ صفحہ ۵۲

(۱۰۸) آخری پیغام، صفحہ ۱۷۱

(۱۰۹) कान्ति पत्रिका पृ. 9, 10 दिसम्बर 2000 ई.

(۱۱۰) دعوت سہ روزہ خصوصی اشاعت اسلام اور غلط فہمیاں صفحہ ۹۲-۹۱

(۱۱۱) مضمون راجندر نارائن لال ایم۔اے

(۱۱۲) ماہنامہ قاری دہلی صفحہ ۳۸-۱۹۸۵ء

(۱۱۳) ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۱۹

(۱۱۴) ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۱۹

(۱۱۵) ہند اسلامی تہذیب کا ارتقاء صفحہ ۵۳

(۱۱۶) ہند اسلامی تہذیب کا ارتقاء صفحہ ۵۷

(۱۱۷) ہند اسلامی تہذیب کا ارتقاء صفحہ ۵۳

۱۱۸- صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب: قول النبی بنی الاسلام علی خمس

۱۱۹- دائرہ معارفِ اسلامیہ، بعنوان لفظ اسلام، ص ۶۷۷

۱۲۰- دائرہ معارفِ اسلامیہ، بعنوان لفظ اسلام، ص ۶۷۷

۱۲۱- سورۂ ہود، آیت ۶

۱۲۲- سورۂ عنکبوت، آیت ۶۰

۱۲۳- سورۂ الزخرف، آیت ۳۲

۱۲۴- سورۂ البقرۃ، آیت ۱۷۲، سورۂ المائدۃ، آیت ۸۸

سورہ البقرۃ، آیت ۱۸۸، سورۂ النسائ، آیت ۲۹

۱۲۵- سنن ابوداؤد، باب الزکاۃ، ۴

۱۲۶- سورۂ الجمعہ، آیت ۱۰، سورۂ القصص، آیت ۷۳

۱۲۷- سورۂ النساء، آیت ۳۲

۱۲۸- سورۂ البقرہ، آیت ۱۸۸، سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۰

سورۂ البقرۃ، آیت ۲۷۵، سورۂ التوبہ، آیت ۳۴

۱۲۹- سورۂ الاحزاب، آیت ۳۶، سورۂ النساء، آیت ۵۹

۱۳۰- سورۂ الشوریٰ، آیت ۳۸، سورۂ آل عمران، آیت ۱۵۹

۱۳۱- سورۂ انعام، آیت ۱۵۲، سورۂ النساء، آیت ۵۸

سورۂ المائدہ، آیت ۸، سورۂ النحل، آیت ۱۲۶

■❖■

ہندو دھرم (مختصر تعارف)

موجودہ ہندو دھرم مختلف کتب، عقائد، عبادات، معاملات، مناکحات، رہن سہن، غذا و خوراک، حدود و تعزیرات، اخلاق و آداب اور تیوہار و رسومات کا مجموعہ ہے۔

ہندو دھرم میں ان میں سے ہر ایک کے تحت ایک ہی مسئلے اور ایک ہی معاملے میں مختلف احکام واصول بیان کیے گئے ہیں۔ ایسی صورت میں ہندو دھرم کا تحقیقی مطالعہ کرنے یا اس کی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے چند بنیادی حقائق کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ جن سے انحراف و احتراز کی صورت میں ہندو دھرم کے افہام وتفہیم کے تعلق سے ہم بھول بھلیوں میں بھٹکتے رہیں گے اور حاصل کچھ نہیں ہوگا۔

ذیل میں ہم انھیں بنیادی حقائق اور ضروری اشیاء کا مختصر تحقیقی خاکہ پیش کر رہے ہیں جو ہندو دھرم کو سمجھنے اور جاننے کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

لفظ ''ہندو'' کا تاریخی پس منظر

ہندوستان کے قدیم مذہبی ادب (Litrature) اور مذہبی تاریخ میں ہندو مت یا ہندو دھرم کا ہم معنیٰ کوئی لفظ نہیں پایا جاتا ہے۔ وہاں پر سناتن دھرم اور ویدک دھرم الفاظ کا استعمال ملتا ہے۔ ویدوں اور اپنشدوں میں بیان کردہ سناتن دھرم اور ویدک دھرم کے مقام پر دورِ حاضر میں اب یہی ہندو دھرم مقبول و متعارف ہوگیا ہے۔ لیکن ہندو محققین و مفکرین کا آج بھی یہی ماننا ہے کہ حقیقت میں اس کا سناتن اور ویدک دھرم نام ہی زیادہ مناسب ہے۔ اس لیے کہ یہی اس کے اصل نام ہیں اور قدیم ہندوستانی مذہبی کتب میں انھیں اسماء کے ساتھ اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ جبکہ

''ہندو'' جدید لفظ ہے۔ سنسکرت کی لغات میں علاوہ شبد کلپد رم (शब्द कल्पद्रुम) کے ہندو لفظ کہیں نہیں ملتا ہے اور شبد کلپد رم کی بنیاد میرو تنتر ہے جو قدیم ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں فارسی لغات میں ہندو لفظ ضرور ملتا ہے اور اس سے نکلے ہوئے مختلف الفاظ بھی جیسے ہندوستان، ہندسا، ہندی اور ہندو۔[1] نیز ہندو علماء و محققین کہتے ہیں کہ جن جن سنسکرت گرنتھوں اور مذہبی کتابوں میں ''ہندو'' لفظ آیا ہوا نھیں بھی جدید ہی سمجھنا چاہیے کیونکہ اگر یہ لفظ قدیم سنسکرت رہتا تو ویدوں میں نہ سہی پر کم سے کم اسمرتیوں، پرانوں، رامائن، مہابھارت اور قدیم لغات (शब्द–कोष) میں ضرور پایا جاتا اور تو اور ہماری قدیم لغت (कोष–ग्रन्थ) امرکوش (अमर कोष) بھی اس ہندو لفظ سے پوری طرح ناواقف ہے۔[2]

پنڈت جواہر لال نہرو کی تحریر سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ''ہمارے قدیم مذہبی ادب میں تو ہندو لفظ کہیں آتا ہی نہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس لفظ کا حوالہ ہمیں جو کسی ہندوستانی کتاب میں ملتا ہے وہ آٹھویں صدی عیسوی کے ایک تانترک گرنتھ (तान्त्रिक ग्रन्थ) میں، اور وہاں ہندو کا مطلب کسی خاص دھرم سے نہیں بلکہ خاص لوگوں سے ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ لفظ بہت قدیم ہے اور اویستا میں اور قدیم فارسی میں آتا ہے۔''
>
> (ہندوستان کی کہانی، ہندی، ص ۷۸)

حقیقت یہ ہے کہ قدیم ہندوستانی لوگ اس لفظ سے نابلد تھے۔ سب سے پہلے اس کا استعمال قدیم ایرانیوں اور عربوں نے کیا اور وہ بھی صرف جغرافیائی یا ایک مخصوص قوم وآبادی کے ترجمان کی حیثیت سے۔[3] کیونکہ اہلِ علم و دانش کی اصطلاح میں ہندو بہ معنی ہندو مذہب کا پیروکار اور ہندومت یا ہندو دھرم بہ معنیٰ ایک خاص مذہب تو گیارہویں صدی عیسوی یا اس کے بعد کی ایجاد ہے۔ اس لیے کہ ابوالریحان محمد بن احمد البیرونی جن کا سنہ وفات ۱۳ر دسمبر ۱۰۴۸ء ہے اور جو ہندو دھرم کے معروف و مستند محقق و مؤرخ تسلیم کیے جاتے ہیں اور جن کی کتاب ''تحقیق ما للھند'' ہندو دھرم کے حوالہ سے ایک مستند دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے انھوں نے اپنی اس شاہکار تصنیف میں ہندو دھرم، ہندو مذہب، ہندومت یا ہندو بہ معنی ہندو مذہب کا ماننے والا

(Follower) کا کہیں تذکرہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ اکثر ہندو محققین ومفکرین بھی اسی طرف گئے ہیں۔ ہندی زبان کے مشہور قومی شاعر رام دھاری سنگھ دِنکر لکھتے ہیں:

''ہندو لفظ ہمارے قدیم ادب میں نہیں ملتا ہے۔ بھارت ورش (भारत वर्ष) میں اس کا سب سے پہلا ذکر آٹھویں صدی عیسوی میں لکھے گئے ایک تنتر گرنتھ (तंत्र ग्रंथ) میں ہے۔ جہاں اس لفظ کا استعمال مذہبی معنی یا مذہبی اسم (धर्मावलम्बी) کے طور پر نہیں کیا گیا ہے بلکہ ایک گروہ یا ذات کے معنی میں کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر رادھا کمد مکھرجی (डा० राधा कुमुद मुखर्जी) کے مطابق بھارت کے باہر اس لفظ کا استعمال قدیم ترین اویستا (अवेस्ता) اور ڈیریس ۵۲۲ (डेरियस) تا ۴۸۶ قبل مسیح کے کتبوں (शिला लेखों) میں موجود ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''ہندو'' لفظ غیر ملکی (विदेशी) ہے اور سنسکرت اور پالی میں کہیں بھی اس کا استعمال نہیں ملتا۔ اس لفظ کی جو تاریخ ہے اس کے مطابق یہ کسی دھرم کا نام وترجمان نہیں مانا جا سکتا بلکہ اس کا حقیقی معنی ہندوستان کا کوئی بھی باشندہ ہوسکتا ہے۔ بھارت ورش (भारत वर्ष) کا ہندو نام غیر ملکیوں (विदेशी) کا دیا ہوا ہے یہ کئی حوالوں سے ثابت ہے۔ چنانچہ ساتویں صدی عیسوی میں اِتسنگ (इत्सिंग) نامی ایک چینی سیاح (यात्री) بھارت ورش آیا تھا، اس نے لکھا ہے کہ وسط ایشیا (Middle Asia) کے لوگ بھارت ورش کو ہندو کہتے ہیں۔ حالانکہ یہاں کے لوگ اپنے دیش کو آریا دیش کہتے ہیں۔''[۴۲] (ہندوستان کی کہانی (ہندی)، ص ۷۸)

مشہور ہندو محقق رجنی کانت شاستری لکھتے ہیں کہ:

''اگرچہ لفظ ہندو پارسیوں کی ہزاروں سال پہلے لکھی مذہبی کتاب ''شاتیر'' میں ملتا ہے جس میں ہمارے ملک کو ہند اور ہمیں ہندو کہہ کر پکارا گیا ہے۔

چنانچہ شاتیر میں مرقوم ہے:

''اکنوں برہمن ویاس نام از ہند آمد پس دانا کہ عقل چناں نیست''

ویاس نامی ایک برہمن ہند سے آیا جس کے برابر کوئی دوسرا عقلمند نہیں۔

یقیناً یہ ویاس مہابھارت اور اٹھارہ پرانوں کے تخلیق کار مہرشی کرشن دوے پاین وید ویاس ہی ہوں گے تبھی ان کی عقلمندی کو بے مثال کہا گیا ہے۔ اور اسی کتاب میں ''ہندی'' لفظ کا استعمال ''ہندوالے کے معنی میں ہوا ہے۔ مثلاً:

''چوں ویاس ہندی بلخ آمد

گشتا شپ زبردشت راو خواند''

جب ہندوالا ویاس بلخ میں آیا تو ایران کے بادشاہ گشتاشپ نے زبردشت کو بلایا۔ یہ زبردشت یا زرتشت پارسی دھرم کا بانی تھا۔ اس میں آگے لکھا ہے:

''من مردے ام ہندنزاد، وہند باز بازگشت

یعنی میں ہند میں پیدا شدہ ایک مرد ہوں اور پھر وہ ہند کو لوٹ گیا۔'' [۵]

مختصر یہ کہ اس لفظ کی جو تاریخ ہے اس کے مطابق یہ کسی دھرم کا نام یا ترجمان نہیں مانا جاسکتا بلکہ اس کا حقیقی معنیٰ و مفہوم ''ہندوستان کا کوئی بھی باشندہ یا بھارت کا کوئی بھی نواسی'' ہوسکتا ہے۔

لفظ ''ہندو'' کی لغوی و لفظی تحقیق و معنیٰ

ہندو دھرم کا تحقیقی جائزہ لینے اور اس کے بارے میں کچھ کہنے سے قبل یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ ''ہندو'' لفظ کی اصل یا ماخذ اور اس کا معنیٰ و مفہوم کیا ہے؟

اس سلسلے میں ہندو دھرم اور ہندوستان کی تاریخ سے متعلق مختلف کتابوں میں بہت سے حوالہ جات و اقوال موجود ہیں لیکن قریب قریب سب کا ماحصل ایک ہی معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ بھارت کا یہ نام غیر ملکیوں کا دیا ہوا ہے۔ چنانچہ ہندی کے مشہور قومی شاعر دِنکر اپنی مایہ ناز تصنیف ''سنسکرتی کے چار ادھیائے'' (संस्कृति के चार अध्याय) میں لکھتے ہیں:

''اصل میں بات یہ ہوئی کہ وسط ایشیا (मध्य एशिया) اور مغربی دنیا (पश्चिमी

(जगत) کے لوگ بھارت میں مغربی (पश्चिमी) راستے سے آتے تھے، سندھو ندی بھارت کی مغربی سرحد کے پاس پڑتی تھی اور اُدھر سے آنے والے لوگ اس ندی سے اس ملک کی پہچان کرتے تھے۔ ان میں سے ایران اور ان کے پاس والے لوگ س (स) کا صحیح تلفظ نہیں ادا کر سکنے کی وجہ سے ''سندھو'' کو ہندو کہنے لگے اور یونان والے لوگ س (स) اور ذ (द) کا صحیح تلفظ نہیں ادا کر سکنے کی وجہ سے ''ہندوٗ'' کو ''انڈوٗ'' (Indo) کہنے لگے۔ اس طرح بھارت کا نام ''ہندو، ہندوستان اور انڈو، انڈیا چل پڑا۔''[٦]

سوامی اننیا نند (स्वामी अनन्यानन्द) تحریر کرتے ہیں:

''ہندوٗ' لفظ'' سندھو'' کا ہی بدلا ہوا روپ ہے۔ سندھو ایک ندی کا نام ہے۔ قدیم زمانے میں فارسی لوگ سندھو ندی کے ساحلی لوگوں اور صوبوں (प्रदेशों) کو ہندو کہا کرتے تھے۔ اس کی وجہ غالباً سندھو کا صحیح تلفظ ادا نہ کر سکنے کی ان کے اندر اہلیت نہ ہونا تھی۔ سندھو ہی ہندو بن گیا اور ان کا دھرم ہندو کہا جانے لگا۔''[٧]

وِیوگ ہری (वियोग हरि) اپنی کتاب ہندو دھرم میں رقم طراز ہیں:

''ہمارے قریب جو مغربی بھارت ہوگا، وہی ایران والوں کے نزدیک ان کی مشرقی (पूरबी) سرحد میں واقع بھارت ورش یا ہند ہوگا۔ مشرقی حصے میں اہم دریا سندھو پڑتا ہے۔ اسی عظیم دریا کے مغرب اور مشرق دونوں سمت چھ ندیاں اور جوڑ کر وہ سات ندیاں گنی جاتی ہیں، جنھیں پارسی نظم یا شاعری (छन्दावस्था) میں ہپت ہندو یا سپت سندھو کہا ہے۔ قدیم پارسی ادب میں ہندو لفظ کا سب سے پرانا روپ یہی ملتا ہے۔ اسی سات دریاؤں والے پردیش کو ہپت ہیندو (हप्त हेन्दु) بھی کہا گیا ہے۔ پارسی زبان میں سوم کو ہوم سپت کو ہپت اور اسر (असुर) کو اہر (अहुर) کہتے ہیں۔ علم زبان ولسان کے مطابق س (स) اور ہ (ह) آپس میں تبدیل ہوتے ہیں۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ پارسی دھرم کے تبلیغی عہد میں اس مشرقی (पूर्वी) صوبے کا نام ''ھپت ھیندو یا

صرف ھیندو" تھا۔ دھیرے دھیرے ھیندو کا ہندو رہ گیا اور یہاں کے رہنے والوں کا نام ہیندو (हेन्दव) سے ھیندو (हेन्दू) یا ہندو (हिन्दू) ہوگیا۔"[8]

اس فکر و خیال کی تشریح و تصدیق "لوکمانیے تِلک" (लोकमान्य तिलक) کے حسب ذیل اشلوک سے بھی بخوبی ہوتی ہے:

आसिंधोः सिन्धुपर्यन्ता यस्त भारत भूमिका।

पितृभूः पुण्य भूश्चेव स वै हिन्दु इतिस्मृतः।।

یعنی مغرب اور مشرق میں سمندر، جنوب میں سمندر اور شمال میں سندھو ندی کے مخرج (उदगम) تک ان چار سمتوں کے اندر جو ملک ہے وہی بھارت کی زمین (भारत भूमि) ہے۔ یہ زمین جن کے آباء و اجداد کی اور پاک زمین ہے وہی ہندو (हिन्दू) ہے۔[9]

ہندو دھرم کے مشہور اسکالر رجنی کانت شاستری کی بھی یہی تحقیق ہے چنانچہ وہ اپنی شاہکار کتاب "ہندو جاتی کا اُتھان اور پتن" (हिन्दू जाति का उत्थान और पतन) میں بیان کرتے ہیں:

"بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ ہند لفظ جو کہ غیر ملکیوں بالخصوص پارس والوں کے ذریعے اس ملک کا نام رکھا گیا ہے "سندھو" لفظ سے جو پنجاب کی ندی کا نام ہے نکلا ہے، پھر اسی ہند لفظ سے ہندو اور ہندی ان دونوں لفظوں کا اشتقاق ہوا۔ ہند لفظ سے پارس والوں کا مطلب سندھو ندی کے پار والے (पारवर्ती) ملک سے ہے۔ ہندو لفظ سے ہند کے باشندوں سے اور ہندی لفظ سے ہند کے باشندوں کی زبان سے تعلق و مقصود تھا۔ پارس والے جہاں ہم سَ (स) بولتے ہیں وہاں اکثر ہَ (ह) کا استعمال کرتے ہیں۔ جیسے سپت ھفت، اسر اھر، سرسوتی ہرہوتی اور سپت سندھو ھفت ہندو وغیرہ۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سندھو سے ہند ہوا اور ہند سے ہندو اور ہندی یہ دو لفظ پیدا ہوئے۔"[10]

شاستری جی چند سطور بعد مزید لکھتے ہیں:

"یونانی (Greeks) سندھو ندی کو اِنڈس (Indus) سندھو کے پار والے دیش

کو انڈیا (India) اور وہاں کے رہنے والوں کو انڈینس (Indians) کہتے تھے۔ ہم نے بھی ان ناموں کو ان کے تعلق اور میل ملاپ میں آ کر اپنا لیا تھا۔ اور آج بھی ہم یوروپین (Europian) کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے اپنا تعارف (Indian) کہہ کر ہی کراتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ہم نے پارس والوں کے ہند، ہندو اور ہندی لفظوں کو ان کے ساتھ قدیم زمانے میں اپنی قربت کے سبب اپنا لیا تھا۔''[۱۱] (ہندوستان کی کہانی (ہندی)، ص ۸۷)

سنسکرت اور ویدوں کے عظیم محقق و مفکر ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے کی بھی یہی رائے ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''فارسی اور ایرانی لوگ سندھو ندی کے کنارے تک آتے تھے انھوں نے سندھو کے سکار (सकार) کو ھکار (हकार) میں بدل کر ہندو لفظ بنا دیا۔ اور استھان کو استان تلفظ کر کے ہندوستان اور وہاں کے رہنے والے لوگوں کو ہندو کہنے لگے۔ انھیں لوگوں کے رابطہ سے سنسکرت ادب سے لاعلم لوگ بھی ہندو اور ہندوستان کا تلفظ کرنے لگے اور انگریزوں نے ہند لفظ میں اپنی زبان کی خصوصیت کے پیش نظر (Hind) ہند کا (ہ) لوپ کر کے انڈ (Ind) اور انڈو (Indo) اور ملک کی ترجمانی و نسبت والے सूचक (IA) جوڑ کر انڈیا (India) بنا دیا۔ اور انڈیا میں رہنے والے انڈین (Indian) کہے جانے لگے۔ خلاصہ یہ کہ بھارتیے، ہندو اور انڈین کا ایک ہی مطلب ہوا۔''[۱۲]

اسی طرح دائرہ معارف اسلامیہ میں مذکور ہے کہ:

''اہلِ فارس نے جب اس ملک کے ایک صوبے پر قبضہ کر لیا تو اس دریا کے نام پر جسے اب سندھ کہتے ہیں ہندو رکھا کیونکہ ایران قدیم کی زبان پہلوی میں اور سنسکرت میں س کو اور ہ کو آپس میں بدل لیا کرتے تھے۔ چنانچہ فارس والوں نے ''ہندہو'' کہہ کر پکارا۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں کو ہند کہا اور آخر میں یہی نام تمام دنیا میں پھیل گیا۔ پھر ہ کا حرف الف میں بدل کر یہ نام

فرینچ میں اِنڈ (Ind) اور انگریزی میں انڈیا (India) کی صورت میں مشہور ہوگیا۔ خیبر سے داخل ہونے والی دیگر قوموں نے اس کا نام ''ہندو استھان'' (हिन्दू स्थान) رکھا جس کو فارسی تلفظ میں ''ہندوستان'' بولا جاتا ہے۔''[13]

ذکر کردہ جملہ حوالہ جات و دلائل سے صاف ظاہر ہے کہ ہندو کسی دھرم یا مذہب کا نام نہیں بلکہ ایک خاص ملک یا ایک مخصوص علاقے میں رہنے والی قوم کا نام ہے جو غیر ملکیوں کا دیا ہوا ہے۔

اس تعلق سے آر ایس ایس کے دوسرے سرسنگھ چالک اور مفکر و رہنما گرو گولوالکر سے جب دریافت کیا گیا کہ سوامی دیانند سرسوتی یہ کہتے تھے کہ ہندو نام غیر ملکیوں کا دیا ہوا نام ہے جس کے معنیٰ ڈاکو کے ہوتے ہیں۔ (چنانچہ لغاتِ کشوری میں ہے، ہندو مشہور ملک کا نام ہے اس لفظ میں نسبت کا واؤ جوڑ دیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہندوستان کا رہنے والا یعنی واؤ کی نسبت خاص انسانوں کے ساتھ ہے اور فارسی محاورہ میں لفظ ہندو بمعنیٰ چور، ڈاکو، رہزن اور غلام کے لیے آتا ہے۔[14]) تب گرو گولوالکر نے جواب دیا میں مؤرخ (इतिहासकार) ہونے کا تو دعویٰ نہیں کرتا البتہ لفظ ہندو کو صرف اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ یہ عام ہو چکا ہے اور لوگوں نے اس کو قبول بھی کر لیا ہے۔[15]

اس کے علاوہ گرو گولوالکر نے اس لفظ کو ہندی الاصل ثابت کرنے کی بھی ناکام کوشش کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''دراصل لفظ ''ہندو'' دو اجزاء کا مرکب ہے ہِ (HI) اور اِندو (INDU) ہِ (HI) ہمالیہ سے لیا گیا ہے اور اندو (INDU)، اندوسرو ور سے۔ اس لیے ہندو سے مراد وہ سرزمین ہے جو ہمالیہ اور ہند ساگر کے درمیان واقع ہے۔''[16]

گولوالکر صاحب کی اس دلیل اور وضاحت سے بھی واضح طور پر یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ لفظ ''ہندو'' ہندوستان کی جغرافیائی حالت کا ترجمان ہے نہ کہ ہندو دھرم کا۔ اور اس کی رو سے ہر ہندوستانی ہندو ہے چاہے وہ کسی مذہب یا دھرم کا پیرو کار ہو۔

لفظ ''ہندو'' کا اصطلاحی معنیٰ و مفہوم

اہلِ علم کی تحقیق و فکر کے مطابق ہندو دھرم غالباً دنیا کا پہلا دھرم ہے کہ بڑا سے بڑا ہندو

دھرم گرو یا مفکر و محقق اس کی جامع و مانع تعریف یا اصطلاحی معنیٰ بیان نہیں کر سکتا، جبکہ ہر مذہب کی ایک تعریف (Definition) ہوتی ہے۔ باوجود اس کے بعض ہندو محققین و علماء نے اپنی علمی و فکری لیاقت و صلاحیت کی بنا پر تعریف کرنے کی کوشش کی ہے لیکن جب آپ تحقیقی نظر سے غور کریں گے تو ہر ایک تعریف ناقص و نامکمل نظر آئے گی۔ اس لیے کہ ہر مذہب کا ایک مرکزی و بنیادی عقیدہ ہوتا ہے، ایک مخصوص مذہبی کتاب ہوتی ہے اور اس کا ایک خاص رسول یا رہنما ہوتا ہے لیکن ہندو مذہب میں ہم ایسا کچھ نہیں پاتے۔ کیونکہ ہندو دھرم میں کوئی ایک مذہبی کتاب، کوئی ایک مذہبی رہنما یا کوئی ایک بنیادی عقیدہ نہیں۔ اس کے اصل الاصول احکام و قوانین اور معاشرتی و مذہبی طور طریقوں میں بھی بے حد اختلاف ہے۔ مثلاً:

☆ ایک ایشور کی پوجا کرنے والے بھی ہندو اور ۳۳ ر کروڑ دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرنے والے بھی ہندو۔

☆ مورتی پوجنے والے بھی ہندو اور مخالفت کرنے والے بھی ہندو جیسے سناتنی اور آریا سماجی۔

☆ وشنو دھرم (विष्णु धर्म) کے مطابق گوشت نہ کھانے والے شیو (शैव) بھی ہندو اور شاکت مت کے مطابق گوشت کھانے والے شاکت (शाक्त) بھی ہندو۔

☆ ایک ایشور کو ماننے والے بھی ہندو اور ۲۴ر اوتاروں کو خدائی میں شریک سمجھ کر ماننے والے بھی ہندو۔

☆ پرانوں (पुराणों)، مہابھارت، گیتا اور رامائن کو ماننے والے بھی ہندو اور ان میں عقیدہ و یقین نہ رکھنے والے بھی ہندو۔

☆ آستک (आस्तिक) یعنی ایشور میں یقین رکھنے والے بھی ہندو اور ناستک (नास्तिक) یعنی خدا میں یقین نہ رکھنے والے بھی ہندو۔ اسی طرح آستھک گرنتھ (आस्तिक ग्रंथ) وید، اپنشد وغیرہ کو ماننے والے بھی ہندو اور ناستک گرنتھ (नास्तिक ग्रंथ) ''میمانسا'' (मीमांसा) کے پیروکار بھی ہندو۔

☆ مندروں میں بے روک ٹوک جانے والے بھی ہندو اور وہاں سے مار کر بھگائے جانے والے شودر (اچھوت) بھی ہندو۔

☆ رام اور سیتا کی پوجا کرنے والے بھی ہندو اور تمل ناڈو وغیرہ میں راون کی پوجا کرنے والے بھی ہندو۔

☆ (आहिंसा परमो धरम:) رحم و کرم سب سے بڑا دھرم ہے کا نعرہ دے کر جانوروں کے قتل سے نفرت کرنے والے بھی ہندو اور کالی ماتا کے مندر، یگوں، دُرگا پوجا اور نوٗ دُرگوں میں بکرا، بھینس اور بیل کی بلی دینے والے بھی ہندو۔

☆ پیتا مبر یعنی پیلے کپڑے پہننے والے سادھو بھی ہندو اور مادر زاد ننگے رہنے والے جینی دھرم گرو اور ناگے سادھو بھی ہندو۔

☆ اوتار واد پر یقین رکھنے والے بھی ہندو اور اوتار واد (अवतारवाद) کی تردید کرنے والے بھی ہندو۔

☆ گائے، پیپل کے درخت اور سانپ وغیرہ کے پجاری اور دودھ پلانے والے بھی ہندو اور ان کو ختم کرنے والے بھی ہندو۔

☆ پیاز، لہسن نہ کھانے والے بھی ہندو اور انتہائی ناپسندیدہ اشیاء سانپ، کتا، سوٗر اور بندر وغیرہ کھانے والے بھی ہندو۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے لکھا ہے کہ:

"ہندو دھرم جہاں تک کہ وہ ایک مذہب (मत) ہے، غیر واضح ہے۔ اس کی کوئی متعین شکل وصورت نہیں، اس کے کئی پہلو ہیں اور ایسا ہے کہ جو چاہے اس کو جس طرح کا چاہے مان لے۔ اس کی تعریف (Definiation) دے سکنا یا متعین صورت میں کہہ سکنا کہ عام فہم معنیٰ میں یہ ایک مذہب (मत) ہے۔ اپنی موجودہ شکل میں، بلکہ گزشتہ زمانے میں بھی اس کے اندر بہت سے اعتقادات اور رسوم واعمال (कर्मकाण्ड) آملے ہیں۔ اونچے سے اونچے اور گرے سے گرے اور اکثر ان میں آپس کا تضاد واختلاف بھی ملتا ہے۔ اس کی خاص خواہش اور فکر یہ معلوم ہوتی ہے کہ خود کو زندہ رکھو اور دوسروں کو بھی جینے دو۔"[۱۷۱]

اسی طرح ڈاکٹر رادھا کرشنن نے تحریر کیا ہے کہ ہندو کوئی مذہب نہیں بلکہ زندگی

گزارنے کا طریقہ ہے۔ چنانچہ وہ ہندو دھرم سے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اس کو زندگی گزارنے کا طریقہ (जीवन प्रणाली) کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ بمقابل اس کے کہ آپ اس کو کسی مخصوص اعتقاد و نظریے کا حامل تصور کریں۔ اگر ایک طرف یہ لوگوں کو خیالات و تصورات کی دنیا میں مکمل آزادی فراہم کرتا ہے تو دوسری طرف لوگوں کو ملک کے باضابطہ رسم و رواج کو ادا کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ خدا کو مانتے ہوں یا نہ مانتے ہوں سب خود کو ہندو کہہ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ ہندوؤں کی تہذیب (सभ्यता) اور طرز حیات پر گامزن ہوں۔''[18]

ہندو دھرم کے محققین اور آر ایس ایس کے فکری و مذہبی رہنما بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ:

''حقیقت میں ہندو کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک کلچر (تہذیب) ہے۔''[19]

"World Civilization" کے دونوں مصنفین کی فکر و تحقیق بھی اسی بات کی ترجمانی کرتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں:

''اہل مغرب کی اصطلاح کے مطابق ہندوازم کو مذہب نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ ہر طرح کے عقائد کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ تمام رسم و رواج کو اپنا لیتا ہے چاہے وہ قدیم زمانے کے گھناؤنے رسم و رواج ہوں یا دور جدید کے ارفع و اعلیٰ رسم و رواج۔ ہندومت کے کوئی متعین اصول و عقائد نہیں۔ لیکن برہمنوں کی پیروی سب کے لیے ضروری ہے نہ کہ کسی اور دیوتا کی۔''[20]

سوامی اننیانند (स्वामी अनन्या नन्द) لکھتے ہیں کہ:

''ہندو دھرم کے مطابق دھرم ایک دائمی زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ مذہبی عقائد و احکام کو عملی زندگی میں اتارنا بھی اس کا مقصود ہے۔ ہندو دھرم سب دھرموں کی ایکتا کو مانتا ہے۔ دھرم کے نام پر اس کا کسی سے کوئی اختلاف نہیں۔ ہندو دھرم عملی (व्यावहारिक) دھرم ہے۔ یہ ایک مکمل اور بہتر طرز حیات کا آئینہ دار ہے۔''[21]

اسی طرح ویوگ ہری (वियोग हरी) کہتے ہیں:

''یہ ہمیشہ رہنے والا دھرم ہے، اس میں سبھی کچھ شامل ہے۔ اصل میں یہ ایک فلسفۂ زندگی (जीवन दर्शन) ہے۔''[۲۲]

مذکورہ بالا حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ ہندو دھرم کوئی دھرم مت یا مذہب نہیں بلکہ ایک طریقۂ زندگی اور تہذیب ہے اور اس کے کوئی خاص عقائد و اصول و احکام و قوانین نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس کی تعریف کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ تاہم پھر بھی بعض ہندو محققین و مفکرین نے مختلف زاویوں و نوعیتوں سے اس کی تعریف پیش کرنے کی جسارت کی ہے، مثلاً:

سوامی وویکانند کہتے ہیں کہ ''جو اپنے آپ کو ہندو سمجھے وہ ہندو ہے۔'' کسی نے کہا کہ جو گائے نہ کھاتا ہو وہ ہندو ہے۔ گائے ہی دھرم ہے گائے ہی وید ہے۔ کسی نے بیان کیا کہ جو گائے کی پوجا کرے وہ ہندو ہے۔

(The Complet Work, vol.3, P. 372, 379, गोमाता. पृ० 12)

بعض ہندو علماء و دانشوران نے ہندو کی تعریف کے تعلق سے یہ تاثر پیش کیا ہے کہ ہندو وہ ہے جو برہمن اور گائے کی عزت کرتا ہے، ذات پات (वर्ण व्यवस्था) کے نظام کا قائل ہے اور عقیدۂ تناسخ (आवागमन) پر ایمان رکھتا ہے۔[۲۳]

کسی نے کہا: हिंसा दवयतीति हिन्दुः یعنی جو ہنسا (हिंसा)، ظلم و ستم کو دور کرے وہ ہندو ہے۔ اور کسی نے کہا کہ جو ذات پات کے مذہبی نظام سے عاری (वर्णाश्रमघर्महीन) لوگوں کو قصوروار (दोषयुक्त) بتائیں وہ ہندو ہیں۔ (हिन्दु जाति का उत्थान और पतन. पृ०7)

مہاتما گاندھی نے بھی ہندو دھرم کی تعریف (परिभाषा) پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''اگر مجھ سے ہندو مت کی تعریف (Definition) کرنے کو کہا جائے تو میں صرف یہ کہوں گا کہ یہ غیر متشددانہ و غیر ظالمانہ ذرائع سے سچ (सत्य) کی کھوج ہے۔ آدمی چاہے خدا (ईश्वर) میں یقین نہ رکھے پھر بھی وہ خود کو ہندو کہہ سکتا

ہے۔ ہندو دھرم سچ (सत्य) کی مسلسل کھوج ہے۔ ہندو دھرم سچ (सत्य) کو ماننے والا دھرم ہے۔ سچ ہی ایشور (ईश्वर) ہے۔ ہم اس بات سے متعارف ہیں کہ ایشور سے انکار کیا گیا ہے۔ ہم نے سچ سے کبھی انکار نہیں کیا ہے۔''

اس تعریف پر پنڈت جواہر لال نہرو تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ گاندھی جی اس (ہندو دھرم) کو سچ اور عدم تشدد (अहिंसा) بتاتے ہیں۔ لیکن بہت سے خاص لوگ جن کے ہندو ہونے میں کوئی شک نہیں یہ کہتے ہیں کہ عدم تشدد (अहिंसा) جیسا اس کو گاندھی سمجھتے ہیں، ہندومت کا ضروری حصہ نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں ہندومت کا واحد ترجمان سچ (सत्य) رہ جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی تعریف (परिभाषा) نہ ہوئی۔

شاید اسی صورتِ حال کو دیکھ کر ہی لوکمانے تلک (लोमान्य तिलक) نے دھرم کی یہ نئی تعریف (Definition) بنائی تھی جو مضحکہ خیز وطنز آمیز ہونے پر بھی مذاق وطنز نہیں سچ ہے۔

प्रमाण्यबुद्धिर्वेदेषु साधनानाम नेकता!

उपास्यानामनियमं एतद्धर्मस्थ लक्षणम।।

''ویدوں کو ثبوت ماننا، ذرائع و وسائل کے اختلاف میں یقین رکھنا اور عبادت و بندگی میں کسی ایک دیوتا (देवता) کا اصول و ضابطہ نہیں رکھنا یہ دھرم کی علامت (लक्षण) ہے۔''[۲۵]

ہندو دھرم کی حقیقت

ہندو دھرم کسی ایک دھرم گرو، رشی و منی (ऋषि–मुनि) اوتار (अवतार) یا مہاپروش (महापुरुष) کی تخلیق و ایجاد نہیں ہے بلکہ بے شمار لوگوں کا اس میں تعاون (योगदान) شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ کسی ذی علم ہندو سے یہ دریافت کریں کہ تمہارا دھرم گرنتھ، مذہبی کتاب کونسی ہے؟ تو وہ آپ کو فوراً کوئی ایک نام نہیں بتا سکے گا، کیونکہ چار وید بھی ہیں، ۱۲/ اپنشد، ۱۸/ پران، گرہ سوتر، دھرم سوتر، اسمرتی، رامائن، مہابھارت اور گیتا بھی۔ اسی طرح اگر اس سے آپ یہ سوال کریں کہ تمہارا اوتار، خاص دھرم گرو، مذہبی قائد یا تمہارے دھرم کا بانی (Founder) کون ہے؟

تب بھی وہ کسی ایک مہاتما یا اوتار یا رشی ومنی اور دیوتا کا نام نہیں لے سکے گا کیونکہ ۱۴/اوتار بھی ہیں اور کروڑوں دیوی دیوتا اور رشی ومنی بھی۔ اور یہی صحیح بھی ہے کیونکہ ہندو دھرم نہ تو کسی ایک مہاتما، دھرم گرو یا کسی ایک دیوتا سے آیا ہے اور نہ ہی کسی ایک فرقہ (सम्प्रदाय) وجماعت (ग्रोह) سے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندو دھرم کسی ایک عقیدے (धर्म विश्वास) پر منحصر نہیں بلکہ یہ مختلف عقائد ونظریات کا مجموعہ (संग्रह) ہے۔ جس طرح ہندوستانی عوام کی تخلیق ان مختلف اقوام سے ہوئی جو وقتاً فوقتاً اس ملک میں آتی رہیں، اسی طرح ہندو دھرم بھی ان مختلف ذاتوں اور قوموں کے مذہبی عقائد کے باہمی اتصال وربط سے وجود میں آیا ہے۔

ہمارے اس خیال وفکر کی ترجمانی وتصدیق موجودہ ہندو دھرم کے بہت سے محققین ومفکرین کی تحریروں سے بھی ہوتی ہے۔

سوامی اننیانند (स्वामी अनन्या नन्द) لکھتے ہیں:

"ہندو دھرم کے آغاز کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ملتا ہے۔ بودھ، عیسائی اور اسلام مذہب کی طرح ہندو دھرم کسی اوتاری شخص (अवतारी पुरुष) یا دھرم آچاریہ (धर्म आचार्य) کی تعلیم کی بنیاد پر تیار نہیں ہوا ہے۔ ہندو دھرم کو اسی معنی میں غیر انسانی (अपौरुषेय) کہا جاتا ہے۔ اس کا وجود کسی خاص شخص کی تعلیم کا مرہونِ منت نہیں ہے۔ اسلام اور عیسائی مذہب کی طرح ہندو دھرم کسی ایک ہی فکر ونظریے کو لے کر نہیں چلتا ہے۔ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ہندو دھرم دوسرے سب دھرموں کے ذریعے پیش کردہ دنیا سے متعلق آخری سچ (सत्य) کی نمائندگی کرتا ہے۔ وہ کسی ایک مذہبی فرقہ (धार्मिक संप्रदाय) کی مذہبی شدت وتعصب اور کسی ایک خاص فرقے کی پیروی کا قائل نہیں ہے۔"[۲۶]

وِیوگ ہری (वियोग हरी) کہتے ہیں:

"ہندو دھرم اس طرح کا دھرم نہیں ہے جس طرح کا مذہب اسلام ہے یا جس طرح کا عیسائی مذہب ہے۔ مسلمان حضرت محمد (ﷺ) کو اپنا رسول مانتے ہیں اور صرف ایک قرآن شریف کو اپنی مذہبی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔ جن کی

اطاعت و پیروی کرنا ان کے لیے ضروری ہے۔ اسی طرح عیسائی مذہب کے پیروکار حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور صرف انجیل کو اپنی مذہبی کتاب مانتے ہیں اور ان کی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن ہندو دھرم کے ماننے والے کسی ایک دیودوت (देवदूत) یا صرف ایک رِشی (ऋषि) کو اپنے دھرم کا بانی نہیں مانتے ہیں اور نہ ان کا کوئی اکیلا ایسا دھرم گرنتھ (धर्म ग्रन्थ) ہے، جس میں بیان کردہ مذہبی تعلیمات پر عمل کرنا ان کے لیے ضروری ہو۔ ہندو ایک ایشور کو بھی مانتے ہیں اور بہت سے دیوی دیوتاؤں کو بھی۔ وید، اپنشد، پران، رامائن اور گیتا وغیرہ دھرم گرنتھوں کو وہ عزت، تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ عقیدہ (मान्यता) ہے کہ ہندوؤں کے تینتیس کروڑ دیوی دیوتا ہیں اس کا آسان سا مفہوم یہ ہے کہ ہر ہندو کو اپنے اپنے خیال (मत) اور عادت (स्वभाव) کے مطابق اپنے مذہب کی پیروی و اطاعت کرنے کی مکمل آزادی ہے۔"[27]

اسی طرح مشہور ہندو مفکر رام دھاری سنگھ دِنکر (रामधारी सिंह दिनकर) رقم طراز ہیں کہ:

"اصل میں حضرت عیسیٰ نے جیسے عیسائیت کو اور حضرت محمد (ﷺ) نے جیسے اسلام کو جنم دیا، ہندو دھرم ٹھیک اسی طرح ایک شخص کی تخلیق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ کسی ہندو سے سوال کریں کہ تمہارا دھرم گرنتھ کونسا ہے تو وہ ایک دم کوئی ایک نام نہیں بتا پائے گا۔ اسی طرح اگر اس سے یہ دریافت کریں کہ تمہارا اوتار، مخصوص مذہبی رہنما، نبی یا پیغمبر کون ہے؟ تب بھی وہ کسی ایک کا نام نہیں لے سکے گا۔ کیونکہ ہندو دھرم نہ تو ایک مہاتما (महातमा) سے آیا ہے اور نہ کسی ایک فرقہ و جماعت سے۔ اصل میں ہندو دھرم کسی ایک عقیدہ و یقین پر قائم نہیں ہے بلکہ مختلف قوموں کے مذہبی عقائد و نظریات سے یہ وجود میں آیا ہے۔"[28]

مختصر یہ کہ ہندو دھرم کسی ایک عقیدے یا کسی متعین مذہبی اصول و قوانین کا مترادف و حامل نہیں بلکہ گوناگوں عقائد و نت نئے مذہبی دستور و احکام کا مرکب و منبع ہے گویا کہ ایک بحرِ ناپیدا

کنار یا عظیم سمندر ہے جس میں مختلف ندیاں ونہریں وقت وقت پر آ کر ملتی رہی ہیں۔

موجودہ ہندو دھرم یا اس کی مذہبی تہذیب کی تشکیل وترتیب کے وقت اس مقصد کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا گیا تھا کہ یہاں مختلف نسل، مختلف اقوام کے لوگ بود وباش اختیار کرتے ہیں جن کے مابین مذہبی اعتقادات ونظریات، عبادات اور طرزِ حیات کے لحاظ سے حد درجہ اختلاف و تضاد ہے، لہٰذا اس کی ایسی شکل وصورت تیار کی جائے کہ ہر ایک اس میں بخوبی ضم ہو جائے۔

رام دھاری سنگھ دِنکر اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ہندو تہذیب کی قوتِ ہاضمہ (पाचन शक्ति) بہت ہی طاقت ور مانی جاتی ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ جب آریا (आर्य) اس تہذیب (Culture) کی تشکیل کرنے لگے، تب ان کے سامنے مختلف اقوام کو ایک تہذیب میں ہضم وشامل کرنے کا سوال تھا جو ان کی آمد سے قبل ہی اس ملک میں آباد تھیں۔ اس لیے انھوں نے ابتداء سے ہی ہندو تہذیب (हिन्दू संस्कृति) کا ایسا لچیلا روپ پسند کیا، جو ہر ایک نئی تہذیب سے لپٹ کر اس کو اپنی بنا سکے۔ نیگرو سے لے کر ہوڑوں تک، اس ملک میں آنے والی سبھی اقوام اسی لچیلے پن کی وجہ سے ہندو سماج میں کھپ گئیں۔''[29]

مذکورہ بالا حقیقت کی ترجمانی ڈاکٹر بشمبر ناتھ پانڈے کی درج ذیل تحریر سے بھی ہوتی ہے۔ ''ہندوستانی زندگی کے اختلاف میں اتحاد' عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں:

''اس بات کی بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں، جسے ہم ہندو تہذیب (हिन्दू संस्कृति–सभ्यता) کہتے ہیں وہ کوئی خاص ویدوں والی نہیں ہے بلکہ آریوں سے پہلے کی خالص ہندوستانی تہذیب کے ساتھ مختلف تہذیبوں سے مل کر بنی ہے۔''[30]

اسی طرح ڈاکٹر پربھاکر ماچوے لکھتے ہیں:

''جب ہم ہندو دھرم کے بارے میں بولتے ہیں، تب اس کا مطلب کسی ایک دھرم سے نہیں ہوتا ہے۔ یہ کئی دھرموں کی ایک انجمن (संघ) ہے۔ جیسے ویشنو دھرم، شیو دھرم اور شاکت دھرم جو اپنے آپ میں مکمل دھرم ہیں۔''[31]

ہندوؤں کے معبود

ہندو کس کی پوجا کرتے ہیں اور کس کو اپنا معبود و خدا تسلیم کرتے ہیں؟ اس کا حل تلاش کرنا بہت ہی پیچیدہ مسئلہ بلکہ ایک معمہ ہے۔ اس لیے کہ ہندو ایک خدا کو ماننے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں اور لاتعداد خداؤں کے سامنے بھی اپنا سرخم تسلیم کرتے ہیں اور ان کو اپنا معبود قرار دیتے ہیں۔ یعنی ہندو ایک ایشور کو بھی مانتے ہیں اور کروڑوں دیوی دیوتاؤں کو بھی۔ وہ غیر مجسم خدا کی پوجا و بندگی کرسکتے ہیں اور مجسم خدا کی بھی۔ وہ برہما (ब्रहमा) کی عبادت کرسکتے ہیں اور وشنو (विष्णु) اور شو (शिव) کی بھی۔ وہ رام وکرشن کی پوجا کرسکتے ہیں اور باقی دیگر اوتاروں کی بھی۔ وہ پانی، پہاڑ، درخت اور سانپ وغیرہ کی بندگی کرسکتے ہیں اور دورِجدید کے جدید باباؤں کی بھی۔ اس کے علاوہ وہ کسی بھی دیوی دیوتا کو اپنی عقیدت کے پھول چڑھا سکتے ہیں۔ یہ اس کی اپنی مرضی اور خواہش پر موقوف ہے۔ وہ ایک ساتھ کتنے ہی دیوی دیوتاؤں کی بندگی (भक्ति) کرسکتا ہے۔ اس پر کسی طرح کی مذہبی پابندی نہیں ہے۔ یہ آزادی ہندو دھرم کی ایک بہت بڑی خصوصیت وخوبی تسلیم کی جاتی ہے، جو دیگر کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ جو شخص مندر میں جاکر کرشن یا رام کی آرتی (आरती) کرتا ہے وہ وہاں جاکر شو پر بھی جل چڑھاتا ہوا نظر آتا ہے اور آریا سماج میں جاکر ویدوں کے درس بھی سنتا دکھائی دیتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہندوؤں کو جتنی آزادی عبادت و بندگی کے بارے میں ہے اُتنی ہی آزادی کرم کانڈ (कर्मकाण्ड) یعنی مذہبی رسم ورواج اور وضع قطع وغیرہ کے بارے میں بھی ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کی تصدیق (विभिन धर्मों में ईश्वर कल्पना) وبھن دھرموں میں ایشور کی کلپنا کے دونوں مصنفین بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر پربھاکر ماچوے اور سریندر نارائن دفتوار لکھتے ہیں:

''ہندو دھرم میں شنکر کے ہر وصف سے بالا (निर्गुण) خدا (ब्रहम) اور رامانج کے ہر وصف سے متصف (सगुण) خدا (ब्रहम) دونوں کو تسلیم کیا گیا ہے۔ دونوں مساوی طور پر صحیح ہیں۔ یہ بھکت (भक्त) پر منحصر کرتا ہے کہ وہ وصف سے متصف

خدا کی پوجا کرے یا وصف سے عاری ایشور کی۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ دونوں دو مختلف نظریات سے حق ہو سکتے ہیں۔ ساتھ ہی جس طرح سے ایشور کا تصور کیا جاتا ہے اسی طرح سے اس کا دنیا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اگر وہ وصف والا خدا (ब्रहम) ہے تو وہ خالق کائنات (सृष्टि कर्ता) برہم، پرورش کرنے والا وشنو (णुवि) اور خاتمہ کرنے والا (संहारकर्ता) شو (शिव) ہے۔ لیکن اگر وہ وصف سے عاری (निर्गुण) خدا ہے تو ہر معاملہ میں جدوجہد سے اوپر اور حد بندی سے جدا ہے۔''[۳۲]

ہندو دھرم کا سارو بھوم تتو (हिन्दु धर्म का सार्वभौम तत्व) میں یہی بات سوامی انتیا نند کہتے نظر آتے ہیں:

''ہندو دھرم اعلیٰ حق (परमसत्य) کو شخصی اور غیر شخصی دونوں مانتا ہے۔ غیر جانبدار حکومت صرف غیر مجسم ہی نہیں مجسم (साकार) بھی ہے۔ ذاتی و شخصی ایشور کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے ذریعے انسانی سطح پر خدائی (दिव्यता) کا اظہار ہو۔ صرف ایشور نے ہی انسان کو اپنی تصویر و عکس کی صورت میں نہیں بنایا بلکہ انسان نے بھی بھگوان کو اپنے سانچے میں ڈھالا ہے۔ انسان نے ایشور کو انسانی جسم میں اعلیٰ صفات اور مراتب والا بنایا ہے۔ ایشور کو انتہائی خوبصورت، بے حد مہربان اور بے مثال فرحت و نشاط کا پیکر کہا جاتا ہے۔

ایشور فطرت (प्रकृति) کا مالک ہے۔ اسی سے ہر ایک زمانے (कल्प) میں کائنات کا وجود اور آخر میں فنا ہوتا ہے۔ ایک ہی ایشور مختلف شکلوں میں تمام مظاہر کو چلاتا ہے۔ برہم کے روپ میں تخلیق کرنا، وِشنو کے روپ میں قائم کرنا اور شیو کے روپ میں خاتمہ کرنا، اسی کا کام ہے۔ جن کی پوجا آج بھی لاکھوں ہندو کرتے ہیں۔ وِشنو کے پجاریوں کو ویشنو اور شو کے بھکتوں کو شیو کہا جاتا ہے۔''[۳۳]

سوامی جی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''حقیقت میں ہندو دھرم میں تمام دھرموں کی منظوری و قبولیت ہے۔ سبھی

دھرموں کی ترغیب اور مقصود صرف ایک ایشور ہونے کی وجہ سے ہندو دھرم انھیں مکمل قبول کرتا ہے۔ ہندو دھرم سب دھرموں کی ایکتا کو مانتا ہے۔ دھرم کے نام پر اس کا کسی سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔''[۴۴]

معلوم ہوا کہ عبادت و بندگی کے لحاظ سے ہر ہندو کو مکمل آزادی حاصل ہے۔ وہ اپنی صواب دید کے مطابق جس کی چاہے پوجا کرسکتا ہے۔ مذہبی اعتبار سے اس پر کوئی پابندی عائد نہیں ہوتی۔ حد تو یہ ہے کہ وہ ان کی بھی پوجا کرسکتا ہے جنھوں نے زندگی بھر ہندو دھرم کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کی انتھک جدوجہد کی اور ان کی بھی کہ جن کا قدیم ہندو مذہبی کتب میں کہیں کوئی تذکرہ نہیں۔

مشہور ہندو مفکر رام دھاری سنگھ دِنکر نے اس حقیقت کی بڑی عمدہ عکاسی کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ہندوؤں نے ان کو بھی اپنا معبود (पूज) مان لیا جو کسی وقت ہندو دھرم کے خلاف بغاوت کرنے کو اٹھے تھے۔ ہمارے مذہبی فلسفوں میں کافرانہ (नास्तिक) فلسفوں کی بھی کافی تعداد ہے اور سماج میں ان کا بھی احترام ہے۔ ہمارے قدیم شاعر نے راون (रावण) کا بھی تذکرہ اکثر مہاتما جیسی صفات کے ساتھ عزت سے کیا ہے۔ یہ ساری باتیں بتاتی ہیں کہ اس ملک میں شروع سے ہی دھرم کے معاملے میں بڑی ہی نرمی اور لچیلاپن اپنایا گیا ہے۔''

مزید آگے لکھتے ہیں:

''مختلف قوموں کے دیوی دیوتاؤں کے آملنے کی وجہ سے بہت سے دیوتاؤں کا ماننا (बहुदेववाद) ہندو دھرم کا اٹوٹ حصہ بن گیا۔ اس لیے سب ہندو کسی ایک دیوتا کو نہیں پوجتے ہیں۔ مختلف دیوی دیوتاؤں کے آنے سے ان کی عظمت و بزرگی کی کہانیاں بھی پرانوں میں آملیں، جس سے پران (पुराण) بھی کسی ایک سمت میں اشارہ کرنے میں ناکام ہیں۔''[۴۵]

ہندو دھرم کی قدیم تاریخ اور اس کے محققین و مفکرین کے مطابق ویدک دور میں مختلف

دیوتاؤں کے روپ میں یا مظاہر فطرت کی صورت میں ایک ہی ایشور کی پوجا کی جاتی تھی لیکن بعد میں اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوگئیں اور یہ عقیدہ قائم ہوگیا کہ ہندو قوم کے تین بڑے خدا ہیں اور اس کے بعد بہت سے دیوی دیوتاؤں اور درخت، پانی، آگ اور پتھر وغیرہ کی پوجا کا بھی رواج قائم ہوگیا جو در اصل قدیم ہندو دھرم کے بالکل منافی ہے۔

ویدوں کے عظیم دانشور، دھرم شاستر آچاریہ کرشن دت بھٹ اسی بابت لکھتے ہیں کہ:

''ویدک دور میں اوم، برہما، اندر اور ورون وغیرہ کے روپ میں ایک ہی پرمیشور کی پوجا چلتی تھی، بعد میں دنیا کی تخلیق، موجودہ حالت و قیام اور قیامت کو لے کر بھگوان کے برہما، وشنو اور مہیش روپ یعنی تین مورتیوں کی پوجا چل پڑی۔''[۳۶]

مسٹر رائے بہادر اصول دھرم شاستر میں کہتے ہیں کہ:

''ہندو دھرم کے تین بڑے خدا برہما جی، وشنو جی اور شیو جی ہیں۔ ہر دیوتا اپنی جگہ پر عظیم اور بڑا ہے اس لیے ان تینوں میں سے کسی ایک کی پوجا کرنی ہندو دھرم کا لازمی جزء ہے۔ اسی فکر نے آگے چل کر تین مورتی (मूरती) کا تصور دیا اور یہ کوشش کی گئی کہ چونکہ ہر دیوتا کا پجاری اپنے دیوتا کو ہی سب سے بڑا تصور کرتا ہے اس لیے ان تینوں کو یکجا کرنے اور ہندو قوم میں اتحاد پیدا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ان تینوں دیوتاؤں کو اکھٹا کر دیا جائے اور ان میں سے ہر ایک کی عظمت کو مساوی تسلیم کیا جائے۔ چنانچہ ان تینوں دیوتاؤں کو متحد کر کے اسے تری مورتی کی شکل دے دی گئی اور ان سب کو ایک ہی جسم کے ذریعے ظاہر کر کے اس پر تین الگ الگ سر لگا دیے گئے۔''[۳۷]

یہی حقیقت مشہور ہندو مفکر رام دھاری سنگھ دِنکر نے بہت واضح الفاظ میں پیش کی ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

''دیوی پوجا اور تنتر منتر بھی ویدک مت کے پاس باہر سے آکر کھڑے ہوئے ہیں۔ اصل ویدک مت کے آچاریہ لوگ اس کو دھرم شاستر اور ہندو تہذیب کے

خلاف ہی سمجھتے رہے ہیں۔

ہندو دھرم شاستروں کے مطابق گرام دیوتا کی پوجا منع ہے۔ گرام دیوتا اور دیویوں کے پجاریوں کو ''منوجی'' نے مختلف مقامات پر ذلیل وکمینہ کہا ہے۔ مگر گاؤں میں اب برہمن بھی بھوت پریت اور گرام دیوتا کی پوجا کرتے ہیں۔ اسی طرح آریہ اب تو پیڑوں کی بھی پوجا کرتے ہیں اور ندیوں کی بھی۔ تلسی، وٹ، پیپل اور بیل یہ پیڑ پاک مانے جاتے ہیں۔ ندیوں میں ہڈیوں کو نہ بہایا جائے تو روح کو سکون نہیں ملتا۔ کہیں کہیں پیپل کے پیڑ سے گھنٹے باندھنے کا بھی رواج ہے۔ یہ باتیں ویدوں میں تو نہیں تھیں پھر آریوں نے انھیں کہاں سے لیا۔''[۸۰]

ویدوں کو ہندو دھرم کا سب سے اہم و بنیادی سرچشمہ مانا جاتا ہے، لیکن یہ چاروں مقدس وید: رگ وید، یجر وید، سام وید اور اتھر وید بھی بعض ہندو اہلِ علم کے نزدیک مکمل طور سے شرک و بت پرستی (Polotheism) کی تعلیمات سے آراستہ ہیں۔ اور آریہ سماج، برھمو سماج اور بہت سے ہندو محققین و مذہبی مفکرین کے مطابق وید توحید (Monotheism) یا ایکشورواد کی ترجمانی کرتے ہیں۔

جو دانشور حضرات کہتے ہیں کہ وید مشرکانہ تعلیم سے مزین ہیں ان کا ماننا ہے کہ وید یا ویدی لوگ مختلف دیوی دیوتاؤں میں عقیدہ و یقین رکھتے تھے اور ''اگنی، مترا، اندر و ورون'' وغیرہ کے روپ میں بہت سے دیوتاؤں کی پوجا و جاپ کرتے تھے۔ بلکہ ویدوں کے بہت سے منتروں میں نہ صرف ان کا تذکرہ کیا گیا ہے بلکہ ان کی تعداد بھی بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ یجر وید میں ہے:

☆ دیوتا کل ۳۳ رہیں، ۱۱ رزمین پر ۱۱ رآسمان پر اور ۱۱ راوپر جنت میں۔

☆ رگ وید منڈل ۳ سوکت ۹ منتر ۹ میں کل تعداد ۳۳۴۰ بیان کی گئی ہے۔ اور رگ وید منڈل ۱۰ سوکت ۵۲ منتر ۶ میں بھی یہی تعداد ذکر کی گئی ہے۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ وید مشرکانہ تعلیم سے معمور ہیں۔ لیکن جو ہندو دھرم گرو و آچاریہ ویدوں یا ویدکی لوگوں کو موحد (एकेश्वर वादी) تسلیم کرتے ہیں وہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ سب علیحدہ علیحدہ خدا نہیں بلکہ اسی ایک ایشور کے صفاتی نام ہیں، جن کو الگ الگ خداؤں کا نام دیا جاتا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کیونکہ بعد میں ان دیوتاؤں کا لوگوں پر کوئی خاص اثر نہیں رہا اور

نہ ہی آج ہے۔

ویدوں، اپنشدوں اور دیگر ہندو دھرم گرنتھوں میں جو توحید کی تعلیمات بیان کی گئی ہیں ان کو ہم نے بالتفصیل ''ہندو دھرم میں تصورِ توحید'' کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے، یہاں مزید اس پر کچھ تحریر کرنا مناسب نہیں۔ مزید مطالعہ کے لیے وہاں رجوع فرمائیں۔

مختصر یہ کہ ہندو دھرم کی قدیم مذہبی تاریخ کے مطابق ویدوں کے زمانے میں بعض ہندو دھرم گروؤں و آچاریوں کے نزدیک ایک ایشور کی پوجا و بندگی کی جاتی تھی اور بعض ہندو محققین و مفکرین کے مطابق کائنات کے فطری و قدرتی مناظر اور قوتوں سے متعلق مختلف دیوی دیوتاؤں کو اہمیت حاصل تھی اور مظاہر فطرت کی عبادت کی جاتی تھی، لیکن بعد میں اس میں بنیادی تبدیلیاں ہوتی چلی گئیں۔

جب ہم اپنشدوں کے دور میں آتے ہیں اور اپنشدوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہاں پر ہمیں شرک (Polotheism) بھی توحید (Monotheism) یعنی ایکیشو رواد میں بدلتا ہوا نظر آتا ہے۔ اپنشد نے دو نئے ہندو فلسفی نظام (Philosophic System) کو بھی جنم دیا (۱) سماکار ادویتا (समाकार अद्वेता) اور (۲) رامانج وشوادویتا (रामानुज विश्वा अदवेता) پہلے کے مطابق ایشور نرگن (निर्गुण) ہے اور دوسرے کے مطابق خدا دنیا کو چلانے والا ہے اور یہ ہر جگہ موجود (Omnipresent) ہوتا ہے اور یہ سگن (सगुण) ہوتا ہے اور اس کو برھما (ब्रहमा) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

بعض ہندو علماء کا یہ بھی ماننا ہے کہ خدا (ईश्वर) کا کوئی روپ، رنگ یا آکار نہیں ہوتا ہے اور وہ نراکار (निराकार) ہے، وہ وقت سے بھی آگے اور بلند تر ہے اور لامحدود (Infinite) ہے اور بعض ہندو اہلِ علم کا عقیدہ ہے کہ وہ رنگ، روپ اور آکار سے متصف یعنی ساکار (साकार) اور محدود (Finite) ہے۔

اس تعلق سے جب ہم پرانوں، رامائن اور مہابھارت وغیرہ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہاں کچھ جدید دیوی دیوتا ہندوؤں کی زندگی پر مذہبی اعتبار سے حکومت کرتے نظر آتے ہیں جیسے برہما، وشنو اور شو اور ایک دیوی ماں ان کی مذہبی زندگی میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ جن میں سے اول

الذکر تین کو تری موورتی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

برہما وشنو اور شوا گرچہ بعد کے ویدک ادب میں بھی مذکور ہیں لیکن اس دور میں ان کی حیثیت نہ کہ برابر ہے۔ جبکہ مہابھارت، رامائن اور پرانوں وغیرہ میں ان کا نمایاں مقام نظر آتا ہے۔ برہما جس کو ویدک ادب کے آخری دور میں سب سے عظیم دیوتا کی شکل میں پیش کیا گیا ہے وہ رامائن اور مہابھارت کے عہد میں صرف کائنات کی تخلیق کے ذمہ دار کی حیثیت رکھتا ہے اور وشنو اور شو کے مقابلہ میں برہما اپنا درجہ بدستور کھوتا رہتا ہے۔ اور عوام کی عقیدت کے اصل مرکز اور مذہبی عظمت و تقدس کے اصل حقدار وشنو اور شو ارتقاء کی منازل طے کرتے رہتے ہیں۔

ہندوؤں میں تری موورتی کا تصور بہت مشہور ہے جس میں برہما کائنات کی تخلیق کا مالک ہے، وشنو کائنات کی بقاء اور پرورش کا ذمہ دار ہے جس کی شخصیت کے تصور میں جمال کا پہلو غالب ہے اور شو یا مہیش اپنی صفات کے لحاظ سے قہر وجلال کا نمونہ ہے اور کائنات کی تباہی و قیامت کا ذمہ دار ہے۔ وشنو اگر اپنی ہمدردانہ صفات سے دلوں کی تسلی و تشفی کا ذریعہ بنتا ہے اور لوگوں کے دلوں پر ہمدردی کے باعث راج کرتا ہے تو شو اپنی بے نیازی، قہر وجلال سے دلوں کو دہلا کر لوگوں کے سروں کو اپنے سامنے جھکوا لیتا ہے۔

جدید ہندو دھرم کا یہ بھی ماننا ہے کہ زمین پر جو بھی برائیاں جب بھی جنم لیں گی تب وشنو اوتار لیں گے اور برائیوں کا خاتمہ کریں گے اس سے قبل بھی وہ کئی بار اوتار لے چکے ہیں۔[۳۹] یہ اوتار کبھی جانور مچھلی، کچھوا، سور اور شیر وغیرہ کے روپ میں لیا اور کبھی عجیب وغریب خلقت یعنی جسم انسان کا سر شیر کا، جسم انسان کا اور سر گھوڑے کا روپ میں۔ انھوں نے کیسے لوگوں کا بھلا، پاپوں کا خاتمہ اور دھرم کا قیام کیا ہوگا، سمجھ سے بالاتر ہے؟ اور چار بار انسان کی شکل میں اوتار لیا، جو کہ پرشورام، رام، کرشن اور بدھ مانے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مستقبل میں اپنا دسواں اوتار بھی لیں گے۔ حالانکہ بہت سے دھرم آچاریوں کی تحقیق کی روشنی میں وہ ہو چکے ہیں، جیسا کہ کلکی اوتار عنوان کے ضمن میں آپ مطالعہ فرمائیں گے۔

وشنو اور شو کی طرح کسی نہ کسی صورت میں دیوی ماں کی پرستش بھی موجودہ ہندو دھرم کا مقبول ترین تصور ہے۔ دیوی ماں کے مظاہر میں پاروتی یعنی شو کی بیوی کی حیثیت، کالی ماتا کی

اہمیت، تانترک فرقہ کی دیوی بھیروں کی حیثیت جو بھوانی کی صورت میں جرائم پیشہ لوگوں کی معبود سمجھی جاتی ہے اور ماں شیروں والی کی اہمیت کافی اہم ہے۔

خدا (ईश्वर) کے متعلق ہندوؤں میں دو فکریں دو نظریے اور پائے جاتے ہیں (۱) شنکر آچاریہ کا نظریہ اور (۲) بلبھ آچاریہ کا نظریہ۔

شنکر آچاریہ نے کہا کہ صرف برھم یعنی خدا ہی حق (सत्य) اور دنیا جگت باطل ہے۔ اور بلبھ آچاریہ نے کہا کہ جیسے مکڑی اپنے چاروں طرف جالا بن لیتی ہے یہی برہم اور کائنات کے باہمی تعلق کی حقیقت ہے۔ تمام کائنات برہم ہی سے نکلتی ہے۔ یا جیسے چھوٹی چھوٹی چنگاریاں آگ سے اڑتی ہیں اسی طرح (ایشور) آتمن سے تمام عالمین، دیوتا، ارواح حیوانی اور تمام زندہ مخلوقات ظاہر ہوئی ہیں۔ [۴۲] منڈک اپنشد ۱-۱-۷ میں جس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

> ''جس طرح مکڑی باہر سے کوئی شئ نہیں لیتی اپنے اندر سے ہی تاریں نکال کر جالا بناتی ہے اور آپ ہی اس میں کھیلتی ہے ویسے ہی برھما اپنے میں سے عالم بنا کر، خود عالم کی شکل اختیار کر کے آپ ہی اس میں کھیل رہا ہے۔ بس برھما نے خواہش کی کہ میں بہت سی شکلوں والا ہو جاؤں اور صرف ارادے سے ہی دنیا کی صورت والا بن گیا۔''

اس تصور اور فکر کے مبلغین میں بڑے بڑے نام شامل ہیں۔ معمولی ترمیم کے ساتھ سبھی نے مذکورہ بالا دونوں آچاریوں میں سے کسی ایک کے نظریے کو اختیار کیا ہے۔ ان کے اعتبار سے ہر نظر آنے والی شے فریب ہے۔ لہٰذا برہم ہی برہم ہے یا ہر چیز میں برہم کا جزء ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے یہ دونوں غلط نظریات ہیں۔ کائنات میں کائنات خدا یا برھم یا اس کا جزء نہیں ہے بلکہ برہم الگ ہے اور کائنات الگ۔ خدا نے اپنے جز سے کائنات نہیں پیدا کی بلکہ اپنی قوتِ متخیلہ یا علم یا کن فیکون حکم سے اس کی تخلیق فرمائی۔ اس کی تصدیق رگ وید منڈل ۱۰، سوکت ۱۲۹، منتر ۳ اور ۴، منواسمرتی ادھیائے ۱، اشلوک ۶ سے بھی ہوتی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ''ہندو دھرم میں تصورِ توحید'' عنوان کو ملاحظہ فرمائیں۔

ہندوؤں کے معبود (ईश्वर) کے سلسلے میں جب ہم موجودہ ہندو اور ہندو دھرم کے سب

سے مقبول و مشہور دھرم گرنتھ بھگوت گیتا کا مطالعہ کرتے ہیں، تو اس کی تعلیمات کی رو سے خدا ایک ذی شعور اور طاقت ور ہے، جو ہمیشہ سے موجود ہے وہ نہ صرف اس کائنات سے ممتاز ہے بلکہ انسانوں کی غیر فانی روح سے بھی اس کی ذات بالکل الگ ہے۔ اس طرح وہ ایک روح تو ہے لیکن انسانوں جیسی نہیں۔ بھگوت گیتا کے مطابق خدا کی دو فطرتیں ہیں ایک اعلیٰ اور دوسری ادنیٰ۔ پہلی فطرت ایک اعلیٰ روحانی طاقت ہے جس پر کائنات کے قیام کا دارومدار ہے۔ جبکہ دوسری فطرت مادّیت ہے یعنی اس میں مادّہ کے خواص موجود ہیں۔ گیتا کی تعلیم کی روشنی میں خدا (ईश्वर) کے تمام افعال و اعمال کائنات کی بھلائی کے لیے ہوتے ہیں، اس کی اپنی نہ کوئی غرض ہوتی ہے اور نہ کوئی مقصد۔ دنیا میں جب برائیوں کا غلبہ ہو جاتا ہے تو خدا ایک نئی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے تا کہ نیکی اور خیر کو ترقی حاصل ہو۔ (ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ، ص ۶۹، ڈاکٹر عبدالرشید)

خلاصہ یہ کہ ہندو دھرم میں واضح طور پر توحید کے ساتھ شرک و بت پرستی بخوبی نظر آتی ہے جیسا کہ ویدوں، اپنشدوں اور گیتا وغیرہ کے بہت سے منتروں و اشلوکوں سے ثابت ہے۔ ہندو دھرم برہما، وشنو، مہیش یا شیو، کرشن، رام اور مختلف دیوتاؤں پر یقین رکھتا ہے اور انھیں خداؤں کا درجہ دیتا ہے لیکن وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ وہ ایشور کے بھیجے ہوئے اوتار یا دوت ہیں اور ان سب کے پیچھے ایک ہی خدا جلوہ فرما و کارساز ہے۔

ہندو دھرم کا عقیدۂ توحید ناقص ہے

ہندو دھرم کے بہت سے محققین اور دھرم آچاریہ یہ کہتے ہیں کہ ہندو دھرم درحقیقت توحید (ऐकेश्वरवाद) کا علمبردار و ترجمان ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہندو دھرم کے جملہ دیوتا بالخصوص برہما، وشنو اور شِو جن کی جداگانہ صفات و خصوصیات کا ذکر ہندو دھرم شاستروں میں کیا گیا ہے ان سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہ علاحدہ علاحدہ خدا یا ایشور ہیں بلکہ سارے دیوتا خاص طور سے یہ تینوں ایک ہی ایشور کے مختلف صفاتی نام ہیں۔ جن صفات پر لوگوں نے علاحدہ علاحدہ دیوی دیوتا بنا لیے ہیں۔ یعنی جب وہ پیدا کرتا ہے تو اس کا نام خالق یا برھما ہوتا ہے، تربیت و پرورش کی وجہ سے اس کو وشنو یا رب کہا جاتا ہے اور وہی فنا و قیامت کا مالک ہے، اس وجہ سے اس کو ممیت

یا شو کہا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

یہ حقیقت یہ ہے کہ ویدوں اور اپنشدوں میں ایسے سیکڑوں منتر موجود ہیں کہ جن میں واضح طور پر توحید کی تعلیمات بیان کی گئی ہیں، صرف اور صرف ایک ایشور کی عبادت و بندگی کی ہدایت و نصیحت کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود ان کی توحید ناقص و نامکمل ثابت ہوتی ہے۔ اور وہ اس لیے کہ توحید کا مطلب صرف خدا کو ایک مان لینا ہی نہیں ہے بلکہ یہ بھی لازمی وضروری ہے کہ اس کی صفات اس کے افعال کسی غیر میں اُسی طرح نہ مانے جائیں۔ مثلاً خدا کی ایک صفت اس کا واجب الوجود اور قدیم ہونا یعنی اپنے وجود میں کسی غیر کا محتاج نہ ہونا ہے لیکن ہندو دھرم میں روح (आत्मा) اور مادّہ (प्रकृति) کو بھی کسی کی تخلیق نہیں مانا جاتا ہے بلکہ ان کو بھی واجب الوجود سمجھا گیا ہے، حالانکہ حقیقت میں یہ صرف اور صرف خدائے وحدہٗ لاشریک کی صفت ہے۔ چنانچہ ویدوں میں مذکور ہے کہ:

☆ برہم اور جیو (روح) دونوں چیتنا (علم ذاتی) اور پرورش وغیرہ صفات سے یکساں ویا پیہ (व्याप्य) اور ویا پک (व्यापक) یعنی تکمیل یا مکمل کرنے کے رشتے سے جڑے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھی ہونے سے ازلی ابدی ہیں۔

☆ شویتا پسر ۴-۴ (श्वेता: पसर 4-4) میں ہے کہ:

''مادہ، جیو اور پرماتما تینوں غیر مخلوق ہیں یعنی یہی تینوں ساری کائنات کی علت ہیں لیکن ان کی کوئی علت نہیں۔ اس ازلی مادہ کو ازلی جیو بھوگتا ہوا اس میں غلطاں رہتا ہے اور پرماتما نہ تو اس کا بھوگ کرتا ہے اور نہ ہی اس میں غلطاں ہوتا ہے۔''

ویدوں کے عظیم محقق و مبلغ دیانند سرسوتی کے نزدیک بھی ویدوں کی تعلیم کی رو سے ایشور، جیو اور عالم کی علت (مادّہ) یہ تینوں اشیا ازلی ہیں۔[۱۲]

روح (Soul) اور مادّہ (Matter) کو ازلی وابدلی (Endless) ماننے کی صورت میں نتیجہ یہ اخذ ہوگا کہ کائنات کی کوئی بھی شے خالص خدا کی بنائی ہوئی نہیں ہے۔ کیونکہ ہر چیز کے بنانے میں مادہ کی ضرورت ہے اور جاندار اشیاء میں روح کی بھی اور یہ دونوں چیزیں خدا کی تخلیق نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ ابدی و دائمی ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتیں تو معاذ اللہ خدا کچھ بھی نہیں بنا سکتا تھا اور

کائنات کی تخلیق ممکن نہ ہوتی۔ نیز اس سے یہ بھی مترشح ومتبادر ہوتا ہے کہ جب ہم خالص خدا کے بنائے ہوئے نہیں تو ہم پر اس کی عبادت بھی واجب نہیں۔ اور جب عبادت واجب نہیں تو ہمارا مقصدِ تخلیق بھی کچھ باقی نہیں رہتا کیونکہ عبادت و بندگی کے وجوب کی سب سے بڑی وجہ یہی تو ہے کہ وہ ہمارا خالق ہے۔

اس طرح صاف ظاہر ہے کہ ان کا عقیدۂ توحید ناقص و نامکمل ہے۔

بہت سے خدا کیسے بنائے گئے؟

فطری طور پر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہت سے خدا یا دیوتا کیسے وجود میں آئے اور مورتی پوجا کیوں شروع ہوئی؟ اس سلسلے میں جب ہم قرآن پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ بڑے واضح الفاظ میں اس گتھی کو سلجھاتا ہوا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ (سورہ نوح، آیت ۲۳)

''اور (کافروں کے سردار عوام سے) بولے کہ ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا وڈ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔''

یہ حضرتِ نوح علیہ السلام کی قوم کے بتوں کے نام ہیں جنھیں وہ پوجتے تھے۔ بت تو ان کے نزدیک بہت سے تھے مگر یہ پانچ ان کے نزدیک بڑی عظمت و بزرگی والے تھے۔ [۴۲]

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے بہت سی تفسیری روایات واقوال بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ تفسیر ابنِ کثیر میں ہے:

''یہ سب بت دراصل قومِ نوح کے صالح، بزرگ، عابد، اولیاء اللہ اور حضرتِ آدم اور حضرت نوح کے سچے تابعِ فرمان لوگ تھے، جن کی پیروی اور لوگ بھی کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد شیطان نے اس زمانے کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ وہ ان بزرگوں کی عبادت گاہوں میں ان کی کوئی یادگار قائم کریں۔ اس کے لیے اگر ان کی تصویریں بنالیں تو عبادت میں خوب دلچسپی

رہے گی اور شوقِ عبادت ان بزرگوں کی صورتیں دیکھ کر بڑھتا رہے گا۔ چنانچہ
ایسا ہی کیا اور ہر بزرگ کے نام پر انھیں مشہور کیا۔ جب تک یہ لوگ زندہ رہے
ان کی پوجا نہ ہوئی لیکن ان کے گزر جانے کے بعد اور علم اُٹھ جانے کے بعد جو
نسلیں آئیں تو شیطان نے انھیں یہ سبق پڑھایا کہ تمہارے بزرگ ان کی پوجاو
عبادت کرتے تھے اور انھیں سے بارش وغیرہ مانگتے تھے۔ چنانچہ جہالت کی وجہ
سے انھوں نے باقاعدہ ان بزرگوں کی تصویروں کی پرستش شروع کردی۔'' [۴۳]

دوسری روایت میں حضرت عبداللہ ابنِ عباس سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام
کے ۴۰ بچے تھے، ۲۰ لڑکے، ۲۰ لڑکیاں، ان میں سے جن کی عمریں بڑی ہوئیں، ان میں
ہابیل، قابیل، صالح اور عبدالرحمن تھے جن کا پہلا نام عبدالحارث تھا اور وڈ تھا جنھیں شیث اور ہبۃ
اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ تمام برادران نے سرداری انھیں کو سونپ رکھی تھی۔ ان کی اولاد یہ چاروں
تھے یعنی سواع، یغوث، یعوق اور نسر۔ حضرت آدم علیہ السلام کی علالت کے وقت ان کی اولاد
یغوث، یعوق، سواع اور نسر تھی۔ وڈ ان سب میں بڑا اور سب سے نیک سلوک تھا۔ [۴۴]

اسی طرح صحیح بخاری اور تفسیر خازن میں ہے کہ:

''مورتی پوجا کی شروعات نیک وصالح لوگوں کی تصویروں سے ہوئی۔ ہوا یوں
کہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بہت
اچھے ونیک لوگ تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے اقارب واحباب کو بہت
زیادہ رنج وغم ہوا اور وہ اتنے غمگین وافسردہ ہوئے کہ سب کاروبار چھوڑ کر انھیں
یاد کرنے لگے، تو ایک دن شیطان نے انسانی شکل میں آکر ان کے ماننے
والوں سے کہا کہ تم ان کی تصویریں بنا کر ان کی محفلوں ومجلسوں میں لگادو اور
انھیں ان کے نام سے پکارو تا کہ تمہارا رنج وغم دور ہو۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا
اور سلسلہ کافی عرصۂ دراز تک چلتا رہا۔ پھر جب اُس زمانے کے لوگ گزر گئے
اور ان کے بارے میں کوئی بتانے والا نہیں رہا تو شیطان نے موقع غنیمت جان
کر ان کی اولادوں سے کہا کہ یہ تمہارے آباء واجداد کے خدا و دیوتا ہیں۔

تمہارے آباء واجداد ان کی پوجا کرتے تھے۔ یہ سن کر لوگوں نے انھیں اپنا خدا سمجھ لیا اور ان کی پوجا و بندگی شروع کردی۔[45] پھر اس کے بعد شیطان نے موقع غنیمت جان کر از راہِ ہمدردی لوگوں سے کہا تم سب کو یہاں آنا پڑتا ہے اس لیے یہ بہتر ہوگا کہ میں ان کی بہت سی تصویریں بنادوں تاکہ تم انھیں اپنے گھروں میں ہی رکھ لو، وہ اس پر بھی راضی ہوگئے اور یہ بھی ہوگیا۔ اصل واقعہ سب بھول گئے اور بت پرستی میں مشغول ہوگئے۔''[46]

قرآن وحدیث کے علاوہ انسانی مذاہب کی قدیم تاریخ سے بھی یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ابتداء میں لوگ ایک خدا، ایک مالک یا ایک طاقت پر عقیدہ رکھتے اور اس کی عبادت و بندگی کرتے تھے، لیکن دھیرے دھیرے اس میں تبدیلی وترمیم ہوتی رہی اور اس طرح بہت سے معبودانِ باطل وجود میں آگئے اور ان کی مورتیاں قائم ہوگئیں۔ چنانچہ ڈاکٹر پربھاکر ماچوے اور سریندر نارائن دفتوار لکھتے ہیں:

''دھیرے دھیرے کسی پتھر یا درخت میں انسانی شکل دیکھی جانے لگی، اور مورتی کا ارتقاء کلاؤں (कला) کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہوا، بلکہ ہر کلا کی ایک دیوی کی کلپنا (تصور) کی گئی۔ اب مورتی کلا میں ہر دیوی دیوتا کے لیے مخصوص علامتی نشانی اہم ہونے لگے جیسے آرٹیمس (आर्टेमिस) کا دھنوش مشہور تھا۔ کلاکار مورتی میں شان وشوکت، عظمت اور اہمیت ظاہر کرنے لگے۔ چوتھی صدی قبل مسیح تک مورتیوں میں انسانی اور خدائی فرق واضح ہے۔ یعنی مختلف دیوتاؤں کی کلپنا کے پیچھے یونانیوں نے ایک کوئی اونچی اور گہری ایشور کلپنا بھی کرلی تھی۔ یہی طاقت انسانی زندگی کو ہر طرح سے اپنے ماتحت چلاتی تھی۔''[47]

مزید آگے لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں ایشور یا دیوتا کی کلپنا کے ارتقاء کا تصور ویدوں سے شروع ہوتا ہے۔ رگوید میں دھیوس (द्यौस) مروت، اندر، اگنی وغیرہ کے ثبوت ملتے ہیں۔ یہ سب فطرت وقدرت کے اہم عناصر کے خدائی روپ ہیں۔ بعد کے منتروں

(ऋचा) میں اُدِتی، پرجاپتی، ہرنے گربھ جیسی غیر مجسم، ذہنی کلپناؤں کے مورتی روپ یا مجسمے ملتے ہیں۔ اب ان میں راز و حکمت بھی، شان و شوکت اور سخاوت و رحم دلی کے ساتھ ساتھ شامل ہوتی ہے۔ پجاری کا معبود کے لیے تعلق بھی بدلتا جاتا ہے۔''[۴۸]

کہیں کہیں ان کی پوجا چوپایوں اور پرندوں کی صورت میں بھی کی جاتی ہے جیسے مچھلی، کچھوا، سور اور شیر وغیرہ کی شکلوں میں۔ لیکن یہ بعد کے روپ میں۔ کہیں کہیں یہ دیوتا عظیم بادشاہ یا شہنشاہ عالم (चकवर्ती राजा) کے روپ میں ہیں جیسے رام۔ ہوسکتا ہے تاریخی مظاہر نے پرانوں کا روپ قبول کرلیا ہو۔[۴۹]

برہمن گرنتھوں کے زمانے تک آتے آتے دیوتاؤں کی پوجا کے طریقے کا نظم بہت تفصیل کے ساتھ واضح کیا گیا۔ گرام دیوتا، خاندانی دیوتا بھی اس میں جوڑے گئے۔ دیوی دیوتاؤں کی کئی طرح کی اور قسمیں بن گئیں۔ اب دیوتاؤں کو خوش کرنے کے کئی منتر بنے، کفارہ (प्रायश्चित) اور پاپ سے نجات کے لیے مختلف دیوتاؤں کو پکارا جانے لگا۔ ذات پات کے فرق کے مطابق بھی دیوتاؤں کے علاحدہ علاحدہ روپ بنائے گئے۔ اب سادھوؤں، منیوں اور رشیوں نے عبادت و ریاضت سے آرنیک گرنتھ (आरण्यक) تصنیف کیے اور اس میں صبر، جسمانی سزا و تکلیف اور نفس کو مارنا جیسی بہت سی چیزیں ہندو دھرم میں گھس پڑیں۔[۵۰]

ڈایونشیس کی اور دیگر کتھاؤں سے پتہ چلتا ہے کہ کئی دیوتاؤں کی موت ہوتی ہے، پھر ان کا دوبارہ جنم بھی ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ انسان نے اپنی ہی زندگی کے سکھ، دکھ، رنج اور خوشی کا بہت زیادہ مسرور اور پُرلطف روپ دیوی دیوتاؤں کی کلپنا کی صورت میں قائم کیا ہے۔[۵۱]

مذکورہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ جہالت و کم علمی، دنیوی عیش و عشرت، نفسانی خواہشات اور ذہنی و قلبی تسکین، جیسی وجوہات کے پیش نظر بہت سے دیوی دیوتاؤں اور معبودانِ باطل نے جنم لیا۔ گویا کہ لوگوں نے اپنے مفاد اور اپنے مادّی اغراض و مقاصد کے لیے بہت سے دیوی، دیوتاؤں اور خداؤں کو ایجاد کیا۔ اس تاریخی حقیقت کی تصدیق عہدِ حاضر کے سب سے مشہور و مقبول ہندو دھرم گرنتھ گیتا سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ بھگوت گیتا میں

کہا گیا ہے کہ:

कामैस्तैस्तैर्हृतज्ञाना: प्रपद्यन्ते ऽ न्यदेवता: ।

तं तं नियममास्थाय प्रकृत्या नियता: स्वया ।। [۵۲]

''جن کی عقل دنیوی خواہشات کے ذریعے ماری گئی ہے، وہ دیوتاؤں کی پناہ میں جاتے ہیں اور وہ اپنی اپنی عادت (स्वभाव)، چال چلن کے مطابق پوجا کے خاص طور طریقوں (विधि–विधान) کا پالن کرتے ہیں۔'' [۵۳]

ترجمہ:۲ ''اُن اُن خواہشات کی خواہش کے ذریعے جن کا علم چھینا جا چکا ہے وہ لوگ اپنے چال چلن اور عادت سے متاثر ہوکر اُس اُس طریقے (नियम) کو قبول کر کے دوسرے دیوتاؤں کو پوجتے ہیں۔'' [۵۴]

अकाम: सर्वकामो वा मोक्षकाम उदारधी: ।

तीव्रेण भक्तियोगेन यजेत पुरुषं परम् ।। (भागवत 2. 3. 90)

''جو کم عقل ہیں اور جنھوں نے اپنی روحانی فکر و طاقت کھودی ہے وہ دنیاوی خواہشات کی فوری طور پر تکمیل کے لیے دیوتاؤں کی شرن میں جاتے ہیں، عام طور سے ایسے لوگ ایشور کی شرن میں نہیں جاتے کیونکہ وہ ارذل اور کمتر صفات والے ہوتے ہیں، اس لیے وہ مختلف دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں۔'' [۵۵]

अव्यक्तं व्यक्तिमापन्नं मन्यन्ते मामबुद्धय: ।

परं भावमजानन्तो ममाव्ययमनुत्तमम् ।।

ترجمہ:۱ ''کم عقل لوگ دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں اور انھیں حاصل ہونے والے انعام محدود اور حقیر ہوتے ہیں۔ دیوتاؤں کی پوجا کرنے والے دیوتاؤں کے پاس جاتے ہیں لیکن میرے بھکت آخر کار میرے اعلیٰ مقام کو حاصل ہوتے ہیں۔'' [۵۶]

ترجمہ:۲ ''لیکن اُن کم عقل والوں کا وہ پھل ہلاکت آمیز ہے اور وہ دیوتاؤں کو پوجنے والے دیوتاؤں کو حاصل ہوتے ہیں اور میرے بھکت چاہے جیسے ہی

پوجیں آخر کار وہ مجھ کو ہی حاصل ہوتے ہیں۔''[57]

ایک خدائے واحد کی پوجا کیوں ضروری ہے اس کی وجہ گیتا میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

''جو دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں وہ دیوتاؤں تک پہونچتے ہیں، آباء و اجداد کے پجاری آباء واجداد تک پہونچتے ہیں، شیاطین (بھوت) کو پوجنے والے بھوت پریت تک پہونچتے ہیں اور میری پوجا کرنے والے مجھ تک پہونچتے ہیں، میرے پجاری دوبارہ جنم نہیں لیتے اور وہ میرے ساتھ رہتے ہیں۔''(गीता, अ० 9, श्लो०25)

بھگوت گیتا کے ان اشلوکوں سے صاف ظاہر ہے کہ جن کی عقلوں پر دنیاوی خواہشات کے دبیز پردے پڑ گئے تھے، جن کی علمی صلاحیت ختم ہو چکی تھی اور جن کی روحانی حالت مخدوش ہو چکی تھی، انھوں نے بہت سے دیوتاؤں کی پوجا کا آغاز کیا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اور یہ سلسلہ کیوں جاری و ساری ہوا، لوگ ایک خدا کی عبادت و بندگی کے ساتھ یا اس سے کنارہ کش ہو کر دوسرے خداؤں یا دیوتاؤں کی طرف کیوں راغب و متوجہ ہوئے؟ اس کی وضاحت ہندو دھرم کے عظیم محقق علامہ بیرونی نے بڑے عمدہ انداز میں کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ویدوں کے عقیدۂ توحید (एकेश्वरवाद) کو تسلیم کرنے کے باوجود ہندو لوگ ہر اس چیز کو جو جلیل القدر ہو اور شرافت و کرامت کی حامل ہو اس کے لیے الٰہ کا لفظ بے دریغ استعمال کرتے تھے یہاں تک کہ فلک بوس پہاڑوں، بڑے بڑے دریاؤں اور اس قسم کی دوسری اشیاء کو بھی الٰہ کہا جانے لگا تھا۔ بعد میں آنے والے لوگوں نے اس فرق کو بھی ختم کر دیا اور اربابِ فضل و کمال کو اور دوسری نفع بخش یا ضرر رساں اور طاقت ور اشیاء کو خدا سمجھ لیا گیا اور خدائے وحدہٗ لاشریک کے بجائے ان کی پوجا کی جانے لگی اور ان کے نام کی قربانیاں دی جانے لگیں۔''[58]

مختصر یہ کہ اسی وجہ سے آج ہندو لوگ مشہور تین خدا اور چند دیوی دیوتاؤں وغیرہ پر اعتقاد و یقین اور ان کی پوجا کے ساتھ ایک ایشور ایک پرماتما پر بھی عقیدہ و یقین رکھتے ہیں۔ گویا کہ موجودہ عام ہندو دھرم اور عام ہندو عقیدے کے مطابق ساری کائنات کا سربراہ ایک اور اعلیٰ

خدا ہے، جس پر کائنات کی بقا اور نشو ونما کا دار و مدار ہے، جو کچھ چھوٹے درجے کے خداؤں کی مدد سے حکومت کر رہا ہے۔ جو در حقیقت اس کی صفات کے مظاہر ہیں۔ اس طرح ہندو مت بنیادی طور پر توحید کا ترجمان ہے۔ ہندو سب خداؤں کو ایک خدا میں سمیٹ دیتے ہیں۔ ہندوؤں کے خدا یا دیوتا بہت سے معاملات میں آزاد بھی ہیں، ان میں آپس میں رقابت و دشمنی اور مخالفت بھی ہوئی ہے اور آپس میں دست و گریباں و معرکہ آرائی جیسے حالات سے بھی واسطہ پڑا ہے۔

ذاتی وطبقاتی نظام (वर्ण व्यवस्था)

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندوؤں کا مذہبی نظام ہو یا سماجی نظام ہر ایک کا انحصار ذات پات کے نظام (Caste System) پر قائم ہے، جو ہندو دھرم میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے ارد گرد سارے مذہبی و معاشرتی احکام و مسائل اور معاملات گردش کرتے ہیں اور اسی کے مطابق ایک ذات یا ایک طبقے کا انسان دوسری ذات و طبقے کے انسان سے رہن سہن، شادی بیاہ، غذا و خوراک، وضع و قطع، بود و باش، حرفت و پیشہ اور معاملات و معمولات میں ایک دوسرے سے سلوک کرتا ہے۔ خاص طور سے شودر سے تو انتہائی حقارت و ذلت کا برتاؤ کیا جاتا ہے کیونکہ دھرم گرنتھوں کے فرامین و احکام کے بموجب ادنیٰ ذات والا چاہے کیسا ہی قابل اور نیک سیرت کیوں نہ ہو کبھی اعلیٰ و اشرف ذات میں عزت نہیں پا سکتا اسی طرح اعلیٰ ذات والا کتنا ہی جاہل اور بد کردار کیوں نہ ہو اپنی ذات سے نیچے نہیں گرایا جا سکتا۔

اشرف و ارذل، اعلیٰ و ادنیٰ کا فرق ہندو دھرم میں جنم و پیدائش سے ہی ہوتا ہے۔ گویا کہ ذاتی و طبقاتی اعتبار سے عدم مساوات و امتیازی فرق ہندو دھرم کا خصوصی امتیاز ہے۔ اسی کے تحت جملہ مذہبی و سماجی احکام و قوانین کا دستور مرتب و متعین کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ ذات پات کا نظام مٹا دیا جائے تو ہندو دھرم کی ساری عمارت ریت کے ڈھیر کی مانند بکھر جائے گی۔ چنانچہ ویدوں میں ہے:

☆ ”برہمن منھ کی طرح یعنی منھ سے پیدا ہے، چھتری بازو کی طرح یعنی بازو سے پیدا ہے، ویش پیٹ کے مثل یعنی پیٹ سے پیدا ہے اور شودر پیر کی طرح یعنی پیر سے پیدا

ہے۔"[۵۹]

منواسمرتی میں ہے:

☆ "وہ (یعنی ذات پات کا فرق) ہر دور میں ریاضت اور بیج کے اثر سے جنم سے ہی انسانوں کے بیچ افضلیت اور ارذلیت کو پہنچتے ہیں۔"[۶۰]

☆ دنیا کی ترقی کے لیے منہ، بازو، ران اور پیر سے بالترتیب برہمن، چھتری، ویش اور شودر کو پیدا کیا۔[۶۱]

☆ برہمن کا کامیابی ظاہر کرنے والا، چھتری کا بہادری ظاہر کرنے والا، ویش کا مالداری ظاہر کرنے والا اور شودر کا مذمت ظاہر کرنا والا نام رکھنا چاہیے۔[۶۲]

ہندوؤں کی چاروں نسل اور چاروں ذات کو مذہبی و سماجی اعتبار سے کون کون سے کام کرنے کا حق حاصل ہے، اس کے متعلق منواسمرتی میں ہے:

> "برہمن کے لیے پڑھنا پڑھانا، یگ کرنا یگ کرانا، دان دینا دان لینا یہ چھے کام مقرر کیے ہیں۔ چھتریوں کے لیے اختصار سے رعایا کی حفاظت، دان دینا، یگ کرنا، پڑھنا اور گیت و رقص وغیرہ میں مشغول نہ ہونا یہ پانچ کام متعین کیے ہیں۔ جانوروں کی حفاظت کرنا، دان دینا، یگ کرنا، پڑھنا، روزگار کرنا، سود پر روپیہ دینا اور کھیتی کرنا یہ ویشیوں کے کام ہیں۔ برہما نے مذکورہ بالا تینوں نسلوں اور ذاتوں کی تعریف کے گیت گاتے ہوئے خدمت کرنا یہ ایک ہی کام شودروں کے لیے مقرر کیا ہے۔"[۶۳]

خلاصہ یہ کہ ہندو دھرم کی بنیاد ذاتی و طبقاتی نظام (Caste System) پر قائم ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے اس نظام کو ضرور اپنے سامنے رکھنا ہوگا۔ حد تو یہ ہے کہ ایک وقت دیوتا، موسم، جانور اور سمتیں وغیرہ بھی اسی نظام کے تحت منقسم ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر پانڈورنگ وامن کانٹرے لکھتے ہیں کہ:

> "ذات پات کا نظام (वर्ण व्यवस्था) برہمن گرنتھوں کے وقت میں اتنا مضبوط ہو گیا تھا کہ دیوتاؤں میں بھی ذات کے لحاظ سے تقسیم ہوگئی تھی۔ اگنی اور برہسپتی

دیوتاؤں میں برہمن تھے، اندر، ورون اور یم چھتری تھے، وسو، رودر، وشودیو اور مرُوت ویش تھے اور پوشا شودر تھا۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ موسم بہار برہمن ہے موسم گرما چھتری ہے اور موسم باراں ویش ہے۔''[۹۴]

اسی طرح کہا گیا ہے کہ شمال (उत्तर दिशा) برہمن ہے، مشرق (पूरब) چھتری ہے، مغرب (पच्छिम) ویش ہے اور جنوب (दक्षिण) شودر ہے۔ گائے برہمن ہے، شیر چھتری ہے، بیل بھینس ویش ہے اور سور و کتا شودر ہے۔

اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے ''ہندو دھرم کی اخلاقی اقدار'' کے تحت بیان کردہ ''مساوات و برابری'' عنوان کا مطالعہ فرمائیں۔

زندگی کے چار مدارج (चार आश्रम)

ہندو دھرم گرنتھوں نے ہر ایک ہندو کی زندگی کو مذہبی اعتبار سے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور انسان کی درمیانی عمر ۱۰۰ رسال مان کر زندگی کو پچیس پچیس سال کے حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ جنھیں آشرم کہتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) برہمچریہ آشرم:

جس میں انسان ۲۵ رسال کی عمر تک ضبط نفس کرتے ہوئے گرو و استاد کی خدمت و صحبت میں رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ دھرم گرنتھوں کا مطالعہ کرتا ہے بالخصوص ویدوں کو حفظ کرتا ہے۔ ان کے معانی و مفاہیم سمجھتا ہے اور مذہبی اسرار و رموز سیکھتا ہے۔

(۲) گرہستھ آشرم:

اس میں انسان شادی کر کے گھر والا ہو جاتا ہے اور خانگی فرائض و ذمہ داری ادا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ویدوں کا مطالعہ، دیوتاؤں کے لیے بلی و یگ، آباء و اجداد کی طرف سے شرادھ (نذر و نیاز)، مہمان نوازی، صدقہ و خیرات اور پرندوں کو سیراب کرنا اس کے فرائض میں

داخل ہے۔ نیز اولاد پیدا کر کے آباء واجداد کے قرض سے سبکدوش ہونا اور یگ وغیرہ ادا کر کے دیوتاؤں کے قرض سے نجات پانا بھی اس کی ذمہ داری میں شامل ہے۔

(۳) وَن پرستھ آشرم:

جب انسان اپنے سر پر سفید بال دیکھتا ہے اور جسم پر جھریاں محسوس کرتا ہے تو زندگی کے وِن پرستھ حصے میں داخل ہوجاتا ہے اور جنگل میں زندگی گزارتا ہے۔ عبادت وریاضت میں زندگی بسر کرتا ہے اور ارنیک نامی مذہبی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے۔

(۴) سنیاس آشرم:

جب انسان سماجی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوجاتا ہے اور خاندانی تعلق ختم کر کے جنگل میں کٹیا بنا کر رہتا ہے تب زندگی کا تیسرا حصہ گزار کر باقی زندگی کو سنیاسی کے طور پر گزارتا ہے۔ یہ زندگی کا آخری حصہ کہلاتا ہے اس میں تعلقات ختم کر کے باقی زندگی فقیرانہ انداز میں بنا کسی جگہ مستقل قیام کیے گزارتا ہے۔ گویا کہ چاروں طرف گشت کرتا رہتا ہے اور خود کو نجات کے حصول کے لیے وقف کر دیتا ہے اور مذہبی غور وفکر اور تبلیغ وتعلیم کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے۔[۶۵]

خیال رہے کہ آشرم کا نظام بھی پہلی تین ذاتوں کے لیے خاص ہے۔ شودر کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس کی نجات کے لیے خانگی زندگی اور اعلیٰ ذات والوں کی خدمت کافی ہے۔

زندگی کے چار مقاصد

ہندو دھرم گرنتھوں میں مذہبی اعتبار سے زندگی کے چار مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔ جن کا حصول ہر ہندو کے لیے ضروری ہے۔

(۱) دھرم:

یعنی مذہبی اصول اور مذہبی احکام وقوانین پر مبنی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنا۔

(۲) ارتھ:

یعنی مال و دولت اور قوت و طاقت حاصل کرنا۔

(۳) کام:

یعنی زندگی کی تمام نعمتوں اور عیش و آرام کی چیزوں سے لطف اندوزی کرنا۔

(۴) موکش:

یعنی کرم اور تناسخ کے چکر سے نجات اور ابدی مسرت و شادمانی حاصل کرنا۔

حلول و تناسخ یا آواگمن

دنیا کے ہر مذہب اور اس کے متبعین کا ایک خصوصی شعار ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کو دوسرے مذاہب و ملل سے ممتاز جانا جاتا ہے۔ مثلاً مسلمانوں کا شعار کلمۂ شہادت، عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث اور یہودیوں کا یوم سبت کی تقدیس ہے۔ اسی طرح تناسخ (Theory of Transmigration) ہندو دھرم کا خصوصی شعار ہے۔ اس کو حلول کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

تناسخ و حلول یا آواگمن ہندو دھرم کا ایسا عقیدہ ہے جو تمام ہندوؤں میں مشترکہ طور پر مسلم ہے۔ جس کا معنیٰ ہے کہ انسان فوت ہونے کے بعد ایک دوسری شکل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اس عقیدہ کی بنیاد یہ ہے کہ ہندوؤں کا ماننا ہے کہ روحوں کی تعداد لاتعداد ہے اور خدا نئی روح پیدا نہیں کرسکتا کیونکہ ان کے نزدیک یہ بھی ازلی و ابدی ہے۔ اس وجہ سے ہر روح کو اس کے گناہ کی وجہ سے آواگمن کے چکر میں ڈال رکھا ہے اور ہر گناہ کے بدلے میں روح ایک لاکھ چوراسی ہزار مختلف شکلوں میں جنم لیتی ہے۔ یعنی ان کے نزدیک دنیا میں حیوانات، نباتات، جمادات، دنیا میں اختلاف اور انسانوں کا مرض اور تکلیف و پریشانی میں مبتلا ہونا سب گزشتہ گناہوں کی وجہ سے ہے۔ گویا اعمالِ بد کا پھل پانے کے لیے بھی دوسرا جنم ہوتا ہے۔ [۶۶]

عقیدہ تناسخ وحلول کے بارے میں ویدوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ویدوں کے دور میں یہ عقیدہ نہیں تھا۔ ابتداء میں ان کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد انسانی روح ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں داخل ہو جاتی ہے پھر مرنے کے بعد اس دوسرے جسم کو چھوڑ کر کسی نئے جسم کو اپنا مسکن بنا لیتی ہے اور یہ سلسلہ دائمی طور پر جاری رہتا ہے۔ بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ جو لوگ گناہ کرتے ہیں انھیں مہادیوتا ورون (वरुण) زمین کے سب سے نچلے حصے میں ایک خوفناک جگہ دوزخ میں ڈال دیتا ہے اور جو لوگ نیکی و پارسائی کی زندگی بسر کرتے ہیں ورون انھیں بہترین جنت (स्वर्ग) میں جگہ عطا کرتا ہے جہاں وہ ہمیشہ راحت و مسرت سے اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ لیکن ویدوں کے عہد کے بعد یا آریوں کے ہندوستان آنے کے بعد ہندوؤں کا یہ عقیدہ ختم ہو گیا۔ انھوں نے ہندوستان کی قدیم قوم دراوڑوں کو تناسخ وحلول کا قائل و معتقد پایا تو وہ بھی اس پر ایمان لے آئے اور اس طرح ان میں بھی یہ عقیدہ راسخ ہو گیا کہ موت کے بعد ایک نئی دنیاوی اور زمینی زندگی کی شروعات ہوتی ہے، جس میں انسان کو اپنے گزشتہ جنم کے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اگر گزشتہ جنم میں نیک اعمال کیے ہوں گے تو تو آئندہ جنم بہتر و اچھی شکل میں ہو گا اور اگر اعمالِ بد کیے ہوں گے تو بد سے بدتر روپ میں جنم ہو گا۔ اور وہ کسی چوپائے، پرندے، درخت، پھل اور پھول وغیرہ کے روپ میں بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ اعلیٰ ذات کا برہمن بھی بن سکتا ہے اور کتا، سور اور گدھ وغیرہ بھی ہو سکتا ہے۔[67] چنانچہ ویوگ ہری اپنی کتاب ''ہندو دھرم'' میں لکھتے ہیں:

> ''ہمارے رشیوں اور آچاریوں نے بتایا ہے کہ ہر ایک جاندار اپنے اعمال (कर्म) کے مطابق دوبارہ جنم لیتا ہے اور ویسا ہی پھل بھوگتا ہے۔ گزشتہ جنم کے اعمال کا پھل اس جنم میں اور اس جنم کے کرموں کا پھل آئندہ جنم میں بھوگنا پڑ سکتا ہے۔ اس نظام سے شک کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور نیک کام کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ ایسی ترغیب کہ دوبارہ جنم کے بندھن سے آزادی مل جائے یا پھر اپنے اعمال (कर्म) کے اچھے پھل ملیں۔ یہ ضروری نہیں کہ انسان موت کے بعد انسان کے روپ میں ہی دوبارہ جنم لے گا بلکہ لاکھوں شرمگاہوں (योनि) میں

سے کسی بھی شرمگاہ میں جنم لیا جا سکتا ہے۔ یہ اس کے اعمال پر منحصر ہے۔''[۶۸]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ویدک عہد میں یہ عقیدہ نہیں تھا تو پھر بعد میں یہ عقیدہ کیسے وجود میں آیا؟ اور اس کے پس منظر میں کیا عوامل کارفرما تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چند ایسے اعتراضات تھے جوان کے ذہنوں کو پریشان رکھتے تھے جس کا تسلی بخش جواب انھیں عقیدۂ تناسخ وحلول میں نظر آیا۔ وہ مشاہدہ کرتے کہ ایک انسان عزت وعیش کی زندگی بسر کر رہا ہے اور دوسرا شخص انتہائی مصائب و آلام اور غربت و افلاس کی زندگی بسر کر رہا ہے، تو کوئی دوسری طرح کی تکالیف میں گرفتار ہے۔ اس کی وہ کوئی توجیہ وتوضیح نہیں کر سکتے تھے اس لیے انھوں نے اس عقیدے کو اپنا کر اپنے ذہنی شکوک وشبہات اور فکری تشویش کا حل ومداوا کیا۔ چنانچہ ویوگ ہری کہتے ہیں:

> ''کبھی کبھی کہا جاتا ہے کہ کام تو ہم اچھے کرتے ہیں، پھر بھی برے پھل بھوگنے پڑتے ہیں اور طرح طرح کی تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہیں اس کے برعکس بھی دیکھنے میں آتا ہے۔ برے کام کرنے پر بھی کچھ لوگ اچھے پھل بھوگتے ہیں۔ یہ صاف طور پر تضاد کی بات ہے۔ لیکن اس سے عمل کے اصول (कर्म सिद्धांत) میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمارے رشیوں نے بتایا ہے کہ ہر ایک جاندار اپنے اعمال (कर्म) کے مطابق دوبارہ جنم لیتا ہے اور ویسا ہی پھل بھوگتا ہے۔''[۶۹]

مختصر یہ کہ عقیدۂ تناسخ وحلول ہندو دھرم کا اہم جزء ہے۔ اس عقیدے کی ایجاد وتخلیق ہندو رشیوں اور آچاریوں نے بھلے ہی اپنے ذہنی شکوک وشبہات اور فکری تشویش کے ازالے کے لیے کی ہو لیکن اس سے بہت سی خرابیاں معرضِ وجود میں آئی ہیں۔ مثلاً:

☆ اسی عقیدے نے ہندوؤں میں ''تقدیر پرستی'' کا مرض پیدا کیا ہے کیونکہ جب یہ بات طے شدہ ہے کہ انسان کی تقدیر ونصیب اس کے گزشتہ جنم کے اعمال سے متعین ہوگی اور کسی بھی طرح وہ تبدیل نہیں ہو سکتی تو پھر وہ کس طرح بہادر، حوصلہ مند اور نیک و پارسا انسان کا کردار ادا کر سکتا ہے؟

☆ اس عقیدے سے رحم و ہمدردی کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ جب ہم کسی کو اذیت

ناک تکلیف میں گرفتار دیکھیں گے تو دل میں یہ خیال ضرور آئے گا کہ اس نے لازمی طور پر گزشتہ جنم میں اعمالِ بد کیے ہوں گے، جن کی یہ سزا پا رہا ہے۔ اور پھر اس کی مدد کرنے کا جذبہ بیدار نہیں ہوگا۔

☆ اس عقیدے سے انسان گناہ کے ارتکاب میں دلیر و بے باک ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہی انجام ہوگا کہ مجھے آئندہ جنم میں جانور بنا دیا جائے گا۔ اور یہ میرے لیے اور بہتر ہے کہ جانوروں کو کوئی فکر و غم نہیں ہوتا۔

☆ اس عقیدے سے خدا کا بلا جرم بتلائے ہوئے سزا دینا لازم آئے گا۔ جس سے معاذ اللہ خدا بے انصاف ثابت ہوتا ہے۔

☆ اور اس عقیدے سے یہ بھی دل میں وسوسہ پیدا ہوگا کہ شاید خدا خود چاہتا ہے کہ لوگ برے کام کر کے بری یونی (योनि) میں جنم لیتے رہیں تا کہ استعمالی جانوروں میں کمی واقع نہ ہو۔

مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ سائنس کی رو سے بھی یہ عقیدہ باطل ہے۔ کیونکہ سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کی پیدائش سے کروڑوں سال پہلے دنیا میں صرف جمادات، نباتات اور حیوانات ہی آباد تھے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حیوانات اور نباتات وغیرہ انسانی اعمال کے نتائج نہیں۔ کیونکہ یہ ضروری و لازمی چیز ہے کہ نسل انسانی سے پہلے نباتات اور حیوانات موجود ہوں۔ اگر ان اشیاء کی موجودگی سے قبل انسان پیدا ہوتا تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا اور جب انسان نہ تھا تو اعمال بھی نہ تھے۔ لہذا حیوانات اور نباتات انسانی اعمال کا نتیجہ ہرگز نہیں۔ [۷]

نجات و کامیابی (मुक्ति)

ہندو دھرم کا بنیادی مسئلہ تناسخ یا آواگمن کے ختم نہ ہونے والے چکر سے نجات و مکتی پانا ہے۔ یعنی کسی طرح بار بار نئے روپ میں جنم لینے کے چکر سے نجات و آزادی مل جائے۔ ہندوؤں کے تمام فرقے اس بارے میں متفق نظر آتے ہیں۔

مختلف ہندو دھرم شاستروں اور دھرم گروؤں کے نزدیک اس کے حصول کے تین

طریقے ہیں: (۱) راہِ عمل (कर्म मार्ग)

(۲) راہِ علم (जनान मार्ग)

(۳) راہِ ریاضت (भक्ति)۔

سبھی ہندو فرقے ان تینوں کی اہمیت وافادیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنے پیروکاروں پر ان کی اتباع و پیروی ضروری جانتے ہیں۔ راہِ عمل (Karama marga) پر سب سے پہلے زمانے میں زور دیا گیا۔ پھر راہِ علم (Janana marga) کو عروج ملا اور سب سے آخر میں راہِ ریاضت (Baakti marga) کو ترقی واہمیت حاصل ہوئی، یہاں تک کہ یہ اول الذکر دونوں طریقوں پر غالب آ گئی۔

ہندو دھرم میں نجات کے ان تینوں طریقوں کا کیا مطلب وکیا مفہوم ہے؟ اس کو ہم بطورِ اختصار علاحدہ علاحدہ بیان کریں گے۔

(۱) (कर्म मार्ग) راہِ عمل Karma Marga

راہِ عمل کو قربانی (बलि) بھی کہا جاتا ہے۔ اور قربانی یا بلی کا تصور ہندو دھرم میں زمانہ قدیم سے محبوب رہا ہے۔ یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس سے انسان دیوتاؤں کے قریب ہوجاتا ہے۔ سب سے پہلے عمل کا راستہ ویدوں نے بتایا اور برہمن، کلپ سوتر اور میمانسہ میں اس کی وضاحت وتشریح اور تدوین ہوئی اور پھر مہابھارت اور پرانوں نے اس کو عام شہرت ومقبولیت عطا کی۔ مختصر یہ کہ عمل (कर्म) ایک ایسا طریقہ ہے جس سے انسان دیوتاؤں کے قریب ہوجاتا ہے۔ ویدوں کا مطالعہ، انسانوں کی خدمت اور قربانی عمل کے راستے ہیں۔ قربانی کا تصور ہندو دھرم میں کثرت سے ہے اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا عمل ایسا نہیں ہے، جو دیوتاؤں کو خوش کرے اور نجات ومکتی کو ممکن بنائے۔ اس عمل کے پس منظر میں یہ فلسفہ کارفرما ہے کہ جب خالقِ کائنات کی طاقت وقوت عملِ تخلیق سے کمزور پڑ جاتی ہے تو دیوتا قربانی کے ذریعے اس کمزوری کو دور کرتے ہیں۔ قربانی ہی وہ ذریعہ ہے جس سے دیوتا خوش ہوکر انسانوں پر مہربان ہوجاتے ہیں اور دنیا و آخرت کی برکتیں ونعمتیں عطا کرتے ہیں۔ جتنا قربانی میں خلوص ہوگا اتنا ہی دیوتا خوشی سے سرفراز

کریں گے۔ گویا کہ قربانی ہی وہ فعل ہے جس سے دنیا و آخرت کی برکات میسر آتی ہیں۔

قربانیاں مختلف اقسام کی ہیں (۱) فرض و مقررہ (नित्य) (۲) فرض اور غیر مقررہ (नियमत्तिका) اور (۳) تیسرے اختیاری (कामय:) اس کے علاوہ خانگی و گھریلو قربانیاں بھی ہیں جن کو گرھیا (ग्रहय:) کہتے ہیں اور جن کا تعلق افراد سے ہے۔ ویدوں کے زمانے میں جو قربانیاں دی جاتی تھیں وہ جانوروں، پھلوں، دودھ اور روٹیوں پر مشتمل ہوتی تھیں لیکن جانوروں کی قربانی مذہبی رسوم سے ختم ہوگئی اور اسمرتی کے پیروکار صرف وہی قربانی ادا کرتے تھے جس میں خون نہیں بہایا جاتا تھا۔

عمل کے تعین و تقرر کے لیے معاشرہ کو چار قسموں (वर्ण) میں تقسیم کیا گیا اور ہر قسم یعنی ہر ذات و نسل کے لیے علاحدہ علاحدہ عمل مقرر کیے گئے۔ جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں تحریر کر چکے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ذاتی و طبقاتی نظام اور ان کے اعمال و فرائض کی بناء پر طے کیا گیا کہ برہمن کو نجات حصول علم میں ہے، چھتری کی مکتی بہادری کے کارنامے دکھانے میں، ویش کی آزادی کثرت سے غلہ پیدا کرنے اور محنت کرنے میں اور شودر کی صرف اور صرف اعلیٰ ذاتوں کی خدمت کرنے میں نجات ہے۔ یعنی راہِ عمل (Karama marga) سے مراد یہ ہے کہ نتائج سے بے پرواہ ہو کر انسان دیوتاؤں کے نام کی قربانیاں کرے، چاروں ذاتوں کے لوگ اپنے اپنے فرائض بے غرض اور بے لوث ہو کر انجام دیں۔ اس طرح آخر میں نجات سے بہرہ ور ہوں گے۔[۱]

(۲)(ज्ञान मार्ग) راہِ علم Janana Marga

ویدوں اور برہمنوں نے راہِ عمل پر جب بہت زور دیا اور آواگمن اور عمل کے نظریات نے جنم لیا تو ہندو محققین و مفکرین نے یہ محسوس کیا کہ صرف راہِ عمل اختیار کرنے سے صحیح معنیٰ میں نجات نہیں مل سکتی۔ نیز راہِ عمل یعنی قربانی کی وجہ سے سماج میں برہمنوں کو بہت زیادہ اہمیت و فوقیت حاصل ہوگئی تھی، انسانی سماج و معاشرہ میں بے چینی و انتشار پھیل گیا تھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر ہندو محققین و مفکرین نے راہِ علم اور راہِ ریاضت کے راستے اختیار کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ راہِ علم (ज्ञान मार्ग) کا سرچشمہ اپنشدوں کو قرار دیا اور یہ ضابطہ متعین کیا کہ انسان صرف

لاعلمی وجہل کی وجہ سے عمل کے جال میں نہ پھنسا رہے، بلکہ وہ علم اور معرفت بھی حاصل کرے۔
اس طریقۂ فکر کی بنیاد یہ قرار پائی کہ انسان کے مصائب وتکالیف کا باعث جہالت ہے اور جہالت کو علم کے نور وروشنی سے رفع کیا جا سکتا ہے۔ علم کا مطلب یہ ہے کہ انسان اولین یا ابتدائی روح (आत्मा) سے جدا نہیں ہے بلکہ اس کا ایک حصہ ہے۔ انسان اور روح کا تعلق دریا اور سمندر کی طرح ہے جس طرح دریا اپنی منزل طے کر کے سمندر میں فنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسانی ذات بھی آخر کار برہمن آتما (اعلیٰ روح) میں مل جاتی ہے اور اس طرح وحدت الوجود کا علم ''علم الیقین'' ہے اور نجات کا باعث ہے۔

راہِ علم کا بنیادی تصور یا فکر جو آج بھی ہندوستان میں مؤثر ہے وہ آتمن (روح) کا برہما (روح کل) سے وحدت واتصال ہے۔ برہما واحد، منفرد، بے مثال، قائم بالذات اور ازلی وابدی ہے، وہ ناقابلِ تغیر وتبدل ہے اس لیے وہ مختلف حصوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔[۲۷]

ہندو دھرم شاستروں نے علم ومعرفت کے حصول کے لیے انسان کی معیاری عمر ۱۰۰ ارسال متعین کی ہے اور ان کو زندگی کے چار مدارج یا مراحل میں تقسیم کیا ہے، جس کو ورن آشرم (वर्ण आश्रम) کہتے ہیں۔ جس کو ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔ گویا کہ راہِ علم سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی روح کو روحِ کل یا روحِ اعلیٰ میں جذب کر دے اور زندگی کے چاروں مدارج کے اصول واحکام کی تعمیل وتکمیل کا فریضہ انجام دے تبھی وہ حقیقی نجات (मुक्ति) سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

(۳) راہِ ریاضت (भक्ति मार्ग)

بھکتی کا مطلب یہ ہے کہ خود کو ایک شخصی دیوتا کے ساتھ منسوب کرنا یعنی محبت کے جذ کے ساتھ ایک شخصی دیوتا کی پوجا کرنا، ایک شخصی خدا پر ذاتی ایمان اور عقیدہ رکھنا، اس سے حد درجہ محبت کرنا، جیسی انسان سے ہوتی ہے اور ہر شے کو اس کی خدمت کے لیے وقف کر دینا اور اس ذریعہ سے نجات (मुक्ति) حاصل کرنا نہ کہ اعمال یا قربانی یا علم سے، ایسی محبت جو آقا کی صفات کا علم حاصل کرنے کے بعد قابلِ پرستش ہستی پر مرکوز ہو جائے۔[۲۸]

راہِ ریاضت (Bhakti marga) کا تعلق جذبات سے ہے اور اس کی بنیاد میں شعور

انسانی کے احساساتی پہلو میں جلوہ گر ہیں جیسا کہ راہِ علم کی جڑیں ذہنی حصہ میں اور راہِ عمل کی جڑیں قوتِ ارادی کے حصے میں موجود ہیں۔

بھکتی کا مرجع و ماخذ وید ہی ہیں۔ ابتداء میں راہِ ریاضت پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی لیکن بعد میں راہِ ریاضت نے اول الذکر دونوں طریقوں یا راہوں پر امتیازی فوقیت حاصل کر لی اور یہ طریقہ مقبول و مشہور ہو گیا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ علم حاصل کرنا ہر انسان کے بس میں نہیں لہٰذا جوگی اور سنیاسی اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

راہِ ریاضت (भक्ति मार्ग) کی فکر و مزاج توحید پرستی ہے، جس کی بنیاد بھگوت گیتا ہے، جس میں کرشن مہاراج تعلیم دیتے ہیں:

☆ ہمہ تن عقیدت سے ہی خدا کو پا سکتے ہیں۔[74]

☆ عقیدت مند خدا ہی کی ہستی میں رہتے اور جیتے ہیں۔[75]

☆ عقیدت سے ہی خدا کو دیکھا اور پہچانا جا سکتا ہے اور اس سے یکجائی ہو سکتی ہے۔[76]

☆ عقیدت کا مطلب تمام اعمال کو اسی سے منسوب کرنا ہے۔[77]

☆ عقیدت ہی عارفانہ رویت اور حالتِ وحدت کے حصول کا ذریعہ ہے، عقیدت مند خدا کا محبوب ہے۔[78]

اِن اشلوکوں سے صاف ظاہر ہے کہ راہِ ریاضت کے مطابق لازمی ہے کہ ایک شخصی خدا ہو اور اس سے کامل محبت و عقیدت کا اظہار کیا جائے، اس کے سہارے زندگی گزار دی جائے اور خود کو اس کی ذات میں پیوست سمجھا جائے۔ اس مرحلے سے گزرنے کے بعد انسان نجات سے سرفراز ہوگا۔

مختصر یہ کہ ہندو دھرم کے مطابق انسان کی زندگی کا اہم مقصد نجات و آزادی (मुक्ति–मोक्ष) ہے۔ دیگر دھرم گرنتھوں کے ساتھ اس کو گیتا میں بہت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، جیسے:

☆ ایشور سے متعلق عمل و ریاضت میں محو ہو کر جو شخص ''اوم'' (ऊँम) لفظ کا ورد کرتے ہوئے ایشور کا دھیان کرتا ہے اور اپنے جسم کو چھوڑتا ہے تو وہ شخص یقینی طور پر اعلیٰ مقام یعنی روحانی دنیا کو پاتا ہے۔ (گیتا، ادھیائے ۸، اشلوک، ۱۳)

☆ اے ارجن! جو شخص صرف میری یاد میں مستغرق ہو کر ہمیشہ مجھ اعلیٰ وحق کا ذکر کرتا ہے، اس عابد (योगी) کے لیے میں سہل الحصول ہوں۔ یعنی اس کو میں بہت آسانی سے مل جاتا ہوں۔ (گیتا، ادھیائے ۸، اشلوک ۱۴)

☆ مجھے حاصل کر کے اعلیٰ مرتبے والے لوگ جو عابد و زاہد (भक्ति योगी) ہیں کبھی بھی تکالیف و مصائب سے معمور اس عارضی و فانی دنیا میں نہیں آتے، کیونکہ ان کو عظیم کامیابی (परम सिद्धि) حاصل ہو چکی ہوتی ہے۔ (گیتا، ادھیائے ۸، اشلوک ۱۱)

☆ اس دنیا میں عالمِ بالا (स्वर्ग) سے لے کر عالمِ اسفل تمام عالم مصائب و تکالیف کا گھر ہیں۔ جہاں جنم اور موت کا چکر لگا رہتا ہے لیکن جو مجھ ایشور کے مقام کو حاصل کر لیتا ہے وہ پھر دوبارہ کبھی جنم نہیں لیتا۔ (گیتا، ادھیائے ۸، اشلوک ۱۶)

☆ جو ویدوں کا مطالعہ کرتے اور سوم رس پیتے ہیں وہ جنت (स्वर्ग) کے حصول کی جستجو کرتے ہوئے غیر ظاہری طور پر میری ہی پوجا کرتے ہیں۔ وہ اعمالِ بد سے پاک ہو کر اندر کے پاک جنتی مقام میں جاتے ہیں جہاں وہ دیوتاؤں کی طرح خدائی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (گیتا، ادھیائے ۹، اشلوک ۲۰)

☆ اس طرح جب وہ پجاری وسیع و عظیم جنتی احساس والے عیش و آرام سے لطف اندوز ہو جاتے ہیں اور ان کے اعمال نیک کے انعامات کمزور ہو جاتے ہیں تو وہ اس فانی دنیا میں دوبارہ لوٹ آتے ہیں۔ اس طرح جو تینوں ویدوں کے اصول میں قائم رہ کر احساس والے عیش و آرام کی جستجو کرتے ہیں انھیں جنم اور موت کا چکر ہی مل پاتا ہے یعنی وہ بار بار آواگمن سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ (گیتا، ادھیائے ۹، اشلوک ۲۱)

سولہا سنسکار (16 संस्कार)

ہندو دھرم شاستروں کے مطابق ہندوؤں کے ۱۶ر مذہبی سنسکار ہیں۔ جب سے انسان حمل (गर्भ) میں آتا ہے اس وقت سے موت تک یہ سنسکار زندگی کے مختلف موقعوں پر ادا کیے جاتے ہیں۔ جن کا مختصر بیان حسب ذیل ہے:

۱-استقرارِ حمل(गर्भाधान संस्कार)

جب بچہ حمل میں آتا ہے یا نطفہ قرار پاتا ہے تو اس کے تحفظ کے لیے ۱۶رویں دن برہمن کو بلا کر یہ سنسکار کرایا جاتا ہے تا کہ حمل خراب یا ساقط نہ ہو جائے۔

۲-اطمینان حمل(पुंसवन संस्कार)

جب یہ معلوم ہو جائے کہ عورت حاملہ ہوگئی ہے اور اس کے حاملہ ہونے کا یقین ہو جائے تو دوسرے یا تیسرے ماہ میں یہ سنسکار کراتے ہیں تا کہ بچے کو طاقت و بہادری حاصل ہو۔

۳-انبساطِ والدہ(सीमन्तोन्नयन संस्कार)

حاملہ عورت کا دل خوش رہے اور حمل قائم رہے اس مقصد سے یہ سنسکار کیا جاتا ہے اور استقرارِ حمل سے چوتھے مہینے کے شکل پکچھ یعنی چاند کے مہینے کے پہلے پندرہ دن میں یہ سنسکار ہوتا ہے۔

۴-ولادت(जातकर्म संस्कार)

یہ بچے کی ولادت کا سنسکار ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد کیا جاتا ہے۔ اور ماں کا دودھ منہ میں دیا جاتا ہے۔ اگر لڑکا پیدا ہو تو یگ وھوم کرا کے گھی، شہد سے سونے کی سلاخ سے بچے کی زبان پر اوم لکھا جاتا ہے۔

۵-نام رکھنا(नामकरण संस्कार)

اس سنسکار میں بچے کا نام رکھا جاتا ہے۔ پیدائش کے دوسرے سال میں داخل ہوتے ہی ولادت کے دن نام رکھنے کا یہ سنسکار ادا کیا جاتا ہے۔

۶-گھر سے باہر نکالنا(निष्कमण संस्कार)

یہ بچے کو گھر سے باہر نکالنے کا سنسکار ہے۔ بچے کو اکثر چوتھے ماہ میں گھر سے باہر نکالتے ہیں۔ جس تاریخ کو پیدائش ہو اسی تاریخ کو یہ سنسکار کرنا چاہیے۔ اس دن یگ کیا جاتا ہے اور وید منتروں کا جاپ بچے کے کان میں سنایا جاتا ہے۔

۷-اناج دینا(अन्नप्रसान संस्कार)

اس دن بچے کو پہلی بار اناج استعمال کرایا جاتا ہے۔ یہ سنسکار بچے کے جنم کے چھٹے ماہ میں کیا جاتا ہے۔اس دن گھی سے ملا بھات، دہی، شہد سے ملا اناج استعمال کراتے ہیں۔ پجاری منتر پڑھتا ہےاور بچے کے منہ میں ڈالتا ہے۔

۸-بال کٹانا(चूड़ाकर्म संस्कार)

اس کو بال کاٹنے کا سنسکار کہتے ہیں۔ بچے کے جنم کے ایک سال یا تیسرے سال میں بال منڈوائے جاتے ہیں۔اس میں منتروں کے ساتھ بال بھگوئے جاتے ہیں اور منتروں کے ساتھ ہی کاٹے جاتے ہیں اور گوشالہ، ندی یا تالاب کے کنارے دفن کر دیے جاتے ہیں۔

۹-کان یا ناک چھیدنا(कर्ण वेद्य संस्कार)

اس میں لڑکے یا لڑکی کا ناک یا کان چھیدا جاتا ہے۔ یہ سنسکار ولادت کے تیسرے یا پانچویں سال میں کیا جاتا ہے۔اس دن کان یا ناک چھید کر اس میں کچھ دوا لگاتے ہیں۔منتر پڑھتے اور یگ کرتے ہیں۔

۱۰-جنیو پہننا(उपनयन संस्कार)

جس دن حمل رہا ہو یا جنم ہوا ہو اس دن سے برہمن کے آٹھویں، چھتری کے ۱۱رویں اور ویش کے ۱۲رویں سال میں یا بالترتیب ۱۶، ۲۲، ۲۴ کی عمر سے پہلے اُپنین سنسکار ضرور کریں یعنی نوجوان کو جنیو پہنائیں۔جنیو اس بٹے ہوئے دھاگے کو کہتے ہیں جسے ہندو بدھی کی طرح گلے میں ڈالے رہتے ہیں۔اس سنسکار کے دن برہمن، چھتری اور ویش کا دوسرا جنم مانا جاتا ہے۔اس سے یہ لوگ خالص ہندو بنتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ تینوں دوج (द्विज) کہلاتے ہیں۔دھرم شاستروں کے مطابق برہمن کا موسمِ بہار، چھتری کا موسم گرما اور ویش کا موسمِ سرما میں یہ سنسکار ہونا چاہیے۔ یہ سنسکار شودر کے لیے ممنوع ہے۔

۱۱-ویدوں کا پڑھنا(वेदारम्भ संस्कार)

اپنین سنسکار کے دن ہی یہ سنسکار کیا جاتا ہے، گائتری منتر سے لے کر چاروں

ویدوں کے پڑھنے کا عزم وعہد لیا جاتا ہے۔اوم نام کا جاپ اور وید شاستر، پران، اسمرتی اور دھرم سوتر کے دیے گئے دستور ونظام کی پیروی کرنے کا وعدہ واقرار کرایا جاتا ہے۔

۱۲-ویدوں کی تعلیم سے فراغت (समावर्तन संस्कार)

اسکول یا کالج کی تعلیم چھوڑ کر گھریلو زندگی کی طرف آنا، اس وقت کے سنسکار کو سماورتن سنسکار کہتے ہیں۔جب ویدوں کی تعلیم مکمل ہوتو یہ سنسکار رہوتا ہے۔جب وید کی تعلیم لے کر گھر آئے تو ماں باپ گرو اسے بلند مقام پر بٹھائیں۔

۱۳-شادی (विवाह संस्कार)

شادی (विवाह) ذات وطبقات کے نظام (वर्णव्यवस्था) کے مطابق اچھے کام کرنے کے لیے عورت ومرد کا ملن سنسکار ہے۔شادی کے وقت بھی دیوتاؤں کی پوجا کرائی جاتی ہے اور سب کے منتر پڑھے جاتے ہیں۔بہو کو دیو پوجا میں اعتقاد بنائے رکھنے کا اقرار کرا کے ہندو سناتنی فکر کو مضبوط کیا جاتا ہے۔

۱۴-خانگی زندگی کی ابتدا (ग्रहस्थ आश्रम संस्कार)

یہ گھریلو زندگی میں داخل ہونے کا سنسکار ہے۔خانگی زندگی مرد وعورت کس طرح گزاریں یہی اس سنسکار کا مقصد ہے۔زندگی میں زیادہ سے زیادہ مال ودولت حاصل کرے، زیادہ سے زیادہ پوجا پاٹ کرے اور برہمنوں کی خدمت کرے۔

۱۵-جنگل میں رہنا (वानप्रस्थ संस्कार)

وان پرستھ سنسکار اس کو کہتے ہیں کہ شادی کے بعد اولاد پیدا کرے اور پھر اس کا بیٹا بھی شادی کرے اور اس کے بھی ایک اولاد ہوجائے، تب جنگل میں جا کر مندرجہ ذیل کام کرے۔گاؤں کے قریب جنگل میں رہے، اگنی ہوم کرے، مانگ کر دوسروں کا کھائے اور دھرم شاستروں کے مطالعہ میں مصروف رہے۔

۱۶-سنیاس (सन्यास संस्कार)

یہ زندگی کا آخری سنسکار ہے۔جو ۷۵ رسال کی عمر کے بعد شروع ہوتا ہے۔یہ ویراگیہ

آشرم (वैराग्य आश्रम) بولا جاتا ہے۔اس میں ایشور کا بھجن کرے، نجات کے حصول کے لیے پوجا، بھکتی اور دیوؤں کی پوجا کرے، اوم نام کی مالا جپے اور پرنایام (प्रणायाम) کرے۔سنیاس لیتے وقت چوٹی کے کچھ بال چھوڑ کر داڑھی، مونچھ کے ساتھ سب بال کٹادے۔جنیوا اُتار دے اور زعفرانی رنگ کے کپڑے استعمال کرے۔سنیاس لیتے وقت ھوم یگ کرے اور برہمنوں کو دعوت و دان دے۔

مذکورہ بالا سولھا سنسکاروں کو ہندو دھرم میں کافی اہمیت حاصل ہے۔ یہ تمام سنسکار برہمن کراتے ہیں۔جن کے عوض ان کو مختلف قسم کی اشیاء دان میں دی جاتی ہیں اور بہترین دعوتیں پیش کی جاتی ہیں۔ان کے علاوہ موت یا کفن اور دفن کا سنسکار (अन्त्येष्टि कर्म संस्कार) بھی پورے مذہبی طور طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ یہ سنسکار بھی برہمنوں کے ذریعے کرایا جاتا ہے۔ یہ آخری سنسکار ہے۔ مرنے کے بعد مردے کو نہلایا جاتا ہے اور جسم کے برابر لکڑی، ایک رتّی کستوری ایک ماشہ زعفران وغیرہ ملا کر جسم سے دوگنے وزن کے سامان کے ساتھ شمشان میں لے جایا جاتا ہے اور گاؤں کے جنوب میں شادی شدہ کو جلایا اور غیر شادی شدہ کو دفنایا جاتا ہے۔اس کے بعد پجاری شانتی پاٹھ کراتا ہے اور آہوتی دیتا ہے۔تیسرے دن مردہ کی ہڈیاں اٹھا کر لائی جاتی ہیں اور پھر وہ گنگا میں بہائی جاتی ہیں تاکہ مرنے والے کو شانتی مل سکے۔[۷۹]

ہندو دھرم کے چند تفصیلی امور و عقائد کا اجمالی تذکرہ

ہندو دھرم کے چند واجب و ضروری احکام و اشیاء کا یہاں ہم اجمالی خاکہ پیش کر رہے ہیں کیونکہ ان کا تفصیلی تذکرہ ہم اسی کتاب میں آئندہ صفحات پر تحریر کریں گے۔ اور وہ امور و اشیاء مندرجہ ذیل ہیں:

تصورِ خدا:

قدیم ہندوستانی ویدک دھرم بھی عقیدۂ توحید (एकेश्वरवाद) کی تعلیم دیتا ہے اور ایک ہی معبود کی عبادت و پوجا کرنے کا حکم بیان کرتا ہے۔اور خدائے واحد کی جن صفات کا ذکر اسلام نے پیش کیا ہے انھیں خصوصیات کو قریب قریب ایک ایشور کے لیے قدیم ہندو سناتن دھرم نے بیان کیا ہے۔ نیز تعددِ الٰہ (बहुदेवतावाद) اور مورتی پوجا کا واضح طور پر رد کیا ہے۔

تصور اوتار:

ہندو دھرم کی مذہبی کتب کے مطابق اوتار اور ایش دوت کو ہندو دھرم میں تقریباً وہی اہمیت حاصل ہے جو اسلام میں نبی ورسول کو حاصل ہے، بلکہ اس سے کہیں زیادہ۔ نبی ورسول اسلامی تصور ہے اور اوتار وایش دوت ہندو دھرم کا تصور۔ یہ دونوں تصور ہدایتِ خداوندی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ یعنی انسانوں کی ہدایت ورہبری کے لیے کچھ مخصوص ومشہور انسان ہر قوم وہر طبقے میں ہوتے رہے ہیں۔ ہندو دھرم میں جن کو اوتار یا ایش دوت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اوتاروں کی تعداد ۲۴ بیان کی گئی ہے، جن پر عقیدہ وایمان رکھنا ضروری ہے۔

مذہبی کتب:

ہندو مذہبی عقائد واعمال اور رسوم وروایات کی بنیاد وماخذ مختلف کتب ہیں کوئی ایک کتاب نہیں جیسے وید، شاستر، برہمن، اپنشد، پران، اسمرتیاں، دھرم سوتر، رامائن، مہابھارت اور گیتا وغیرہ۔ ان میں بعض کو بعض پر فوقیت واہمیت حاصل ہے۔ جن میں بعض کو ایشور کی تخلیق اور بعض کو رشیوں و منیوں کی تصنیف قرار دیا جاتا ہے۔ بعض کو خدا کا ذاتی علم اور بعض کو خدائی علم کی تفسیر بتایا جاتا ہے۔

عبادات:

ہندو دھرم میں جو عبادات پائی جاتی ہیں، بنیادی طور پر ان کی تین اقسام ہیں (۱) جسمانی عبادت جیسے ورت واُپواس، صبح، دوپہر اور شام کی پوجا، جاپ اور دھرم یدھ وغیرہ (۲) مالی عبادت جیسے دان، دکچھنا، بلی، قربانی و یگ وغیرہ (۳) مالی وجسمانی عبادت جیسے تیرتھ یاترا وغیرہ۔

اخلاقی تعلیمات:

ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق اخلاقی تعلیمات انسانی زندگی کی کامیابی وخوشحالی کے لیے ایک بہترین ضابطہ ودستور ہے۔ انھوں نے اخلاق وآداب کو دھرم کا خاص حصہ تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ وید، اُپنشد اور اسمرتیوں وغیرہ کی اخلاقی تعلیمات دھرم کے لیے مجسم مشعل راہ ہیں۔ ہندو دھرم گرنتھوں نے اس کے بہت سے دنیوی ومذہبی فوائد وفضائل بیان کیے ہیں۔

تیوہار ورسومات:

مذہبی وقومی تیوہار ورسومات اور تقریبات منانے کا دستور تمام اقوام ومذاہب میں قدیم زمانے

سے جاری ہے۔ دنیا کی ہر قوم مختلف انداز میں اس کے منانے (Celebrate) کا اہتمام کرتی ہے۔ اس تعلق سے جب ہم ہندو دھرم کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو دیگر مذاہب کی بہ نسبت باعتبار کثرت یہ سب پر سبقت رکھتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس میں دس، بیس نہیں بلکہ ان گنت تیوہار و رسومات پائے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہندو دھرم کا کوئی ثانی نہیں۔ سال میں ۳۶۰ دن ہوتے ہیں اور ہندوؤں کے تیوہار و رسومات کل ملا کر سال میں ہزاروں ہوتے ہیں۔ یعنی سال کا شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جس میں ایک یا دو یا اس سے زیادہ تیوہار نہ ہوں۔ ہندو دھرم میں تیوہار و رسومات کو مذہبی لحاظ سے بہت اہمیت حاصل ہے۔

رہن، سہن، غذا، وخوراک:

رہن سہن، غذا و خوراک کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ہندوؤں کی بود و باش اور غذا و خوراک کیسی ہونی چاہیے، اور مذہبی اعتبار سے ان کا کیا ضابطہ و دستور ہے؟ یہ ایک طویل موضوع ہے۔ جس پر ہم نے ہندو دھرم کا رہن سہن و غذا و خوراک میں کافی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہاں بھی ذاتی و طبقاتی نظام (वर्ण व्यवस्था) کا بڑا عمل دخل ہے اور اسی نظام کے تحت دستور مرتب کیا گیا ہے۔

مناکحات:

ہندو دھرم شاستروں کے مطابق وواہ، شادی ایک مذہبی رسم و سنسکار ہے جس کے بعد ہندو لوگ خانگی زندگی شروع کرتے ہیں۔ اس میں بہت سے احکام و اصول کی تکمیل کی جاتی ہے۔ نیز بہت سے دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے اور مختلف عہد و پیمان کرائے جاتے ہیں۔

حدود و تعزیرات:

انسانی سماج کی حفاظت و سلامتی اور ظلم و ستم، قتل، زنا، شراب، جوا، ڈاکہ، چوری، بہتان اور تہمت وغیرہ جیسے جرائم و گناہوں سے لوگوں کو باز رکھنے کے لیے قوانینِ سزا کا نظام بھی ہندو دھرم میں موجود ہے۔ جس کو دنڈ و پراشچت (दण्ड–प्राश्चित) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور اس کو ہندو دھرم میں انتہائی لازمی و ضروری قرار دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی

شعبہ علوم اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

۲۱ر جولائی ۲۰۱۷ء

حوالہ جات

۱- हिन्दू धर्म का सार्वभौम तत्व पृ॰ 1

۲- हिन्दु जाति का उत्थान और पतन पृ॰ 8

۳- تاریخ طبری، جلد ۳، ص ۱۶۵، طبقات ابن سعد، جلد ۱، ص ۳۳۹، سیرت ابن ہشام، جلد ۲، ص ۵۹۳

۴- संस्कृति के चार अध्याय पृष्ठ 35

۵- हिन्दु जाति का उत्थान और पतन पृष्ठ 3,4

۶- संस्कृति के चार अध्याय पृष्ठ 35, 36

۷- हिन्दु धर्म का सार्वभोम तत्व पृष्ठ 3

۸- हिन्दु धर्म पृष्ठ 7, 8,

۹- हिन्दु धर्म पृष्ठ 8

۱۰- हिन्दु जाति का उत्ताथन और पतन पृष्ठ 1

۱۱- हिन्दु जाति का उत्थान और पतन पृष्ठ 2

۱۲- कल्कि अवतार और मोहम्मद पृष्ठ 23

۱۳- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۳، ص ۱۷۳
عرب و ہند کے تعلقات، ص ۱۲ - ۱۳

۱۴- لغات کشوری، ص ۸۲۱، سید تصدق حسین رضوی، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۹۴ء

۱۵- श्री गुरुजी समग्र दर्शन खण्ड. पृ० 100

۱۶- Bunch of thought, 130

۱۷- हिन्दुस्तान की कहानी पृष्ठ 79, 80

۱۸- The Hindu View of Life, P.70

۱۹- Hindu Phenomenon, pp.14

۲۰- ضیاء النبی، جلد ا، ص ۱۸۰، Worl Civilization, p.88

۲۱- हिन्दु धम का सार्वभोम तत्व पृष्ठ 11 से 13

۲۲- हिन्दु धर्म पृष्ठ 10, 11

۲۳- ضیاء النبی، جلد ا، ص ۱۸۱

۲۴- हिन्दुस्तान की कहानी पृष्ठ 80

۲۵- संस्कृति के चार अध्याय पृष्ठ 75

۲۶- हिन्दु धर्म का सार्वभोम तत्व पृष्ठ 3 से 5

۲۷- हिन्दु धर्म पृष्ठ 8, 9

۲۸- संस्कृति के चार अध्याय पृष्ठ 73

۲۹- संस्कृति के चार अध्याय पृष्ठ 37, 38

۳۰- भारत और मानव संस्कृति खण्ड 2 पृष्ठ XXXIV

۳۱- विभिन्न धर्मो में ईश्वर कल्पना पृष्ठ 47

۳۲- विभिन्न धर्मो में ईश्वर कल्पना पृष्ठ 49

۳۳- हिन्दु धर्म का सार्वभोम तत्व पृष्ठ 6

۳۴- हिन्दु धर्म का सार्वभोम तत्व पृष्ठ 11

۳۵- संस्कृति के चार अध्याय पृष्ठ 74

۳۶- वैदिक धर्म क्या कहता है? भाग–2

۳۷- اصول دھرم شاستر، ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ، ص ۵۳

۳۸- संस्कृति के चार अध्याय पृष्ठ 78

۳۹- गीता अध्याय 9, श्लोक 24/56, राम चरित्र मानस बाल काण्ड 121
۴۰- ब्रहदारण्य उपनिषद 2–1–2
۴۱- ऋग्वेद 1–164–20, यजुर्वेद 40–8, सत्यार्थ प्रकाश समुल्लास–8
۴۲- کنزالایمان، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، سورہ نوح، آیت: ۲۳
۴۳- تفسیر ابنِ کثیر (اردو ترجمہ) جلد ۲۹، ص ۲۱۸
۴۴- تفسیر ابنِ کثیر (اردو ترجمہ) جلد ۲۹، ص ۲۱۸
۴۵- صحیح بخاری
۴۶- تفسیر ابن کثیر (اردو ترجمہ) جلد ۲۹، ص ۲۱۹
۴۷- विभिन्न धर्मों में ईश्वर कल्पना पृष्ठ 25–26
۴۸- विभिन्न धर्मों में ईश्वर कल्पना पृष्ठ 33–34
۴۹- विभिन्न धर्मों में ईश्वर कल्पना पृष्ठ 34
۵۰- विभिन्न धर्मों में ईश्वर कल्पना पृष्ठ 34–35
۵۱- विभिन्न धर्मों में ईश्वर कल्पना पृष्ठ 37
۵۲- भागवत गीता अध्याय 7 श्लोक 20 (साधारण भाषा टीका सहित)
۵۳- श्रीमद भागवत गीता, यथारूप, पृष्ठ 259, 260
۵۴- श्रीमद भागवत गीता 7–20 गीता प्रेस गोरखपुर (टीका सहित)
۵۵- श्रीमद भागवत गीता यथारूप पृष्ठ 259
۵۶- श्रीमद भागवत गीता यथारूप पृष्ठ 262
۵۷- श्रीमद भागवत गीता 7–20 गीता प्रेस गोरखपुर (टीका सहित)
۵۸- تحقیق ماللہند، خلاصہ ص ۲۴ تا ۳۸
۵۹- ऋग्वेद म॰ 10 सू॰ 90 मन्त्र 12
۶۰- मनुस्मृति अध्याय 10 श्लोक 42
۶۱- मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 31
۶۲- मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 32

۶۳- मनुस्मृति अध्याय 1 श्लोक 88 से 91, धर्म शास्त्र का इतिहास पृष्ठ,110से 115

۶۴- धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृष्ठ 114, 115

۶۵- मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 1, अध्याय 5 श्लोक 169, अध्याय 6 श्लोक 1–2

۶۶- मनुस्मृति अध्याय 12 श्लोक 16, 25, 26

۶۷- मनुस्मृति अध्याय 12 श्लोक 53 से 64

۶۸- हिन्दु धर्म पृष्ठ 55, 56

۶۹- हिन्दु धर्म पृष्ठ 55

۷۰- مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص ۲۰۹

۷۱- مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص ۱۸۰ تا ۱۸۲
بین الاقوامی مذاہب، ص ۳۸ تا ۴۰، اسلام کا ہندوتہذیب پر اثر ص ۲۶

۷۲- بین الاقوامی مذاہب، ص ۴۱

۷۳- اسلام کا ہندوستانی تہذیب پر اثر، ص ۴۸

۷۴- भगवत गीता अध्याय 8 श्लोक 22

۷۵- भगवत गीता अध्याय 9 श्लोक 29

۷۶- भगवत गीता अध्याय 11 श्लोक 54

۷۷- भगवत गीता अध्याय 8 श्लोक 22

۷۸- भगवत गीता अध्याय 12 श्लोक 14

۷۹- वैदिक सोलह संस्कार, पृ० 13, ता 90, हिन्दुओं के व्रत पर्व और त्योहार पृष्ठ 132 से 142

* * *

عقائد
و
عبادات

اسلام اور ہندو مذہب کا تصور الٰہ

اسلام کا تصور الٰہ

عالم انسانی کے جملہ مذاہب کا انحصار تین امور پر ہے: (۱) عقائد (۲) عبادات واعمال (۳) تہذیب واخلاق۔ ان تینوں امور میں عقائد کو اوّلین حیثیت حاصل ہے۔ اپنے مقالہ میں چوں کہ ہمیں اسلام اور ہندو مذہب کا تقابلی جائزہ پیش کرنا ہے اس لیے پہلے ہم اسلامی عقائد سے اسکی شروعات کریں گے۔

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ دین اسلام کے سات بنیادی عقائد ہیں: (۱) توحید (۲) ملائکہ (۳) آسمانی کتب (۴) انبیاء ورسل (۵) یوم آخرت (۶) تقدیر خیر وشر من جانب اللہ اور (۷) حیات بعد الممات پر ایمان وایقان رکھنا۔ ان تمام عقائد میں ایمان باللہ یعنی عقیدۂ توحید سب سے اہم ہے۔

توحید

توحید کا مادہ و، ح، د یا ا، ح، د ہے۔ اور یہ باب تفعیل کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں اللہ کو ایک ماننا اس پر ایمان لانا۔ اس کا فعل اَحَدَ اور وَحَدَ ہے چنانچہ بولا جاتا ہے: احدتُ اللہ و وحدتہ، وھو الواحد الاحد یعنی میں نے اللہ کو ایک مانا اور اللہ واحد اور احد ہے۔[1]

شرعی اصطلاح میں توحید کا معنی ہے: اس طرح دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنا کہ کل مخلوقات اور جملہ کائنات کی خالق ومالک ایک ہی ذات ہے اور وہ اللہ رب العالمین

ہے۔جس کی ذات وصفات اور حکومت وعبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔اور توحید کی حقیقت ہی یہی ہے کہ نفس میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جس سے وہ بے اختیار اللہ کو اپنی ذات اور افعال میں یکتا جانے۔توحید کے اسی مفہوم کو قرآن وحدیث میں بڑے ہی واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم"[۲]

(اور تمہارا خدا ایک خدا ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں بے انتہا کرم کرنے والا بار بار رحم فرمانے والا)

"شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو"[۳]

(اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں)

"انما اللہ الہ واحد"[۴]

(اللہ تو ایک ہی خدا ہے)

"ومامن الہ الا الہ واحد"[۵]

(اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا)

"ذلکم اللہ ربکم لا الہ الا ھو خالق کل شیء فاعبدوہ"[۶]

(اللہ ہی تمہارا رب ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کا بنانے والا تو اس کی ہی پوجا کرو)

"قل ھو اللہ احد"[۷]

(اے نبی فرمادیجئے کہ اللہ ایک ہی ہے)

مذکورہ بالا آیات میں عقیدۂ توحید اور تصور وحدانیت کا بین ثبوت ملتا ہے۔آیئے اب ذرا آیات قرآنی کے ان مقامات کا بھی جائزہ لیں کہ جہاں بڑے مدلل ومفصل اور حکمت سے معمور انداز میں عقیدۂ تعدد الٰہ اور معبودان باطل کا رد کیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ"[۸]

(بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو
اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو)

"والذین تدعون من دونہ مایملکون من قطمیر" ۹

(اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو دانہ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں)

" واتخذوا من دونہ الھة لایخلقون شیئا وھم یخلقون
ولایملکون لانفسھم" ۱۰

(اور لوگوں نے اس کے سوا اور خدا ٹھہرائے کہ وہ کچھ نہیں بناتے اور خود پیدا کیے
گیے ہیں اور خود اپنی جانوں کے برے بھلے کے مالک نہیں، اور نہ مرنے کا اختیار
نہ جینے کا نہ اٹھنے کا) ۱۱

"قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلایملکون کشف الضر عنکم
ولاتحویلا"

(تم فرماؤ پکارو انہیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم
سے تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا)

"قل افاتخذتم من دونہ اولیاء لایملکون لانفسھم نفعا ولا ضرا" ۱۲

(تم فرماؤ تو کیا اس کے سوا تم نے وہ حمایتی بنائے ہیں جو اپنا بھلا برا نہیں کر سکتے)

"لو کان فیھما الھة الا اللہ لفسدتا" ۱۳

(اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے)

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد قرآن ہے کہ:

"اذالذھب کل الہ بما خلق ولعلی بعضھم علی بعض سبحان اللہ
عمایصفون" ۱۴

(غرضیکہ اگر چند خدا ہوتے) تب تو ہر ایک خدا اپنی مخلوق کو لیکر چل دیتا اور
ہر ایک خدا ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا پاک ہے اللہ اس سے جو یہ کہتے ہیں)

ان آیات کے علاوہ کلام الٰہی میں اور بھی بیشتر ایسی آیات موجود ہیں جو بڑے صاف

اور واضح الفاظ میں عقیدۂ توحید یعنی خدائے وحدہ لاشریک کا تصور و عقیدہ پیش کرتی ہیں اور نظریۂ تعدد الٰہ اور معبودان باطل کا رد و نفی کرتی ہیں۔

عقیدہ توحید اور نظریہ تعدد الٰہ کے تعلق سے قرآن حکیم نے جو حکم بیان کیا ہے وہی مفہوم صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کی حدیث پاک سے عیاں ہوتا ہے۔

''حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا معاذ تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ معاذ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ اس کی پوجا کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔''[15]

اس طرح قرآن و حدیث نے وحدانیت کا جو تصور پیش کیا ہے بنیادی طور پر اس کے چار مراتب نظر آتے۔ اوّل خدائے وحدہ لاشریک کے علاوہ کسی کو واجب الوجود نہ سمجھنا۔ دوم جملہ کائنات روحانی و جسمانی کا خالق و مالک ماسوا اللہ نہ جاننا۔ سوم آسمان و زمین اور اس کے مابین کی جملہ اشیاء کا مدبر و مختار صرف اور صرف اللہ ہی کو سمجھنا۔ اور چہارم اس کے سوا کسی کو عبادت کے لائق نہ سمجھنا۔

یہ ہے وہ اسلامی عقیدہ جو دین اسلام نے توحید باری تعالیٰ یا وحدانیت کے تعلق سے بیان کیا ہے۔ لیکن مذکورہ بحث سے کوئی یہ قیاس آرائی نہ کرے کہ وہ صرف اپنی ذات اور ہستی کے اعتبار سے بے مثل و بے نظیر اور لاشریک لہ ہے باعتبار صفات نہیں۔ اس لیے کہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح وہ اپنی ذات اور وجود میں یکتا و بے مثال ہے اسی طرح وہ اپنی تمام صفات کمالیہ میں لاشریک ہے۔ مناسب ہے کہ اس کی ذات و ہستی کے ساتھ ساتھ اس کی صفات کا بھی مختصر تعارف و تذکرہ پیش کر دیا جائے کیونکہ ذات و صفات کا چولی دامن اور جسم و روح جیسا گہرا تعلق ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں اور ایک کا دوسرے کے بغیر موجود ہونا غیر ممکن ہے۔

مختصر یہ کہ دین اسلام کی نظر میں جس طرح خدائے وحدہ لاشریک کی ذات و وجود منفرد نوعیت کی حامل ہے اسی طرح اس کی صفات بھی بے مثل خصوصیات کی مالک ہیں۔ یعنی جس طرح اس کی ذات قدیم، ازلی، ابدی اور واجب الوجود ہے اسی طرح اس کی صفات بھی قدیم، ازلی، ابدی اور واجب الوجود ہیں۔ جس طرح اس کی ذات تمام کمالات اور خوبیوں سے آراستہ اور ہر قسم کے عیوب و نقائص سے منزہ و پاک ہے اسی طرح اس کی جملہ صفات بھی انہیں کمالات

وخصوصیات سے مزین اور عیوب ونقائص سے مبرّیٰ ہیں۔

یوں تو ذات خداوندی کثیر صفات کی حامل ہے لیکن چند صفات اپنی خصوصیات میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ باقی صفات انہیں میں سے کسی نہ کسی صفت کے تحت آجاتی ہیں۔ جن اہم صفات کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ اس طرح ہیں:

(۱) حیات (۲) قدرت (۳) ارادہ ومشیت (۴) علم (۵) سمع (۶) بصر (۷) کلام (۸) تکوین وتخلیق (۹) رزاقیت (۱۰) حکمت وتدبر (۱۱) غناء وصمدیت (۱۲) ملکیت (۱۳) وحدہ لاشریک وغیرہ۔

مذکورہ بالا صفات کو اور ان کے علاوہ اور بہت سی صفات کو قرآن مقدس نے مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے اور بے مثل اعجاز کے ساتھ ذات باری تعالیٰ کے لیے مختص وثابت کیا ہے۔ جن کو اجمالی طور پر ہم یہاں بیان کر رہے ہیں:

(۱) حیات: حیات کا مطلب ہے حی یعنی وہ خود زندہ ہے اور جملہ اشیاء عالم کو زندگی عطا فرمانے والا ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

"ھو الحی لا الٰہ الا ھو فادعوہ مخلصین لہ الدین" [۱۶]

(وہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اسے پوجو خالص اس کے بندے ہوکر)

"اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم" [۱۷]

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ قائم رہنے والا ہے)

(۲) قدرت: قدرت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ رب العالمین قدیر ہے ہر چیز اس کی قدرت کے تحت ہے کوئی ممکن شی اس کی قدرت سے باہر نہیں وہ جو چاہے کرے اس کی قدرت میں کسی کا دخل نہیں۔ قرآن پاک مختلف مقامات پر ارشاد فرماتا ہے:

"ان اللہ علی کل شیء قدیر" [۱۸] (بے شک اللہ ہر ممکن چیز پر قادر ہے)

"واللہ علی کل شیء قدیر" [۱۹] (اور ہر چیز پر اللہ قدرت رکھتا ہے)

(۳) ارادہ ومشیت: اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ میں ارادہ ومشیت کی صفت بھی جلوہ گر ہے وہ اپنے ارادہ ومشیت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے اسے کوئی باز رکھنے والا نہیں۔ اس

صفت کو قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

"وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر" [20]

(اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔)

"یختص برحمته من یشاء" [21]

(وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے خاص کر لیتا ہے)

"اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر" [22]

(اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے نپا تلا کر دیتا ہے)

"ان ربک فعال لمایرید" [23]

(بے شک تمہارا رب جو چاہے کرے)

(۴) علم: اس کا معنی ہے کہ اللہ جل شانہ علیم ہے یعنی اس کو ہر شی موجود ہو یا معدوم، حاضر ہو یا غائب کائنات ارضی وسمای کی کوئی شی اس کے دائرہ علم سے باہر نہیں۔ وہ خود اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

"انی اعلم غیب السموت والارض" [24]

(میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمینوں کی سب چھپی چیزیں)

"وعنده مفاتیح الغیب لایعلمها الا هو ویعلم مافی البر والبحر وماتسقط من ورقة الا یعلمها ولاحبة فی ظلمت الارض ولارطب ولایابس" [25]

(اس کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے۔ اور جو پتا گرتا ہے اسے وہ جانتا ہے)

"ان اللہ یعلم غیب السموت والارض" [26]

(بے شک اللہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے سب غیب)

"واعلموا ان اللہ بکل شیء علیم" [27]

(اور تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔)

(۵) سمع: سمع کا معنی ہے کہ خدائے پاک سمیع ہے۔ یعنی ادنی سے ادنی آواز تک کو سنتا ہے کسی شی کے سننے سے قاصر نہیں۔ اور کسی شی کی پکار و آواز اس کی سماعت سے باہر نہیں۔ اس کی صفت سماعت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

"واعلموا ان اللہ سمیع علیم" [۲۸]

(اور جان لو کہ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے)

"انک انت السمیع العلیم" [۲۹]

(بے شک تو ہی سمیع و علیم ہے)

"وهو السميع العليم" [۳۰]

(وہی سنتا اور جانتا ہے)

(۶) بصر: بصر کا لغوی معنی ہے دیکھنا اور اصطلاح شرع میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ رب العزت بصیر ہے یعنی باریک سے باریک، پوشیدہ سے پوشیدہ، ادنی سے ادنی اشیاء کی نقل وحرکت اور کیفیت کو دیکھتا ہے۔ کائنات ارضی وسماوی کی کوئی شی اس کی قدرت بصارت سے خارج نہیں۔ اس کی صفت بصارت کا نقشہ قرآن حکیم نے اس طرح پیش کیا ہے:

"ان اللہ بما تعملون بصیر" [۳۱]

(بے شک اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے)

"ان اللہ کان سمیعا بصیرا" [۳۲]

(بے شک اللہ سمیع و بصیر ہے)

"انہ بکل شیء بصیر" [۳۳]

(بے شک وہ ہر چیز دیکھ رہا ہے)

(۷) کلام: دیگر صفات کی طرح باری تعالی صفت کلام سے بھی متصف ہے۔ یعنی وہ کلام بھی کرتا ہے اور وہی حقیقی متکلم ہے۔ لیکن اس کا کلام قدیم ہے اور آواز وغیرہ سے پاک۔ یعنی ہمارا پڑھنا، لکھنا اور آواز وغیرہ حادث ہے اور جو ہم نے پڑھا یا لکھا وہ قدیم اور باقی ہے۔ اللہ

تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

"وکلمة اللہ هی العلیا" ۳۴

(اور اللہ کا کلمہ بلند و بالا ہے)

"لاتبدیل لکلمات اللہ" ۳۵

(اللہ کے کلام بدل نہیں سکتے)

"قل لو کان البحر مدادا لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی" ۳۶

(اے پیغمبر فرمادو اگر سمندر رب کے کلام (باتوں) کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہونگی)

"ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا و کلمہ ربہ" ۳۷

(اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا)

(۸) تکوین و تخلیق: اس کا مفہوم ہے کہ اللہ جل شانہ ہی کل کائنات کی ہر شی کا خالق ہے یعنی کل جہان اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور مستقبل میں بھی کل اشیاء وہی تخلیق فرمائے گا۔ حیوانات، نباتات اور جمادات کی جملہ چھوٹی بڑی اشیاء اسی کی مخلوق ہیں۔ وہ اپنی صفت تکوین و تخلیق میں کسی کا محتاج نہیں اور نہ ہی اس کو کسی کی مدد و تعاون کی ضرورت ہے۔ وہ جس شی کی تخلیق کا ارادہ فرماتا ہے اس کو اشارۂ کُن سے وجود عطا فرما دیتا ہے۔ انسان، حیوان وغیرہ کے اعمال و خیالات غرضیکہ جملہ کائنات کی نقل و حرکت، حالت و کیفیت بھی اس کی تخلیق کردہ ہیں۔ قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

"ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوھن سبع سموت" ۳۸

(وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے)

"قل اللہ خالق کل شیء" ۳۹

(تم فرماؤ اللہ ہر چیز کا خالق ہے)

" اللہ الذی جعل لکم الارض قراراوالسماء بناء وصورکم فاحسن صورکم وررقکم من الطیبات" ۴۰

(اللہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین ٹھہراؤ بنائی اور آسمان چھت اور تمہاری تصویر کشی کی تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمہیں صاف ستھری چیزیں روزیں دیں)

ذلکم اللہ ربکم خالق کل شئی لا الہ الا ھو ۴۱

(اللہ وہ ہے جو تمہارا رب ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں۔)

(۹) رزاقیت: اس کا مطلب ہے کہ اللہ رب العلمین ہی رازق ہے کائنات کی چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سے بڑی جملہ مخلوقات کو وہی رزق عطا فرماتا ہے اور وہی ان کی پرورش فرماتا ہے۔ اللہ رب العلمین اپنے کلام مقدس میں خود ارشاد فرماتا ہے:

"ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا" ۴۲

(اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو)

"ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین" ۴۳

(بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے)

"وکلوا ممارزقکم اللہ حلالا طیبا" ۴۴

(اور تم کھاؤ جو کچھ تمہیں روزی دی اللہ نے حلال پاکیزہ)

"واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب" ۴۵

(اور اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دے)

"اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر" ۴۶

(اللہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ اور تنگ کرتا ہے)

"ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق ط نحن نرزقھم وایاکم" ۴۷

(اور اپنی اولاد کو غریبی کے خوف سے قتل نہ کرو ہم ہی انکو رزق دیتے ہیں اور

تمہیں بھی)

(۱۰) حکمت وتدبیر: اس صفت الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ جل شانہ حکمت وتدبیر فرماتا ہے یعنی اس کا کوئی بھی فعل حکمت وتدبیر سے خالی نہیں۔ وہ ساری کائنات کو بڑی حکمت وتدبیر سے چلاتا ہے۔ کسی شیٔ یا کسی فعل میں اس کی کیا حکمت اور کیا تدبیر ہے اس کو وہی بہتر جانتا ہے۔ مذکورہ صفت کے تعلق سے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

''ویخرج المیت من الحی و من یدبر الامر'' ۴۸؎

(اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون تمام کاموں کی تدبیر فرماتا ہے)

''انک انت العلیم الحکیم'' ۴۹؎

(بے شک تو ہی علم وحکمت والا ہے)

''انہ ھو العلیم الحکیم'' ۵۰؎

(بے شک وہی علم والا اور حکمت والا ہے)

(۱۱) غنا وصمدیت: یعنی وہ سب سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے سب اسکے محتاج ہیں وہ کسی کا کسی آن کسی لمحہ محتاج نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ الصمد'' ۵۱؎

(اللہ بے نیاز ہے)

''واعلموا ان اللہ غنی حمید'' ۵۲؎

(اور تم جان لو کہ بے شک اللہ غنی وحمید ہے)

''فان اللہ غنی عنکم'' ۵۳؎

(بے شک اللہ بے نیاز ہے تم سے)

''فان اللہ غنی عن العلمین'' ۵۴؎

(بے شک اللہ بے نیاز ہے سارے عالم سے)

(۱۲) ملکیت: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ دونوں جہاں کی ہر شی کا مالک ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی کوئی شیٔ اسکی ملکیت سے باہر نہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"قل اللهم ملک الملک تؤتی الملک من تشاء" ۵۵

(اے نبی آپ فرما دیجئے کہ اے اللہ تو ہی مالک الملک ہے جس کو چاہے سلطنت عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے)

"ملک یوم الدین" ۵۶

(روز جزا کا مالک)

"فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر" ۵۷

(سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور)

(۱۳) لاشریک لہ: اللہ جل شانہ کی جملہ صفات میں یہ صفت منفرد و یکتا مقام رکھتی ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہیکہ خداوند قدوس کی ذات پاک ایک ہے اور اس کی ذات وصفات کے مثل کل جہاں میں کوئی اس کا ہمسر یا شریک نہیں۔ اللہ رب العزت اپنے کلام بلیغ میں خود ارشاد فرماتا ہے:

"ولا یشرک فی حکمہ احدا" ۵۸

(اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا)

"ولم یکن لہ شریک فی الملک" ۵۹

(اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں)

"ولم یکن لہ کفوا احد" ۶۰

(اور اس کے مثل کوئی نہیں)

مذکورہ صفاتِ الٰہیہ کے علاوہ اور بھی بہت سی صفات کمالیہ ہیں جن سے ذات واجب الوجود آراستہ و مزین ہے۔ اور کچھ صفات ایسی ہیں جن سے اللہ وحدہ لاشریک پاک و منزہ ہے جن کو اہل علم کی اصطلاح یا علم توحید کی زبان میں صفات سلبیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مثلاً اللہ عیوب و نقائص سے پاک ہے اور جہت و مکان و زمان، حرکت و سکون، شکل و صورت، حالت و کیفیت اور جملہ حوادثات و عوارضات اور تغیرات سے بری ہے۔ اس کے لیے کوئی رخ اور مقام متعین نہیں کیونکہ یہ سب خصوصیات و کیفیات پیدا اور فنا ہونے والی اشیاء کے لیے مختص

ہیں اس لیے ان تمام صفات کا اس میں پایا جانا محال ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

''کل شیء ھالک الا وجھه'' ۶۱

(اس کی ذات کے سوا ہر شی فنا ہونے والی ہے)

''کل من علیھا فان ویبقی وجه ربک ذو الجلال والاکرام'' ۶۲

(زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والی)

قرآنی آیات کی روشنی میں اللہ وحدہ لاشریک کی ذات وصفات کا جوتعارفی خاکہ پیش کیا گیا ہے اس سے بحسن وخوبی یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ دین اسلام کا خدائے وحدہ لاشریک کے بارے میں کیا موقف اور کیا عقیدہ ہے؟ لیکن اگر کوئی مختصر لفظوں میں خدا کا تعارف حاصل کرنا چاہے تو اس کے لیے خداوند قدوس نے سورۂ اخلاص میں اپنا بہت ہی جامع وکامل اور مختصر مگر مکمل تعارف پیش کیا ہے:

''قل ھو اللہ احد ° اللہ الصمد ° لم یلد ولم یولد ° ولم یکن له کفوا احد °'' ۶۳

(تم فرماؤ اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ اس کے کوئی اولاد اور نہ وہ خود کسی کی اولاد اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی)

مذکورہ بالا سورت میں ''اللہ'' سے ذات اور نام کا تعارف کرادیا گیا اور ''احد'' سے واضح کردیا گیا کہ وہ ایک ہے اور اسی احد سے تعدد الہ کے نظریہ کی تردید فرمادی گئی۔ اور لفظ ''الصمد'' سے آگاہ کردیا گیا کہ وہ بے نیاز اور غیر محتاج ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ اور ''لم یلد ولم یولد'' سے باپ اور بیٹے کے عقیدے کا خاتمہ کردیا گیا جیسا کہ بہت سے مذاہب کا باطل گمان ہے۔ اور ''ولم یکن له کفوا احد'' سے ظاہر کردیا گیا کہ وہ بے مثال ہے، کسی خوبی وکسی صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ مختصر یہ کہ اللہ ذات کا تعارف ہے اور ''احد'' سے لے کر ''احد'' تک اس کی صفات کا۔

قرآن پاک کی اس مختصر سی سورت میں بڑی ہی جامعیت کے ساتھ اللہ رب العزت کی تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہے۔ ادنی سے ادنی ذی عقل انسان بھی جس کے ذریعے خدا کی

معرفت سے واقف وآگاہ ہوسکتا ہے۔

اللہ وحدہ لاشریک کی ذات وصفات کے ساتھ یہاں یہ امر بھی ملحوظ خاطر وذہن نشین رہنا چاہیے کہ جس طرح ذات خداوند قدوس واحد ہے اور اس کی صفات کثیر ہیں اسی طرح ذاتی نام ایک ہے اور صفاتی نام بے شمار ہیں قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

"وللہ الاسماء الحسنی" ۶۴

(اور اللہ کے بہت سے اچھے نام ہیں)

"ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی" ۶۵

(اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں)

"اللہ لا الہ الا ھو لہ الاسماء الحسنی" ۶۶

(اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ اسی کے ہیں سب اچھے نام)

مندرجہ بالا آیات میں اسماء حسنیٰ کا اجمالاً ذکر ہے لیکن سورۂ حشر کی آخری آیات میں قدرے تفصیلاً وتوضیحاً خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو ج علم الغیب والشھادۃ ج ھو الرحمن الرحیم ° ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنی ط یسبح لہ مافی السمٰوت والارض وھو العزیز الحکیم ج" ۶۷

(وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر غائب وحاضر کا جاننے والا۔ وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا، وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بادشاہ، نہایت پاک، سلامتی دینے والا، امان بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا، عزت والا، عظمت والا، تکبر والا، اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔ وہی اللہ ہے بنانے والا، پیدا کرنے والا، ہر ایک کو صورت دینے والا، اسی کے ہیں سب اچھے نام، اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔)

مذکورہ آیات میں اللہ کے صفاتی ناموں کو اسماء حسنی کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس

کے معنی ہیں نہایت اچھے نام، بہت ہی عمدہ اسماء۔ قرآن پاک میں ان کو اسمآء حسنیٰ کہا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے ناموں پر جس طرح غور فرمائیں علم وحکمت کی رو سے، باعتبار عقل وفکر یا باعتبار دلی جذبات ان میں حسن ہی حسن نظر آئے گا اور وہ ہر لحاظ سے محبوب ومرغوب ثابت ہوں گے۔

اللہ کے اسماء حسنیٰ سب کے سب توفیقی ہیں یعنی وہ ہمارے مقرر ومعین کیے ہوئے نہیں بلکہ سب مرضیٔ مولی کے مطابق جا بجا اور باعتبار موقع ومحل قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ جنہیں ہم اپنے قلبی وذہنی حالات وکوائف کے اعتبار سے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کو رزق کی تنگی ہے تو یارزاق اور اگر بیماری ہے تو یاشافی اس کی زبان پر بار بار آئے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسماء حسنیٰ کی فہرست محدود یا معین نہیں لیکن ان میں ۹۹ر نام بہت ہی مشہور ومعروف ہیں جو کہ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔ اور مختلف آیات اور مختلف احادیث کریمہ میں مذکور ہیں۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام کے نقطۂ نظر سے اللہ جل شانہ کی ذات پاک ایک، اس کا ذاتی نام بھی ایک ہے اور اس کی صفات اور صفاتی نام لاتعداد ہیں۔ کچھ کی طرف قرآن واحادیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

شرک (Polotheism)

اللہ رب العالمین نے قرآن پاک میں جس طرح توحید کے متعلق بار بار اپنے بندوں کو باخبر کیا ہے اسی طرح شرک کے تعلق سے بھی اکثر مقامات پر آگاہ فرمایا ہے۔ توحید کی طرح شرک بھی قرآن مجید کا ایک اہم موضوع ومسئلہ ہے۔ قرآن کریم کی رو سے شرک ایک عظیم ترین گناہ وکفر ہے، کیونکہ توحید جو کہ اسلام اور جملہ اعمال صالحہ کی بنیاد ہے شرک اس کی کامل ضد اور اس کے منافی ہے۔ شرک کے بعد اسلام رہتا ہی نہیں شرک سے دین کے جملہ مصالح واعمال صالحہ کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ شرک نہ صرف خدائے وحدہٗ لاشریک کی نفی کرتا ہے بلکہ انسان کے تخلیق کے مقصدِ اصلی کی نفی کرتا ہے اور حقیقی خالق ومالک سے بغاوت وسرکشی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ نیز شرک کے ساتھ جہالت لازم وملزوم ہے۔ جو شرک کرتا ہے گویا وہ جاہل اور جہالت کا ارتکاب کرتا ہے اس کے علاوہ شرک اعتقاد توکل علی اللہ اور ایمان باللہ اور قوت عمل کو کمزور کر دیتا ہے اور ایسی اشیا

پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے جو خود کمزور، ضعیف اور بے بس ہیں۔ اپنے معنیٰ و مفہوم اور اقسام کے اعتبار سے شرک ایک طویل موضوع ہے لیکن یہاں ہم بہت ہی اختصار کے ساتھ اس بات کا تحقیقی جائزہ لیں گے کہ قرآن و حدیث کا اس سلسلے میں کیا موقف اور نظریہ ہے؟

شرک کے لغوی و لفظی معنیٰ و مفہوم

شِرْکٌ، شَرْکًا، شَرِکًا، شِرْکَۃً و شَرِکَۃً کا مادہ ''ش ر ک'' ہے ان تمام الفاظ کا معنیٰ ہے، شریک ہونا، شریک کرنا، شریک ٹھہرانا، ساجھی بنانا، خاص کر خدا کے ساتھ شریک کرنا، کئی خداؤں کو ماننا یا خدا کے ساتھ کسی اور کی بھی ایسی تعظیم و تکریم کرنا جس کی حقدار صرف خدا کی ذات ہے۔

(المنجد، ص۔ ۵۲۳، مصباح اللغات۔ ص ۴۲۹، اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۱ ص ۶۸۲)

شرک کا اصطلاحی معنیٰ و مفہوم

شریعت کی اصطلاح میں شرک یا اشراک باللہ کے معنیٰ ہیں کہ کسی بھی سلسلے میں دوسری شئی کو اللہ تعالیٰ کے برابر مانا جائے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، ملکیت، عبادت الوہیت اور اس کی اطاعت میں کسی مخلوق کو اس کا حصے دار اور شریک ٹھہرالیا جائے۔ یعنی شریک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ربّ العالمین نے جو چیزیں اپنے لئے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے لئے نشان بندگی و عبدیت قرار دی ہیں وہ چیزیں کسی دیگر کے واسطے کی جائیں۔ جیسے سجدہ کرنا، کسی کو مالک حقیقی مان کر منّت مانگنا، مشکل کے وقت کسی کو حقیقی حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارنا، کسی کو حقیقتاً ہر جگہ حاضر و ناظر تصور کرنا، خدائی حکومت میں کسی کو شریک سمجھنا، خدائے وحدہ لاشریک کے سوا کسی غیر کی عبادت کرنا، اس کے علاوہ کسی غیر کو حقیقی خالق و مالک اور رب ماننا یا کسی جانور کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لینا وغیرہ، یہ سب باتیں شرک میں داخل ہیں۔

اقسام شرک

اصطلاحی و شرعی معنیٰ و مفہوم کے لحاظ سے بنیادی طور پر شرک کی دو قسمیں ہیں (۱) شرک اکبر یا شرک عظیم جس کو شرک جلی بھی کہا جاتا ہے (۲) شرک اصغر یا صغیرہ جس کو شرک خفی

کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ شرک اصغر یا شرک خفی ریا یا دکھاوے کو کہتے ہیں جیسے کوئی نیک عمل ریا و دکھاوے کے طور پر کیا جائے۔ نیز اللہ کے علاوہ کسی کی قسم کھانا، دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جانا، بدفعلی یا بدشگنی ماننا وغیرہ بھی شرک خفی کہلاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

وَاللہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْہَا (صحیح بخاری، کتاب المناقب، حدیث ۳۴۰۱)

(اللہ کی قسم مجھے ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے بلکہ مجھے ڈر اس بات کا ہے کہ تم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاؤ گے)

جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

جس نے دکھلانے کو نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھلانے کو روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلانے کو خیرات کی اس نے شرک کیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا ریا۔ (احمد۔ محمد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مختصر یہ کہ شرک اصغر کی جزئیات بہت ہیں، زمانے کے حالات کے پیش نظر ان میں کبھی سختی اور کبھی نرمی کی گئی ہے۔ شرک اصغر ایسے طریقے سے انسان کے اندر داخل ہوتا ہے کہ پتا تک نہیں چلتا۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں:

''اے لوگو! شرک سے دور رہو کیونکہ یہ چیونٹی کے رینگنے سے زیادہ چھپا ہوتا ہے''۔

شرک فی العبادت یا شرک فی الالوہیت

بعد ازاں شرک اکبر یا شرک عظیم کی بھی تین اقسام ہیں۔ (۱) شرک فی العبادۃ یا شرک فی الالوھیۃ: یہ توحید فی الاوھیۃ کی ضد ہے اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو الہ معبود سمجھنا یا ماننا، اس کی عبادت کرنا شرک فی العبادت ہے جیسا کہ مشرکین بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ مشرکین عرب نے اپنے نیک و پارسا لوگوں کے مرنے کے بعد ان کی مورتیاں بنالی تھیں اور انھیں اپنا الٰہ و معبود ٹھہرالیا تھا۔ جو بتوں کو نظر پیش کیا کرتے، ان کو سجدہ کرتے اور ان سے اپنی حاجتیں

مانگتے تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ ان کی روحانیت وطاقت ان کی مورتیوں میں آگئی ہے اور انھوں نے اتنی عبادت کی کہ اب وہ خود مستحق عبادت ہو گئے۔ لہٰذا ان کی عبادت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور وہ ان کے معبود ہونے کا اعتراف واقرار کرتے ہوئے کہتے تھے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (الزمر۔آیت ۳)

(ہم ان بتوں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں)

(۲) شرک فی الذات (۳) شرک فی الصفات

بعض محققین وفقہاء اسلام نے شرک کی چار اقسام بیان کی ہیں لیکن سب کا ماحصل تقریباً ایک ہی ہے۔ جو اس طرح ہیں۔ (۱) شرک فی الذات یعنی جواہر الوہیت میں کسی کو خدا کا شریک سمجھنا اور کسی غیر کو واجب اور وابدی جاننا۔ (۲) شرک فی الصفات یعنی جو صفات اللہ کے لئے مخصوص ہیں جیسے مارنے، جلانے کی قدرت، علم محیط، ربوبیت عامہ، رحمت کاملہ، رزاقیت وغیرہ، ان میں سے کسی ایک صفت میں کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا۔ (۳) شرک فی الحقوق یعنی اپنی مخلوق کا خالق ومالک ہونے کی حیثیت سے جن حقوق کا تنہا وہی مستحق ہے ان میں سے کسی حق میں کسی اور کو شریک وساجھی ماننا جیسے عبادت، سجدہ اور دعا وغیرہ۔ (۴) شرک فی الاختیارات: یعنی خداوند قدوس کو خالق مالک اور حاکم ومقتدر ہونے کے اعتبار سے جو اختیارات وتصرفات ہیں ان میں سے کسی غیر کو اس کا حصے دار اور شریک حقیقی وذاتی طور پر خیال کرنا، جیسے جنت ودوزخ میں داخل کرنے کا اختیار، انسانوں کی زندگی کے لئے قانون ہدایت مرتب کرنے کا اختیار اور زندگی اور موت کا اختیار وغیرہ۔

مذکورہ بلا جملہ اقسام شرک شرک اکبر وظلم عظیم ہیں جو نہ صرف گناہ عظیم بلکہ صراحۃً کفر ہیں، جن کے متعلق قرآن مجید کا واضح حکم ہے کہ توبہ کے بغیر شرک کی بخشش ومعافی ہرگز نہیں ہوسکتی اور اس کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہیگا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾ (النساء، آیت ۴۸)

(بے شک اللہ تعالیٰ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا گناہ کا طوفان باندھا۔)

اللہ رب العالمین نے اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں شرک کو نا قابل بخشش و معافی ہی بیان نہیں کیا ہے بلکہ اس کو ظلم عظیم قرار دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان۔ آیت۔ ۱۳)

(اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے)

مختصر یہ کہ قرآن پاک کے مرکزی و اہم مباحث و موضوعات میں سے ایک اہم موضوع شرک بھی ہے۔ جس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں تقریباً ۱۵۰ آیات میں مختلف انداز و صورتوں میں شرک کی مذمت کی گئی ہے اور اس کی لعنت و نحوست سے اجتناب و پرہیز کے لئے مختلف دلائل و براہین پیش کئے گئے ہیں۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

باطل خداؤں میں سے کوئی ان کا مددگار و سفارشی نہ ہوگا

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (سورۃ یونس، آیت۔ ۱۸)

(اور وہ اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں جو ان کا نہ کچھ نقصان کرے اور نہ بھلا۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ان کے سفارشی ہیں۔)

معبودان باطل مشرکین کے خلاف گواہی دیں گے

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

(الروم۔ آیت، ۱۳)

(اور ان کے شریک ان کے سفارشی نہ ہونگے اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے۔)

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ (سورۂ مریم۔ آیت ۸۱، ۸۲)

(اور کے سوا اور خدا بنا لئے کہ وہ انہیں عزت دمدد دیں، ہرگز نہیں کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان کی بندگی وعبادت سے منکر ہونگے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔)

وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ (یونس آیت ۲۸)

(اور ان کے شریک ان سے کہیں گے تم ہمیں کب پوجتے تھے۔)

مشرک نجس ہیں

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ. (التوبہ، آیت ۲۸)

(اے ایمان والوں مشرک نرے ناپاک ہیں۔)

مشرکوں کے لئے بخشش کی دعا نہ کریں

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ (التوبہ، آیت ۱۱۳)

(نبی اور مومنوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان پر ظاہر ہو چکا ہو کہ وہ دوزخی ہیں۔)

اہل شرک پر جنّت حرام ہے

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ

(سورۃ المائدہ۔ آیت ۷۲)

(بے شک جو اللہ کا شریک ٹھرائے تو اللہ نے اس پر جنّت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اہل شرک سے اللہ اور اس کا رسول بیزار ہے

اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ (التوبہ، آیت ۳)

(بے شک اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول)

اللہ کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک نہ کرو

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَـيْـــًٔـا. (النساء، آیت ۳۶)

(اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو)

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ (الفاطر۔آیت ۱۳)

(اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو دانہ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں۔)

معبودان باطل کسی شئی کے مالک ومختار نہیں

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ۔ (سورۃ الفرقان، آیت ۳)

(اور لوگوں نے اس کے سوا اور خدا ٹھہرائے حالانکہ وہ کچھ نہیں بناتے اور خود پیدا کیئے گئے ہیں اور خود اپنی جانوں کے برے بھلے کے مالک نہیں، اور نہ مرنے کا اختیار نہ جینے کا نہ اٹھنے کا۔)

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۔

(سورۃ الرعد آیت ۔ ۱۶)

(تم فرماؤ تو کیا اس کے سوا تم نے وہ حمایتی بنائے ہیں جو اپنا بھلا و برا نہیں کر سکتے۔)

اگر چند خدا ہوتے تو کیا ہوتا؟

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ (الانبیاء، آیت ۲۲)

(اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ اور خدا ہوتے تو ضرور تباہ ہو جاتے۔)

اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ (المومنون، آیت ۹۱)

(اگر چند خدا ہوتے) تب تو ہر ایک خدا اپنی مخلوق کو لے کر چل دیتا اور ہر ایک خدا ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا۔)

مذکورہ بالا قرآنی آیات کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ قرآنی نقطۂ نظر سے شرک بہت ہی بدترین گناہ وکفر ہے۔ اس لئے ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بات کا علم رکھتا ہو کہ

اللہ نے اپنے بندوں پر جو عقیدۂ توحید واجب ولازم کیا ہے اس کی شرائط، ارکان اور تقاضے کیا ہیں اور شرک سے اجتناب واحتراز فرض قرار دیا ہے اس کا معنیٰ ومفہوم کیا ہے؟ اور پھر اسی اسلامی دستور اور حاصل شدہ دینی علم کے مطابق اپنی زندگی میں توحید کی حفاظت اور شرک کی مخالفت کا فریضہ انجام دیں۔

آیات قرآنی کے علاوہ احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی شرک کی شدید مذمت وعقوبت بیان کی گی ہے۔ حضور انور صلی اللہ تعلیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''شرک اور جادو ہلاک کرنے والی چیزیں ہیں۔ ہلاکت آمیز چیزوں میں سے شرک اور جادو سے سخت پرہیز کروہ (صحیح بخاری، کتاب الطب، حدیث ۲٦۱۵)

''جو شخص شرک کی حالت میں مریگا وہ دوزخ میں ہوگا''۔ (صحیح مسلم)

''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اگرچہ تو مارا جائے یا آگ میں جلایا جائے''۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ انسان سب سے بڑی گمراہی میں جس کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے، یا معصیت وکفر کا ارتکاب کرتا ہے وہ یہی شرک ہے۔ اس لئے جملہ انبیاء کرام ورسولانِ عظام نے اپنی اپنی اُمت کو یہی تعلیم ونصیحت فرمائی کہ وہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں اور شرک سے محفوظ رہیں۔

خلاصہ: مختصر یہ کہ عقیدۂ توحید اسلام کی جان ہے۔ اسی لیے قرآن وحدیث میں بار بار اس کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ توحید کی اہمیت کا اندازہ آپ اس بات سے بھی بخوبی لگا سکتے ہیں کی اسلام کے پانچوں ارکان میں باقی چار ارکان کے مجموعی ذکر سے کہیں زیادہ قرآن حکیم میں توحید کا ذکر ہے۔ اب آیئے ہندو دھرم میں تصور الٰہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

* * *

حوالہ جات

۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) جلد ۶ صفحہ ۶۸۲ تا ۶۸۴

۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۱۶۳

۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۸

۴۔ سورۃ النساء، آیت ۱۷۱

۵۔ سورۃ المائدہ، آیت ۷۲

۶۔ سورۃ الانعام، آیت ۱۰۲

۷۔ سورۃ الاخلاص، آیت ۱

۸۔ سورۃ العنکبوت، آیت ۱۷

۹۔ سورۃ الفاطر، آیت ۱۳

۱۰۔ سورۃ الفرقان، آیت ۳

۱۱۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۵۶

۱۲۔ سورۃ الرعد، آیت ۱۶

۱۳۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۲۲

۱۴۔ سورۃ المومنون، آیت ۹۱

۱۵۔ صحیح بخاری جلد سوم کتاب التوحید حدیث نمبر ۲۲۰۸

۱۶۔ سورۃ المومن، آیت ۶۵

۱۷۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۵۵

۱۸۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۰

۱۹۔ سورۃ المائدہ، آیت ۱۹

۲۰۔ سورۂ آل عمران، آیت ۲۶

۲۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۴۷

۲۲۔ سورۃ الرعد، آیت ۲۶

۲۳۔ سورۂ ہود، آیت ۱۰۷

۲۴۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۳۳

۲۵۔ سورۃ الانعام، آیت ۵۹

۲۶۔ سورۃ الحجرات، آیت ۱۸

۲۷۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۳۱

۲۸۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۴۴

۲۹۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۱۲۷

۳۰۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۱۳۷

۳۱۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۱۱۰

۳۲۔ سورۃ النساء، آیت ۵۸

۳۳۔ سورۂ ملک، آیت ۱۹

۳۴۔ سورۂ توبہ، آیت ۴۰

۳۵۔ سورۂ یونس، آیت ۶۴

۳۶۔ سورۂ کہف، آیت ۱۰۹

۳۷۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۴۳

۳۸۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۹

۳۹۔ سورۃ الرعد، آیت ۱۶

۴۰۔ سورۃ المومن، آیت ۶۴

۴۱۔ سورۂ غافر، آیت ۴

۴۲۔ سورۃ الھود، آیت ٦

۴۳۔ سورۃ الذاریات، آیت ۵۸
۴۴۔ سورۃ المائدہ، آیت ۵
۴۵۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۱۲
۴۶۔ سورۃ الرعد، آیت ۲۶
۴۷۔ سورۃ الاسرائ، آیت ۳۱
۴۸۔ سورۂ یونس، آیت ۳۱
۴۹۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۳۲
۵۰۔ سورۂ یوسف، آیت ۱۰۰
۵۱۔ سورۂ اخلاص، آیت ۲
۵۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۶۷
۵۳۔ سورۃ الزمر، آیت ۷
۵۴۔ سورۂ آل عمران، آیت ۹۷
۵۵۔ سورۂ آل عمران، آیت ۲۶
۵۶۔ سورۃ الفاتحہ، آیت ۴
۵۷۔ سورۃ القمر، آیت ۵۵
۵۸۔ سورۃ الزخرف، آیت ۲۲
۵۹۔ سورۃ الاسراء، آیت ۱۱
۶۰۔ سورۂ اخلاص، آیت ۴
۶۱۔ سورۃ القصص، آیت ۸۸
۶۲۔ سورۃ الرحمن، آیت ۲۷۔۲۶
۶۳۔ سورۃ الاخلاص
۶۴۔ سورۃ الاعراف، آیت ۱۸۰
۶۵۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۱۰
۶۶۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۸
۶۷۔ سورۃ الحشر ۲۴۔ ۲۳۔ ۲۲

ہندودھرم کا تصور الٰہ

مذہب اسلام کی طرح اصل ہندو یعنی ویدک دھرم بھی حقیقت میں ایکیشورواد (एकेश्वरवाद) یعنی عقیدۂ توحید کی ہی تعلیم دیتا ہے۔اور ایک ہی معبود کی عبادت و پوجا کا حکم بیان کرتا ہے۔اور خدائے واحد کی جن صفات کا ذکر اسلام میں ملتا ہے انہیں خصوصیات کا ذکر قریب قریب ایک ایشور (ईश्वर) کے لئے ہندوستانی مذہب بھی پیش کرتا ہے۔

قدیم ہندوستانی دھرم گرنتھ جو کہ ہندودھرم کی بنیاد و سرمایۂ افتخار ہیں، ان کی تعلیمات کی روشنی میں ایشور یعنی خدا واحد ہے، مہان اور وہی شکتی مان ہے۔وہ ایسا بے مثل و بے نظیر ہے کہ اس کی ذات وصفات یا کسی بھی شئی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔اس کے دربار میں کسی غیر کا دخل نہیں۔اور کوئی چیز اس کے احاطۂ علم وقدرت سے باہر نہیں۔وہ لوگوں کے حالات جاننے والا ہے اور سنسار کی ہر شئی میں اُس کا جلوہ موجود ہے۔وہ ازلی وابدی ہے اور ہر نقص وعیب سے مبرا ومنزہ ہے۔کائنات کی جاندار وغیر جاندار ہر مخلوق کا خالق و مالک اور رازق ہے۔زندگی اور موت، سکھ اور دُکھ کا داتا ہے۔سب اس کے پجاری ہیں وہ کسی کا پجاری نہیں، سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔وہ کبھی کسی شکل یا صورت میں جنم یا اوتار نہیں لیتا کیوں کہ وہ جسم اور جسمانیات، مکان اور مکانیات، زبان اور زبانیات سے پاک ہے۔

مختصر یہ کہ خدائے واحد کی جو صفات وخصوصیات دین اسلام نے بیان فرمائی ہیں قدیم ہندوستانی دھرم گرنتھ بھی ایک ایشور کے تعلق سے تقریباً وہی تصور پیش کرتے نظر آتے ہیں۔جس سے واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ اصل ہندو ویدک دھرم (वैदिक धर्म) بھی حقیقت میں توحید کا پیغامبر ہے۔

یوں تو قدیم ہندو مذہبی کتب میں عقیدۂ توحید (एकेश्वरवाद) کی حمایت میں بے شمار منتر

واشلوک پائے جاتے ہیں لیکن بطور ثبوت ہندو دھرم گرنتھوں سے چند خاص واہم حوالہ جات ذیل میں نقل کیے جارہے ہیں۔

ویدوں میں ایک ایشور کا تصور

وید چار ہیں: رگوید، یجروید، اتھروویداور سام وید، یہ چاروں وید قدیم ہندوستانی مذہب کی اصل وبنیاد ہیں۔جن کو ہندو عقیدہ کے مطابق کلام خدا(ईश्वाणी) خدا کا ذاتی علم (ब्रहम निजज्ञान) اور ایشور سے سنا ہوا کلام (श्रुति) مانا جاتا ہے۔ویدوں کے قائل کو ہندو اور منکر کو کافر (नास्तिक) سمجھا جاتا ہے۔ایکیشورواد (एकेशवरवाद) یعنی خدائے واحد کا عقیدہ پیش کرتے ہوئے اور اسی ایک معبود (पूज्य) کی عبادت و پوجا کی نصیحت کرتے ہوئے مہان دھرم گرنتھ وید (वेद) اس طرح اپنا حکم بیان کرتے ہیں۔

جب کچھ نہ تھا تو خدا تھا

न मृत्युरासीदृमृतं न तर्हि न रात्र्या अह आसीत् प्रकेतः।

आनीदवातं स्वधयातदेकं तरमाद्धान्यन्न परः किं चनास।।

-ऋग्वेद 10-129-2

اس وقت فنا اور بقا کا کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا، یعنی نہ ہی موت اور زندگی کا کوئی جھمیلا تھا، رات اور دن کا بھی کوئی فرق نہیں تھا، ہوا اور آسمان نہیں تھے، روحانی طاقت سے معمور وہ غیر مجسم (निराकार) ایشور (ब्रह्म) ہی سانس پر سانس خود سے لینے کے لیے موجود تھا۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ. 195)

तम आसीत् तमसा गूळ्हमग्रेऽप्रकेतं सलीलं सर्वमा इदम्।

तूच्छ्येनाभ्वपिहितं यदासीत् तपसस्तन्महिना जायतैकम।।

-ऋग्वेद 10-129-3

ساری کائنات میں پہلے صرف قدرتی اندھیرا تھا، اندھیرے سے دنیا ڈھکی ہوئی تھی۔

سب کچھ پانی اور خشکی تھا، جو کچھ بھی تھا وہ صرف معدوم ہی تھا، اس کی کوئی شکل وصورت نہیں تھی۔ گرمی کے اثر سے ایک عنصر (तत्त्व) ابتدائی کائنات نمودار ہوئی۔

कामस्तदग्रे समर्वततताधि मनसो रेतः प्रथमं यदासीत्।

सतो बंधुमसति निरविंदन् हदिप्रतीष्या कवयोमनीषा ।।

-ऋग्वेद 10-129-4

سب سے پہلے ایشور کے من میں دنیا پیدا کرنے کی خواہش پیدا ہوئی، جس کے نتیجے میں پہلے بیج (روح) پیدا ہوا، پھر دور اندیش، کامل دانشمندوں نے قلب میں غور وفکر کرتے ہوئے اس باقی تخلیق وکائنات سے اس عظیم، دائمی ذات کی دل ہی دل میں شناخت کی۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ.196)

رگوید اور عقیدۂ توحید (ऋग्वेद और एकेश्वरवाद)

हिरण्य मर्भस्समवर्तताग्रे भूतस्य जात पतिरेक आसीत्।

सा दाधार पृथिवी द्यामुतेमाम् कस्मै देवाय हविषा विधेम।।

-ऋग्वेद, 10-2-1

(یعنی پہلے کچھ بھی نہ تھا، یعنی دنیا کی ان تمام رنگینیوں کا نام ونشان تک نہیں تھا، ہمیشہ کی طرح ساری رنگینیوں کا ساری مخلوق (जनजीवन) اور تمام قدرتوں ودولتوں (ऐश्वर्यों) کا اکیلا مالک خدا (परमेश्वर) ہی باقی تھا۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्तवय पृ0 146)

य एकश्चर्षणीनां वसूनारिज्यति।

इन्द्रः पञ्चक्षितीनाम् ।।

-ऋग्वेद, 1-7-9

(جو ایک ہی خدا (प्रभु) ہے، وہی زمین پر رہنے والے پانچ طرح کے انسانوں کا اور سب طرح کے مال ودولت کا مالک ہے۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्तवय पृ0 146)

य एक इत्तमुष्ट्रांह कृष्मुष्ट्राह कृष्टीनां विचर्पणि :।

पतिर्जज्ञ वृष्कतु: ।। (1)

-ऋग्वेद 6-45-16

جو اکیلا ہی سب سے طاقت ور اور سب کا مالک ہے وہی انسانوں کے ایک ایک عمل وفعل کو دیکھنے والا ہے، اس لیے صرف اسی کی عبادت (उपासना) کی جائے۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य, पृ0 164)

विश्वतश्चक्षुरुत विश्वतोमुखो बिश्वतो बाहुरुत विश्वतस्पात्।

सं बाहुभ्यां धमति सं पतत्रैर्द्यावा भूमी जनयन देव एक:

-ऋग्वेद, 10-81-3

(تمام کائنات (सम्पूर्ण ब्रहमाण्ड) میں جس کی آنکھیں پھیلی ہیں، تمام عالم میں جس کے چہرے موجود ہیں، تمام کائنات میں جس کے بازو مسلسل کام کر رہے ہیں، سارے عالم میں جس کے قدم چل پھر رہے ہیں، وہ خدا (परमेश्वर) اکیلا ہی ہے۔ وہی آسمانی اور زمینی دنیا کو پیدا کرنے والا ہے۔ گناہ اور نیکی کی صورت میں دائیں بائیں بازوؤں کے ذریعے کیے گئے اعمال وافعال کے مطابق وہی سب کو ترقی (गति) دیتا ہے۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ.164)

य एक इद्धव्यश्चर्षणी नामिन्द्रं तं गीर्भिरभ्यर्च आभि।

य पत्यते वृ षभो वृ ष्ण्यावान्त्सत्य: सत्वा पुरुमाय: सहस्वान् ।। (2)

(جو ایشور تمام نسل انسانی کا ایک ہی معبود ہے اُسی کی ان آوازوں کے ذریعہ اچھی طرح پوجا یعنی ارچنا (अर्चणा) کرو وہی سکھ کی بارش فرمانے والا، سب سے بڑا طاقت ور، سراپا حق عالم الغیب اور تمام قدرتوں کا حقدار ہے۔

पतिर्बभूथासमो जनानामेको विश्वस्य भुवनस्य राजा (3)

(وہ انسانوں کا مالک ہے جس کے مثل کوئی نہیں۔ سارے عالموں کا واحد حاکم و بادشاہ ہے۔)

न यस्य द्यावापृथिवी अनुव्यचो न सिन्धापो रजसो अन्तमानशु:।

नोत स्ववृष्टिं अस्ययुध्यत एको अन्यच् वकृषे विश्वमानुषक।।(4)

(نہ زمین اور آسمان اُس ایشور کی عظمت و بزرگی کی حد کو پا سکتے ہیں اور نہ دیگر سیارے اور نہ آسمان سے نازل ہونے والی بارش۔ اُس ایک کے سوائے کوئی دوسرا اس دنیا پر طاقت نہیں رکھتا۔)

योदेवष्वधियिदेव एकं आसीत्। (5)

(جو تمام دیووں کا ایک دیو (ایشور) ہے۔)

अत्यमेक इत्थ पुरु चष्टे विविश्पति तस्य ब्रन्तान्यनु वश्चरामसि। (6)

(وہ ایک ہی ایشور ساری مخلوق کا مالک ہے۔ وہ سب کا بہترین محافظ ہے۔ ہم اپنے بھلے کے لئے اس کے احکام کی پیروی کریں۔)

یجر وید اور عقیدۂ توحید (यजुर्वेद और एकेश्वरवाद)

यः प्राणतो निमिश्तो महित्वैक इद्राजा जगतो वभूव।

यः ईशेस्अस्य द्विपद श्चतुष्पदः कस्मै देवाय हविषा विधेम।।(7)

(یہ جو جاندار اور غیر جاندار کائنات کا اپنی لامحدود قدرت سے ایک ہی محیط کل بادشاہ ہے یہ اس انسان اور گائے وغیرہ جانداروں کے اجسام کو پیدا کرتا ہے۔ ہم اُس قائم بالذات تمام دولت وغیرہ کے دینے والے ایشور کے لئے اپنی تمام اشیاء سے خاص طور پر عبادت کریں۔)

हिरण्यगर्भः सम्वर्तताग्रे भूतस्य जातः पतिरेक आसीत।

सदा धार पृ थिवीं द्यामुतेमां कस्मै देवाय हविषा विधेम।।(8)

(جو منور بالذات ہے اور جس نے روشن کرنے والے سورج چاند وغیرہ اشیاء کو پیدا کیا۔ اور اُن کا محافظ ہے۔ جو پیدا شدہ تمام کائنات کا مشہور مالک ایک ہی مدبر بالذات تھا۔ جو تمام کائنات کے پیدا ہونے سے پہلے موجود تھا۔ وہ اس زمین اور سورج وغیرہ کو سہارا دے رہا ہے۔ ہم لوگ اُس قائم بالذات پاک ایشور کے حاصل کرنے کے قابل یوگ اور نہایت محبت سے خاص طور سے عبادت کریں۔)

ईशावास्यमिदं सर्व यत्किन्च जगत्यां जगत्।(9)

(دنیا میں جو کچھ متحرک اور غیر متحرک ہے وہ سب ایشور سے ہی موجود ہے وہ عالم الغیب ایشور سارے سنسار میں چھایا ہوا ہے۔)

اتھرووید اور عقیدۂ توحید (अथर्ववेद और एकेश्वरवाद)

न द्वितीयो न तृतीयश्चतुर्थो नाप्यु चयते।

न पंचमो न षष्ट: सप्तमो नाप्यु चयते।

नाष्टमो न नवमो दशमो नाप्युचयते।

स सर्वस्मै वि पश्यति यच्चप्राणति यच्च न।

नमिदं निगंत सह: स एष एक एक वृदेक एव।

सर्वे अस्मिन देवा एकवृतो भवन्ति।(1 0)

(وہ ایشور نہ دوسرا ہے نہ تیسرا اور نہ چوتھا کہا جاتا ہے، وہ پانچواں، چھٹا اور ساتواں بھی نہیں کہا جاتا ہے، وہ آٹھواں، نواں اور دسواں بھی نہیں کہا جاتا ہے۔ وہ ایشور سنسار کی تمام جاندار اور غیر جاندار اشیاء کو اچھی طرح جانتا اور دیکھتا ہے اسی کے لیے طاقت ہے وہ ایک اکیلا ہی موجود ہے اسی کے زمین وغیرہ اور تمام دیوتا (فرشتے) موجود ہیں۔)

भुवनस्य यस्पतिरेक एव नस्मयो विक्ष्वीडय:।(11)

(سب زمین وآسمان (ब्रहमाण्ड) کا وہی ایک مالک، سبھی لوگوں کے لئے سر جھکانے و پوجا کرنے کے لائق ہے۔)

اُپنشد اور عقیدۂ توحید (उपनिषद औ र ऐकेश्वरवाद)

ویدوں کی طرح ویدوں کی عظیم تفاسیر (टीका) اور ویدوں کے روحانی علم (आध्यात्मवाद) کے آخری مشہور و معروف گرنتھ اپنشد (उपनिषद) بھی واضح لفظوں میں توحید اور ایک ایشوروادی ہی تعلیم دیتے ہیں۔

شویتاشوتر (श्वेताश्वतर) اپنشد نصیحت کرتا ہے کہ:

एको देव:सर्वभूतेपु गूढ: सर्वव्यापी सर्वभूतान्तरात्मा।

कर्माध्यक्ष: सर्व भूताधिवास: साक्षी जेता केवलो निर्गुणश्च।।(12)

(ایشور ایک ہے باقی سب اسی کے سہارے ہیں۔ وہ سب کے اندر موجود ہے وہ سبھی کاموں کا مالک ہے۔ نہ کبھی وہ جنم لیتا ہے اور نہ کسی کو جنتا ہے۔ اس کے جوڑ کا کوئی دوسرا نہیں۔ وہ سب کا گواہ (साक्षी) ہے وہ ہی علیم ہے۔ صرف وہی نرگن (निर्गुण) ہے۔)

ایش اپنشد (ईशउपनिषद) میں بیان گیا گیا ہے:

अनेजदेकं मनसो जवीयो नैनद्देवा आपनुवन्पूर्वमर्षत्।

तद्धावतो ऽन्यानत्येति तिष्ठत्त रिन्नपो मातरिश्वा दधाति।।

(ایشور ایک ہے اور قائم ہے۔ من سے بھی زیادہ تیز رفتار والا ہے۔ اسے حواس حاصل نہیں کر سکے کیوں کہ وہ ان سب سے بلند ہے۔ وہ قائم ہونے پر بھی دیگر ساری متحرک اشیاء کو متاثر کر جاتا ہے۔ ہوا اس کے رہتے ہوئے ہی پانی، بارش، جان وطاقت حاصل کرنے کا نظام مرتب کرتی ہے۔)(13)

کٹھ اپنشد (कठ उपनिषद) میں ذکر کیا گیا ہے:

अग्निर्य थैको भुवनं प्रविष्टो रुपं रुपं प्रतिरुपोबभूव।

एकस्तथा सर्वभूतान्तरात्मा रुंपं रुंमं प्रतिरुपो बहिश्च।। (14)

(اس دنیا میں جس طرح آگ (अग्नि) ہے تو ایک ہی، مگر مختلف شکل والی اشیاء کے لئے مختلف روپ والی ہو جاتی ہے اسی طرح سب جانداروں کے اندر رہنے والا ایک ہی ایشور (परमात्मा) ان کے روپ کے مطابق ہو رہا ہے۔ وہ ان کے اندر بھی ہے اور باہر بھی ہے۔ اسی بات کو کٹھ اپنشد اشلوک (۲۔۲۔۱۰) میں ہوا کی مثال دیکر سمجھایا گیا ہے۔ اور اسی مضمون کو اشلوک (۲۔۲۔۱۱۔۱۲) میں دوسرے طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ قدیم ہندو دھرم کی اصل تعلیم عقیدۂ توحید ہے لیکن اپنشد کے مذکورہ اشلوک اور اسی قسم کے دیگر اشلوکوں میں جو بیان کیا گیا ہے کہ وہ مختلف اجسام واشکال قبول کرتا ہے۔ یہ درحقیقت وہی عقیدۂ ونظریہ ہے جس کو بعض صوفیاء واہل طریقت عقیدۂ ہمہ اوست یا وحدت الوجود سے تعبیر کرتے ہیں، جو ان کے نزدیک توحید کے منافی نہیں بلکہ عین وحدت ہے۔ جس کی ترجمانی خواجہ میر درد نے اپنے ایک شعر میں اس طرح کی ہے ۔

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

اور ایک فارسی شاعر نے اسی بات کو اس طرح نظم کیا ہے ۔

دو عالم چیست ؟ نقش صورت دوست
چہ جائے صورت بلکہ خود اوست
بصد آئینہ یک روئے مقابل
اگر چہ صد نماید لیک یک اوست

مختصر یہ کہ اپنشد جو ہندو دھرم میں روحانیت کے عظیم ترجمان ہیں ان کو کائنات عالم کی ہر چیز میں اور ہر جگہ خدا ہی کا جلوہ نظر آتا ہے اور ایک خدا کے علاوہ کچھ نہیں دکھائی دیتا۔

اسی طرح ویدوں میں کہیں کہیں جو مختلف دیوتاؤں کا ذکر ہے مثلاً اندر، اگنی وغیرہ وغیرہ، درحقیقت یہ سارے متعدد دیوتا ایک ذات واحد کے مظاہر یا اس کے صفاتی نام ہیں۔ بہر دوصورت اس کثرت کے پردے میں ایک وحدت جلوہ گر ہے جسکا نام ویدوں کی اصطلاح میں پرجاپتی (प्रजापति) ہے اسکے معنی رب العالمین کے ہیں اور جو عالم وما فی العالم کی خالق ہے۔

ہمارے اس قول کی تائید کرتے ہوئے 'انسائکلو پیڈیا آف برٹانیکا' بیان کرتا ہے کہ "ساری کائنات کا سربراہ ایک اور اعلیٰ خدا ہے جس پر کائنات کی بقاء اور نشوونما کا مدار ہے۔ کچھ جھوٹے درجے کے خداؤں کی مدد سے وہ حکومت کررہا ہے جو درحقیقت اسکی صفات کے مظاہر ہیں۔ اس طرح ہندومت بنیادی طور پر دین توحید ہے۔ ہندو اپنے دیوتاؤں وخداؤں کو ایک خدا میں سمیٹ دیتے ہیں یہ دیوتا بہت سے معاملات میں آزاد ہیں، ان میں آپسی مخالفت اور رقابت بھی ہوتی ہے اور آپس میں دست گریباں بھی ہوتے ہیں۔ (15)

الحاصل یہ کہ ہندو دھرم کے جملہ دیوتا بالخصوص برہما (ब्रहमा) وشنو (विष्णु) شو (शिव) کی جن جداگانہ خصوصیات وصفات کا ذکر ہندو دھرم گرنتھوں میں کیا گیا ہے ان سے کوئی یہ خیال نہ کرے کی یہ علاحدہ علاحدہ خدا یا ایشور ہیں بلکہ سارے دیوتا خاص طور سے یہ تینوں ایک ہی ایشور کے جداگانہ صفاتی (सगुण) نام ہیں۔ جب وہ رچنا یعنی پیدا کرتا ہے تو اس کا نام برہما

(ब्रहमा) ہوتا ہے، جب پالن پوشنٹر ونشوونما کرتا ہے تو اس کا نام وشنو (विष्णु) ہوتا ہے اور جب وہ قیامت لاتا ہے تو اس کا نام شو (शिव) ہوتا ہے۔ **وعلیٰ هذا القياس**

ہندستانی پرانٹروں میں بار بار اس کا ذکر کیا گیا ہے اور ویدوں کے عظیم عالم و محقق مہرشی دیانند سرسوتی نے بھی اپنی مشہور کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کے پہلے سملاّ س (समुल्लास) میں اسی مفہوم کی ترجمانی کی ہے۔

گیتا اور عقیدۂ توحید (गीता और ऐकेश्वरवाद)

دور حاضر کی موجودہ ہندو مذہبی کتابوں میں **شری مد بھاگوت گیتا** (श्रीमद भागवत गीता) کو امتیازی مقام حاصل ہے۔ اس کی اہمیت آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ گیتا ہی وہ واحد کتاب ہے کہ چار ویدوں کے بعد جس کو پانچویں وید (पंचम वेद) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شری بھاگوت گیتا کی بھی صاف لفظوں میں بار بار یہی تعلیم ہے کہ اور سب دیوتاؤں وغیرہ کو چھوڑ کر صرف اور صرف ایک ایشور ہی کی پوجا کرنی چاہئے جیسا کہ اشلوک (۹۔ ۲۷۔ ۳۴) میں ذکر کیا گیا ہے۔

اسی طرح (۱۸۔۶۶) میں حکم دیا گیا ہے کہ اور سب دھرموں کو چھوڑ کر صرف ایک ایشور کا ہی سہارا لینا چاہئے۔ وہی آدمی کو پاپوں اور گناہوں سے بچا سکتا ہے۔

اشلوک (۹۔ ۲۳) میں خبردار کیا گیا ہے کہ دیوتاؤں کے پجاری دیوتاؤں تک پہنچتے ہیں اور ایشور کے پجاری ایشور تک۔

اس طرح پیش کئے گئے مشہور ہندو دھرم گرنتھوں کے اشلوکوں اور منتروں کی روشنی میں واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھ بھی حقیقت میں ایک ایشورواد (एकेश्वरवाद) یعنی عقیدۂ توحید کے ہی علمبردار ہیں۔

***

ہندو دھرم گرنتھوں میں خدائے واحد کی صفات

(हिन्दु धार्म ग्रन्थों में ऐकेश्वर की विशेषताऐं और सगुण)

قدیم اور عظیم ہندستانی دھرم گرنتھ جو کہ ہندو مذہب کا بنیادی سرمایہ ہیں ان کی تعلیمات وحوالہ جات کی روشنی میں گزشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا کہ وہ کتنے صاف اور واضح انداز میں عقیدۂ توحید کا درس دیتے ہیں۔ آیئے! اب ذرا اس بات کا بھی جائزہ لیں کہ خدائے واحد (एक ईश्वर) کی صفات (गुण विशेषता) کے متعلق وہ کیا پیغام دیتے ہیں۔

ویدوں میں خدا کی صفات(वेदों म` ईश्व र की विशेषताए)

ویدوں میں ایک ایشور کی بے شمار اہم صفات کا خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ چاروں ویدوں سے اختصاراً کچھ خاص صفات کو یہاں ہم پیش کر رہے ہیں جن سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ تقریباً وہی صفات ہیں جو اسلام نے بیان فرمائی ہیں۔

رگوید (ऋग्वेद) بیان کرتا ہے کہ:

خالق CREATOR

सोमः पवते जनिता मतीनां जनिता दिवो जनिता पृथिव्याः ।

जनिताग्नेर्जनिता सूर्यस्य जनितेन्द्रस्य जनितोत विष्णोः ।।

-अथर्वेद. 9-96-5

وہی ایشور سب کو پیدا کرنے والا ہے، وہی علم کو پیدا کرنے والا ہے، آسمان اور زمین کو

وہی پیدا کرنے والا ہے، اگنی کو وہی پیدا کرنے والا ہے، سورج کو، اندر کو اور وشنو کو پیدا کرنے والا وہی ہے۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०163)

त्वमीशिषे सुतानामिन्द्र त्वमसुतानाम्।

त्वं राजा जनानाम्।।

-ऋग्वेद 8-64-3

اے خدا! تو ہی پیدا شدہ اشیاء کا ایشور ہے تو ہی دائمی روح اور فطرت وقدرت کا ایشور ہے تو ہی سارے عالمین کا حاکم ہے۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०165)

आपो ह यद्बृहतीर्विश्वमायन् गर्भं दधानाजनयन्तीरग्निम्।

ततो देवानां सम वर्ततासुरेकः कस्मै देवाय हविषा विधेम।

سب کے حملوں کو استعمال کرنے والے، آگ کو پیدا کرنے والے، بڑے بڑے پانی کی ندیاں، جھرنے جہاں سے نکل کر ساری دنیا میں پھیل رہے ہیں، سب طرح کے غیر محدود دیوی دیوتاؤں کے مثلِ جان خالق، جو تمام قدرتوں اور صفات کا مالک ہے اسی خوشی دینے والے خدا (प्रभु) کو سب کچھ نذر کرتے ہوئے تمام جذبات سے پوجا و بندگی کریں۔
(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०194)

यश्चिदापो महिना पर्यपश्यद् दक्षं दधाना जनयन्तीर्यज्ञम्।

यो देवेष्वधिदेव एक आसीत् कस्मै देवाय हविषा विधेम।

جو ہر طرح کی طاقت دینے والا ہے، جس نے یگ کی ابتدا کی ہے وہ ساری طاقت اور شان وشوکت عطا کرنے والا خدا (प्रभु) ہے وہ اپنی عظمت سے چاروں طرف دیکھتا رہتا ہے۔ پانی کے بہاؤ میں اسی کی طاقت جلوہ نما ہوتی ہے، جو سارے دیوتاؤں کا اکیلا خاص دیوتا ہے یا جو سارے دیوتاؤں کا دیوتا (देवाधिदेव) ہے بس وہی پوجا و بندگی کرنے کے لائق ہے۔ اسی ایشور کی مکمل طور سے عقیدت اور یقین کے ساتھ پوجا کریں۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०194)

मा नो हिंसीज्जनिता यः पृथिव्या यो वा दिवं सत्यधर्माजजान।

यश्चा पश्चन्द्रा बृहतीर्जजान कस्मै देवाय हविषा विधेम।

جس نے زمین کی تخلیق کی، اسی برحق خدا (प्रभु) نے جنت، سورگ بنایا، جس نے بڑے بڑے چمکیلے پانی کے دھارے جاری کیے، وہ ہماری تباہی و بربادی نہ کریں۔ اسی راحت و خوش حالی عطا کرنے والے خدا (प्रभु) کو سب کچھ نذر کر کے پوجا کریں۔

(वैदिक साहित्य मे मानव कर्त्तव्य पृ०195)

ॐ भूभुर्वः स्वः तत्सवितुर्वरेण्यं भर्गो देवस्य।

धीमहि धियो यो नः प्रचोदयात्।

-यजुर्वेद.36-3

سراپا لطیف و برحق، دنیا کو پیدا کرنے والے ایشور کے روشن نور کا ہم دھیان کرتے ہیں اور اس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری حق پسند عقل کو صحیح سمت کی طرف راغب کرے، چلائے (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०155)

مالک و بادشاہ LORD

ईशा वास्यमिदं सर्वं यत्किं च जगत्यां जगत्।

तेन त्यकतेन भुञ्जीथा मागृधः कस्य स्विद्धनम्।।

-यजु.40-1

اس مسلسل جاری وساری دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب کچھ ایشور کا ہی ہے، کچھ بھی اپنا نہیں ہے اور اس ایشور کی دنیا کی نعمتوں کا بے لوث استعمال کرو، کسی کی دولت کے متعلق لالچ مت کرو۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०154)

प्रजापते न त्व देतान्यन्यो विश्वाजातानि परिता बभूव।

यत् कामास्ते जुहुमस्तन्नो अस्तु वयं स्याम पतयोरयीणाम।।

کائنات کے شروع میں وہ سنہرا انڈا ہی ظاہر تھا جو تمام کائنات کا اکیلا مالک تھا، اسی میں بے حد اور بے انتہا پانی کا خزانہ پیدا ہوا اور اسی نے دونوں جہان کو اختیار (धारण) کیا اسی پُر لطف ایشور کو سب کچھ نذر کرتے ہوئے ہر طرح سے پوجیں وعبادت کریں۔

(वैदिक साहित्य मे मानव कर्त्तव्य पृ०193)

संसमिधुवसेवृषन्नग्ने विश्वान्यर्य आ।
इलस्पदे समिध्यसे सनो वसून्या भर।।

-ऋग्वेद 10-191-1

اے سب سے طاقت ور، سراپا نور، خدا(प्रभु) آپ ہی سب کے مالک ہیں، سارے اجزاء کو جانداروں کو آپ ہی جمع کرتے ہیں۔ یہ آسمان اور زمین آپ ہی سے منور ہے۔اے غیر محدود نور کے مالک خدا! آپ ہم سب کو ہر طرح کے دھن دولت سے مالا مال کر۔
(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०197)

इंद्र मित्रं वरुणमग्नि माहुरथो दिव्यः सः सपुर्णो गुरुत्मान।
एकं सदिप्रा बहुधा वदन्तयग्नि यमं मातरिश्वान माहु।। (16)

(ایک ہی ایشور کو گیانی لوگ بہت سے ناموں سے یاد کرتے ہیں اسی کو اندر (इद्र) یعنی مالک متر (मित्र) یعنی دوست، ورون (वरुण) اگنی (अग्नि) آقا، دوے (दिव्य) روشن نور، سپرن (सुपर्ण) اچھا کام بنانے والا، گروتمان (गुरुत्मान) مہان، یم (यम) موت اور زندگی کا مالک اور ماترِشوا (मातरिश्व) دلوں کا حال جاننے والا کہہ کر پکارتے ہیں۔)

महीं देवस्य सवित:परिष्टुतिः (17) (اس سنسار کے بنانے والے کے لئے تعریف (स्तुति) ہے۔)

वसुर्दयामान (18) (جو دینے والا اور مہربان (दयावान) ہے۔)

महो दिवः पृथिव्याश्च सम्राट (19) (وہ ایشور مہان آسمانی سنسار و زمین کا بادشاہ (सम्राट) ہے۔)

خدا ہی معبود۔صرف ایک خدا کی پوجا کرو

अर्चत प्रार्चत प्रियमेधासो अर्चत।
अचन्तु पुत्रका उत पुरं व घृष्णवर्चत।।

-ऋग्वेद 8-69-8

خاص طور سے اسی کی پوجا کرو اے علم کے چاہنے والو، اسی کی پوجا کرو، تمہارے بچے بھی اسی کی پوجا کریں۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०156)

त वत्सा उप तिष्ठन्त्येकशीर्षाणो युतादश।

रश्मिभिर्नभआभृत महेन्द्र एत्यावृत

-ऋग्वेद 13-4-6

اسی ایک ایشور کو خاص ماننے والے دسوں سمتوں کے لوگ پوجتے ہیں۔

(वैदिक साहित्य मे मानव कर्त्तव्य पृ०164)

ہر شئی میں اور ہر طرف اس کا جلوہ و نور

वेनस्तत्पश्यन्निन हितं गुहा सद्यत्र विश्व भवत्येकनीडम्।

तस्मिन्निदं ळसं च विचैति सर्व ळ स ओत प्रोतश्च विभूः प्रजासु।।

-यजुर्वेद 32-8

دانشمند ذاکر یا مراقب اس دائمی ایشور کو اپنے دل جیسی گُفا میں دیکھتا ہے۔ جس ایشور میں ساری کائنات سمائی ہوئی ہے اسی ایشور (ब्रहम) میں یہ سنسار وصل اور جدائی کو حاصل کرتا ہے اور وہی ایشور سبھی جانداروں میں مکمل بسا ہوا ہے۔ یعنی پوری طرح سمایا ہوا ہے۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०165)

ہر دن اور ہر آن نئی شان والا

सनातनमेनमाहुरुताद्य स्यात् पुनर्णवः।

अहोरात्र प्र जायेते अन्यो अन्यो अन्यस्य रूपयोः।।

-अथर्ववेद 10-8-23

دانشمند لوگ اس ایشور کو دائمی و قدیم بتاتے ہیں لیکن وہ تو ہمیشہ نیا ہی ہے۔ دن اور رات کی شکل میں وقت کی تخلیق تو وہ خود ہی کرتا ہے۔ وہی دن اور رات کی صورت میں وقت سرکتے سرکتے کائنات اور قیامت تک پہنچ جاتا ہے۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०166)

خدا ہم سے قریب تر ہے

प्रजापतिश्चरतिगर्भे ऽ अन्तर।

जायमानो बहुधा विजायते।

तस्योनिं परिपश्यन्ति धीरा-

स्तस्मिन् ह तस्थ, भुविनानि विश्वा।।

-ऋग्वेद.31-10-9

تمام کائنات کا مالک سب کے اندر ہی رہتا ہے، جب کہ یہ رنگ برنگا سنسار اسی کی مرضی سے پیدا ہوتا ہے۔ عالم اور مراقب لوگ اسی کے حصول کے لیے مختلف قسم کے غور وخوض کرتے رہتے ہیں، تدابیر کرتے رہتے ہیں۔ اسی میں ساری دنیا اور آخرت (लोक-परलोक) سمائے ہوئے ہیں۔(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०166)

خدا ہی حافظ، عالم الغیب، رازق اور مدبّر

हिरण्मयेन पात्रेण सत्यस्यापिहितं मुखम्।

योऽसावदित्ये पुरूष: सोऽसावहम्। ओम ब्रहम।।

قدرت کے روپ میں دنیا کے عیش وعشرت یا استعمال کے معاملات یا امور کی سنہری چادر سے حق یعنی خدا (ब्रहम) خود ڈھکا ہوا ہے سورج میں یہ جو مرد یا ایشور ہے، وہ میں یعنی روح ہوں۔ دنیا کا محافظ مالک ایشور آسمان کی طرح پھیلا ہوا ہے۔(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०155)

प्राण प्राणं त्रयस्वासो असवे मृड।

निर्ऋते न: पाशेभ्यो मुञ्च।।

-अथर्ववेद,

اے جانوں کو جان عطا کرنے والے یعنی زندگی دینے والے ایشور ہماری جانوں کی حفاظت کرا اے مدبر خدا (प्रभु) ہمیں خوشحال عقل عطا کرا اے ہمیشہ محیط ایشور ہمیں بڑی آفتوں

کے پھندوں سے بچا۔(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०165)

यो विश्वाभि वि पश्यति भुवना संच पश्चति (20)

(وہ ایشور سارے سنسار کو اچھی طرح جانتا ہے یعنی عالم الغیب ہے۔)

यस्तिष्ठति चरति यश्च वञ्चति यो निलायं चरति यः प्रतंकमा।

दौ संनिषद्य यन्मन्त्रयेते राजातद् वेद वरुणस्तृतीय।। (21)

(جو کھڑا ہوتا ہے، چلتا ہے، جو دھوکہ دیتا ہے، جو چھپتا پھرتا ہے، جو دوسروں کو تکلیف پہنچاتا ہے، جو دو انسان پوشیدہ بات کرتے ہیں تیرا ایشور ان سب کو جانتا ہے۔)

(22) विश्वस्य मिषतो वशी (وہ سب جانداروں (प्राणियों) کو بس (वश) میں رکھتا ہے۔)

य एक इद् विदयतेवसु मर्ताय दाशुषे (23)

(جو ایشور ایک ہے وہ ہی سخی انسان (दानशील) کو بے شمار طریقوں سے روزی (जीविका) دیتا ہے۔)

(24) विश्वतश्चक्षुरुत विश्वतोमुखो (ایشور کی آنکھ ہر طرف ہے، اس کا منہ ہر سمت ہے۔)

(25) अदब्धानि वरुणास्य व्रतानि (ایشور کے قانون (विधान) نہیں بدلتے۔)

اسی بات کو قرآن پاک ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے 'لا تبدیل لکلمات اللہ' یعنی اللہ کے کلام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی (26)

त्वंनो अन्तम उत त्राता (27)

इसे चित् तव मन्यवे वे पेते भियसा मही यदिन्द्र वज्रिन्नोजसा

वृत्रं मरुत्वां अवधोरर्चन्नतु स्वराज्यम।।(28)

(اے ایشور یہ سنسار تیرے جلال (प्रताप) سے کانپتے ہیں۔ تو اپنے قہر (प्रताड़ना) سے پاپی مارتا ہے۔ اور نیک (सत्कर्मी) کے لئے اپنی حکومت میں عزت (सत्कार) کے ساتھ سکھ عطا فرماتا ہے۔)

यो नः पिता जनिता यो विधाता धामनि वेद भुवनानि विश्वा।(29)

(جو ہمارا رب (पालक) اور خالق ہے۔ جو مدبر (विधाता) ہے وہی سنسار کے سب

مقامات اور عالموں (लोकों) کو جانتا ہے۔)

पवमान ऋतं बृहच्छुक ज्योतिरजीजनत्। (30)

(ایشور کے) پاک نظام (विधान) نے انتہائی روشن روشنی کو پیدا فرمایا۔ اور سیاہ تاریکی کو ختم کیا۔)

हिरण्यगर्भः समवर्ततताग्रे भूतस्य जातः पतिसेक जासीत्।

स दाधार पृथिवीं द्यामुतेमां कस्मै देवाय हविषा विधेम।।(31)

(اے انسانو! وہ ایشور (देव) کون ہے؟ جو سورج وغیرہ پرتپش اشیاء کی اصل ہے۔ جو کچھ پیدا ہو چکا ہے اور ہوگا، اس کا مالک (स्वामी) ہے۔ زمین سے لے کر آسمانی دنیا تک ساری مخلوق (सृष्टि) کو بنا کر اسے استعمال کرتا ہے۔ وہ ایشور ہے اس ایشور کی ہم پیار سے پوجا کیا کریں۔)

थ आत्मदा बलदा यस्य विश्व उपास्ते प्रशिषं यस्य देवाः।

यस्य छायामृतं यस्य मृत्युः कस्मै देवाय हविषा विधेम।। (32)

(اے انسانو! وہ ایشور (देव) کون ہے؟ جو جسم میں جان جاری کرتا ہے۔، طاقت دینے والا ہے۔ ساری مخلوق کا حاکم ہے۔ سبھی دیوتا جسکے ماتحت ہیں۔ جس کی چھایا چھو لینے سے بھی نجات (मुक्ति) مل جاتی ہے اور جس کے نہ جاننے سے آواگمن (आवागमन) میں پڑنا پڑتا ہے۔ وہ ایشور ہے۔ ہم پیار سے ایشور کی پوجا (भक्ति) کیا کریں۔)

इंयविसृष्टियंत आबभूव यदि वा दधो यदि वा न।

यी अस्याध्यक्षः परमे व्योमन्त्सो अंग वेद यदि वा न वेद।।

(اے انسانو! جس سے یہ طرح طرح کی مخلوق (सृष्टि) ظاہر ہوتی ہے، جو اسے پیدا کرتا ہے اور فنا کرتا ہے، جو اس سنسار کا مالک ہے، جس سے یہ سنسار (जगत) پیدا ہوتا ہے، جس سے قائم ہوتا ہے اور جس کی طرف لوٹ جاتا ہے وہ ایشور ہے اسکو تو جان۔)

یجر وید ایک ایشور کی صفات (विशेपता) کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

ईशावास्यमिदं सर्व यत्किञ्च जगत्यां जगत्। (33)

(سنسار میں جو کچھ متحرک، غیر متحرک (स्थावर-जंगम) ہے، وہ سارا ایشور ہی سے

موجود ہے۔ وہ عالم الغیب (अंतर्यामी) ایشور سارے جگت میں چھایا ہوا ہے۔)

तदेवाग्निरत्तदादित्यरत्तद्वायुरत्तदु चन्द्रमा ।

तदेव शुक्र तद् ब्रहम ता आपः स प्रजापति ।।(34)

(وہ ایشور (आदित्य) ہی اگنی ہے، نور (परमात्मा) ہے۔ ہوا ہے، چاند ہے، پاک (शुक) ہے۔ پانی اور بادشاہ ہے، وہی ہر جگہ موجود ہے۔)

य आत्मदा बलदा यरय विश्व उपासते प्रशिषं यरय देवाः।

यरयच्छायाऽमृतं यरय मृत्युःकरमै देवाय हविषा विधेम ।।(35)

(یہ جو علم روحانی (आत्मज्ञान) کا عطا کرنے والا ہے اور جسم، روح اور سوسائٹی کو طاقت دینے والا ہے جسکی سب عالم (ज्ञानी) لوگ پوجا کرتے ہیں اور جس کا ظاہر راستی، مجسم حکومت اور انصافی یعنی ہدایت کو مانتے ہیں جس کا سہارا ہی نجات، راحت دینے والا ہے جس کا نہ ماننا یعنی عبادت نہ کرنا ہی موت (मृत्यु) اور دکھ وغیرہ کا باعث ہے۔ ہم لوگ اس قائم بالذات، تمام علوم کے دینے والے ایشور کو حاصل کرنے کے لئے روح اور دل (अन्त: करण) سے ہی عبادت یعنی اس کے احکام کی پیروی کے لئے تیار رہیں۔)

स नो बन्धुर्जनिता स विधाता धामानि वेद भुवनानि विश्वा ।

यत्र देवा अमृतमानशानास्तृतीये धामत्रच्यैरयन्त ।।(36)

(اے انسانو! وہ ایشور ہم لوگوں کو بھائی کی مانند آرام دینے والا، تمام دنیا کا پیدا کرنے والا، تمام کاموں کا پورا کرنے والا، تمام دنیا، نام، مقام اور پیدائش کو جانتا ہے۔ اور دنیاوی راحت و رنج سے مبرّا ہمیشہ راحت سے بھرپور سراپا نجات سہارا دینے والا ایشور ہے۔ اس سے نجات کو حاصل کر کے عالم، گیانی لوگ اپنی خواہش سے رہتے ہیں۔ ہم لوگ مل کر اس کی عبادت کیا کریں کہ راجا اور حاکم ہے۔)

येन द्यौरुग्रा पृथिवी च दृढा येन स्वः स्तभितं येन नाकः।

यो अन्तरिक्षे रजसो विमानः करमै देवाय हविषा विधेम।।(37)

(جس ایشور نے تیز خصلت والے سورج وغیرہ اور زمین کو پیدا کیا، جس ایشور نے

راحت کو پیدا کیا اور جس ایشور نے تکلیف سے پاک نجات کو قائم کیا ہے۔اور آسمان میں تمام کرہائے ارضی وسماوی کو جیسے آسمان میں پرند اڑتے ہیں ایسے تمام کرہ جات کو بناتا اور انکی گردش کراتا ہے ہم لوگ اس راحت والے خواہش کرنے کے لائق ایشور کے حصول کے لئے پوری طاقت سے خاص طور پر عبادت کریں۔)

स पय्रगातच्छुक्रमऽकायमब्रण मस्नाविर शु द्धमपापविद्धम्।

कविर्मनीषी परिभु स्वयम्भु।।(38)

(وہ ایشور ہی موجود، قادر کل، جسم سے پاک (निराकार) عیوب ونقائص سے بری، انتہائی پاک مقدس نس ناڑی کے بندھنوں سے آزاد مکمل پاک، گناہوں سے مبرا ومنزہ، عالم الغیب (सर्वज्ञ) سب کے دل کے حالات کا عالم، بدوں کی لعنت اور نیکوں کی عزت میں اضافہ فرمانے والا ازلی حاکم ہے۔)

ایشور کی صفات کے تعلق سے یجر وید کے مذکورہ بالا منتر کے علاوہ 'ادھیائے ۳۰ منتر ۱۳ اور ادھیائے ۴۰ منتر ۱۶ بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں جن میں کافی شرح وبسط سے دیگر خدائی صفات (ईश्वरीय-गुण) کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اتھر وید (अथर्वेद) خدائی صفات (ईश्वरीय गुण) کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے کہ:

यस्तिष्ठति चरति यश्च वञ्चति यो निलायं चरति यः प्रतंकम।

द्वौ संनिषद्य यन्मन्त्रयेते राजातद् वेद वरुणस्तृतीयः।।(39)

(جو کھڑا ہوتا ہے، چلتا ہے جو دھوکہ دیتا ہے، جو چھپتا پھرتا ہے، جو دوسروں کو تکلیف پہنچاتا ہے، جو دو لوگ آپس میں بات کرتے ہیں تیسرا ایشور (ईश्वर) ان سب کو جانتا ہے۔)

प्रजा पतिर्जनयति प्रजा इमाः (40) (ایشور ان سب مخلوقات (सृष्टियों) کو پیدا کرتا ہے۔)

सर्व तद् राजा वरुणो किचष्टे यदन्तरा रोदसी यत् परस्तात।(41)

(جو آسمان اور زمین کے بیچ ہے یا جو کچھ اس کے نیچے ہے اسکو ایشور دیکھتا ہے۔)

यो मारयति प्राणयति सस्मात प्राणन्ति भुवानानि विश्वा।(42)

(جو "ایشور" مارتا ہے اور زندگی (प्राण) عطا کرتا ہے اور جس کی مہربانی سے سبھی

حیوانات زندہ رہتے ہیں۔)

तस्याम सर्वा नक्षत्रा वेश चन्द्रमसा सह।(43)

(چانداور یہ ستارے اسی کے بس (वश) میں ہیں۔)

ब्रहमणा भूमिर्विहिता ब्रहम द्यौरुत्तरा हिता।

ब्रहमे दमूर्ध्व तिर्यक् चान्तरिक्ष व्यचो हितम्।।(44)

(ایشور کے ذریعہ ہی اس زمین کی رچنا کی گئی اور ایشور کے ذریعہ ہی (द्यौ लोक) قائم کیا گیا اور ایشور نے ہی اوپر سب اور وسیع آسمان کی رچنا کی ہے۔)

اپنشدوں میں ایشور کی صفات

(उपनिषदों में ईश्वर की विशेषताऐं)

اپنشد (उपनिषाद) جملہ ہندو دھرم گرنتھوں میں امتیازی حیثیت سے جانے و مانے جاتے ہیں۔اپنشدوں میں روحانیت (आत्मज्ञान) اور ایشور کے بارے میں بڑی تفصیل سے آسان پیرائے میں سمجھایا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بھارت کے مہان ہندو عالموں کو اپنشدوں پر ناز ہی نہیں بلکہ فخر ہے کیونکہ ہندو دھرم گرنتھوں میں یہی ان کی روحانی تعلیم (आत्मज्ञान) کا بے مثال خزانہ ہیں۔ویدوں کی طرح اپنشدوں میں بھی ایشور کی صفات کو بڑی تشریح وتوضیح کے ساتھ سیکڑوں مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔اختصار کے پیش نظر چند منتر ہم یہاں رقم کر رہے ہیں۔

स पर्यगाच्छुकमकायम व्रण मस्नाविर शुद्धम पापविद्धम्।

कविर्मनीषी परिभूस्स्वयम्भूर्याथातथ्यतोऽथन्विय।(45)

(وہ ایشور آسمان کی طرح عالمگیر (सर्वव्यापी) ہے،پاک ہے،اس کا کوئی جسم نہیں ہے،وہ غیر فانی (अक्षात) ہے،رگ و اعصاب سے بے نیاز ہے،مقدس (निर्मल) ہے،گناہ سے پاک ہے،سب کو دیکھنے والا ہے،سب کچھ جاننے والا ہے،عظیم اور سب سے اچھا ہے،اور خود مختار (स्वयंभु) ہے،اپنے آپ ہونے والا ہے۔)

एको वशी निष्क्रयाणां बहूनामेकं बीजं बहुधा यःकरोति।

तमात्मस्थं येऽनुपश्यन्ति धीरास्तेषां सुखं शाश्वतं ने तरेषाम्।।(46)

(جو کچھ نہیں کرتے، انہیں قابو (वश) میں رکھنے والا وہی ایک ہے۔ ایک بیج سے ہزار وں دانے نکالتا ہے جو عقلمند لوگ (बुद्धिमान) روح کے اندر اسکا نظارہ کرتے ہیں سچا سکھ انہیں کو ملتا ہے، دوسروں کو نہیں۔)

सवंत: पणिपादं तत्सर्वतोऽक्षिशिरोमुखम।

सर्वत:श्रुतिमल्लोके सर्वमावृत्त्य तिष्ठति।।(47)

(سب جگہ ایشور (ब्रह्म) کے ہاتھ پیر ہیں۔ سب جگہ اسکی آنکھیں ہیں۔ سب جگہ اسکے مکھ ہیں۔ سب جگہ اسکے کان ہیں۔ سارے سنسار کو اس نے اپنے آپ سے گھیر رکھا ہے۔)

ॐ तदेजति, तन्नैजति तद्दूरे तद्वन्तिके।

तदन्तरस्य सर्वस्य तदु सर्वस्यास्य बाह्यत:(48)

(وہ چلتا ہے اور وہ نہیں چلتا۔ وہ دور ہے اور وہ قریب ہے وہ اس کل کائنات کے اندر ہے اور وہ اس کل عالم کے باہر بھی ہے۔)

مذکورہ بالا اشلوک میں ایشور چلتا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جب کوئی انسان کوئی بندہ اسکا محبوب ہو جاتا ہے تو ایشور اسکے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں اس بات کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ رب کا دوست ہو جاتا ہے تو رب اس کے ہاتھ، پیر، کان، زبان، آنکھ ہو جاتا ہے جن سے وہ اپنے کام انجام دیتا ہے۔ گویا کہ تو میرا ہو گیا تو میں تیرا ہو گیا۔

ईशावास्यमिदं सर्वं यत्किञ्च जगत्यां जगत्।

तेन त्यक्तेन भुञ्जीथा मा गृधः कस्य स्विद् धनम्।।(49)

(کل کائنات (अखिल ब्रहमाण्ड) میں جو کچھ بھی جامد (जड़) اور حیوانات، اور دنیا کی چیزیں ہیں ان تمام میں ایشور کا جلوہ ہے۔ اس کو ایثار کے جذبہ سے استعمال کر۔ دولت کس کی ہے؟ ساری اشیاء ایشور کی ہیں۔)

مذکورہ بالا اور غیر مذکورہ اپنشدوں کے سیکڑوں منتروں میں خدائے واحد کی اہم وخاص صفات کو بڑی ہی وضاحت وتفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے لیکن ھندو دھرم کے مشہور ومعروف اور

مستند اشاعتی ادارے "گیتا پریس گورکھپور" سے شائع شدہ خصوصی اپنشد نمبر (उपनिषद अंक) میں جو ۲۲۰/ اپنشد وں کی فہرست پیش کی گئی ہے اس میں پندرہویں نمبر پر درج "الو پنشد (अल्लोपनिषद) کے منتر ۱۔تا ۱۰ میں صفات خداوندی (ईशगुण) کو جس توضیح وتشریح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

الو پنشد کے مذکورہ منتروں کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ذکر کی گئیں خدا کی صفات (ईश्वर की विशेषताएं) دین اسلام سے بہت مماثلت و مشابہت رکھتی ہیں۔ان منتروں کو سوامی دیانند سرسوتی نے "ستیارتھ پرکاش" میں اور ناگیندر ناتھ بسو نے وشوکوش (विश्व कोष) کے دوسرے حصے میں بھی ذکر کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ (50)

اپنشد (उपनिषद)	دین اسلام (दीने इस्लाम)
इल्लां अल्लो, अल्लः इल्ले मित्रावरुण	اللہ، الٰہ، اللہ ودود
اللہ سچا دوست ہے	اللہ سب سے بڑا دوست
इल्लल्ले वरुणो राजा	اللہ مالک الملک
اللہ تمام سنسار کا راجہ	اللہ تمام عالم کا مالک
मित्रस्ते जस्काम:	اللہ وکیل
ایشور کام سنوارنے والا ہے	اللہ اچھا کام بنانے والا
महा सुरिन्द्रा	احکم الحاکمین
ایشور بڑا حاکم و مالک ہے	اللہ تمام حاکموں کا حاکم ہے
अ ल्लो ज्येष्ठ श्रेष्ठं	هو العظیم، هو العلی الکبیر
اللہ بڑا ہے اور اعلیٰ ہے	اللہ عظیم ہے، اللہ ہی بلند و بالا ہے
अल्लो परमपूर्ण	اللہ کامل
اللہ کامل ہے	اللہ ہی کامل ہے
अल्लो ब्रहमाणं	اللہ قدوس و سبحان
اللہ سب سے مقدس ہے	اللہ پاک و مقدس ہے

अल्लो सुर्य्य चन्द्रसर्वनक्षत्रा:	و الشمس و القمر و النجوم مسخرات
اللہ نے سورج، چاند اور ستاروں کو پیدا کیا۔	اللہ نے سورج، چاند اور ستارے تخلیق کئے جو اس کے حکم کے غلام ہیں
अल्लो ऋषीणा	و کم ارسلنا من نبی فی الاولین
اللہ نے رشی (رہبر) بھیجے	اللہ نے پہلے وقت میں بہت پیغمبر بھیجے
अल्ल: पृथिव्या अन्तरिक्ष्ज्ञ	خلق السموات والارض
اللہ نے زمین اور آسمان پیدا کئے	اللہ نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو
इल्लांकबर	اللہ اکبر
اللہ ہی بڑا ہے	اللہ ہی بڑا ہے
इल्लां इल्लल्लेति इल्लल्ला:	لا الہ الا اللہ
اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں	اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
रकबरस्य अल्लो अल्लाम	رب العالمین
اللہ سنسار کا پالنہار ہے	اللہ تمام عالَم کا پالنے والا ہے
असुर संहारिणी	دافع البلیات
اللہ تمام برائیوں کو دور کرنے والا ہے	اللہ تمام بلاؤں کو دفع کرنے والا ہے

شری مد بھاگوت گیتا میں ایشور کی صفات

(श्रीमद भागवत गीता में ईश्वर की विशेषताऐं)

عقیدۂ توحید کے تعلق سے ''بھاگوت گیتا کا کیا نظریہ ہے اسکو ہم گزشتہ صفحات پر تحریر کر چکے ہیں۔ اب آیئے دیکھیں کہ ایک ایشور کی صفات کے بارے میں اس کا کیا ارشاد ہے؟ گیتا میں ایشور کے بہت سے صفاتی ناموں کا ذکر ہے جو اللہ کے اسماء حسنیٰ وصفات سے کافی حد تک میل کھاتے ہیں۔ مثلاً گیتا 17 -13 میں ایشور کو (ज्योतिषा पतज्जयोति:) یعنی روشنیوں کی روشنی اور 8 -7 میں (प्रभास्मिशशि सूर्ययो:) یعنی چاند اور سورج کی روشنی کہا گیا ہے تو قرآن سورہ نور

آیت نمبر ۳۵ میں اللہ کے لئے نور علی نور یعنی روشنی پر روشنی اور "نور السموات والارض" یعنی زمین اور آسمان کی روشنی بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح قرآن حکیم میں "یخرجھم من الظلمت الی النور" وہ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے فرمایا گیا ہے تو گیتا 11 -10 میں کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ گیتا میں ایشور کی جو صفات بیان کی گئی ہیں اس کا مختصر خاکہ یہاں ہم درج کر رہے ہیں۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ اسلام کے پیش کردہ صفاتی اسمائے الٰہی سے کس حد تک موافقت رکھتی ہیں۔ (51)

اشلوک	ترجمہ
विश्वतोमुखम-10-33(52)	سب طرف منھ والا
सर्वलोकमहेश्वरम् 5-9(53)	سب دنیاؤں کا مالک
सत्य 17-23(54)	حق
अक्षर 15-16(55)	نہ مٹنے والا (باقی)
अचिन्तय 2-25(56)	عقل وفکر سے بلند
अनिर्वचनीय 3-43(57)	اس کا لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

مذکورہ بالا اشلوک میں گیتا نے ایک ایشور کی جو صفات بیان کی ہیں۔ وہ قرآن و حدیث کے اندر بھی قدرے فرق کے ساتھ بیان کی گئی ہیں مثلاً

آیت	ترجمہ
فاینما تولوا فثم وجه الله (58)	پس تم جدھر منھ کرو ادھر اللہ کا منھ ہے
رب العالمین۔ (59)	مالک سارے جہانوں کا۔
بان الله هو الحق۔ (60)	بیشک اللہ ہی حق ہے۔
ویبقی وجه ربک۔ (61)	اور باقی ہے تیرے رب کی ذات۔
لاتدرکه الابصار۔ (62)	تمہاری آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ عقیدۂ توحید کی مانند ایک ایشور کی صفات کے تعلق سے بھی

ہندو مذہبی کتابوں کا کم وبیش وہی نظریہ ہے جو دین اسلام نے بیان کیا ہے۔

پیش کردہ اشلوکوں ومنتروں کے علاوہ ہندو دھرم گرنتھوں کے اور بھی ایسے کثیر اشلوک و منتر پائے جاتے ہیں جو پورے طور سے اسلامی عقائد ونظریات کی تائید کرتے ہیں۔ان اشلوک اوران جیسے دیگر اشلوک ومنتر کے تعلق سے ممکن ہے کہ کوئی یہ الزام عائد کرے کہ ''ھندوستان میں مسلمانوں کی تقریباً ایک ہزار سال حکومت رہی لہٰذا یہ سب مخالفین (वाममार्गियों) کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں من مانے ڈھنگ سے حذف وزیادتی اور ملاوٹ کی۔ مذکورہ الزام کے جواب میں ہم کہنا چاہیں گے کہ ایسا ممکن نہیں کیونکہ ہندو دھرم گرنتھوں کو پڑھنے اور پڑھانے کا حق صرف پنڈت و برہمن طبقے کو حاصل تھا۔ مسلمان تو در کنار ہندو عورت وا چھوت کو وید وغیرہ سننے کا حق حاصل نہیں تھا۔آج کی طرح اس دور میں کوئی پریس یا مشینیں بھی نہیں تھیں کہ آسانی سے نسخے حاصل ہو جاتے جو بھی قلمی نسخے تھے وہ پنڈتوں اور برہمنوں کی ملکیت میں بحفاظت قید رہتے تھے۔اس لئے ملاوٹ یا حذف وزیادتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔نیز اگر بفرض محال تسلیم کرلیا جائے کہ حذف وزیادتی یا ملاوٹ ہوئی ہے تو ھندو اہل علم اور دھرم گروؤں کو یہ اعلان کردینا چاہئے تھا کہ ہمارے فلاں فلاں گرنتھ میں حذف وزیادتی ہوئی ہے۔لہٰذا وہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔لیکن سیکڑوں نہیں ہزاروں سال کا وقفہ ہوگیا نہ تو کہیں سے اعلان ہی ہوا اور نہ ہی اُن اشلوکوں ومنتروں کو دھرم گرنتھوں سے خارج کیا گیا۔اوراگر کسی نے معترضہ اشلوک پر رائے زنی کی تو نہ ہی اس کی رائے کو مشہور و مستند برہموں اور پنڈتوں نے کوئی مقام دیا۔

شرک وتعدد الہٰ کی تردید (बहुदेवतावाद का खन्डन)

گزشتہ صفحات پر آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قدیم ہندودھرم گرنتھ بڑی شدومد کے ساتھ عقیدۂ توحید کی تعلیم دیتے ہیں آئیے اب ذرا اک نظر ان اشلوکوں ومنتروں کو بھی دیکھیں جو صاف اورواضح انداز میں عقیدۂ تعدد الٰہ (बहुदेवतावाद) کی پرزور مذمت وتردید کرتے ہیں۔

رگوید (ऋग्वेद) نصیحت کرتا ہے کہ:

देवैरा सत्सि बर्हिषि (ऋग:1-12-4)(63) (سیکڑوں دیوتاؤں کا بائیکاٹ کرو۔)

یجر وید (यजुर्वेद) بیان کرتا ہے:

अन्धतम: प्रविशन्ति येऽसम्भूतिमुपास्ते।(64)

(جو لوگ پیڑ پتھر (असम्भूति) کو پوجتے ہیں وہ جہالت کے سخت اندھیرے میں ڈوبے جاتے ہیں۔)

اسی طرح یجر وید میں دوسرے مقامات پر کہا گیا ہے:

(65) न तस्य प्रतिमा अस्ति (اس ایشور کی کوئی مورتی نہیں ہے۔)

नात्वाव अन्यो दिव्यो न पार्थिवो न जातो वा जानिष्यते (66)

(اے ایشور) تیرے جیسا دوسرا کوئی نہ تو آسمانی دنیا (द्युलोक) میں پایا جاتا ہے اور نہ زمین میں۔ نہ تیرے جیسا کوئی پیدا ہوا نہ ہوگا۔)

مذکورہ منتروں کا وہی پیغام ہے جس کو اسلامی آسمانی کتاب قرآن پاک اس طرح بیان کرتی ہے کہ لَیسَ کَمِثلِه شَیئٌ اس کی طرح کوئی نہیں۔ ولم یکن له کفوا احد۔ اس کے جیسا کوئی نہیں۔ تعدد الٰہ کے تعلق سے وید دیگر مقام پر تنبیہ کرتے ہیں کہ:

मा चिदन्यद्वि शंसत सखायो मा रिषण्य।(67)

(اے دوستو! ایشور کے سوا کسی دوسرے کی پوجا نہ کرو تو تمہارا نقصان نہ ہوگا۔)

(68।।एको अन्यच् चकृषे विश्वमानुषक (اس ایک کے سوا کوئی دوسرا اس سنسار پر طاقت نہیں رکھتا۔)

اتھر وید (अथर्वेद) میں کہا گیا ہے کہ:

भुवनस्य यस्पतिरेक एव नस्मयो विक्षीडय:।(69)

(وہی ایک مالک سبھی لوگوں کے لئے سر جھکانے و پوجا کرنے کے لائق ہے۔)

اتھر وید کے مذکورہ منتر میں ایک ایشور کی پوجا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور دیگر معبودان باطل کی اشارۃً تردید کی گئی ہے لیکن منتر 2 -16 -4 -13 میں صراحۃً تعدد الٰہ کا رد کیا گیا ہے۔ منتر ہٰذا میں کہا گیا ہے کہ:

(وہ ایشور نہ دوسرا ہے، نہ تیسرا اور نہ چوتھا کہا جاتا ہے۔ وہ پانچواں، چھٹا اور ساتواں

بھی نہیں کہا جاتا ہے۔ وہ آٹھواں، نواں اور دسواں بھی نہیں کہا جاتا ہے۔ اسی کے لئے طاقت ہے وہ صرف اکیلا ہی موجود ہے۔)

عظیم ہندو دھرم گرنتھ ویدوں کے اسی خیال ونظریئے کی تصدیق ہندؤوں کے روحانی دھرم گرنتھ اپنشدوں سے بھی ہوتی ہے۔

شویتاشوتر اپنشد (श्वेताश्वतर उपनिषद) بیان کرتا ہے کہ:

एको देव: सर्वभूतेषु गूढ: सर्वभूतान्तरात्मा। (70)

(کہ دوا ایشور ایک ہے باقی سب اسی کے سہارے ہیں نہ وہ کبھی جنم لیتا ہے اور نہ کسی کو جنتا ہے۔ اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔)

زیر بحث نظریئے کی تائید پرانوں (पुराण) سے بھی ہوتی ہے چنانچہ شری مد بھاگوت مہا پران آگاہ کرتا ہے:

''مٹی، پتھر وغیرہ کی مورتیاں دیو (खुदा) یعنی ایشور نہیں ہوتیں۔ (71)

وید، پران اور اپنشد کے علاوہ دور حاضر کا معروف ومقبول گرنتھ پنچم وید یعنی شری بھاگوت گیتا بھی مختلف مقامات پر صاف لفظوں میں تعدد الہ کی مذمت وتردید کرتی ہے اور ایک ایشور کی پوجا پر ہی زور دیتی ہے۔ چنانچہ شری مد بھاگوت گیتا تعلیم دیتی ہے:

कांक्षत: कर्मणां सिद्धि यजन्त इह देवता:।

क्षिप्रं हि मानुषे लोके सिद्धिर्भवति कर्मजा

اپنے لالچ جیسے کاموں کے حصول وثبوت کے لیے لوگ ایشور کو چھوڑ کر چند مختلف دیوتاؤں کی پوجا کرنے لگتے ہیں اور اس انسانی دنیا میں جلد ہی لوگ اپنے اعمال کا پھل حاصل کرتے ہیں۔ (भगवतगीता अध्याय 4-12)

دیوتاؤں کے پجاری دیوتاؤں کو پہنچتے ہیں اور ایشور کے پجاری ایشور کو (72)

''اور سب دیوتاؤں کو چھوڑ کر صرف ایک ایشور ہی کی پوجا کرنی چاہئے۔ (73)

''اور سب کو چھوڑ کر صرف ایک ایشور کا ہی سہارا لینا چاہئے۔ وہی آدمی کو گناہوں سے بچا سکتا ہے۔ (74)

قدیم ہندوستانی دھرم گرنتھوں کے علاوہ ہندو دھرم کے کلمے (धाम मन्त्र) یعنی برہم سوتر (ब्रहमसूत्र) سے بھی عقیدۂ تعدد الٰہ (बहुदवतावाद) کی تردید ہوتی ہے۔

ہندو برہم سوتر تعلیم دیتا ہے:

एक ब्रहम द्वितीय नास्ति,नेह ना नास्ति किंचन (75)

(ایشور ایک ہے، اس کے علاوہ دوسرا نہیں ہے۔ نہیں ہے، ذرا بھی نہیں ہے)

ویدوں کے عظیم محقق و مفکر ''سوامی وویکانند'' کے قول سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ سوامی وویکانند اپنے لٹریچر میں لکھتے ہیں:

एकम् एवम् अद्धितीयम (ایشور ایک ہو کر ایک ہی ہے) (76)

ویدوں کے مشہور و معروف عالم (महानज्ञाता) سوامی دیانند سرسوتی بھی اسی قول کی ترجمانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

سوامی دیانند سروتی لکھتے ہیں:

''چاروں ویدوں میں کوئی ایسی بات نہیں لکھی جس سے بہت سے ایشور ثابت ہوں لیکن یہ لکھا ہے کہ ایشور ایک ہے۔ (77)

اس طرح پیش کردہ دلائل و حقائق کی روشنی میں روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھ درحقیقت عقیدۂ توحید کے پیغامبر و معلم اور عقیدۂ تعدد الٰہ کے منکر و مخالف ہیں۔ اس موضوع پر کثیر تعداد میں منتر و اشلوک موجود ہیں ☆☆ لیکن اختصار کے پیش نظر چند پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

اللہ کے بہت سے اچھے نام

(ईश्वर एक जिसके नाम अनेक)

دنیا کے اکثر و بیشتر مذاہب کا یہ متفقہ پیغام ہے کہ ''اللہ یا ایشور'' ایک ہے لیکن اس کے نام بے شمار ہیں۔ ہر ملک، ہر قوم اور ہر زبان میں اس کو علٰحدہ علٰحدہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ کہیں اس کو اللہ کہا جاتا ہے تو کہیں یزدان، کہیں اس کو گوڈ (God) کے نام سے پکارا جاتا ہے تو کہیں ایل یا الاَ وغیرہ کے نام سے جانتے ہیں۔

دین اسلام میں خدا یا ایشور کا سب سے بڑا اور اہم نام اللہ ہے، جو اَلْ اور الٰہ کا مرکب ہے جس کے معنیٰ ہیں معبود (पूज्य) یعنی صرف وہی پوجا کے لائق ہے۔ لفظ اللہ کو اسلام میں مخصوص ومقبول مقام حاصل ہے اور کثرت سے عوام وخواص میں اس کا استعمال ہے لیکن دنیا کے مشہور مذاہب کا مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم پاک تھوڑے فرق کے ساتھ خدائے واحد کے لئے دیگر مذاہب عالم میں بھی چمکتا دمکتا دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً قدیم ہندو دھرم گرنتھ ویدوں میں ایک ایشور کے لئے دیگر ناموں کے علاوہ اِلا اور اِلیٰ (इला-इल्य) نام ذکر کئے گئے ہیں تو اپنشدوں میں الاٰ، الو اور اللہ (इल्ला, अल्लो, अल्ल:) نام بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً: इल्लल्ले वरुणो राजा, अल्लो ज्येष्ठंश्रेष्ठं, अल्ल: पृथिव्या अन्तरिक्षज्ञ। کلدانی زبان میں الہیہ (इलाहिया) اور عبرانی زبان میں (इलोह) استعمال ہوا ہے تو دیگر زبانوں میں اِلیہ، اِلوھیم، اِلہ، لاھوت اور لاہ وغیرہ۔

عیسائی دھرم کے پیروکاروں کا ماننا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے تو انکی زبان سے الوھی الوھی (اے میرے اللہ) کلمات نکلے تھے۔

اسی مضمون کی تصدیق کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد ''ترجمان القرآن'' میں لکھتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

''دنیا کی تمام قوموں میں ایک خدا کے وجود کا عقیدہ موجود تھا۔ اور وہ ال الہ یا اللہ کے نام سے ملتے جلتے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہی الہ ہے جو کبھی ایل کی شکل میں استعمال ہوا تو کہیں الہیہ کی صورت میں زبان زد خاص وعام ہوا۔ (78)

مختصر یہ کہ ایک اللہ یا ایک ایشور کو ہر دیش ہر قوم اور ہر زبان میں جدا جدا اسماء سے یاد کیا جاتا ہے۔ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں سے بھی اسی قول کی تائید وتصدیق ہوتی ہے۔

رگوید (ऋग्वेद) بیان کرتا ہے:

इन्द्रं मित्रं वरूणमगिनमाहुरथो दिव्यः स सुपर्णो गरूत्मान्।

एकंसद्विप्रा बहुधा वदत्यग्निं यमं मातरिश्वानमाहुः ।।

-ऋग्वेद, 10-164-46

(عقلمند لوگ اس ایک ہی برحق خدا (सतस्वरूप परमेश्वर) کو مختلف ناموں سے پکارتے ہیں جیسے عظیم دولت مند (परमऐश्वर्यवान) ہونے سے اندر (इंद्र) سب کا خیر خواہ (सर्वहितकारी) ہونے سے دوست (मित्र) سب سے اچھا (सर्वश्रेष्ठ) ہونے سے ورون (वरूण) ساری کائنات کا نور (प्रकाशस्वरूप) ہونے سے اگنی (अग्नि) کہتے ہیں۔اور وہی قدرت والا (दिव्य) اورغیر دنیاوی (अलौकिक) ہے اسی کی اطاعت وغیرہ اور پسندیدہ عمل کرنے والا ہونے سے سوپرنتر (सुपर्ण) عظمت و بزرگی کا حقدار ہونے سے گروتمان (गुरूत्मान) ہر جگہ موجود ہونے سے اگنی (अग्नि) سارے سنسار کا منتظم ہونے سے یم (यम) اور ہر جگہ ہونے سے ماترشوان (मातिरश्वान) کہتے ہیں۔(97) (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ. 161)

प्राणाय नमो यस्य सर्वमिदंवशे।

यो भूतःसर्वस्येश्वरो यस्मिन्सर्व प्रतिष्ठितम्

-अथर्ववेद, 11-4-1

(جو ساری تخلیق کی جان کے مثل زندگی دینے والا ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں یہ سارا سنسار ہے جو ہمیشہ موجود رہنے والا ہے۔جس کے اندر یہ ساری کائنات سمٹنے (समाहित) والی ہے اسی جان و روح والے (प्राणमय) خدا (परमेश्वर) کو ہم دل و دماغ سے تسلیم (नमन) کرتے ہیں۔(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ.162)

त्वमग्न इन्द्रो वृषभः सतामसि त्वं विष्णुरूरुगायो नमस्य।

त्वं ब्रह्मा रयिविद् ब्रह्मणस्पते त्वं विधर्तः सचसे पुरन्ध्या।। (80)

-ऋग्वेद, 2-1-3

(اے خدا! تو ہی اگنی (अग्नि) نام سے ساری کائنات کا نور ہے، اندر (इन्द्र) نام سے تو ہی دنیا بھر میں قادرِ کل (सर्वसमर्थ) ہے۔ ورِشبھ (वृषभ) نام سے سب سے عظیم طاقت ور ہے، وشنواُروگائے (विष्णु उरूगाय) نام سے ہر جگہ موجود اور تمام عظمت و بزرگی کا حقدار (सर्वव्यापक और सर्वप्रतिष्ठित) ہے، برہما (ब्रहमा) نام سے تو ہی سب سے بزرگ تر ہے، ریوِد (रयिविद) نام سے سب سے بڑا غنی ہے، اے تماموں غلام کے مالک تو ہی سب سے بڑا مدبر و حکیم ہے اور

ساری کائنات کو چلانے والا ہے۔(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०162)

त्वमग्ने राजा वरूणो धृतव्रतस्त्वं मित्रो भवसि दस्म ईड्यः ।

त्वमर्यमा सत्पतिर्यस्य सम्भुजं त्वमंशोविबथे देव भाजयुः ।।

-ऋग्वेद, 2-1-4

اے ایشور! تو ہی راجا ورون ہے یعنی چننے کے لائق ہے، تو ہی دِھرت وت (धृतवत) یعنی سب سے اعلیٰ ہے۔ سب کے ذریعے سارے اصولوں کو اپنانے والا ہے، تو ہی دوست یعنی سب سے پیارا ہے اور تو ہی صرف پوجا کے لائق ہے تو ہی شریفوں کی شرافت کا پالن کرنے والا ہے اور عادِل ہے۔ تو ہی سب کو راغب کرنے والا ہے اور تیرے ہی عطیات (दान) ہر جگہ موجود ہیں۔

तदेवाग्निस्तदादित्यस्तद् वायुस्तदु चन्द्रमाः ।

तदेव शुक्रं तद्ब्रह्म ता ऽ आपः स प्रजापतिः ।।

-यजुर्वेद, 32-1

اے لوگو! سراپا علم اور سراپا نور ہونے سے وہی اگنی (अग्नि) ہے۔ قیامت کے وقت میں سب کو اپنے اندر سمیٹ لینے کی وجہ سے وہی آدِتے (आदित्य) ہے۔ سب سے طاقتور اور سب کو زندہ رکھنے کی وجہ سے وہی وایو (वायु) ہے۔ سراپا فرحت ہونے اور خوشی عطا کرنے والا ہونے سے وہی چندرما (चन्द्रमा) ہے۔ ساری کائنات کا مثل بیج ہونے سے وہی شکر (शुक्र) ہے، سب سے عظیم ہونے سے وہی برہم (ब्रहम) ہے ہر جگہ موجود ہونے سے وہی آپ ہے، اور سبھی مخلوق کا اکیلا مالک ہونے سے وہی بادشاہ (प्रजापति) ہے۔(80)

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०163)

स धाता स विधर्ता स वायुर्नभ उच्छ्रितम् ।

रश्मिभिर्नभः आभृतं महेन्द्र एत्यावृतः ।।

-अथर्ववेद, 13-4-3

وہی سب کی پرورش کرنے والا اور مختلف قسم کا کرشمہ آگیں یا کرشمہ ساز ہے وہی ہر جگہ موجود، سب سے عظیم اور ہمیشہ موجود ہے، وہی سب سے اعلیٰ منتظم ہے۔ وہی بڑا قدرت و

نعمت والا، عالم الغیب ایشور اپنی پُر جلال کرنوں سے بادلوں میں موجود ہے۔

सोऽर्यमा सवरूण: स रूद्र: स महादेव: ।

रश्मिभिर्नभ: आभृतं महेन्द्र एतयावृत: ।।

-अथर्वेद, 13-4-4

وہ خدا اعلیٰ صلاحیت وخوبی والوں کی عزت کرنے والا ہے کیونکہ وہ خود ہی اعلیٰ ہے، وہی سب سے افضل علم والا اور خیرات کرنے والا ہے۔

सो अग्नि: स उ सूर्य: स उ एव महायम ।

रश्मिभिर्नभ आभृतं महेन्द्र एत्यावृत: - ।।

-अथर्वेद, 13-4-5

وہی ایشور ہر جگہ موجود، محرک کل اور وہی یقینی طور سے عظیم منصف وعادل ہے۔
(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०164)

پیش کردہ منتروں اور حوالوں کی روشنی میں صاف طور پر ظاہر ہے کہ ایک اللہ یا ایک ایشور کے بہت سے نام ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اللہ (ईश्वर) کی صفات (विशेषताऐं) ان گنت ہیں اسی طرح اس کے نام بھی لامحدود ہیں اور اس لامحدود اسماء صفات کے حامل خدائے واحد کو لوگ جدا جدا ناموں سے پکارتے ہیں۔ اسی ہستی واحد کو رگویدی لوگ ''اُکتھ'' (उक्थ) اندر (इन्द्र) وغیرہ کے نام سے پوجتے ہیں تو یجرویدی لوگ ''اگنی'' (अग्नि) اور سامویدی لوگ ''مہاورت (महाव्रत) کے نام سے۔ ویدوں کی طرح اسلامی کتب قرآن وحدیث کے مطابق بھی اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام ہیں جن میں سے ہزاروں صفاتی نام اسلامی محققین ومصنفین اپنی تصنیفات میں ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن ان غیر محدود اسماء میں ۹۹ ویں نام بہت مشہور ہیں جو عام طور سے اسلامی کتب میں مل جاتے ہیں نیز قرآن پاک کی مختلف سورتوں اور آیتوں میں جن کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے مثلاً!

(۱) اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو سب اس کے اچھے نام ہیں (81)

(۲) اور اللہ کے لئے بہت سے اچھے نام ہیں (82)

(۳) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر غائب وحاضر کا عالم، رحمن ورحیم،

وحدہٗ لاشریک لہ، بادشاہ، قدوس، سلام، مومن، مہیمن، عزیز، جبار، متکبّر، سبحان، خالق، باری اور مصوّر اسی کے ہیں سب اچھے نام۔ اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔ (83)

مذکورہ بالا آیات کے علاوہ اور بھی ایسی کثیر آیات موجود ہیں جن میں اسماء حسنیٰ کا ذکر ہے نیز قرآن پاک کی مانند احادیث کریمہ میں بھی جگہ جگہ اسماء الٰہی کا تذکرہ ہے۔

مختصر یہ کہ خدائے وحدہ لاشریک لہٗ (एक ईश्वर) کے بے شمار ناموں کا پایا جانا کسی ایک دھرم یا ایک مذہب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دیگر مذاہب عالم میں بھی اس کے کثیر نام جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ دور کیوں جائیں خود ویدک دھرم یعنی قدیم ہندو دھرم میں ایشور کے سینکڑوں نام موجود ہیں۔ چنانچہ خود ویدوں کے عظیم عالم ومحقق (प्रकाण्ड विद्वान) مہرشی دیانند سرسوتی نے بھی اپنی مشہور کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' (सत्यार्थ प्रकाश) کے اول سملاس میں ''اوم'' (ॐ) کے علاوہ ایشور کے ۹۹ نام بیان کئے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ (ॐ) کو اگر آپ الٹا کر دیں تو عربی کے ''اللہ'' کی طرح نظر آتا ہے۔

ھندو دھرم کے مطابق ''اوم'' (ॐ) اَ۔اُو۔مَ (अ-उ-म) تین حرفوں سے مل کر بنا ہے۔ یہ حروف اوم کے تین بازو (भुजाए) ہیں، جو کہ ایشور کے تین صفاتی اسماء کی طرف اشارہ کرتے ہیں یعنی (۱) برہما، پیدا کرنے والا، (۲) وشنو، پرورش کرنے والا، (۳) شِو، مارنے والا۔ اس طرح مذکورہ تین صفاتی اسماء کو لفظ ''اوم'' کی شکل میں ظاہر کر دیا گیا ہے۔ جو حقیقت میں خدائے واحد کی ان تین عظیم صفات کا ترجمان ہے جسکو دین اسلام روز اول سے بیان کرتا چلا آ رہا ہے۔ کہ:

(۱) اللہ خالق (اللہ پیدا کرنے والا ہے)

(۲) رب العالمین (سارے جہاں کا پالنہار)

(۳) اللہ یحیٖ ویمیت۔ (اللہ ہی موت اور زندگی کا مالک ہے)

خلاصہ یہ کہ ہندو دھرم میں ''برہما'' وشنو اور شِو (ब्रहमा, विष्णु, शिव) کی جو تین جدا جدا صفات بیان کی گئی ہیں ان سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہ تینوں علاحدہ علاحدہ خدا یا ایشور ہیں بلکہ یہ تینوں ایک ہی خدا کے تین مختلف صفاتی نام ہیں۔ جب وہ پیدا کرتا تو اس کا نام برہما ہوتا

ہے اور جب پرورش کرتا ہے تو اس کا نام وشنو ہوتا ہے اور جب موت وقیامت لاتا ہے تو اس کا نام شو (शिव) ہوتا ہے یہی دین اسلام کہتا ہے کہ اللہ ہی پیدا کرتا ہے اس لئے وہ خالق ہے اور وہی پرورش کرتا ہے اس لئے وہ رب ہے اور وہی موت وقیامت دیتا ہے اس لئے وہ حی لایموت ہے۔

پیش کردہ دلائل وحوالہ جات سے صاف طور سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ یا ایشور ایک ہے لیکن نام اسکے بے شمار ہیں۔ اور دین اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم گرنتھ بھی عقیدۂ توحید (एकेश्वरवाद) کے داعی وپیغامبر ہیں۔

ہندوستانی وراثت ہے لفظ ''اللہ''

(भारतीय धरोहर है "अल्लाह" शब्द)

غالباً اکثر علم ودانش یہ جانتے ہیں کہ لفظ ''اللہ'' قرآن مقدس کے نزول سے پہلے ہی رائج اور مستعمل ہے۔ اور مہرشی (महर्षि) پاڑنی کا خیال ہے کہ لفظ ''اللہ' سنسکرت زبان کا ہے۔ اللہ لفظ کا اشتقاق (वियुत्पात्ति-निकास) ۲۸۰۰ قبلِ مسیح میں ہی انہوں نے کیا ہے۔ اس کے لیے سنسکرت شبدارتھ کوشتوبھ (संस्कृत शब्दार्थ कोस्तुभ) نامی لغت (शब्दकोष) مطالعہ کر سکتے ہیں۔

(1)	अल	+	इल	+	आह	=	अल्लाह
	اَل	+	ایل	+	آہ	=	اللہ
(2)	अल	+	ला	+	आह	=	अल्लाह
	اَل	+	لا	+	آہ	=	اللہ

(۱) اَل (अल) سب کے لیے

(۲) ایل (ईल) معبود، پوجا کے لائق

آہ (आह) خاص ایشور کا ترجمان لفظ (ब्रहमसूचक अव्यय) یعنی سب کے لیے جو پوجا کرنے کے لائق ہے، وہی اللہ ہے۔ رگوید کے پہلے منڈل پہلے سوکت کا پہلا منتر ہے۔ ''अग्निम ईले पुराहितम''

(یعنی اگنی روپ والے (سراپا نور) ایشور کی پوجا کرو)

اس منتر میں ''ایل'' (ईल) لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی معبود (पूज्य) اور پوجا

(उपासना) ہے۔

अल	ला	आह	अल्लाह	(1)
اَل	لا	آہ	اللہ	

اَل (अल) سب کچھ

لا (ला) سب کچھ حاصل کر سکنے والا

ला=लाति,जानाति, ग्रहणातिवा, अथति लाति-सब कुछ प्राप्त कर सकने वाला।

ग्रहणाति= सब को جاناتی سب کچھ جاننے والا۔ जानाति=सब कुछ जानने वाला।

आह= ब्रहम सूचक گرہناتی سب کو اپنے قبضے میں رکھنے والا۔ अपने कबजे में रखने वाला

अवयय خاص ایشور کا ترجمان لفظ۔ آہ اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے لیے کثیر مقامات پر آیا ہے:

اِنَّ اللہ بِکُلِّ شَیئٍ علیم. (اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے)

اِنَّ اللہ بِکُلِّ شَیئٍ محیط. وغیرہ (بے شک اللہ ہر چیز کا احاطہ فرمانے والا ہے)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی اللہ ہے جو ہمیشہ سے ہے اور تمام مذہبی کتابوں میں کسی نہ کسی نام سے وہی موجود ہے۔

(सनातन धर्म और इस्लाम का समन्वयात्मक अध्ययन-पृ. 33-34)

(संस्कृत शव्दार्थ कौस्तुभ पृ. 137, 207)

مورتی اور کثیر دیوتاؤں کی پوجا کیوں؟

عقیدۂ توحید (एकेश्वरवाद) اور نظریۂ تعدد الٰہ کی تردید (बहुदेवतवाद खण्डन) کے تعلق سے پیش کردہ دلائل و براہین کا مطالعہ کرنے کے بعد فطری طور پر ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قدیم ہندوستانی دھرم گرنتھ ایکیشوروادیعنی عقیدۂ توحید کی دعوت دیتے ہیں اور تعدد الٰہ یعنی دیوی دیوتاؤں کی پوجا کی مخالفت وممانعت کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ مورتی پوجا شروع ہوئی اور آج ہندو قوم کثیر تعداد میں اَن گنت دیوی، دیوتاؤں کی پوجا میں غرق نظر آتی ہے اور خدائے واحد (एकईश्वर) کو ایک طرح سے بالکل فراموش کر چکی ہے؟

مذکورہ سوال کے جواب میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہ کہتے ہوئے عظیم محقق علامہ بیرونی کی شاہکار کتاب "تحقیق ماللھند" کا ایک اقتباس پیش کرنا چاہیں گے، کیوں کہ علامہ بیرونی نے ہندوستانی مذہب وادب اور سماج کا بڑا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ قدیم ہندوستانی تہذیب وادب اور زبان پر ان کو بڑی اچھی گرفت اور مہارت حاصل تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسے عظیم محقق واسکالر سے بہتر اس کا جواب کون دے سکتا ہے؟ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"ویدوں کے عقیدۂ توحید کو تسلیم کرنے کے باوجود ہندو لوگ ہر اس چیز کو جو جلیل القدر ہو اور عزت وبزرگی کی حامل ہو اس کے لئے الٰہ کا لفظ بے دریغ استعمال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ فلک بوس پہاڑوں، بڑے بڑے دریاؤں اور اس قسم کی دوسری اشیاء کو بھی الٰہ کہا جانے لگا۔ بعد میں آنے والے لوگوں نے اس فرق کو بھی ختم اور فراموش کردیا اور اربابِ فضل وکمال اور دوسری نفع بخش اور فائدہ منداشیاء کو حقیقی خدا سمجھ لیا گیا اور خدائے واحد کے بجائے ان کی پوجا کی جانے لگی اور ان کے نام کی قربانیاں دی جانے لگیں (84)

علامہ بیرونی کے مذکورہ بیان کی تصدیق سنسکرت (संस्कृत) اور ہندو دھرم گرنتھوں کے عظیم دانشور "ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے دھرم شاستر آچاریہ کی تحریر اور تحقیق سے بھی ہوتی ہے۔ اُپادھیائے جی لکھتے ہیں:

"ہندوستانی دھرم گرنتھوں کا گہرائی وگیرائی سے مطالعہ کرنے پر ظاہر ہوتا ہے کہ دھرم کے اصل اصول (मूल सिद्धान्त) میں کوئی فرق نہیں۔ فرق صرف اس بات کا ہے کہ لوگ اُن اصول کو چھوڑ کر من گھڑت دھرم مان بیٹھے۔ سنسار کی بھلائی دھرم کا پرچار کرنے والے رشیوں یا اوتاروں کو ہی ایشور (خدا) مان بیٹھے۔ ایک ایشور کو چھوڑ کر بہت سے دیوی دیوتاؤں کی پوجا میں مستغرق ہو گئے۔ قصے کہانیوں کے سننے کو ہی دھرم سمجھ بیٹھے (85)

مذکورہ بالا حوالاجات سے صاف ظاہر ہے کہ درحقیقت قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں عقیدۂ توحید ہی کی دعوت ونصیحت ہے لیکن بعد میں آنے والے لوگوں نے صحیح علم نہ ہونے یا جہالت یا کسی دنیوی خودغرضی کے باعث اللہ کے صفاتی ناموں پر علاحدہ علاحدہ خدا گڑھ لئے اور نوبت بایں جارسید کہ ع

بندے نہیں ہیں جتنے اتنے خدا جہاں میں
کس کس خدا کے واسطے سجدہ کرے کوئی

مختصر یہ کہ اللہ (ईश्वर) کی کثیر صفات کے مطابق ہر صفاتی نام سے ایک منفرد خدا پیدا ہوگیا۔ برہما کو تخلیق و پیدائش کا خدا (بھگوان) مان لیا تو وِشنو کو تربیت کا، شو کو موت اور زندگی کا بھگوان مان لیا تو اندر کو بارش کا۔ **لکچھمی** کو دولت کی دیوی مان لیا گیا تو سرسوتی کو علم و گیان کی دیوی وغیرہ وغیرہ۔

ویدوں کے عظیم دانشور دھرم شاستر آچاریہ کرشن دت بھٹ اسی تعلق سے لکھتے ہیں کہ:

''ویدک دور میں'' اوم، برہما، اندر، ورون وغیرہ کے روپ میں ایک ہی پرمیشور کی پوجا چلتی تھی۔ بعد میں دنیا کی تخلیق، حالت اور قیامت کو لے کر بھگوان کے برہما، وشنو، اور مہیش روپ کی یعنی تین مورتیوں کی پوجا چل پڑی۔''(86)

جو حقیقت بھٹ صاحب نے پیش کی ہے اس کی تصدیق ''قومی شاعر (राष्ट्रकवि) رام دھاری سنگھ دِنکر نے بھی بہت واضح الفاظ میں کی ہے وہ لکھتے ہیں:

''دیوی پوجا اور تنتر منتر بھی ویدک دھرم کے پاس باہر سے آکر کھڑے ہوئے ہیں۔ اصل ویدکی لوگ اِسے دھرم شاستر اور ہندو تہذیب و تمدن کے خلاف سمجھتے رہے ہیں۔''

ہندو شاستروں کے مطابق گرام دیوتا کی پوجا منع ہے۔ گرام دیوتا اور دیویوں کے پجاریوں کو ''منوجی'' نے مختلف مقامات پر ذلیل و کمینہ کہا ہے مگر گاؤں میں اب برہمن بھی بھوت پریت اور گرام دیوتا کی پوجا کرتے ہیں۔ اسی طرح آریہ اب تو پیڑ، پودوں کی بھی پوجا کرتے ہیں اور ندیوں کی بھی۔ تلسی، وٹ، پیپل، بیل اور پیڑ مقدس مانے جاتے ہیں۔ ندیوں میں ہڈیوں کو نہ بہایا جائے تو روح کو سکون (आत्मशान्ति) نہیں ملتا۔ کہیں کہیں پیپل کے پیڑ سے گھنٹے باندھنے کا بھی رواج ہے۔ یہ باتیں ویدوں میں تو نہیں تھیں پھر آریوں نے انہیں کہاں سے لیا(87)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ دینِ اسلام کی طرح اصل ہندو یعنی ویدک دھرم بھی عقیدۂ توحید کا ہی داعی و ترجمان ہے(88) یہ اور بات ہے کہ اسلام کے پیروکار آج بھی اُس پر قائم ہیں لیکن ہندو دھرم کے پیروکار اُس سے کوسوں دور ہو گئے ہیں اور ہوتے جا رہے ہیں۔

حوالہ جات

(1) ऋग्वेद : 6-45-16

(2) ऋग्वेद : 6-22-1

(3) ऋग्वेद : 6-36-4

(4) ऋग्वेद : 6-52-14

(5) ऋग्वेद : 10-121-8

(6) ऋग्वेद : 8-25-16

(7) यजुर्वेद अध्याय 23 मन्त्र 3

(8) यजुर्वेद अ0 12-मन्त्र 4

(9) यजुर्वेद अ0 40 म0 1

(10) अथर्ववेद 13-4-12

(11) अथर्व : 2-2-1,एक ईश्वर की कल्पना पृ0 46 से 49

(12) श्वेता : 6-11

(13) उपनिषद ज्ञान (ईश उपनिषद)पृ035

(14) क0 उप0 2. 2. 9

(15) انسائکلوپیڈیا آف برٹانیکا بحوالہ ضیاء النبی ص ۱۸۴،، دھرم شاستر کے ابتدائی ماخذ اور شرح محمدی، ص ۱۷

(16) ऋग्वेद : 1-164-46

(17) ऋग्वेद : 5-81-1

ऋग्वेद : 3-34-1 (18)

ऋग्वेद : 1-100-1 (19)

ऋग्वेद : 10-187-4 (20)

ऋग्वेद : 4-16-2 (21)

ऋग्वेद : 10-190-2 (22)

ऋग्वेद : 1-84-7 (23)

ऋग्वेद : 10-81-3 (24)

ऋग्वेद : 1-24-10 (25)

سورۂ یونس آیت ۳۶ (26)

ऋग्वेद : 5-25-1 (27)

ऋग्वेद : 1-80-11 (28)

ऋग्वेद : 10-82-3 (29)

ऋग्वेद : 9-66-24 (30)

ऋग्वेद : 10-121-1 (31)

ऋग्वेद : 10-121-2 (32)

यजुर्वेद : 40-1 (33)

यजुर्वेद : 32-1 (34)

यजुर्वेद : 25-23 (35)

यजुर्वेद : 32-10 (36)

यजुर्वेद : 32-6 (37)

यजुर्वेद : 40-8 (38)

अथर्ववेद : 4-16-2 (39)

अथर्ववेद : 7-19-1 (40)

अथर्ववेद : 4-16-5 (41)

अथर्वेद : 13-3 3 (42)

अथर्वेद : 13-4-28 (43)

अथर्वेद : 10 2 25 (44)

ईश्उपनिषद : -8.वैदिक सि0 परिचयावली पृ0 1 (45)

श्वेताश्वतर उप० : 6-12 (46)

श्वेताश्वतर उप० : 3-16 (47)

ईश्उपनिषद : 5 (48)

ईश्उपनिषद : 1 (49)

सत्यार्थ प्रकाश पृ0 631 (50)

(51) سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۷

गीता : 10-33 (52)

गीता : 5-29 (53)

गीता : 17-23 (54)

गीता : 15-16 (55)

गीता : 2-25 (56)

गीता : 3-43.श्रीमद भगवद गीता विवेचनी 350ता 397 (57)

(58) سورۃ البقرہ، آیت ۱۱۵

(59) سورۃ الفاتحہ، آیت ۱

(60) سورۃ الحج، آیت ۶۲

(61) سورۃ الرحمٰن، آیت ۲۷

(62) سورۃ الانعام، آیت ۱۰۳

ऋग्वेद : 1-12-4 (63)

यजुर्वेद : 40-9 (64)

यजुर्वेद : 32-3 (65)

यजुर्वेद : 7-36 (66)

ऋग्वेद : 8-1-1 (67)

ऋग्वेद : 1-52-14 (68)

अथर्व : 2-2-1 (69)

श्वेता : अ० 6 म०11 (70)

भागवत महापुराण-11-84-10 (71)

गीता : 9-25 (72)

गीता : 9-27-34 (73)

गीता : 18-66 (74)

कल्कि अवतार और मुहम्माद पृ028 (75)

हज़रत मुहम्मद और भारतीय धार्म ग्रंथ पृ07 (76)

सत्यार्थ प्रकाश सातवाँ समुल्लास पृ0 173 (77)

☆ ☆ دھرم شاستر کے ابتدائی ماخذ اور شرع محمدی، ص ۱۷ تا ۱۹

(78) ترجمان القرآن جلد اول، صفحہ ۱۸، مطبوعہ ساہتیہ اکیڈمی دہلی

ऋग्वेद : 1-164-46 (79)

यजुर्वेद : 32-1 (80)

(81) سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۱۰

(82) سورۂ اعراف، آیت ۱۸۰

(83) سورۃ الحشر، آیت ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴

(84) تحقیق ماللھند ص ۲۴ تا ۳۸ (اردو)

वेदिक नराशंस पृ051 (85)

वेदिक धर्म क्या कहता है? भाग 2 (86)

संस्कृति के चार अध्याय पृ 77 (87)

(88) ہندو مذہب، ص ۴۰/ ۴۱

اسلام اور ہندو دھرم کا تصور رسالت اور اوتار واد

اہل علم اس مسلمہ حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ دنیا کے پہلے انسان حضرت آدم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر دور اور ہر زمانے میں انسانوں کی ہدایت و رہبری، فلاح و کامیابی اور ان کو دین حق سے ہمکنار کرنے کے لیے اللہ کے کچھ مخصوص و مشہور بندے ہر قوم و ہر طبقے میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ اور ان مخصوص و مشہور بندوں کو انسانی اقوام نے مختلف ناموں سے یاد کیا ہے کسی نے ان کو نبی و رسول کے نام سے تو کسی نے انہیں اَوتار (अवतार) اور ایش دوت (ईश्दूत) کے نام سے یاد کیا ہے۔

نبی و رسول اسلامی تصور ہے اور ''اوتار'' اور ''ایش دوت'' ہندو دھرم کا تصور۔ اور دونوں تصور ہدایت خداوندی (ईश्वरीय मार्गदर्शन) کے تصور کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس لیئے کہ اللہ ربّ العزت یا پوتر ایشور (पवित्र ईश्वर) کو اپنے بندوں کی ہدایت و تربیت (शिक्षा-दीक्षा) کرنی ہے جس کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ جل شانہ بنفس نفیس لوگوں کی ہدایت کے لیے ان کے پاس تشریف لائے، اپنی حقیقی و اصلی صورت میں ظاہر ہو کر یا کسی انسانی و جسمانی شکل میں تخلیق ہو کر اور یہ محال ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ بذات خود نہ آئے بلکہ اپنے کسی مخصوص بندے کو اپنا رسول اور پیغمبر یا نائب و خلیفہ (उत्तराधिकारी) بنا کر بندوں کے پاس بھیجے تا کہ وہ اللہ کی طرف سے انکی ہدایت و رہبری کا فریضہ انجام دے۔

مختصر یہ کہ دنیا کی کوئی قوم اور کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جس میں ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کا فریضہ انجام دینے والے ہادی و رہبر نہ آئے ہوں۔ پیش نظر مقالہ میں چوں کہ اسلام اور ہندو مذہب کا تصور رسالت و اوتار واد کا تحقیقی جائزہ پیش کرنا ہے اس لیے اختصار کے ساتھ رسالت و اوتار واد کا تقابلی خاکہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

اسلامی تصور رسالت ونبوت

توحید کی طرح عقیدۂ رسالت بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں انفرادی اہمیت کا حامل ہے۔ ذات باری تعالیٰ اور اس کی قدیم صفات یعنی عقیدۂ توحید کے بعد عقیدۂ رسالت پر بھی ایمان لانا دین اسلام کا لازمی جزو ہے۔ ایسا اہم جزو کہ اسکو تسلیم کئے بنا کوئی بھی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ عقیدۂ تصور رسالت اسلام کا ایسا عظیم رکن ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان امتیاز پیدا کرتا ہے کیوں کہ عقیدۂ توحید اور کلمۂ طیبہ کے جزو اول کا اقرار قوم مسلم ہی نہیں بلکہ دیگر ادیان باطلہ کے بے شمار پیروکار بھی کرتے ہیں لیکن جیسے ہی عقیدۂ رسالت اور کلمہ طیبہ کے دوسرے جزو "محمد رسول اللہ" کی تصدیق و اقرار کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو نہ صرف یہ کہ انکار کرتے ہیں بلکہ مخالفت و دشمنی اور زبان درازی و بیہودہ حیل و حجت پر کمر بستہ ہوجاتے ہیں۔ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں بے شمار موحد قومیں ہوئی ہیں اور آج بھی ہیں لیکن عقیدۂ توحید کی قبولیت کی بنا پر کسی نے ان کو مسلم یا مومن نہیں کہا بلکہ خود انہوں نے بھی اپنے اپنے فرقہ کو جداگانہ ومختلف غیر اسلامی ناموں سے ہی متعارف کرایا جیسے: برہم سماج، آریہ سماج اور سکھ مت وغیرہ۔

تعریف رسالت ونبوت

نبوت: کا مادہ ''ن ب ی یا ن ب أ'' ہے جس کے لغوی معنی ہیں: رفعت و بلندی، علو یا اونچی شان، غیب کی خبر دینا، گویا کہ بلند مرتبہ اور اعلیٰ منصب اور غیبی امور بتانے کی وجہ سے نبوت کہا گیا ہے۔ اور اصطلاحی معنی ہیں: ''اللہ کی طرف سے بذریعۂ وحی یا الہام غیب کی خبریں دینا یا غیبی باتیں بتانا''[1] یا اللہ کی جانب سے پیغامبری اور پیشن گوئی کرنا[2] اور اسی ''نبوت'' مصدر سے مشتق ہے۔ نبیؔ بروزن فعیل جس کے معنی ہیں ''اللہ کی جانب سے الہام یا وحی کی بناء پر غیب کی خبریں، غیب کی باتیں بتانے والا، پیشن گوئی کرنے والا یا خدائے وحدہٗ لاشریک کے متعلق خبریں دینے والا[3]۔

رسالت: مادہ اس کا ''ر س ل'' ہے جس کے مختلف مصدری معانی ہیں۔ جن میں مشہور معنی بھیجنا اور ارسال کرنا ہیں۔ اور اسی رسالت مصدر سے بنا ہے رسول بروزن فعول جس کے معنی ہیں

بھیجا ہوا یا پیغامبر [۴] اور دین اسلام کی اصطلاح میں نبی و رسول سے مراد "اللہ کا وہ کامل نیک بندہ ہے جس کو اللہ جل شانہٗ بندوں تک اپنا پیغام پہونچانے کے لئے مبعوث فرماتا ہے۔ یعنی وہ اپنے نیک بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبی و رسول منتخب فرما کر اپنے احکام ان کی معرفت اپنے بندوں تک پہونچاتا ہے تاکہ وہ مرضیٔ الٰہی کے مطابق عمل کریں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" [۵]

(یعنی اللہ بہتر جانتا ہے کہ منصب رسالت کس کو عطا فرمائے)

"ینزل الملٰئکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ" [۶]

(اللہ تعالیٰ) فرشتوں کو ایمان کی روح یعنی وحی لیکر اپنے جن بندوں پر چاہے اتارتا ہے، نبوت و رسالت سے سرفراز فرماتا ہے۔)

بالفاظ دیگر نبی و رسول کی تعریف اس طرح بھی کر سکتے ہیں کہ: "نبی وہ بشر ہے جس کی جانب وحیٔ الٰہی نازل ہوتی ہو خواہ وہ تبلیغ پر مامور اور صاحب کتاب و شریعت ہو یا نہ ہو۔ اور رسول اس انسان کامل کو کہتے ہیں جس کی طرف وحیٔ ربانی آتی ہو۔ تبلیغ پر مامور اور صاحب کتاب و شریعت ہو۔ [۷]

نبی اور رسول کے تعلق سے پیش کردہ معانی و مفاہیم کی روشنی میں جو فرق محسوس ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ "جس کو وحی، کتاب اور نئی شریعت عطا کی گئی ہو اور تبلیغ پر مامور ہو وہ رسول ہے۔ اور جس کو وحی تو عطا کی گئی ہو لیکن کتاب یا نئی شریعت نہ دی گئی ہو بلکہ ماقبل یا ہم زمانہ رسول کی شریعت اور کتاب کی روشنی میں انسانوں کی ہدایت و تربیت کی ہو وہ نبی ہے۔ رسول بیک وقت رسول بھی ہوتا ہے اور نبی بھی۔ لیکن ہر نبی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ رسول بھی ہو۔ گویا کہ نبی اور رسول میں تھوڑا سا فرق ہے اور وہ یہ کہ رسول کو نبی پر فوقیت و خصوصیت حاصل ہوتی ہے یعنی ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

مقصد:

نبی اور رسول کی بعثت و نزول کا مقصد یہی تھا کہ وہ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کی تلقین و تبلیغ فرمائیں۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیں۔ اور انسانی سماج میں عدل

وانصاف اور تقویٰ و پرہیز گاری کا ماحول قائم کریں۔ بعثت انبیاء ورسل کے مقاصد جلیلہ کو بیان کرتے ہوئے کلام خداوندی ارشاد فرماتا ہے کہ:

"ولقد بعثنافی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت" ۸

(بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا (اور رسول کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم سے فرمائے) کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو)

"کماارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیتناویزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ۔۹

(جیسا ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے (نجاست کفروشرک اور ذنوب سے) اور کتاب (قرآن) وعلم وحکمت (حدیث وفقہ) سکھاتا ہے اور تمہیں وہ سکھاتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔)

"ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوعلیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین" ۔۱۰

(وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں (عقائد باطلہ واخلاق رذیلہ اور خباثت وجہالت سے) اور انہیں کتاب (قرآن) وحکمت (حدیث وفقہ اور شریعت) کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے قبل ضرور کھلی گمراہی (کفروشرک) میں تھے۔)

"یٰایھاالرسول بلغ ماانزل الیک من ربک" ۔۱۱

(اے پیغمبر پہونچادو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے)

پیش کردہ آیات قرآنیہ کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے کہ" آیات کی تلاوت، تزکیۂ نفس، کلام الٰہی کی تعلیم، مسائل واحکام شرعیہ کی تبلیغ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی نصیحت، حکمت وسنت کی توضیح وتشریح اور اخلاق وعادات واطوار کی پاکیزگی اور سیرت وکردار کی صالح تعمیر وتربیت انبیاء کرام ورسولان عظام کی بعثت کے مقاصد عظیمہ ہیں۔

منصب ومقام:

نبوت ورسالت اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کیا ہوا ایک ایسا عظیم منصب ومقام ہے جو بندگانِ خدا کی رشد وہدایت یا تبلیغ دین اور اپنے احکام بندوں تک پہونچانے کے لئے وہ کسی مخصوص برگزیدہ بندے کو منتخب فرما کر اس بلند منصب پر فائز کر دیتا ہے۔ نبوت ورسالت کسبی یا کوئی اکتسابی چیز نہیں ہے کہ عبادت وریاضت یا محنت ومشقت سے حاصل ہو جائے بلکہ یہ ایک وہبی اور خدائی عطیہ وبخشش ہے کہ اللہ رب العزت جسے لائق وفائق سمجھتا ہے نبوت ورسالت کے مرتبۂ جلیلہ سے سرفراز فرما دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلا و من الناس۔ ۱۲"

(اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے۔)

منصب نبوت ورسالت کے سبب انبیاء ورسل علیہم السلام کو جملہ نوع انسانی پر فوقیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ پیدائشی نبی ہوتے ہیں، ان کی تخلیق ہی منصب نبوت ورسالت کے لئے کی جاتی ہے اور اس منصب کی جملہ صلاحیتیں وخوبیاں ان کو عطا کر دی جاتی ہیں۔ ان کی فطرتیں مکمل، صحیح اور ان کے دل کامل سلیم ہوتے ہیں۔ یہ کسی خارجی یا دنیاوی تعلیم وتربیت کے محتاج نہیں ہوتے۔ انبیاء ورسل قدرت کی عطا کردہ انمول صلاحیتیوں وخوبیوں اور فطری وقدرتی استعداد کے باعث جملہ پیش آنے والے مسائل اور ان کے حل کو اللہ پاک کی ہدایت ورہنمائی سے بخوبی سمجھ لیتے ہیں۔

مختصر یہ کہ "نبی ورسول" اپنے منصب ومقام اور عقل وفکر کے لحاظ سے عام انسانوں سے بہت عظیم تر ہوتے ہیں۔ مہبط وحی ہونے کی وجہ سے وہ قیادت دینی وسیادت خداوندی کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیکر انسانی سماج کی فلاح وبہبود کے لئے روحانی وایمانی اور اخلاقی بنیادوں پر انقلاب برپا کر دیتے ہیں۔ ایسا مثالی انقلاب کہ جس کی مثال ونظیر جماعت انبیاء کے سوا دوسری تمام جماعتیں پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

منصب نبوت کے متعلقات

نبوت ورسالت کے منصب کے ساتھ عام طور پر تین کاموں کو وابستہ کیا جاتا ہے (۱)

غیبی امور، (۲) معجزات وخوارق، (۳) ملائکہ یا وحی کا نزول۔

غیبی امور: سے مراد وہ مخفی و پوشیدہ علم ہے کہ جو اللہ وحدہٗ لاشریک اپنے ان محبوب ومخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے اور کائنات ارضی و سماوی کی غائب اشیاء سے ان کو مطلع کرتا ہے۔ انبیاء ورسل غیبی امور و علوم سے واقف و آگاہ ہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے کلام الٰہی ارشاد فرتا ہے:

"وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء" ۱۳؎

(اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے)

"وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما" ۱۴؎

(اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے)

"ونزلنا عليك الكتب تبيانا لكل شيئ" ۱۵؎

(اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے)

"علم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا۔ الا من ارتضى من رسول" ۱۶؎

(غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے)

"وما هو على الغيب بضنين" ۱۷؎

(اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں)

"علم الانسان مالم يعلم" ۱۸؎

(انسان (محمد ﷺ) کو سکھایا جو نہیں جانتا تھا)

معجزات وخوارق: معجزہ لغت میں عاجز و مجبور کر دینے والی شئ کو کہتے ہیں۔ اور اسلامی اصطلاح میں جو بات یا جو واقعہ خلاف عادت نبی ورسول سے ظاہر ہو اسکو معجزہ کہتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کی تعریف یوں بھی کر سکتے ہیں کہ "معجزہ ایسے واقع کے ظہور کا نام ہے جو عام اور متعارف و معلوم سلسلۂ اسباب کے بغیر عالم وجود میں آئے۔ ۱۹؎

انبیاء کرام ورسولان عظام کو اللہ جل شانہ معجزات وخوارق عطا فرماتا ہے، اسکا ثبوت

پیش کرتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

"فلما جائتهم بالبینات فرحوا بما عندهم من العلم" ۲۰

(تو جب ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لائے تو وہ اسی پر خوش رہے جو انکے پاس دنیا کا علم تھا)

"ولقد ارسلنا من قبلک رسلا الی قومهم فجاء وهم بالبینت" ۲۱

(اور بے شکم ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ انکے پاس کھلی نشانیاں لائے)

"واتینا عیسی ابن مریم البینت وایدنه بروح القدس" ۲۲

(اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح (جبرئیل امین) سے اس کی مدد کی)

"ولقد اتینا موسی تسع ایات بینات" ۲۳

(اور بے شک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں عطا کیں)

انبیاء کرام و رسولان عظام کو بینات، روشن نشانیاں یعنی معجزات عطا فرمائے گئے قرآن پاک کی کثیر آیات میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ بطور ثبوت ہم نے چند آیات کو ہی حوالہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ خیال رہے کہ قرآن حکیم نے اجمالی طورر پر بینات اور نشانیوں کے تذکرے پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ مختلف سورتوں اور آیات میں تفصیلی طور پر بھی ان آیات بینات کا ذکر کیا ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا طوفان وسیلاب میں سلامت رہنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آتش نمرود کا گل گلزار ہونا، حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹی کی گفتگو سمجھنا اور پلک جھپکتے ہی ملکۂ سبا بلقیس کا تخت شاہی منتقل ہونا، حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکلنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدہا بننا، اس کی ضرب سے پتھر سے بارہ چشمے جاری ہونا، حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو دریا کا پھٹ کر راستہ دینا، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا پتھر سے پیدا ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا، کوڑھیوں واندھوں کو اچھا کرنا اور مردوں کو بحکم خدا زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

دیگر انبیاء کرام کے علاوہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بھی کثیر معجزات وخوارق کا ذکر قرآن کریم میں اجمالاً وتفصیلاً ملتا ہے لیکن آپ کا سب سے عظیم اور تا قیامت باقی رہنے والا معجزہ قرآن عظیم ہے، جس کی عظمت وشان کو بیان کرتے ہوئے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

''قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرأن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا'' ۲۴؎

(تم فرماؤ اگر انسان وجن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو)

ملائکہ یا وحی کا نزول: فرشتوں کا نبی ورسل کی بارگاہ میں آنا یا نبی ورسل کا فرشتوں کو مختلف صورتوں میں دیکھنا، ان کی موجودگی کا احساس کرنا، اور انکے ذریعے وحیٔ الٰہی کا آنا ایک ایسی واضح حقیقت ہے کہ جو قرآن کریم کی بے شمار آیات اور کثیر احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

''ولقد جاءت رسلنا ابراھیم بالبشری قالوا سلاما'' ۲۵؎

(اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے بولے سلام)

''ولما جاءت رسلنا لوطا'' ۲۶؎

(اور جب لوط علیہ السلام کے یہاں ہمارے فرشتے آئے)

''ینزل الملٰئکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ'' ۲۷؎

(ملائکہ کو ایمان کی جان یعنی وحی لیکر اپنے جن بندوں پر چاہے اتارتا ہے)

''قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الہ واحد'' ۲۸؎

(تم فرماؤ ظاہری صورت بشری میں میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے)

''وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم'' ۲۹؎

(اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جنہیں ہم وحی کرتے)

"ان هو الا وحی یوحی" ۲۹؎
(وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے)

حکمت وضرورت:

خلاق دو عالم اللہ وحدہٗ لاشریک نے انسان کو تخلیق فرما کر اس کو زمین پر اپنا نائب وخلیفہ مقرر فرمایا اور اس کو ان گنت صلاحیتوں وخوبیوں سے مرصع فرمایا۔ پھر انہیں یوں ہی آزاد نہیں چھوڑا بلکہ ان کی تعلیم وتربیت اور ہدایت ونصیحت کے لئے سلسلۂ نبوت ورسالت قائم فرمایا تاکہ ساری نسل انسانی اپنی رہبری ورہنمائی انبیاء ورسل علیہم السلام سے حاصل کر کے نجات وکامیابی کی منزل پر رواں دواں ہو۔ ارشادِ خداوندی ہے: "فاما یاتینکم منی ھدًی فمن تبع ھدای۔" (البقرہ:۳۸) گویا کہ خالق کائنات نے اپنی جملہ مخلوقات میں اشرف وافضل مخلوق انسانی کی دنیوی اور اخروی فلاح وبہبود کے لئے سلسلۂ نبوت ورسالت جاری کیا۔ انبیاء کرام ورسولان عظام نے مبعوث ہو کر وحیٔ خداوندی کے ذریعہ دینی احکام کی روشنی میں انسانوں کی تعلیم وتربیت کا اہم فریضہ انجام دیا اور مخلوق انسانی کو تہذیب وتمدن اور نجات وہدایت کی راہ دکھائی، آخرت کی کامیابی کے اصول بتائے اور ان کی روحانی وقلبی راحت کے لئے آسمانی علوم وحقائق سمجھائے۔ اور یہ سب اس لئے کہ انبیاء ورسل کے تشریف لانے اور ان کی تبلیغ وہدایت کے بعد لوگوں کو اللہ رب العزت کے سامنے یہ کہنے کی حجت ودلیل باقی نہ رہے کہ اگر ہمارے پاس نبی یا رسول آتے تو ضرور ہم ان کی دعوت قبول کرتے۔ اسی حکمت کی ترجمانی کرتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے کہ:

"ان تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ھذا غفلین" ۳۱؎
(کہ قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہیں تھی)

مختصر یہ کہ نبی یا رسول کے تشریف لانے میں حکمت یہ ہے کہ خدا کی مخلوق اپنی روحانی نجات اور دنیاوی کامیابی کے لئے اپنی عقل ودانش پر اعتماد کے بجائے وحیٔ الٰہی اور احکام خداوندی کو اپنا راہبر ورہنما بنائیں اور انسانوں کے نہیں بلکہ خالق کائنات کے ذکر کردہ قانون پر

عمل پیرا ہوں۔ اس لئے کہ اگر ہم انسان کے ترتیب شدہ قوانین یا انسانی عقل کی روشنی میں رہبری و رہنمائی حاصل کریں گے تو ہم کبھی مکمل طور سے صراط مستقیم اور ہدایت نہیں پا سکتے کیوں کہ ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ شب و روز تجربہ میں آنے والی اشیاء کے بارے میں بھی ہمارے عقلاء و دانشمند کسی ایک موقف پر متفق نہیں۔ ایک ہی چیز کے بارے میں ایک محقق کچھ تحقیق پیش کرتا ہے تو اسی چیز کے متعلق دوسرا مفکر دوسرا نظریہ پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ تو جب ایک دنیاوی، ظاہری اور مادی چیز کے بارے میں دنیا کے دانشوروں کا یہ عالم ہے تو پھر روحانی، ایمانی، غیبی اور عالم آخرت کے بارے میں وہ کیوں کر صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں؟ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ بغیر نبی و رسول کے واسطے کے روحانی و ایمانی فلاح و بہبود غیر ممکن ہے اور ہدایت نبی و رسول ہی نجات و کامیابی کا حقیقی سر چشمہ ہے۔ علماء و مفکرین نے دیگر بے شمار علوم و فنون میں بڑی ترقی کی ہے اور نوع انسان کے دامن کو علم و حکمت سے بھر دیا ہے لیکن علم نجات اور راہ ہدایت کی طرف انہوں نے کوئی رہنمائی نہیں کی ہے۔ دنیا کے ارباب فکر و نظر کا کوئی ایسا قابل ذکر کام یا خدمت نہیں ہے کہ جس کو انبیاء و رسل کی تعلیمات یا خدمات کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے۔

بعثت انبیاء و رسل کی حکمت و ضرورت کو بیان کرتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

"انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیر التؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا" ۳۲

(بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی دیتا اور ڈر سناتا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔)

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ" ۳۳

(اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے)

"یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ

باذنہ ط" ۳۴ے

(اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا)

"ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت فمنھم من ھدی اللہ ومنھم من حقت علیہ الضللۃ ط" ۳۵ے

(اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو۔ تو ان میں سے کسی کو اللہ نے راہ دکھائی اور کسی پر گمراہی ٹھیک اتری)

"انما انت منذر ولکل قوم ھاد" ۳۶ے

(اے رسول اعظم! تم ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی ہو)

"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ" ۳۷ے

(اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے)

خلاصہ یہ کہ انبیاء و رسل کے مبعوث فرمانے میں اللہ وحدہٗ لاشریک کی عظیم حکمت ہے اور وہ یہ کہ اس نے اپنے ان محبوب بندوں کے توسط سے اپنی خوشنودی اور ناراضگی کے اعمال و محرکات سے باخبر کر دیا اور کسی بھی شی کی اچھائی اور برائی کے جاننے کا ایک بہترین پیمانہ عطا فرما دیا۔ ع

خلافِ پیغمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

* * *

نبوت ورسالت سے متعلق بنیادی وضروری عقائد

عقیدۂ توحید کی طرح عقیدۂ رسالت ونبوت سے متعلق بھی کچھ لازمی وضروری عقائد ہیں کہ دل سے جن کی تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین کوتسلیم کئے بغیر انسان کوایمان واسلام کی دولت ہرگز ہرگز نصیب نہیں ہوتی۔ بلکہ ذات باری تعالی اور اس کی قدیم صفات یعنی عقیدۂ توحید پر ایمان لانے والے کوبھی از روئے شرع محمدی ہم مومن یا مسلم اس وقت تک نہیں کہہ سکتے جب تک نبوت ورسالت کوتہہ دل سے قبول کرنے کا یقین نہ ہوجائے، ہاں اس کوموحد (Monotheistc) کہہ سکتے ہیں۔ نبوت ورسالت سے متعلق جو بنیادی وضروری عقائد ہیں ان میں سے چند اہم عقائد ہم یہاں ذکر کررہے ہیں، رہے باقی عقائدتو وہ بھی انہیں کے ضمن میں آجاتے ہیں۔

نبی ورسول کا بشر اور مرد ہونا:

یعنی اللہ رب العالمین نے منصب نبوت ورسالت کے لئے ہمیشہ بشر اور مرد کو ہی منتخب فرمایا ہے، کسی عورت یا جن کواس بلند مرتبہ پر فائز نہیں فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وماارسلنامن قبلک الارجالانوحی الیھم" ۳۸؎

(اور ہم نے آپ سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جنہیں ہم وحی کرتے)

یعنی ہم نے آپ سے پہلے مردوں کو ہی نبی ورسول بنا کر مبعوث فرمایا اور نبی ورسول نے اپنی بشریت کاملہ کا واضح اعلان بھی فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم" ۳۹؎

(ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم تمہاری طرح بشر ہیں)

بشر وانسان کو ہی نبی ورسول بنانے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ اگر وہ ملائکہ یا دیگر کسی مخلوق سے ہمارے لئے رسول مبعوث فرماتا تو وہ ہماری عادات وخصائل سے واقف وآگاہ نہ ہوتا اور نہ اس کو ہم پر وہ شفقت ہوتی جو ایک ہم جنس کو دوسرے ہم جنس سے ہوتی ہے۔ اور نہ اس کی طرف ہمارا طبعی وقلبی میلان ہوتا نہ اس کو ہماری کمزوریوں کا احساس ہوتا اور نہ ہم اس کی صحیح معنی میں پیروی کرتے۔

تعظیم وتوقیر

یعنی انبیاء کرام ورسولان عظام کی تعظیم فرض عین ہے۔ ہر ایک مرد وعورت پر فرض ہے کیوں کہ تعظیم رسول وتوقیر نبی تمام فرائض کی جان واصل ہے بلکہ یوں کہئے شریعت اسلامیہ کی بنیاد اور ہر فرض پر مقدم ہے۔ کسی نبی ورسول کی ادنیٰ سے ادنیٰ توہین وگستاخی اور مذاق موجب کفر ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ" ؎۴۰

(تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو)

"فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ" ؎۴۱

(تو وہ جو اس (محمد ﷺ) پر ایمان لائیں اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں)

"وآمنتم برسلی وعزرتموھم" ؎۴۲

(اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو)

مختصر یہ کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء ورسل کی تعظیم وتوقیر جز وایمان ہے۔

محبت وعشق

انبیاء کرام ورسولان عظام بالخصوص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عین ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے۔ اسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے امام اہلسنت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ نے کیا ہی خوب فرمایا۔ ع

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ ۴۳

سچ تو یہ ہے کہ نبی ورسول محبت کرنے کی چیز نہیں بلکہ عشق کرنے کی چیز ہے۔اس لئے کہ محبت جب کسی کو کسی سے ہوتی ہے تو اس میں اپنا بھی خیال رہتا ہے اور محبوب کا بھی لیکن جب کسی کو کسی سے عشق ہوتا ہے تو صرف محبوب کا خیال رہتا ہے اپنا خیال ہرگز نہیں رہتا۔اور قرآن وحدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کرنے کے بعد ہی انسان مومن اور کامل مسلمان کہلانے کا حقدار ہوسکتا ہے۔چنانچہ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے:

"قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ ن اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ" ۴۴

(اے رسول!) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جسکے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (قیامت یا عذاب) لائے۔)

حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

" قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین" ۴۵

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اسکی اولاد بچے اور تمام لوگوں سے

زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں)

خیال رہے کہ تمام لوگوں میں وہ خود بھی شامل ہے۔اس لئے ماننا پڑے گا کہ حدیث پاک کا منشاء ومطلب یہ ہے کہ تمام لوگوں اوراپنے آپ سے زیادہ نبی سے محبت وعشق جب تک نہ پیداہوجائے۔ دوسری حدیث پاک میں اس بات کو بالکل واضح فرمادیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"والذی نفسی بیدہ حتیٰ اکون الیک من نفسک" [۴۶]

(قسم ہےاس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں تم اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے۔)

ثابت ہوا کہ نبی ورسول کی محبت ایمان اوراسلام کی علامت اورایسا اہم جزء ہے کہ جس کے بغیر کوئی عبادت وعمل بارگاہ مولیٰ میں قابل قبول نہیں۔ اس لئے کہ آپ کی محبت ہی مدار ایمان ہےاوراسی محبت کانام اسلام ہے۔

اطاعت وفرمانبرداری

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وپیروی بھی ہرایک مومن ومسلم کے لئے واجب وفرض ہے۔اس لئے کہ اطاعت نبی درحقیقت اطاعت الٰہی ہے۔بغیراتباع نبوی اتباع خداوندی ہرگز ہرگز ممکن نہیں۔خدائے وحدہٗ لاشریک اپنے مقدس کلام میں خودارشادفرماتا ہے:

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" [۴۷]

(اے نبی!تم فرماؤ کہ لوگو اگرتم اللہ کودوست رکھتے ہوتو میرے فرمانبردار ہوجاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا)

یعنی میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

"من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" [۴۸]

(جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی)

"واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون" [۴۹]

(اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے)

"ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما" ۵۰؎

(اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی پائی)

"وما اٰتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا۔" ۵۱؎

(اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں رک جاؤ)

مذکورہ بالا آیات کریمہ کے علاوہ اور بھی بے شمار آیات میں اس چیز کو صاف صاف الفاظ میں واضح فرمایا گیا ہے کہ اطاعت رسول درحقیقت اطاعت خدا ہے اور فرمان رسول دراصل فرمان خدا ہے۔ اور اِسی اطاعتِ رسول میں دونوں جہاں کی دنیوی واخروی کامیابی مضمر ہے۔

عصمت انبیاء ورسل

عصمت انبیاء یعنی انبیاء کرام کا معصوم ہونا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مقدس جماعت کے لئے اللہ نے اپنی حفظ وامان میں رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کے سبب ان سے گناہوں کا صادر ہونا شرعاً محال ہے۔ اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام کفر وشرک، جہل وکذب، خیانت وبخل جیسی صفات قبیحہ اور عاداتِ ذمیمہ وافعالِ بد سے بالاتفاق محفوظ ومعصوم ہیں۔ مختصر یہ کہ ہر وہ شی جو مخلوق خدا کے لئے باعث حقارت ونفرت ہو انبیاء کرام قبل نبوت بھی اور بعد نبوت بھی اس سے محفوظ ومامون ہیں۔ یہ گروہ انبیاء قصداً وارادۃً صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے تو پاک ہوتے ہی ہیں نیز علماء کرام فرماتے ہیں کہ چھ باتیں کسی نبی میں نہیں پائی جاتی ہیں: (۱) ولد الزنا ہو (۲) بدصورتی (۳) بے عقلی (۴) بزدلی (۵) پست ہمتی اور (۶) نامردی۔

لوگوں کو انبیاء کرام کی عصمت کا یقین ان کی حکیمانہ وفقیہانہ دلیلوں سے ہوتا ہے اور ان کا شاندار مثالی کردار اور ان کے بہترین اخلاق واطوار اور پاکیزہ زندگی ان کی عفت وپاکدامنی کی منہ بولتی تصویر ہوتے ہیں۔

مذکورہ حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

"قال یقوم لیس بی ضللۃ ولکنی رسول من رب العلمین" ۵۲؎

(کہا اے مری قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو رب العالمین کا رسول ہوں)

"ماضل صاحبکم وما غوی" ۵۳؎

(تمہارے صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ بہکے نہ بے راہ چلے)

"قال فبعزتک لاغوینھم اجمعین ط الاعبادک منھم المخلصین" ۵۴؎

(بولا تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کروں گا مگر ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اللہ کے وہ مخلص بندے ہیں جو گناہوں سے اور افعال قبیحہ سے پاک ہیں۔ یہاں یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ معصوم ہونا صرف انبیاء اور ملائکہ کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے علاوہ کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم سمجھنا مناسب نہیں۔

سید الانبیاء وافضل الرسل

کلام الٰہی" تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض" ۵۵؎ کے بموجب اللہ تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل علیہم السلام میں بعض کو بعض پر فوقیت وافضلیت مرحمت فرمائی ہے۔ لیکن پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ایسے برگزیدہ نبی ومحبوب رسول ہیں کہ آپ کو سید الانبیاء کا خطاب عطا فرمایا ہے اور سارے رسولوں میں سب سے اعلیٰ وافضل مرتبہ ومقام عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ۔ ۵۶؎

(اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب وحکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس

کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے
عرض کیا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں اب
تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت سے سرفراز فرمایا ان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عہد لیا اور ان انبیاء ورسل نے اپنی اپنی امتوں وقوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی زندگی میں پیغمبر آخرالزماں تشریف فرما ہوں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ جملہ انبیاء ورسل علیہم السلام اور جملہ امم واقوام عالم کے رسول ہیں اور سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک تمام اقوام خواص ہوں یا عوام سب آپ کے امتی ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر دور اور ہر قوم کے رسول

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ ہر دور، ہر قوم اور ہر ملک وعلاقہ میں اپنا ایک نہ ایک نبی ورسول بھیجتا رہا تاکہ اس کا دین اس کے نبی کے ذریعہ اس کے بندوں تک پہونچ جائے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل دنیا بین الاقوامی اعتبار سے اتنی وسیع وعریض نہیں تھی اور نہ معاشرتی وتمدنی ذرائع نے ہی ایسی ترقی کی تھی کہ عالمگیر نبوت اور مکمل شریعت کے تقاضے پورے ہو جاتے۔ اسلئے عام طور پر ہر نبی کے مخاطب اس کی اپنی قوم کے لوگ ہی رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی نبی کسی ملک کے لئے مبعوث ہوا تو کوئی کسی مخصوص قوم، قبیلہ یا علاقہ کے لئے۔ اور کبھی ایک وقت اور ایک قوم میں کئی کئی نبی ورسول بھی تشریف لائے جیسے حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہم السلام۔ اسی طرح حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور حضرت یسع علیہم السلام وغیرہ۔ لیکن پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین نے تمام ادوار اور جملہ اقوام عالم کے لئے رسول بنا کر اس خاکدانِ گیتی پر مبعوث فرمایا۔ آپ کی تعلیم وہدایت قیامت تک کے لئے ہے اور آپ کا دین اور آپ کی شریعت محمدی تمام مخلوقِ خدا کے لئے ہے۔ خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں اور کسی ملک یا کسی زمانہ کے لوگ ہوں۔

بعثت محمدی کی آفاقیت اور عالمگیر نبوت کو بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:

"یاایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً" ۵۷

(اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں)

"انماانت منذر ولکل قوم ھاد" ۵۸

(آپ تو ڈرسنانے والے اور ہر قوم کے رہبر ہو)

"ومارسلنک الارحمۃً للعٰلمین" ۵۹

(اور ہم نے آپ کو سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا)

"ومارسلنک الا کافۃ للناس" ۶۰

(اور اے رسول ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت کے ساتھ جو تمام انسانوں کے لئے مکمل ہے)

"وارسلنک للناس رسولا" ۶۱

(اے رسول ہم نے آپ کو سارے لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا)

آپ کی عالمگیر نبوت ورسالت کے تعلق سے قرآن حکیم میں اور بھی بے شمار آیات ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم انہیں چند آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت ورسالت

اللہ کے مقدس کلام قرآن وحدیث کے حکم کے مطابق پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی وآخری رسول ماننا دین اسلام کے ضروری وبنیادی عقائد میں ایک ایسا اہم عقیدہ ہے کہ کوئی بھی شخص بنا اسکو تسلیم کیے مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان آپ کے آخری نبی ہونے میں شک کرے یا آپ کے بعد کسی نبی یا رسول کا ہونا جائز سمجھے یا اسلام کے اس عقیدے کی مخالفت کرے یا کوئی اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا کسی نبی کو اپنی صورت میں ظاہر ہونا بتائے تو پھر وہ مسلمان نہیں رہ سکتا بلکہ اسلام سے خارج اور کافر ومرتد کہلانے کا حقدار ہوگا۔

نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت اپنے کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلامَ دِيناً" ۶۲

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔)

"ما کان محمدا ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" ۶۳

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں)

قرآن مجید کی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے فرامین اور احادیث میں بھی عقیدۂ ختم نبوت پر مدلل ومکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"میرے بہت سے نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں ایسا ماحی ہوں کہ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کفر وشرک کو مٹائے گا اور میں ہی حاشر ہوں میرے سامنے سارے انسان قیامت میں جمع کئے جائیں گے اور میں ہی ایسا عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ۶۴

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ:

"عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كنت اول النبيين فى الخلق وآخرهم فى البعث" ۶۵

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خلقت میں میں سب سے اول اور دنیا میں بعثت کے لحاظ سے آخری رسول ہوں۔)

حضرت ابو ہریرہ سے ہی صحیح مسلم شریف میں دوسری روایت ہے:

"عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فضلت على الانبياء بست اعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب واحلت

لی المغانم وجعلت الارض طھورا ومسجدا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون"٦٦

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھ چیزوں کی وجہ سے مجھے انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت دی گئی۔ مجھے جوامع الکلم عطا کیا گیا، رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی، مال غنیمت میرے لیے حلال کیا گیا، پوری زمین میرے لیے پاک اور سجدہ گاہ بنادی گئی اور میں ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور انبیاء کرام کی تشریف آوری کا سلسلہ میری ذات پر ختم ہو گیا۔)

اسی طرح مسلم شریف کی ایک اور حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اِنَّ مَثَلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین"٦٧

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور گزشتہ انبیاء کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک خوبصورت اور شاندار مکان بنایا لیکن اس کے ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد گھومتے اور اس کی خوبصورتی پر تعجب کرتے لیکن (خالی جگہ دیکھ کر) کہتے کیا بات ہے یہاں اینٹ نہیں رکھی گئی۔ آپ نے فرمایا تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم الانبیاء ہوں۔)

پیش کردہ آیات عظیمہ اور احادیث کریمہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد دنیا میں کوئی نیا نبی قطعی نہیں ہوسکتا۔

☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ المنجد، صفحہ ۹۸۷

۲۔ مصباح اللغات، ص ۸۴۷

۳۔ المنجد، صفحہ ۹۸۷

۴۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ بعنوان لفظ رسالت و رسول، المنجد، ص ۳۸۴، مصباح اللغات، ص ۲۹۲

۵۔ سورۃ الانعام، آیت ۱۲۴

۶۔ سورۃ النحل، آیت ۲

۷۔ المعتقد المنتقد، المستند المعتمد، ص ۲۴۰ مخزن معلومات، ص ۲۲

۸۔ سورۃ النحل، آیت ۳۶

۹۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۱

۱۰۔ سورۃ الجمعہ، آیت ۲

۱۱۔ سورۃ المائدہ، آیت ۶۷

۱۲۔ سورۃ الحج آیت ۷۵

۱۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۷۹

۱۴۔ سورۃ النساء، آیت ۱۱۳

۱۵۔ سورۃ النحل، آیت ۸۹

۱۶۔ سورۃ الجن، آیت ۲۷

۱۷۔ سورۃ التکویر، آیت ۲۴

۱۸۔ سورۃ العلق، آیت ۵

۱۹۔ عقیدۃ الحسنۃ (عقائد الاسلام)، ص ۷۹

۲۰۔ سورۃ المومن، آیت ۸۳

۲۱۔ سورۃ الروم، آیت ۴۷

۲۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۵۳

۲۳۔ سورۃ الاسراء، آیت ۱۰۱

۲۴۔ سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۸

۲۵۔ سورۃ الھود، آیت ۶۹

۲۶۔ سورۃ الھود، آیت ۷۷

۲۷۔ سورۃ النحل، آیت ۲

۲۷۔ سورۃ الکہف، آیت ۱۱۰

۲۹۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۷

۳۰۔ سورۃ النجم، آیت ۴

۳۱۔ سورۃ الاعراف، آیت ۱۷۲

۳۲۔ سورۃ الفتح، آیت ۸-۹

۳۳۔ سورۃ الفتح، آیت ۲۸

۳۴۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۴۵-۴۶

۳۵۔ سورۃ النحل، آیت ۳۶

۳۶۔ سورۃ الرعد، آیت ۷

۳۷۔ سورۃ النساء، آیت ۶۴

۳۸۔ سورۃ النحل، آیت ۴۳

۳۹۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۱۰

۴۰۔ سورۃ الفتح، آیت ۹

۴۱۔ سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۷

۴۲۔ سورۃ المائدہ، آیت ۱۲

۴۳۔ حدائق بخشش ص

۴۴۔ سورۃ التوبہ، آیت ۲۴
۴۵۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، حدیث ۱۵
۴۶۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، حدیث ۶۲۵۷
۴۷۔ سورۂ آل عمران، آیت ۳۱
۴۸۔ سورۃ النسائ، آیت ۸۰
۴۹۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۲
۵۰۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۷۱
۵۱۔ سورۃ الحشر، آیت ۷
۵۲۔ سورۃ الاعراف، آیت ۶۱
۵۳۔ سورۃ النجم، آیت ۲
۵۴۔ سورہ ص، آیت ۸۲-۸۳
۵۵۔ سورۃ البقر، آیت ۲۵۳
۵۶۔ سورۂ آل عمران، آیت ۸۱
۵۷۔ سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۸
۵۸۔ سورۃ الرعد، آیت ۷
۵۹۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷
۶۰۔ سورۃ السباء، آیت ۲۸
۶۱۔ سورۃ النساء، آیت ۷۹
۶۲۔ سورۃ المائدہ، آیت ۳
۶۳۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۴۰
۶۴۔ بخاری شریف جلد ا باب خاتم النبیین ص ۵۰۱
۶۵۔ تفسیر معالم التنزیل جلد ۳، ص ۵۰۸
۶۶۔ مسلم شریف جلد ا، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، ص ۱۱۹
۶۷۔ مسلم شریف جلد ا، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، ص ۲۴۸

ہندو دھرم میں تصور اوتار واد اور ایش دوت

انسانی اقوام کے کسی بھی مذہب اور دھرم اور اس کے عقائد ونظریات کو سمجھنے کا ایک ہی بہتر اور مناسب طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اس کی مستند ومقدس کتابوں کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جائے۔ اس دھرم یا اس مذہب کے عاملین وپیروکاروں کو دیکھ کر اس مذہب یا اس کے بنیادی عقائد ونظریات کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش نہ کی جائے۔ کیوں کہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ اکثر اپنے مذہب کے ماننے والے ایسے افراد بھی ہوتے ہیں کہ جو خود اپنے مذہب کی صحیح وحقیقی تعلیمات سے واقف نہیں ہوتے اور وہ خود اس معاملے میں عجیب وغریب قسم کی غلط فہمیوں وذھنی پیچیدگیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان سے صحیح اور اصل معلومات کی امید رکھنا عبث ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کسی بھی مذہب یا دھرم کی حقیقت جاننے کے لئے اس کی مذہبی بنیادی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ اور اس کے مقلدین وپیروکاروں کے ظاہری اقوال وافعال اور ان کے ذریعہ رائج عقائد ونظریات پر یقینی توجہ نہ دی جائے۔

قدیم ہندو مذہب کی بنیادی واساسی کتب کے مطابق اوتار (अवतार) اور ایش دوت (ईश्दूत) کو ہندو مذہب میں قریب قریب وہی اہمیت دی جاتی ہے جو دین اسلام میں نبی اور رسول کو حاصل ہے۔ دین اسلام میں نبی اور رسول کا کیا مرتبہ ہے یہ ہم گزشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں۔ آیئے اب یہ دیکھیں اور جانیں کہ قدیم ہندو دھرم میں اوتار اور ایش دوت کا کیا صحیح معنی ومفہوم ہے اور ان کا کیا درجہ ہے؟

اوتار (अवतार) کا لغوی واصطلاحی معنی ومفہوم

سنسکرت ہندی لغت کے مطابق اوتار (अवतार) کے لغوی معنی ہیں ''اتار، اُدے

(उदय) پرکٹ ہونا(प्रकट)اوتار لینا اور دیوتا کا زمین پر آنا (1) اور سنسکرت کے مشہور و معروف عالم(विद्धान) دھرم شاستر آچاریہ ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے لکھتے ہیں:

"अवतार"शब्द 'अव' उपसर्गपूवर्क 'तृ ' धातु में 'धञ'प्रत्यय लगाकर बना है। अवतार शब्द का अर्थ यह है कि पृथ्वी में आना । ईश्वर का अवतार शब्द का अर्थ है कि सब को सन्देश देने वाले महात्मा का पृथ्वी में जन्म लेना । ईश्वर का अवतार शब्द में 'का' शब्द सम्बन्ध कारक का चिन्ह है इसलिए स्पष्ट है कि ईश्वर से सम्बन्ध ब्यक्ति का विराजमान होना है।(2)

ویدوں کے عظیم محقق پنڈت شری رام شرما بیان کرتے ہیں:

"समाज की गिरी हुई दशा में उन्नति की ओर ले जाने वाला महामानव नेता(3)

اسی طرح پاڑنی (पाणिनी) نے سنسکرت قواعد کے اپنے سب سے مستند گرنتھ "अष्टाधायी" میں اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے "अवतरणं अवतार:" تحریر کیا ہے جس کے معنیٰ ہیں نیچے اتارا گیا۔(4)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اوتار کا صحیح معنیٰ ایشور کا زمین پر اوتر ڑیا اترنا نہیں ہے بلکہ اس لفظ کا صحیح معنیٰ و مفہوم ایشور (ईश्वर) کے ذریعے زمین پر اتارا گیا ہوتا ہے۔ یہی بات ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے کی تحقیق سے عیاں ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

परमेश्वर सर्वव्यापी है, किसी निश्चित स्थान में उसका रहना और वहाँ से कहीं उसका आना जाना यह कथन उस असीम(لامحدود)को सीमित बना देता है। जिस प्रकार सूर्य के प्रकाश से सभी ग्रह प्रकाशित होते हैं। उसी प्रकार उस परमपिता परमेश्वर के तेज से सभी प्रकाशित होते हैं। उसी से सम्बद्ध यानी उसका कोई श्रेष्ठ(عظیم)महात्मा लोगों का कल्याण करने के लिए जगत में अवतीर्ण (विराजमान)होता है या जगत में अवतीर्ण लोगों में से निर्मल हृदय एवं सच्चरित्र किसी एक व्यक्ति में ज्ञान भर दिया जाता है। और ईश्वर के तेज (نور)का उसे साक्षात्कार हो जाता है। (5)

اسی عقیدے اور نظریہ کی تائید ڈاکٹر ایم ۔اے شری واستو کی کتاب سے بھی ہوتی ہے۔ڈاکٹر شری واستو لفظ اوتار کی صحیح تعریف (परिभाषा) پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''اوتار'' کا معنی یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ ایشور ईश्वर بذات خود زمین پر بحالت جسمانی آتا ہے بلکہ سچائی یہ ہے کہ وہ اپنے پیغمبر اور اوتار بھیجتا ہے۔اس نے انسانوں کی نجات، کامیابی اوران کی رہبری کے لئے اپنے اوتار بھیجے۔سوامی وویکا نند اور گرونانک جیسی عظیم ہستیوں نے بھی پیغمبری اور ایش دوتو (ईश्दूत्व) کے نظریئے کی تائید کی ہے۔مشہور ومعروف محققین میں پنڈت سندرلال، شری بلرام سنگھ پریہار، ڈاکٹر پی۔ایچ چوبے، ڈاکٹر میش پرساد گرگ، پنڈت درگا شنکر ستیارتھی وغیرہ نے بھی اوتار کا معنیٰ ایشور کے ذریعے انسانی ہدایت ونجات کے لئے اپنے پیغمبر اوردوت بھیجا جانا بتایا ہے۔(6)

اوتار کا صحیح مطلب ومفہوم تو یہی ہے جو دلائل کی روشنی میں ہم نے بیان کیا لیکن عام ہندوؤں کا یہ عقیدہ (मान्यता) ہے کہ ''ایشور اگر چہ ہر جگہ، ہر وقت اور ہر حال میں حاضر وموجود ہے پھر بھی ضرورت محسوس ہونے پر وہ مختلف وقتوں میں زمین پر مختلف صورتوں میں خود اپنی قدرت کاملہ (योग–माया) سے جنم لیتا ہے اوراس وقت تک موجود رہتا ہے جب تک کہ اس کے آنے کا مقصد پورانہیں ہوجاتا۔

عام ہندوقوم کے اس نظریئے اورعقیدے کی اکثر وید عالم (वेद–ज्ञाता) بڑی سختی کے ساتھ تردید کرتے ہیں۔ایشور اوتار لیتا ہے یا نہیں؟اس کا جواب دیتے ہوئے ویدوں کے عظیم عالم''سوامی دیانند سرسوتی تحریر کرتے ہیں:

یجروید (यजुर्वेद) کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ پرمیشور (परमेश्वर) پیدانہیں ہوتا۔ کیا پرمیشور ہم میں نہیں تھا جو کہیں سے آیا؟اور باہر نہیں تھا کہ اندر سے نکلا؟ایشور کی بابت ایسا بے علموں کے سوا کون کہے گا اور کون مانے گا؟اس لئے پرمیشور کا جانا آنا، پیدائش اور موت کبھی ثابت نہیں ہوسکتی۔(7)

اسی حقیقت کی ترجمانی ''عالی جناب دوار کا پرساد ساھو کے حسب ذیل بیان سے بھی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں:

ہمیں یہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہو رہا ہے کہ ایشور کے اس سنسار میں پیدا ہو کر اوتار لینے کی بات پوری طرح خیالی و من گھڑت (कपोल–कल्पित) ہے۔ یہ سچائی ہے کہ انسان جب جب مذہب حق (सत्य–धर्म) سے بھٹکا، ایشور نے اپنے رہنما پیغمبر بھیجے جو انسان کو ایک ایشور کی پوجا کی تعلیم دیا کرتے تھے۔(8)

ایشور کبھی جنم یا اوتار نہیں لیتا ہندو دھرم گرنتھوں کی تصدیق

ایشور کبھی جنم یا اوتار نہیں لیتا ہندو مذہبی محققین و علماء (धर्मशास्त्राचार्य) کا یہ کوئی اپنا ذاتی نظریہ اور اپنے ذہن کی تخلیق نہیں ہے بلکہ وہ ہندو دھرم گرنتھ کہ جن پر یقین کئے بنا ہندو نہیں اور جن پر ان کو فخر ہے، ان کی یہی تعلیم ہے کہ "ایشور پیدائش و موت، جسم اور جسمانیات، مکان اور زمان جیسی محدود صفات سے بری و پاک ہے۔ اور نہ وہ خود کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی اس کے کوئی اولاد ہے۔ چنانچہ یجر وید بیان کرتا ہے:

नत्वावां २ अन्यो दिव्यो न पार्थिवो न जातो व जानिष्यति। (9)

(اے ایشور! تیرے جیسا کوئی نہ تو آسمانوں میں پایا جاتا ہے اور نہ زمین میں ہے، نہ تیرے جیسا کوئی پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔)

یجر وید میں دوسرے مقام پر کہا گیا ہے:

स पर्यगाच्छक्रम अकायमत्रणम अस्नाविर ❀ शुद्ध मपापत्रिदम। कविर्मनीषो परिभुः स्वयम्भूर याथातथ्यतोऽर्थान् व्याद घाच्छाश्वतीभ्य समाभ्यः (10)

مذکورہ بالا منتر کا ترجمہ کرتے ہوئے سوامی دیانند سرسوتی لکھتے ہیں:

وہ ایشور سب میں موجود، تیز رو اور لامتناہی طاقت والا، جو پاک ہمہ دان، سب کے دل کا حال جاننے والا، سب کے اوپر قائم، ابدی، خود بخود ظاہر، وہ پرمیشور بغیر جسم کے ہے۔ یعنی جو کبھی جسم اختیار نہیں کرتا اور نہ ہی پیدا ہوتا ہے۔ جس میں کوئی نقص نہیں۔ ناڑیوں وغیرہ کی قید میں نہیں آتا۔(11)

اس حقیقت کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے اپنشد (उपनिषद) میں ذکر کیا گیا ہے:

एको देव: सर्वभूतेषु गुढ: सर्व भुतान्तरात्मा।

कर्माघ्यक्ष: सर्व भूताधिवास: साक्षी जेता केवलो निर्गुणश्च।(12)

(کہہ دو ایشور ایک ہے باقی سب اس کے ہی سہارے ہیں، نہ وہ کبھی جنم لیتا ہے اور نہ کسی کو جنتا ہے، اس کے جوڑ کا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ ایشور ایک ہے، سبھی جانداروں میں اس کا جلوہ موجود ہے، سبھی کاموں کا حاکم ہے، سبھی کے اوپر ہے، سب کا گواہ ہے، سب کچھ جانتا ہے۔)

اس طرح قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کے منتروں کی روشنی میں واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ایشور کبھی کسی جسمانی صورت میں جنم یا اوتار نہیں لیتا اور جو ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ محض غلطی کا شکار اور قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کی تعلیمات سے بالکل بے بہرہ ہے۔

اوتار کی مختلف اقسام

بعض ہندو دھرم گرنتھوں اور شاستروں (शास्त्रों) میں یہ بات مرقوم ہے کہ:

"حیوان کی پہلی حالت (जीव की प्रथम अवस्था) بناسپتی یعنی پیڑ پودے اور درخت ہے اس میں صاف (स्वच्छम) جسم ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ حیوان (जीव) ترقی کرتا ہے پھر پرندہ (पक्षी) اور پھر چوپایہ (पशु) اور اس کے بعد ترقی کرتا ہوا جسم والا انسان بنتا ہے۔ درخت میں ایک کلا (कला) کیڑے میں دو کلا پرند میں تین کلا (جوھر) چوپائے میں چار کلا اور انسانوں میں پانچ سے آٹھ کلا تک کا شمار ہوتا ہے۔ جس جسم میں نو یا اس سے زیادہ کلائیں ہوں وہ اوتار کہلاتا ہے۔ جس میں سولہ کلائیں ہوں وہ کامل وکلی (सम्पुर्ण) اوتار کہلاتا ہے اور جس میں سولہ کلاؤں سے کم کلائیں ہوں وہ جزوی (अंश) اوتار کہلاتا ہے۔ (13)

کلا کیا ہوتی ہے؟

سنسکرت ہندی لغت کے مطابق "کلا" کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے چاند کی ایک ریکھا، (جو سولہ انش ہے) استعمال ہونے والی (प्रयोगात्मक) کلا جیسے ہاتھ کلا، خوبصورت کلا وغیرہ۔ اس طرح کی چونسٹھ کلائیں ہیں۔ اور کلا کا ایک معنی ہے خوبی

وکمال(कुशलता और मेघविता)ان کے علاوہ کلا کے دیگر معانی بھی بیان کئے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا کلا کے وہ معانی ہیں جو ہندی اور سنسکرت کے علماء لغت نے بیان کئے ہیں۔لیکن ہندو دھرم گرنتھوں اور شاستروں میں جن سولہ کلاؤں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے مراد خاص خوبیاں اور صفات وکمالات ہیں۔چاند ہر دن ایک نئی کلا یعنی نئی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔مکمل سیاہی وتاریکی سے نکل کر مکمل سفیدی وروشنی تک وہ سولہ کلاؤں کو بدلتا ہے اس لئے سولہ کلائیں مشہور ہیں۔

شری مد بھاگوت(श्रीमद भागवत) کے مطابق دس اندریوں (حواس) پانچ بھوت اور ایک من (دل) کوسولہ کلاؤں کے نام سے یاد کرتے ہیں(14)

شری مد بھاگوت میں اجمالی طور پر ۱۶ کلاؤں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن لگھو بھاگوتا مرتم (लधुभागवतामृतम) نامی کتاب میں ۱۶ کلاؤں کا ذکر تفصیلی طور پر کیا گیا ہے ملاحظہ ہو:

श्रीर्भूः कीर्तिरिला लीला कान्तिर्विधेति सप्तकम्।

विमलाधा नवेत्येता मुख्यः षोऽशक्तयः।।

विमलोत्कर्षिणी ज्ञान क्रिया योगा तथैव च।

प्रही सत्या तथेशाननुग्रेहति नवस्मृता।।(15)

یعنی وہ ۱۶ کلائیں اس طرح ہیں:

(1)श्री(2)भू (3)कीर्ति (4)इला (5)लीला (6)कान्ति (7)विद्या (8)विमला (9)उत्कर्षिणी (10)ज्ञाना (11)क्रिया (12)योगा (13)प्रह्वी (14)सत्या (15)अनुग्रहा और (16)ईशाना।

مندرجہ بالا وہ کلائیں ہیں کہ جو اوتاروں میں پائی جاتی ہیں۔اور جن کی کمی یا بیشی کی بنیاد پر کامل اوتار(सम्पुर्णअवतार)اور جزوی اوتار(अंशअवतार) تسلیم کیا جاتا ہے۔لیکن اس سلسلے میں ساتوت تنتر(सात्वत तन्त्र) گرنتھ میں دوسری بات کہی گئی ہے۔ساتوت تنتر میں ذکر کیا گیا ہے کہ' کامل طاقت وقدرت पूर्ण शक्ति کے چوتھے حصے کو انش अंश،سولہویں حصے کو کلا(कला)اور سوویں حصے کو وبھوت(विभूति) کہا جاتا ہے۔(16)

اسی کتاب میں دوسرے مقام پر کہا گیا ہے:

''اوتاروں میں گیان (ज्ञान)، پربھاؤ (प्रभाव) وغیرہ کے کامل یا ناقص روپ میں ظاہر ہونے کی بناء پر انہیں ایشور کا ''पुर्ण अवतार या अंशअवतार'' کہا گیا ہے۔ حالانکہ سبھی اوتاروں میں گیان (ज्ञान) گوڑ (गुण) ویریئے (वीर्य) وغیرہ موجود رہتے ہیں۔ لیکن بعض اوتاروں کے اعمال (कार्य) میں گیان، ویریئے وغیرہ گڑوں (صفات) کا کامل مظاہرہ نہیں ہوتا۔ اس لئے انہیں کلا اوتار (कलावतार) یا انش اوتار کہا جاتا ہے۔ اس طرح مذکورہ بالا گڑوں (صفات) سے کامل اور جزوی شکل میں آراستہ ہونے کی صورت میں کامل، جزوی یا کلا اوتار کہا جاتا ہے۔ (17)

پیش کردہ اشلوکوں اور حوالوں کی روشنی میں اوتاروں کی دو قسمیں ثابت ہیں اور یہی ہندو دھرم میں زیادہ مشہور و معروف بھی ہیں لیکن غیر معروف وغیر مشہور طریقے پر اوتاروں کی کچھ اور اقسام بھی ہیں۔ جن کا بعض ہندو دھرم گرنتھوں میں ذکر ملتا ہے۔ مشہور و معروف دو اقسام کے علاوہ اوتاروں کی دیگر جو اقسام ہیں ان کے اسماء اس طرح ہیں:

(1) पुरुषावतार (2) गुणावतार (3) लीलावतार (4) श्वत्यावेशावतार (5) अर्चावतार (6) मन्वन्तरावतार (7) युगावतार (8) कलावतार (9) विभवावतार (10) अन्तर्यामी अवतार वगैरा। ان اوتاروں کا کائنات (ब्राहमाण्ड) میں ترتیب وار نزول ہوتا ہے۔ (18)

مختصر یہ کہ خدا (ईश्वर) کی کامل طاقت وقدرت کے سولہویں حصے کو کلا کہتے ہیں اور یہ کلا کائنات عالم کی ذی روح اور غیر ذی روح جملہ اشیاء میں پائی جاتی ہے۔ نباتات میں ایک کلا ہے تو کیڑے مکوڑوں میں دو کلا۔ پرندوں میں تین کلا، جانوروں میں چار کلا، عام انسانوں میں پانچ کلا ہیں تو خاص انسانوں میں آٹھ کلا۔ اور جس انسان یا جس شئی میں نو سے لے کر ۱۶ کلائیں تک موجود ہوں اس کو دنیاوی مخلوق کے زمرے سے جدا و بلند ''اوتار'' کی منزل پر رکھا جاتا ہے۔

ایش دوت اور اوتار کی آمد کا مقصد وضرورت

(ईश्दूत और अवतार के आगमन का उद्देश्य एवं आवश्यकता)

موجودہ رائج ہندو دھرم میں تین خدا (ईशवर) مانے جاتے ہیں (۱) برہما (ब्रहमा) (۲) وشنو (विष्णु) اور (۳) شِو (शिव) ان تینوں خداؤں میں پیدائش وتخلیق کا کام برہما انجام دیتا ہے، تربیت وپرورش کی ذمہ داری وشنو پوری کرتا ہے اور موت وہلاکت کا فرض شِو ادا کرتا ہے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھ اور اس کے فلسفہ کا صحیح علم نہ ہونے یا عوام الناس میں پھیلے ہوئے غلط نظریات وعقائد کی تقلید کے باعث لوگ برہما، وشنو اور شِو کو تین جدا جدا خدا یا ایشور سمجھ بیٹھے، جب کہ یہ علاحدہ علاحدہ خدا نہیں بلکہ ایک ہی ایشور کے تین مختلف صفاتی نام ہیں۔ جب وہ پیدا یا تخلیق کرتا ہے تو اس کا نام برہما ہوتا ہے اور جب وہ پرورش وتربیت کرتا ہے تو اس کا نام وشنو ہوتا ہے اور جب وہ ہلاکت وقیامت (प्रलय) لاتا ہے تو اس کا صفاتی نام شِو ہوتا ہے۔ ہندو دھرم گرنتھوں میں اس حقیقت کو بڑے ہی صاف اور واضح الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے کہ یہ تینوں مختلف خدا نہیں بلکہ ایک ہی ایشور کے صفاتی نام ہیں۔ چنانچہ کیولیوا پنشد (कैवल्योपनिषद) بیان کرتا ہے کہ:

स ब्रहमा स विष्णु स रुद्रः स शिवः सोऽक्षरः

स परम स्वराट् स इन्द्रः स कालाग्निः स चन्द्रमा ।(19)

ڈاکٹر رنجیت سنگھ شاستری اس اشلوک کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ ایشور ہی برہما ہے، وہی وشنو ہے، وہی رودر (रुद्र) ہے وہی شو ہے، وہی اکچھر (अक्षर) ہے، وہی سوراٹ ہے، وہی اندر ہے وہی کال اَگنی ہے وہی چندر ما ہے۔(20)

مختصر یہ ہے کہ بعض ہندو دھرم گرنتھوں، بعض ان کے عالموں (धार्मशास्त्रचार्य) کی تعلیمات اور مشہور ورائج عقائد ونظریات کی روشنی میں یہ تینوں ایشور جنم یا اوتار لیتے ہیں۔ لیکن ان میں وشنو کے اوتار لینے کی بات سب سے زیادہ مشہور ومعروف ہے۔ ہندو دھرم گرنتھ، شری

مد بھاگوت گیتا اور پرانوں (पुराण) میں عام طور سے وشنو کے اوتاروں کا ذکر آیا ہے۔ ہندو دھرم میں وشنو کو ایشور مانا جاتا ہے، ایشور کو اوتار لینے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ اور اس کا مقصد کیا ہے؟ ان سوالات کے جوابات جب ہندو دھرم گرنتھوں میں تلاش کرتے ہیں اور ان کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو اس کے پس منظر میں مختلف وجوہات اور مقاصد کارفرما نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اوتاروں کی ضرورت اور مقاصد کو بیان کرتے ہوئے شری مد بھاگوت گیتا میں کہا گیا ہے:

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत।

अभ्युत्थानमधर्मस्य तदात्मानं सृजाम्यहम।।

परित्राणाय साधुनाम विनाशाय च दुष्कृतामे।

धर्म संस्थापनाथार्य संभवामि युगे युगे।।(21)

(اے بھارت یعنی اَرجن جب جب دھرم کی کمی اور اَدھرم (پاپ وظلم) کی زیادتی ہوتی ہے تب تب اوتار ہوتا ہے۔ نیکوں وشریفوں کی حفاظت کے لئے اور بدکاروں، پاپیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے۔ اور دھرم کو اچھی طرح قائم کرنے کے لئے اوتار آتا ہے۔)

دوسرے مقام پر کہا گیا ہے:

अजोडपि सन्नव्ययात्मा भूतानामीश्वरोडपिसन।

प्रकृदि स्वायधिस्ठाय सम्भवाम्याममायया। (22)

(میں تخلیق و پیدائش سے پاک اور ہلاکت سے بے نیاز ہوتے ہوئے بھی اور تمام جانداروں کا ایشور ہوتے ہوئے بھی اپنی قدرت (प्रकृति) کے ماتحت کر کے اپنی حکمت وتدبیر (योगमाया) سے ظاہر ہوتا ہوں۔

यदा यदेह धर्मस्य क्षयो वृद्धियव नरनमलः।

तदा तु भगवानीश आत्मानं सृजते हरि ।। (23)

(جب سنسار میں دھرم کا نقصان ہوتا ہے اور پاپ وگناہ بڑھ جاتا ہے تب تب بھگوان شری ہری (हरि) اوتار لیتا ہے۔)

بھاگوت گیتا کے انہیں نظریات وخیالات کی تائید رام چرتر مانس (रामचरित्रमानस)

کے تخلیق کار مہا کوی (महाकवि) تلسی داس نے بھی کی ہے۔

تلسی داس کہتے ہیں:

जब जब होई धरम की हानि। बाढ़हि असुर अधम अभिमानी।।

करहिं अनीति जाई नहिं बरनी। सीदहिं विप्र धेनु सुर धरनी।।

तब तब प्रभुधारि बिबिध सरीरा। हरहिं कृपानिधि सज्जन पीरा।।

असुर मारि थापहिं सुरन्ह राखहिं निज श्रुति सेतु।

जगबिरत्तारहिं बिसद जस राम जन्म कर हेतु।। (24)

(جب جب دھرم کا خسارہ ہوتا ہے۔ بدکار اور متکبر لوگ حاوی ہوجاتے ہیں تو وہ ایسے ظلم وستم کرتے ہیں کہ بیان نہیں کیے جاسکتے۔ اس سے برہمن گائے، دیوتا اور زمین کو بڑی تکلیف پہنچتی ہے۔ تب تب وہ مہربان خدا نت نئے روپ اختیار کر کے نیک لوگوں کے مصائب وآلام دور کرتا ہے۔ وہ ظالموں کا خاتمہ کر کے دیوتاؤں یعنی شریفوں کو قائم کرتا ہے۔ اپنے ویدوں کی عظمت کی حفاظت کرتا ہے اور دنیا میں نیک نامی پھیلاتا ہے۔ رام کا جنم بھی اسی وجہ سے ہوا ہے۔)

مذکورہ بالا اشلوکوں کی روشنی میں اوتار کی آمد کے مندرجہ ذیل اغراض ومقاصد سامنے آتے ہیں:

☆ دھرم کا زوال روکنے کے لئے اوتار آتا ہے۔

☆ ادھرم (अधर्म) کا خاتمہ کرنے کے لئے اوتار آتا ہے۔

☆ نیک وشریف لوگوں کی حفاظت کے لئے اوتار آتا ہے۔

☆ بدکاروں اور پاپیوں کو ہلاک کرنے کے لئے اوتار آتا ہے۔

☆ دھرم کو بحسن وخوبی قائم ورائج کرنے کے لئے اوتار آتا ہے۔

☆ ویدوں کی حفاظت اور نیک نامی پھیلانے کے لئے اوتار آتا ہے۔

ان کے علاوہ ہری ونش پُران (हरिवंशपुराण) متسیہ پران (मतस्य) بھاگوت پُران، وامن پران، اور شِو پُران وغیرہ میں اوتار ہونے کے دو اہم مقصد اور ذکر کیے گئے ہیں:

(۱) وردان (دعا، بخشش) دینے کی وجہ سے وشنو کو اوتار لینا پڑا۔

(۲) شاپ (بددعا) کی وجہ سے انہیں اوتار لینا پڑا۔ (25)

سنسکرت اور وید کے مشہور و معتبر عالم (धर्मांशास्त्राचाय) ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے نے ذکر کردہ مقاصد و اسباب کے علاوہ حسب ذیل مقاصد و اغراض اور تحریر فرمائے ہیں۔اُپادھیائے جی لکھتے ہیں:

''ईशावारयमिद सर्व यत्किच्च जगत्यां जगत्।

तेन त्यक्तेन भुज्जी था मा गृधाकरय स्विद्धनम।''

☆ ایشور کے ذریعہ عطا کردہ استعمال کی اشیاء کا ناجائز و غلط طریقہ پر استعمال۔

☆ دھرم کی حقیقت سے بے خبر لوگوں کو اَدھرم (لامذہبیت) کا دھرم کے روپ میں تعلیم دینا۔

☆ خطرناک ظلم و ستم (घोरहिंसा) اور لاقانونیت (अराजकता) کا پھیل جانا۔

☆ اپنے پیٹ اور پریوار کی گزر اوقات تک ہی دھرم کو محدود رکھنا۔

☆ وقت اور زمانہ کے اعتبار سے لوگوں کی عادت (प्रवृत्ति) کو دیکھ کر اور ان کے لیے نصیحت آمیز دھرم میں وسعت (विशालता) دیکھ کر دھرم کے قدیم اصول و قوانین کو نیا روپ دیکر اُن سے ان کی پیروی (पालन) کرانے کے لئے اوتار ہوتا ہے۔(26)

پرانڑوں اور ویدوں کے عظیم محقق'' پنڈت شری رام شرما نے بھی اوتار کی آمد کے جو عظیم مقاصد بیان کئے ہیں وہ ماقبل بیان کئے گئے مقاصد سے ہی تقریباً ملتے جلتے ہیں، جو کچھ علاحدہ محسوس ہوتے ہیں وہ اس طرح ہیں:

☆ اوتار کی خدمت (शरण) میں جانے سے پاپ چھوٹ جاتے ہیں اور اچانک سورگ (स्वर्ग) مل جاتا ہے۔

☆ اوتار پورے طور سے آزاد ہوتے ہیں وہ ہر قسم کے بھی کام کر سکتے ہیں۔

☆ اوتار کے کام نہایت عجیب و غریب اور چمتکار جادو کی طرح ہوتے ہیں۔

☆ اوتار کے بہتر اور لائق عمل و اقوال کا اتباع کرنے سے دنیا کی بڑی خدمت ہوتی ہے۔

☆ اوتار کے طور طریقوں، اور نصائح کے مطابق عمل کئے بغیر اور وہ بھی صرف عقیدت و محبت سے کسی کا کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا۔

☆ اوتار موجودہ وقت میں رائج بری رسموں کو توڑنے کے لئے کوئی بڑا سے بڑا کام

کر سکتے ہیں لیکن وہ انسانیت کی اہمیت کو توڑنے والا کوئی کام جسے حیوانیت (उद्दण्डता) کہا جائے کبھی نہیں کرتے۔

☆ ایشور ایک شخص کو اوتار بنا کر بھیج دیتا ہے اُس میں ایسی صلاحیت اور طاقت ہوتی ہے کہ وہ دیکھتے دیکھتے اپنے پیروکار پیدا کر لیتا ہے(27)

شری مد بھاگوت گیتا، رام چرتر مانس اور پرانٹروں کے پیش کردہ حوالوں واشلوکوں سے جہاں ایک طرف اوتاروں کی آمد کے مقاصد ظاہر ہوتے ہیں وہاں دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وِشنو ایشور کسی جسمانی شکل وصورت میں جنم یا اوتار لیتے ہیں۔

مذکورہ بالا اشلوکوں سے ظاہراً یہی واضح ہوتا ہے لیکن اصل حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کیوں کہ ایشور جسم وجسمانیات، مکان اور مکانیات، زمان اور زمانیات جیسی حادث وفانی صفات سے پاک ومنزہ ہے۔ اس لیے اس کا جسم اختیار کرنے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اوتار کے تصور ونظریئے کے ساتھ خدا کے کسی جسم میں حلول یا نزول کا تصور، خدا کو زمان ومکان میں قید ومحدود کر دیتا ہے۔ اس لئے یہ تصور محض عوام میں پھیلی ہوئی ایک غلط فہمی ہے جو نہ صرف عقل کے خلاف ہے بلکہ قدیم ہندو دھرم گرنتھ وید اور اپنشد کی تعلیم کے بھی خلاف ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات بالخصوص ''ہندو دھرم کا تصورالٰہ'' کے باب میں ہم بالتفصیل اس حقیقت کو واضح کر چکے ہیں۔

نیز پُران (पुराण) جن کے اندر اوتار کے تصور پر تفصیلی بحث وتذکرہ ہے بلکہ اوتار کا عقیدہ ونظریہ ہی جن کا مرکزی موضوع ہے، وہ بھی صاف اور واضح الفاظ میں مختلف مقامات پر یہی تعلیم دیتے ہیں کہ خدا یا ایشور کی ذات فانی وحادث نہیں ہے، وہ قدیم اور لامکان ہے اور حلول یا نزول وغیرہ دنیاوی صفات سے بے نیاز ہے۔ خود شری مد بھاگوت گیتا کے اندر اگر بعض اشلوکوں سے ایشور یا وشنو کے اوتار لینے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے تو دوسرے اشلوکوں سے اس تصور وعقیدے کی سخت تردید ہوتی ہے۔ چنانچہ شری مد بھاگوت گیتا میں ایک مقام پر کہا گیا ہے:

नाहं प्रकाशः सर्वस्य योगमायासमावृतः।

मढोऽयं नाभिजानाति लोको मामजमव्ययम्।।(28)

جناب جے دیال گوبند کا نے نے اس اشلوک کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

(اپنی حکمت و تدبیر سے مخفی و پوشیدہ میں سب کے سامنے نہیں ہوتا، اس لئے یہ جاہل قوم (अज्ञानी जन-समुदाय) مجھ باقی اور جنم و پیدائش اور موت سے بے نیاز ایشور کو نہیں جانتی یعنی مجھ کو جنم لینے اور مرنے والا سمجھتی ہے۔) (29)

گیتا کے اس اشلوک میں صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے کہ ایشور (ईश्वर) پیدائش سے پاک ہے۔ نہ وہ پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی اوتار لیتا ہے۔ بلکہ سچائی یہ ہے کہ وہ اپنے ایش دوت (ईश्दूत) اور پیغمبر بھیجتا ہے۔

جملہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں ویدوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن ویدوں میں کہیں واضح انداز میں اوتار لینے کا ذکر نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایشور کے اوتار لینے کا تصور ہندو مذہب میں ویدوں کے دور کے بہت بعد کی ایجاد ہے۔ کیوں کہ اوتار کا نظریہ سب سے پہلے پرانوں اور بھگوت گیتا میں ملتا ہے۔ اور کاربن ڈیٹالوجی کے مطابق ویدوں کا عہد ۱۵۰۰ ر سے ۱۰۰۰ ر قبل مسیح ہے جب کہ پرانٹروں کا دور ''ڈبلیو ایل لانگر کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۴۰۰ ر سال بعد کا ہے اور بعض مؤرخین کے نزدیک ۴۰۰ ر قبل مسیح کا۔ اسی طرح گیتا اور مہا بھارت کا عہد بھی عیسیٰ قبل چوتھی صدی اور بعد عیسیٰ چوتھی صدی تسلیم کیا گیا ہے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں اور ہندو دھرم کی شان اور جان وید اور اپنشد کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کرنے پر ان میں ایشور کے خود اوتار لینے کا تو ثبوت فراہم نہیں ہوتا لیکن ایش دوت (ईश्दूत) یعنی اپنے پیغمبر مبعوث کرنے کا حوالہ و ذکر مختلف مقام پر آتا ہے۔

ویدوں میں ایش دوت کا تصور

ہندی اور سنسکرت لغت کے اعتبار سے ''ایش کا معنیٰ ہے ایشور اور دوت کا معنیٰ ہے پیغامبر (संदेशवाहक) اس طرح ایش دوت ایک مرکب کلمہ ہے جس کے معنیٰ ہیں ایشور یا خدا کا پیغام پہنچانے والا۔

دنیا میں کسی بھی مذہب یا دھرم کا ماننے والا اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ خدا یا

ایشور نے نوع انسانی کی تخلیق کے بعد ان کو ایسے ہی آزاد یا آوارہ نہیں چھوڑا بلکہ ان کی تعلیم وتربیت اور ہدایت ونصیحت کے لئے، ان کو دینِ حق کا راستہ دکھانے کے لئے وقتاً فوقتاً اپنے پیغمبروں اور ایش دوتوں کو بھیجا۔ ہر ایک قوم وہر ایک جماعت نے اللہ یا ایشور کے بھیجے ہوئے ان عظیم رہبروں ورہنماؤں کو مختلف ناموں سے یاد کیا۔ قدیم ویدی اور ہندو دھرم کا بھی یہی تصور ونظریہ ہے کہ ''ایش دوت یا ایشور یئے پُروش (ईश्वरीयपुरुष) سنسار میں آئے اور ایشور کا سچا پیغام لے کر آئے اور اپنے اپنے دور کے انسانوں کے لئے رہبر ورہنما بن کر تشریف لائے۔

اسلامی آسمانی کتاب قرآن پاک کے مطابق یہ خدائی رہبر ورہنما دنیا کے ہر ملک، ہر قوم اور ہر دور میں آئے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَلقد بَعثنا فی کل امةٍ رَّسولاً اَنِ اعبدو اللہ واجتنبوا الطاغوت (30)

(اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کو پوجو اور شیطان سے بچو)

وان من اُمَّةٍ اِلاَّ خلا فِیہَا نذیر (31)

(اور جو کوئی گروہ (اُمت یا قوم) تھا سب میں ایک ڈر سنانے والا گزر چکا)

کلام الٰہی اور فرمانِ خداوندی کے مطابق پیغمبر اور رسول (ईश्दूत) جب دنیا کے ہر ملک وہر قوم میں مبعوث کئے گئے تو یقیناً ہندوستان میں بھی وہ خدائی تعلیمات واحکام اور اس کا پیغام لے کر ضرور آئے ہوں گے۔

پیغمبر یا ایش دوت (ईश्दूत) کے متعلق جب ہم قدیم اور عظیم ہندو دھرم گرنتھ ویدوں کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں تو وہ بھی ایش دوت یا ایشور یئے پروش (ईश्वरीययपुरुष) یعنی ایشور کے پیغمبروں کی آمد کی تائید کرتے نظر آتے ہیں اور کہیں بھی اس عقیدے ونظریئے کی تردید کرتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ چنانچہ ایش دوت کی آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے رِگوید (ऋग्वेद) بیان کرتا ہے:

अग्नि दूतं ब्रणीमहे होतारम विश्व वेदसम् अस्य यज्ञस्य सुक्रतेम्।(32)

(''ہم'' اگنی کو دوت (پیغمبر) چنتے ہیں سنسار کی تکلیف دور کرنے والے کو)

مندرجہ بالا منتر کا ترجمہ جناب رائے بہادر پانڈے نے اس طرح کیا ہے:

देवदूत देवो को बुलाने वाले यज्ञ पूर्ण करने वाले और सम्पत्तियों के अधिकारी अग्नि का हम वरण करते यानी चुनते हैं और उन्हें हम सदा बुलाते हैं। (33)

(34) त्वं दूत: प्रथमो वरेण्य: (اے اگنی (अग्नि) تم اعلیٰ دوت (श्रेष्ठदूत) ہو۔)

ویدوں میں صرف یہ ہی نہیں کہا گیا ہے کہ ''اگنی'' ایش دوت تھے بلکہ واضح طور پر یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ وہ ایش دوت ہونے کے ساتھ ساتھ انسان ہی تھے، خدایا اس کے کوئی اوتار وغیرہ نہیں تھے۔ جیسا کہ رگوید میں کہا گیا ہے:

(35) मनुष्यासो अग्निम्। (اگنی دوت (अग्नि) انسان ہی ہیں۔)

قدیم ہندو دھرم گرنتھ ویدوں سے جہاں یہ عیاں ہوتا ہے کہ ایشور نے اپنے دوت بھیجے وہاں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اپنے دوت بے معنی و بے مقصد نہیں بھیجے بلکہ جب جب خدائی تعلیمات کو جھٹلایا گیا، یا اُن میں بگاڑ پیدا کیا گیا تو ایشور نے اپنے دوت بھیجے، اور ضرورت کے مطابق ان پر اپنا پیغام وکتاب نازل فرمائی تاکہ پیغام خداوندی کی روشنی میں وہ دین حق (सत्य-धार्म) کی تعلیم ونصیحت قوم کو دیں۔ مشہور وید عالم، آریہ سماج رہنما دیانند سرسوتی مذکورہ خیال کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

शतपथ ब्राहमण (11-5-2-3)में है कि ईश्वर ने ऋग्वेद,यजुर्वेद, सामवेद, और अथर्वेद को क्रमश: अग्नि, वायु, आदित्य, और अंगिरा नामक चार मनुष्यों (दूत) पर उतारा। जैसा कि शतपथ ब्राहम्ण के निम्न श्लोक से स्पष्ट होता है।

तेभ्यस्तप्तेभ्यस्त्रयो वेदा अजायन्ताग्ने ऋग्वेदो वायोर्यजुर्वेद: सूर्यात्सामवेद(36)

سوامی دیانند سرسوتی کے علاوہ ''آچاریہ دھرم دیو (विद्यामर्तण्ड) اور سائناچاریہ (सायणाचार्य) کا بھی یہی خیال ہے اور وہ بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ (37)

مذکورہ بالا منتروں وحوالہ جات کے علاوہ ویدوں کے اندر اور بھی ایسے کثیر منتر ہیں کہ جن سے ایش دوت کے عقیدے کی تصدیق ہوتی نظر آتی ہے۔ تفصیل کے لئے ہندو دھرم کوش صفحہ ۲/ ملاحظہ فرمائیں۔

چاروں ویدوں میں اگنی دوت کے بارے میں ہزاروں منتر پائے جاتے ہیں۔ خاص طور سے قدیم گرنتھ رِگوید میں سب سے زیادہ منتر و سوکت اگنی کے متعلق ہی ہیں جن میں اکثر منتر ایسے ہیں کہ جن سے اگنی کے ایش دوت (पैग़म्बर) ہونے کی ترجمانی ہوتی ہے۔

اگنی دوت کے علاوہ ویدوں میں دیگر ایش دوتوں کا بھی ذکر پایا جاتا ہے خاص طور سے نراشنس (नराशंस) اور دوت عرابن (दूत अराबन) نام سے جس ایش دوت کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس کی جو خوبیاں وصفات بیان کی گئی ہیں وہ سنسکرت اور ویدوں کے پنڈتوں اور عالموں کی نظر میں انتم ایش دوت (आखरी पैगम्बर) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کماحقہٗ ثابت ہوتی نظر آتی ہیں۔

انتم ایش دوت حضرت محمد ﷺ کا ذکر ویدوں میں

(अन्तिम ईश्दूत हज़रत मुहम्मद का ज़िक्र वेदों में)

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں یعنی ویدوں میں ایش دوت کے ذکر کے ساتھ کچھ ایسی باتیں اور پیشن گوئیاں بھی نظر آتی ہیں کہ جن کو پڑھ کر یہ یقین ہوجاتا ہے کہ یہ یا تو پیغام الٰہی ہیں یا پیغمبروں کی تعلیمات سے ماخوذ ہیں۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ویدوں میں جو ذکر یا پیشین گوئی مع صفات بیان کی گئی ہے اُس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اور حدیث یا دین اسلام کے مطابق ہی خاتم الانبیاء یا آخری پیغمبر نہیں بلکہ ہندوستانی دھرم گرنتھ ویدوں کی تعلیمات کے مطابق بھی آپ ہی انتم ایش دوت (آخری پیغمبر) ہیں۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ۵۷۱ء تا ۶۳۲ء ہے اور ویدوں کا عہد ۱۵۰۰ قبل مسیح تا ۱۰۰۰ قبل مسیح (38) گویا کہ پیغمبر اسلام کا زمانہ ویدوں کے بہت بعد کا ہے۔ ویدوں نے ہزاروں سال قبل آپ کے متعلق جو خبریں یا پیشین گوئیاں ذکر کی ہیں یا آپ کی جو خوبیاں وصفات درج کی ہیں وہ آپ کی ذات پاک پر یقینی حد تک صادق آتی ہیں۔

انتم ایش دوت (अन्तिम ईश्दूत) کے بارے میں خبر دیتے ہوئے رگوید (ऋग्वेद) بیان کرتا ہے:

समुद्रा दूत अरबन ।

ذکر کردہ منتر میں (स) کا معنیٰ ہے ساتھ اور مدرا (मुद्रा) کا معنیٰ ہے مہر یا مہر لگانے کی انگوٹھی اور دوت کا معنیٰ ہے پیغامبر (संदेशवाहक) اور عربن (अरबन) لفظ کا مطلب ہے عرب، اس لیے کہ (न) اور (म) سنسکرت لفظوں کے آخر میں اکثر و بیشتر زیادہ ہوتے ہیں۔ اس طرح (समुद्रा दूत अरबन) کا معنیٰ ہوا ''مہر کے ساتھ عرب کا دوت یا عرب دیش والا پیغمبر یا مہر لگانے کی انگوٹھی کے ساتھ عرب کا پیغمبر۔ (39)

پیش کردہ تشریح و توضیح سے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ (समुद्रा दूत) نام سے جس ایش دوت (ईश्दूत) کی ویدوں میں خبر دی گئی ہے وہ ملک عرب میں ظاہر ہوگا وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ پیغمبر اسلام ہی ہیں۔ کیوں کہ سنسکرت زبان میں جو معنی و مفہوم مدرا (मुद्रा) کا ہے وہی معنی عربی زبان میں خاتم کا ہے یعنی جو مفہوم (समुद्रा दूत) کا ہے وہی مطلب ''خاتم الانبیاء'' کا ہے اور یہ پیغمبر اسلام کا بہت ہی مشہور و معروف لقبی و خطابی نام ہے۔ اور آپ کو خاتم الانبیاء (अन्तिम ईश्दूत) یعنی (समुद्रा दूत अरबन) اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ہی عرب کے وہ پیغمبر ہیں کہ جنہوں نے دوتوں، پیغمبروں کی آمد کے سلسلے پر مہر لگا کر نئی پیغمبری یا نئے ایش دوت کے آنے کا دروازہ بند کر دیا اب کوئی نیا پیغمبر یا ایش دوت جنم نہیں لے گا۔

خیال رہے کہ (समुद्रा दूत अरबन) کی مذکورہ تشریح مدرا (मुद्रा) کا معنیٰ ''مہر'' مان کر کی گئی ہے لیکن اگر ہم ''مدرا (मुद्रा) کا دوسرا معنی یعنی مہر لگانے کی انگوٹھی مانیں تب بھی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم الشان ذات پاک ہی اس کا واحد مظہر نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ جملہ پیغمبروں اور تمام ایش دوتوں میں صرف پیغمبر اسلام کو ہی یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ اپنی انگوٹھی سے مہر کا کام لیا کرتے تھے۔ بخاری شریف، مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

''پیغمبر اسلام نے ارادہ فرمایا کہ قیصر و کسریٰ اور نجاشی بادشاہوں کو خطوط لکھیں، تو کسی نے کہا کہ وہ بغیر مہر کے خط قبول نہیں کرتے۔ پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں ''محمد رسول اللہ'' کندہ کرایا۔ اسی انگوٹھی کو آپ مہر کے طور پر استعمال فرماتے تھے۔ یعنی جب کسی

کو خط یا دعوت نامہ لکھتے تو اُس پر یہ مہر لگاتے تھے۔(40)

(समुद्रा दूत अरबन) کے علاوہ ویدوں میں ''نراشنس''(नराशंस) نام سے جس مہان رشی وعظیم انسان کا مختلف خصوصیات وصفات کے ساتھ خاکہ پیش کیا گیا ہے وہ بھی پیغمبر اسلام پر ہی صادق آتا ہے۔اور جہاں جہاں نراشنس (नराशंस) نام کے ساتھ جو وصف بیان کیا گیا ہے اس سے آپ کی ہی ذات سمجھ میں آتی ہے۔

چاروں ویدوں میں تقریباً ۳۱؍مقامات پر ''نراشنس'' نام آیا ہے۔(41) رِگوید (ऋग्वेद) میں ۱۶؍جگہ پر یجروید (यजुर्वेद) میں ۱۰؍مقام پر، اتھر وید (अथर्ववेद) میں ۴؍جگہ اور سام وید (सामवेद) میں ایک مقام پر ''نراشنس'' لفظ استعمال ہوا ہے۔یعنی کل ملا کر چاروں ویدوں میں ۳۱؍مقام پر ''نراشنس کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کی خوبیاں وخصوصیتیں تحریر کی گئی ہیں (42)

مختصر یہ کہ مختلف ہندو محققین اور دھرم شاستراچاریہ (धर्म शास्त्राचार्य) ویدوں کا تحقیقی وتقابلی جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور صاف صاف بیان کرتے ہیں کہ ''ویدوں میں'' نراشنس'' نام سے جس مہان انسان اور ایش دوت کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ویدوں کا نراشنس (नराशंस) لفظ مرکب ہے جو دو لفظوں سے مل کر بنا ہے ایک ''نر'' (नर) اور دوسرے ''آشنس'' دونوں لفظ ملا کر ہوا نراشنس، جس کے معنی ہیں تعریف کیا ہوا انسان اور ٹھیک یہی معنیٰ عربی زبان میں لفظ ''محمد'' کے ہیں یعنی تعریف کیا ہوا۔(43)

ذکر کردہ معنوی تحقیق کی تائید کرتے ہوئے سنسکرت اور ہندو دھرم گرنتھوں کے مشہور ومعروف محقق ''ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے اپنی مایہ ناز تصنیف'' ویدک نراشنس اور انتم رشی میں لکھتے ہیں:

نَر (नर) کا معنی ہوتا ہے آدمی یا انسان اور آشنس (आशंस) کا معنی ہے تعریف کیا ہوا (प्रशंसित)۔

नराशंस शब्द कर्म धार्य समास(مرکب) है। जिसका विच्छेद नरश्चा सौ आशंस यानी प्रशंसित मनुष्य होगा। नराशंस शब्द ऐसे नर यानी व्यवित (شخص)

का सूचक है जो प्रशसित है। अरवी भाषा मे ''मुहम्मद'' शब्द संस्कृत के नराशंस का अनुवाद (ترجمہ) है।(44)

ڈاکٹر ایم۔اے شری واستو کا بھی یہی خیال ہے وہ تحریر فرماتے ہیں:

''نر (नर) لفظ کا معنی انسان ہوتا ہے کیوں کہ نرلفظ انسان کے مترادف الفاظ میں سے ایک ہے۔نراشنس لفظ کی طرح ''محمد'' لفظ کا معنی تعریف کیا ہوا (प्रशसित) ہوتا ہے۔محمد لفظ ''حمد'' مصدر (धातु) سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں بہت زیادہ تعریف کیا ہوا۔(45)

مشہور مفکر ''سوریہ کانت دویدی بھی نام ''محمد'' کا یہی معنی بیان کرتے ہیں کہ: ''محمد کا معنی ہوتا ہے ہر طریقہ سے قابل تعریف (प्रशासनीय) وہ شخص جسے ہر کوئی اچھا کہے۔(46)

لفظ محمد کے اسی معنی ومفہوم کی تائید کرتے ہوئے ''پروفیسر کے۔ایس۔راما کرشناراؤ رقم طراز ہیں کہ: محمد کا معنی ہوتا ہے جس کی بے حد تعریف کی گئی ہو۔(47)

اسی طرح پنڈت راجہ رام پروفیسر ڈی۔اے۔وی کالج لاہور اور پروفیسر گرفتھ وغیرہ نے بھی جہاں جہاں نراشنس آیا ہے وہاں ترجمۂ وید میں اس کا معنی ''قابل تعریف'' ہی پیش کیا ہے۔(48)

پیش کردہ حوالہ جات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ''سنسکرت'' زبان کا (नराशंस) اور عربی زبان کا ''محمد'' ایک ہی معنی کے ترجمان ہیں اور ایک ہی شخصیت کا تعارف کراتے ہیں۔جس کو دنیا پیغمبر اسلام کے نام سے یاد کرتی ہے۔اس لئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسان اور قابل تعریف ہی تھے۔

ویدوں میں ''نراشنس'' کے بارے میں جو منتر آئے ہیں، اُن کا تفصیلی جائزہ پیش کرنے کے لئے سیکڑوں صفحات چاہئیں، اس لئے بطور اختصار چند منتروں کی اجمالی توضیح یہاں تحریر کرنے کی جسارت کررہا ہوں۔

رگوید (ऋग्वेद) میں مذکور ہے:

प्रिय नराशंस मिहप्रियम स्मिन्यज्ञ उपहवय। मधु जिहवां हविष्कृतम ।। (49)

سنسکرت اور وید کے مشہور عالم ومحقق مذکورہ منتر کا ترجمہ وتشریح کا ماحصل پیش کرتے

ہوئے کہتے ہیں:

’’نراشنس کی تعریف (प्रशंसा) کی جائے گی، وہ سب کا پیارا ہوگا اور اس کی زبان میں مٹھاس ہوگی۔ اس منتر میں نراشنس کی دو خصوصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔(۱) پیارا (प्रिय) (۲) مدھوجہواں (मधुजिहवा) یعنی میٹھی آواز والا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی سبھی کے پیارے تھے۔ اور آپ کی بول چال میں بہت مٹھاس تھی۔(50)

नराशंस: प्रति धामान्याञ्जन तिस्रो दिव: प्रति महा स्वर्चि:।।(51)

اس اشلوک میں نراشنس کی دو صفات کا ذکر کیا گیا ہے ایک (स्वर्चि) دوسرے (प्रतिधामान्यञ्जन) سورچی (स्वर्चि) دو لفظوں سے مل کر بنا ہے ایک ،،سو،، جس کا معنی ہے سندر، دلکش۔ دوسرا (अर्चि) جس کا معنی ہے روشنی (ज्योति)(52)

اور (प्रति धामान्यञ्जन) میں (प्रति) کا معنی ہے ہر ایک اور (धामन) کا معنی ہے۔ ’’جگہ، مقام‘‘ اور (अञ्जन) کا معنی ہے ’’ظاہر کرنا یا روشن کرنا‘‘ (प्रकट करना)(53)

اس طرح دونوں صفاتی ناموں کا مطلب ہوا ’’سندر وخوبصورت روپ والا، روشنی والا اور ہر ایک مقام وجگہ کو روشن وظاہر کرنے والا۔

پیش کردہ مفہوم کی تصدیق کرتے ہوئے ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے لکھتے ہیں کہ ’’سورچی (स्वर्चि) لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ اتنے سندر چہرے والا انسان کے جس کے چہرے سے روشنی نکل رہی ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے حد خوبصورت وسندر تھے، ان کی خوبصورتی کو دیکھ کر لوگ ان کی طرف مائل ہوجاتے تھے۔ نراشنس کے بارے میں جو منتر میں (प्रतिधामान्यञ्जन) آیا ہے اس میں گھر گھر کو روشن کرنے سے مراد گھر گھر میں علم (ज्ञान) پھیلانے سے ہے۔ اس طرح نراشنس کو رگوید کے اس منتر میں علم (ज्ञान) کا مبلغ وناشر اور گھر گھر میں علم کی شمع (ज्ञान की ज्यातिं) روشن کرنے والا بتایا گیا ہے۔(54) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گھر گھر، نگر نگر گیان کی جوت جلائی اور جہالت کے اندھیروں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو نئی روشنی دی۔

नराशंस: सुदूषूदतीमं यज्ञमदाभ्य: कविर्हि मधुहस्त्य:। (55)

رگوید (ऋग्वेद संहिता) کے مندرجہ بالا منتر میں نراشنس کوکوی (कवि) بتایا گیا ہے۔ کوی کا معنی (सर्वज्ञ) (56) یعنی دنیاؤ آخرت کی ہر ایک بات اور ہر ایک شی کا عالم وجانکار ہے اور یہ پیغمبر اسلام کی بہت ہی خاص صفت ہے۔ کیوں کہ قرآن وحدیث کے مطابق اللہ رب العزت نے آپ کو غیب کی کنجیاں عطا فرمائیں اور دونوں جہاں کے علوم ظاہری و باطنی عطا فرمائے اس وجہ سے آپ کو عالم غیب اور معلم کائنات جیسے عظیم القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے مذکورہ منتر کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ''نراشنس کی سب سے اہم خصوصیت وصفت غیب کا علم (परोक्षज्ञान) بتایا گیا ہے۔ اور غیبی علوم سے سرفراز شخص کو کوِی کہا جاتا ہے۔ (क) کا معنی ایشور ہوتا ہے۔ کوِی (कवि) یعنی ایشور سے جس کا تعلق ہوتا ہے ایشور کو جو خاص طور سے جانتا ہے اس کو بھی کوِی کہا جاتا ہے۔ رگوید میں نراشنس کو کوی یعنی عالم غیب (परोक्षज्ञाता) بتایا گیا ہے اور ایشور کی مہربانی سے ماضی حال اور مستقبل کی سبھی باتیں بیان کرنے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مہارت رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں بے شمار حوالہ جات اسلامی کتب میں دستیاب ہو جائیں گے۔ (57)

नराशंसं वाजिनं वाजयन्निह क्षयद्वीरं पूषणं सुमनैरीमहे।

रथं न दुर्गाद वसवः सुदानवो विश्वस्मान्नो अंहसो निष्पिपर्तन।।(58)

اس منتر میں نراشنس کی ''नोअहंसो निष्पिपर्तन'' یعنی پاپوں اور گناہوں سے دور کرنے والا، صفت کا ذکر کیا گیا ہے۔ دیگر صفات کی طرح یہ صفت اور خصوصیت بھی پیغمبر اسلام کی ذات پاک پر ہی صادق آتی ہے۔ اسلامی مقدس کتب قرآن وحدیث شریف میں اکثر مقامات پر آپ کی اس صفت کا ذکر ہے۔ اور اسی صفت سے متصف ہونے کے باعث قرآن وحدیث نے آپ کو ''نذیر'' یعنی پاپوں، گناہوں اور اعمال بد سے ڈرانے والا اور خوف خدا پیدا کرنے والا (59) صفاتی نام سے تقریباً ۴۵ مقام پر یاد کیا ہے۔ (60)

پیش کردہ منتر کی توضیح وتشریح کرتے ہوئے ''دھرم شاستر آچاریہ ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے لکھتے ہیں:

,, नो अहंसोनिष्पिपर्तन ,, کا معنی نراشنس کے لوگوں کو پاپوں سے پاک صاف

کرنے کو ظاہر کرتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف لوگوں کو پاپوں سے دور رہنے کے لئے ہی راغب نہیں کیا بلکہ ایشور سے معافی وتوبہ چاہنے کے لئے بھی شوق وجذبہ بیدار کیا، تا کہ لوگوں کو اپنے کئے ہوئے پاپوں کے سبب جہنمی (नरकगामी) نہ ہونا پڑے۔ (61)

اتھروید (अथर्ववेद) میں آیا ہے:

इदं जना उपश्रुत नराशंस: स्तविष्यते। (62)

اتھروید (अथर्ववेद) کے پیش کردہ منتر میں،، इदं ،، کا معنی ہے''اے''اور،، जन،، کا معنی ہے انسان، آدمی اور ،، उपश्रुत،، کا معنی ہے''کان'' لگا کر سننا اور (: स्तव) کا معنی ہے''تعریف وتوصیف(प्रशंसा या स्तुति) کرنا(63)

مذکورتشریح کی روشنی میں منتر کا معنی ومفہوم ہوا:

''اے لوگو کان لگا کر سنو نراشنس کی تعریف کی جائیں گی۔

پنڈت چھیم کرن داس (क्षेम करण) ترویدی اس منتر کا معنی پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''اے انسانوں یہ عزت سے سنو کہ انسانوں میں تعریف (प्रशंसा) والا مرد بڑھائی کیا جائے گا۔ (64)

ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے بھی اس کا معنی اسی طرح کرتے ہیں کہ:

''اے لوگو! سنو نراشنس کی پرشنسا(प्रशंसा) کی جائے گی۔ (65)

اتھروید کے اس خیال کو قرآن پاک اس طرح بیان کرتا ہے کہ:

ورفعنالك ذكرك ۔(66)

(اے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر (प्रशंसा) کو بلند کیا۔)

And we have Exatted your remmembrence for you

قرآن وحدیث میں اور بھی بہت سی آیات واحادیث کریمہ ایسی موجود ہیں کہ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام افضل الرسل وخاتم الانبیا وسید الانبیاء ہیں جیسی آپ کی تعریف کی گئی یا کی جاتی ہے یا کی جائے گی۔ آج تک ایسی تعریف (प्रशंसा) اور بڑائی کسی کی نہیں کی گئی اور نہ ہی کی جائے گی۔ وید اور قرآن کے علاوہ دوسرے مذہبی گرنتھ، ہزاروں کتب اور بے شمار محققین

مصنفین کے اقتباسات سے بھی اس حقیقت کی تصدیق ہوتی ہے۔

उष्ट्रा यस्य प्रवाहणो वधुमन्तो द्विर्दश:(67)

اس منتر میں 'उष्ट्रा' کا معنی ہے اونٹ اور 'प्रवाहणो' کا معنی ہے ہانک کر آگے بڑھانا یعنی سواری کرنا۔اور 'वधु' کا معنیٰ ہے بیوی (पत्नि)اور 'द्विदश' کا معنیٰ ہے بارہ۔(68)اس طرح منتر کا معنی ہوا کہ:جس کی سواری میں دوخوبصورت اونٹنیاں ہیں اور اس کی بارہ۱۲بیویاں ہیں۔یا جواپنی بارہ بیویوں کے ساتھ اونٹوں پر سواری کرتا ہے۔

اتھر وید کے اس منتر میں ذکر کی گئیں صفات وخوصیات بھی پیغمبر اسلام کی عظیم شخصیت پر ہی صادق آتی ہیں۔اس لئے کہ تمام عمر آپ کی محبوب سواری اونٹ ہی رہی۔مختلف روایتوں کے مطابق آپ کے پاس ۲۰/یا ۴۵/دودھ والی اونٹنیاں تھیں۔انہیں میں سے ایک اونٹنی قصویٰ ہے جو ہجرت کے وقت آپ کے ساتھ تھی اور جس پر عین سواری کے وقت آپ پر وحی الٰہی نازل ہوئی تھی۔(69)

ڈاکٹر وید پرکاش آپادھیائے نراشنس کی اس خوبی کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اونٹ کی سواری کے بہت شوقین تھے آپ اونٹ پر چڑھ کر ہی مدینہ پہونچے تھے۔(70)

مندرجہ بالا منتر میں نراشنس کی دوسری خصوصیت ''वधुमन्तोद्विर्दश:''بارہ بیویاں ہونا بیان کی گئی ہے اول کی طرح یہ بھی پیغمبر اسلام کی ذات پاک پر ہی چسپاں ہوتی ہیں۔اس لئے کہ حدیث واسلامی تاریخ کے مطابق پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گیارہ یا تیرہ بیویاں تھیں۔(71)

جن میں ایک بیوی حضرت ماریہ قبطیہ باندی تھیں۔اب اگر ۱۱/بیویوں میں حضرت ماریہ کو بھی شامل کرلیا جائے تو آپ کی بیویوں کی تعداد بارہ ہوجاتی ہے اور اگر تیرہ بیویوں والی روایت کو تسلیم کرلیا جائے تو ان میں ایک نام حضرت ماریہ کا بھی ہے۔حضرت ماریہ کا نام باندی ہونے کی حیثیت سے علاحدہ کردیا جائے تب بھی آپ کی بیویوں کی تعداد بارہ ہوتی ہے۔ڈاکٹر وید

پرکاش اپاھیائے لکھتے ہیں:

''محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی بارہ بیویاں تھیں۔ ان کی بارہ بیویوں میں پہلی کا نام خدیجہ، دوسری کا نام سودہ، تیسری کا نام عائشہ، چوتھی کا نام حفصہ، پانچویں کا نام زینب چھٹی کا نام ام سلمہ، ساتویں کا نام بھی زینب، آٹھویں کا نام جویریہ، نویں کا نام ریحانہ دسویں کا نام ام حبیبہ، گیارہویں کا نام صفیہ اور بارہویں کا نام میمونہ رضی اللہ عنہن ہے۔ (72)

ڈاکٹر اپادھیائے صاحب نے بھی حضرت ماریہ قبطیہ کا نام بیویوں کی مذکورہ فہرست میں شامل نہیں کیا ہے۔

خیال رہے کہ دنیا کی تاریخ میں ایسے بہت سے پیغمبر یا ایش دوت (ईश्दुत) اور دھرم گرو و مذہبی رہنما اور رشی (ऋषि) ہوئے ہیں کہ جن کے پاس بہت سی بیویاں رہی ہیں جیسے شری رام کے والد راجہ دشرتھ کے پاس ۳۵۳ رانیاں، شری کرشن کے پاس ۸ ربیویاں سیکڑوں گوپیاں، ہنومان جی کے پاس ۱۶ ربیویاں، منوجی کے پاس ۱۰ ربیویاں، راجہ ہرشچندر کے پاس ۱۰۰ ررانیاں تھیں۔ (73) لیکن بارہ بیویاں کسی عظیم انسان (महापुरुष) کے پاس نہیں تھیں۔

एष ऋषये मामहे शंत निष्कान् दश स्रजः।

त्रीणि शतान्यर्वतां सहस्रा दश गोनाम्।(74)

ذکر کردہ منتر میں 'एष' کا معنی ہے ایشور (خدا) اور 'मामह' لفظ کی اصل ہے 'मह' جس کا معنی ہے، مہان، بڑا ماننا، نہایت اعلیٰ ہونا، عزت دیا گیا، اور تعریف کیا گیا۔ (शंत) کا معنی ہے سو اور 'निष्क' کا معنی ہے سونے کے سکے (स्वर्णमुद्रा) اور 'दश' کا معنی ہے دس اور 'स्रजः' کا معنی ہے ہار لڑی، مالا۔ اس طرح 'दश्स्रजः' کا معنی ہوا دس ہار یا دس مالائیں۔ 'त्रीणिशंत' کا معنیٰ ہے تین سو اور 'अर्वन' کا معنی ہے گھوڑے۔ 'सहस्र' کا معنی ہے ہزار 'दश' کا معنیٰ دس یعنی دس ہزار اور 'गो' کا معنیٰ ہے گائے۔ (75)

اس طرح منتر کا معنی ہوتا ہے کہ: ایشور مامح رشی نراشنس یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سو سونے کے سکے، دس ہار یا مالائیں، تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا فرمائے گا۔

پنڈت چھیم کرن بھی اپنے ترجمہ میں اسی مفہوم کی ترجمانی کرتے ہیں کہ: ''اس نے

اس ہوشیار آدمی کو سو دینار، دس تسبیحیں، تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں دی ہیں۔ (76)

مذکورہ بالا منتر میں نراشنس (नराशंस) یا مامح (मामह) رشی کی جو علامات ونشانیاں ذکر کی گئی ہیں وید اور سنسکرت کے بعض محققین کی نظر میں وہ تمام علامات پیغمبر اسلام کی ذات پر صحیح ثابت ہوتی ہیں۔ ان کی تحقیق کے مطابق مامح سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے کہ اس نام یا اس سے ملتے جلتے نام کا کوئی رشی (ऋषि) ایش دوت یا پیغمبر نہ بھارت میں ہوا ہے اور نہ کسی دیگر ملک میں۔ نیز آپ سے عظیم اور مہان انسانی تاریخ میں کوئی نہیں گزرا۔ یہ آپ کی عظمت اور مہانتا کا جادو ہی ہے کہ مائیکل ایچ ہارٹ نے اپنی کتاب "THE 100,NEWYARK 1978" میں دنیا کی جن سو عظیم شخصیات کا جائزہ پیش کیا ہے ان میں سب سے اعلیٰ اور سب سے عظیم آپ کو ہی تسلیم کیا ہے۔ اور صاف صاف دنیا کو یہ پیغام دیا ہے کہ:

"MOHAMMAD ON TOP OF THE HUNDRED BEST"(77)

مختصر یہ کہ لفظ مامح میں 'ما' اس کے معنی میں زیادتی پیدا کرنے کے لئے ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آتما سے مہاتما اور رشی سے مہرشی میں مہہ کے اضافہ سے عزت وبزرگی کے معنیٰ میں اور زیادتی ہوگئی۔ اور پھر ایک معنیٰ مَح کا قابل تعریف یا تعریف کیا گیا ہے اور ٹھیک یہی معنیٰ نراشنس اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے جیسا کہ ماقبل کی تحقیق میں گزر چکا ہے۔ اس منتر میں دوسری نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ ایشور ان کو سو سونے کے سکے عطا فرمائے گا۔ یہاں خالص سونے کے سو ۱۰۰ سکوں سے مراد پیغمبر اسلام کے وہ سو جاں نثار صحابہ ہیں جو اسلام کے اولین مشکل ترین وپریشان کن دور میں آپ کو حاصل ہوئے اور ہر رنج وغم اور تکلیف میں آپ کے شانہ بشانہ رہے۔ اور جنہوں نے قریش وکفار مکہ کے ظلم وستم سے مجبور ہوکر حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور کسی حال میں دین اسلام سے روگردانی نہ کی۔ گویا کہ سونے کے سکوں کی مانند دین اسلام کی کسوٹی پر کامیاب ہوکر یہ حضرات کندن اور قیمتی سونے کے سکے بن گئے تھے۔

اسی طرح منتر میں مذکور دس ہار یا دس مالاؤں سے مراد وہ عشرہ مبشرہ صحابہ ہیں جن کی جانی ومالی قربانیوں اور خدمتوں کے پیش نظر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی حوصلہ افزائی کے لئے دنیا میں ہی ان کو جنت الفردوس کی خوشخبری دے دی تھی۔ دین اسلام کی خاطر انمول قربانیاں پیش

کرنیکے سبب یہ پیغمبر اسلام کے بہت ہی قریبی وراز دار حضرات تھے۔اور ہر ایک دانشمند اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ مالائیں گلے کا ہار ہوتی ہیں اور گلے کی مالا یا ہار والے جملے بہت ہی قریبی ومخلص انسان کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔لغات کے اندر بھی ''گلے کا ہار یا گلے کی مالا'' کا یہی معنی بتایا گیا ہے کہ ''وہ جو کسی وقت جدا نہ ہو۔نہایت عزیز و پیارا ہو۔(78)

مامح رشی کی چوتھی نشانی 'त्रीणि शतान्यवर्त'' یعنی عربی گھوڑوں کا خدا کی جانب سے آپ کو عطا کیا جانا ہے۔یہاں پر تین سو گھوڑوں سے مراد محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ بہادر اور طاقتور صحابہ ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے۔یہ حضرات رات کو عبادت وریاضت کرتے اور دن میں میدان جنگ میں بہادری کے جوہر دکھاتے ۔ایسی بہادری کہ جنگی ساز وسامان موجود نہ ہونے کے باوجود تین گنا لشکر کفار پر غالب آ گئے۔ایسی بے مثال فوج دنیا نے شاید ہی کہیں دیکھی اور سنی ہوگی۔گھوڑا چونکہ فوجی اور بہادر ہوتا ہے اور یہ حضرات بھی بے مثال بہادر تھے۔لہٰذا بہادری میں مناسبت ومشابہت کی وجہ سے اتھروید کے مذکورہ منتر میں ۳۰۰ر صحابہ کو بطور تشبیہ ۳۰۰ر عربی گھوڑوں کے نام سے ذکر کیا ہے۔

پانچویں نشانی منتر میں 'सहस्रदश गोनाम'' یعنی دس ہزار گایوں کا عطا ہونا بیان کیا گیا ہے۔یہ نشانی بھی پیغمبر اسلام کی ذات پاک پر صادق آتی ہے اور وہ اس طرح کہ یہاں گایوں سے مراد پیغمبر اسلام کے وہ دس ہزار صحابہ ہیں جو فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ تھے۔ ان حضرات پر کفار مکہ نے سالہا سال بے شمار ظلم وستم ڈھائے ،گھر سے بے گھر کیا، ناکہ بندی کی اس کے باوجود جب یہ حضرات فاتحانہ شان وشوکت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور یہ کفار مکہ سامنے آئے تو آپ نے کسی ظلم کا بدلہ نہیں لیا سب کو معاف کر دیا۔بلکہ تھوڑے دن بعد ایک جنگ میں مال غنیمت حاصل ہوا تو ان دشمنوں کو سب سے زیادہ مال عطا کیا۔آپ کے صحابہ کے اسی بہتر ین اخلاق ،محبت وہمدردی اور جذبۂ سخاوت ومعافی کی وجہ سے اس منتر میں ان کو گایوں کے نام سے ذکر کیا ہے کیوں کہ اچھے اور عمدہ اخلاق وعادات اور بہترین طور طریقے والے انسان کو گائے سے مشابہت دی جاتی ہے۔جیسا کہ شت پتھ برہمن کانڈ ۱۲ر پرپاٹھک ۹ر برھمن کانڈے ر میں ہے کہ: گایوں کو انسان کی مثل کہا جاتا ہے۔نیز لغات میں بھی سیدھے سچے انسان کے لئے گائے

کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

مذکورہ بالا منتر میں دس ہزار گایوں سے مراد پیغمبر اسلام کے دس ہزار جاں نثار صحابہ وساتھی ہی ہیں اس کی تصدیق رگوید کے ایک منتر سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں صاف صاف آپ کے ساتھیوں اور مددگاروں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ رگوید (ऋग्वेद) میں آیا ہے کہ:

अनस्वन्ता सतपतिर्मामहे मे गावा चेतिष्ठो असुरो मघोन:।

त्रैवृष्णो अग्ने दशभि: सहस्रैर्वैश्वानर: :श्यरुणाश्चिकेत ।।(79)

(حق پرست، نہایت دانشمند، طاقت ور سخی، مامح رشی نے کلام کے ساتھ مجھے مزین کیا۔ سب سے طاقت ور، سب خوبیوں والا، ساری دنیا کے لئے رحمت والا (कृपामय) دس ہزار ساتھیوں (सहयोगी) کے ساتھ مشہور ہو گیا۔)

رگوید کے اس منتر میں غور کیجئے کہ اس میں مامح رشی کی ۹؍ صفات وخصوصیات کا بیان کیا گیا ہے (۱) حق پرست (सत्यवादी) (۲) نہایت دانشمند (अत्यन्त विवेकशील) (۳) طاقت ور (शक्तिशाली) (۴) سخی (दानी) (۵) اپنے کلام سے سنوارنے والا (वाणी से सुशोभित)، (۶) ساری خوبیوں والا، (۷) سب سے بڑا طاقت ور (सर्वशक्तिमान) (۸) سارے عالم کے لئے رحمت (कृपामय)، (۹) دس ہزار ساتھیوں والا (सहयोगी)۔

اتھروید کے منتر کی طرح رگوید کے اس منتر کی بھی ساری خصوصیات پیغمبر اسلام پر ہی ثابت ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ تاریخ کی روشنی میں یہ ساری خوبیاں اور صفات آپ کی حیات پاک میں ہی جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ اور سب سے قابل غور بات یہ ہے کہ جس ترتیب سے ان انعامات کے ملنے کا ویدوں میں ذکر ہے اس کے مطابق یہ انعامات آپ کو حاصل بھی ہوئے۔ یعنی اول ان سو صحابۂ کرام کی جماعت حاصل ہوئی کہ جن کو قرآن پاک نے "والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار" (80) کے الفاظ سے یاد کیا۔ پھر دس عشرۂ مبشرہ کی تعداد مکمل ہوئی اس کے بعد جنگ بدر واقع ہوئی اور ۳۱۳؍ جان نثار، بہادر صحابہ کی فوج وجود میں آئی اور پھر آخر میں فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار معاون ومددگار، جان نثار صحابہ کی طاقت آپ کو حاصل ہوئی۔ دنیا کا

کوئی بھی انسان پیغمبر اسلام کے سوا کسی شخصیت میں یہ تمام خوبیاں ونشانیاں ایک ساتھ جمع نہیں دکھا سکتا اور نہ ان منتروں کی اس سے زیادہ معقول ومنقول تشریح وتوضیح پیش کرسکتا ہے۔

اتھروید کے منتر (3-127-20) کا جو ترجمہ وتشریح ہم نے پیش کی ہے اس کی تائید ہندو دھرم گرنتھوں کے اعلیٰ دانشوران اور محققین کی تحقیقی کتب سے بھی ہوتی ہے۔ وید، پران ،اپنشد اور سنسکرت کے مشہور عالم (विद्वान) دھرم شاستر اچاریہ ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''निष्क'' سونے کے سکوں (स्वर्ण मुद्रा) کو کہا جاتا ہے۔ یہ الفاظ ان لوگوں کے لئے مستعمل ہیں جو بہت انمول وبے مثال ہیں۔ خدائی مذہب کے مبلغین اور محافظین کو بھی 'निष्क' لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ''निष्क'' بہت انمول ہوتا ہے اور مذہب ودھرم کے مبلغین ومحافظین کا بھی اہم مقام ہوتا ہے۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن تعلیمات کو لوگوں کے لئے بیان فرماتے تھے ان کی تبلیغ ومحافظت کا کام سو افراد انجام دیا کرتے تھے۔ جو آپ کی تعلیمات کی نشر واشاعت بھی کرتے تھے اور دل ودماغ میں محفوظ بھی کرلیا کرتے تھے۔ یہ لوگ اصحاب صُفہ کہلاتے تھے۔

اتھروید میں نراشنس (नराशंस) کے لئے ''दशस्रज:'' (دس ہار) عطا کئے جانے کا ذکر ہے دس مالائیں ایسے محبوب اشخاص کی جانب اشارہ کرتی ہیں جو نراشنس کے گلے کے ہار کے مثل ہوں۔ اور نراشنس انہیں بہت چاہتا ہو۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی ایسے دس افراد تھے جو ان پر اپنی جانوں کو بھی قربان کرنے کے مشتاق ومتمنی تھے۔ آپ کے چاروں طرف یہ دسوں ہمیشہ رہتے اس لئے وہ آپ کے گلے کا ہار تھے۔ وہ دس کی مالا کی شکل میں عشرۂ مبشرہ کہے جاتے تھے۔

''अर्वन'' النکارک لفظ (अलंकारिक शब्द) ہے۔ (81) 'अर्वन' '' کا معنیٰ گھوڑا ہوتا ہے گھوڑا بہت ہی تیز رفتار اور میدانِ جنگ میں بہت کارگر ہوتا ہے۔ تین سو 'अर्वन' کا مطلب یہ ہے کہ تین سو سے زائد اور چار سو سے کم تعداد میں گھوڑوں کا ہونا۔

جس طرح 'सप्त शती' کا معنیٰ ہوتا ہے ایسا گرنتھ جس میں سات سو یا اس سے زیادہ

مگر آٹھ سو سے کم اشعار (पद्यों) کا مجموعہ۔ اسی طرح تین سو گھوڑوں کا معنیٰ تین سو یا اس سے زیادہ مگر چار سو سے کم تعداد میں گھوڑوں کا ہونا متعین ہے۔ अर्वन لفظ بہادر سپاہیوں کے لئے مستعمل لفظ ہے۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جنگ مکہ والوں سے جب بدر نامی جگہ پر ہوئی تھی تب آپ کے ساتھیوں (सहयोगी) کی تعداد تین سو تھی۔

'गो' بھی النکارک شبد (अलंकारिक शब्द) ہے۔ 'گو' لفظ عام طور سے اچھے انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مکہ کو فتح کرنے کے مقصد سے جب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے تو ان کے ساتھ رہنے والے معاونین (सहायक) ساتھیوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ آپ کے یہ دس ہزار جاں نثار جب مکہ میں پہنچے تو وہاں نہ کسی طرح کا معرکہ ہوا اور نہ آپ کے کسی پیروکار نے کسی کو تکلیف دی۔ اسی وجہ سے ان دس ہزار کو 'गो' کہا گیا۔ (83)

پیش کردہ منتروں کے علاوہ ویدوں میں نراشنس کے متعلق کچھ اور منتر بھی موجود ہیں جو ذکر کردہ منتروں کی طرح پورے طور سے پیغمبر اسلام کی ذات پاک پر صادق آتے ہیں۔ لیکن اختصار کے پیش نظر ہم ان کی تفصیل وتشریح بیان کرنے سے یہاں گریز کر رہے ہیں۔

پیغمبر اسلام کی ویدوں میں ''احمد'' نام سے چرچا

قدیم ہندو دھرم گرنتھ ویدوں میں معنوی خصوصیت (अर्थप्रधान) کے حامل اسماء کو اہمیت دی گئی ہے۔ کیوں کہ سنسکرت زبان اکثر وبیشتر معنوی خصوصیات والے ناموں کو اہمیت دیا کرتی ہے۔ (83) جیسا کہ ''نراشنس'' اور ''سمر رادوت عربن'' سے ظاہر ہے لیکن ویدوں میں صرف معنوی خصوصیات کے حامل ''نراشنس'' وغیرہ ناموں کے ساتھ ہی پیغمبر اسلام کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ آپ کے دوسرے مشہور ومعروف ''احمد'' نام کے ساتھ بھی ویدوں میں لفظاً ومعناً اور صراحۃً چرچا کی گئی ہے۔ پیغمبر اسلام کا نام ''محمد'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قرآن پاک میں چار جگہ آیا ہے اور ''احمد'' ایک مقام پر آیا ہے۔ (84) لیکن حدیث شریف کی کتابوں میں آپ کا ''محمد'' اور ''احمد'' نام کثیر مقامات پر وارد ہوا ہے۔ (85)

ویدوں میں پیغمبر اسلام کے ''محمد'' نام کی جگہ نراشنس (नराशंस) استعمال ہوا ہے جیسا

کہ گزشتہ صفحات پر ثابت ہوا اور ''احمد'' نام کی جگہ (कीरि) کیری ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ رگوید میں بیان کیا گیا ہے:

योर ध्रस्योचोदितायः कृश्स्य यो ब्रहमणो नाधमानस्य कीरेः ।।(86)

مذکورہ بالا منتر میں نام ''احمد'' کی جگہ کیری (कीरि) ذکر کیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے ''خدا کی بہت زیادہ تعریف کرنے والا (ईश्वर का अतिप्रशंसक) اور ٹھیک یہی معنیٰ ''احمد کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ تعریف کرنے والا۔

لفظ ''کیری'' کی تشریح وتوضیح پیش کرتے ہوئے، ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے لکھتے ہیں:

''ایشور (ईश्वर) سے تعلق رکھنے والوں اور ایشور کے بھکتوں (भक्तों) کو کیری (कीरि) کہا گیا ہے۔ کیری لفظ کا معنیٰ ہندی میں ایشور کا پرسنسک (ईश्वर का प्रशंसक) اور عربی میں یعنی ''احمد'' ہوتا ہے (87)

ڈاکٹر ایم۔ اے شریواستو کہتے ہیں:

''رگوید میں کیری نام آیا ہے جس کا معنیٰ ہے ایشور پرشنسک (ईश्वर प्रशंसक) ''احمد'' لفظ کا بھی یہی معنیٰ ہے اور ''احمد'' پیغمبر اسلام کا نام ہے۔ (88)

معنوی خصوصیات کے حامل اسماء کیری اور نراشنس (कीरि—नराशंस) کے ذریعے ہی ویدوں میں پیغمبر اسلام کی چرچا نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ آپ کے احمد نام کے ساتھ بھی آپ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور صراحۃً نام احمد کے ذکر کے ساتھ جو صفات وخصوصیات بیان کی گئی ہیں وہ پیغمبر اسلام کی ذات پاک پر صادق آتی ہیں چنانچہ رگوید بیان کرتا ہے:

अहमिद्धि पितुष्परि मेधामृतजग्रभ। अहं सुर्य इवाजनि ।।(89)

اسی منتر کو سام وید (सामवेद) میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

अहमिधि पितुः परि मेधांमृतस्यजग्रभ। अहं सुर्य इवाजनि।।)(90)

(वेदों व पुराणों के आधार पर धार्मिक एकता की ज्योति पृ॰ 21)

ڈاکٹر ایم۔ اے شریواستو پیش کردہ منتر کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''احمد'' نے اپنے رب سے بھرپور نظام زندگی حاصل کیا۔ میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔ (91)

آچاریہ شمس نوید عثمانی مذکورہ منتر کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ: ''احمد'' نے سب سے پہلے قربانی (बलिदान) دی اور سورج کی طرح روشن ہوگیا۔ (92)

رگوید اور سام وید کے مذکورہ بالا منتروں میں پیغمبر اسلام کا نام ''احمد'' قدرے فرق کے ساتھ صاف صاف ظاہر ہے اور یہ تھوڑا سا فرق ایک عام سی بات ہے کہ جب ایک زبان کا لفظ دوسری زبان میں استعمال ہوتا ہے تو اکثر و بیشتر ان میں کچھ نہ کچھ فرق و تبدیلی ضرور ہو جاتی ہے۔ جیسے 'محمد' انگریزی میں محومیت (MAHOMET) یا موحامیت (MOHAMET) ہوگیا اسی طرح ''احمد'' سنسکرت اور وید میں अहमिद्धि یا अहमिधि ہوگیا۔

مذکورہ بالا منتر میں ''احمد'' (अहमिधि) کی دو خصوصیات وصفات بیان کی گئی ہیں (۱) احمد نے اپنے رب سے علم سے بھرپور نظام زندگی کو حاصل کیا (۲) سورج کی طرح روشن۔ یہ دونوں صفات پیغمبر اسلام کی ذات پاک پر مکمل طور سے صادق آتی ہیں۔ اس لئے کہ قرآن وحدیث کے علاوہ دنیا کا ہر ایک محقق و مفکر اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ آپ پر اللہ کی جانب سے وحی کی شکل میں فرشتے کے ذریعے خدائی علم نازل ہوتا تھا۔ اور اللہ نے اپنی رحمت سے آپ کو دونوں جہان کا خاص و عام اور ظاہر و باطن کا علم عطا فرمایا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

و علمك مالم تكن تعلم (اے نبی ہم نے آپ کو وہ تمام علم سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے)

جہاں تک دوسری خوبی وصفت کا معاملہ ہے اس میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ آپ اللہ کا ایسا عظیم سورج ہیں کہ آپ کی تعلیمات کی کرنوں سے سارا عالم کل بھی جگمگا رہا تھا آج بھی جگمگا رہا ہے اور قیامت تک جگمگاتا رہے گا۔ دنیا کے بے شمار غیر مسلم محققین و مفکرین اس حقیقت کا اظہار اپنی بہت سی کتابوں میں کر چکے ہیں۔

یجروید میں کہا گیا ہے:

वेदाहमेतं पुरूषं महान्तमादित्यवर्णं तमसः परस्तात्।(93)

آچاریہ وشنو دیو پنڈت (आचार्य विष्णु देव पण्डित) اس منتر کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

''احمد'' وید یعنی خدائی علم (ब्रहमज्ञान) ہے، عظیم سے عظیم انسان ہے۔ سورج کی طرح روشن، اندھیرے کو دور کرنے والا ہے۔ (94)

یجروید کے اس منتر میں بھی احمد کو سورج کی طرح روشن یا روشن سورج کہا گیا ہے۔ اور اسلامی آسمانی و خدائی کتاب قرآن پاک میں بھی پیغمبر اسلام کو ''سراجاً منیراً'' (95) یعنی چمکنے والا سورج کہا گیا ہے۔

رگوید، یجروید اور سام وید کے مذکورہ بالا منتروں میں ''احمد'' کو روشن سورج بیان کیا گیا ہے لیکن اتھروید (अथर्ववेद) میں ''احمد'' کو عظیم ہیرا اور دوسری اہم صفات کے ساتھ یاد کیا گیا ہے:

अयमिद वै प्रतीवर्त ओजस्वान संजयो मणिः।

प्रजां धनं च रक्षतु परिपाणः सुमंङ्गलः।।(96)

مندرجہ بالا منتر میں 'ओजस्वान' کا معنی ہے روشن کرنے والا، طاقت ور اور 'मणि' کا معنی ہے ہیرا، قیمتی جواہر، 'प्रजा धनं च रक्षतु' کا معنی ہے رعایا اور مال و دولت کا محافظ (प्रजा और धन रक्षक) اور 'सुमण्गलः' کا معنیٰ ہے، نجات دہندہ، خیر خواہ (कल्याणकारी,मुक्तिदाता) (97)

اس طرح پیش کردہ منتر کا معنیٰ ہوا کہ احمد وہ ہیں جو آتے ہیں تو روشنی یا طاقت ور ہیرا ثابت ہوتے ہیں۔ رعایا اور مال کی حفاظت ہر پہلو سے کرتے ہیں اور انتہائی اعلیٰ نجات دہندہ (मुक्तिदाता) ثابت ہوتے ہیں۔ اتھروید کے اس منتر میں ''احمد'' کی تین صفات بیان کی گئی ہیں۔

(۱) 'احمد' روشن ہیرا (۲) 'احمد' رعایا اور ان کے مال کا محافظ (۳) اعلیٰ نجات دہندہ۔

مذکورہ تینوں خصوصیات پیغمبر اسلام پر صحیح ثابت ہوتی نظر آتی ہیں۔ پہلی خصوصیت اس وجہ سے کہ اگر آپ کو اس منتر میں روشن ہیرا کہا گیا ہے تو دوسرے منتروں میں آپ کو روشن سورج اور روشن ستارہ بھی کہا گیا ہے۔ اور سورج، چاند، ستارہ، ہیرا، چراغ ایسے لفظ ہیں جو کہ تعریف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ اہل علم اس طرح کے الفاظ اکثر و بیشتر استعمال کرتے ہیں۔ اسلامی مقدس کتاب قرآن مجید میں بھی آپ کی تعریف و توصیف نور، چمکتا سورج، چراغ، روشن چاند جیسے کلمات سے کی گئی ہے۔ (98)

دوسری خصوصیت رعایا اور مال و زر کا محافظ ہونا بھی آپ کی ذات اقدس پر صادق آتا

ہے اس لئے کہ تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبر اسلام سے قبل ملک عرب میں ایسی جہالت، رہزنی اور قتل وغارت گری کا دور دورہ تھا کہ نہ ہی انسانوں کی جان محفوظ تھی اور نہ ہی مال لیکن مختصر سے وقت میں آپ نے ایسی تعلیم و تربیت فرمائی کہ لوگوں کی جان بھی محفوظ ہوگئی اور مال کی بھی ایسی حفاظت ہوگئی کہ نگراں نہ ہونے کے باوجود کوئی کسی کے مال کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ تاریخ انسانی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

تیسری خصوصیت نجات دہندہ (मुक्तिदाता) کا مصداق بھی آپ کی ذات ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ انسانی تاریخ شاہد ہے کہ جس دور میں پیغمبر اسلام کی جلوہ گری ہوئی اس میں کالے اور گورے، امیر وغریب، اعلیٰ وادنیٰ، مرد وعورت کے درمیان بھید بھاؤ کیا جاتا تھا، ان کے ساتھ غیر اخلاقی برتاؤ اور ناانصافی سے کام لیا جاتا تھا۔ عورتوں غریبوں اور غلاموں کو جانوروں سے بدتر سمجھا جاتا تھا۔ اور ان کی حیثیت کے مطابق ہی ان کے لئے قانونی فیصلے صادر کئے جاتے تھےلیکن پیغمبر اسلام نے ۲۳ سال کی قلیل مدت میں دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ بھید بھاؤ اور ذات پات کا جنازہ نکال دیا اور اس کی جگہ مساوات و برابری کا درس دیا۔ ظلم و بربریت اور ناانصافی کا خاتمہ کر دیا اور اس کی جگہ عدل وانصاف اور اخوت و ہمدردی کا بول بالا فرمادیا۔ غرضیکہ آپ پژمردہ انسانیت کے لئے ایسے نجات دہندہ اور مصلح بن کر تشریف لائے کہ سیکڑوں سال سے ظلم وستم کے شکار لوگوں کا نصیبہ جاگ اٹھا۔ یہ آپ کی انمول تعلیم کا ہی اثر ہے کہ اسلام کا یہ عظیم پیغام مساجد، مدارس اور خانقاہوں جیسی مقدس جگہاؤں سے ہمہ وقت نشر ہوتا رہتا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وعیاض
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

پروفیسر کے۔ ایس راما کرشنا راؤ نے اپنی کتاب میں کیا ہی خوب بات لکھی ہے کہ: پیغمبر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کئی حیثیت سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ محمد واعظ و ناصح، محمد مصلح قوم وسماج، محمد یتیموں کے مربی، محمد غلاموں کے محافظ، محمد عورتوں کے نجات دہندہ اور ان کو بندھنوں سے آزادی عطا کرنے والے۔ محمد انصاف کرنے والے۔ (99)

مذکورہ بالا دلائل وحقائق کی روشنی میں صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رگوید میں

اورسام وید میں अहमिद्धि اور یجروید میں अहमिधि اور اتھروید میں वेदाहमेत کی جو अयमिद صفات ذکر کی گئیں ہیں وہ پیغمبر اسلام کی ذات کی ترجمانی کرتی ہیں ۔نیز ثابت ہوتا ہے کہ अहमिद्धि اور अहमिधि اور अयमिद سنسکرت زبان میں 'احمدؐ' کی ہی بدلی ہوئی شکل وصورت ہے۔اسی طرح ویداحمیت (वे दाहमेत) مرکب کلمہ ہے جو دولفظوں یعنی وید اور احمیت (वेद+अहमेत) سے ملکر بنا ہے۔(वेद+अहमेत=वेदाहमेत) زبان کے بدلنے سے تھوڑاسا تلفظ وتحریر میں فرق پیدا ہوگیا ہے۔جیسا کہ اکثر دیکھنے اور سننے میں آتا ہے۔

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر اپنشدوں میں

قدیم ہندو دھرم گرنتھ ویدوں کی طرح اپنشدوں میں بھی پیغمبر اسلام کا صاف صاف ''محمدؐ'' نام کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔اپنشد ویدوں کی تفسیر (टीका) اور ماحصل ہیں جن پر بھارت کے بہت سے ہندو محققین ومفکرین کو ناز ہے۔اپنشدوں کی تعداد 100 سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔انہیں میں سے ایک اپنشد ''الّو پنشد'' (अल्लोपनिषद) ہے۔ہندو دھرم کے لٹریچر کی تبلیغ واشاعت میں گیتا پریس گورکھپور مرکزی اہمیت کا حامل ادارہ ہے۔یہاں سے شائع کتب ورسائل بڑے ہی مستند سمجھے جاتے ہیں۔گیتا پریس کے مشہور رسالہ ''کلیان'' (कल्याण) کے خصوصی شمارہ ''اپنشد نمبر (उपनिषद अंक) میں ۲۲۰ اپنشدوں کی فہرست پیش کی گئی ہے جن میں الوپنشد کو پندرہویں نمبر پر ذکر کیا گیا ہے۔(100)

ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے نے بھی الوپنشد کو صحیح ومستند اپنشد تسلیم کیا ہے۔(101)

مختصر یہ کہ اسی الوپنشد (अल्लोपनिषद) کے بعض منتروں میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صراحۃً ذکر کیا گیا ہے۔ان منتروں کو مہرشی دیانند سرسوتی نے اپنی مشہور کتاب ستیارتھ پرکاش میں اور شری ناگیندر ناتھ بسو نے اپنی مرتب عالمی لغت (विश्व-कोष) کے دوسرے جزو (खण्ड) میں بھی بیان کیا ہے۔الوپنشد میں پیغمبر اسلام کے متعلق تقریباً دس منتر وارد ہوئے ہیں۔(102) لیکن اختصار کے پیش نظر دوسرے، تیسرے، آٹھویں اور دسویں منتروں کے انہیں اقتباسات کو یہاں ہم تحریر کررہے ہیں جن میں پیغمبر اسلام کا

نام ''محمد'' اور اسلامی کلمہ 'توحید صاف صاف الفاظ میں مذکور ہے۔ چنانچہ الو پنشد میں مرقوم ہے:

अल्लो ज्येष्ठं श्रेष्ठं परम पुर्णं ब्रहमाणं अल्लाम ।(2)

अल्लो रसूल महामद रकब रस्य अल्लो अल्लाम ।(3)

(اللہ سب سے عظیم سب سے اعلیٰ سب سے کامل اور سب سے زیادہ مقدس ہے۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے سب سے عظیم رسول ہیں۔ اللہ ازل تا ابد سارے عالم کا پالنہار ہے۔)

इल्लांकर इल्लाकबर इल्लां इल्लल्लेति इल्लल्लाहः ।(8)

अल्लो रसूल महामद रकब रस्य अल्लो अल्लाम् । इल्लल्लेति इल्लल्लाह ।

(اللہ بڑا ہے، اللہ بڑا (اکبر) ہے۔ اس کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ اول تا آخر ساری مخلوقات کا پالنہار ہے۔ اس لئے اعلان کرو کہ اللہ ایک ہے اور اس کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں)

مذکورہ بالا منتروں میں 'محامد' (महामद) نام دو جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ جو در حقیقت پیغمبر اسلام کے بہت ہی مشہور نام 'محمد' کا سنسکرت زبان میں بدلا ہوا یا بگڑا ہوا روپ ہے۔ اسی طرح '' इल्लां इल्लल्लेति इल्लल्लाह '' اور '' अल्लो रसूल महामद '' دو بار بیان ہوا ہے جو اصل میں '' لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ '' کی لفظا بدلی ہوئی شکل ہے لیکن معنیٰ و مفہوم دونوں کا بالکل ایک ہے۔

اوتاروں کی تعداد اور ان کے اسماء

شری مد بھاگوت گیتا، مہابھارت اور پرانوں (पुराण) کے مطابق اس سنسار میں نیکوں اور شریفوں کے تحفظ و نجات، گنہگاروں اور پاپیوں کی ہلاکت اور مذہب کی اعلیٰ و بہتر طریقہ پر تبلیغ و اشاعت اور قیام کے لئے چوبیس اوتاروں کا ہونا یقینی تصور کیا گیا ہے۔ لیکن ہندو دھرم گرنتھوں میں اوتاروں کی تعداد اور ان کے اسماء میں کثیر اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان چوبیس اوتاروں میں دس اوتاروں کو کامل اوتار (पूर्ण) اور باقی چودہ اوتاروں کو جزوی (अंश) اوتار تسلیم کیا جاتا ہے۔ چوبیس اوتاروں کی مکمل تفصیل کہیں ایک مقام پر ایک ساتھ نظر نہیں آتی بلکہ کہیں ۲۲ اوتاروں کا ذکر ملتا ہے تو کہیں ۲۱ اوتاروں کی فہرست دیکھنے کو ملتی ہے۔ اور باقی تین اوتاروں کا ذکر

علیٰحدہ علیٰحدہ مقامات پر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بھاگوت پران(भागवत पुराण) میں اوتاروں کی دو تفصیلیں پیش کی گئی ہیں جو اس طرح ہیں۔

(الف) (1)सनक(2)सूकर (3)नारद(4) नरनारायण(5) क पि ल (6)दत्तत्रेय(7)यज्ञ(8)ऋषभदेव (9)पृथु(10)मत्स्य(11) कच्छप(12) धन्वंतरि (13)मोहिनी (14)नरसिंह (15)वामन (16)परशुराम (17)व्यास (18)रामचन्द्र (19) बलराम (20) श्रीकृष्ण (21) बुद्ध (22) कल्कि:। (103)

(ب) (1)वराह(2)सुयज्ञ(3)कपिल(4)दत्तत्रेय(5)सनक(6)नरनारायण (7)पृथु(8) ऋषभदेव (9) हयग्रीव(10) मत्स्य (11) कच्छप (12) नरसिंह (13) वामन (14) धन्वंतरि (15) परशुराम(16)रामचन्द्र(17) बलराम(18)श्रीकृष्ण (19) व्यास (20) बुद्ध (21) कल्कि:। (104)

مہابھارت شانتی پرو(शान्तिपर्व) کے ادھیائے ۳۳۹ کے مطابق ہنس(हंस) بھی ایک اوتار ہوئے ہیں۔ مہابھارت میں ہے:

हंसः कूर्मश्च मत्स्यश्च प्रादुर्भावो द्विजोत्तम्।(105)

پران پنتھی (पुराणपंथी) ہندوؤں میں ۲۴ اوتاروں کی بات مشہور ہے لیکن کسی بھی ہندو دھرم گرنتھ میں ۲۴ اوتاروں کا تفصیلی ذکر نہیں ملتا۔ ہاں دورِ جدید کے ہندو عالموں (विद्वानों) اور دھرم شاستر آچاریوں نے ضرور ۲۴ اوتاروں کی تفصیلی فہرست پیش کی ہے لیکن ان کی پیش کردہ ناموں کی تفصیل و ترتیب میں بھی کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہندو دھرم کوش (हिन्दु धर्मकोष) میں ۲۴ اوتاروں کی حسب ذیل فہرست بیان کی گئی ہے۔

(1)नारायणविराट-पुरूष(2)ब्रहमा(3)सनक-सनन्दन-सनत्कुमार-सनातन(4)नर नारायण(5) कपिल(6) दत्तत्रेय (7)सुयश(8)हयग्रीव(9)ऋषभ(10)पृथु(11) मत्स्य (12)कूर्म (13)हसं (14) धन्वंतरि (15)वामन (16)परशुराम (17)मोहनी (18) नरसिंह (19)वेदव्यास (20)राम (21)बलराम(22)कृष्ण (23)बुद्ध(24) कल्कि:। (106)

اسی طرح ڈاکٹر رام سروپ رسی کیش(डा० राम स्वरूप ऋषिकेश) نے ۲۴ اوتاروں کی جو فہرست ترتیب دی ہے اس میں (सुयश) اور نارائن (नारायण) کا ذکر نہیں ہے بلکہ دو نئے نام (۱) یگ (यज्ञ) اور (۲) نارد (नारद) کا اضافہ کیا ہے۔(107)

مختصر یہ کہ جتنے خیالات اتنے اختلافات، نیز ہندو دہرم گرنتھوں کے مطابق اوتاروں کی تعداد محدود نہیں ہے بلکہ بعض ہندو دھرم گرنتھوں کی روشنی میں ان کی تعداد ہزاروں ہزار بلکہ غیر متعین ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہری ونش پران اور برہم پُران (हरिवंश पुराण–ब्रहम पुराण) میں کہا گیا ہے:

प्रदुर्भाव सहस्राणि अतीतानि न संशयः भुयश्च भविश्यन्तीत्येवमाह

प्रजापतिः(108)

(پرجاپتی نے کہا کہ وشنو (विष्णु) کے بیشک ہزاروں اوتار ہو چکے ہیں اور آگے بھی ہوں گے۔)

اسی بات کو بھاگوت پران (भागवत पुराण) میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

अवतारा हासंख्येवा हरेः सत्त्वनिधेर्द्विजाः।

यथाविदासिनःकुल्याः सरसः स्यु सहस्रशः।।

(جس طرح بہت گہری جھیل سے ہزاروں چھوٹے نالے نکلتے ہیں اسی طرح رشی، منو، منو پوتر، پرجاپتی، مہان راجہ وغیرہ جتنے بھی عظیم طاقت ور انسان ہوتے ہیں وہ سب بھگوان کے کلا اوتار اور انش اوتار ہی ہیں۔)(109)

بہر حال اوتاروں کی صحیح تعداد جو بھی ہو ان میں دس اوتاروں کو بہت زیادہ اہم خصوصیت وشہرت حاصل ہے۔ ان دس اوتاروں کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

वेदानुद्धरते जगान्नि बहते भुगोलमुद्बिभ्रते,देत्यं दारयते बलिं छलयते क्षत्र क्षय कुर्वते। पौलस्त्यं जयते हल कलयते कारूण्यमातन्वते,म्लेच्छान्युर्छयते दशकृतिकृते कृष्णाय तुभ्यनमः।।मत्स्यःकुर्मो वराहश्च नरसिंहऽथ वामनः,रामो रामश्च कृष्णाश्च बुद्धः कल्कि चते दश(110)

مذکورہ بالا اشلوکوں میں دس اوتاروں کی جو فہرست پیش کی گئی ہے وہ اس طرح ہے۔

(۱) متسیہ (मत्स्य)

(۲) کورم (कूर्म)

(۳) واراہ (वाराह)

(۴) نرسنگھ (नरसिंह)

(۵) وامن (वामन)

(۶) رام (राम)

(۷) پرشورام (बलराम)

(۸) کرشن (कृष्ण)

(۹) بدھ (बुद्ध)

(۱۰) کلکی (कल्कि)

چوبیس اوتاروں کی طرح ان دس اوتاروں کے ناموں کی تفصیل اور ترتیب میں بھی کافی فرق واختلاف پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہندو دھرم گرنتھوں اور ان کے عالموں (विद्वानों) دھرم شاستر آچاریوں کے حوالہ جات سے ظاہر ہے۔ چنانچہ وایو پران (वायु पुराण) میں دس اوتاروں کے نام اور ترتیب اس طرح ذکر کی گئی ہے:

धर्मान्नारायण,द्वित्तीयो नरसिंहो,तृ तियो वामनो,दत्तात्रेयो चतुर्थश्च, पंचमोमानधाता चकवर्ति षष्ठो विश्वामित्र पुरस्सरः,सप्तमो रामा,अष्टमो वेदव्यास,नवमो वसुदेवात्तु, दशमो कल्कि। (111)

(پہلے اوتار دھرم نارائن، دوسرے نرسنگھ، تیسرے وامن، چوتھے دتاتریئے، پانچویں چکرورتی ماندھاتا، چھٹے وشوامتر پرشورام، ساتویں رام، آٹھویں ویدویاس، نویں واسودیو کرشن اور دسویں کلکی اوتار ہیں۔)

شری مد بھاگوت پران میں دس کی جگہ نو اوتاروں کا ہی ذکر ہے اور ان میں مختلف نام شامل ہیں جیسے:

(1) मत्स्य (2) हयशीर्ष (3) कूर्म (4) सूकर (5) नरसिंह (6) प्रद्युम्न (7) अनिरूद्ध (8) बुद्ध (9) कल्कि। (112)

مہا بھارت کے شانتی پرو (शान्ति पर्व) میں دس اوتاروں میں سے صرف چھ ۶، کامل (पूर्ण) اوتاروں کا ہی ذکر ہے اور گیتا میں یہ تعداد گھٹ کر صرف دو ہی رہ گئی ہے۔ یعنی گیتا میں رام اور کرشن کا تذکرہ ہے باقی دیگر اوتاروں میں سے کسی کا نہیں۔ (113)

مہا بھارت میں ایک مقام پر ۶ اوتاروں یعنی واراہ، نرسنگھ، وامن، بھارگورام، دشرتھی رام اور ساتوت (सात्वत) کے نام آتے ہیں لیکن دوسرے مقام پر ہنس، کورم، متسیہ اور کلکی کا بھی ذکر ہے اس طرح دونوں کو ملا کر دس نام مکمل ہو جاتے ہیں۔

۱۰ کامل اوتاروں (पुर्ण अवतार) اور ۱۴ جزوی اوتاروں (अंश अवतार) میں اکثر اوتار انسان تھے لیکن بعض اوتار عورت اور جانور جیسے سور (सुअर)، کچھوا، مچھلی اور بعض عجیب وغریب خلقت یعنی جسم انسان کا اور سر شیر کا، جسم انسان کا اور سر گھوڑے کا وغیرہ بھی ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان حیوانوں اور عجیب وغریب لوگوں نے کیسے شریفوں اور نیکوں کا بھلا اور پاپوں کا خاتمہ اور دھرم کو قائم و رائج کیا ہوگا؟

بھاگوت پران کے مطابق کورم (कच्छप) یعنی کچھوا اوتار ایک لاکھ یوجن (योजन) لمبا چوڑا تھا۔ (114) اور ایک یوجن آٹھ میل یا چار کوس یا ۳۲ ہزار ہاتھ کی مقدار کے برابر ہوتا ہے۔ (115) متسیہ (मत्स्य) یعنی مچھلی اوتار کا جسم سونے کی طرح چمکدار تھا اور اس کی وسعت چار لاکھ کوس کے برابر تھی اور اس کے جسم پر ایک بڑا بھاری سینگ بھی تھا۔ (116) حیرت ہے کہ اتنی بڑی مچھلی اور کچھوا کس سمندر میں تیرا ہوگا؟ واراہ اوتار (वाराह अवतार) یعنی سور اوتار اچانک سور کے بچے کی شکل میں برہما (ब्रहमा) جی کی ناک سے نکلا اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان میں کھڑا ہوا اور ذرا سی دیر میں ہاتھی کے برابر ہو گیا۔ (117) نرسنگھ اوتار (नरसिंह अवतार) یعنی جسم انسان کا اور سر شیر کا۔ ہندو دھرم گرنتھوں میں ہرنئے کشیپ (हिरण्यकश्यप) اور نرسنگھ اوتار کی کتھا بہت مشہور ہے دیکھیں۔ (118) ہیگر یو (हयग्रीव) اوتار کا جسم انسان کا تھا اور سر گھوڑے کا۔ موہنی (मोहिनी) اوتار عورت تھی اور وہ بھی بدکار، چھنار (पुंश्चली) (119)

اسی طرح رشبھ دیو (ऋषभदेव) اوتار کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ لیٹے ہی لیٹے کھانا، پینا اور پیشاب پاخانہ کرنے لگے۔ وہ اپنے کئے ہوئے پیشاب و پاخانے میں لوٹ پوٹ

ہوکر اپنے جسم کو اس سے آلودہ کر لیتے کیوں کہ ان کے پیشاب پاخانے میں بدبو نہیں تھی بلکہ خوشبو تھی۔ اور ہوا اس خوشبو کو لے کر ان کے چاروں سمت دس یوجن (योजन) تک سارے دیش کو خوشبودار کر دیتی تھی۔ (120)

مذکورہ بالا ۲۴ اوتاروں میں جو اوتار عجیب وغریب صفات وخصوصیات کے حامل تھے ان کا اجمالی تذکرہ ہم نے یہاں تحریر کیا ہے، جملہ اوتاروں کا تفصیلی ذکر مختلف دھرم گرنتھوں میں نت نئے حالات عجیب وغریب واقعات کے ساتھ مختلف انداز میں کیا گیا ہے طوالت کے پیش نظر ہم نے اس سے گریز کیا ہے۔

موجودہ ہندو دھرم کے نظریۂ اوتار واد کے ساتھ سب سے بڑا مذاق (विडम्बना) یہ ہے کہ بعض ہندو دھرم گروؤں نے ایسے حضرات کو بھی اوتاروں کی صف میں شامل کرلیا جو کہ زندگی بھر ہندو دھرم کی بیخ کنی کرتے رہے۔ اور ہندو دھرم کے عقائد ورسوم کا علی الاعلان مذاق اڑاتے رہے۔ ایک طرف تو ہندو دھرم کا ماننا ہے کہ اوتار زمین پر ظاہر و پیدا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ شریفوں کی مصیبت میں حفاظت کر سکے اور بدکاروں کا قلع قمع کر سکے لیکن رام چرتر مانس (राम चरित्रमानस) کے تخلیق کار تلسی داس جی نے رام کو بھی اوتار مانا ہے اور راون (रावण) کو بھی اور ان کے علاوہ پرشورام (परशुराम) کو بھی۔ ایک اوتار رام نے دوسرے اوتار کی بہن کی ناک کٹوادی اور دوسرے اوتار راون (रावण) نے انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے پہلے اوتار کی بیوی کو اغوا کرلیا جس کے نتیجے میں دونوں اوتاروں کے بیچ خطرناک جنگ ہوئی۔ اسی طرح رام اور پرشورام میں بھی خوب جنگ ہوئی۔ مشہور ہندستانی ہندی شاعر (कवि) ومحقق ''رام دھاری سنگھ دنکر'' اس تعلق سے اپنے خیالات واحساسات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ہندوؤں نے ان کو بھی اپنا معبود (पुज्य) اوتار مان لیا جو کسی وقت ہندو دھرم کے خلاف بغاوت کرنے کو اٹھے تھے۔ ہمارے درشنوں (दर्शन) میں ناستک (नास्तिक) درشنوں کی بھی تعداد کافی ہے۔ اور سماج میں ان کا بھی مقام ومرتبہ (आदर व सम्मान) ہے۔ ہمارے قدیم ہندی شاعر (आदि कवि) نے راوڑ کا ذکر کر بھی اکثر مہاتما جیسی صفات کے ساتھ تعظیم سے کیا ہے۔ (121)

اسی طرح مہاتما بدھ (महात्मा बुद्ध) ساری زندگی قدیم ہندو وید کی دھرم کی تباہی اور بربادی پر کمر بستہ اور برہمنوں و ہندو پنڈتوں اور دھرم گروؤں سے برسرِ پیکار رہے لیکن ان کو بھی وشنو (विष्णु) کا اوتار مان لیا۔

اوتاروں کے تعلق سے ایک بات اور قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ عام طور سے ہندوؤں میں یہ بات مشہور ہے کہ صرف وشنو (विष्णु) ہی اوتار لیتے ہیں اور جو بھی اوتار ہوئے ہیں وہ وشنو کا ہی روپ ہیں۔ پرانوں (पुराण) کی روشنی میں یہ سراسر غلط و بے بنیاد بات ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ وشنو (विष्णु) کی طرح دوسرے دیوتاؤں (देवता) کے بھی اوتار ثابت ہیں۔ بھاگوت پران کے مطابق ''واراہ (वाराह) یعنی سور برہما کا اوتار ہے۔ (122) وایو پران (वायु पुराण) میں شو جی (शिव) کے ۲۸ اوتاروں کے نام مذکور ہیں۔ (123) شو پران (शिव पुराण) کی رو سے ہنومان شو کے اوتار تھے۔ (124) وغیرہ وغیرہ۔

وشنو (विष्णु) کے علاوہ دیگر دیوتا وغیرہ بھی اوتار لیتے ہیں اس کی تصدیق و ترجمانی مشہور ہندو محقق و مفکر ''رام دھاری سنگھ دنکر'' کی مایہ ناز تصنیف ''سنسکرتی کے چار ادھیائے'' سے بھی ہوتی ہے۔ دِنکر جی لکھتے ہیں:

''شت پتھ براہمن (शतपथ ब्राहमण) میں لکھا ہے کہ پرجاپتی (ब्रहमा) نے متسیہ، کورم اور واراہ کا اوتار لیا تھا۔ تیتریئے براہمن (तैत्तिरीय ब्राहमण) میں بھی پرجاپتی کے واراہ روپ اختیار کرنے کی کتھا ہے۔ بعد میں جب وشنو (विष्णु) کی افضلیت ثابت ہوگئی تب متسیہ، کورم اور واراہ یہ سبھی اوتار انہیں کے مانے جانے لگے۔ صرف وامن اوتار کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وامن ابتداء سے ہی وشنو کے اوتار مانے جاتے رہے ہیں۔ (125)

آخری دور کا آخری اوتار کلکی

(कलियुग का कल्कि अवतार)

ہندستانی دھرم گرنتھوں یعنی پرانوں (पुराण) میں لوگوں کی فلاح و بہبود اور ہدایت و نصیحت اور مذہب حق (सत्य धर्म) کی نشر و اشاعت کے لئے اس دنیائے آب و گل میں جہاں ۲۴

اوتاروں کی آمد کو یقینی بتایا گیا ہے۔ وہاں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مذکورہ ۲۴ اوتار ورا جمان ہو چکے ہیں۔ مہاتما بدھ تک ۲۳ اوتاروں کی آمد تو سبھی کو تسلیم ہے لیکن ۲۴ ویں اوتار کلکی (कल्कि) کے بارے میں بعض ہندو محققین (विद्वान) کا یہ خیال ہے کہ ان کی آمد ابھی باقی ہے۔ لیکن اکثر ہندو محققین و مفکرین اس طرف گئے ہیں کہ کلکی اوتار ہو چکے ہیں۔ پرانڑ (पुराण) کہ جن کے اندر اوتار واد پر تفصیلی بیان ہے ان میں بعض پرانڑوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کلکی اوتار ورا جمان ہو چکے ہیں۔ چنانچہ وایو پران (वायु पराण) میں مذکور ہے:

कल्कि विष्णुयशा नाम पराशर्यः प्रतापवान।

दशमो भाव्यः संभूतो याज्ञवल्क्यपुरस्सरः।।(126)

مذکورہ بالا اشلوک کا ترجمہ ڈاکٹر کنور لال نے اس طرح کیا ہے:

کلیگ (कलियुग) کے آخر میں وشنو کا دسواں اوتار کلکی وشنو یشا (विष्णुयशा) کے نام سے ہوا۔ جو پراشر (पराशर) گوتریئے (خاندانی) براھمن (ब्राहमण) تھے۔ (127)

مختصر یہ کہ ہندستانی دھرم گرنتھوں میں وقت یا زمانے کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) ست یگ (सत्ययुग) یا کرت یگ (कृतयुग) (۲) تریتا یگ (त्रेतायुग) (۳) دواپر یگ (द्वापरयुग) (۴) کلیگ (कलियुग)۔ ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق مذکورہ بالا چاروں یگوں میں مختلف اوتار ورا جمان ہوئے ہیں لیکن کلیگ (कलियुग) میں جس اوتار کے ہونے کی خبر دی گئی ہے اس کا نام پرانڑوں نے کلکی (कल्कि) بیان کیا ہے۔ کلکی کا مطلب ہے کلیگ یعنی آخری یگ (دور) کا آخری اوتار۔

پرانڑوں میں کلیگ کے اوتار "کلکی" کے نام کے ذکر کے ساتھ اس کی کچھ خصوصیات و علامات بھی بیان کی گئی ہیں مہان ہندو عالموں (विद्वान)، دھرم شاستروں آچاریوں (धर्मशास्त्राचार्यों) کی تحقیق کے مطابق وہ تمام صفات و خصوصیات انسانی دنیا میں جس شخصیت پر صادق آتی ہیں وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ پرانڑوں میں کلکی اوتار کی جو علامات و صفات درج کی گئی ہیں اجمالی طور پر مع حوالہ جات ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

کلکی اوتار اور محمد ﷺ

ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق کلگیگ (कलियुग) کی کل مدت چار لاکھ بتیس ہزار (4,32,000) انسانی سال ہے۔ اور تین ہزار ایک سو دو سال (3102) قبل مسیح کی 13 فروری کو اس کی شروعات ہوئی۔ (128)

ہندو دھرم کے مطابق ''کلکی'' کو کلیگ یعنی آخری دور کا آخری اوتار مانا گیا ہے۔ اور دین اسلام کے موافق پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی آخری زمانے کے آخری پیغمبر و رسول ہیں (129) نیز کلکی کا مطلب ہے دنیا کو اس کے دشمنوں سے نجات دلانے والا اور گنہگاروں و بدکاروں کا سدّ باب کرنے والا۔ (130) اور اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ ۲۳ سال کے مختصر سے وقت میں آپ نے اپنی ہدایت و تعلیم سے عرب کے مشہور رہزنوں و بدکاروں اور گنہگاروں کو رہبر و نیکوکار بنا دیا۔ اور دنیا کو ایسا بے خوف اور پاک و صاف معاشرہ و سماج دیا کہ لوگ آج بھی جس کی مثال پیش کیا کرتے ہیں۔ اس بات کی ترجمانی و تصدیق مختلف ہندو محققین و مفکرین حسب ذیل انداز میں کرتے ہیں۔

ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے لکھتے ہیں:

''کلکی''لفظ کا معنیٰ'शब्द कल्पतरू'اور'वाचस्पत्यम'میں انار کا پھل کھانے والا اور کلنک (पाप) کو دھونے والا کہا گیا ہے۔ پیغمبر اسلام بھی انار اور کھجور کا پھل کھاتے تھے اور انہوں نے قدیم زمانے میں'अगत मिश्रण'(شرک) اور'नास्तिकता'(کفر) کو دھو دیا۔ (131)

یہی وید پرکاش جی اپنے تحقیقی مقالے ''کلکی اوتار'' کے خلاصہ میں لکھتے ہیں کہ ''کلکی اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں جو شاندار مطابقت مجھے ملی اس کو دیکھ کر یہ تعجب ہوتا ہے کہ جس کلکی کے انتظار میں ہندستانی بیٹھے ہیں وہ ہو گئے اور وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (132)

مشہور دھرم شاستر آچاریہ پنڈت شری رام شرما کہتے ہیں:

''جو اسلام قبول نہ کرے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے دھرم کو نہ

مانے وہ ہندو بھی نہیں ہے اس لئے کہ ہندوؤں کے دھرم گرنتھوں میں کلکی اوتار اور رنراشنس کے اس زمین پر آجانے کے بعد ان کو اور ان کا دھرم ماننے کو کہا گیا ہے۔تو جو بھی ہندو اپنے دھرم گرنتھوں میں اعتقاد رکھتا ہوا اس کو تسلیم کئے بغیر مرنے کے بعد کی زندگی میں نرک (جہنم) کی آگ ،وہاں ایشور کے درشن سے محروم اور اس کے غیض وغضب کا مستحق ہوگا۔(133)

ڈاکٹر ایم۔اے شری واستو بیان کرتے ہیں:

''کلکی'' کو آخری زمانے کا آخری اوتار پرانڑوں میں ذکر کیا گیا ہے۔اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اعلان کیا تھا کہ میں آخری پیغمبر ہوں۔(134)

شریمتی کماری رنجنا مشرا ایم۔اے سنسکرت لکھتی ہیں کہ:

''بائبل اور ویدوں میں محمد ﷺ کا ذکر آیا ہی ہے،ساتھ ہی ساتھ پرانڑوں میں بھی کلکی نام سے ذکر آیا ہے۔ پرانڑوں کے کلکی اور پیغمبر اسلام ایک ہی تھے۔(135)

مندرجہ بالا ہندو محققین ومفکرین کے علاوہ اور بھی دیگر اہل علم ودانش نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہی کلکی اوتار تسلیم کیا ہے۔اختصار کے پیش نظر انہیں چند حوالہ جات پر اکتفاء کیا جارہا ہے۔

کلکی اوتار کی تعارفی خصوصیات وعلامات

پرانڑوں میں کلکی اوتار کی بہت سی خصوصیات وعلامات ذکر کی گئی ہیں جن کو بالتفصیل بیان کرنے کے لئے ایک علیحدہ مستقل مقالہ کی ضرورت ہے۔بہر حال بعض چنیدہ ومشہور نشانیوں کا تذکرہ ہم یہاں کررہے ہیں جن سے قارئین بخوبی اندازہ لگالیں گے کہ کلکی اوتار در حقیقت کون ہوسکتا ہے؟

(الف) کلکی اوتار کہاں ہوگا؟

(ب) ان کے باپ کا نام کیا ہوگا؟

کلکی اوتار کہاں ہوگا،اور اس کے باپ کا نام کیا ہوگا؟ان سوالات کا جواب دیتے ہوئے بھاگوت پران (भागवत पुराण) میں کہا گیا ہے کہ:

शम्भल ग्राममुख्यस्य ब्राहम्णस्य महात्मनः ।

भवने विष्णु यशसःकल्कि प्रादुर्भविष्यतिः ।।(136)

(شنبھل استھان (शम्भल स्थान) کے خاص پجاری وشنو یش (विष्णु यश) کے یہاں کلکی کا جنم ہوگا۔)

بھاگوت پران کے علاوہ کلکی پران (कल्कि) کہ جس کا نام ہی کلکی اوتار کے نام پر ہے اور جس میں کلکی سے متعلق بالتفصیل روشنی ڈالی گئی ہے اور کلکی کے حالات وصفات کا مکمل خاکہ پیش کیا گیا ہے وہ بھی اسی بات کی ترجمانی کرتا ہے اور کہتا ہے:

शम्भले विष्णुयशसो ग्रहे प्रादुर्भवाम्यहम् ।(137)

(شنبھل گرام کے خاص پجاری (प्रधान पुरोहित) وشنو یش کے یہاں کلکی پیدا ہوں گے۔)

مذکورہ بالا دونوں اشلوکوں میں آخری اوتار ''کلکی'' کا جنم استھان شنبھل گرام بتایا گیا ہے بلکہ ان کے علاوہ اور بھی جتنے پرانڑ ہیں ان میں بھی کلکی اوتار کی جائے پیدائش شنبھل ہی بتائی گئی ہے۔من جملہ یہ کہ یہ تو بالاتفاق ثابت ہے کہ کلکی کا مقام پیدائش شنبھل گرام ہوگا لیکن صرف 'शम्भल ग्राम' کے نام سے بات سمجھ میں نہیں آتی جب تک کہ اس کی پوری تشریح وتوضیح نہ ہو۔اس لئے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ شنبھل گرام (स्थान) کا نام ہے یا کسی گرام کا وصف۔

مذکورہ موضوع پر تحقیق کرنے کے بعد سنسکرت کے مہان وِدْوان (عالم) ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے لکھتے ہیں:

''شنبھل (शम्भल) کسی گرام (مقام) کا نام نہیں ہوسکتا کیوں کہ اگر صرف کسی خاص مقام (گرام) کو ''شنبھل'' نام دیا گیا ہوتا تو اس کی حالت بھی بتائی گئی ہوتی۔ ہندستان میں تلاش کرنے پر اگر کوئی شنبھل نامی مقام (ग्राम) ملتا ہے تو وہاں آج سے چودہ سو سال قبل کوئی مرد کامل ایسا پیدا نہیں ہوا جو لوگوں کا نجات دہندہ ہو پھر آخری اوتار کوئی کھیل تو نہیں ہے کہ اوتار ہو جائے اور سماج میں تبدیلی بھی نہ ہو اس لئے شنبھل لفظ کو صفت مان کر اس کی صوری ومعنوی تحقیق وتخریج پر غور کرنا ضروری ہے۔

ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے اس کی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) شنبھل لفظ 'شم' (शम–शान्त करना) مصدر سے بنا ہے۔یعنی جس مقام میں شانتی (शान्ति) ملے یعنی شانتی (امن) کا گھر۔(۲) سم: सम् उपसर्ग पुर्वक 'व्' धातु

(मसदर) में अप प्रत्यः के संयोग से निष्पन शब्द संवर हुआ। वबयोरभेदःऔर रल

योरभेदःके सिद्धान्त से'शम्भल' शब्द की निष्पत्ति हुई जिसका अर्थ हुआ :

جولوگوں کواپنی طرف کھینچتا ہے یا جس کے ذریعے کسی کو چنا جاتا ہے۔

(۳) شمبھر : शम्भर शब्द की निघण्टु(1-12-88)मे उदक–नामों के पाठ

हैं'र' और 'ल' मे अभेद होने के कारण शम्भल का अर्थ होगा:-

''پانی سے قریب مقام (जल का समीपवर्ती स्थान)۔اس طرح شنبھل لفظ کی مذکورہ تشریح کی روشنی میں نتیجہ نکالتے ہوئے''اپادھیائے جی'' لکھتے ہیں کہ انتم (अंतिम) اوتار کے مقام کے بارے میں صرف اتنا ہی قابل غور ہے کہ وہ مقام (स्थान) جس کے آس پاس پانی ہو اور وہ مقام دلکش اور شانتی (امن) والا ہو۔اوتار کی زمین پاک ہوتی ہے اس لئے اس مقام میں بھی پاکی ہونی چاہیے اور ظلم وتشدد (हिंसा) نہیں ہونی چاہیے۔ساتھ ہی ساتھ وہ مقام ایک زیارت گاہ (तीर्थ) ہونا چاہیے یعنی لوگوں کا مذہبی مقدس مقام (धार्मिक स्थान) ہونا چاہیے۔(138)

انتم (अन्तिम) اوتار کلکی کے مقام پیدائش کے بارے میں جتنی خصوصیات ماقبل بیان کی گئی ہیں وہ جملہ نشانیاں مکمل طور سے پیغمبر اسلام کے مقام پیدائش (जन्म स्थान) پر صادق آتی ہیں۔

(۱) شنبھل کا معنی ہے شانتی کا استھان یعنی امن کا مقام اور پیغمبر اسلام کے جنم استھان مکہ شہر کو بھی دین اسلام کی آسمانی مقدس کتاب قرآن پاک اور حدیث شریف میں ''دار الامن'' یعنی شانتی کا گھر اور 'بلد الامین' یعنی شانتی کا نگر کہا گیا ہے۔(139)

(۲) شنبھل کا دوسرا معنی ہے وہ مقام جو اپنی طرف لوگوں کو کھینچتا اور مائل کرتا ہو اور ''مکہ'' بھی ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے جو اپنی دلکش طاقت سے لوگوں کو اپنی جانب کھینچ لے۔(140) اسی وجہ سے یہاں ہر وقت طواف وزیارت کرنے اور حج کرنے والوں کا جم غفیر رہتا ہے۔اور کعبہ شریف ہر گھڑی کثیر زائرین سے آباد رہتا ہے۔اور اس شہر کے گلی کوچے ومکان معمور رہتے ہیں۔(141)

(۳) شنبھل کا تیسرا معنی ہے پانی سے قریب مقام (जल का समीपवर्ती स्थान)

اور مکہ شریف کے بارے میں بھی ''تفسیر قرآن اور عظیم اسلامی محقق ومؤرخ بیان کرتے ہیں کہ:
''مکہ شہر'' زمین کے وسط میں واقع ہے اور دنیا بھر کی ندیوں چشموں کا مخرج (उदगम) یا مرکز بھی ہے اس طرح دنیا کی تمام زمین مکہ شریف کے پانی سے مستفید ہو رہی ہے۔ (142)

اسلامی مرکز'' مکہ شہر'' کی تاریخ وجغرافیئے کے مطابق پانی کے اوپر سب سے پہلے ظاہر ہونے والا مقدس مقام جس کو باقی زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل اللہ رب العالمین نے وجود بخشا وہ مکہ ہی کی زمین ہے۔ جو پانی کے اوپر سفید جھاگ کے مانند تھی پھر اسی کے نیچے سے اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کا فرش بچھایا اور اس کو پھیلا کر چاروں سمت ساری دنیا میں پھیلایا۔

اس کے علاوہ اسی مکہ شہر میں دو ہزار عیسیٰ قبل (2000BC) حضرت اسمٰعیل پیغمبر کے مبارک قدموں کی رگڑ سے ایک خدائی چشمہ پیدا ہوا جو اسلامی تاریخ میں زم زم کے نام سے مشہور ہے۔ اور ہزاروں سال قبل سے ہر سال عالم انسانی کے ہر ملک اور ہر شہر کے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں جب حج وعمرہ کرنے آتے ہیں اور اس موقع پر چالیس، پچاس دن قیام کرتے ہیں تو کھانے پینے اور وضو وغیرہ میں یہی زم زم کا پانی استعمال کرتے ہیں اور واپسی پر ۱۰، ۲۰ لیٹر پانی تبرکاً ہر ایک شخص ضرور لے جاتا ہے اور دوست واحباب واقربا میں تقسیم کرتا ہے اور اس طرح ساری دنیا کے لوگ مکہ شریف کے پانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ پانی کا ایسا قریب والا مقام (जलसमीपवर्ती स्थान) کہ جس سے ساری دنیا فائدہ اٹھا رہی ہو اور بے مثال ہو وہ ''مکہ'' ہی ہے۔

(۴) کلکی اوتار کا جنم استھان ''شمبھل بتایا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا جنم استھان (जन्म स्थान) پاک ہونا چاہیے۔ اور پیغمبر اسلام کا جنم استھان'' مکہ شریف'' بھی انتہائی پاک وطیب ہے۔ اس کی پاکی کی خداوند قدوس نے قرآن پاک میں قسم کھائی ہے۔ لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ یعنی مجھے اس شہر (مکہ مکرمہ) پاک کی قسم (143) پاک اور مقدس ہونے کے سبب ہی مکہ کا ایک نام طیبہ اور حرام یعنی پاک اور مقدس بھی ہے (144)

(۵) کلکی اوتار کے جنم استھان کے بارے میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ وہ زیارت گاہ (तीर्थ स्थान) ہونا چاہیے اور ہر ہوش مند انسان بخوبی جانتا ہے کہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا سب

سے بڑا مقدس مقام اور سب سے اعلیٰ زیارت گاہ مکہ میں ہے جہاں ہر سال بلکہ ہر ہفتے و ہر مہینے لاکھوں لوگ حج وعمرہ کرنے آتے رہتے ہیں۔

(۶) کلکی اوتار کا جنم استھان ظلم وتشدد (हिंसा) اور عداوت ودشمنی سے پاک ہونا چاہیے یہ بھی کلکی اوتار کے تعلق سے کہا گیا ہے اور مکہ مکرمہ بھی ایسا مقام ہے کہ حدیث شریف اور اسلامی تاریخ کے مطابق مکہ کی زمین دو حصوں میں تقسیم ہے۔ایک حصہ کی زمین کو ''حل'' کہا جاتا ہے اور دوسرے علاقہ کی زمین کو ''حرم''۔ ''حل'' مکہ شہر کا وہ علاقہ ہے جہاں شکار کرنا یا اپنے قاتل اور دشمن پر حملہ کرنا شریعت محمدی کی رو سے حلال وجائز ہے۔اور ''حرم'' وہ علاقہ ہے جہاں کسی جانور کا شکار کرنا یا مارنا، دشمن پر حملہ کرنا چاہے وہ قاتل اور دشمن ہی کیوں نہ ہونا جائز وحرام ہے۔یہی وجہ ہے کہ انسان تو انسان جانور اور پرند بھی اس علاقہ میں بے خوف وخطر ایک ساتھ محبت کے ساتھ گھومتے دکھائی دیتے ہیں۔غالباً اسی وجہ سے اس کا نام حاطمہ بھی ہے یعنی ظالم اور دشمن کو تباہ وبرباد کرنے یا نکال دینے والا شہر۔(145)

مختصر یہ کہ پیغمبر اسلام بھی اس مقام میں پیدا ہوئے جو مکہ شہر کا حرم یعنی ظلم وستم اور دشمنی سے پاک علاقہ ہے اور جو ہمیشہ سے مقدس ومعزز رہا ہے۔

پیش کردہ حوالہ جات ودلائل کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ پرانڑوں میں کلکی اوتار کے جنم استھان کے بارے میں جو شنبھل گرام کی خبر دی گئی ہے اور دیگر خصوصیات بیان کی گئیں ہیں وہ مکہ شہر ہے اور کلکی پیغمبر اسلام ہی ہیں۔

کلکی اوتار کے ماں باپ کا نام

بھاگوت پران (भागवत पुराण) اور کلکی پران (कल्कि पुराण) کے جن اشلوکوں میں کلکی اوتار کا جنم استھان (जन्म स्थान) شنبھل ذکر کیا گیا ہے۔انہیں اشلوکوں میں ان کے باپ کا نام بھی بیان کیا گیا ہے اور کچھ اشلوکوں میں باپ کے ساتھ ماں کا نام بھی ذکر کیا گیا ہے۔

کلکی اوتار کے باپ کا نام ذکر کرتے ہوئے بھاگوت پران میں کہا گیا ہے:

शम्भल ग्राम मुख्यस्य ब्राहमणस्य महात्मनः।

भवने विष्णु यशसः कल्कि प्रादुर्भविष्यति।।(146)

(شنبھل کے خاص پجاری وشنویش (विष्णुयश) کے مکان میں کلکی اوتار کا جنم ہوگا۔)

کلکی پران (कल्कि पुराण) میں اسی بات کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

शम्भले विष्णु यशसो ग्रहे प्रादुर्भवाम्यहम् ।(147)

(شنبھل گرام (مکہ) کے خاص پجاری (प्रधान प्रोहित) وشنو یش کے یہاں کلکی جنم لیں گے۔)

مندرجہ بالا دونوں اشلوکوں میں کلکی کے والد (पिता) کا نام وشنویش (विष्णु यश) بتایا گیا ہے وشنویش مرکب ہے جو وشنو اور یش سے ملکر بنا ہے۔ وشنو کا معنی ہے ایشور یا اللہ یا پرورش وتربیت کرنے والا یعنی رب اور یش کا معنی ہے بندہ۔ اس طرح وشنویش کا معنی ہوا ''ایشور کا بندہ یا اللہ کا بندہ اور یہی معنی پیغمبر اسلام کے والد محترم (श्री पिता) کے نام ''عبداللہ'' کا ہے۔ وشنویش کی طرح عبداللہ بھی مرکب ہے جو دو لفظ ایک عبد اور دوسرے اللہ کے وصل سے وجود میں آیا ہے۔ 'عبد' کا معنی ہے بندہ یا یش (यश) اور اللہ کا معنی ہندی یا سنسکرت میں ہے ایشور، اس طرح ہندی میں عبداللہ کا معنیٰ ہوا ایشور کا بندہ اور سنسکرت میں وشنویش (विष्णु–यश)۔

ڈاکٹر ایم اے شری واستو لکھتے ہیں ''وشنویش کلکی کے باپ (पिता) کا نام ہے جبکہ پیغمبر اسلام کے والد کا نام عبد اللہ تھا۔ جو معنی وشنویش کا ہوتا ہے وہی عبد اللہ کا ہے۔ وشنو یعنی اللہ اور یش یعنی بندہ یعنی اللہ کا بندہ، عبداللہ (148)

آچاریہ ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے لکھتے ہیں ''پیغمبر اسلام کے والد کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ کا معنی ہے اللہ یعنی وشنو کا بندہ۔ (149)

قدیم ہندستانی دھرم گرنتھ پرانڑوں میں کلکی اوتار کے باپ کا نام ہی ذکر نہیں کیا گیا ہے بلکہ ماں کا نام بھی بیان کیا گیا ہے۔ کلکی کی ماں کا ذکر کرتے ہوئے پران میں کہا گیا ہے:

सुमत्यां विष्णु यशसा गर्भ माधत्त वैष्णवम ।(150)

(کلکی اوتار کی ماں کا نام سُمتی یا سوموتی (सुमति–सोमवती) ہوگا اور ان کے باپ وشنویش ان کے جنم سے پہلے دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ کلکی۔ پران میں دوسرے مقام پر کہا گیا ہے کہ:

सम्भले विष्णु यशसो, ग्रहे प्रादुर्भवाम्यहम्।

सुमत्यांमातीर विभो! पत्नीयां त्वन्निर्दशतः।।(151)

(کلکی شنبھل گرام کے مہان پجاری وشنو یش کے یہاں ان کی بیوی سمتی یا سوموتی (सुमति–सोमवती) کے حمل (गर्भ) سے پیدا ہوں گے۔)

مذکورہ بالا دونوں اشلوکوں میں کلکی کی ماں کا نام سُمتیاں (सुमत्यां) یعنی سوموتی بتایا گیا ہے۔ سُمتی یا سوموتی کا معنی ہے ''شانتی والی، امن والی'' اور یہی معنی پیغمبر اسلام کی ماں کے نام ''آمنہ'' کا ہے۔ آمنہ یعنی امن والی، شانتی والی۔

ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے اور ڈاکٹر ایم اے شریواستو بیان کرتے ہیں ''کلکی کی ماں کا نام کلکی پران میں سمتی آیا ہوا ہے جس کا مفہوم ہے شانتی اور منن شیل (मननशील) عادت والی۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ماں کا نام بھی 'آمنہ' تھا جس کا معنی ہوتا ہے شانتی والی (152)

ذکر کردہ اول اشلوک (श्लोक) میں یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ ان کے والد محترم ان کے پیدا ہونے سے قبل ہی اس عالم فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت فرما جائیں گے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ بھی آپ کے دنیا میں تشریف لانے سے ٦ ماہ قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔

سوامی لکشمن پرساد (स्वामी लक्ष्मण प्रसाद) لکھتے ہیں کہ ''حضرت آمنہ کے شوہر حضرت عبداللہ ان دنوں میں ہی خلد آشیانی ہو گئے تھے جب کہ پیغمبر اسلام ان کے مبارک شکم میں جلوہ فرما تھے۔ (153)

جناب لالہ رگھوناتھ سہائے اس سلسلے میں رقم طراز ہیں کہ: ''۵۷۱ء کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیداء ہوئے مگر افسوس کے ان کے والد محترم ان کے جنم سے کئی ماہ پہلے ہی ۲۴ سال کی عمر میں اس دنیا سے کوچ فرما گئے تھے۔ (154)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ پرانوں (पुराण) میں مذکور کلکی اوتار کے باپ وشنو یش اور ماں سمتیاں (सुमत्यां) سے کوئی اور نہیں بلکہ پیغمبر اسلام کے والد محترم حضرت عبداللہ اور والدہ حضرت آمنہ ہی مراد ہیں۔ پرانوں میں آپ کے عربی نام عبداللہ اور آمنہ کا نام ذکر نہ کر کے ان

کے مقام پر سنسکرت میں ان کے ترجمانی ومعنوی نام وشنویش اور سوموتی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کیوں کہ سنسکرت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اکثر وبیشتر معنوی ناموں کو اہمیت دیا کرتی ہے۔

پیش کردہ اشلوکوں میں کلکی کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ عظیم خاص پجاری (प्रमुख प्रोहित) کے یہاں جنم لیں گے۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ پیغمبر اسلام نے بھی عرب وعجم بلکہ ساری دنیائے انسانیت کے سب سے اعلیٰ اور افضل اور مقدس عبادت گاہ کعبہ شریف وبیت اللہ کے خاص پجاری کے یہاں جنم لیا۔ کیوں کہ ایک عرصہ دراز سے خانہ کعبہ وبیت اللہ شریف کے مذہبی انتظام وانصرام کی ذمہ داری کا شرف آپ کے آباء واجداد کو ہی حاصل تھا۔

کلکی اوتار کب ہوگا؟

ویدک نراشنس (वैदिक नराशंस) کے بارے میں ویدوں میں تو صرف اتنا ہی اشارہ دیا گیا تھا کہ ''نراشنس' '(नराशंस) یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت ہوں گے جب کہ اونٹ سواری کی شکل میں استعمال ہوں۔ لیکن پران (पुराण) جو کہ ویدوں کی تفسیر اور تشریح (टीका) مانے جاتے ہیں ان میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ویدوں کے نراشنس اور پرانوں کے کلکی یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس سنہ وکس تاریخ کو پیدا ہوں گے۔

سنگرام پران (संग्राम पुराण) میں وید ویاس (व्यास) جی کے ذریعے کی گئی پیشن گوئی کا منظوم ہندی ترجمہ کرتے ہوئے مہان کوی سوامی تلسی داس جی کہتے ہیں کہ:

यहाँ न पक्षपात कछु राख हुँ
वेद पुराण संतमत भाखहुं।।
संवत विकम होऊ उनड॰गा।
महा कोक नस चतुर्पतड॰गा।।
देश अरब भरक लता सुहाई।
सवितल भूम गति सुनो धधराई।।
राजनीति भवप्रीति दिखावे।
आपन मत सबका समझावे।।
सुरन चतुसुदर सत्चारी।
तिनको वंश भयो अति भारी।।

तब तक सुन्दर मद्दि कोया।।
बिना महामद पार न होया।।
तबसे मानहु जन्तु भिखारी।
समरथ नाम एहि व्रत धारी।।
बिन आचार-विचार वहींसा।
भजे नाम मरमने कलीसा।।
हर सुन्दर निर्माण न होई।
तुलसी वचन सत्य सच होई।। (155)

(ہمارے رسول، ص:۵۹۱، ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ)

پنڈت دھرم ویرا پادھیائے (पण्डित धर्मवीर उपाध्याय) نے مذکورہ بالا اشلوکوں کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: ''تلسی داس کہتے ہیں کہ میں نے یہاں کسی طرح کی طرفداری یا ناانصافی نہ کرتے ہوئے سنتوں، ویدوں اور پرانوں کے نظریئے (मत) کو کہا ہے۔ ساتویں بکرمی صدی میں سورج کی روشنی کے مثل اس کی پیدائش سے چاروں سمت اجالا ہوگا۔ راج کرنے میں جیسے حالات ہوں گے، محبت سے یا سختی سے وہ اپنا نظریہ (मत) سبھی کو سمجھائے گا۔ اس کے ساتھ چار خاص معاون ومددگار (सहयोगी) ہوں گے۔ جن کے تعاون سے اس کے پیروکاروں کی تعداد کافی زیادہ ہو جائے گی۔ جب تک شیریں کلام (सुन्दर वाणी) یعنی قرآن پاک زمین پر رہے گا محامد (महामद) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر انسان کو نجات وکامیابی نہیں ملے گی۔ انسان، بھکاری، کیڑے، مکوڑے اور جانور اس ورت دھاری (व्रत–धारी) کا نام لیتے ہی ایشور (خدا) کے بھگت ہو جائیں گے۔

देश अरब भरक लता सुहाई।
सविथल भूम गत सुनो घघराई।।
बिन अचार विचार वहींसा।
भजे नाम मरमने कलीसा।।

عرب دیش جس کی لتا (خوبصورتی) بھرک ستارے یعنی شکر کی لتا ہے پچھم میں خوشی کی اور اچھی زمین ہے اس میں وہ پیدا ہوں گے۔ بھید بھاؤ، چھوت چھات چھوڑ کر جو ان کا نام

بچے گا اس کے سب دکھ ختم ہو جائیں گے۔ پھر اس کی طرح کا کوئی پیدا نہ ہوگا تلسی داس جی کہتے ہیں کہ یہ قول حق ہے جو سچ ثابت ہو کر رہے گا۔ (156)

مذکورہ بالا منظوم ہندی اشعار میں تلسی داس جی نے انتم اوتار کلکی یعنی **محامد** (महामद) کا جنم ساتویں بکرمی صدی (विक्रमी शती) میں بتایا ہے اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بھی جس وقت پیدا ہوئے بکرمی سنہ (संवत विक्रम) کی ساتویں صدی یعنی ۶۲۸ بکرمی تھی۔ پیغمبر اسلام سنہ عیسوی کے اعتبار سے ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے اور علماء تاریخ وتقویم کا یہ قاعدہ ہے کہ سنہ عیسوی میں ۵۷ سال جوڑ دینے سے بکرمی سنہ نکل آتی ہے مثلاً ۵۷۱ + ۵۷ = ۶۲۸۔

پیغمبر اسلام کی پیدائش کے وقت دنیا میں رائج دیگر تاریخیں وصدیاں کیا تھیں اس کو جاننے کے لئے حسب ذیل نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔
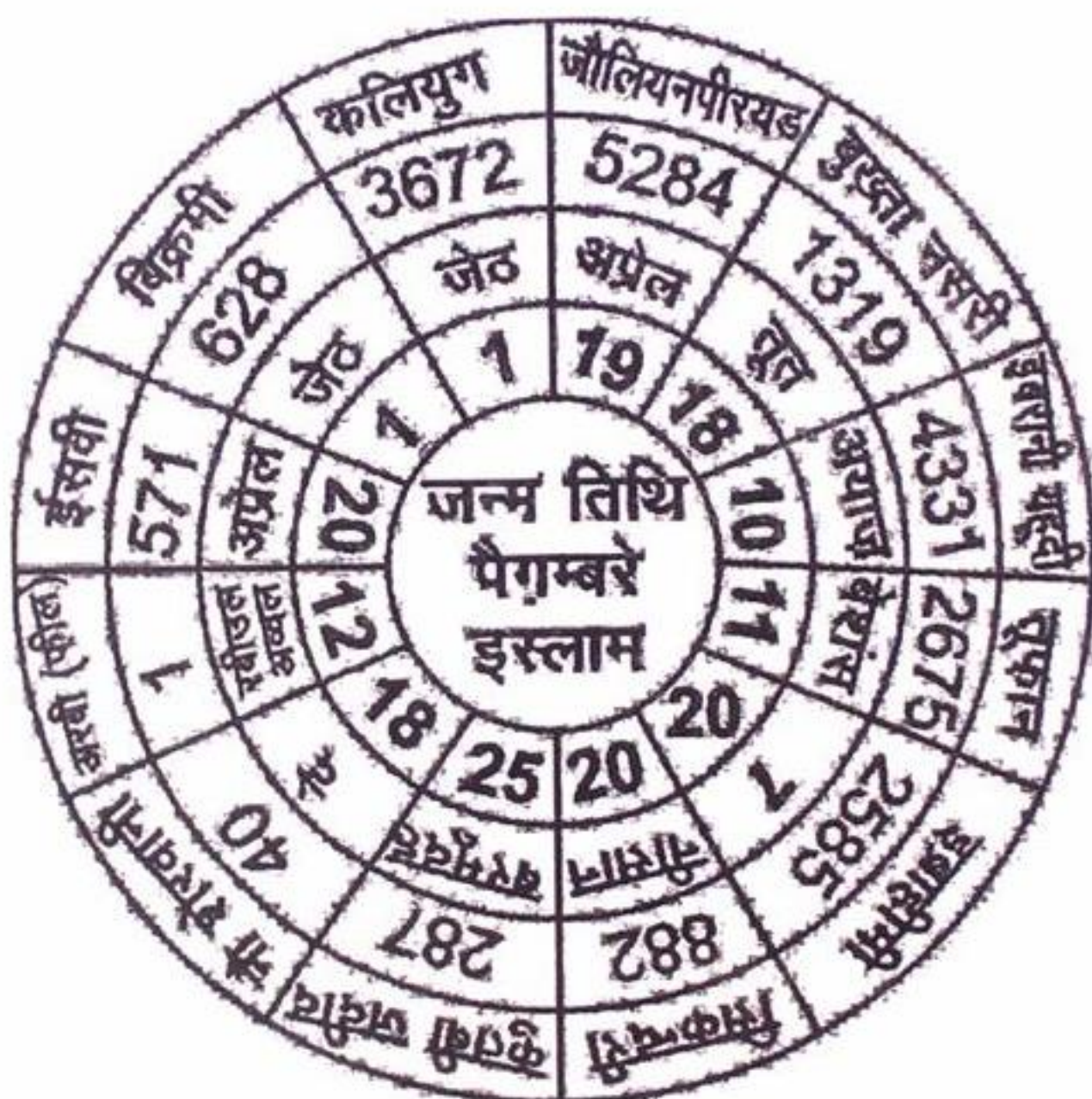
مختصر یہ کہ آخری اوتار کلکی کی پیدائش کے بارے میں سنگرام پران میں ساتویں صدی بکری کی خبر دی گئی ہے۔ نام محامد (महामद) بتایا گیا ہے جو کہ دراصل محمد کا ہی بدلا ہوا روپ ہے۔ اور مقام کا نام ملک عرب بیان کیا گیا ہے لیکن کلکی پران (कल्कि पुराण) کہ جس میں بالتفصیل کلکی اوتار کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں تاریخ پیدائش (जन्मतिथि) اور موسم و مہینے کا بھی اظہار کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ کلکی پران میں ہے:

द्वादश्यां शुक्ल पक्षस्य माधवे मासि माधवम्।

जातो दद्दशतु:पुत्रं पित्रो ह्रष्टमानसौ।।(157)

(جس کے جنم لینے سے انسانیت (मानवता) کا بھلا ہوگا اس کا جنم مدھو ماس (मधुमास) کے شکل پکچھ (शुक्ल पक्ष) اور ربیع فصل میں چاند کی بارہویں تاریخ کو ہوگا۔)

خیال رہے کہ ہندستانی تاریخ میں مہینے کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے (۱) شکل پکچھ (शुक्ल पक्ष) (۲) کرشن پکچھ (कृष्ण पक्ष)۔ شکل پکچھ کا مفہوم ہے چاند کے مہینے کا اجالے یا روشنی والا حصہ (158) یعنی شکل پکچھ مہینے کے اجالے والے حصے یعنی شروع کے پندرہ دنوں کو کہا جاتا ہے جس میں چاند کی روشنی بڑھتی رہتی ہے۔ اور کرشن پکچھ کا مطلب ہے کہ چاند کے مہینے کا کالا حصہ (159) یعنی کرشن پکچھ مہینے کے اندھیرے والے حصے اور آخر کے پندرہ دنوں کو کہا جاتا ہے کہ جس میں چاند کی روشنی دھیرے دھیرے گھٹتی ہے اور سیاہی بڑھتی ہے۔

اس طرح کلکی پران کے مذکورہ اشلوک میں آخری اوتار کلکی کی تاریخ پیدائش شکل پکچھ یعنی چاند کی دوادشی (द्वादशी) یعنی بارہویں تاریخ بتائی گئی ہے اور آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی چاند یعنی شکل پکچھ کی بارہویں تاریخ کو پیدا ہوئے۔

اب رہا یہ سوال کہ کس موسم اور کس ماہ میں پیدا ہوئے؟

تو مذکورہ اشلوک میں ذکر کیا گیا ہے کہ ''माधवे मासी माधवम'' اس جملے میں ''माधवे मासी اور मधुमास'' کا معنی ہے بہار اور ہریالی یا خوشی کا مہینہ ''بیساکھ'' (बैसाख) اور 'माधवम' کا معنی ہے بہار کا موسم (160) (बसन्त ऋतु) مطلب یہ ہوا کہ کلکی بہار کے مہینے میں اور بہار کے موسم میں پیدا ہوں گے۔ اور پیغمبر اسلام اسلامی عربی مہینے 'ربیع الاول' میں بہار کے

موسم (बसन्त ऋतु) میں ہی چاند کی بارہویں تاریخ کو پیدا ہوئے۔ (161) اور ربیع الاول کا بھی ٹھیک وہی معنی ہے جو 'माधव मास' کا ہے۔ ربیع الاول عربی لفظ ہے جو دو لفظوں سے مل کر بنا ہے ایک ربیع اور دوسرے اول۔ ربیع کا معنی ہے بہار کا موسم (162) (बसन्त ऋतु) اور یہ ربیع الاول ایسا لفظ ہے جو اردو اور ہندی میں بھی اکثر استعمال ہوتا ہے ایک خاص فصل والے موسم کے لئے۔ اور اول کا معنی ہے پہلی (प्रथम) اس طرح معنی ہوا پہلی بہار کا موسم (प्रथम बसन्त ऋतु)۔

ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے لکھتے ہیں کہ کلکی پران میں کلکی کے جنم کی تاریخ کے بارے میں لکھا ہے کہ مادھو ماس میں شکل پکچھ دوادشی کو ان کا جنم ہوگا۔ (163)

ڈاکٹر ایم۔ اے شریواستو لکھتے ہیں کہ "ربیع الاول کا معنی ہوتا ہے مدھو ماس (मधुमास) یعنی خوشی کا مہینہ۔ (164)

مناسب ہوگا کہ یہاں اس حقیقت کا بھی اظہار کر دیا جائے کہ ہندستانی ہندی مہینوں میں چیت (चै त) اور بیساکھ (बै साख) کے مہینوں کو ربیع یعنی "माधव मास" کہا جاتا ہے لیکن عرب جیسے بعض دیگر ریگستانی ملکوں میں بیساکھ اور جیٹھ (जे ठ) کے مہینوں کو ربیع یا موسم بہار (बसन्त ऋतु) کہا جاتا ہے۔ (165) اور پیغمبر اسلام بھی ہندی مہینوں کے حساب سے جیٹھ کی پہلی تاریخ کو ۶۲۸ بکرمی میں پیدا ہوئے جو کہ عرب دیش کے مطابق بہار اور بسنت رتو (बसन्त ऋतु) والا مہینہ ہے۔

کلکی اوتار کی دیگر خصوصیات وصفات اور محمد ﷺ

قدیم ہندستانی پرانوں میں کلکی اوتار کی تاریخ وسن پیدائش، مقام پیدائش اور ماں باپ کے ناموں کے ذکر کے علاوہ کچھ اور بھی خصوصیات وصفات بیان کی گئی ہیں جو ہندو دھرم گرنتھوں کے عالموں اور پنڈتوں کی تحقیق کے مطابق پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صحیح ثابت ہوتی ہیں۔ اور پھر ہندستانی تاریخ سے یہ بھی ظاہر وواضح ہے کہ آج تک بھارت میں ایسا کوئی مہاپرش (महापुरूष) نہیں ہوا جس نے اپنے کلکی اوتار ہونے کا سچا دعویٰ کیا ہو۔ اور ایسا بھی کوئی مذہبی عادات واطوار کا عظیم شخص نہیں ہوا جو پرانوں میں ذکر کردہ کلکی اوتار کی جملہ

خصوصیات وصفات کا حامل ہو اور پرانوں کی روشنی میں کلکی اوتار کی خصوصیات وعلامات کی کسوٹی پر فٹ ہوتا ہو اور لوگوں نے اس کے کلکی اوتار ہونے کا اعلان کیا ہو۔

مختصر یہ کہ پرانوں میں کلکی اوتار کی مختلف وجداگانہ صفات درج کی گئی ہیں بعض صفات ایک دوسرے سے مماثل ہیں تو بعض علیحدہ ومنفرد ہیں۔ کلکی اوتار کی بعض صفات وعلامات کا تذکرہ کرتے ہوئے کلکی پران (कल्कि पुराण) میں کہا گیا ہے:

सुमत्यां विष्णु यशसा गर्भमाधयत्त वैष्णवम् ।

ग्रह,नक्षत्र,राश्यादि,सेवितं,श्रीपदाम्बुजम ।।

सरिसमुद्राः गिरयो लोकाः संस्थाणुजंगमाः ।

सहर्षा ऋषियोः देवाः जाते विष्णौ जगत्पतोः ।।

बुभूवुः सर्वसत्वानामानन्दा विविधाश्रयाः ।

चक्रु र्वाधानि गन्धर्वा ननृतुंश्चाप्सरोगणाः ।।(166)

وشنویش کے ذریعہ ان کی بیوی سمتی (सुमति) یعنی آمنہ کے شکم (गर्भ) میں قرار پا کر وجود میں آئے۔ یہ جان کر کہ کلکی زمین پر وراجمان ہو چکے ہیں سبھی ندیاں، سمندر، پہاڑ، سارے حیوانات، رشی اور دیوتا وغیرہ سب خوش ہو گئے اور سبھی جاندار مخلوق مختلف طریقے سے خوشی کا اظہار کرنے لگی۔

مندرجہ بالا اشلوکوں میں کلکی اوتار کے جنم کے متعلق جو حالات پیش کئے گئے ہیں بعینہ یہی حالات وکوائف پیغمبر اسلام کی پیدائش کے وقت لوگوں کے مشاہدے میں آئے جیسا کہ اسلامی تاریخ وسیرت نبوی کی کتابوں سے عیاں ہوتا ہے۔

کلکی اوتار کی صفات وخصوصیات کے تعلق سے شری مد بھاگوت مہا پران (श्रीमद भागवत महापुराण) میں کہا گیا ہے:

अश्वमासुगमारूहम देवंदत्तं जगत्पतिः ।

असिना साघुदमनमष्टैश्वर्य गुणान्वितः ।।(167)

(آٹھ خدائی صفات سے مالا مال جگت پالک دیوتا (ईश्वर) کے ذریعہ دئے گئے تیز

رفتار گھوڑے پر چڑھ کر تلوار سے ظالموں کا خاتمہ کریں گے۔)

مذکورہ اشلوک میں کلکی اوتار کی حسب ذیل صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔(۱) ایشور کے ذریعہ دئے گئے تیز رفتار گھوڑے پر چڑھنے والا (۲) جگت پتی (۳) تلوار سے ظالموں کا خاتمہ کرنے والا (۴) اور آٹھ خدائی صفات سے مزین۔)

پیش کردہ اشلوک میں کلکی اوتار کی پہلی صفت "अश्वमासुगमारूहम देवदत्तं" بتائی گئی ہے۔ अश्व کا معنی ہے گھوڑا اور आशु کا معنی ہے تیز، فرتیلا اور गम کا معنی ہے جانا، چلنا اور आरूहम کا معنی ہے سوار ہونا یا اوپر چڑھنا اور देव کا معنیٰ ہے خدائی اور दत्त کا معنیٰ ہے دیا ہوا۔ اس طرح معنیٰ ہوا ایشور کے ذریعے دئے گئے تیز رفتار گھوڑے پر سواری کرنے والا (168) اسلامی تاریخ اور دنیا کے بے شمار محققین و مفکرین کی کتب و مضامین شاہد ہیں کہ پیغمبر اسلام کو گھوڑے سے بہت پیار تھا۔ اور گھوڑا جانوروں میں آپ کا سب سے محبوب جانور ہے۔ آپ کے خادم خاص صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "میں نے آپ کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار تھے اور گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے تھے۔(169) حدیث شریف اور سیرت کی کتابوں میں آپ کے گھوڑوں کی تعداد ے سے ۱۰ تک ملتی ہے۔(170)

کلکی اوتار کی دوسری صفت 'जगत्पति' یعنی جگت پالک بتائی گئی ہے۔ ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے اس لفظ کی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

जगत्पतिः मे पति शब्द 'प' धातु' में'इति' प्रत्यय के संयोग से बना है जगत का अर्थ है संसार और 'प' का अर्थ है रक्षा करना। इस प्रकार जगत्पतिः का अर्थ हुआ संसार की रक्षा करने वाला अपने उपदेशों द्वारा गिरते हुए समाज को बचाने वाला।(171)

جگت پتی یا جگت پالک کا عربی ترجمہ ہے منذر یا ھادی اور یہ پیغمبر اسلام کے بہت ہی مشہور صفاتی نام ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

انما انت منذر وَ لِکلِ قومٍ ھاد۔(172)

(تم ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی ہو)

قرآن کریم میں آپ کو ایک نہیں بلکہ متعدد مقامات پر منذر یعنی ڈرانے والا اور ہادیٔ اعظم یعنی ہدایت ورہبری کرنے والا فرمایا گیا ہے۔

کلکی اوتار کی تیسری صفت 'असिनारसाधु दमन' بیان کی گئی ہے۔ असि کا معنی ہے تلوار اور असाधु کا معنی ہے پاپی، بدکار اور दमन کا معنیٰ ہے دبانے والا، بس میں کرنے والا، فاتح (173) یعنی تلوار سے ظالموں کو دبانے والا، پاپیوں کو بس میں رکھنے والا۔

اسلامی تاریخ کے قارئین بخوبی جانتے ہیں کہ پیغمبر اسلام بوقت ضرورت اپنے پاس تلوار رکھتے تھے اور آپ کے پاس تقریباً ۹ تلواریں تھیں (174) لیکن آپ نے تلوار کو ہمیشہ حفاظت کے لئے استعمال کیا نہ کہ کسی کی ہلاکت کے لئے اور جہاں تک پاپیوں اور بدکاروں کے خاتمہ کا تعلق ہے تو آپ نے ۲۳ سال کے مختصر وقت میں وہ کارنامہ انجام دیا کہ عرب کے ظالم، رہزن، قاتل، فاسق وفاجر اور بدکار ایسے عادل، شریف، غمخوار اور نیکوکار بن گئے کہ دنیا جن کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مسلم محققین ہی نہیں بلکہ اسلام دشمن مستشرقین، یہودی وعیسائی منکرین بھی اپنی تحریروں میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں۔

بھاگوت پران کے ذکر کردہ اشلوک میں کلکی اوتار کی چوتھی صفت 'अष्टैश्वर्य गुणान्वित:' بتائی گئی ہے۔ अष्ट کا معنیٰ ہے آٹھ اور एश्वर्य کا معنی ہے خدائی اور ''गुण'' کا معنی ہے خوبی، اچھائی اور ''अन्वित'' کا معنیٰ ہے ساتھ، مزین (175)۔ اس طرح معنیٰ ہوا آٹھ خدائی صفات سے مزین۔

یہ آٹھ خدائی صفات کیا ہیں؟ ان کی تفصیل مہابھارت میں اس طرح پیش کی گئی ہے:

अष्टोगुणा: पुरूषं दीपयन्ति, प्रज्ञा च कौल्यं च दम: श्रुतं च।

पराकमश्चा बहुभाषिता च, दानं यथा शक्ति कृतज्ञता च।। (176)

مہابھارت کے مذکورہ بالا اشلوک میں अष्टौ गुणा: کا معنیٰ ہے آٹھ خوبی یا صفات، पुरूषं दीप्यन्ति کا معنیٰ ہے نوری انسان اور प्रज्ञा کا معنیٰ ہے دانشمند، اور चकौल्यं کا معنیٰ ہے اعلیٰ خاندان والا اور दम: کا معنیٰ ہے صابر و بردبار (आत्म संयम) اور श्रुतं کا معنیٰ ہے دھیان لگا کر سننے والا، خدائی (ईश्वरीय) پیغام سنا ہوا۔ पराकम: کا معنیٰ ہے بہادری، حوصلہ اور अबहुभाषिता

کا معنیٰ ہے کم گو اور दानयथाशक्ति کا معنیٰ ہے جہاں تک ممکن ہو خیرات (दान) کرنا۔

कृतज्ञता کا معنیٰ ہے شکر گزاری، احسان مندی اور च کا معنیٰ ہے اور، بھی اور علاوہ۔ (177)

اس طرح پیش کردہ اشلوک کا ترجمہ ہوا کہ آٹھ خدائی صفات وخوبیوں والا (کلکی اوتار) نوری انسان، عظیم دانشور، اعلیٰ خاندان میں پیدا ہوگا اور صابر و بردبار ہوگا اور خدائی پیغام سننے والا، بہادر، کم گو، سخی (दानी) اور شکر گزار ہوگا۔

کلکی اوتار کے بارے میں ذکر کی گئیں خوبیوں میں سے ایک بھی خوبی ایسی نہیں ہے کہ جو پیغمبر اسلام کی ذات پر مکمل طور سے صادق نہ آتی ہو۔

اشلوک میں مذکورہ وہ آٹھ صفات ہیں کہ جو پیغمبر اسلام میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ ہر ایک صفت وخوبی پر علیٰحدہ علیٰحدہ مقالہ قلمبند کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اختصار کے پیش نظر ہم اجمالاً واشارۃً یہاں اس کو بیان کر رہے ہیں۔

۱۔ نوری انسان: دین اسلام کے مطابق آپ سراپا نور تھے۔ قرآن پاک نے ارشاد فرمایا:

قد جائکم من اللہ نور و کتاب مبین۔ (178)

(بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے نور (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور روشن کتاب آئی)

۲۔ عظیم دانشور و عالم غیب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم علم وہنر کا ایسا بحر بیکراں تھے کہ حاضر وغائب اور ماضی ومستقبل کے حالات سب آپ پر عیاں تھے۔ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے:

وما هو على الغيب بضنين۔ (179) (اور وہ (نبی اکرم) غیب کی باتیں بتانے پر بخیل نہیں)

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيماً (سورۃ النساء آیت ۱۱۳)

(اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔)

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَداً إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ

(سورۃ الجن آیت ۲۶، ۲۷)

(غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے)

۳۔ اعلیٰ خاندان: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش خاندان کے بنو ہاشم گھرانے میں

پیدا ہوئے جو دور جہالت میں بھی سب سے اعلیٰ خاندان تھا اور آج بھی دنیا میں یہی خاندان مسلمانوں میں سب سے افضل و برتر ہے۔

۴۔ صابر و بردبار: یہ وصف بھی آپ کا بہت ممتاز ہے، گالیاں سن کر دعائیں دینا، دشمنوں کو معاف کر دینا، صبر کرنا، غصہ کو پی جانا آپ کے لئے ایک عام سی بات تھی۔

۵۔ خدائی پیغام سننے والا: دنیا جانتی ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حضرت جبرئیل فرشتے (देवदूत) کے ذریعے خدائی پیغام آتے تھے اور آپ ان کو بغور سنتے اور یاد فرمالیا کرتے تھے۔ قرآن پاک انہیں خدائی پیغامات واحکامات کا مجموعہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ (180)

(محمد رسول اللہ نہیں بولتے مگر وہی جو ان کی طرف خدا کی جانب سے پیغام آتا ہے)

۶۔ بہادر: پیغمبر اسلام جسمانی اور روحانی طاقت میں بھی بے مثال تھے۔ یہ آپ کی خدائی طاقت کا ہی کرشمہ تھا کہ عرب کے مشہور پہلوان رکانہ کو آپ نے تین مرتبہ شکست سے دوچار کیا۔

۷۔ کم گو: اسلامی تاریخ وسیرت نبوی کا قاری اس حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ اکثر خاموش رہتے تھے۔ اور جب بولتے تھے تو ایسا عمدہ وبے مثال بولتے تھے کہ لوگوں کے دلوں پر نقش ہو جاتا تھا۔

۸۔ سخی ودانی: سخاوت اور دان کرنے میں تو آپ کا کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ لالہ کاشی رام چاولہ لکھتے ہیں "آپ کی سخاوت اور رحم دلی بے مثال تھی۔ سائل کسی بھی دھرم یا قوم کا ہو آپ کے دروازے سے محروم نہیں لوٹ سکتا تھا۔ آپ قرض لے کر بھی لوگوں کی ضرورتیں پوری کر دیا کرتے تھے۔ (181)

۹۔ شکرگزار: اللہ کے محبوب پیغمبر ہونے کے باوجود آپ یاد خدا اور قیام وسجود میں ایسے مستغرق ہو جاتے تھے کہ آپ کے پیروں پر ورم آجاتا تھا۔ اس طرح آپ خدا کا بے حد شکر ادا کرتے تھے۔ نیز اگر کوئی انسان آپ کے ساتھ کوئی بھلائی کرتا یا احسان کرتا تو اس کا شکریہ ادا فرماتے اور اس کا وہ احسان کبھی فراموش نہیں فرماتے تھے۔

پیش کردہ دلائل وحوالہ جات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ آٹھ خدائی اوصاف کا حامل

کلکی اوتار کوئی اور نہیں پیغمبر اسلام ہی ہیں۔

بھاگوت پران اسکندھ ۱۲ ادھیائے ۲ اشلوک ۱۹ کی طرح اشلوک ۲۰ میں بھی کلکی اوتار کی کچھ خاص صفات ذکر کی گئی ہیں۔ یہ جملہ صفات و علامات بھی پیغمبر اسلام کو ہی کلکی اوتار ثابت کرتی ہیں۔اشلوک اس طرح ہے:

विचरन्नाशुना क्षोणयां हयेनाप्रतिमधुतिः।

नृपलिगच्छदो दस्यून्कोटिशोनिहनिष्यतिः।।(182)

مذکورہ بالا اشلوک میں दस्यु کا معنیٰ ہے پاپی،لٹیرا،ڈاکو۔اور कोटिशः کا معنیٰ ہے کروڑوں۔اور हननि کا معنیٰ ہے قتل،خاتمہ۔اس طرح اشلوک کا معنیٰ ہوا کہ ''تیز رفتار گھوڑے سے زمین پر سیر کرتے ہوئے بے مثال خوبصورتی والے (अप्रतिमकान्ति) وہ راجاؤں کے بھیس میں چھپے کروڑوں پاپیوں کا صفایا کریں گے۔

بھاگوت کے اس اشلوک میں کلکی اوتار کی ۳ خصوصیات بیان کی گئی ہیں (۱) تیز رفتار گھوڑے پر سواری کرنا (۲) راجاؤں کے بھیس میں چھپے ہوئے ظالموں و پاپیوں کا خاتمہ کرنا (۳) بے مثال خوبصورتی سے مالا مال۔

پہلی دونوں خصوصیات کی وضاحت ہم گزشتہ صفحات پر کر چکے ہیں صرف تیسری خصوصیت کا جائزہ باقی ہے۔کلکی اوتار کی تیسری خصوصیت ہے

अप्रतिमधुतिः جس کا معنیٰ ہے अनुपमकान्ति والا یعنی بے نظیر و لا جواب خوبصورتی والا (183)۔اور حدیث شریف و سیرت کی کتابوں میں ایسے کثیر حوالہ جات موجود ہیں کہ جن میں آپ کی بے نظیر و بے مثال خوبصورتی و حسن کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

آپ کی خوبصورتی و حسن کے تعلق سے منشی درگا سہائے سرور جہان آبادی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ع

اللہ اللہ تیرے چاند سے مکھڑے کی ضیاء

کون ہے ماہ عرب کون ہے محبوب خدا

اے دو عالم کے حسینوں سے نرالے آجا(184)

اسی طرح بھاگوت پران کے اشلوک ۲۱، میں کلکی اوتار کی خصوصیات وصفات کو پیش کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

अथतेषां भविष्यति मनांषि विशदानि वे।

वासु देवांगरागाति पुण्यगन्धानिल स्पृशाम।।(185)

مذکورہ بالا اشلوک میں पुण्यगन्धानिलस्पृशाम کہہ کر کلکی اوتار کی ایک انفرادی صفت بیان کی گئی ہے۔ पुण्य کا معنیٰ ہے پاک میٹھی (मधुर) اور गंध کا معنیٰ ہے خوشبو اور अनिल کا معنیٰ ہے ہوا اور جسم میں رہنے والی ہوا۔ اور शाम स्पृ کا معنیٰ ہے چھونے والا یا والی، متاثر کرنے والی۔ اور मनांसि کا معنیٰ ہے دل کو پار کرنا، اور विशदानी کا معنیٰ ہے نرمل (निर्मल) کرنے والا اور واسو वासु کا معنیٰ ہے خوشبو دار کرنا (सुगन्धित करना) اور अंग کا معنیٰ ہے جسم اور रागति کا معنیٰ ہے پیار۔ (186) اس طرح مفہوم ہوا کہ کلکی (कल्कि) کے جسم سے ایسی خوشبو نکلے گی جس سے لوگوں کے دل خوش ہو جائیں گے۔ ان کے جسم کی خوشبو ہوا میں ملکر لوگوں کے دلوں کو مہکا دیگی۔ مختصر یہ کہ اس اشلوک میں کلکی کو میٹھی سہانی خوشبو والا بتایا گیا ہے۔ اور پیغمبر اسلام میں جہاں اور بے مثال صفات موجود تھیں وہاں ایک صفت یہ بھی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی کہ آپ کے جسم سے ایسی خوشبو نکلتی تھی کہ لوگوں کے دل و دماغ اور گلیاں معطر ہو جاتی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ کے رسول ہمارے یہاں تشریف لائے اور آرام فرمایا جب آپ کو پسینہ آیا تو میری ماں ایک شیشی لائیں اور اس پسینے کو پونچھ کر اکٹھا کرنے لگیں۔ اس بیچ آپ کی آنکھ کھل گئی آپ نے دریافت کیا اے ام سلیم! تم یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں آپ کے پسینے کو جمع کر رہی ہوں تا کہ ہم اس کو خوشبو کے لئے استعمال کریں کیوں کہ یہ سب خوشبوؤں سے زیادہ اعلیٰ خوشبو ہے۔ (187)

مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی راستے سے گزرتے تھے تو وہ آپ کے جسم کی خوشبو سے مہک جاتا تھا اور لوگ جان لیتے تھے کہ آپ اس راستے سے گئے ہیں۔ (188)

عظیم صحابیٔ رسول حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ: ''میں اللہ کے رسول کے ساتھ

جارہا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ میرے قریب آؤ، تو میں قریب ہو گیا اور ایسی تیز خوشبو اور پاک بو آپ کے جسم پاک سے نکل رہی تھی کہ کستوری اور عنبر کی خوشبو بھی ایسی نہ ہوتی۔ (189)

پیغمبر اسلام کے جسم اقدس کی خوشبو کا خاکہ ''مہاراجہ سرکشن پرساد'' نے کیا ہی بہتر انداز میں پیش کیا ہے۔ ع

تیرے عرق میں گل کی بو، قامت تیرا سروجو
بس گئیں گلیاں طیبہ کی، بھاگ کھلا گلزاروں کا(190)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ بھاگوت پران میں کلکی اوتار کی جو صفات وخصوصیات ذکر کی گئیں ہیں وہ پیغمبر اسلام کی ذات پاک پر ہی صادق آتی ہیں اور پرانوں کے کلکی درحقیقت پیغمبر اسلام ہی ہیں۔

کلکی اوتار بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قدیم ہندستانی پرانوں میں مذکور ۲۴ اوتاروں میں سے آخری اوتار کلکی (कल्कि) اور اس کی بیان کردہ صفات سے مراد پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، اس نظریئے کی تقویت اور تائید اس بات سے اور ہوتی ہے کہ بعض پرانوں میں پیغمبر اسلام کے نام ''محمد'' سے بہت ہی ملتے جلتے ناموں کے ساتھ بھی ایک مذہبی پیشوا و دینی رہبر کی پیشن گوئی کی گئی ہے۔ اور اس کی جو صفات وعلامات ظاہر کی گئیں ہیں وہ کما حقہ، پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر ہی صادق آتی ہیں۔

بھاگوت پران اور نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بھاگوت پران میں ایک مقام پر کہا گیا ہے:

अज्ञान हेतु कृत मोहमदान्धकार नाशं विधाय हि तदो दयते

विवेकः।(191)

پیش کردہ اشلوک میں अज्ञान کا معنیٰ ہے جہالت، لاعلمی۔ हेतु کا معنیٰ ہے لئے، سبب۔ कृत کا معنیٰ ہے کیا ہوا۔ अन्धकार کا معنیٰ ہے اندھیرا، تاریکی۔ नाश کا معنیٰ ہے

خاتمہ (ध्वंस) اور विधाय کا معنیٰ ہے تعمیر، وجود (रचना) اور हि کا معنیٰ ہے ضروری ولازمی۔اور तदा کا معنیٰ ہے تب، اس وقت۔اور दय کا معنیٰ ہے رحم آنا، دیا کرنا۔اور विवेक: کا معنیٰ ہے سچا علم (सत्य ज्ञान)۔(192)اور मोहमद نام محمد کا بدلا ہوا روپ ہے۔اس طرح اشلوک کا مفہوم ہوا:

''محمد (मोहमद) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب جہالت اور تاریکی کا خاتمہ ہوگا اور سچے علم (सत्य ज्ञान) کا فروغ ہوگا۔

مندرجہ بالا اشلوک میں موحمد (मोहमद) کو سچے علم (सत्य ज्ञान) کا مبلغ وناشر بتایا گیا ہے اور دین اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کے عظیم غیر مسلم اسکالر ومفکر بھی اپنی بے شمار تحریروں میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے ساری زندگی (सत्य ज्ञान) سچے علم کی ہی تبلیغ واشاعت فرمائی اور جہالت وتاریکی کا خاتمہ فرمایا۔

خیال رہے کہ آج بعض ہندو عالموں (विद्वानों) کے ذریعے मोहमद لفظ کو मोह اور मद لفظوں میں تقسیم کر کے معنیٰ لیا جارہا ہے۔मोह کا معنیٰ ہے، لالچ اور मद کا معنیٰ ہے شراب۔ایسی صورت میں اشلوک کا مطلب ہوگا:

اس وقت جہالت، لالچ، شراب اور تاریکی کا خاتمہ ہوکر سچے علم کا جنم ہوگا۔مذکورہ اشلوک کا اگر یہ مفہوم ومعنیٰ لیا جائے تب بھی پیغمبر اسلام کی ذات پاک پر یہ معنیٰ صادق آتا ہے۔اس لئے کہ آپ سے قبل ملک عرب میں شراب اور لالچ کا دور دورہ تھا۔اکثر وبیشتر افراد کے یہاں شراب کے مٹکے بھرے رہتے تھے۔۶۲۴ء میں آپ نے شراب پر سخت پابندی لگائی اور قرآن کے فرمان کے مطابق سخت سزا مقرر فرمائی۔اور ۸۰ کوڑوں کی سزا شرابیوں کے لئے طے کی جو اسلامی ملکوں میں آج بھی جاری ہے۔اسی طرح لوگ دولت اور جائداد کے لالچ میں یتیم بچوں کی پرورش کرتے اور یتیم لڑکیوں سے شادی کرتے اور مقصد پورا ہونے پر ان کو تکالیف دیا کرتے تھے۔اس کے علاوہ دولت کے لالچ میں مذہبی پیشوا قانون واصول بدل دیا کرتے تھے۔تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبر اسلام نے شراب اور لالچ جیسے برے اعمال کا ایسا سد باب کیا کہ دنیا جس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

سادھوئی۔ایل وسوانی لکھتے ہیں کہ ''پیغمبر اسلام نے اپنے ماننے والوں پر شراب کو

حرام کردیا اور لڑکیوں کے قتل کی بری رسم کو بند کر دیا۔ (193)

لالہ کاشی رام چاولہ لکھتے ہیں: ''کیا یہ آپ (پیغمبر اسلام) کا چمکتار نہیں ہے کہ عرب کے جاہل، جھگڑالو، اندھے مقلد، جواری، شرابی، ڈاکو، زانی، وعدہ شکن، لڑکیوں کا قتل اور سوتیلی ماؤں سے شادی کرنے والے لوگ آج سیدھے سادے مسافروں اور مہمانوں کی خاطر ومدارات کرنے والے، محنتی، ایماندار، فرماں بردار، ایکتا اور اتحاد کے دلدادہ اور خدا کے بھکت دکھائی دیتے ہیں۔ (194)

ذکر کردہ حوالہ جات کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ موحمد (मोहमद) نام سے جس مذہبی پیشوا (ऋषि अवतार) کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس کی جو صفات بتائی گئی ہیں وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ذات طیبہ کی نشاندہی کرتی ہیں نیز اشلوک میں پیغمبر اسلام کے نام محمد کی جگہ موحمد ذکر کیا گیا ہے جو کہ 'محمد' کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ اور 'मोहमदान्धकार' مرکب ہے جو دو لفظوں سے ملکر بنا ہے ایک موحمد (मोहमद) اور دوسرا (अन्धकार) دونوں لفظ ملانے کی صورت میں بندی قواعد کی رو سے अ حذف ہوگیا ہے اور صرف 'ा' کی ماترا (मात्रा) باقی رہ گئی، اور اس طرح 'मोहमद अन्धकार = मोहमदान्धकार' ہوگیا۔

بھوشئے پران اور نام محمد ﷺ

بھوشئے پران (भविष्य पुराण) ۱۸ ر پرانوں میں سے ایک اہم پران ہے۔ اس میں کلکی اوتار کے مقام پیدائش (जन्म स्थान) کے ذکر کے ساتھ اس کے مخصوص نام اور اس کی کچھ خاص صفات وخصوصیات کا بھی حوالہ دیا گیا ہے گزشتہ صفات کی طرح یہ صفات بھی پیغمبر اسلام کی ذات گرامی کی ہی ترجمانی کرتی نظر آتی ہیں۔

بھوشئے پران میں آپ کے تعلق سے تقریباً ۱۲۳ اشلوک مذکور ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ہم انہیں چند اشلوکوں کی تشریح وتوضیح بیان کر رہے ہیں کہ جن میں بہت ہی واضح اور صاف انداز میں آپ کے بارے میں پیشن گوئیاں کی گئی ہیں۔ چنانچہ بھوشئے پران، بھوشئے وانڑی (भविष वाणी) کرتا ہے:

ए तस्मिनन्तरे म्लेच्छ आचार्य्येण समन्वितः।

महामद इतिख्यातः शिष्यशाखा समन्वितः।।(195)

(वेदों व पुराणों के आधार पर धार्मिक एकता की ज्योति पृ० 19 ता 21)

(لفظی ترجمہ): एतस्मिनन्तरे اتنے ہی میں म्लेच्छ غیر زبان یا دیگر ملک आचार्य्येण معلم روحانی महामद محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم समन्वितः ساتھ آیا۔ ख्यातः مشہور ومعروف शिष्यशाखा شاگرد صحابہ یا جماعت समान्वितः ساتھ آیا۔)(196)

عام فہم ترجمہ: اتنے میں دوسری زبان یا دوسرے ملک کا (म्लेच्छ) مشہور روحانی پیشوا محمد ﷺ اپنے شاگردوں کی جماعت کے ساتھ آئے گا۔

नृ पश्चैव महादेवं मरुस्थल निवासिनम्।

गंगा जलैश्च संस्नात्य पन्चगव्य समन्वितै।।(197)

لفظی ترجمہ: नृ راجہ पश्चैव महादेव—مہادیو (عظیم فرشتہ) मरुस्थल निवासिनम रेگستانی علاقے کا رہنے والا गंगा जलैश्च گنگا کا پانی पन्चगव्य समन्वित پنچ گوے کے ساتھ संस्नाप्य غسل کرنا۔(198)

عام فہم ترجمہ: راجہ (بھوج) ریگستانی علاقہ کے رہنے والے عظیم فرشتہ صفت (महादेव) کے دربار میں گنگا جل اور پنچ گوے سے غسل کر کے کہے گا۔

خیال رہے کہ مذکورہ اشلوک میں मरुस्थल یعنی ریگستانی علاقہ سے مراد ملک عرب ہے۔ کیوں کہ ملک عرب بھی ریگستانی اور پہاڑی علاقہ ہے۔

चन्दनादिभिरभ्यर्च्य टुष्टाव मनसा हरम्।

भोजराज उवाच—नमस्ते गिरिजानाथ मरुस्थल निवासिने।।(199)

لفظی ترجمہ: चन्दनादिभिरभ्य صندل وغیرہ کے ساتھ अभिरम्यचर्य نذر پیش کر کے तुष्टाव मनसा हरम् دلی ارادت سے ان کی عزت کی नमस्ते تجھ کو تعظیم गिरिजानाथ آقا و مالک (فخر نسل انسانی) मरुस्थल निवासिने اے عرب کے رہنے والے۔

عام فہم ترجمہ: راجہ بھوج نے دلی ارادت سے نذر و نیاز پیش کر کے اس کی تعظیم کی

اور کہا کہ میں تیرے حضور جھکتا ہوں۔

त्रिपुरासुरनाशाय बहुमाया प्रवर्तिने।

म्लेच्छैर्गुप्ताय शुद्धाय सच्चिदानन्दरुपिणे।

त्वं मां हि किंकरं विद्धि शरणार्थमुपागतम।।(200)

(वेदों व पुराणों के आधार पर धार्मिक एकता की ज्योति पृ॰ 19 ता 21)

لفظی ترجمہ: मरुस्थल निवासिने اے عرب کے رہنے والے त्रिपुरासुर شیطان کے नाशाय مارنے کے لئے बहुमाया بہت سی طاقت وقدرت प्रवर्त्तिने مہیا کرنے والے म्लेच्छ دشمن ملیچھوں سے गुपताय محافظت کئے گئے शुद्धाय اے پاک सच्चिदानन्द قادر مطلق اور کامل مالک کے रुपिणे مظہر त्वं تو मां مجھے हि یقینی طور پر किंकरं غلام विद्धि جان शरणार्थम اور اپنے قدموں میں उपागतम آیا ہوا۔(201)

عام فہم ترجمہ: اے عرب کے رہنے والے شیطان کے مارنے کے لئے بہت سی طاقت مہیا کرنے والے آپ دشمن ملیچھوں سے محافظت کئے گئے ہو۔اے پاک ہستیٔ مطلق اور کامل بادشاہ کے مظہر میں تیرا غلام ہوں۔ مجھے اپنے چرنوں میں آیا ہوا جانئے۔

بھوشیہ پران کے مذکورہ بالا اشلوکوں میں جس محامد (महामद) کے بارے میں پیشن گوئی کی گئی ہے اس سے مراد پیغمبر اسلام کی ذات پاک ہی ہے کیوں کہ محامد دراصل 'محمد' کا بدلا ہوا روپ ہے کہ ایک زبان کا لفظ جب دوسری زبان میں استعمال ہوتا ہے تو اکثر وبیشتر کچھ نہ کچھ فرق ہو ہی جاتا ہے۔نیز محامد رشی یا رہبر کی جو صفات وعلامات بیان کی گئی ہیں وہ بھی پیغمبر اسلام کی ذات پاک پر صحیح ثابت ہوتی ہیں۔

ذکر کردہ اشلوکوں میں محامد نام کے ساتھ اس کی مختلف صفات بیان کی گئی ہیں مثلاً (۱) نام محامد ہوگا (۲) ریگستان یعنی عرب کا رہنے والا ہوگا (۳) اس کے ساتھ اس کے صحابہ ہوں گے (۴) وہ گناہوں سے پاک وفرشتہ صفت ہوگا (۵) ہندستان کا راجہ اس سے قلبی محبت رکھے گا۔(۶) اس کی دشمنوں سے حفاظت ہوگی۔(۷) وہ خدائے وحدہٗ لاشریک کا مظہر ہوگا۔ان تمام صفات میں سے کوئی بھی ایک صفت ایسی نہیں ہے جو پیغمبر اسلام کی ذات پاک میں

نہ پائی جاتی ہو۔

بھوشیہ پران کے اشلوک نمبر ۵ کی طرح اشلوک نمبر ۱۲ میں महामद इतिख्यातः اور اشلوک ۱۴ میں महामदश्च اور اشلوک ۱۸ میں महामदम یعنی چار مقام پر آپ کی محامد (महामद) نام سے چرچا کی گئی ہے اور ہر ایک جگہ محامد کی علیحدہ علیحدہ صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور وہ تمام صفات وعلامات پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر صادق آتی ہیں۔

یوں تو بھوشیہ پران کے اشلوک ۵ سے ۲۷ تک تقریباً ہر ایک اشلوک میں آپ کی کچھ نہ کچھ صفات وخصوصیات کا تذکرہ ہے۔ لیکن اختصار کے پیش نظر اشلوک ۹ سے ۲۴ تک کی تشریح وتوضیح سے ہم نے احتراز کیا ہے۔ آخر کے اشلوک ۲۵ سے ۲۷ تک پیغمبر اسلام کی بہت ہی مشہور ومعروف صفات وخصوصیات کے بارے میں پیشن گوئی کی گئی ہے اس لئے ان اشلوکوں کی تشریح وترجمہ ہم یہاں بطور خاص ذکر کررہے ہیں۔ چنانچہ بھوشیہ پران (भविष्यपुराण) میں ہے:

लिङ्गच्छेदी शिखाहीनः श्मश्रुधारी स दूषकः।

उच्चालापी सर्व भक्षी भविष्यति जनो मम।।(202)

مذکورہ بالا اشلوک میں लिङ्गच्छेदी کا معنیٰ ہے ختنہ کرانے والا، शिखाहीन کا معنیٰ ہے چوٹی یا جٹا نہ رکھنے والا، श्मश्रुधारी کا معنیٰ ہے داڑھی مونچھ والا، उच्चालापी کا معنیٰ ہے اونچی آواز میں بیان کرنے والا، اور सर्वभक्षी کا معنیٰ ہے شاکاہاری اور مانساہاری یعنی سبزی اور گوشت دونوں طرح کی غذائیں استعمال کرنے والا۔(203)

پیش کردہ اشلوک میں محامد کی پانچ صفات وخصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔(۱) ختنہ کرانے والا، دنیا جانتی ہے کہ ختنہ کرانا اسلامی شعار وعلامت میں سے ہے۔ اور یہ پیغمبر اسلام کی ایسی عظیم سنت ہے کہ اس کا نام ہی مسلمانی پڑ گیا ہے۔ پیغمبر اسلام نے ایک حدیث پاک میں خود ارشاد فرمایا کہ: ''میرے رب کا مجھ پر جو انعام اور احسان ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور میرے جسم کو کسی نے نہ دیکھا۔(204)

اسی بات کی ترجمانی کرتے ہوئے سوامی لکشمن پرساد اپنی مایہ ناز تصنیف ''عرب کا چاند'' میں لکھتے ہیں'' آپ ماں کے پیٹ سے ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ کچھ گندگی وغیرہ بھی نہیں نکلی تھی۔ (205)

(۲) چوٹی یا جٹا نہ رکھنے والا۔ ہر ایک دانشمند اچھی طرح جانتا ہے کہ چوٹی یا جٹا ہندو دھرم کی نشانی ہے مسلمانوں کی نہیں۔ دین اسلام میں چوٹی یا جٹا رکھنا بموجب قرآن وحدیث ناجائز وحرام ہے۔

(۳) داڑھی رکھنے والا۔ داڑھی رکھنا پیغمبر اسلام کی بہت ہی اہم سنت ہے ہر ایک مسلمان کے لئے جس کا رکھنا بہت ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کا سر بڑا اور داڑھی گھنی تھی۔ (206)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داڑھی کالی تھی اور دانت مبارک خوبصورت تھے۔ (207)

(۴) اونچی آواز میں بات کرنے والا۔ اونچی آواز میں بات کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنا پیغام اور تعلیم صاف الفاظ اور پرزور انداز میں عام فرمائیں گے۔ اسلامی تاریخ کا قاری بخوبی جانتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے بنا کسی خوف یا جھجک کے ساری زندگی اپنے پیغامات اور احکام کی زوردار طریقے سے تبلیغ واشاعت کی۔ اور آج بھی آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مسلمان روزانہ پانچ وقت مسجدوں سے اونچی آواز میں بذریعۂ اذان اسلام کے پیغام کو بلند کرتے ہیں۔

(۵) سبزی اور گوشت کھانے والا۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبزی اور گوشت دونوں سے بنی غذائیں استعمال فرماتے تھے۔ احادیث نبویہ کے مطابق آپ نے گوشت میں بکرے کا گوشت، خرگوش کا گوشت، دیسی مرغ، ٹڈی کا گوشت اور مچھلی کو تناول کیا ہے۔ اور گائے، بیل، بھینس کے کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اور سبزیوں میں لوکی، چکندر، میتھی، پیلو، تربوز، انجیر، کھجور، انگور، انار، ککڑی وغیرہ (208)

پیغمبر اسلام کی تعلیمات واحکام کی پیروی کرتے ہوئے آج مسلمان بھی انہیں اشیاء کو بطور غذا استعمال کرتے ہیں جو آپ کے فرامین وسنن سے تعلق رکھتی ہیں یا جنکے استعمال کرنے کی

آپ نے اجازت دی ہے۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اشلوک ۲۵ میں جس محامد کی صفات وخصوصیات بیان کی گئی ہیں وہ دراصل پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

बिना कौलं च पशवस्तेषां भक्ष्या मता मम।

मुस्लैनेव संस्कारः कुशैरिव भविष्यति।।(209)

(वेदों व पुराणों के आधार पर धार्मिक एकता की ज्योति पृ॰ 19 ता 21)

مندرجہ بالا اشلوک ۲۶ میں बिना کا معنیٰ ہے بغیر اور कौलं کا معنیٰ ہے منتر اور पशव्य کا معنیٰ ہے چوپائے (بیل، گائے، بھینس وغیرہ) भक्ष्य کا معنیٰ ہے حلال، کھانے کے لائق اور मता کا معنیٰ ہے مت، پنتھ، راستہ، اصول۔ اور संस्कार کا معنیٰ ہے آراستہ کرنا، پاک وصاف کرنا۔ اور मम کا معنیٰ ہے ہمارا۔ (210)

اس طرح مذکورہ اشلوک کا معنیٰ ہوا کہ "محامد" کے لئے بنا منتر سے پاک یا حلال کئے کوئی چوپایہ (पशु) کھانے کے لائق نہیں ہوگا۔ اور ہمارے مت کے مطابق ان کے پیروکاروں کا مسلینیو (मुस्लैनेव) یعنی مسلم سنسکار ہوگا۔

بھوشیہ پران کے پیش کردہ اشلوک میں محامد کی دو صفات بیان کی گئیں ہیں۔ (۱) بنا منتر پڑھے کوئی جانور ان کے لئے حلال نہیں ہوگا۔ (۲) ان کے پیروکاروں کا مسلمان سنسکار ہوگا۔ گزشتہ صفات کی طرح یہ دونوں صفات بھی بہت ہی واضح طور پر پیغمبر اسلام کی ذات پاک پر صحیح ثابت ہوتی ہیں۔ اشلوک میں محامد کی پہلی خوبی وصفت بنا منتر پڑھے ہوئے کسی چوپائے کا گوشت نہ کھانا بتائی گئی ہے۔ اور پیغمبر اسلام بھی کسی حلال جانور کا گوشت اس وقت تک نہیں کھاتے تھے جب تک کہ اس کو حلال یا ذبح کرتے وقت "بسم اللہ اللہ اکبر" نہ پڑھا جاتا۔ پیغمبر اسلام کے فرمان اور حکم کے مطابق آج بھی مسلمان جانور کے ذبح کرتے وقت یہ کلمہ یا مذہبی منتر ضرور پڑھتے ہیں کیوں کہ بغیر اس کے پڑھے وہ گوشت حرام ومردار ہوتا ہے۔ اشلوک میں دوسری خوبی وصفت محامد کے پیروکاروں کا مسلے نیو (मुस्लैनेव) ہونا بتائی گئی ہے اور لفظ مسلے نیو (मुस्लैनेव) در اصل مسلمان یا مسلم کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ اور یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ پیغمبر اسلام کے

پیروکاروں کو مسلمان کہا جاتا ہے اور انہوں نے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت فرمائی اور آپ کے ہاتھوں لوگوں کا مسلم سنسکار رہوا۔

तस्मान्मुसलवन्तो हि जातयो धर्मदुषकाः।

इति पैशाचधर्मश्च भविष्यति मया कृतः।।(211)

(वेदों व पुराणों के आधार पर धार्मिक एकता की ज्योति पृ० 19 ता 21)

مذکورہ بالا اشلوک میں तस्मान का معنیٰ ہے اس سے मुसलवन्तो کا معنیٰ ہے مسلمان، हि کا معنیٰ ہے یقینا، जातयो کا معنیٰ ہے قوم کا، धर्मदुषकाः کا معنیٰ ہے مذہبی انقلاب جاری کرنے والوں کا इति کا معنیٰ ہے یہ पैशाच کا معنیٰ ہے گوشت خوروں کا धर्मश्च کا معنیٰ ہے مذہب भविष्यति کا معنیٰ ہے ہوگا۔ माया کا معنیٰ ہے مجھ سے۔ اور कृतः کا معنیٰ ہے بنایا ہوا۔

مذکورہ لفظی وضاحت کی صورت میں اشلوک کا معنیٰ ہوگا: "یقینا اس سے مسلمان قوم کا وجود ہے جو انقلاب برپا کرنے والی، گوشت کھانے والی ہوگی اور ان کا مذہب مجھ سے ہی بنایا ہوا ہوگا۔

اس طرح پیش کردہ اشلوک اور ان کی تشریح وتوضیح کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ پرانوں میں کلکی اور محامد اور موحمد نام سے جس عظیم شخصیت کے آنے کی پیشین گوئی کی گئی ہے وہ پیغمبر اسلام ہی ہیں۔ کیوں کہ تاریخ انسانی میں آپ کے سوا کوئی ایسی عظیم ہستی نہیں ہوئی جو پرانوں میں مذکور صفات وخصوصیات کی کسوٹی پر صحیح ثابت ہوتی ہو۔

رسالت اور اوتار واد میں بنیادی فرق

اہل علم اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ رسالت یا نبوت اسلامی تصور ہے اور اوتار واد ہندو مذہب کا تصور ہے۔ دونوں تصور ہدایت خداوندی وصراط مستقیم (ईश्वरीय मार्ग दर्शन) کے تصور کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس لئے کہ اللہ یا ایشور کو اپنے بندوں کی ہدایت ورہبری اور تربیت کرنی ہے جس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خود اللہ یا ایشور اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے ان کے پاس تشریف لائے۔ دوسری یہ کہ وہ خود نہ آئے بلکہ کسی شخص کو اپنا نائب بنا کر رسول یا نبی کی شکل میں اپنے بندوں کے پاس بھیجے تاکہ وہ اللہ کی جانب سے ان کی ہدایت وتربیت کا فریضہ انجام دے سکے۔

قدیم ہندستانی دھرم گرنتھوں کے دلائل وحوالہ جات کی روشنی میں قدیم ہندو نظریۂ اوتار واد کے تعلق سے جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس تفصیلی و تحقیقی مضمون سے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سے مشہور و معروف وید اور سنسکرت کے علماء و محققین کی نظر میں رسول یا نبی اور اوتار کے مفہوم و مقصود میں کافی حد تک مماثلت و یکسانیت پائی جاتی ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایشور کے اوتار کا نظریہ ہندستانی مذہب میں بہت بعد کی ایجاد ہے۔ کیوں کہ اوتار واد کی ابتداء سب سے پہلے پرانوں سے ہوتی ہے اور پرانوں کا زمانہ اصل ہندو دھرم گرنتھوں یعنی ویدوں کے بہت بعد کا زمانہ ہے۔ ویدوں اور پرانوں کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ ابتداء میں اوتار واد نظریۂ رسالت کے بدلے یا بگڑے ہوئے روپ میں آیا ہوگا۔ کیوں کہ دین اسلام کے نظریۂ رسالت کے پیچھے جو تصور کارفرما نظر آتا ہے وہی تصور اوتار واد کے نظریئے میں جلوہ فرما دکھائی دیتا ہے۔

قدیم ہندستانی دھرم گرنتھوں اور ان کے بہت سے مشہور عالموں (धर्मशास्त्राचार्य) کے مطابق رسالت اور اوتار واد کے تصور و نظریہ میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے لیکن جدید ہندو دھرم اور دورحاضر کے اکثر ہندو علماء و محققین (धर्मशास्त्राचार्य) نے اوتار واد کا جو معنیٰ و مفہوم پیش کیا ہے اس کے مطابق اسلام اور ہندو مذہب کے تصور رسالت واوتار واد میں کافی واضح فرق پائے جاتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:

(۱) رسول یا نبی اور اوتار کے تصور میں پہلا بنیادی فرق یہ ہے کہ رسول یا نبی وہ عظیم انسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت و تربیت کے لئے مبعوث فرمایا اور اوتار وہ ہے کہ جو خدا کی جانب سے بھیجا ہوا نہیں بلکہ خود خدا ہے جو انسانی یا غیر انسانی شکل میں پیدا ہوا ہے۔ اسلام میں بشکل نبی انسان پیدا ہوتا ہے اور ہندو دھرم میں بشکل اوتار خدا پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ محققین کے نزدیک یہ غلط ہے۔

(۲) دوسرا بنیادی فرق یہ ہے کہ دین اسلام کے مطابق رسول یا نبی صرف اور صرف انسان اور وہ بھی مرد ہوسکتا ہے کوئی عورت نہیں جبکہ ہندو مذہب کے مطابق اوتار عورت بھی ہوسکتی ہے جیسے موہنی۔

(۳) تیسرا بنیادی فرق یہ ہے کہ رسول یا نبی انسان ہی ہوسکتا ہے کوئی جانور نہیں جبکہ

ہندو مذہب کے مطابق انسانوں کے علاوہ جانور بلکہ عجیب الخلقت آدھا جانور اور آدھا انسان بھی ہوسکتا ہے۔ جیسے۔ مچھلی (मत्स्य) سور (वराह) کچھوا (कूर्म) آدھا انسان آدھا شیر (नृसिंह) آدھا انسان آدھا گھوڑا (हयग्रीव) وغیرہ۔

(۴) چوتھا بنیادی فرق یہ ہے کہ نبیوں یا پیغمبروں کی تعداد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور اوتاروں کی تعداد صرف ۲۴ ہے۔

(۵) پانچواں بنیادی فرق یہ ہے کہ جملہ انبیاء اور رسل دینی و مذہبی بھائی ہیں اور ایک دوسرے کے خصوصی معاون و ہمدرد لیکن ہندو دھرم کے مطابق بعض اوتار بعض کے دشمن اور مخالف بھی ہوئے ہیں جیسے کہ رام اور پرشورام کی جنگ مشہور ہی ہے۔

(۶) دین اسلام کے مطابق نبی یا رسول کسی بھی صورت میں اپنے اندر بدلے یا انتقام کا جزبہ نہیں پیدا ہونے دیتا ہے۔ اور نہ ہی کبھی بدلے یا انتقام کی سوچ ذہن میں رکھتا ہے بلکہ خدا سے یہی دعا کرتا ہے کہ اے مالک و مولیٰ میری قوم جاہل و نادان ہے تو اس کو ہدایت نصیب فرما۔ لیکن ہندو دھرم کے مطابق اوتار بدلے یا انتقام کی وجہ سے بھی کارروائی کرتا ہے جیسا کہ رام اور راون وغیرہ کی جنگ سے ظاہر ہے۔

(۷) دین اسلام کے مطابق رسول اور نبی طاہر و مطہر، شریف النسب، اعلیٰ اخلاق واطوار کے حامل ہوتے ہیں۔ لیکن ہندو دھرم کے مطابق غیر طاہر، غیر شریف اور اخلاق رذیلہ وعادات قبیحہ کے حامل بھی اوتار ہوئے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گذرا۔

(۸) ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ دین اسلام کے مطابق انبیاء کرام و رسولان عظام کی خاص بنیادی تعلیم میں کوئی فرق نہیں جبکہ ہندو دھرم کے مطابق اوتاروں کی بنیادی تعلیم میں بھی کافی فرق بلکہ تضاد پایا جاتا ہے۔

* * *

حوالہ جات

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ०108 (1)

कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 11 (2)

कल्कि अवतार पृ० 278. (3)

रिसालत और अवतार वाद पृ० 7 (4)

कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 11 (5)

हज़रत मुहम्मद और भारतीय धर्म ग्रंथ पृ० 5 (6)

सत्यार्थ–प्रकाश 7 समुल्लास पृ० 186-187 (7)

रिसालत और अवतार वाद पृ० 152 (8)

यजुर्वेद अ० 27 म० 36 (9)

यजुर्वेद अध्याय 40म०8 (10)

सत्यार्थ–प्रकाश 7 समुल्लास पृ० 178 (11)

श्वेताश्वतर उपनिषद अध्या० 6 मन्त्र 11 (12)

(13) ہندوؤں کے اوتار ص ۵

श्री मद भागवत पुराण 29/2/10 (14)

लधुभागवतामृतम पूर्व खण्ड श्री कृष्ण मृत खण्ड श्लोक 69 (15)

सात्वत– तन्त्र, तृतीय श्लोक–9 (16)

सात्वत–तन्त्र, तृतीय पटल,श्लोक 27-33 (17)

श्री मद भागवत गीता यथारुप.पृ० 168 (18)

केवल्य-8 (19)

ईश्वर की सत्ता और उसका स्वरुप पृ० 28-29 (20)

श्री मद भागवत गीता अध्याय४ श्लोक 7-8 (21)

श्री मद भागवत गीता अध्याय 4 श्लोक 6 (22)

श्री मद भागवत गीता अध्याय 9 श्लोक 24/56 (23)

राम चरित्र मानस बाल काण्ड श्लोक 121 (24)

हरिवंश पुराण (3-67-69) श्रीमद भागवत (10-3-32-43) (25)

पदम पुराण उत्तर खण्ड अध्याय (269) बालमीकि रामायण उत्तर काण्ड-51 //

भागवत (4 - 2 - 27 - 4 - 32 - 75 - 5 - 17) मत्स्यपुराण //

(47 - 106)

शिवपुराण रुद्र संहिता सृष्टि खण्ड अध्याय (3-4) //

कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 12-34 (26)

कल्कि पुराण पृ० 280,कल्कि अवतार पृ० 278 (27)

भागवत गीता7-25(28)

रिसालत और अवतार वाद पृ० 16 (29)

(30)سورۃ النحل آیت ۳۶

(31)سورۂ فاطر، آیت ۲۴

ऋग्वेद म०1- सू०12 म०1 (32)

ऋग्वेद (संक्षिप्त)पृ०7 (33)

ऋग्वेद (संक्षिप्त) पृ० 147 (34)

ऋग्वेद म० 10 सू० 70 म० 3(35)

शतपथ ब्राहमण 11-5-2-3 //

दयानन्द ग्रन्थ माला (दूसरा खण्ड)ऋग्वेदादिभाष्य भूमिका पृ० 256(36)

रिसालत और अवतार वाद पृ० 41-42 (37)

प्राचीन भारत का इतिहास पृ0 43(38)

ऋग्वेद 1-163-1, संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ०1045,807,468 (39)

(40) صحیح بخاری جلد سوم، کتاب اللباس، باب نقش الخاتم، حدیث نمبر

۸۱۷،۸۱۸،۸۱۹،۸۲۲

वेद और कुरआन फैसला करते हैं पृ062 (41)

अगर अब भी ना जागे तो पृ0121 (42)

(43)المنجد، مصباح اللغات، فیروز اللغات وغیرہ

नराशंस और अन्तिम ऋषि यानी मुहम्मद पृ०3,5,16 (44)

हजरत मुहम्मद और भारतीय धर्म ग्रंथ पृ० 9(45)

अमर उजाला आगरा 5 जुन 2001 ई० (संपादकीय पृष्ठ)(46)

इस्लाम के पैगम्बर पृ०3(47)

(48)میثاق النبیین ص ۹۹

(ऋग्वेद 1-13-3)(49)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ० 693, नराशंस और अन्तिम (50)

ऋषि यानी मुहम्मद पृ0 10

(ऋग्वेद संहिता 2-3-2)(51)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ०94,1109(52)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ०14,495(53)

नराशंस और अन्तिम ऋषि यानी मुहम्मद पृ011,12,19 (54)

(ऋग्वेद संहिता 5-5-2)(55)

(56)ہندی اردو لغت ص ۲۰۹

नराशंस और अन्तिम ऋषि यानी मुहम्मद पृ0 10,18 (57)

(ऋग्वेद 1-106-4)(58)

(69)فروزاللغات اردوص۹۷۶ (المنجد عربی اردو لغت ص۱۰۰۶)

(60)المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الكريم ص ٨٦٥

नराशंस और अन्तिम ऋषि यानी मुहम्मद पृ0 13,10 (61)

(अथर्ववेद 20-127-1)(62)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ०211,394,1135,174(63)

अथर्वेद हिन्दी भाष्य पृ0 1401 (64)

नराशंस और अन्तिम ऋषि यानी मुहम्मद पृ0 8 (65)

(66)سورۂ الم نشرح آیت ۴

(अथर्ववेद-20-127-2)(67)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ०220,674,894(68)

(69) مدارج النبوت، جلد دوم ص ۲۰۴

नराशंस और अन्तिम ऋषि यानी मुहम्मद पृ0 7 (70)

(71) مخزن معلومات ص ۳۹

नराशंस और अन्तिम ऋषि यानी मुहम्मद पृ0 20,21 (72)

इस्लाम और हिन्दु धर्म में नारी का स्थान पृ0 38 (73)

(अथर्वेद 20 - 127 - 3) (74)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ०782,543,999,491,1087,100,999(75)

(76) میثاق النبیین ص ۱۰۶

"THE GREATEST 100,IN HISTORY" 1978 (77)

(78) فیروز اللغات ص ۵۷۶

ऋग्वेद-म0 5 सू0 27 म0 1(79)

(80) سورۂ توبہ، آیت نمبر ۱۰۰۔

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ०102(81)

" النکارک شبد: اس سے مراد وہ ادبی لفظ ہے جو ضائع وبدائع سے مرصع ہو۔ النکارک ہونے کی وجہ سے لفظ، معنیٰ اور مراد کے مطابق اس کی تین اقسام ہیں۔ النکارک شبد دوسرے یا تیسرے معنیٰ ظاہر کرتا ہے۔

नराशंस और अन्तिम ऋषि यानी मुहम्मद पृ0 18.20 (82)

कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 22(83)

(84) سورۃ الصف، آیت ۶۔

(85) الخطبات الاحمدیہ ص ۶۳۹، کتاب الشفاء جلد ۱، ص ۳۵۰۔

ऋग्वेद-म० 2 सू0 12 म06(86)

कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 11(87)

हजरत मुहम्मद और भारतीय धर्म ग्रंथ पृ0 10(88)

ऋग्वेद-8-6-10(89)

सामदेव पृ 2-द०-6-म०8(90)

हज़रत मुहम्मद और भारतीय धर्म ग्रंथ पृ0 11(91)

अगर अब भी ना जागे तो पृ0 91 (92)

यजुर्वेद अ० 31म०18(93)

शान्ती पेगाम पृ0 3(94)

(95) سورۃ الاحزاب آیت ۴۶۔

(अथर्ववेद8-5-16)(96)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ0 759.1109.762.231 (97)

(98) سورۃ الفرقان آیت ۶۱، سورۃ النور آیت ۳۵۔

इस्लाम के पैगम्बर पृ0 20 (99)

हजरत मुहम्मद और भारतीय धर्म ग्रंथ पृ0 31(100)

वैदिक साहित्य एक विवेचना पृ ०101(101)

सत्यार्थ प्रकाश पृ ०611(102)

भागवत पुराण,स्कन्धा–1 अध्याय– 3श्लोक 6से25तक (103)

भागवत पुराण स्कन्ध 2 अ० 7 श्लोक 1 से 38 तक (104)

महा भारत शान्ति पर्व अध्याय 339 श्लोक 110 (105)

हिन्दु धर्म कोष पृ0 54 (106)

सरिता मुक्ता रीप्रिन्ट पृ0 62,63 (107)

हरिवंश पुराण 1,4,11ब्रहमपुराण2,3,17(108)

भागवत पुराण,स्कन्धा–1 अध्याय– 3श्लोक 26 (109)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ०108(110)

वायु पुराण,अध्याय 98,श्लोक 68,104–(111)

भागवत पुराण स्कन्ध –11,अध्याय –40,श्लोक 16से लेकर 22 तक(112)

महा भारत शान्ति पर्व अध्याय 339 श्लोक 77 ता 102 (113)

भागवत पुराण स्कन्ध –8,अध्याय –7,श्लोक 8,9(114)

भार्गव आदर्श हिन्दी शब्द कोष पृ. 528, संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ०840(115)

भागवत पुराण स्कन्ध –8,अध्याय –24,श्लोक 44(116)

भागवत पुराण स्कन्ध –13 श्लोक 18,19(117)

हिन्दुओ के दस अवतार पृ0 23 (118)

भागवत पुराण स्कन्ध –8 अध्याय 9 श्लोक 10,9(119)

भागवत पुराण स्कन्ध –5 अध्याय 5 श्लोक 33,32(120)

संस्कृत के चार अध्याय पृ० 74(121)

भागवत पुराण अध्याय 13 श्लोक 18,19(122)

वायु पुराण अध्याय 23 (123)
शिव पुराण अध्याय 19,20 (124)
संस्कृत के चार अध्याय पृ० 69(125)
वायु पुराण अध्याय 98 अश्लोक 104 (126)
इतिहास पुराण साहित्य का इतिहास पृ० 120 (127)
संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ० 257(128)
(129) سورۃ الاحزاب آیت ۴۰۔
संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ० 258(130)
कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 17(131)
कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 24(132)
आप की अमानत आप की सेवा मे पृ0 24(133)
हजरत मुहम्मद और भारतीय धर्म ग्रंथ पृ0 25(134)
नराशंस और अन्तिम ऋषि यानी मुहम्मद पृ0 68 (135)
भागवत पुराण स्कन्ध 12 अध्याय 2 श्लोक 18(136)
कल्कि पुराण अध्याय 2 श्लोक 4(137)
कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 16,17(138)
(139) سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۶، سورۂ ابراہیم آیت ۳۵، آل عمران آیت ۹۷۔ سورۃ التین، آیت ۳
(140) تاریخ مکہ مکرمہ جلد ا ص ۲۲
(141) تاریخ مکہ مکرمہ جلد ا ص ۲۱، تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۸۔
(142) تاریخ مکہ جلد ا ص ۲۲، تفسیر کبیر جلد ۳، ص ۹۔
(143) سورۃ البلد آیت نمبر ا۔
(144) تاریخ مکہ مکرمہ جلد ا ص ۲۶
(145) تاریخ مکہ مکرمہ جلد ا ص ۲۵

भागवत पुराण स्कन्ध 12 अध्याय 2 श्लोक 18(146)

कल्कि पुराण अध्याय 12 श्लोक 4(147)

हजरत मुहम्मद और भारतीय धर्म ग्रंथ पृ०23(148)

कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 16(149)

कल्कि पुराण अध्याय 2 श्लोक 110(150)

कल्कि पुराण अध्या० 2 श्लोक 4(151)

कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 16(152)

हजरत मुहम्मद और भारतीय धर्म ग्रंथ पृ०23 //

(153) عرب کا چاند ص ۷۶

पैगम्बरे इस्लाम पृ०5 रौशन सितारे 1940 (154)

संग्राम पुराण स्कन्ध 12 काण्ड 6 (155)

अन्तिम ईश्वर दूत(156)

कल्कि पुराण अध्याय 2 श्लोक 15(157)

हिन्दी उर्दु शब्द कोष पृ० 193, संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ०1023 (158)

हिन्दी उर्दु शब्द कोष पृ० 83, संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ०299 (159)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ० 799,793 (160)

(161) المنجد عربی اردو لغت ص ۳۲۶، اردو ہندی ڈکشنری، ص ۱۴۹۔

कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 24(162)

कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 24(163)

हजरत मुहम्मद और भारतीय धर्म ग्रंथ पृ०23(164)

(165) غیاث اللغات عربی، فارسی لغت ص ۳۳۴۔

कल्कि पुराण, अध्याय 2 श्लोक 11ता 14-(166)

श्रीमद भागवत महापुराण स्कन्द 12 अध्याय 2 श्लोक 19 (167)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ० 1165,158,334,164,122,446,472 (168)

(169) بخاری شریف

(170) مدارج النبوت جلد ۲،ص ۵۸۹، ۶۰۰، شجرۂ محمدیہ ص ۱۵

कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 9,15(171)

(172) سورۃ الرعد آیت ۷۔

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ० 448,129 (173)

(174) مدارج النبوت جلد ۲،ص ۵۹۶۔

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ० 346,54 (175)

कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ० 39 (176)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ० 597, 731, 624, 461,645,308,448,1038 (177)

(178) سورۃ المائدہ، آیت ۱۵

(179) سورۃ التکویر آیت۔ ۲۴

(180) سورہ النجم آیت نمبر ۴۔

ऐ मुस्लिम भाई पृ० 48(181)

भागवत पुराण स्कन्ध 12 अध्याय 2 श्लोक 20(182)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ० 65 (183)

(184) سیرت امام الانبیاء ص ۳۵۴۔

भागवत पुराण स्क०12अ०2श्लो०21(185)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ० 9,12, 35, 472, 620, 921, 955,772,1148 (186)

(187) اصلاح فکر و اعتقاد ص ۲۸۰

(188) الخصائص الکبریٰ جلد ا،ص ۱۶۷

(189) الخصائص الکبریٰ، جلد ا ص ۱۶۸۔

(190) سیرت امام الانبیاء ص ۳۷۶۔

(भागवत पुराण स्क०12अ०2श्लो०76)(191)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ० 179, 252, 520, 937,1172,418,449,954 (192)

(193) سیرت امام الانبیا ص ۱۴۱ ۳۔

ऐ मुस्लिम भाई पृ० 25(194)

भविष्य पुराण प्रतिसर्ग पर्व 3 खण्ड 3 अध्याय 3 श्लोक 5 -(195)

(196) میثاق النبیین ص ۸۰

(भविष्य पुराण प्रतिसर्ग पर्व 3. ख० 3. अ० 3 श्लो० 6) (197)

(198) میثاق النبیین ص ۸۰۔

भविष्य पुराण प्रतिसर्ग पर्व 3 ख० 3 अ० 3 श्लोक 7 (199)

भविष्य पुराण प्रति स०प०3 ख० 3 अ०3 श्लोक8(200)

(201) میثاق النبیین ص ۸۰

भविष्य पुराण पृति सर्ग पर्व 3 ख०3अ०3 श्लोक25(202)

संस्कृतहिन्दीशब्द कोष पृ 391 ,392, 1016,1175,1033,16,18,726,733(203)

(204) الخصائص الکبریٰ ص ۱۳۶،

(205) عرب کا چاند ص ۲۶۔

(206) الخصائص الکبریٰ ص ۱۷۸۔

(207) الخصائص الکبریٰ ص ۱۷۸۔

(208) الخصائص الکبریٰ، بخاری شریف، مشکوۃ شریف۔

भविष्य पुराण पृतिसर्ग पर्व3ख०3 अ० 3 श्लोक 26(209)

संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ० 939,1258 ,597, 726,764,1051,777(210)

भविष्य पुराण पृतिसर्ग पर्व3 ख०3 अ०3श्लो० 27 (211)

* * *

مذہبی کتب
و
دھرم گرنتھ

دین اسلام اور ہندو دھرم کی مذہبی کتابیں

اسلام کی مذہبی کتابیں و بنیادی ماخذ

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام ہے۔ دیگر صفات کی طرح یہ بھی اس کی ایک عظیم صفت ہے جو قدیم، غیر فانی اور ابدی ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ کی جملہ صفات ابدی وغیر فانی لہٰذا قرآن بھی ابدی اور غیر فانی۔ مرضیٔ مولیٰ کو جب مناسب معلوم ہوا تو اپنے بے مثال کلام کو الفاظ وحروف کا جامہ پہنا کر رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل فرمایا اور پھر بقدر ضرورت وحالات تھوڑا تھوڑا تقریبا ۲۳ر سال میں اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا تا کہ بندے اللہ اور اس کے رسول کو جانیں، ان کے فرامین واحکامات اور سنن کو پہنچانیں اور ان کی رضا کے مطابق عمل کریں اور ان اعمال سے احتراز کریں جو اللہ اور رسول کو ناپسند ہیں۔

اللہ رب العلمین نے اپنے محبوب رسول حضرت محمد ﷺ پر جو آسمانی کلام، پیغام یا وحی نازل فرمائی اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وحیٔ متلو یعنی جس کی تلاوت کی جائے اور دوسری وحیٔ غیر متلو یعنی جس کی تلاوت نہ کی جائے۔ وحیٔ متلو کا نام قرآن ہے اور وحیٔ غیر متلو کا نام حدیث وسنت۔ وحیٔ متلو کو وحیٔ جلی اور غیر متلو کو وحیٔ خفی بھی کہتے ہیں۔

اللہ کے مقدس کلام و پیغام کا نزول وحی یا الہام وغیرہ کے ذریعہ ہوا اس لیے کہ سنت الٰہی یہی ہے کہ اللہ رب العلمین اپنے بندوں سے براہ راست کلام نہیں فرماتا بلکہ ان کی ہدایت

کے لیے اپنے رسولوں اورنبیوں پر وحی ،الہام یا القاء وغیرہ نازل فرماتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

"وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنه مایشاء" 1

(اور کسی آدمی کو نہیں پہونچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یایوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے ادھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے)

معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ انبیاء ورسل پر اپنے احکامات وپیغامات بواسطۂ وحی بھیجتا ہے۔ لہٰذا کلام الٰہی یا کتاب اللہ کے تعلق سے کچھ تحریر کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ آخر وحی کیا ہے اور اس سے کیا مراد ہے؟

وحی: وحی کے لغوی معنی ہیں الوحی الاشارة. والرسالة. والالهام. والكلام الخفی یعنی وحی اشارہ کرنے کو، لکھنے کو، پیغام دینے کو، الہام کو اور خفیہ طریقہ سے بات کرنے کو کہتے ہیں۔ 2 اور اصطلاح شریعت میں وحی کے معنی ہیں وہ کلام الٰہی جو پیغمبروں پر مخلوق خدا کی ہدایت ورہنمائی کے لیے نازل ہوا۔ 3

کتب احادیث وعلماء اسلام کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وحی کی مختلف اقسام اور مختلف طریقے ہیں جن میں چار طریقے اہم ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) کسی غیبی آواز کا سنائی دینا اس طرح کہ بندہ ایک آواز سنے مگر بولنے والا اسے نظر نہ آئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر ہوا۔

(۲) کسی بات کا خود بخود دل میں پیدا ہو جانا بیداری میں یا خواب میں، اس صورت میں وحی کا وصول بلا آواز اور بلا واسطۂ سمع ہے۔

(۳) سچے خواب کا دیکھنا۔ چنانچہ نبی یا رسول کو خواب میں جو چیز بتائی جاتی ہے وہ بھی وحی ہے اس کے کذب ہونے کا احتمال نہیں۔ جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے تعلق سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قربانی کے تعلق سے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو چاند، سورج

اور گیارہ ستاروں کے تعلق سے خواب میں دکھایا گیا۔

(۴) کسی فرشتے کا انسانی شکل میں نمودار ہونا اور پیغام الٰہی سنانا۔ اس طریقۂ وحی میں رسول کی طرف فرشتہ کے واسطے سے وحی نازل ہوتی ہے۔ 4 اور یہی وہ طریقہ ہے کہ جس میں قرآن نازل ہوا۔

وحی کی مذکورہ بالا اقسام کی تصدیق آیات قرآنیہ سے بھی ہوتی ہے۔ نیز قرآن حکیم سے وحی کی دیگر اقسام بھی ثابت ہوتی ہیں جن میں سے کسی کو القاء والہام، کسی کو مکالمہ اور کسی کو رؤیائے صادقہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام" 5

(بے شک اللہ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا کہ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے)

وحی کی مذکورہ قسم کی تصدیق احادیث رسول ﷺ سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

"اول مابدئ بہ رسول اللہ ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم فکان لا یری رؤیا الاجائت مثل فلق الصبح" 6

(سب سے پہلی چیز جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا ہوئی وہ نیند کی حالت میں سچا خواب (رویائے صادقہ) ہے۔ حضور انور ﷺ جو خواب دیکھتے وہ صبح کی سفیدی کی طرح صحیح ثابت ہوتا تھا۔)

وحی کی دیگر اقسام کے تعلق سے بھی آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ پیش کی جا سکتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر یہاں ہم ان سے گریز کر رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ وحی متلو اور غیر متلو یا کلام متلو اور غیر متلو دونوں من جانب اللہ ہیں اور دونوں کا ہی اتباع واجب وضروری ہے اس لیے کہ اسی پر اطاعت خدا اور اطاعت رسول کا دارومدار ہے۔ چنانچہ ارشاد رباری تعالی ہے:

"اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی

شیء فردوہ الی اللہ والرسول"7

(اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو)

اللہ اور رسول کے احکام کی پیروی اور اطاعت کا حکم قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر دیا گیا ہے اور اسی بات کو حدیث شریف میں اس طرح واضح کیا گیا ہے:

''حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی''8

قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

"من یطع الرسول فقد اطاع اللہ"9

(جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی)۔

"و من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا عظیما"10

(جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے بڑی کامیابی حاصل کی)

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" 11

(اے محبوب! آپ فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت فرمانے لگے گا)

قرآن مجید کی مذکورہ آیات کریمہ میں اطاعت کا مثبت پہلو بیان کیا گیا ہے۔ اطاعت کا منفی پہلو ذکر کرتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

"و من یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلالا مبینا"12

(اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تحقیق اس نے کھلی گمراہی کی)

"و من یعص اللہ و رسولہ فان لہ نار جھنم خالدین فیھا ابدا"13

(جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں ان کے لیے نار جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے)

یہاں یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن مقدس میں تقریبا ۱۸ ر مقامات پر اللہ تعالی کی اطاعت کا ذکر ہے لیکن ہر ایک مقام پر اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اطاعت کا ضرور ذکر ہے۔ قرآن پاک میں ایک بھی ایسا مقام نہیں ہے جہاں طاعت اللہ کا ذکر ہو اور طاعت رسول کا ذکر نہ ہو۔ اس کے برخلاف ایسے کئی مقامات ہیں کہ جہاں رسول کی اطاعت کا ذکر ہے لیکن اللہ کی اطاعت کا بیان نہیں ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بغیر اطاعت رسول اطاعت خداوندی ہرگز ممکن نہیں۔ اطاعت رسول درحقیقت اطاعت خدا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اطاعت خدا درحقیقت اطاعت خدا ہو کیوں کہ بنا اطاعت رسول اطاعت خدا گمراہی ہے۔

معلوم ہوا کہ اطاعت خدا یا اطاعت مصطفی، فرمان خدا یا فرمان مصطفی دونوں کی اتباع و پیروی ہمارے لیے ضروری ہے۔ قرآن مقدس کے علاقہ حدیث رسول ﷺ سے بھی یہی پیغام واضح و ثابت ہے۔ چنانچہ حضور انور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"الا انی او تیت القرآن و مثلہ معه"

(خبردار مجھے قرآن عطا کیا گیا اور اس کے ساتھ اور چیز بھی اس کے مثل عطا کی گئی ہے)۔14

حضور انور ﷺ ایک مقام پر اپنی وصیت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنة رسول اللہ" 15

(حضور انور ﷺ نے وصیت فرمائی کہ میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑیں جب تک تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے سنت رسول۔)

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ دین اسلام کے اصل ماخذ دو ہیں ایک قرآن اور دوسرے حدیث یا سنت۔ جس میں قرآن کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

لفظ قرآن کی لغوی واصطلاحی وضاحت

لفظ قرآن قرء و قرأناً سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے ملانا، جمع کرنا۔ 16 یا یہ قرأیقرأ باب فتح یفتح کا مصدر ہے جس کا معنی ہے پڑھنا اور ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملا کر جمع کرنا۔ اور یہ قرآن "مَقْرُوْءٌ" بروزن مفعول یعنی جو پڑھا جاتا ہے کہ معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ 17 خلاصہ یہ کہ قرآن کے لغوی معنی پڑھنا یا پڑھا ہوا یا جمع کیا ہوا ہیں۔ اور اصطلاح میں قرآن اس وحی متلو یا کلام الٰہی کا نام ہے جو اللہ نے انسانوں کی ہدایت و تربیت کے لیے بذریعہ جبریل امین حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔

قرآن کی وجہ تسمیہ

محققین ومفسرین کی نظر میں قرآن کو قرآن کہنے کی مختلف وجوہات ہیں مثلاً یہ آیات اور سورتوں کا مجموعہ ہے اس لیے قرآن کہا جاتا ہے۔ یا اس میں گذشتہ جملہ انبیاء کرام پر نازل شدہ کتابوں وصحیفوں کی تعلیمات کو جمع کر دیا گیا ہے یا اس میں قصص، واقعات، اہم سابقہ حالات ،حوادث ، اوامر ونواہی اور وعدۂ ووعید وغیرہ کو مناسب انداز سے جمع کیا گیا ہے یا یہ تلاوت کیا جاتا اور پڑھا جاتا ہے یا یہ سب کو اک جگہ جمع کرتا ہے جیسے حج ونماز وغیرہ اس لیے اس کو قرآن کہتے ہیں۔ 18

موضوع قرآن

قرآن کا موضوع انسان ہے کہ وہ حیات انسانی کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتا ہے اور نجات وفلاح وبہبود اور دنیوی واخروی فوائد ونقصانات کو بڑی وضاحت وتشریح کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

غایت قرآن

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وپیروی کے ذریعہ بندگان خدا کو دنیوی واخروی نجات وکامیابی سے ہمکنار کرنا۔

نزول قرآن

قرآن مقدس آسمانی کتب میں وہ عظیم کتاب ہے کہ جس نے جہاں ہزار ہا علوم وفنون کے دریا بہائے ہیں، بے شمار راز ہائے سربستہ کھولے ہیں وہاں اپنے بارے میں بھی سب کچھ بیان کردیا ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جو اس نے پردۂ خفاء میں رکھی ہو۔ چنانچہ اپنے زمانۂ نزول اور وقت نزول کے بارے میں قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

"شہر رمضان الذی انزل فیہ القرأن 19"

(رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا)

"انا انزلنہ فی لیلۃ القدر" 20

(بے شک ہم نے اس کو شب قدر میں نازل فرمایا)

معلوم ہوا کہ قرآن حکیم رمضان المبارک کی شب قدر میں نازل ہوا۔ مذکورہ بالا آیات کریمہ سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ قرآن ماہ رمضان میں اور شب قدر میں نازل ہوا لیکن یہ ثابت نہیں ہوا کہ کتنی مدت اور کتنے وقت میں نازل ہوا اور اس کے نزول کی کیفیت کیا تھی؟ مذکورہ سوالات کا جواب پیش کرتے ہوئے امام المفسرین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"احدھا وھو الاصح الاشھر انہ نزل الی سماء الدنیا لیلۃ القدر جملۃ واحدۃ ثم نزل بعد ذلک منجما فی عشرین سنۃ او ثلاث وعشرین او خمس وعشرین" 21

(ایک قول جو زیادہ صحیح اور مشہور ہے وہ یہ ہے کہ بے شک پورا قرآن پاک آسمان دنیا پر قدر کی رات میں نازل ہوا پھر اسکے بعد تھوڑا تھوڑا کر کے بیس، تئیس یا پچیس سال میں نازل ہوا)

مفسرین ومحدثین کی اس سلسلے میں اور بھی روایتیں مذکور ہیں۔ اکثر روایتوں میں پہلی بار یکبارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کا نزول مراد ہے لیکن قرآن کے دنیاوی نزول کی مدت میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام سیوطی کی مذکورہ روایت میں ہمارے ناقص مطالعہ وتحقیق کے مطابق ۲۳ رسال کی بات زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ حضور انور ﷺ کو جس وقت منصب نبوت ورسالت کے اعلان کرنے کا حکم ہوا تو آپ مکمل چالیس سال کے تھے۔اس کے بعد آپ نے تیرہ سال مکہ شریف میں قیام فرمایا۔پھر جب آپ کو ہجرت کا حکم ہوا تو آپ مدینہ شریف تشریف لے گئے جہاں آپ نے دس سال قیام فرمایا۔پھر جب دنیا سے تشریف لے جانے لگے تو اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۳ رسال تھی۔اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر ۲۳ رسال تک قرآن کریم نازل ہوتا رہا۔جن مفسرین ومحدثین نے مدت نزول قرآن ۲۰ رسال بیان کی ہے ممکن ہے کہ انہوں نے کسر کے اعداد کو چھوڑ دیا ہو جیسا کہ بعض روایتوں میں کسر کو ترک کر کے حضور انور ﷺ کی عمر شریف ۶۳ ر کے بجائے ۶۰ رسال ذکر کی گئی ہے۔

نزول قرآن کے بارے میں مسلم شریف کی ایک اور روایت ملتی ہے وہ یہ ہے کہ:

"ان رسول الله ﷺ سئل عن صوم یوم الاثنین فقال فیه ولدت وفیه انزل علی" 22

(حضور انور ﷺ سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا پیر کے دن میں پیدا ہوا اور پیر کے دن ہی مجھ پر وحی نازل ہوئی۔)

مشہور روایتوں کے مطابق حضور انور ﷺ کی تاریخ ولادت بروز دوشنبہ ۱۲ رربیع الاول ہے اور یہی دن اور یہی تاریخ قرآن کے ابتداء نزول کی ہے۔رمضان المبارک اور ۱۲ رربیع الاول بروز پیر کے دن نزول قرآن کی دونوں روایتوں میں اس طرح مطابقت ہوسکتی ہے کہ لوح محفوظ سے نزول اول رمضان المبارک میں ہوا اور پھر وہاں سے وحی کے نزول کا آغاز ربیع الاول بروز دوشنبہ ہوا۔

وحیٔ اول نزول قرآن

صحیح اور مشہور روایتوں کے مطابق حضور انور ﷺ پر سب سے پہلے قرآن مقدس کی

جو آیات بذریعہ جبریل امین وحی کی صورت میں نازل ہوئیں وہ سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں مذکور ہے کہ:

''غار حرا میں قیام کے دوران آپ پر وحی کا نزول ہوا۔ فرشتہ آیا اور اس نے کہا پڑھیے! آپ فرماتے ہیں میں نے کہا میں نہیں پڑھتا۔ آپ فرماتے ہیں فرشتے نے مجھے اس زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھیے میں نے کہا میں نہیں پڑھتا۔ پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور زور سے دبایا یہاں تک میری طاقت جواب دینے لگی۔ پھر مجھے چھوڑا اور کہا پڑھیے۔ میں نے کہا میں نہیں پڑھتا۔ اس نے مجھے پھر پکڑا اور تیسری بار دبوچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا''

اقرأباسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم''۔32

(رسول اللہ ﷺ نے ان آیات کو دہرایا اور آپ کا دل کانپ رہا تھا۔)

امام المفسرین حضرت جلال الدین عبدالرحمن سیوطی نے بھی " الاتقان فی علوم القرآن " میں بہت سی مستند و معتبر روایات کے حوالہ سے اسی قول کی تصدیق و توثیق فرمائی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں " النوع السابع معرفۃ اول مانزل "۔ 24

قرآن کے ۲۳ رسال میں نازل ہونے کی حکمت

قرآن وحدیث کے مطابق لوح محفوظ سے ایک ساتھ رمضان المبارک کے مہینے میں قرآن کریم آسمان دنیا پر نازل ہوا اور پھر وہاں سے بقدر ضرورت و حالات تیئس سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا آہستہ آہستہ لفظ معین اور معنیٰ خاص کے ساتھ حضرت جبریل امین علیہ السلام کے توسط سے حضور انور ﷺ پر نازل ہوتا رہا۔ اللہ رب العٰلمین قادر مطلق ہے وہ چاہتا تو آسمان دنیا کی طرح اپنے رسول ﷺ پر بھی یکبارگی قرآن نازل فرما دیتا لیکن اس نے ایسا کیوں نہیں کیا اس کی حکمت و فلسفہ بیان کرتے ہوئے خود ہی ارشاد فرماتا ہے:

"وقال الذين کفروا لولانزل علیه القران جملة واحدة کذلک لنثبت به فؤادک ورتلنه ترتیلا"25

(اور کافر بولے قرآن ان پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا۔ہم نے یونہی تھوڑا تھوڑا اسے اتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا)

"وقرانا فرقناه لتقرأه علی الناس علی مکث ونزلناه تنزیلا"26

(اور قرآن ہم نے جدا جدا کر کے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو)

مذکورہ آیات کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے کہ توریت،انجیل اور زبور کی طرح قرآن پاک یکبارگی نازل نہ فرما کر ۲۳ رسال کے عرصہ دراز میں آہستہ آہستہ نازل فرمانے میں چند حکمتیں ہیں اور وہ یہ کہ:

☆ وحی و پیغام الٰہی کا سلسلہ طویل مدت تک جاری رہنے سے حضور انور ﷺ کے دل کو تسکین ملتی رہے اور کفار کو ہر ایک موقع پر جواب دیا جاتا رہے۔

☆ تاکہ لوگوں کے لیے قرآن مجید کا حفظ کرنا آسان ہو جائے۔

☆ قرآن پاک کے مضامین واحکام بآسانی سننے والوں کے ذہن نشین ہوتے رہیں اور اس کے جو بھی معانی وتفاسیر ہیں وہ ظاہر ہو سکیں۔

☆ حالات وحوادثات اور مصالح کے پیش نظر قرآن کے نزول کے ذریعہ لوگوں کو تنبیہ وآگاہی ہوتی رہے اور لوگوں کی صحیح تربیت ہو جائے۔

مذکورہ بالا وجوہات کے علاوہ چند اور بھی حکمتیں ہیں جن کے پیش نظر ۲۳ رسال کی مدت میں قرآن کا نزول ہوا۔ مثلاً اگر یکبارگی قرآن نازل ہوتا تو شریعت کے سارے احکام واعمال ایک ساتھ عمل کے لیے سامنے آتے جن پر عمل کرنا سخت دشوار تھا۔ایک ساتھ نازل ہونے کی صورت میں اس کا یاد کرنا اور حفظ کرنا بھی امت کے لیے سنگین مسئلہ تھا۔اور آہستہ آہستہ قرآن کے نزول کی شکل میں قرآن کی ایک ایک سورت وآیت کا معجزہ ہونا بھی ثابت ہو گیا کہ کفار اتنی طویل مدت میں بھی ایک آیت کا مثل نہ لا سکے۔

قرآن حکیم کے اتنی طویل مدت میں نزول کے تعلق سے علامہ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی نے بھی مختلف محدثین ومفسرین کے حوالہ سے بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں ہیں۔ایک مقام پر ابوشامہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"فان الوحی اذا کان یتجدد فی کل حادثة کان اقوی بالقلب واشد عنایة بالمرسل الیه ویستلزم ذلک کثرة نزول الملک الیه وتجدد العهد به وبمامعه من الرسالة والواردة من ذلک الجناب العزیز فیحدث له من السرور ماتقصر عنه العبارة ولهذا کان اجود مایکون فی رمضان لکثرة لقائه جبرئیل" 27

(بے شک وحی کا ہر واقعہ میں جب تازہ نزول ہوگا تو دل کی زیادہ تقویت کا سبب اور رسول اللہ ﷺ کی ذات طیبہ کے ساتھ خدائی عنایت اور اس کے مزید اہتمام کا ذریعہ ہوگا۔جس کی وجہ سے لازمی طور پر ان کے پاس فرشتے کا نزول زیادہ ہوگا۔اور اس کے ساتھ آپ کا تعلق تازہ ہوتا رہے گا۔اسی طرح اس پیغام الٰہی کے ساتھ بھی جو بارگاہ خداوندی سے آرہا ہے وہ کیف وسرور نمودار ہوگا جس کے بیان سے تحریر قاصر ہے۔جبھی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی شان سخاوت دیگر دنوں سے زیادہ رمضان میں نمایاں ہوتی ہے اس لیے کہ فرشتۂ الٰہی جبرئیل امین سے ملاقات زیادہ ہوتی ہے۔

امام سیوطی ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"ولکن اللہ باین بینه وبینها فجعل له الامرین انزاله جملة ثم انزاله مفرقا تشریفا للمنزل علیه" 28

(لیکن اللہ جل شانہ نے اس آخری کتاب اور دوسری آسمانی کتابوں کا معاملہ جدا رکھا۔اسے دونوں انداز بخشے۔یکبارگی نزول پھر جدا جدا نزول تاکہ اس ذات کا شرف ظاہر ہو جس پر اس کا نزول ہوا۔)

حفاظت قرآن

قرآن مجید اللہ کا مقدس کلام اور اس کی عظیم صفت ہے جو ابدی اور غیر فانی ہے۔ جس کی حفاظت اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ رکھی ہے۔ اس لیے اس میں کسی حرف کی کمی یا بیشی یا تغیر وتبدیلی نہیں ہوسکتی اگرچہ ساری دنیا اس کے لیے کوشاں ہوجائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون"29

(بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔)

"بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ"30

(بلکہ وہ بزرگی والا قرآن ہے لوح محفوظ میں)

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نزول قرآن کے وقت حضور انور ﷺ سخت مشقت اٹھاتے تھے اور آپ کے ہونٹ مسلسل حرکت کرتے رہتے تھے۔ اور حضرت جبرئیل وحی لاتے تو نہات توجہ سے سنتے اور حضرت جبرئیل کے ساتھ خود بھی تلاوت کرتے جاتے تھے تاکہ کوئی لفظ حفظ ہونے سے نہ رہ جائے۔ 31

حضور انور ﷺ کو حفظ قرآن کے تعلق سے متفکر اور مضمحل دیکھ کر اللہ جل شانہ نے وحی نازل فرمائی:

"لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ فاذا قرأنہ فاتبع قرانہ"32

(تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو بے شک قرآن کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔)

قرآن مقدس کی مذکورہ آیات کی روشنی میں ہم مکمل یقین واعتماد کے ساتھ یہ دعوی کرسکتے ہیں کہ آج جو قرآن ہمارے یہاں موجود ہے وہ بالکل وہی ہے جو اللہ رب العلمین نے

بذریعہ جبرئیل حضور انور ﷺ پر نازل فرمایا۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی وکمی بیشی کا شائبہ تک نہیں ہے کہ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے:

"وتمت کلمة ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمته"33

(اور مکمل ہے تیرے رب کا کلام حق اور انصاف میں اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں)

اللہ رب العلمین کی جانب سے حفاظت قرآن کا وعدہ اور یقین دہانی کے باوجود حضور انور ﷺ خود بھی حفظ قرآن کا بہترین اہتمام فرماتے تھے۔ حدیث شریف کے مطابق جب بھی رمضان المبارک کا مہینہ آتا آپ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دور فرماتے اور جس سال آپ کا وصال ہوا دومرتبہ دور کیا۔ 34 اس کے علاوہ آپ نے اپنی امت کو بھی قرآن سیکھنے اور سکھانے کی سخت تاکید فرمائی۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قرآن کی حفاظت و پابندی کرو اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یہ رسیوں میں بندھے اونٹوں سے بھی زیادہ چھوٹ کر نکل جانے والا ہے۔"35

بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث کی ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

"خیرکم من تعلم القرآن وعلمه"36

(تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم کو سیکھے اور سکھائے)

پیش کردہ احادیث کریمہ کے علاوہ اور بھی کثیر احادیث میں حفظ قرآن وقرأت قرآن کی بے شمار برکتیں اور فضیلتیں بیان فرما کر امت کو اس کی طرف راغب فرمایا۔ آپ کی تعلیم وترغیب اور تاکید کا ہی ثمرہ ہے کہ دور رسالت سے آج تک ہر دور میں بے شمار حفاظ قرآن ہوتے رہے ہیں۔ اور آج حقیقت حال یہ ہے کہ بفرض محال اگر قرآن پاک کے سارے نسخے معدوم ہو جائیں تو قرآن پاک جوں کا توں اپنی اصل کتابی صورت میں تحریر کر دیا جائے گا اور کہیں کوئی فرق نہ آئے گا۔

کتابت قرآن

حضور انور ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں صرف حفظ قرآن کے ذریعہ ہی حفاظت قرآن کا خاص اہتمام نہیں فرمایا تھا اور حفظ قرآن کے لیے ہی صحابہ کرام اور اپنی امت کو ترغیب وتاکید نہیں فرمائی تھی بلکہ اس کے ساتھ کتابت قرآن کے لیے بھی آپ نے خاص انتظام فرمایا تھا اور اپنی امت کو اس کے لیے بھی خاص ہدایت فرمائی تھی۔ یعنی دور رسالت میں وحی الٰہی یا کلام الٰہی کو نہ صرف لفظ بہ لفظ حفظ کیا جاتا تھا بلکہ اس کو کتابی شکل میں بھی محفوظ کیا جاتا تھا۔ اس طرح کلام اللہ کی دوہری حفاظت کی جاتی تھی ایک مکتوب قرآن اور دوسرے ملفوظ قرآن۔ اور ظاہر ہے کہ جو چیز اس طرح محفوظ کی جائے نہ اس میں غلطی کا امکان ہوسکتا ہے اور نہ اس کے تغیر وتبدل کا۔ مختلف احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی کتابت کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ احادیث کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ دوشنبہ ربیع الاوّل ۴۰ نبوی کو دوسری وحی نازل ہوئی اور پنجشنبہ کو خالد بن سعید مشرف باسلام ہوئے اور ان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت شروع کرائی۔ اس طرح نزول وحی سے چوتھے دن کتابت شروع ہوئی جو نزول قرآن کے اختتام تک برابر جاری رہی۔

(صحیح بخاری ج: ۳، ص: ۱۶۷، جامع ترمذی، ج: ۲، ص: ۱۲۴)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زید بن ثابت آپ کے پڑوس میں رہتے تھے، جب وحی آئی تو فوراً ان کو بلا لیتے اور جو کچھ نازل ہوتا لکھوا دیتے۔ (سنن ابوداؤد)

یہی نہیں بلکہ لکھوانے کے بعد پڑھوا کر سنتے اور جو غلطی ہوتی اس کی اصلاح فرماتے، پھر لوگوں کو نقل کے لئے عنایت فرماتے۔ (مجمع الزوائد، ج: ۱، ص: ۶۰)

صحابۂ کرام قرآن کو کس چیز پر لکھتے تھے اور کس طرح محفوظ کرتے تھے اس تعلق سے فتح الباری میں ہے کہ "کانو یکتبون المصحف فی الرق ویجعلون له دفتین من خشب" یعنی صحابہ قرآن پاک کو باریک چمڑے پر لکھتے تھے اور اس کو دو چوبی دفتیوں میں رکھ لیتے تھے۔ اور اس طرح رکھتے تھے کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی اور یہ ہدایت فرمائی جاتی کہ فلاح فلاں سورت

میں فلاں فلاں آیت کے بعد یہ لکھ لی جائے تو لکھ لی جاتی۔

(فتح الباری جلد ۹، الاتقان جلد: ۱، ص: ۱۴۴، ۱۴۵)

مختصر یہ کہ حضور انور ﷺ نے نزول کے ساتھ ساتھ وحی کی کتابت کا بھی مخصوص اہتمام رکھا اور جیسے جیسے وحی نازل ہوتی گئی بڑے ہی اہتمام و توجہ کے ساتھ اس کی کتابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور اس عظیم ذمہ داری کے لیے بہت ہی لائق و قابل اعتماد کاتبین وحی کا انتخاب کیا گیا۔ چنانچہ حضور انور ﷺ نے جن صحابہ کرام سے قرآنی آیات اور سورتوں کی کتابت کرائی ان کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے جن میں حسب ذیل کاتبین صحابہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر فاروق (۳) حضرت عثمان غنی (۴) حضرت مولیٰ علی (۵) حضرت زبیر بن عوام (۶) حضرت سعد بن ابی وقاص (۷) حضرت امیر معاویہ (۸) حضرت زید بن ثابت (۹) حضرت خالد بن ولید (۱۰) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۱۱) حضرت عمرو بن العاص (۱۲) حضرت ابوایوب انصاری (۱۳) حضرت حذیفہ بن الیمان (۱۴) حضرت ابی بن کعب (۱۵) حضرت طلحہ بن عبید اللہ (۱۶) حضرت ثابت بن قیس (۱۷) حضرت خالد بن سعید (۱۸) حضرت ابوسفیان بن حرب (۱۹) حضرت یزید بن ابی سفیان (۲۰) حضرت شرحبیل بن حسنہ (۲۱) محمد بن مسلم انصاری (۲۲) مغیرہ بن شعبہ (۲۳) ارقم بن ارقم مخزومی (۲۴) عبداللہ بن زید (۲۵) عبداللہ بن ارقم قرشی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ 37

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی کتابت کا سلسلہ آغاز وحی سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ اور کاتبین کے ذریعہ کلام الٰہی ابتدا سے ہی کتابی شکل میں محفوظ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ حضور انور ﷺ قرآنی آیات و سورتوں کے نزول کے بعد جہاں کاتبین صحابہ کو املا اور تحریر کرنے کا حکم دیا کرتے تھے وہاں یہ بھی نشاندہی فرمایا کرتے تھے کہ کون سے لفظ کو کس طرح لکھنا ہے اور کون سی سورت اور کونسی آیت کو کس مقام پر کس سے قبل اور کس کے بعد رکھنا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

"کان النبی ﷺ مما تنزل علی الأیات فیدعو بعض من یکتب له ویقول له: ضع هذه الأیة فی السورة التی یذکر فیها کذا و کذا" 38

(جب حضور اکرم ﷺ پر آیات نازل ہوتیں تو کسی کاتب وحی کو بلاتے اور

فرماتے اس آیت کو فلاں سورت میں لکھو۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

"فقال جبرئیل للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضعها علی رأس مأتین ثمانین من سورۃ البقرۃ" 39

(حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سورۂ بقرہ کی ایک آیت نازل ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس کو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۹ کے بعد رکھ لیجئے۔

اس طرح مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مقدس کی ترتیب توفیقی اور من جانب اللہ ہے اور دور رسالت میں نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ کتابت قرآن بھی مکمل ہوگئی تھی۔ چنانچہ بعض احادیث کریمہ سے اس کا بہت ہی واضح اور صاف انداز میں ثبوت ملتا ہے کہ زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن پاک مکمل کتابی صورت میں منظر عام پر آگیا تھا۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ان القرآن کان مجموعا مؤلفا علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" 40

(بے شک قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں باقاعدہ جمع کیا ہوا ترتیب دیا ہوا موجود تھا۔)

امام نووی فرماتے ہیں: "ان القرآن کان مؤلفا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماهو فی المصاحف الیوم" یعنی قرآن پاک عہد نبوی میں اس انداز سے ترتیب دیا گیا تھا جس طرح کی ترتیب سے آج وہ مصحف میں موجود ہے۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد: ۱۶، ص: ۳۴۰)

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ "ان القرآن کان علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجموعا مؤلفا علی ما هو علیہ الآن"۔ عہد نبوی میں قرآن مجید بالکل اس طرح مجموع و مرتب تھا جس طرح آج ہے۔ (دائرۃ المعارف الاسلامیہ، جلد: ۱۶، ص: ۳۴۰)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک قرآن نہیں بلکہ بعض احادیث سے پتہ چلتا

ہے کہ متعدد نسخے موجود تھے۔اوراس کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ نے دیکھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرنے کی سخت تاکید فرمائی اور دوسرے اجر کی بشارت دی۔ (الاتقان، جلد: ۲،ص: ۱۸)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ "حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں مصاحف قرآن کی اتنی کثرت ہوگئی تھی کہ وہ گھروں میں آویزاں کیے جانے لگے تھے جس پر آپ نے تنبیہ فرمائی اور فرمایا: "لا تغرنکم هٰذا المصاحف المعلقه" یعنی ان آویزاں قرآنوں سے تم دھوکے میں نہ پڑ جانا۔ (کنز الاعمال، سنن الاقوال والاعمال، ۱۳۱۲ھ جلد: ۱،ص: ۲۴ ۱۳، حیدر آباد، دکن)

اس کے علاوہ اگر ہم بات کریں عہد صدیق کی تو مؤطا امام مالک کی روایت کے مطابق اس عہد میں کاغذوں پر قرآن جمع کیا گیا۔ چنانچہ مؤطا امام مالک میں ہے "جمع ابوبکر القرآن فی قراطیس" یعنی حضرت ابوبکر نے قرآن پاک کاغذوں پر جمع کیا۔

صحیح بخاری شریف کے مطابق خود حضور انور ﷺ کے پاس قرآن کتابی شکل میں موجود تھا جس کو دیکھ کر صحابۂ کرام دیگر نسخوں کی نقل وترتیب اور تصحیح کیا کرتے تھے۔ بخاری شریف کی ایک طویل حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

"یوسف بن مالک کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک عراقی آیا اور عرض کیا یا ام المؤمنین ارینی مصحفك (اے ام المؤمنین مجھے اپنا قرآن تو دکھائیے) فرمایا بھلا کس لیے؟ عرض کی تاکہ میں قرآن کریم کی ترتیب درست کرلوں کیوں کہ لوگ خلاف ترتیب پڑھتے ہیں۔ قال فاخرجت له المصحف فاملت علی آی السورۃ (راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے مصحف نکالا اور اسے سورتوں کی ترتیب لکھوادی۔) 41

اسی طرح ایک دوسری روایت ہے:

عبدالعزیز بن رفیع اور شداد بن معقل نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے کوئی چیز چھوڑی؟ انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ دفتین یعنی دو گتوں کے درمیان (قرآن کی سورت میں) ہے اس کے سوا حضور نے کچھ نہیں چھوڑا۔ وہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم امام محمد بن حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ

قرآنی مجموعے کے علاوہ حضور نے اور کچھ نہیں چھوڑا۔ 42

حضور انور ﷺ کے عہد مبارک میں کن کن صحابۂ کرام نے قرآن کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کی عظیم خدمات انجام دیں اسکو بھی حدیث شریف میں بہت ہی صاف الفاظ میں بیان فرمادیا گیا ہے۔

''حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مبارک میں قرآن کریم کو کس نے جمع کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ چار حضرات نے اور چاروں انصار تھے۔ یعنی حضرت ابی ابن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابوزید (سعد بن عبید رضی اللہ عنہم''۔ 43

پیش کردہ احادیث کریمہ کے علاوہ خود اللہ کے مقدس کلام قرآن مجید سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم عہد رسالت میں لکھا گیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

''فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ'' 44

(یہ کلام ان صحائف میں کہ جو عزت والے ہیں، بلندی والے پاکی والے ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نیکوئی والے)

''والطور و کتب مسطور فی رق منشور'' 45

(طور کی قسم اور اس لکھے ہوئے کی قسم جو کھلے دفتر میں لکھا ہے)

''انہ لقرآن کریم فی کتب مکنون 46''

(بے شک یہ عزت والا قرآن محفوظ ہے لکھی ہوئی صورت میں)

مذکورہ بالا آیات کریمہ کا انداز بتارہا ہے کہ حضور انور ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن کتابی شکل میں آ گیا تھا۔ اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت ﷺ میں قرآن نہ صرف یہ کہ صحابۂ کرام کے سینوں میں محفوظ تھا بلکہ ان کے ذریعہ کتابی صورت میں صفحات قرطاس پر بھی مرقوم تھا۔ آپ کے عہد مبارک میں جہاں قرآن کے بہت سے حفاظ وقراء موجود تھے وہاں کافی بڑی تعداد میں کاتبین حضرات بھی تھے۔ 47 جن کی تفصیل آپ سیرت وغیرہ کی کتابوں میں ملاحظہ کر سکتے

ہیں۔اور آج بھی اسی طرح محفوظ ہے اس سلسلے میں ''سوامی وویکانند'' نے کیا ہی عمدہ بات کہی ہے:

''۱۸۹۱ء کی فروری میں ایک دن سوامی (وویکانند) جی الور (راجستھان) پہنچے، جہاں کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے اُن کا مِل جُل کر استقبال کیا، وہاں کے ایک مسلم عالم کو سوامی جی نے کہا تھا کہ قرآن کے بارے میں ایک بڑے پتے کی بات یہ ہے کہ گزشتہ ۱۱ر سو سالوں سے یہ جیسا کا تیسا ہے۔ اس گرنتھ (مذہبی کتاب) کی شکل وصورت ذرا بھی نہیں بدلی ہے اور اس کی اصلیت یا حقیقت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔(وویکانند ایک جیونی ہندی، ص: ۳۳۰، سوامی نکھلا نند، سوامی ودیہا تمانند)

علوم قرآن

قرآن حکیم علوم وفنون کا ایک ایسا بحر بیکراں ہے کہ جملہ علوم وفنون کی نہریں اس سے جاری ہوتی ہیں۔ دنیا کا کوئی علم یا فن ایسا نہیں ہے کہ جو قرآن میں نہ ہو۔ خالق ارض وسما اپنے مقدس کلام میں خود ارشاد فرماتا ہے:

''ونزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیء''48

(اے رسول! ہم نے تم پر یہ قرآن نازل کیا کہ جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے)

''ما فرطنا فی الکتب من شیء'' 49

(ہم نے اس کتاب میں کچھ باقی نہ رکھا)

''ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شیء''50

(یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا تفصیلی بیان)

معلوم ہوا کہ قرآن پاک ایسی عظیم علم وحکمت سے معمور کتاب ہے کہ جس میں ہر علم، ہر فن اور ہر چیز کی تفصیل اور اس کا واضح وروشن بیان موجود ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث پاک میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے آئندہ پیش آنے والے فتنوں کی خبر دی۔ صحابۂ کرام نے اس کی

تشریح اور وضاحت کے لیے عرض کیا۔ فرمایا کتاب اللہ میں تم سے پہلے واقعات کی بھی خبر ہے، تم سے بعد کے واقعات کی بھی اور تمہارے درمیان کا علم بھی۔ 51

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرلے اس میں اولین وآخرین کی خبریں ہیں۔ 52

حقیقت یہ ہے کہ قرآن علوم وفنون اور ہدایت وحکمت کا خزانہ ہے جس کی جتنی علمی وفکری لیاقت وصلاحیت ہوتی ہے وہ اس کے مطابق اس قیمتی خزانے سے علمی وفنی جواہرات چن لیتا ہے۔ بزرگ محدثین ومفسرین اور اکابر ائمہ وفقہاء نے اس سلسلے میں کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ " ہر چیز قرآن میں ہے اور کوئی چیز جو قرآن میں رہ گئی وہ ابد تک رہ گئی۔ 53 آپ نے یہاں تک ارشاد فرمایا:

"لو ضاع منی عقال بعیر لو جدته فی کتب اللہ" 54

(اگر میرے اونٹ کی رسی کہیں گم ہوجائے تو میں اس کو بھی قرآن پاک میں پالوں گا۔)

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امت کے سارے علوم حدیث شریف کی شرح ہیں اور حدیث قرآن کی شرح۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جو بھی کوئی حکم فرمایا وہ وہی تھا جو آپ کو قرآن سے حاصل ہوا۔ 55

حضرت ابوبکر بن مجاہد نے فرمایا کہ عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ یعنی قرآن شریف میں مذکور نہ ہو اس پر کسی نے ان سے کہا سراؤں کا ذکر کہاں ہے تو فرمایا اس آیت میں..

لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونة فیها متاع لکم.. 56

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صرف اعوذ باللہ اور بسم اللہ سے ہزاروں نہیں لاکھوں مسائل اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ 57

دور رسالت سے لیکر آج تک قرآنی علوم وفنون پر کتنی کتابیں مقالے لکھے گئے اس کا شمار جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ نے تقریباً پانچ سو سال قبل کی علوم قرآن پر ۲۰۸ عربی کتابوں کی فہرست پیش کی ہے۔ 58 اور قاضی ابوبکر بن عربی کا قول

ہے کہ ''قرآن کریم میں ۷۷۴۵۰ رعلوم ہیں۔59

زبان ولفظ کا دعویٰ فقط حد بیاں تک ہے

تصور موج معنی کا خدا جانے کہاں تک ہے

اور ایک عربی شاعر نے تو یہ تصور پیش کر کے مسئلہ کو بالکل واضح فرما دیا ہے کہ:

جمیع العلم فی القرأن لکن

تقاصر عنه اذهان الرجال

(جملہ علوم قرآن میں ہیں لیکن لوگوں کی عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں)

آج سائنس کا دور ہے، سائنس کے ذریعہ انسان نئے نئے انکشافات وایجادات کا مظاہرہ کر رہا ہے، چاند پر کمند پھینک رہا ہے، دنیا بسانے کی کوشش کر رہا ہے، عجیب وغریب حیرت انگیز کارنامے انجام دے رہا ہے۔ لیکن ان تمام سائنسی حقائق وکارناموں کا جب قرآن کریم کی روشنی میں مطالعہ کیا جاتا ہے۔ عظیم سائنس داں اس کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ Maurice Buekaille اپنی مشہور کتاب "Bible Quran and Seince" میں لکھتا ہے کہ نطفہ قرار پانے اور اس کی نشوونما اور پھر تولید کے بارے میں جو کچھ قرآن نے بیان کیا ہے، سچ ہے اور جو کچھ موجودہ بائبل میں بیان ہوا ہے۔ وہ حقیقت سے قریب نہیں ہے۔

پروفیسر کیتھ ایل مور (Prof. Keith L. Moor) کناڈا میں ٹورنٹو یونیورسٹی سے وابستہ ہیں۔ جن کا شمار علم تشریح (Anatomy) اور جنین شناسی کی سرزمین میں دنیا کے اہم سائنس دانوں میں ہوتا ہے اور جن کی کتاب "The developing Human" کا ترجمہ دنیا کی متعدد زبانوں میں ہو چکا ہے ۱۹۸۱ء میں دمام سعودی عرب میں ساتویں میڈیکل کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا: ''میرے لئے یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ میں نے قرآن میں دیئے گئے۔ انسانوں کے نشوونما کے بیان کی وضاحت کی (جس کی وجہ سے) مجھ پر یہ آشکارا ہوا کہ یہ تفصیلات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اللہ نے نازل فرمائی ہیں۔ کیوں کہ یہ سب علمی معلومات متعدد صدیوں پیشتر تک منکشف نہ ہوسکی تھیں۔ اس نے مجھ پر ثابت کیا کہ محمد اللہ

کے رسول ہیں۔(www.islam-guide.com)

"History of Seince" ہمیں بتاتی ہے کہ یہ نظریہ کہ پہاڑوں کی جڑیں بھی گہری ہوتی ہیں ۱۸۶۵ء میں سرجارج ائری (Sir George Airy) نے داخل کیا تھا، جب کہ اسلام اور قرآن یہ دنیا کو بہت پہلے بتاچکا ہے۔ارشادخداوندی ہے:

''وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَبِکُمْ'' (النحل:۱۵)

(اوراسی نے زمین میں پہاڑوں کو گاڑ دیا تا کہ زمین تمہیں لے کر جھک نہ جائے۔)

انہیں حقائق کے پیش نظر بے ساختہ زبان پر شاعر مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر دستک دیتا ہے کہ:

صد جہاں تازہ درآیات اوست
عصر ہا پیچیدہ درآیات اوست

مختصر یہ کہ قرآن حکیم میں کتنے علوم وفنون پائے جاتے ہیں اس کا صحیح پتہ لگانا اور شمار کرنا ایک امر محال ہے۔دیگر علوم وفنون کی بات تو کجا صرف قرآن سے متعلق علوم کا ایک وسیع دائرہ ہے جیسے علم قرأت، علم تفسیر، علم رسم القرآن، علم اسباب، نزول قرآن، علم اعراب القرآن، علم عجائب القرآن، علم اعجاز القرآن، علم غرائب القرآن، علم تاریخ القرآن، علم اقسام القرآن، علم الوقف والوصل، علم فضائل القرآن، علم قصص القرآن، علم اسلوب القرآن، علم لغۃ القرآن، علم ارض القرآن، علم الناسخ والمنسوخ، علم احکام القرآن، علم حروف مقطعات، علم المحکم والمتشابہات، علم جمع القرآن، علم الاشتقاق، علم مضامین القرآن، علم المکی والمدنی، علم شان نزول، علم کتابت قرآن وغیرہ۔ 60

مذکورہ بالا قرآنی علوم کے علاوہ دیگر علوم وفنون جو علوم قرآن سے متعلق مختلف کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمارے مطالعہ میں آئے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(۱) علم عجائب المخلوقات (۲) علم الاسماء (۳) علم التواریخ (۴) علم الہندسہ (۵) علم اخبار الامم السابقۃ (۶) علم الاولین والآخرین (۷) علم معاشیات (۸) علم طب ومعالجات (۹) علم ہیئت (۱۰) علم توقیت (۱۱) علم جدول (۱۲) علم اللغۃ (۱۳) علم القصص والامثال (۱۴) علم الاحکام (۱۵) علم مناظرہ (۱۶) علم المقابلہ (۱۷) علم الجبر (۱۸) علم النجام (۱۹) علم

الفرائض (۲۰) علم النجوم (۲۱) علم الشمس والقمر (۲۲) علم البروج (۲۳) علم الشعر والادب (۲۴) علم بدائع وصنائع (۲۵) علم المعانی والبیان (۲۶) علم کلام (۲۷) علم العقائد (۲۸) علم الانس والجن (۲۹) علم الحیوان والوحشة (۳۰) علم القبض البسط (۳۱) علم الفلسفة والحکمة (۳۲) علم المنطق (۳۳) علم جغرافیہ (۳۴) علم الابدان (۳۵) علم مابعد الموت، (۳۶) علم الحساب والعقاب، (۳۷) علم الاجتہاد، (۳۸) علم الشرح والفقہ، (۳۹) علم التجارة، (۴۰) علم الطہارة، (۴۱) علم ماکولات ومشروبات، (۴۲) علم معرفة، (۴۳) علم الظاہر والباطن، (۴۴) علم الجزاء والسزاء، (۴۵) علم الحدود، (۴۶) علم التفسیر، (۴۷) علم سیرت، (۴۸) علم ملکوت السمٰوٰت والارض، (۴۹) علم قیافہ، (۵۰) علم الاء اللہ، (۵۱) علم ایام اللہ، (۵۲) علم سائنس، (۵۳) علم تعمیرات، (۵۴) علم نباتات وجمادات، (۵۵) علم التحقیق والتنقید وغیرہ۔ 61

مضامین قرآن

قرآن حکیم علوم وفنون کی طرح کائنات ارضی وسماوی کے بے شمار مضامین کا بھی ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ انسان کو دنیوی اور اخروی زندگی میں پیش آنے والے مسائل اور ان کا بہتر حل اور ابن آدم کو علمی، فکری اور عملی طور پر کون سی اشیاء واعمال مفید ہیں اور کون سے مضر، یہ تمام مضامین قرآن پاک میں جلوہ گر ہیں۔ مختصر یہ کہ انسان کے معاملات ہوں یا عبادات، بشارات ہوں یا عقوبات، ثواب ہو یا عذاب، جزاء ہو یا سزا، دین ہو یا دنیا، دنیا ہو یا آخرت، قبر ہو یا حشر، اعمال ہوں یا عقائد، معاشیات ہو یا ایمانیات، ظاہر ہو یا باطن، روح ہو یا قلب اور تعلیم وتربیت ہو یا تقویٰ و طہارت، سبھی طرح کے مضامین قرآن پاک میں موجود ہیں۔ کسی مضمون کو تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے تو کسی مضمون کو اجمالی انداز میں۔ ہمارے ناقص مطالعہ میں قرآن پاک کے جو مضامین آئے ہیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے:

(۱) وجود اللہ تعالیٰ، (۲) توحید، (۳) تنزیہ وتقدیس اللہ تعالیٰ،
(۴) علم غیب، (۵) کفر وشرک، (۶) تقویٰ وطہارت،
(۷) نبوت ورسالت، (۸) اطاعت اللہ ورسول، (۹) آداب رسول،

(۱۰) جہاد، (۱۱) اتباع قرآن، (۱۲) نماز،
(۱۳) روزہ، (۱۴) زکوۃ، (۱۵) حج،
(۱۶) عدل وانصاف، (۱۷) اتفاق واتحاد، (۱۸) حلال وحرام،
(۱۹) سود، (۲۰) اخلاق وآداب، (۲۱) ناپ تول،
(۲۲) حسن سلوک، (۲۳) باہمی جذبۂ محبت واخوت، (۲۴) صدق مقال،
(۲۵) احترام انسانیت، (۲۶) حق گوئی، (۲۷) تبلیغ دین،
(۲۸) ایثار وقربانی، (۲۹) صبر ورضا وتحمل، (۳۰) توکل علی اللہ،
(۳۱) معاشیات، (۳۲) عبادات، (۳۳) بشارات،
(۳۴) آداب مجلس، (۳۵) حصول علم کی ترغیب، (۳۶) دین میں عقل کا مقام،
(۳۷) قصاص ودیت، (۳۸) لوٹ مار اور ڈکیتی کی سزا، (۳۹) چوری کی سزا،
(۴۰) حد قذف وتہمت، (۴۱) حد زنا ولواطت، (۴۲) امر بالمعروف ونہی عن المنکر،
(۴۳) فضائل قرآن، (۴۴) آداب قرآن، (۴۵) اعجاز قرآن،
(۴۶) قصص الانبیاء، (۴۷) واقعات الامم السابقہ، (۴۸) دعا وتسبیح،
(۴۹) میلاد النبی، (۵۰) اظہار نعمت وانعام، (۵۱) درود وسلام
(۵۲) جنت ودوزخ (۵۳) قبر وحشر (۵۴) شفاعت ورحمت
(۵۵) میزان وقیامت (۵۶) خطاب جن وانس (۵۷) ایمان واسلام
(۵۸) عمل خیر وعمل شر (۵۹) رضائے الٰہی (۶۰) غرباء پروری
(۶۱) اجتنابِ بغض وحسد وکینہ پروری وغیرہ۔

مضامین قرآن کے تعلق سے جو فہرست ہم نے پیش کی ہے یہ نامکمل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مضامینِ قرآن کا احاطہ کرنا انسانی عقل وعلم سے ماورئی ہے۔ ہم نے جو تفصیل بیان کی ہے ان میں سے ہر ایک مضمون کے ثبوت ودلیل میں آیاتِ قرآنیہ پیش کی جاسکتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ہم نے ان سے احتراز کیا ہے۔

آداب قرآن

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن بہت سی عظیم صفات و خصوصیات کا حامل ہے۔ اس کی ایک اہم خصوصیت وخوبی یہ ہے کہ دنیا کی کسی بھی شاہکار ومشہور کتاب سے آپ دریافت کرو کہ اے مشہور زمانہ کتاب بتا کہ تیرے پڑھنے یا مطالعہ کرنے کے آداب واصول کیا ہیں؟ تو اس سلسلے میں وہ خاموش نظر آئے گی۔ لیکن یہی سوال جب آپ آسمانی کتاب قرآن پاک سے کرو گے تو وہ بہت ہی واضح اور صاف انداز میں اپنے جملہ آداب واصول پیش کرتی نظر آئے گی۔

ہم نے سوال کیا کہ اے قرآن تو کس کا کلام ہے؟ تو کس کی کتاب ہے؟ تو کس کی طرف سے نازل ہوئی ہے؟ قرآن جواب دیتا ہے:

هذا كلامُ الله (یہ اللہ کا کلام ہے) حتّٰى يَسمَعَ كَلَامَ الله (یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔ تنزيل من رب العالمين نازل کیا ہوا سارے جہاں کے رب کا۔ (توبہ ۶، واقعہ ۸۰)

ہم نے سوال کیا کہ اے قرآن تو کس کے ذریعے نازل ہوا؟ قرآن نے جواب دیا:

نزل به الروح الامين (جبریل امین کے ذریعے نازل ہوا) قل نزله روح القدس من ربك بالحق۔ (النحل: ۱۰۲) (تم فرماؤ اِسے پاکیزگی کی روح نے نازل کیا تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ)

ہم نے سوال کیا اے قرآن بذریعہ جبرئیل تو کس پر نازل ہوا؟ قرآن نے ارشاد فرمایا:

تبرك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا (فرقان: ۱) بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے نازل کیا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہاں کو ڈرسنانے والا ہو۔ وَ أمنوا بما نزل على محمد (محمد: ۲) اور وہ جو ایمان لائے اس پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔

ہم نے سوال کیا اے قرآن تو کس زبان میں نازل ہوا؟ قرآن نے جواباً ارشاد فرمایا:

"انَّا انزلنٰهُ قرانًا عَرَبيًا لعلكم تعقلون۔" (الزمر: ۲۸)

(بے شک ہم نے قرآن عربی زبان میں نازل فرمایا تاکہ تم سمجھو۔

ہم نے سوال کیا اے قرآن تجھے کیوں نازل کیا گیا؟ تیرے نزول کا مقصد کیا ہے؟
قرآن نے جواب دیا:

"وھذا کتٰب انزلنٰہ مُبارک فاتبعوا واتقوا لعلکم ترحمون۔ (الانعام:۱۵۵)

(یہ کتاب جو ہم نے نازل فرمائی، مبارک ہے تم اس کی پیروی واتباع کرو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔)

کتب انزلناہ الیک مبرک لیدبروا ایتہ ولیتذکر اولوا الباب۔ (ص:۲۹)

(یہ بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس لئے اُتارا ہے تا کہ لوگ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور عقلمند نصیحت حاصل کریں۔)

ہم نے سوال کیا کہ اے قرآن ہم تیری تلاوت کرنا چاہتے ہیں، تو سب سے پہلے ہم کیا کریں؟ تو قرآن جواب دیتا ہے:

لَّا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ62

(قرآن کو نہ چھوئیں مگر پاک وباوضو۔)

یعنی قرآن نے ہم کو آگاہ کیا کہ اگر میری تلاوت کرنا چاہتے ہو تو پہلے پاکی حاصل کرو، وضو بناؤ، تب مجھے پڑھنے کے لئے ہاتھ لگاؤ۔

پھر سوال کیا کہ وضو اور پاکی کے بعد کیا کریں؟ قرآن نے کہا:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ63

(تم جب قرآن پڑھو تو اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھو۔)

اعوذ باللہ کے بعد بسم اللہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ64

یعنی: اللہ کے محبوب نبی ورسول اپنے ہر عمل کی ابتداء بسم اللہ سے کرتے تھے جیسے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو خط لکھا تو اس کے شروع میں اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تحریر فرمایا۔ اس آیت کریمہ سے قرآن نے واضح کر دیا کہ اللہ کے محبوب بندے کسی بھی نیک عمل کی ابتداء بسم اللہ سے کرتے تھے، لہٰذا تم بھی ان کی پیروی

کرتے ہوئے بسم اللہ کے ذریعہ ہی آغاز کرو۔

تلاوت قرآن کی ابتداء کی وضاحت کے بعد ہم نے سوال کیا کہ قرآن یہ اور بتا کہ تیری تلاوت کیسے کی جائے، جلدی اور عجلت کے ساتھ یا اطمینان وسکون کے ساتھ؟ قرآن نے کہا:

وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا65

(اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔)

لِتَقْرَأَهٗ علی الناس علی مکث (بنی اسرائیل:۱۰۶)

(تا کہ تم اِسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو)

مذکورہ بالا آداب واصول کے علاوہ دیگر آداب بیان کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا کہ جب میری تلاوت کی جائے تو سامعین پر واجب وضروری ہے کہ بغور سماعت فرمائیں:

وَ اِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ66

(اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔)

اوقات مکروہہ کو چھوڑ کر کسی بھی وقت قرآن پاک کی تلاوت کی جائے، بے انتہا باعث خیر و برکت ونزول رحمت ہے۔ لیکن قرآن پاک نے تلاوت کے اصول وآداب کے تحت ایک بہترین ادب یہ دیا کہ کسی بھی وقت قرآن تلاوت کیا جائے، اس کی عظمت و برکت اور فضیلت اپنی جگہ مسلم مگر وقت فجر کی تلاوت کی یہ شان ہے کہ اس کی سماعت کے لئے رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا67

(اور صبح کا قرآن بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔)

اسی طرح قرآن مجید دیکھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں بلکہ دیکھ کر پڑھنے میں دوگنا ثواب ہے۔ ایک دیکھنے کا اور دوسرے پڑھنے کا اور اس کو زبانی یاد وحفظ بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے حفظ کا ادب بیان کرتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے کہ:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ68

(سب سے بلند ہے اللہ، سچا بادشاہ۔ اور قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک اس کی

وحی تمہیں پوری نہ ہو جائے۔)

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ69

(تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو، بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔)

تلاوتِ قرآن یا قرأت قرآن کے یہ وہ آداب تھے جو خود قرآن کریم میں ذکر کئے گئے ہیں۔ان کے علاوہ بعض وہ آداب ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں ارشاد فرمائے ہیں۔تلاوتِ قرآن کے وقت ہماری کیا کیفیت و کیا حالت ہونی چاہئے، اس کو بیان کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

فاذا قرأتموه فابكوا، فان لم تبكوا فتباكوا۔70

(جب قرآن پڑھو تو درمیان تلاوت رویا کرو۔اور اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت ہی بنالو۔)

قرآن کے مذکورہ ادب کی ترجمانی حسب ذیل آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے:

وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا 71

(جب قرآن پڑھا جاتا ہے) ٹھوڑی کے بل گرتے ہوئے روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا خشوع وخضوع بڑھاتا ہے۔

قرأتِ قرآن کے وقت آواز کی کیا کیفیت ہونی چاہئے، آواز کا کیا ادب ہے؟ اس کو واضح فرماتے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

زینوا القرآن باصواتکم72

(قرآن کو اپنی آوازوں سے رونق بخشو۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے:

مَا اذن اللہ لشیٔ ما اذن لنبی حسن الصوتِ بالقرآن یجھر بہ73

(اللہ کو اپنے نبی کی زبان سے جس قدر حسن صوت اور عمدہ آواز سے قرآن مجید

سنا پسند ہے، اور کوئی چیز اتنی پسند نہیں۔)

معلوم ہوا کہ قرآن کو عمدہ آواز اور بہترین انداز میں پڑھنا چاہئے کہ یہ بھی اس کا ایک اہم ادب ہے۔

حقوق قرآن

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آدابِ قرآن کے سوا قرآن حکیم کے کچھ حقوق بھی ہیں کہ جن کا قرآن ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔ اور یہ وہ حقوق ہیں کہ جن کی ادائیگی پر نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کی رحمت وبرکت کا دارومدار ہے بلکہ انہیں پر دنیاوآخرت کی نجات وکامیابی کا انحصار ہے۔

قرآن کریم کے چند بنیادی حقوق ہیں جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تصدیق وتعظیم

یعنی دل سے اس کی تصدیق وتعظیم کرنا کہ یہ کوئی عام کتاب یا معمولی کلام نہیں بلکہ یہ اللہ کا مقدس کلام ہے۔ جب تک دل سے اس کی تصدیق نہیں ہوگی تعظیم کا جذبہ بیدار نہیں ہوگا۔

قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے کہ:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ 74

(بے شک وہ عزت والا قرآن ہے۔ محفوظ لکھا ہوا۔ اس کو نہ چھوئیں مگر باوضو۔ نازل کیا ہوا ہے سارے جہان کے رب کا۔ تو کیا تم اس کلام کو معمولی کلام سمجھتے ہو۔)

(۲) ترتیل

قرآن پاک کو خوب صاف صاف، ٹھہر ٹھہر کر اس کے اصول وقواعد کے ساتھ پڑھنا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا یعنی: قرآن پاک کو خوب صاف صاف پڑھو۔ 75

(۳) تفہیم

یہ تیسرا حق ہے جس کا مطلب ہے کہ قرآن کریم کو غور وفکر اور توجہ کے ساتھ اس کے معانی و مطالب کو سمجھ کر پڑھنا چاہیئے۔ تلاوت قرآن کے وقت کسی دوسری طرف ذہن مبذول نہ ہونا چاہیئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ خود فرماتا ہے کہ:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ 76

(کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے۔)

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ 77

(یہ بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے (اے رسول معظم) آپ پر اس لئے اتارا ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور اہل دانش نصیحت حاصل کریں۔)

(۴) اتباع و پیروی

قرآن مجید کی تعلیمات و احکام کی پیروی و اتباع اشد ضروری ہے۔ قرآن کریم بار بار اس کی تاکید کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ 78

(یہ کتاب جو ہم نے نازل فرمائی، مبارک ہے، تم اس کی پیروی و اتباع کرو اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔)

وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ 79

(اگر تم نے (قرآن کی تعلیم کے علاوہ) ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کی، باوجودیکہ تمہارے پاس علم و یقین کی روشنی (قرآن) آچکا ہے، تو اللہ کی دوستی اور مدد سے بالکل محروم ہو جاؤ گے۔)

تبلیغ و ترسیل

قرآن مقدس ایک عالمگیر آسمانی کتاب ہے اور مسلمان اس عالمگیر کتاب پر ایمان و

ایقان رکھنے والی ایک عالمگیر قوم۔ کائنات ارضی کی عالمگیر قوم ہونے کی حیثیت سے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق قرآن کی تعلیم کو عام کرے اور اس کی تبلیغ واشاعت میں حصہ لے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا یصدنک عن اٰیات اللہ بعد اذ انزلت اِلَیْكَ وَ ادْعُ اِلٰی رَبِّكَ -80

(کہیں ایسا نہ ہو کہ آیات الٰہی نازل ہونے کے بعد وہ آپ کو اس سے روک دیں۔ آپ برابر اپنے پروردگار کی طرف سے دعوت دیتے رہیں۔)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ 81

(پہنچا دو جو کچھ نازل کیا گیا آپ پر آپ کے رب کی جانب سے۔)

وَ مَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ -82

(اور ہمارے اوپر نہیں ہے مگر روشن تبلیغ کرنا۔)

مذکورہ بالا حقوق کے علاوہ قرآن پاک کے کچھ اور بھی ضمنی حقوق ہیں جن کو قرآن حکیم اور احادیث کریمہ میں بیان کیا گیا ہے، جن کے مطالعہ کے لئے ان کی طرف رجوع فرمائیں۔

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ آداب قرآن کی طرح کچھ حقوقِ قرآن بھی ہیں کہ جن پر عمل کرنا لازم وضروری ہے۔

اوصاف قرآن

قرآن حکیم بے شمار عمدہ اوصاف اور خوبیوں کا حامل ہے۔ کسی انسانی عقل وفکر کی یہ طاقت نہیں کہ اس کی جملہ خوبیوں کا احاطہ کر سکے۔ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں تقریباً ۷۰ مرتبہ لفظ قرآن کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے علاوہ قرآن کے بہت سے عظیم اوصاف بیان فرمائے ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(۱) قرآن، ہدایت، رحمت، بشارت، نعمت، برکت، نور، شفا، نصیحت، بیان، برہان اور سکون کا بے مثال سرچشمہ ہے۔ قرآن کے مذکورہ اوصاف اور خصوصیات کا تذکرہ کرتے

ہوئے خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ - 83

(تم فرماؤ اسے پاکیزگی کی روح نے نازل کیا تمہارے رب کی طرف سے ٹھیک ٹھیک کہ اس سے ایمان والوں کو ثابت قدم کرے اور ہدایت اور بشارت مسلمانوں کو۔)

وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ - 84

(اور ہدایت ورحمت ایمان والوں کے لئے۔)

وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ 85

(اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو۔)

قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ - 86

(اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان داروں کے لئے۔)

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ - 87

(اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا - 88

(اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی جانب سے برہان آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل فرمایا۔)

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ - 89

(سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا سکون ہے۔)

(۲) ذکر، حکمت، بصائر، فرقان، کتاب مبین، کتاب عزیز، کلام اللہ، التذکرہ، حق اور

احسن الحدیث جیسی بے مثال صفات بھی اس کا نمایاں خاصہ ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک خود ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ - 90

(اور یہ ہے برکت والا ذکر کہ ہم نے نازل فرمایا۔)

وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا - 91

(اور جس کو حکمت (قرآن) ملی اُسے خیر کثیر ملا۔)

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ - 92

(تمہارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آئیں تمہارے رب کی طرف سے۔)

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا - 93

(بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے نازل کیا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہاں کو ڈر سنانے والا ہو۔)

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ - 94

(بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ - 95

(بے شک جو ذکر سے منکر ہوئے جب وہ ان کے پاس آیا ان کی خرابی کا کچھ حال نہ پوچھ اور بے شک وہ عزت والی کتاب ہے۔)

حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ - 96

(یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔)

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ - 97

(بے شک یہ تذکرہ (نصیحت) ہے۔)

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ - 98

(تم فرماؤ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق آیا۔)

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ۔ 99

(اللہ نے نازل فرمائی سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے۔)

(۳) قرآن ہر کمی ونقص سے پاک ہے

جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ سبحانہٗ کی ذات ہر عیب ونقص سے پاک ہے اسی طرح اس کا کلام بھی جملہ عیوب ونقائص سے بری ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ - 100

(قرآن عربی میں ہے اور اس میں کسی طرح کی کمی یا کجی نہیں ہے تاکہ لوگ پرہیز گار بن جائیں۔)

(۴) قرآن پاک روشنی کا مینارہ ہے

قرآن پاک کی ایک امتیازی صفت وخصوصیت یہ ہے کہ یہ لوگوں کو کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی عطا کرتا ہے۔ اس صفت کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے کہ:

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ - 101

(یہ ایسی کتاب ہے جو ہم نے اس لئے آپ پر نازل فرمائی کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائیں۔)

(۵) حفظ وقرأت اور معانی ومطالب کے لحاظ سے آسان ہے

کلام الٰہی کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ پڑھنے، یاد کرنے اور معانی ومطالب سمجھنے اور سمجھانے کے اعتبار سے بہت سہل وآسان تر ہے۔ قرآن پاک خود ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ - 102

(اور بے شک ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔)

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ۔ 103

(ہم نے قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے کہ آپ اس کے ذریعہ
پرہیزگاروں کو بشارت دیں۔)

(۶) قرآن اپنی تاثیر واثر میں یکتا و بے مثال ہے

کائنات ارضی وسماوی کی کسی دیگر کتاب کو یہ خصوصیت واہمیت حاصل نہیں، جو تاثیر کے اعتبار سے قرآن کو حاصل ہے۔ اس کی سب سے اعلیٰ خصوصیت یہ ہے کہ مومن ومسلمان ہی نہیں بلکہ اہل کتاب یہودی وعیسائی جو علم سے مستفید ہیں، اس کو سن کر بے ساختہ اللہ کے حضور سربسجود ہو جاتے ہیں۔ اس کی تلاوت سے لوگوں کی آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں اور ایک عجیب وغریب کیفیت و حالت طاری ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت اور سماعت سے انسانی دل ہی نہیں بلکہ اللہ کی دیگر مخلوق، جن وغیرہ بھی اثر پذیر ہوتے ہیں۔ ان حقائق کی ترجمانی کرتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَ اِذْ صَرَفْنَا اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ قَالُوْا یٰقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ - 104

(اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے، کان لگا کر کان سنتے پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے خاموش رہو۔ پھر جب پڑھنا ہو چکا تو اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے۔ بولے اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ کے بعد اتاری گئی۔ اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی حق اور سیدھی راہ دکھاتی۔ اے ہماری قوم اللہ کے داعی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔

سورۂ جنّ میں اقوامِ جنات پر قرآن کے اثر انداز ہونے کا بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ:

قُل اُوحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ استمعَ نَفَرٌ مِنَ الجِنِّ فقالُوْا اِنّا سَمِعنا قراٰناً عجباً یَهدِیٓ اِلَی الرُّشدِ فاٰمَنّا بِهٖ و لَن نُّشرِکَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا - 105

(تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔)

یہ تو رہا اقوامِ جنّ کا معاملہ، آیئے اب دیکھیں کہ قرآن انسانی اذہان و قلوب پر کس طرح موثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَ اِذا سَمِعُوا مَا اُنزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَھُمْ تَفِیضُ مِنَ الدَّمعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ - 106

(اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف نازل ہوا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے اُبل رہی ہیں۔ اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔ کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔)

وَ یَقُوْلُوْنَ سُبحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَ یَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا - 107

(اور کہتے ہیں کہ پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہوا اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا خشوع و خضوع بڑھاتا ہے۔)

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا - 108

(بے شک وہ جنہیں اس کے نازل ہونے سے پہلے علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔)

انسان تو نرم و نازک ٹھہرا، قرآن کی اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کہ اگر یہ پہاڑ پر نازل ہوتا تو اس کی ہیبت و جلالت سے وہ بھی کانپ اٹھتا۔ قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے کہ:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ - 109

(اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔)

قرآن حکیم کے مطابق کفار و مشرکین کے دل سیاہ و سخت ہوتے ہیں، حق بات قبول نہ کرنے، حق نہ سننے کی ان کے قلوب پر مہر لگی ہوتی ہے، ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ تاریکی کا پردہ پڑا ہوتا ہے۔ 110 مگر قرآن کی تاثیر کا یہ اعجاز ہے کہ وہ ایسے سنگ اور سیاہ دلوں پر بھی اپنے جادوئی اثر کے نقوش ثابت کر کے رہتا ہے۔ چنانچہ اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ:

ولید بن مغیرہ مکہ کا سردار تھا۔ اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو "ان اللہ یا مر بالعدل والاحسان" یعنی اللہ انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے، پڑھتے ہوئے سن کر کہا کہ اس بیان میں شیرینی اور لطافت ہے اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔ 111

اسی طرح تاریخ بتاتی ہے کہ:

''عتبہ بن ربیعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا تو آپ نے سورۃ حم السجدہ پڑھنا شروع کی۔ جب اس نے آیت:

فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود۔ 112

(یعنی پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو فرما دو کہ میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد اور قوم ثمود پر آفت آئی تھی۔)

سنی تو اس نے آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا خدا کے لئے بس کیجئے، مجھے اس سے آگے سننے کی تاب نہیں۔ عتبہ واپس چلا گیا۔ جب اس کے ساتھی اس کے پاس آئے تو کہنے لگا، بخدا اس نے ایسا کلام پڑھا ہے کہ آج تک میرے کان میں نہیں پڑا۔ میں نہیں جانتا کہ اس کلام کا کیا نام لوں۔ 113

ایسے ہی لبید بن رابیہ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم عصر تھا اور اس وقت کے عرب کے سات مشہور شعراء میں سے آخری شاعر تھا۔ یہ اتنا فصیح و بلیغ تھا کہ ایک بار جب اس نے عکاظ کے میلے میں اپنی نظم پڑھی تو دوسرے شعراء جو وہاں موجود تھے۔ اتنے سحر زدہ ہو گئے کہ اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔ مختصر یہ کہ قبولِ اسلام سے قبل شاعر لبید نے قرآن کے جواب میں ایک

نظم لکھ کر خانۂ کعبہ کی دیوار پر لٹکا دی۔ اس کے کچھ وقفہ بعد ایک صحابی نے قرآن پاک کی چند آیات نقل فرما کر لبید کی نظم کے ساتھ معلق کر دیں۔ اس کے دوسرے روز لبید نے ان کو پڑھا تو وہ اتنا متاثر ہوا کہ اس نے برملا اعلان کر دیا کہ یہ کلام کسی انسان کے ذہن کی تخلیق نہیں اور بغیر کسی مزید کوشش کے اس نے اسلام قبول کر لیا۔ لیکن بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ وہ قرآن کی ادبی عظمت وفضیلت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے شاعری قطعاً ترک کر دی۔ جب بھی اس سے کہا جاتا کہ اس نے شعر کہنا کیوں چھوڑ دیئے ہیں تو اس کا جواب ہوتا تھا کہ قرآن کے بعد اب میری شاعری میں کیا بات ہے؟ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے اس سے کوئی نظم پڑھنے کو کہا تو اس کا جواب تھا: ''جب خدا نے مجھے بہتر تراکیب (Compositions) قرآن حکیم میں دی ہیں تو میرا شعر کہنا بے معنی ہے۔ (قرآن کے جدید سائنسی انکشافات، ص: ۲۲۴، پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم، اریب پبلی کیشنز، نئی دہلی ۲۰۰۴ء)

مذکورہ بالا واقعات سے بھی عجیب وغریب واقعہ ابن المقافہ کا ہے جو ۷۲۷ء میں فوت ہوا۔ وہ ایک ایرانی نژاد عظیم دانشور اور لکھاری تھا۔ منکرین قرآن نے اس سے کہا کہ وہ قرآن کے بڑھتے ہوئے اثرات کا مقابلہ کرے۔ وہ انتہائی غیر معمولی ذہین انسان تھا اور اس کو خود پر کلی اعتماد تھا کہ ایک سال کے عرصے میں وہ قرآن کے مقابلے میں ایک قرآن لکھے گا۔ اس مقصد کے لئے منکرین قرآن نے اس کو ہر قسم کی سہولیات فراہم کیں تا کہ اس کی توجہ اسی کام پر مرکوز رہے اور وہ ترتیب کی طرف توجہ رکھے۔ چھ ماہ گزر گئے، بعض لوگ بڑے متجسس اور سرگرم تھے یہ جاننے کے لئے کہ کتنا کام مکمل ہو چکا ہے۔ لہٰذا جب وہ ابن المقافہ کو ملنے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ہاتھ میں قلم لئے ہوئے بیٹھا تھا اور سادہ کاغذ پر گھور رہا تھا اور اس کے اردگرد بے شمار کاغذ پڑے ہوئے تھے۔ اس نے اپنی سرتوڑ جدوجہد کی کہ وہ قرآن کے مدمقابل ایک کتاب لکھے لیکن بری طرح ناکام ہوا اور ناامید ہو کر یہ کام ترک کر دیا۔ اس واقعہ کو ایک مستشرق ولاسٹن نے اس طرح بیان کیا ہے:

"Mohammad's boast as to the literary excellanee of the Quran was not unfounded."

(Mohammad and Doctrines P. 143, (Wollaston)

قرآن کا اعجاز و چیلنج

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ انبیاء کرام و رسولان عظام کو ہر دور اور ہر زمانے میں اسی قسم کے معجزات عطا کئے گئے کہ جس فن یا جس علم میں ان کی قوم کو مہارت حاصل تھی۔ اور جس کی بدولت وہ خود پر ناز کرتی تھی اور دوسری اقوام کو حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھتی تھی۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو جادوگری پر بڑا فخر و ناز تھا، لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا کی شکل میں ایک ایسا معجزہ عطا کیا گیا کہ ان کے سارے جادوئی کرشمے مبہوت ہو گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم لوہے کی صنعت گری میں بے مثال تھی، اس کے جواب میں حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا گیا کہ لوہا آپ کے ہاتھوں میں آتے ہی موم ہو جاتا تھا اور پھر جو شئی چاہتے بنا لیا کرتے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام کے زمانے میں سنگ تراشی کا عروج تھا، آپ کی قوم ایسے عجیب و غریب مجسمے تیار کرتی کہ عقل حیران ہو جاتی، اللہ نے آپ کو پتھر سے ناقہ کی شکل میں ایسا معجزہ عطا کیا کہ ان کی ساری صنعت گری بونی ہو گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم طب و میڈیکل سائنس کا دور دورہ تھا، آپ کی قوم کو اپنے اس ہنر پر بڑا غرور تھا، اللہ نے آپ کو ایسا معجزہ عطا فرمایا کہ آپ کے دست نبوت رکھتے ہی کوڑھیوں کو شفاء، نابیناؤں کو بینائی اور "قُم باذن اللہ" کہتے ہی مردوں کو زندگی مل جایا کرتی تھی۔

پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اہل عرب کو اپنی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت پر ناز تھا، ایسا ناز کہ وہ اپنے علاوہ دوسری اقوام اور دوسرے ممالک کے افراد کو گونگا سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے ان کو عجمی نام سے یاد کیا کرتے تھے۔

اللہ رب العزت نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تصدیق اور ثبوت کے لئے جہاں ہزارہا معجزات عطا فرمائے وہاں قرآن مجید کی صورت میں ایک ایسا عظیم، دائمی معجزہ عنایت فرمایا کہ اس کے بے نظیر طرز بیان، نظم و ترتیب، فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر عرب کے نامور شعراء و ادباء اور فصحاء کے سر تسلیم خم ہو گئے اور ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں:

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں 114

قرآن حکیم کی بہت سی معجزاتی وجوہات اور اسباب ہیں، جن کا شمار انسانی طاقت کے لئے امر محال ہے۔ مختصراً یوں سمجھئے کہ قرآن کا ہر گوشہ اپنے اندر ایک معجزے کی حیثیت رکھتا ہے۔ زبان و بیان، اسلوب قرآن، محکم آیات، متصل کلمات، حروف مقطعات، حسن نظم و معانی، قرآن کے مطالع و مقاطع اور فواصل، فصاحت و بلاغت اور ایجاز اور آیات و سور کے اوائل و اواخر کا انداز سب معجزہ ہیں۔ ان کی مثال نہ تو قرآن سے قبل ملتی ہے اور نہ قیامت تک مل سکے گی۔

امام المفسرین علامہ عبدالرحمن جلال الدین السیوطی قاضی ابوبکر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"وجه اعجازه ما فيه من النظم و التاليف و التوصيف وانه خارج عن جميع وجوه النظم المعتاد فى كلام العرب و مباين لا ساليب خطا بانهم و لهذا لم يمكنهم معارضة" 115

(قرآن کریم کے اعجاز کی وجہ اس کا نظم اور اس کی تالیف و ترتیب ہے اور یہ کہ وہ ان تمام نظم کے طریقوں سے جدا ہے جو عرب کے کلام میں عام طور پر پائے جاتے ہیں اور یہ کہ قرآن کا طرز عرب کے طرز سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا، اسی وجہ سے اہل عرب سے قرآن کا مقابلہ و بدل ممکن نہ ہوا۔)

امام سیوطی ایک دوسرے مقام پر حازم کی تصنیف "منہاج البلغاء" کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"وقال حازم فى منهاج البلغاء وجه الاعجاز فى القرآن من حيث استمرت الفصاحة و البلاغة فيه من جميع انحائها فى جميعه استمراراً لا يوجد له فترة و لا يقدر عليه احد من البشر و كلام العرب و من تكلم بلغتهم لا تستمر الفصاحة و البلاغة فى جميع انحائها فى العالى منه الا فى الشئى اليسير المعدود ثم تعرض الفترات الانسانيه فينقطع طيب الكلام و رونقه۔ 116

(اور حازم نے منہاج البلغاء میں کہا کہ قرآن میں اعجاز کی وجہ یہ ہے کہ اس میں

فصاحت و بلاغت اس کے ہر موقع اور ہر محل پر برابر پائی جاتی ہے۔اس طرح کہ اس کے اندر انقطاع نہیں اور اس پر کوئی انسان قادر نہیں۔اس کے برخلاف کلامِ عرب یا ان کی زبان میں گفتگو کرنے والوں کے اعلیٰ درجہ کے کلام تک میں یہ بات نہیں کہ اس کی ابتداء سے لے کر انتہا تک ہر جگہ بالکل یکسانیت کے ساتھ فصاحت و بلاغت موجود ہو۔دو چار جملوں تک مکمل فصاحت و بلاغت رہتی ہے پھر انسانی خامیاں اپنا رنگ دکھانے لگتی ہیں۔جس کی وجہ سے کلام کی خوبی اور رونق جاتی رہتی ہے۔)

مختصر یہ کہ عرب کے نامور فصحاء و بلغاء اور یکتائے روزگار زبان دانوں کو اگر کسی نے مبہوت و حیرت زدہ کیا تو وہ قرآن مقدس تھا۔قرآن مقدس نے انہیں مسلسل تقریباً ۲۳ سال تک بار بار دعوت چیلنج دی، مگر ہزار کوششوں کے باوجود وہ مقابلہ نہ کر سکے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر معجزات کے انکار کرنے، یا ان کو جادو و سحر کہنے کی طرح کفار و مشرکین نے قرآن پاک کے کلامِ الٰہی اور معجزہ ہونے کا بھی انکار کیا اور اس کو آپ کے دل و دماغ کی تخلیق قرار دیا۔اس موقع پر الزامی جواب دیتے ہوئے قرآن پاک نے ارشاد فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں اور تم بھی انسان ہو اور تمہیں اپنی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت پر بھی ناز ہے لہٰذا اگر یہ کسی انسان کا کلام ہے تو تم بھی اس کی مثل بنا لاؤ۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ- 117

(کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اس (قرآن) کو خود بنایا ہے۔فرما دیجئے کہ تم بھی ایسی دس سورتیں بنا لاؤ۔)

کفار و مشرکین دس سورتوں کے بنانے میں جب حیران و پریشان ہو گئے تو قرآن نے پھر چیلنج کیا کہ:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ- 118

(اگر تم اس (قرآن) کے بارے میں کسی شک میں ہو تو جو ہم نے اپنے بندے

پر نازل فرمایا ہے اس کے مثل ایک سورت ہی بنالاؤ۔)

قرآن کی مذکورہ دعوت وچیلنج کے جواب میں جب ایک سورت بھی بنا کر پیش کرنے سے قاصر و مجبور ہو گئے تو قرآن نے اپنا آخری فیصلہ سنا کر ان کے دعوۂ زبان دانی اور فصاحت و بلاغت میں آخری کیل ٹھونک دی اور فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔ 119

(اے نبی! فرمادیجئے کہ اگر انسان وجن بھی قرآن کی طرح لانے پر جمع ہو جائیں تو وہ اس جیسی کتاب نہیں لاسکیں گے۔ چاہے وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہو جائیں۔)

اس طرح کی بہت سی آیات کے ذریعہ برابر اعلانیہ انہیں للکارا جاتا رہا، چیلنج دیا جاتا رہا، مقابلہ کے لئے پکارا جاتا رہا مگر وہ میدان میں نہیں آئے اور نہ ہی قیامت تک آسکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن نے یہ چیلنج ۱۴ سو سال قبل دیا تھا، مگر اس کا یہ اعلان تا قیامت جاری رہے گا۔ سائنس وٹیکنالوجی اور جدید علوم وفنون کتنی ہی ارتقاء کی منازل طے کرلیں، چاند پر دنیا بسالیں، سورج کی شعاؤں کو اپنے بس میں کرلیں اور نت نئی ایجادات کے ذریعہ دنیا کو مسخر کرلیں، مریخ تک رسائی حاصل کرلیں لیکن قرآن کا مثل نہیں لاسکتے کیونکہ یہ کلام الٰہی ہے اور کلامِ الٰہی کا کوئی ثانی نہیں پیش کرسکتا۔

قرآن ایک نظر میں

اسماء قرآن: دنیا کی کسی بھی مشہور و شاہکار کتاب کا سرورق غائب ہو جائے تو یہ معلوم کرنا دشوار ہو جائے گا کہ یہ کون سی کتاب ہے اور اس کا مصنف کون ہے؟ لیکن اللہ کے مقدس کلام قرآن مجید کی یہ امتیازی شان ہے کہ وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس کی ہر سطر، ہر آیت اور ہر سورت کلامِ الٰہی ہونے کا بین ثبوت ہے۔

جملہ کتب کے سرورق پر باعتبار موضوع وفن کتاب کا ایک نام ہوتا ہے جس سے اس

کتاب کی شناخت ہوتی ہے، لیکن قرآن کی یہ خصوصیت ہے کہ سرورق کے علاوہ اس کی عبارت و متن میں بھی اس کا نام داخل ہے جو پورے قرآن میں ۷۰ مقامات پر مذکور ہے۔ اسم قرآن کے علاوہ دیگر صفاتی اسماء کے ساتھ بھی قرآن کو بکثرت یاد کیا گیا ہے جیسے:

(۱) الصراط المستقیم (سورۃ فاتحہ، آیت ۶)، (۲) الفرقان (سورۃ البقرہ، ۱۸۵)،
(۳) البینۃ (الانعام، ۱۵۷)، (۴) البصائر (الانعام، ۱۰۴)،
(۵) المصدق (الانعام، ۹۲)، (۶) المفصل (الانعام، ۱۱۴)،
(۷) النور (النساء، ۱۷۴)، (۸) المبارک (الانعام، ۱۵۵)،
(۹) البرہان (النساء، ۱۷۴)، (۱۰) کلام اللہ (التوبہ، ۶)،
(۱۱) الحق (یونس، ۱۰۸)، (۱۲) المہیمن (المائدہ، ۴۸)،
(۱۳) الموعظۃ (یونس، ۵۷)، (۱۴) البیان (آلِ عمران، ۱۳۸)،
(۱۵) الروح (الشوریٰ، ۵۲)، (۱۶) الوحی (الانبیاء، ۴۵)،
(۱۷) الہدیٰ (البقرہ، ۱۸۵)، (۱۸) الرحمۃ (النمل، ۷۷)،
(۱۹) الحکیم (یٰس، ۲)، (۲۰) کتاب مبین (یوسف، ۱)،
(۲۱) العربی (یوسف، ۲)، (۲۲) العجب (الجن، ۲)،
(۲۳) المجید (ق، ۱)، (۲۴) العزیز (حم سجدہ، ۴۱)،
(۲۵) الذکر (الانبیاء، ۵۰)، (۲۶) احسن الحدیث (الزمر، ۲۳)،
(۲۷) ذکریٰ (ہود، ۱۲۰)، (۲۸) التذکرہ (سورۃ مزمل، ۱۹)،
(۲۹) التبصرہ (ق، ۸)، (۳۰) التنزیل (سورۃ الشعراء، ۱۹۲)،
(۳۱) العلی (الزخرف، ۴)، (۳۲) الشفاء (بنی اسرائیل، ۸۲)،
(۳۳) العروۃ الوثقیٰ (البقرہ، ۲۵۶)، (۳۴) البلاغ (سورۃ ابراہیم، آیت ۵۲)،
(۳۵) الصحف المطہرہ (البینۃ، ۲)، (۳۶) التبیان (سورۂ انعام، ۳۸) وغیرہ۔

زبانِ قرآن

خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے کہ:

انا انزلنه قرءٰنا عربیا لعلکم تعقلون - 120

(بے شک ہم نے قرآن عربی زبان میں نازل فرمایا تاکہ تم سمجھو)

کتٰب فصلت اٰیٰته قرءٰنا عربیا لقوم یعلمون - 121

(ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل فرمائی گئیں عربی قرآن عقل والوں کے لئے۔)

سورتوں کی تعداد و اقسام

قرآن پاک میں بالاتفاق ۱۱۴ سورتیں ہیں جن میں ۸۶ سورتیں مکی ہیں۔ یعنی وہ جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں۔ اور ۲۸ صورتیں مدنی ہیں جو بعد ہجرت نازل ہوئیں۔ 122 یایها الناس و یٰبنیٓ اٰدم کے الفاظ بکثرت مکی سورتوں میں آئے ہیں۔ نیز "کلا" ۳۳ بار مکی سورتوں میں ہی آیا ہے۔ اور مدنی سورتوں میں "یایها الذین اٰمنوا" سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ معنوی اعتبار سے مکی سورتوں میں توحید، اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت، قیامت، جزاء وسزا، بعث بعد الموت، جنت ودوزخ اور اجتماعی اخلاق کا ذکر ہے اور مدنی سورتوں میں احکام، فروع اور دیگر مسائل دینیہ کا تذکرہ ہے نیز مکی سورتیں طویل نہیں ہیں اور مدنی سورتیں کافی طویل ہیں۔ 123

قرآنی سورتوں کی مکی اور مدنی اقسام کے علاوہ چند اقسام اور ہیں جیسے:

''حضری وسفری، نہاری ولیلی، صیفی وشتائی، فراشی ونومی، ارضی وسمائی اور بعض مشترک۔ جملہ اقسام کی اپنی جدا جدا علامات ونشانیاں ہیں، جن کی تفصیلی معلومات کے لئے ''الاتقان فی علوم القرآن جلد اول کی نوع اول تا نوع سادس کا مطالعہ مفید ہوگا۔ 124

آیات کی تعداد و اقسام

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق

قرآن میں ۶۲۱۸ آیات ہیں۔ 125 شیخ الاسلام جلال الدین عبدالرحمن السیوطی (م ۹۱۱ھ) نے اپنی مایۂ ناز تصنیف الاتقان فی علوم القرآن میں مختلف روایتوں کے حوالہ سے مختلف تعداد مثلاً: ۶۶۱۶، ۶۰۰۰، ۶۲۰۴، ۶۲۱۴، ۶۲۱۹، ۶۲۲۵، ۶۲۳۶ اور ۶۲۱۶ وغیرہ بیان کی ہے۔ یعنی چھ ہزار آیات پر تو سب کا اتفاق ہے، اختلاف اوپر کے اعداد و شمار میں ہے۔ 126

قرآنی آیات کی مذکورہ بالا تعداد و شمار قدیم عربی کتب کے مطابق ہے لیکن دورِ حاضر میں ۱۴ سال کی طویل محنت ولگن کے بعد'' عالی جناب **محمد سمیع** صاحب مرحوم نقشہ نویس ساکن ضلع مین پوری، نے آیت، سورت اور پارے وار قرآن پاک کے مکمل حروف واعداد، آیات وعلامات وقف اور اعراب و مد وغیرہ کے شمار کا جو عظیم و مثالی کارنامہ انجام دیا ہے اس کے مطابق قرآن میں ''۶۲۳۸'' گول آیات ہیں اور دیگر علامات اوقاف کی تفصیل حسب ذیل ہے:

م (۸۷)، ط (۳۴۷۳)، ج (۱۶۵۸)،

ز (۲۳۵)، ص (۱۶۴)، صلے (۲۶۵)،

ق (۱۴۷)، صل (۲)، قف (۱۲۱)،

سکتہ (۴)، وقفہ (۲۰)، لا (۱۵۲۴)،

ک (۱) 127

محققین ومفسرین حضرات نے قرآنی آیات کی تقسیم مختلف زاویوں سے کی ہے۔ بعض اہل علم حضرات نے آیات کی تقسیم اس طرح کی ہے:

آیات وعدہ (۱۰۰۰)، آیات وعید (۱۰۰۰)، آیات نہی (۱۰۰۰)، آیات امر (۱۰۰۰)، آیات مثال (۱۰۰۰)، آیات قصص (۱۰۰۰)، آیات حلال (۲۵۰)، آیات حرام (۲۵۰)، آیات تسبیح (۱۰۰)، آیات منسوخہ (۶۶)۔ 128

مذکورہ تقسیم کے علاوہ قرآنی سورتوں کی ایک تقسیم اور ہے جس کے مطابق ان کی چار اقسام ہیں۔

(۱) الطول یا طوال: یعنی بڑی سورتیں جو تعداد میں سات ہیں:

البقرہ، آلِ عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف، الانفال مع سورۂ توبہ۔ بعض

نے سورۂ توبہ وانفال کے بجائے سورۂ یونس کا ذکر کیا ہے۔

(۲) **المئون یا المئین:** یعنی وہ سورتیں جو کم وبیش سو آیات پر مشتمل ہیں اور وہ ہیں سورہ یونس سے سورۃ الفاطر تک۔ ان کی تعداد ۲۶ ہے۔

(۳) المثانی: سورۂ یٰس سے سورۂ ق تک کی سورتوں کو کہا جاتا ہے۔ ان کی تعداد ۱۵ ہے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یٰس سے حجرات تک، اور بعض کے نزدیک سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

(۴) **المفصل:** یہ چھوٹی چھوٹی علیحدہ علیحدہ سورتیں ہیں، جو سورۂ ق سے آخر قرآن تک شامل ہیں۔ مفصل کی بھی تین اقسام ہیں (۱) طوال ق سے مرسلت، (۲) اوساط نباء سے الضحیٰ، (۳) قصار سورۂ انشراح سے الناس تک۔ 129

رکوع: موجودہ زمانے میں مختلف مکتبوں سے جو قرآن شائع ہو رہے ہیں ان کے مطابق قرآن مجید میں ۵۵۸ رکوع ہیں۔

منزل: پورے قرآن کو سات منزلوں میں تقسیم کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔

سجدہ: پورے قرآن میں ۱۴ سجدے ہیں۔ ہر ایک سجدہ والی آیت کے حاشیہ پر آیت سجدہ اور اس کا نمبر مذکور ہے۔

تعداد حروف: شیخ الاسلام عبدالرحمن جلال الدین السیوطی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالہ سے قرآن پاک کے حروف کی تعداد ''تین لاکھ تئیس ہزار چھ سو اکہتر'' ذکر کی ہے۔ 130 اور ''اعداد القرآن'' کے مصنف محمد سمیع صاحب مرحوم نے موجودہ ہندوستانی قرآنی نسخوں کے مطابق حروف کی تعداد ''تین لاکھ بائیس ہزار نو سو ترپن'' بیان کی ہے اور مکمل قرآن کے کل اعداد (۲۴۲۹۳۴۹۶) ذکر کئے ہیں۔ 131

کلماتِ قرآن

اس بارے میں محققین ومفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے ''۷۷۹۳۴، ۷۷۴۳۷ اور ۷۷۲۷۷ وغیرہ بیان کئے ہیں۔ 132

اعرابِ قرآن

اعدادالقرآن کے مصنف کی تحقیق جدید کے مطابق قرآن مجید میں اعراب کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:

زبر (۱۱۰۴۱۷)، زیر (۴۵۰۰۶)، پیش (۳۵۹۰۲)، تشدید (۱۶۷۲۴)، جزم (۷۲۰۳۶)، کھڑا زبر (۱۳۶۶۴)، دوزبر (۳۷۰۳)، دوزیر (۲۴۸۷)، دوپیش (۲۳۹۲)، کل نقاطِ قرآن (۱۶۳۰۴۳)، علامت ء (۳۵۳۴)_ 133

قرآن کریم کی آیات، حروف اور کلمات کی مختلف تعداد و شمار کو دیکھتے ہوئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس میں اختلاف کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ کچھ آیات کے اختتام پر فصل فرماتے اور بعض مرتبہ وصل فرماتے تھے۔ لہٰذا بعض نے فصل و وقف کا اعتبار کیا ہے اور بعض نے وصل کا۔ اسی طرح قرآن کی سات قرأت وسات مشہور لغات اور رسم الخط میں کہیں وصل، کہیں فصل، کہیں حذف اور کہیں زیادتی حرف کی وجہ سے حروف و کلمات کی تعداد میں کمی بیشی واقع ہوئی۔

شانِ نزول

مکمل قرآنِ پاک تقریباً ۲۳ سال کے عرصۂ دراز میں نازل ہوا۔ جیسے جیسے ضرورت و حالات اور مسائل سامنے آتے گئے اسی کے مطابق قرآنی آیات نازل ہوتی رہیں تاکہ لوگ قرآن کو اچھی طرح حفظ کر سکیں۔ اور اس کے معانی و مفاہیم اور تفاسیر کو بخوبی سمجھ سکیں۔ اس لئے قرآن مجید کی کسی بھی آیت یا سورت کو سمجھنے سے قبل ضروری ہے کہ پہلے اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ وہ کس موقع پر کن حالات میں کس ضرورت کے تحت نازل ہوئی اور اسی کو شانِ نزول کہتے ہیں۔ اگر آیات قرآنیہ کے پس منظر میں غور و فکر نہ کیا گیا تو ممکن ہے کہ انسان ضلالت و گمراہی کا شکار ہو جائے۔ اس لئے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یضل بہ کثیرًا ویھدی بہ کثیرًا۔ 134

(اللہ بہت سوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت فرماتا ہے۔)

حوالہ جات

1 سورۃ الشوریٰ، آیت ۵۱
2 دائرۃ المعارف الاسلامیہ ص ۳۲۱
3 عقائد الاسلام، ص ۱۴۵
4 عقائد الاسلام، ص ۱۴۵
5 سورۃ الفتح، آیت ۲۷
6 صحیح بخاری شریف، باب: کیف کان بدء الوحی، حدیث ۳
7 سورۃ النساء، آیت ۵۹
8 خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، تفسیر سورۃ النساء، آیت ۵۹
9 سورۃ النساء، آیت ۸۰
10 سورۃ ۱۷، آیت ۳۳
11 سورۂ آل عمران، آیت ۳۱
12 سورۂ ۳۶، آیت ۳۳
13 سورہ ۲۳، آیت ۲۷
14 میزان الحدیث، ص ۲۸
15 علم حدیث ایک تعارف، ص ۳۳
16 المنجد عرب اردو لغت، ص ۷۷۸۔۷۷۹
17 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۳۱۸
18 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۳۱۸

19 سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۵

20 سورۃ القدر، آیت ۱

21 الاتقان فی علوم القرآن (عربی) ص ۱۲۹

22 صحیح مسلم شریف، کتاب الصیام، ص ۷

23 صحیح بخاری شریف باب ۱، کتاب الوحی (اردو) ص ۹۵

24 الاتقان فی علوم القرآن (عربی) ص ۶۷ تا ۸۷

25 سورۃ الفرقان، آیت ۳۲

26 سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۰۶

27 الاتقان فی علوم القرآن (عربی) ص ۱۳۴

28 الاتقان فی علوم القرآن (عربی) ص ۱۳۲

29 سورۃ الحجر، آیت ۹

30 سورۃ الطارق، آیت ۲۱

31 بخاری شریف کتاب الوحی، باب کیف بدء الوحی، حدیث ۴

32 سورۃ القیامہ، آیت ۱۶، ۱۷، ۱۸

33 سورۃ الانعام، آیت ۱۱۶

34 صحیح مسلم، جلد دوم، ص ۹۹۴ (اردو)، حدیث نمبر ۲۱۰۶

35 صحیح بخاری جلد دوم، باب استذکار القرآن وتعاہدہ، حدیث ۲۶

36 صحیح بخاری، جلد دوم، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہٗ، حدیث ۱۹

37 آخری پیغام، ص ۴۷، ۴۸

38 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۳۳۶

39 الاتقان فی علوم القرآن، جلد ۱، ص ۱۴۴، ۱۴۵

40 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج ۱۶، ص ۳۴

41 صحیح بخاری شریف (اردو) ص ۷۳، باب تالیف القرآن، جلد دوم، حدیث ۲۱۰۱

42 بخاری شریف (اردو) جلد سوم، ص ۷۳، باب بین الدفتین، حدیث ۱۱

43 بخاری شریف (اردو) جلد دوم، ص ۹۹۶، باب القراء من اصحاب النبی، حدیث ۲۱۱۱

44 سورۂ عبس، آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶

45 سورۂ طور، آیت ۱ سے ۳

46 سورۂ واقعہ، آیت ۷۷، ۷۸

47 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۳۴۳ سے ۳۴۶، عنوان قرآن

48 سورۃ النحل، آیت ۸۹

49 سورۂ انعام، آیت ۳۸

50 سورۂ یوسف، آیت ۱۱۱

51 کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، ص ۴۹۸، سورۃ النحل، آیت ۸۹

52 خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، سورۃ النحل، آیت ۸۹

53 الاتقان فی علوم القرآن، جلد ۱، ص ۱۷۴، ۱۷۵

54 الاتقان فی علوم القرآن، جلد ۲، ص ۱۲۶

55 خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، سورۃ النحل، آیت ۸۹

56 خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، سورۃ النحل، آیت ۸۹

57 الاتقان فی علوم القرآن، جلد ۲، ص ۱۲۸

58 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، جلد ۱۶، ص ۶۰۹

59 الاتقان فی علوم القرآن، جلد ۲، ص ۱۲۸

60 آخری پیغام، ص ۱۳۸

61 الاتقان فی علوم القرآن، ج ۲، (عربی)، صفحہ ۱۲۷ تا ۱۳۰

62 سورۃ الواقعہ، آیت ۷۹

63 سورۃ النحل، آیت ۹۸

64 سورۃ النمل، آیت ۳۰

65 سورۃ المزمل، آیت ۴

66 سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۴

67 سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۷۸

68 سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۱۴

69 سورۃ القیامۃ، آیت ۱۶۔۱۷

70 سنن ابن ماجہ، کتاب الاقامہ، باب ۱۷۶

71 سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۱۰۹

72 آخری پیغام، ص ۱۶۱

73 مشکوٰۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ، فصل اوّل

74 سورۃ الواقعہ، آیت ۷۷ تا ۸۱

75 سورۃ المزمل، آیت ۴

76 سورۃ النساء، آیت ۸۲

77 سورۂ ص، آیت ۲۹

78 سورۃ الانعام، آیت ۱۵۵

79 سورۃ البقرہ، آیت ۱۲۰

80 سورۃ القصص، آیت ۸۷

81 سورۃ المائدہ، آیت ۶۷

82 سورۂ یٰس، آیت ۱۷

83 سورۃ النحل، آیت ۱۰۲

84 سورۃ النحل، آیت ۶۴

85 سورۂ انعام، آیت ۱۵۵

86 سورۂ یونس، آیت ۵۷

87 سورۃ النحل، آیت ۸۹

88 سورۃ النساء، آیت ۱۷۴

89 سورۃ الرعد، آیت ۲۸

90 سورۃ انبیاء، آیت ۵۰

91 سورۃ البقرہ، آیت ۲۶۹

92 سورۃ الانعام، آیت ۱۰۴

93 سورۂ فرقان، آیت ۱

94 سورۂ مائدہ، آیت ۱۵

95 سورۂ حم السجدہ، آیت ۴۱

96 سورۂ توبہ، آیت ۶

97 سورۂ مزمل، آیت ۱۹

98 سورۂ یونس، آیت ۱۰۸

99 سورۃ الزمر، آیت ۲۳

100 سورۃ الزمر، آیت ۲۸

101 سورۂ ابراہیم، آیت ۱

102 سورۂ قمر، آیت ۱۷-۲۲-۳۲-۴۰

103 سورۂ مریم، آیت ۹۷

104 سورۂ احقاف، آیت ۲۹ تا ۳۱

105 سورۂ جن، آیت ۱ سے ۲

106 سورۂ مائدہ، آیت ۸۳

107 سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۰۸ اور ۱۰۹

108 سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۰۷

109 سورۃ الحشر، آیت ۲۱

110 سورۃ البقرۃ، آیت ۷

111 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۴۷۴، بعنوان لفظ قرآن

112 سورۃ حم السجدہ، آیت ۱۳

113 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۴۷۴

114 حدائق بخشش، نعتیہ دیوان از امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ

115 الاتقان فی علوم القرآن، جلد ۲، ص ۱۱۸ (عربی)

116 الاتقان فی علوم القرآن، جلد ۲ (عربی)، ص ۱۱۹

117 سورۂ ہود، آیت ۱۳

118 سورۃ البقرہ، آیت ۲۳

119 سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۸

120 سورۂ یوسف، آیت ۲

121 سورۂ حم السجدہ، آیت ۳

122 الاتقان فی علوم القرآن، جلد اول، ص ۹

123 الاتقان فی علوم القرآن، جلد اول، نوع اول، ص ۹ تا ۱۸

124 الاتقان فی علوم القرآن، جلد اول، ص ۸ تا ۲۳

125 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۳۲۸ (بعنوان لفظ قرآن)

126 الاتقان فی علوم القرآن، جلد اول (عربی)، ص ۶۷

127 اعداد القرآن، ص ۹، اعداد القرآن قلمی، ص ۳۹۰

128 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۳۲۸، بعنوان لفظ قرآن

129 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۳۲۸

130 الاتقان فی علوم القرآن، عربی، جلد اول، ص ۶۷

131 اعداد القرآن، ص ۲۶،

132 الاتقان فی علوم القرآن، ص ۷۰ (عربی)

133 اعداد القرآن قلمی، ص ۳۹۱، مطبوعہ، ص ۲۶

134 سورۃ البقرہ، آیت ۲۶

***

حدیث رسول یا سنت رسول

ضرورت واہمیت

دین اسلام یا شریعت محمدی کے دو اہم بنیادی ماخذ ہیں، ایک کتاب اللہ، دوسرے حدیث یا سنت رسول اللہ۔ کتاب اللہ کے بعد احادیث رسول امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے اسلامی احکام وقوانین اور تعلیمات وہدایات کا سب سے انمول اور بے بہا سرمایہ ہے۔

قرآن مجید دراصل کلامِ الٰہی کا متن ہے اور حدیث رسول اس کی تشریح۔ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نہ قرآن کے بغیر حدیث مکمل ہے اور نہ حدیث کے بغیر قرآن سمجھ میں آسکتا ہے اور نہ ہی اس کی تعلیمات و ہدایات سے صحیح رہنمائی حاصل ہوسکتی ہے۔ دین وشریعت کے جملہ احکام واعمال، آیاتِ قرآنیہ کا صحیح مفہوم وحقیقی مراد، ان سے مسائل و احکام کا استنباط، رضائے مولیٰ کے مطابق قول وعمل کی صحیح ہدایت و رہنمائی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجمل ہے اور حدیث اس کی تفصیل، قرآن نظری ہے تو حدیث عملی، قرآن میں اصول واحکام اور کلیات ہیں تو حدیث کی حیثیت بیانی وترجمانی ہے۔ قرآن میں فرائض و واجبات، حلال وحرام، جواز وعدم جواز اور اباحت کے احکام بیان کئے گئے ہیں تو حدیث میں ان احکام کی تفصیلات وتشریحات اور فروعی مسائل کا ذکر ہے۔ مثلاً وضو کے فرائض کا ذکر قرآن میں ہے۔ 1 لیکن اس کی سنتوں کا بیان حدیث میں کیا گیا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وقربانی 2 وغیرہ کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے لیکن اس کے تفصیلی مسائل واحکام حدیث شریف میں بیان کئے گئے ہیں۔

مختصر یہ کہ حدیث یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تفسیر وتشریح، تفصیل و توضیح اور تفہیم و بیان کی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ۔ 3

(اور اے محبوب پیغمبر! ہم نے تمہاری طرف یہ ذکر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں سے صاف صاف بیان کردو جوان کی طرف نازل کیا گیا۔)

سنت وحدیث کا لغوی واصطلاحی مفہوم

حدیث کے لفظی ولغوی معنی ہیں، کوئی خبر، کوئی بیان یا کوئی نئی بات اور سنت کے لفظی معنی ہیں طریقہ۔ 4 لیکن شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے قول و فعل اور تقریر کا نام حدیث وسنت ہے۔ 5 یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اپنی زبانِ رسالت سے ارشاد فرمایا یا بذاتِ خود کوئی فعل و عمل کیا یا آپ نے نہ تو خود کیا اور نہ کہا بلکہ آپ کی موجودگی میں کسی دوسرے فرد نے کچھ کہا یا کیا اور آپ اس پر خاموش رہے یہ سب امور حدیث وسنت کے دائرے میں آتے ہیں۔ اسی پر صحابہ کرام وتابعین عظام کے قول وفعل اور تقریر کو قیاس کیجئے۔ حدیث وسنت کے مفہوم کو ہم اس طرح بھی بیان کر سکتے ہیں کہ ''حدیث وسنت وہ وحی غیر متلو یا کلام خداوندی ہے کہ جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ وتابعین نے اپنے قول وعمل یا اقرار سے ظاہر فرمایا۔ قرآن وحدیث دونوں وحی الٰہی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ قرآن وحی متلو ہے اور اس کے الفاظ ومعانی دونوں منزل من اللہ ہیں۔ اور حدیث وسنت وحی غیر متلو ہے اور اس کے معانی ومفہوم تو اللہ کی جانب سے نازل کردہ ہیں لیکن جملہ الفاظ نہیں، جملہ الفاظ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں یا صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے۔ قرآنِ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى۔ 6

(اور وہ (رسول) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔)

معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرضی وخواہش سے کچھ نہیں کہتے بلکہ وہی فرماتے ہیں جو وحی الٰہی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مقدس نے قولِ رسول کو قول خدا اور فعل رسول کو فعل خدا قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَلاأُقسِمُ بِمَا تُبصِرُونَ وَ مالا تُبصِرُونَ اِنّهُ لَقَولُ رَسُولٍ کَرِیمٍ۔ 7

(مجھے ان چیزوں کی قسم جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے، بے شک یہ قرآن ایک معزز رسول کا قول ہے۔)

وَ مارَمَیتَ اِذ رَمَیتَ وَ لٰکِنَّ اللہَ رَمٰی۔ 8

(اے نبی) وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی)

پیش کردہ آیات کریمہ کے علاوہ اور بھی کثیر آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحیِ متلو کے ساتھ ساتھ وحی غیر متلو کا بھی نزول ہوتا تھا۔ مثلاً قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ تقریباً ۱۷ ماہ تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔ اس کے بعد حکم ہوا:

فَوَلِّ وَجھَکَ شَطرَ المَسجِدِ الحَرامِ وَ حَیثُ ما کُنتُم فَوَلُّوا وُجُوھَکُم شَطرَہ۔ 9

(ابھی اپنا منہ پھیرلو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانوں تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو)

قرآن کی اس آیت سے یہ تو ظاہر ہے کہ پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جاتی تھی، بعد میں مسجد حرام بیت اللہ کی جانب رخ کرنے کا حکم جاری کیا گیا۔ لیکن بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم کسی آیت سے ثابت نہیں۔ اس لئے واضح ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے علاوہ بھی وحی آتی تھی اور بہت سے ایسے احکام نازل ہوتے تھے جو قرآن میں نہیں۔ انہیں میں سے ایک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم ہے۔

لفظ حدیث کی وجہ انتخاب

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل اور تقریر کے لئے لفظ حدیث خود پسند فرمایا ہے تاکہ آپ کے اور دیگر حضرات کے اقوال وفرامین میں امتیاز ہو سکے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم لفظ حدیث کا استعمال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ غیرہ۔ 10

(اللہ پاک اس شخص کو خوشحال فرمائے جو میری حدیث سماعت کرتا ہے پھر اسے حفظ کر لیتا ہے یہاں تک کہ وہ انہیں دوسروں تک پہنچادے۔)

اسی طرح بخاری شریف کتاب الرقاق میں ہے:

''فقال: لقد ظننتُ یا اباھریرۃ ان لا یسالنی عن ھذا الحدیث احد اول منک لما رأیتُ من حرصک علی الحدیث۔''.11

(فرمایا کہ ابو ہریرہ میرا گمان یہی تھا کہ اس بارے میں سب سے پہلے تم مجھ سے سوال کرو گے کیونکہ حدیث کے ساتھ تمہاری بے پناہ وابستگی میں نے دیکھی ہے۔)

موضوع

قرآن مجید کی طرح حدیث کا موضوع بھی انسان ہے کہ حدیث بھی حیاتِ انسانی کے مختلف گوشوں سے بحث کرتی ہے اور مختلف انداز میں روشنی ڈالتی ہے۔ یا یوں کہئے کہ وہ تمام امور واحکام جو اللہ جل شانہٗ اور انسانوں کے باہمی تعلق اور انسان کی دینی و دنیوی، سماجی و معاشی، انفرادی و اجتماعی، برزخی و اخروی نجات و کامیابی سے متعلق ہیں، حدیث کا موضوع ہیں۔ حدیث کے اقوال و افعال و احوال، احکام و پیغام، تعلیم و ہدایت، وعظ و نصیحت، واقعات و حادثات، حالات و روایات، امثال و قصص، روداد تعمیرات و تخریبات اور خرق و معجزات وغیرہ جو بھی ہیں سب کا اصل محور و مطمح نظر حیاتِ انسانی ہی ہے۔ مختلف انداز اور مختلف پیرائے میں ہر ممکن صراط مستقیم پر لانے کی سعی جمیل کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

"وَ اَنزَلنَا اِلَیكَ الذِّکرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیھِم۔" 12

(ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل فرمایا تاکہ آپ انسانوں کے لئے بیان کریں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کئے گئے ہیں۔)

غرض وغایت

لوگوں کو صحیح معنی میں اللہ اور اس کے رسول کی معرفت کرا کے ان کا مطیع وفرماں بردار بنانا، ضلالت وگمراہی اور ہلاکت وتباہی سے حفاظت کر کے دینی ودنیوی اور اخروی فلاح وبہبود سے ہمکنار کرنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ مَن یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُولَہُ فَقَد فَازَ فَوزًا عَظِیمًا۔" 13

(اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی پائے گا۔)

"وَ اَطِیعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُولَ لَعَلَّکُم تُرحَمُونَ"۔ 14

(اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔)

اتباعِ سنت یا اطاعت حدیث

عام طور سے حدیث یا سنت پر عمل کرنے کے سلسلے میں اتباع یا اطاعت کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ دونوں لفظوں کے معنی ومفہوم میں قدرے فرق ہے مگر اصطلاحی مفہوم ومقصد دونوں کا واحد ہے۔ اتباع کا معنی ہے کسی کے پیچھے چلنا، پیروی کرنا۔ اور اطاعت کا معنی ہے فرماں برداری کرنا، سر جھکانا۔ 15 لیکن پیروی وفرمانبرداری کے معنی میں بھی دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ اتباع سنت واطاعت حدیث کا مطلب ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور تقریرات پر اس طرح عمل کریں کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے ہیں۔ یعنی زندگی کے ہر شعبہ وہر مسئلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے وسنت کی پیروی کی جائے۔

قرآن کریم نے جہاں اطاعت خداوندی کو واجب ولازم قرار دیا ہے وہاں اتباع رسول واطاعت نبی کو بھی ضروری ولازمی بیان فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بار بار

اطاعت رسول پر تاکیداً توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اطاعت رسول کو اللہ کی اطاعت کے ساتھ تقریباً ۲۰ مقامات پر ذکر کیا گیا ہے 16، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اطاعت رسول ہی درحقیقت اطاعت خدا ہے۔ اس کے علاوہ ایک بات اور قابل توجہ ہے وہ یہ کہ قرآن میں جہاں کہیں اللہ کی اطاعت کا حکم آیا ہے اس کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم ضرور آیا ہے لیکن اس کے برعکس ایسی کئی آیات ہیں کہ جن میں اطاعت رسول کا ذکر ہے لیکن اللہ کی اطاعت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ حکمت اس کی یہی ہے کہ قرآن ذہن دینا چاہتا ہے کہ اطاعت رسول کا دوسرا نام اطاعت خدا ہے اور اطاعت رسول کے ساتھ ہی اطاعت خدا کا اعتبار ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت خود ارشاد فرماتا ہے:

"مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ۔" 17

(جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔)

"وَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ۔" 18

(اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔)

معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت دراصل اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اور اطاعت رسول کو اس قدر اہمیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہی ہے کہ اللہ کی اطاعت اس کے بغیر ہرگز ممکن نہیں:

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

مختصر یہ کہ کتاب اللہ کے ساتھ حدیث رسول اللہ، کلام اللہ کے ساتھ سنت رسول اللہ کی پیروی ہمارے لئے واجب وضروری ہے کیونکہ دین اسلام میں کلامِ خدا کے بعد کلامِ مصطفیٰ، ذاتِ خدا کے بعد ذات محبوب خدا کا مرتبہ ومقام ہے:

لایمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم جہاں احکامِ الٰہی کی بجا آوری پر زور دیتا ہے وہاں احکامِ رسول کی پیروی کی بھی سخت تاکید کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

"وَ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ مَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ "19

(اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں، وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔)

"وَ مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔ "20

(اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ بے شک کھلی گمراہی میں بہکا۔)

"یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَکُمْ۔ "21

(اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔)

"وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَا یَلِتْکُمْ مِّنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا 22

(اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو تمہارے کسی عمل کا تمہیں نقصان نہ دے گا۔)

"وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا"۔23

(اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و پیروی کی اس نے بڑی کامیابی پائی۔)

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اطاعت رسول و اتباع رسول میں کامیابی اور اس کی خلاف ورزی میں اعمال کی تباہی و بربادی ہے۔

قرآن کریم نے جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کو تاکیداً بیان کیا ہے اور اس کو اللہ کی اطاعت کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے اور اس کے انعامات و دنیوی و اخروی ثمرات و فوائد کا مژدہ سنایا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے خطرناک نتائج سے آگاہ فرمایا ہے اور رسول کی اطاعت کی طرح رسول کے عدم اتباع کو بھی اللہ کے عدم اتباع کے ساتھ ساتھ ذکر کر کے یہ واضح کر دیا ہے کہ رسول کی نافرمانی دراصل اللہ کی نافرمانی ہے، جس کا انجام گمراہی و تباہی ہے۔ قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا" - 24

(اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صاف گمراہی میں بہکا۔)

"وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا" 25

(اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے۔)

اطاعت رسول اطاعت خدا اور نافرمانیٔ رسول نافرمانیٔ خدا ہے۔ قرآنِ مقدس کی اس ہدایت ونصیحت کی وضاحت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"مَن اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ و من عصانی فقد عصی اللّٰہ" 26

(جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔)

اس طرح قرآن وحدیث کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال وافعال کی اتباع اور آپ کے بیان کردہ احکام کی اطاعت قیامت تک مسلمانوں پر واجب ہے اور آپ کی نافرمانی ومعصیت گناہ واشد حرام ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال وافعال اور احکام کی اطاعت واتباع ہمارے لئے واجب ہے لیکن غور کا مقام ہے کہ ہمیں آپ کے اقوال وافعال اور احکام کا علم کیسے حاصل ہوگا؟ قرآن مجید کے مطابق رسول پاک کی زندگی ہماری زندگی کے لئے بہترین نمونہ ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" 27

لیکن جب تک آپ کی مبارک زندگی کے اعلیٰ نقوش واصول وقوانین ہماری نظروں کے سامنے نہ ہوں، ہم اپنی زندگی کو حضور علیہ السلام کی زندگیٔ پاک کی روشنی میں کیسے گزار سکیں گے؟ لازمی طور پر تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ اقوالِ رسول، افعال رسول، احکامِ رسول اور اُسوۂ رسول پر اطلاع اور پھر اس کی اطاعت واتباع صرف حدیث رسول سے ہی ممکن ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وسنن جس طرح دورِ رسالت، دورِ صحابہ اور دورِ تابعین وتبع تابعین کے

لوگوں کے لئے سرچشمہ ہدایت ونصیحت تھیں اسی طرح تا قیامت جملہ مسلمانانِ عالم کے لئے مشعل راہِ ہدایت ہیں۔ سنت رسول یا حدیث رسول کو اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ تعلیمات و ہدایات اور آپ کے اُسوۂ حسنہ کے لئے مستند و معتبر مرجع و ماخذ تسلیم نہ کیا جائے تو اللہ رب العلمین کی دلیل و حجت اپنے بندوں پر نامکمل رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کے لئے صرف کلام الٰہی اور اطاعت خداوندی کو کافی اور وافی بیان نہیں کیا ہے بلکہ کلام اللہ کے احکام کے ساتھ ساتھ کلام رسول، احکامِ رسول، اطاعت رسول اور اتباع رسول کو بھی واجب اور ضروری قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی رضا و محبت کا معیار بھی اتباعِ رسول ذکر کیا ہے:

"قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ" 28

(اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت رکھے گا۔)

معلوم ہوا کہ کلامِ الٰہی کے بعد حدیث رسول اور سنت رسول ہمارا معتبر و مستند ماخذ دین اور حضور علیہ السلام کے اقوال و افعال اور احکام و تعلیمات کے جاننے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس سے روگردانی اور بے اعتمادی کی صورت میں نہ صرف یہ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و تعلیمات سے محروم ہوں گے بلکہ کلامِ الٰہی قرآن پاک کی عطا کردہ ہدایات و تعلیمات سے بھی ہم کلی طور پر فیضیاب نہیں ہو سکیں گے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے قرآن کے الفاظ و معانی کی تفہیم، احکام کی تعلیم اور اس کی تفسیر و تشریح کی اہم ذمہ داری آپ کو ہی عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

"وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ" 29

(ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل فرمایا تا کہ آپ لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کئے گئے ہیں۔)

"وَ یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ" 30

(اور وہ تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔)

مناسب ہے کہ یہاں اس حقیقت کی اور وضاحت کر دی جائے کہ حدیث یا سنت کوئی

شئ جدید یا نئی ایجاد نہیں بلکہ دراصل قرآن کی طرح یہ بھی وحی الٰہی وکلامِ خداوندی ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن وحیٔ متلو ہے اور الفاظ و معانی دونوں اعتبار سے منزل من اللہ ہیں اور حدیث وحیٔ غیر متلو ہے اور اس کے معانی و مفہوم من جانب اللہ ہیں جیسا کہ ماقبل ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

مختصر یہ کہ قرآن بھی وحی الٰہی اور حدیث بھی وحی الٰہی، قرآن بھی کلام الٰہی اور حدیث بھی کلامِ الٰہی۔ دونوں کے نزول کی کیفیت و انداز، حالات و ضروریات اور اغراض و مقاصد میں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن وحی الٰہی ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ دونوں کے وحی الٰہی و نزول کے تعلق سے قرآن و حدیث میں بے شمار دلائل وشواہد موجود ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ'' 31

(اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہاری نصیحت کو۔)

''وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ'' 32

(اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔)

''وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ'' 33

(اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت۔)

''يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ'' 34

(ان پر قرآن کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور کتاب و حکمت کا علم عطا کرتے ہیں۔)

پیش کردہ آیات قرآنیہ میں اکثر مفسرین بالخصوص حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کتاب سے قرآن مجید اور حکمت سے حدیث و سنت مراد لیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، سورۃ البقرہ آیت ۱۲۹، تفسیر نمبر ۲۳۶، سورۃ النساء، آیت ۱۱۳، آیت ۱۶۴، سورۃ

الاحزاب آیت ۳۴ تفسیر نمبر ۸۶ وغیرہ۔ 35

مذکورہ بالا آیات میں اگر حکمت سے حدیث یا سنت مراد لیا جائے تو مفہوم ہوگا ''اللہ نے آپ پر قرآن اور حدیث یا سنت نازل فرمائی اور رسول قرآن و حدیث یا سنت کا علم عطا فرماتے ہیں۔

پورے قرآن میں تقریباً ۱۱ مقامات پر نزول حکمت کو نزول کتاب سے علیحدہ، مستقل اور انفرادی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ 36 جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس حکمت کا یہاں تذکرہ ہے وہ کتاب سے الگ کوئی چیز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب کے ساتھ اس کا بھی نزول ہوا ہے۔ اس فکر و خیال کی ترجمانی و تصدیق احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنۃ رسول اللہ۔'' 37

(میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ)۔

''الا انی اوتیتُ القرآن و مثلہ معہ۔'' 38

(خبردار مجھے قرآن عطا کیا گیا اور اس کے ساتھ اور چیز بھی اس کے مثل عطا کی گئی۔)

''فان خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔'' 39

(بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ (سنت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔)

اس طرح آیات قرآنیہ و احادیث کریمہ کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بذریعہ جبرئیل امین صرف قرآن ہی نہیں نازل ہوتا تھا بلکہ آپ کے توسط یا دیگر ذرائع سے دیگر علم و حکمت کا بھی نزول ہوتا تھا۔ اور جس طرح کلامِ رب العلمین اور اس کے احکام و اعمال کی اطاعت و پیروی واجب و ضروری ہے اسی طرح حدیث رحمۃ للعلمین اور اس کے احکام و تعلیمات کی اتباع و اطاعت ہمارے لئے لازمی ہے۔ دین اسلام میں بہت سے ایسے احکام ہیں

کہ جو قرآن میں ذکر نہیں، لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ہیں اور شریعت اسلامیہ میں وہ بھی قرآن کے مثل واجب العمل ہیں۔ جیسے اذان، نماز جنازہ، جمعہ وعیدین کا خطبہ وصدقۂ فطر وغیرہ۔

حفاظت حدیث

قدیم تاریخ اہل عرب شاہد وعادل ہے کہ عربوں کا حافظہ نہایت قوی اور ان کے اذہان بہت اعلیٰ تھے، وہ ہزاروں سال قبل سے تحریر سے زیادہ اپنے قوتِ حافظہ پر اعتماد کرتے تھے، اس سلسلے میں ان کو عجیب وغریب ملکہ حاصل تھا کہ ہزار ہا اشعار، قصائد، قصص، روایات اور اپنے اپنے قبیلے کا شجرہ ونسب نامہ ہی نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں کا بھی نسب نامہ زبانی یاد ہوتا تھا۔ اپنے اس وصف اور خوبی پر نہ صرف یہ کہ ان کو ناز تھا بلکہ کسی شئی کو زبانی یاد کرنا اپنی شان اور بذریعہ تحریر محفوظ کرنا اپنے لئے توہین سمجھتے تھے۔ مگر ان تمام اوصاف وخوبیوں سے آراستہ ہونے کے باوجود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی طرح حدیث وسنت کی حفاظت کا معاملہ صرف حفظ تک محدود نہیں رکھا بلکہ حفاظت کے جو جو ذرائع وطریقے ہوسکتے تھے ان سب میں حدیث و سنت کی حفاظت کا اہتمام وبندوبست فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی طرح حدیث شریف کو بھی یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ وہ دورِ رسالت سے آج تک ہمارے سامنے اپنی اصلی صورت میں جلوہ بار ہے۔ اور صحابۂ کرام، تابعین عظام اور محدثین ذوی الاحترام کے ذریعہ اب ایسا انتظام ہوگیا ہے کہ اس میں کمی یا زیادتی اور ترمیم ناممکن ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی عشاق وجان نثار صحابہ آپ کے اقوال وافعال اور احوال یعنی حدیث وسنت کے لئے بہترین سند وثبوت ہیں، جنہوں نے آپ کے اقوال و ارشادات بذات خود بڑی یکسوئی وتوجہ سے سنے تھے، آپ کے افعال واعمال اور احوال بڑے غور وفکر سے دیکھے تھے اور اپنی عملی زندگی میں بحسن وخوبی عمل میں لائے تھے۔ اور پھر ان سے ان کے خلف وتلامذہ تابعین حضرات نے قولاً وفعلاً ملاحظہ فرمائے تھے۔ اور حفاظت حدیث کے لئے نہ صرف بہتر طریقے اپنائے تھے بلکہ صحیح اور غلط، اصلی وفرضی اور حق وباطل کی معرفت وشناخت

کے لئے بہت سے علومِ حدیث مرتب فرمائے تھے۔ انہیں مروجہ علوم کے باعث چودہ سو سال قبل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اقوال و افعال اور احوال وجود میں آئے آج بھی وہ بعینہٖ ہمارے سامنے موجود ہیں۔

مختصر یہ کہ کسی بھی علم یا کتاب کی حفاظت کے عام طور پر چار طریقے ہو سکتے ہیں (۱) حفظ، (۲) کتابت، (۳) عمل، (۴) اشاعت وتبلیغ۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ چاروں طریقوں میں حفاظت حدیث کا خصوصی اہتمام وانتظام فرمایا تھا۔ بطور اختصار ہر ایک طریقہ کار کو دلائل وثبوت کی روشنی میں یہاں ہم پیش کررہے ہیں۔

ا۔ حفظ

دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن کے ساتھ حدیث بھی زبانی یاد کرنے کا لوگوں کو کافی شوق تھا، اور کیوں نہ ہوتا جب کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:

"نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ غیرہ"۔ 40

(اس شخص کو اللہ تروتازہ رکھے، جس نے میری حدیث سنی پھر اس کو زبانی یاد کیا تاکہ دوسرے تک پہنچائے۔)

"من حفظ علی امتی اربعین حدیثا فی امر دینہا بعثہ اللہ فقیہا و کنت لہ یوم القیامۃ شافعاً و شہیداً"۔ 41

(جو شخص دینی معاملات کے متعلق چالیس احادیث یاد کرکے میری امت تک پہنچائے گا، اللہ رب العزت اس کو قیامت کے دن اس شان سے اٹھائے گا کہ وہ "فقیہ" ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے لئے گواہی دوں گا۔)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے انہیں فرامین کا روحانی اثر تھا کہ دورِ رسالت و دورِ صحابہ میں کیا بزرگ، کیا نوجوان، کیا بچہ اور کیا مرد وعورت ہر طبقہ میں حفظ حدیث کی لہر پیدا ہوگئی تھی بلکہ بہت سے صحابۂ کرام کی عادت بن گئی تھی۔ مثال کے طور پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ شخصیت ہے کہ جنہوں نے قبول اسلام کے بعد اپنی زندگی احادیث کا علم حاصل کرنے کے لئے

وقف کر دی تھی۔ آپ خود فرماتے ہیں:

"جزأت الليل ثلاثه اجزاء، ثلثا أصلي، و ثلثا انام، و ثلثا اذكر فيه حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم" - 42

(میں نے اپنی رات تین حصوں میں تقسیم کر رکھی ہے ایک تہائی رات میں نماز پڑھتا ہوں، ایک تہائی میں سوتا ہوں، اور ایک تہائی رات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد کرتا ہوں۔)

صحابۂ کرام کے زمانے میں بچوں کو قرآن کی طرح احادیث بھی حفظ کرائی جاتی تھیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كان ابن عباس يضع الكبل فی رجل على تعليم القرآن و السنن" - 43

(حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ میرے پاؤں میں قرآن اور حدیثوں کی تعلیم دینے کے لئے بیڑی ڈال دیتے تھے۔)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک اور شاگرد رشید و خلیفہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ماحفظت و انا شاب فكانی انظر اليه فی قرطاس او ورقة" - 44

(اپنی نوجوانی کی زندگی میں میں نے جو چیزیں زبانی یاد کرلی تھیں ان کی حالت ایسی ہے کہ کاغذ یا ورق میں رکھی ہوئی وہ گویا میرے سامنے ہیں۔)

یہی علقمہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ:

"انظر كيف تحدث عنی فانک قد حفظت عنی حديثاً كثيراً" - 45

(مجھے بتاؤ کہ مجھ سے تم حدیثیں کس طریقے سے روایت کرو گے کیونکہ تم نے بہت بڑا ذخیرہ حدیثوں کا مجھ سے سن کر زبانی یاد کیا ہے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے ساتھ حدیث شریف کو بھی بذریعہ حفظ محفوظ کرنے کا کام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شروع ہو چکا تھا۔

۲۔ کتابت:

کتب علم حدیث کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ نزولِ قرآن کے ابتدائی دور میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث تحریر کرنے سے منع فرمایا تھا۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

''لاتکتبوا عنی، و من کتب عنی غیر القرآن فلیمحه، حدثوا عنی ولا حرج، و من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار''۔46

(مجھ سے سن کر لکھا نہ کرو اور جس کسی نے قرآن کے سوا مجھ سے سن کر کچھ لکھا ہو وہ اسے مٹا دے۔ مجھ سے سن کر دوسروں تک پہنچاؤ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے قصداً میری جانب جھوٹ منسوب کیا اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔)

کتابت حدیث سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ منع فرمانا عارضی طور پر تھا اور اس کے چند اسباب تھے اور وہ یہ کہ کہیں قرآن کے ساتھ حدیث خلط ملط نہ ہو جائے۔ نیز ان حضرات کا حافظہ بہت ہی قوی و مضبوط تھا، ان کے اذہان بہت تیز تھے، وہ کتابت سے زیادہ حفظ پر یقین و اعتماد رکھتے تھے، ان کی حالت یہ تھی کہ جو بات ایک مرتبہ سنی وہ پتھر کی طرح نقش ہو گئی، اس لئے کتابت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی یا یہ کہ کہیں کاتب تحریر پر اعتماد کر کے یاد کرنے سے غافل نہ ہو جائے اور پھر حفظ وقوتِ یادداشت دھیرے دھیرے کند نہ ہو جائے وغیرہ۔ چنانچہ عربوں کا عام محاورہ تھا "حرف فی تامودك خیر من عشرة فی کتابك"۔ یعنی سینے میں ایک حرف کا ہونا کتابوں میں دس حرف ہونے سے کہیں بہتر ہے۔ اسی طرح زمانۂ جاہلیت کا ایک شاعر کہتا ہے:

استودع العلم ترساً فضیحة

وئسمستودع العلم قراطیس

(جس نے علم کاغذ کے حوالہ کیا گویا اس نے علم کو ضائع کیا۔ اس لئے کہ علم کے بدترین مدفن کاغذ (کتابیں) ہیں۔)47

غرضیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتداء اسلام میں یہ مقصد تھا کہ کہیں حدیث شریف کی کسی چیز کا قرآن پاک سے امتزاج والتباس نہ ہو جائے۔ اسی خدشہ کے پیش نظر جب آپ کی محافل ومجالس میں حاضرین کی کثرت ہوتی تو آپ دائیں بائیں اور سامنے تینوں جانب

لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر تین بار خاص الفاظ وکلمات کو دوہراتے تا کہ آپ کی بات اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے اور حدیث وقرآن میں فرق ہوجائے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

"عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا تکلم بکلمة اعادھا ثلثا حتی تفھم عنه" 48

(حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات کہتے تو تین مرتبہ اس کو دہراتے تا کہ اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے۔)

بے توجہی، بے احتیاطی، کذب بیانی اور خلط ملط کی مذمت اور اس کا خطرناک نتیجہ بیان کرتے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احد الکاذبین" 49

(جس نے میرے بارے میں ایسی بات نقل کی جس میں جھوٹ کا گمان ہو تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔)

"من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار" 50

(جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔)

مختصر یہ کہ قرآن وحدیث کی جداگانہ شناخت وانفرادی حفاظت وترتیب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی احتیاط وتوجہ کا مظاہرہ کیا۔ لیکن جیسے ہی قرآن وحدیث کی زبان وبیان میں فرق واضح ہوگیا اور امتیاز کا ملکہ راسخ ومضبوط ہوگیا اور سارے اندیشے وخدشات دور ہوگئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو احادیث لکھنے کی بھی اجازت مرحمت فرما دی۔ یہ اسی اجازت عالیہ کا اثر تھا کہ بعض صحابۂ کرام بلکہ بعض صحابیات نے حدیث شریف کے اپنے اپنے مجموعے تیار کئے، جیسا کہ آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد دور رسالت میں ہی کتابت حدیث کا کام بحسن وخوبی شروع ہوگیا تھا، کتب احادیث میں اس کے بے شمار دلائل وثبوت موجود ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر حضور نے ایک طویل خطبہ دیا جس میں آپ نے حلال وحرام کے کچھ احکام بیان فرمائے۔

حاضرین میں ایک شخص یمن کا تھا جس نے بارگاہِ رسول میں عرض کیا:

"فقال اکتب لی یا رسول اللہ فقال اکتبوا لابی فلان" 51

(یمنی شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا مجھے لکھ دیجئے۔ حضور نے فرمایا، ابوفلاں کے لئے لکھ دو۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ:

"یقول ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدا کثر حدیثاً عنہ منی الا ما کان من عبد اللہ ابن عمرو فانہ کان یکتب" 52

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ علاوہ عبد اللہ بن عمرو کے حدیث روایت کرنے والا نہیں وہ لکھ لیتے اور میں نہیں لکھتا۔)

سنن ابوداؤد شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

"کنت اکتب کل شئی اسمعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارید حفظہ فنھتنی و قالوا اتکتب کل شئی تسمعہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر یتکلم فی الغضب والرضاء فامسکت عن الکتابۃ فذکرت ذالک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاوما باصبعہ الٰی فیہ فقال اکتب فو الذی نفسی بیدہ مایخرج منہ" 53

(میں یاد کرنے کے خیال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہر بات لکھ لیا کرتا تھا۔ کچھ لوگوں نے مجھ سے منع کیا اور کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک بشر ہیں۔ آپ کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض، یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، لکھا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اس منہ سے حق کے علاوہ اور کچھ نہیں نکلتا۔)

مذکورہ بالا احادیث شریف سے صاف صاف ظاہر ہے کہ دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں کتابت حدیث کا کام شروع ہو گیا تھا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور افعال کو صحابہ جیسے جیسے مشاہدہ و ملاحظہ فرماتے تھے من وعن اس کو تحریر فرمالیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی ایک صحابہ کے پاس احادیث شریف کتابی شکل میں موجود تھیں۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''تحدث عند ابی هريرة بحديث فاخذ بيدى الى بيته فارانا كتب من حديث النبى صلى الله عليه وسلم و قال هذا هو مكتوب عندى'' 54

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک حدیث پر گفتگو ہوئی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہمیں احادیث کی کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو وہ حدیث میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔)

اسی طرح سنن دارمی شریف اور ترمذی شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ ''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے تلامذہ کے سامنے احادیث بیان کرتے اور شاگردان کو تحریر کرلیا کرتے تھے۔ 55 آپ کے شاگرد حدیث کے مسودے کی نقل کرتے اور پھر آپ کو پڑھ کر سناتے تھے تاکہ آپ اس نسخے کی اصلاح و تصحیح کرسکیں۔ 56

بذریعۂ کتابت حفاظت حدیث کا جب یہ سلسلہ شروع ہوا تو ایسا شروع ہوا کہ دورِ رسالت، دورِ صحابہ، دورِ تابعین پھر تبع تابعین تک بڑی سرگرمی کے ساتھ جاری رہا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

''و كتب عمر ابن عبدالعزيز الى ابى بكر بن حزم انظر ما كان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكتبه فانى خفت دروس العلم و ذهاب العلماء و لا تقبل الا حديث النبى صلى الله عليه وسلم و ليفشق العلم و ليجلسوا حتى يعلم من لا يعلم فان العلم لا يهلك

حتی یکون سرًا" 57

(اور عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم (مدینہ کے گورنر) کو یہ لکھا کہ تمہارے پاس احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی تعداد میں ہیں لکھ لو کیونکہ مجھے علم کے اٹھ جانے اور علماء کے چل بسنے کا خوف ہے اور ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے علاوہ کسی چیز کو نہ ماننا۔ یہ بات لازم ہے کہ سب لوگ علم کو عام کریں اور مجلس بلایا کریں تاکہ جو نہیں جانتا وہ جان لے کیونکہ علم اس وقت تک نہیں مٹتا جب تک اس کو چھپا کر نہ رکھا جائے۔)

۳۔ اشاعت و تبلیغ:

حفاظت حدیث کا ایک طریقہ اشاعت و تبلیغ بھی ہے۔ حفظ و کتابت کی طرح اس طریقہ کار کے ذریعہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظت حدیث کی تعلیم و ہدایت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

"الا لیبلغ الشاھد منکم الغائب" 58

(خبردار جو حاضر ہے وہ غائب تک (میری سنت) پہنچا دے۔)

"بلّغوا عنی ولو آیۃ" 59

(دوسروں تک پہنچادو میری جانب سے اگرچہ ایک بات ہی ہو۔)

"تسمعون ویسمع منکم ویسمع ممن یسمع منکم"

(تم (احادیث) سن لو اور وہ تم سے سن لیں اور ان سے دوسرے لوگ سنیں گے۔)

"اللّٰھم ارحم خلفائی قلنا یا رسول اللہ من خلفائک قال الذین یاتون من بعدی یرون احادیثی ویعلمون الناس" 60

(اے اللہ میرے جانشینوں پر رحمت نازل فرما۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے جانشین کون حضرات ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے، میری احادیث کو روایت کریں گے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں گے۔)

معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کریمہ کی تبلیغ و اشاعت پر بھی

خصوصی توجہ دلائی ہے اور علماء امت کو اس کی اکثر مقامات پر تاکید فرمائی ہے۔

۴۔ حفاظت بذریعہ عمل:

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے ذکر کردہ طریقوں میں آخری طریقہ یہ ہے کہ آپ کی احادیث وسنن کو عملی زندگی میں رچایا وبسایا جائے اور یہی دین اسلام کا اصل مقصد ہے کہ اللہ ورسول کی تعلیمات وہدایات پر صحیح معنی میں عمل کیا جائے تا کہ انسان اطاعت خداوندی و اطاعت مصطفوی کا خوگر ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔'' 61

(اللہ کے رسول جو تم کو عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔)

ارشادِ نبوی ہے:

''فعليکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسکوا بها و عضوا عليها بالنواجذ و اياکم و محدثات الامور'' 62

(تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ اسی کو تھامے رہو اور دانتوں میں سختی سے دبائے رکھو۔ اور خود کو نئی باتوں سے بچائے رکھو۔)

اسی طرح ایک موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''يا بنيَّ و ذالک من سنتي و من احب سنتي فقد احبني و من احبني کان معي في الجنة۔'' 63

(اے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔)

مختصر یہ کہ اس طرح کی عمل کی جانب دعوت دینے والی احادیث کریمہ کے مطابق حدیث وسنن کو صحابۂ کرام، اولیاء عظام وعلماء اسلام نے اپنی اور امت مسلمہ کی زندگی میں عملاً جاری وساری کرنے میں کوئی کمی باقی نہیں رکھی اور اس طرح حدیث کی حفاظت میں عملی اہم کردار ادا کیا۔

مضامین حدیث

قرآن کریم علم وحکمت اور فنون کا بحر بیکراں ہے تو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی بحر بیکراں کا ایک ایسا انمول خزانہ ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ عالم دنیا، عالم برزخ، عالم آخرت، عالم انسانی اور حیات انسانی کی کوئی شئی ایسی نہیں کہ جس کے متعلق حدیث شریف میں رہنمائی نہ کی گئی ہو؟ حدیث رسول کے جملہ مضامین کا احاطہ کرنا ایک امر محال کے مترادف ہے۔ محدثین و محققین اور مفسرین حضرات نے بڑی کدوکاوش کے بعد اپنے علم واپنی تحقیق کی روشنی میں اجمالی طور پر حدیث شریف کے جن مضامین کا شمار کیا ہے ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(۱) اللہ جل شانہ کی ذات وصفات اور توحید پر ایمان، (۲) ملائکہ پر ایمان، (۳) جملہ آسمانی کتب توریت، زبور، انجیل اور قرآن پر تصدیق وایمان، (۴) جملہ سابق انبیاء ورسل اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور ان کی تعظیم وتکریم، (۵) تقدیر خیر وشر، (۶) قیامت، قبر، منکر نکیر، حشر ونشر، میزان، صراط اور جنت وجہنم سے متعلق مضامین، (۷) اطاعت اللہ ورسول، (۸) محبت خدا ورسول، (۹) عداوتِ خدا وعداوت رسول، (۱۰) احکام خدا، (۱۱) احکام رسول، (۱۲) دینی فرائض نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ، (۱۳) حلال وحرام، (۱۴) طہارت و پاکی، (۱۵) احکام طعام، (۱۶) آداب و اخلاق، (۱۷) معاملات، (۱۸) عقوبات وتعزیرات، (۱۹) جزاوسزا، (۲۰) اعمال وعقائد، (۲۱) یوم حساب، (۲۲) وحی و پیغام الٰہی، (۲۳) تخلیق عالم، (۲۴) واقعات امم سابقہ، (۲۵) قصص الانبیاء 57، (۲۶) اخلاص، (۲۷) صبر وشکر، (۲۸) توبہ، (۲۹) خوف خدا، (۳۰) امید ورجاء، (۳۱) رحمت، (۳۲) نعمت، (۳۳) لعنت، (۳۴) رضا بالقضاء، (۳۵) وفا، (۳۶) غناء، (۳۷) توکل، (۳۸) تواضع و عاجزی، (۳۹) یقین کامل، (۴۰) ذکر الٰہی، (۴۱) تعلیم وتدریس، (۴۲) تسبیح ووظائف، (۴۳) دعاء، (۴۴) لغو اور فضول، (۴۵) غلام کی آزادی، (۴۶) شرک وکفر، (۴۷) کفارات کا ذکر، (۴۸) نذر پوری کرنا، (۴۹) شب قدر و اعتکاف، (۵۰) مہمان نوازی، (۵۱) فیاضی و سخاوت، (۵۲) رحم دلی، (۵۳) اہل وعیال کے حقوق، (۵۴) والدین کے حقوق، (۵۵) سماج

کے حقوق، (۵۶) پڑوس کے حقوق، (۵۷) عزیز و اقربا کے حقوق، (۵۸) عدل و انصاف، (۵۹) اتفاق و اتحاد، (۶۰) حدود، (۶۱) کسب حلال، (۶۲) حسن معاملہ، (۶۳) لہو ولعب سے پرہیز، (۶۴) جہاد، (۶۵) اسراف وفضول خرچی، (۶۶) سلام، (۶۷) اولوالامر کی اطاعت، (۶۸) اصلاح بین الناس، (۶۹) عوام الناس کو اذیت سے بچانا، (۷۰) ادائے امانت، (۷۱) دین کی تبلیغ و اشاعت، (۷۲) دعوتِ نبوی کے مراحل وکوائف، (۷۳) معبودان باطل کا رد و مذمت، (۷۴) غیر مسلموں سے حسن سلوک، (۷۵) مسجد نبوی وخانۂ کعبہ کی تعمیرات کا بیان، (۷۶) معجزات، (۷۷) امراء وسلاطین کو خطوط ومکاتیب، (۷۸) غزوات وسرایا اور لشکروں کی تیاری کے حالات، (۷۹) غزوات وسرایا کے واقعات، حادثات اور ہدایات، (۸۰) نصائح و مواعظ حسنہ، (۸۱) کہاوت و امثال، (۸۲) تاریخ امم سابقہ، (۸۳) واقعات انبیاء سابقین، (۸۴) درود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم 67ے، (۸۵) سر کے بال سے لے کر پیر کے ناخن تک ہر ایک چیز و ہر ایک عضو کے احکام 67، (۸۶) اسماء الحسنیٰ باری تعالیٰ، (۸۷) اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، (۸۸) نزول قرآن کی کیفیت و ترتیب، (۸۹) حدیث شریف کی جمع و ترتیب، (۹۰) مختلف قبائل کی باہمی خونریزی اور صلح کی تفصیل، (۹۱) ہجرت کے حالات و واقعات، (۹۲) مختلف سلاطین کے تحائف کی روداد، (۹۳) ازواج مطہرات سے نکاح اور ان کے حالات، (۹۴) صحابہ کرام بالخصوص خلفاء راشدین وعشرۂ مبشرہ کے حالات، (۹۵) اہل بیت عظام کے واقعات، (۹۶) صدقہ وخیرات، (۹۷) مرد وعورت کے خصوصی احکام، (۹۸) بچوں کی خلقت، رضاعت، تربیت وکفالت کے اصول، (۹۹) میراث و جائیداد کے قوانین وضوابط، (۱۰۰) نکاح وازدواجی زندگی کے احکام، (۱۰۱) اور کائنات ارضی وسماوی کے مختلف گوشوں کی تشریح وتوضیح وغیرہ۔

مختصر یہ کہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مضامین بالتفصیل اگر بیان کئے جائیں تو دفتر کے دفتر بھر جائیں گے لیکن پھر بھی کما حقہ اس کے مکمل مضامین کا شمار نہیں ہو سکے گا۔

اقسام حدیث: حدیث وعلم حدیث اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کتب و مضامین کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ وتابعین، تبع تابعین واکابر محدثین نے حفظ،

کتابت، تبلیغ واشاعت اور عمل کے ساتھ ساتھ حدیث شریف کی حفاظت وتکمیل کے لئے جہاں کثیر علوم حدیث جاری وساری کئے وہاں حدیث کی تحقیق وتنقید اور اس کو خارجی واندرونی خامیوں و کوتاہیوں اور آمیزشوں سے پاک وصاف رکھنے کے لئے ایسی اقسام بھی مرتب کیں کہ جن کی روشنی میں ہم صحیح وغیر صحیح، مستند اور موضوع حدیث وروایات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ محدثین وعلوم حدیث کے محققین نے حدیث رسول کی مختلف اعتبار سے مختلف قسمیں کی ہیں جن میں سے چند یہاں اجمالی طور پر ذکر کی جارہی ہیں:

حدیث: محدثین کرام وجمہور علماء اسلام کی اصطلاح میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اقوال وافعال اور احوال کا نام حدیث ہے۔ حدیث کی پیش کردہ تعریف کی رو سے اس کی تین اقسام ہیں:

(۱) مرفوع: وہ حدیث جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو یا جس کی سند آپ تک پہنچے۔

(۲) موقوف: وہ حدیث جس میں صرف صحابہ کرام کے اقوال وافعال کا بیان ہو یا جس کی سند صحابہ تک پہنچے۔

(۳) مقطوع: وہ حدیث جس میں صرف تابعین حضرات کے اقوال وافعال کا ذکر ہو یا جس کی سند صرف کسی تابعی تک پہنچتی ہو۔

جملہ احادیث کتب میں ہر حدیث شریف دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے (۱) سند یا اسناد، (۲) متن یا اصل عبارت۔ اوّل حصہ میں سلسلۂ روایت یعنی ان لوگوں کے نام ہوتے ہیں جنہوں نے متن حدیث کو ایک دوسرے تک پہنچایا اور دوسرے حصہ میں روایت کی اصل عبارت۔ یعنی حدیث روایت کرنے والے راویوں کے سلسلے کو سند اور کبھی اسناد کہتے ہیں اور حدیث کے الفاظ کو متن کہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ سند، اسناد یا سلسلۂ روایت کی تکمیل کے لحاظ سے بھی حدیث کی چند قسمیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) مسند: وہ حدیث جو ثقہ راویوں کے غیر مقطوع سلسلے کے ذریعہ حضور انور صلی اللہ

علیہ وسلم تک پہنچائی جا سکے۔

(۲) مسلسل: وہ حدیث جس کی سند متصل ہو اور اس کے جملہ راویوں کے متعلق اس میں کوئی خاص ملاحظات ہوں، مثلاً روایت کے وقت جملہ راویوں نے قسم کھائی یا ان میں سے ہر ایک نے اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں دیا۔ اور یہ سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے۔ 66

(۳) متصل: وہ حدیث جس کا سلسلۂ اسناد و روایت غیر مقطوع و مکمل ہو اور شروع سے آخر تک کہیں کوئی راوی ساقط نہ ہو۔

(۴) مرسل: وہ حدیث جس کو کوئی محدث متصل اسناد سے تابعی تک لے جائے اور پھر تابعی کسی صحابی کا نام یا واسطہ لئے بغیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔

(۵) معضل: وہ حدیث جس کی سند میں کہیں بھی دو یا دو سے زائد راوی غائب ہوں۔

(۶) معلق: وہ حدیث جس کی سند یا روایت کی ابتداء سے ایک یا چند راوی حذف کر دیئے گئے ہوں یا پوری سند ہی حذف کر دی جائے۔

(۷) معلل: وہ حدیث کہ جس کی روایت میں ایسا پوشیدہ نقص ہو کہ جس کو علم حدیث کے ماہرین و محققین ہی جان سکتے ہیں۔ مثلاً ایک حدیث دوسری حدیث میں شامل ہو گئی ہو یا مرفوع کو موقوف سمجھ لیا ہو، وغیرہ۔

(۸) معنعن: وہ حدیث کہ جس میں سلسلۂ روایت یا سند کو صرف عن لگا کر روایت کیا گیا ہو۔ مثلاً عن فلاں عن فلاں وغیرہ۔

(۹) مبہم: وہ حدیث کہ جس میں کسی راوی کا ذکر محض ایک آدمی کے طور پر کیا جائے اور اس راوی کا نام نہ بیان کیا گیا ہو۔

(۱۰) منقطع: وہ حدیث کہ جس کے سلسلۂ رواۃ میں درمیان کا کوئی راوی غیر معلوم یعنی مفقود ہو۔

ذکر کردہ اقسام کے علاوہ درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے بھی حدیث شریف کی چند قسمیں ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) صحیح: یہ نام اس بے عیب حدیث کے لئے مخصوص ہے کہ جس کے اسناد متصل ہوں اور عادی و قابل اعتماد ثقہ راوی جس کو نقل کریں اور اس میں کوئی علت و کمزوری نہ ہو اور وہ جمہور محدثین کے خلاف نہ ہو۔

(۲) حسن: وہ حدیث ہے جس کے راوی صدق و امانت میں مشہور ہوں، ان پر کبھی روایت حدیث میں کذب کا اتہام بھی نہ لگا ہو، لیکن حدیث صحیح کے رجال کے درجۂ اتقان و حفظ تک نہ پہنچے ہوں۔

(۳) ضعیف: ہر وہ حدیث ضعیف و کمزور ہے کہ جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات موجود ہوں اور نہ حسن کی، بلکہ اس کے متعلق شک و شبہ کی گنجائش ہو، مثلاً اس کے مضمون کی بناء پر یا اس لئے کہ اس کا ایک یا ایک سے زائد راوی غیر معتبر یا بدعقیدہ متصور ہوں۔

غیر معتبر یا بدعقیدہ وغیرہ راویوں کے ضمن میں حدیث کی کچھ اور قسمیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً:

(۱) مدرج: وہ حدیث ہے کہ راوی کے اپنے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کے درمیان داخل ہو گئے ہوں اور متن و عبارت کے ان دونوں حصوں کو صحیح طور پر علیحدہ کرنا ممکن نہ ہو۔

(۲) متروک: وہ حدیث ہے کہ جس کو صرف ایک راوی نے نقل کیا ہو اور وہ بھی ایسے راوی نے کہ جو متہم بالکذب، کثیر الغفلت یا کثیر الوہم ہو۔ ایسی حدیث ترک کردہ و غیر معتبر اور متروک کہلاتی ہے۔

(۳) موضوع: اور اگر کوئی حدیث بالکل ہی جعلی، من گھڑت، فرضی اور جھوٹی ہو تو وہ موضوع کہلاتی ہے۔

طرق یا تعدد رواۃ یعنی راویوں کے مختلف سلاسل کے لحاظ سے بھی محدثین و محققین علوم حدیث نے حدیث کی کچھ اقسام بیان فرمائی ہیں جو اس طرح ہیں:

(۱) متواتر: وہ حدیث ہے کہ جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر افراد ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق و اتحاد عادتاً محال ہو۔ اور اس کے صحیح ہونے کے متعلق کبھی کوئی اعتراض نہ اٹھایا گیا ہو۔

(۲) **مشہور:** وہ حدیث پاک ہے کہ جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں دو سے زیادہ رہے ہوں۔ اس کو حدیث مستفیض بھی کہتے ہیں۔

(۳) **عزیز:** وہ حدیث ہے کہ جس کو ہر عہد میں دو راوی روایت کرتے رہے ہوں اور پوری سند میں کہیں بھی دو راوی سے کم نہ ہوں۔ لیکن اس کو متواتر یا حدیث مشہور کی طرح مقام و شہرت حاصل نہ ہو۔

(۴) **خبر واحد یا احاد:** وہ حدیثیں ہیں جن کو روایت کے ہر مرحلے میں صرف ایک راوی نے نقل کیا ہو۔ یا جس کے راوی تعداد وطرق کے اعتبار سے درجۂ تواتر کو نہ پہنچتے ہوں۔

(۵) **غریب:** عام طور پر غریب ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس میں سلسلۂ سند میں کہیں صرف ایک ہی راوی رہ گیا ہو یا جس میں غرابت اور عام توقع کے خلاف کوئی بات پائی جاتی ہو۔

حدیث کی مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ چند قسمیں اور پائی جاتی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) **مضطرب:** وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن حدیث میں زیادتی، نقصان یا تقدیم وتاخیر کردی جائے۔

(۲) **شاذ:** وہ حدیث ہے کہ جس میں ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے۔ اس کا مقابل محفوظ ہے۔

(۳) **منکر:** وہ حدیث ہے کہ جس میں زیادہ ضعیف راوی کم ضعیف راوی کی مخالفت کرے۔ اس کا مقابل معروف ہے۔

(۴) **مقبول:** وہ حدیث ہے جس کو روایت ودرایت کے لحاظ سے ائمہ حدیث نے قابل حجت قرار دیا ہو۔

(۵) **مردود:** وہ حدیث ہے جس کو روایت ودرایت کے لحاظ سے ائمہ حدیث نے نا قابل حجت قرار دیا ہو۔

(۶) **محکم:** ایسی مقبول حدیث کو کہتے ہیں جس کی معارض کوئی دوسری حدیث نہ ہو۔

(۷) **حدیث قدسی:** احادیث کی ایک ایسی قسم ہے کہ جس میں الفاظ اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہیں لیکن ادا ہوتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے۔ اس کا نام حدیث الٰہی و

ربانی بھی ہے۔ 67

حدیث سے متعلق بعض دیگر اصطلاحات

محدّث: علم حدیث میں مشغول رہنے والے کو محدث کہتے ہیں۔

حافظ الاحادیث: جس کو ایک لاکھ حدیث معلوم ہوں وہ حافظ الاحادیث ہے۔

حُجّہ: اس محدث کو کہتے ہیں جس کو تین لاکھ احادیث معلوم ہوں۔

حاکم: اس محدث کو کہتے ہیں جس کو تمام احادیث متن وسند، جرح وتعدیل وتاریخ کے ساتھ معلوم ہوں۔

حدیث شریف کے نمایاں دور

احادیث وسنن کا مکمل سرمایہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ اور صحابہ سے تابعی اور تابعی سے تبع تابعی یعنی ایک دور سے دوسرے دور تک منتقل ہوتے ہوئے آج ہم تک بہ ہزار حفاظت پہنچا ہے اور اسی طرح یہ محفوظ سرمایۂ حدیث وسنن انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ تا قیامت منتقل ہوتا رہے گا۔

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم چار ذرائع یعنی حفظ، کتابت، عمل اور تبلیغ واشاعت سے ہم تک پہنچی ہیں۔ اس اعتبار سے حدیث وسنن کی جمع وترتیب اور تصنیف وتالیف کے مکمل زمانے کو تین دور میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) دورِ اوّل: عہد رسالت تا تابعین یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۱۱۵ھ تک کا زمانہ۔ اس دور میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور احوال کو نہ صرف یہ کہ اپنے دل ودماغ اور اعمال میں محفوظ کیا بلکہ ان کو کتابی شکل میں بھی تحریر کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (متوفی ۶۳ھ) کا مجموعہ حدیث ''صحیفۂ صادقہ، ہمام بن منبہ (متوفی ۱۰۱ھ) شاگرد رشید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ''صحیفہ صحیحہ''، صحیفہ حضرت علی، مسند ابو ہریرہ اور صحیفہ جابر بن عبداللہ وغیرہ اس دورِ مبارک کی عظیم یادگار ہیں۔ 68

(۲) دورِ ثانی: ۱۱۱ھ تا ۱۵۰ھ یا ۱۷۰ھ تدوین حدیث کا دوسرا دور ہے۔ اس دور میں باضابطہ ابواب وفصول کے تحت احادیث وسنن جمع کی گئیں۔ اس دور میں حدیث شریف کے بہت سے مجموعے مرتب ہوئے۔ جیسے موطا امام مالک تالیف ۱۳۰ھ تا ۱۴۱ھ، جامع سفیان ثوری، جامع ابن مبارک، جامع امام اوزاعی، کتاب الآثار امام محمد وغیرہ۔ 69 دور ثانی تابعین کا ہے۔ صحابۂ کرام کے بعد تابعین حضرات نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے احادیث کو جمع کیا۔ تابعین کرام کو تلاش حدیث وحفاظت حدیث کا اس قدر جذبہ تھا کہ یہی تلاش اور حفاظت حدیث ان کی زندگی کا مقدس فریضہ بن گیا تھا۔

(۳) دورِ ثالث: ۱۵۰ھ یا ۱۷۰ھ سے ۲۶۰ھ یا ۳۶۰ھ تک دور ثالث کہلاتا ہے۔ یہ تبع تابعین کا زمانہ ہے اور یہی زمانہ دورِ محدثین کے نام سے مشہور ہے۔ احادیث وسنن کے لئے یہ زمانہ بہت ہی اہم خصوصیات کا حامل ہے۔ اس دور میں احادیث رسول کو احادیث صحابہ وتابعین سے علیحدہ کر کے جمع کیا گیا۔ قابل اعتماد ومستند روایات کے مجموعے تیار کئے گئے اور علم حدیث کی حفاظت کے لئے سینکڑوں علوم کی بناء ڈالی گئی اور اس سلسلے میں ہزارہا کتب تحریر کی گئیں۔ مسند امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)، صحیح بخاری امام محمد بن اسمٰعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ)، امام مسلم (متوفی ۲۶۱ھ) کی صحیح مسلم، امام ابوداؤد (متوفی ۲۷۵ھ) کی سنن ابوداؤد، امام ابوعیسیٰ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) کی جامع ترمذی، امام محمد بن یزید (متوفی ۲۷۳ھ) کی سنن ابن ماجہ وغیرہ اسی دور کی تالیف ہیں۔ 70

مختصر یہ کہ دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث وسنن کی ترتیب وتدوین اور جمع کرنے کا سلسلہ شروع ہوا اور دورِ ثالث تک بہت ہی جامع ومکمل انداز میں ارتقاء کی منازل طے کرتا رہا، جو آج تک جاری وساری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ ہزاروں مشکلات ومصائب وآلام کا سامنا کرنے پر بھی تدوین حدیث کا سلسلہ ہر دور میں عام وتام رہا اور تاریخ اسلام کا ایک بھی زمانہ ایسا نہیں کہ جس میں یہ سلسلہ منقطع ہو گیا ہو۔

کتب احادیث وسنن

دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے دور محدثین تک حدیث شریف کی سینکڑوں کتابیں

تالیف کی گئیں۔ لیکن ان میں سے تحقیق وتنقید کے بعد چھ کتابوں کو خاص اہمیت وشہرت حاصل ہوئی، جن کو عرف عام میں صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ یہ چھ کتابیں دور ثالث میں تدوین ہوئیں۔ ان کتابوں کے مؤلفین ومرتبین نے چونکہ اپنی کتب میں ضعیف احادیث سے احتراز کیا ہے اس لئے ان کی احادیث میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور اسی وجہ سے ان کو جملہ احادیث کتب میں امتیازی مقام حاصل ہے۔

صحاح ستہ کو دین اسلام میں جو اعلیٰ قدر ومنزلت حاصل ہے اس کی ایک خاص وجہ تاریخ اسلامی کے مطالعہ سے یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ تیسری صدی ہجری کی صورت حال محدثین کرام کے لئے خاص طور پر سازگار تھی، قانون اور عقائد کے متعلق تمام مسائل پر کسی حد تک اتفاق رائے ہو چکا تھا اور اکثر علماء نے زیادہ تر حدیثوں کی قدر ومنزلت کے بارے میں ایک معین رائے قائم کر لی تھی۔ اس لئے محدثین نے قابل اعتماد ومستند احادیث کو ایک جگہ جمع کر لیا جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ 71

محدثین کرام نے مختلف انداز اور گوناگوں صفات وخصوصیات کی روشنی میں احادیث کی جن کتابوں کو ترتیب دیا ہے ان کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً جس کتاب میں ہر صحابی کی احادیث ترتیب اسناد کے لحاظ سے الگ الگ جمع ہوں، اور جن کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو اس کو ''مسند'' کہا جاتا ہے۔ اور جس کتاب کے مؤلف نے صرف احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہو جیسے بخاری ومسلم اس کو ''صحیح'' کہتے ہیں اور جس میں آٹھ عنوان (۱) سیر، (۲) آداب، (۳) تفسیر، (۴) عقائد، (۵) متن، (۶) احکام، (۷) اشراط اور (۸) مناقب، کے تحت احادیث لائی جائیں ان کو ''جامع'' کہتے ہیں۔ جیسے صحیح بخاری، مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ۔ 72 اور جن احادیث کتب میں فقہی موضوعات کے اعتبار سے احادیث جمع کی گئی ہوں اور ان میں آثار صحابہ واقوال تابعین اور تبع تابعین بکثرت ہوں ان کو مصنف کہا جاتا ہے۔ اور جس میں فقط احکام سے متعلق احادیث ہوں ان کو ''سنن'' کہا جاتا ہے، جیسے سنن ابی داؤد، سنن نسائی وغیرہ۔ ان کے علاوہ بعض کتب احادیث کو معجم، مستخرج، مستدرک، رسالہ، جزء، اربعین، امالی، اطراف، مفرد وغیرہ اسماء سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ 73

مختصر یہ کہ محدثین کرام نے مختلف عناوین اور مختلف موضوعات کے تحت احادیث کی جو کتب تالیف وتصنیف فرمائیں ان کی ایک طویل فہرست ہے لیکن اس عظیم فہرست میں ''صحاح ستہ'' اعلیٰ وامتیازی مرتبہ کی حامل ہیں۔ جن کی عظمت وفضیلت تقریباً سبھی کو مسلم ہے۔ صحاح ستہ میں جن چھ کتابوں کو شامل مانا جاتا ہے اجمالی طور پر ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) صحیح بخاری: یہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری شافعی (پیدائش ۱۹۴ھ وفات ۲۵۶ھ مطابق ۸۶۹ء) کی تصنیف ہے جس میں تقریباً سات ہزار دوسو پچھتر احادیث ہیں۔ امام بخاری ہر باب میں نئی سند سے حدیث لاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری میں کہیں کہیں تکرار ہے۔ امام بخاری نے تقریباً ۱۱ سال کی عمر سے احادیث وسنن کا بنظر غائر مطالعہ کیا اور چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے یہ کتاب تصنیف کی۔ بڑی محنت اور عرق ریزی کے بعد ۱۶ سال کی مدت میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حدیث اس وقت تک تحریر نہ کی جب تک لکھنے سے پہلے غسل کر کے دو رکعت نماز نہ ادا فرمالی اور اس کے صحیح ومستند ہونے کا یقین نہ ہو گیا۔ اس کتاب کی تصنیف کا آغاز بیت الحرام میں ہوا اور ابواب وتراجم مسجد نبوی میں ممبر شریف اور روضۂ مقدسہ کے درمیان لکھے گئے۔ آپ نے انہیں احادیث کو بخاری میں شامل کیا جن کی صحت پر اجماع ہے۔74

(۲) صحیح مسلم: صحیح مسلم امام مسلم بن حجاج نیشاپوری (پیدائش ۲۰۶ھ، وفات ۲۶۱ھ) کی مشہور کتاب ہے۔ یہ امام بخاری کے شاگرد ہیں۔ ان کو تقریباً تین لاکھ احادیث یاد تھیں، جن سے انتخاب فرما کر آپ نے صحیح مسلم کو مرتب فرمایا ہے۔ صحاح ستہ میں صحیح مسلم بخاری کے بعد دوسرے درجہ کی کتاب تسلیم کی جاتی ہے بلکہ بعض محققین نے بعض خصوصیات کی بناء پر صحیح بخاری پر بھی اس کو ترجیح دی ہے۔ امام مسلم نے پندرہ سال کی مسلسل سخت محنت ولگن کے بعد صحیح مسلم تالیف فرمائی ہے۔ آپ نے اپنی صحیح کی تالیف میں انتہائی یقین واحتیاط اور کامل تقویٰ اور پرہیزگاری سے کام لیا ہے۔ آپ نے احادیث کو ترتیب وار ابواب کے لحاظ سے پیش کیا ہے لیکن تراجم اور عنوانات مقرر نہیں فرمائے ہیں۔ آپ نے صحیح مسلم میں احادیث تحریر کرنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ حدیث روایت ونقل کرنے والے تمام راوی مسلم، عادل، ثقہ، متصل، غیر شاذ اور غیر معلل

ہوں۔ اور امام مسلم کے نزدیک ثقہ کا معیار یہ ہے کہ وہ راوی دورِ صحابہ یا دورِ تابعین سے ہوں۔ ایک شرط آپ نے یہ بھی پیش کی ہے کہ اس حدیث کی صحت پر اجماع ہو چکا ہو۔ صحیح بخاری کے مثل صحیح مسلم کی کل احادیث کے شمار میں بھی اختلاف ہے۔ بعض روایات کے مطابق مسلم کی کل احادیث کی تعداد بارہ ہزار ہے اور بعض کے مطابق آٹھ ہزار اور کچھ علماء علم حدیث نے اسی کی تصدیق کی ہے۔ بہر حال حذف مکررات کے بعد صحیح مسلم میں بالاتفاق چار ہزار حدیث ہیں۔ 75 صحیح بخاری و صحیح مسلم حدیث شریف کی وہ مقدس کتابیں ہیں کہ کلام اللہ کے بعد دین اسلام میں انہیں دو کا اہم مرتبہ و خصوصی مقام ہے۔

(۳) جامع ترمذی: امام ابوعیسیٰ محمد بن سورہ (۲۰۹ھ تا ۲۷۹ھ) کی مشہور کتاب ہے۔ آپ نے اپنی جامع ترمذی میں حدیث حسن کا بکثرت ذکر کیا ہے۔ آپ امام بخاری کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو امام بخاری کا خلیفہ بھی کہا جاتا ہے۔ خوفِ الٰہی سے روتے روتے آپ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ جامع ترمذی، صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد کی جامع ہے گویا کہ علوم حدیث کی مختلف اقسام کا ایک حسین گلدستہ ہے۔ اس کی ترتیب بھی عمدہ ہے اور تکرار بھی نہیں۔ اس میں فقہی ابواب ہیں اور فقہاء کا مذہب اور ان کا استدلال بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں جہاں ضعیف احادیث ہیں وہاں ان کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے۔ جامع ترمذی کی کل احادیث مقصودہ کی تعداد ایک ہزار تین سو پچاسی ہے اور توابع وشواہد کو ملا کر یہ تعداد تین ہزار نو سو چھپن ہوتی ہے۔ 76

(۴) سنن ابوداؤد: امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲ھ تا ۲۷۵ھ) کا مایہ ناز مجموعۂ حدیث ہے۔ آپ امام بخاری کے ہم زمانہ اور امام احمد بن حنبل کے شاگرد رشید ہیں۔ آپ کو تقریباً پانچ لاکھ احادیث کریمہ یاد تھیں جن میں سے چار ہزار آٹھ سو کا انتخاب فرما کر ''سنن ابوداؤد'' مرتب فرمائی۔ وہ احادیث جو فقہاء اسلام کے یہاں رائج تھیں آپ نے اپنی سنن میں ان کو جمع کیا اور کتاب کو فقہی ابواب پر مرتب کیا۔ احادیث کی تلاش میں آپ نے مختلف ممالک کا دورہ بھی کیا۔ امام شافعی اور عبداللہ ابن مبارک جیسی ہستیاں آپ کی شاگردی میں رہیں۔ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حسن، صحیح اس کے مشابہ اور اس کے مقارب احادیث کو جمع کیا ہے۔ سنن ابوداؤد کی کل احادیث

کی تعداد ۴۸۰۰ ہے اور مراسیل کی تعداد ۶۰۰ ہے۔ 77

(۵) سنن نسائی: امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی (۲۱۴ھ تا ۳۰۳ھ) کی شاہکار کتاب ہے۔ آپ امام ابوداؤد کے شاگرد ہیں۔ احادیث کی تلاش میں آپ نے بھی دور دراز علاقوں کا سفر کیا۔ آپ کی سنن نسائی میں قوی احادیث بکثرت ہیں۔ سنن ابی داؤد مکمل صحیح ہے لیکن اس کی بعض احادیث ضعیف، منکرہ اور معلل ہیں۔ اور بعض راوی بھی مجہول اور مجروح ہیں۔ لیکن رجال کے متعلق آپ کی جو شرائط ہیں وہ امام بخاری سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ یہ کتاب تصنیف کے لحاظ سے زیادہ بدیع وحسین اور جامع ہے۔ سنن نسائی کی کل احادیث کی تعداد ۵۷۶۱ ہے۔ نسائی شریف دراصل صحیحین کی جامع ہے۔ اسلام میں اس کے مانند کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ جانچ پڑتال میں آپ بڑے سخت ہیں۔ 78

(۶) سنن ابن ماجہ: امام ابو عبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ بن ماجہ (۲۰۹ھ تا ۲۷۲ھ) کی تالیف ہے۔ آپ فن حدیث وتفسیر کے علاوہ علم تاریخ کے بھی بڑے عالم تھے۔ احادیث کی تلاش میں آپ نے بھی کافی سفر کیا ہے۔ آپ کی سنن ابن ماجہ میں حسن ترتیب فقہاء بنا تکرار کے ہے۔ یہ مختصر اور جامع ہے۔ اس لئے بہت سی کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس میں ضعیف احادیث بھی بکثرت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ میں کچھ لوگ ابن ماجہ کو شامل کرتے ہیں تو بعض لوگ مؤطا امام مالک کو لیکن متاخرین سنن ابن ماجہ کے حق میں ہیں۔ کیونکہ ان کی نظر میں سنن ابن ماجہ میں مؤطا کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ احادیث مرفوعہ ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس کو کتب اصول میں شامل کیا گیا ہے۔ سنن ابن ماجہ کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے۔ 79

مذکورہ بالا کتب کو صحاح ستہ، اصول ستہ، کتب ستہ، امہات ستہ اور کتب اصول بھی کہا جاتا ہے۔ ان ساری کتب میں ہر قسم کی احادیث ہیں لیکن صحاح کہنا بلحاظ تغلب واکثریت ہے۔

مندرجہ بالا چھ کتب کے علاوہ مؤطا امام مالک، سنن دارمی، مسند احمد، مسند بزار اور مستدرک للحاکم بھی احادیث شریف کے اہم مجموعے ہیں لیکن مستند ومعتمد ہونے کی حیثیت سے دین اسلام اور ملت اسلامیہ میں صحاح ستہ کا ایک خصوصی مقام ہے۔

حوالہ جات

1 سورۃ المائدہ، آیت ٦

2 سورۃ البقرہ، آیت ۴۴، ۱۸۳، سورۃ آلِ عمران، آیت ۹۷، سورۃ کوثر، آیت ۲

3 سورۃ النحل، آیت ۴۴

4 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۹٦۲، بعنوان لفظ حدیث

5 تعریفات، ص ۵۴

6 سورۃ النجم، آیت ۴-۳

7 سورۃ الحاقۃ، آیت ۳۸ تا ۴۰

8 سورۃ البقرہ، آیت ۱۴۴

9 سورۃ انفال، آیت نمبر ۱۷

10 جامع الترمذی، کتاب العلم، حدیث نمبر ۲٦۵۸، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۳٦٦۰

11 صحیح بخاری شریف، کتاب الرقاق، جلد سوم، اردو، ص ۵۳۳، حدیث نمبر ۱۴۸٦

12 سورۃ النحل، آیت ۴۴

13 سورۃ الاحزاب، آیت ۷۱

14 سورۃ آلِ عمران، آیت ۱۳۲

15 غیاث اللغات ص، کریم اللغات ص

16 المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، ص ۵۴۵

17 سورۃ النساء، آیت ۸۰

18 سورۃ النساء، آیت ٦٤

19 سورۃ الحشر، آیت ٧

20 سورۃ الاحزاب، آیت ٣٦

21 سورۃ المحمد، آیت ٣٣

22 سورۃ الحجرات، آیت ١٤

23 سورۃ الاحزاب، آیت ٧١

24 سورۃ الاحزاب، آیت ٣٦

25 سورۃ الجن، آیت ٢٣

26 صحیح بخاری شریف، کتاب الاحکام، باب اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (عربی اردو)، ص ٧٤٠

27 سورۃ الاحزاب، آیت ٢١

28 سورۃ آلِ عمران، آیت ٣١

29 سورۃ النحل، آیت ٤٤

30 سورۃ البقرہ، آیت ١٥١

31 سورہ البقرہ، آیت ٢٣١

32 سورۃ النساء، آیت ١١٣

33 سورۃ الاحزاب، آیت ٣٤

34 سورۃ الجمعہ، آیت ٢

35 کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، سید نعیم الدین مراد آبادی

36 المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، ص ١٧٢

37 علم حدیث ایک تعارف، ص ٣٣

38 میزان الحدیث، ص ٢٨

39 جواہر الحدیث، ص ١٦٩

40 جامع ترمذی، کتاب العلم، جلد ٢، ص ٩٠، سنن ابی داؤد، کتاب العلم، جلد ٢، ص ١٢٦

41 مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، ص ۳۶

42 حجیۃ حدیث، ص ۱۱۱

43 تدوین حدیث، ص ۸۸

44 تدوین حدیث، ص ۸۹

45 تدوین حدیث، ص ۸۹

46 صحیح مسلم شریف، جلد ۲، ص ۴۱۴

47 اسلامک اسٹڈیز، ص ۸

48 صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلثا، حدیث نمبر ۹۴

49 مقدمہ صحیح مسلم شریف، جلد ۱، صفحہ ۶ و ۷

50 بخاری شریف، کتاب العلم، باب من کذب علی النبی، حدیث نمبر ۱۰۶

51 بخاری شریف، کتاب العلم، باب من کذب علی النبی، حدیث نمبر ۱۱۲

52 صحیح بخاری شریف، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۱۱۳

53 سنن ابوداؤد شریف، ص ۱۴ - ۵۱۳

54 شرح صحیح مسلم شریف، ص ۷۵

55 سنن الدارمی شریف، جلد ۱، حدیث نمبر ۵۰۵ و ۵۱۰،

56 جامع الترمذی کتاب العلل، جلد ۱، ص ۲۶۱

57 بخاری شریف، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم

58 صحیح بخاری شریف، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاہد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۴

59 صحیح بخاری شریف، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل

60 سنن ابی داوٗد، کتاب العلم باب فضل نشر العلم، حدیث نمبر ۳۶۵۹

61 سورۃ الحشر، آیت ۷

62 سنن ابی داوٗد، کتاب السنۃ، ج ۲، ص ۵۰۶

63 جامع ترمذی شریف، جلد ۲، ص ۹۷، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی

64 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۹۶۴، بعنوان لفظ حدیث

65 فتح الباری شرح البخاری، جلد ا، ص ۴۰

66 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۹۶۶، بعنوان لفظ حدیث

67 دائرۃ المعارف الاسلامیہ (بعنوان لفظ حدیث)، صفحہ ۹۶۵ تا ۹۸۰، مقدمہ صحیح بخاری، جلد اول، صفحہ ۴۸ تا ۵۰،

// علم حدیث ایک تعارف، ص ۱۷۹ تا ۱۹۳

68 انتخابِ حدیث ص ۱۹-۱۸

69 تاریخ حدیث وفقہ صفحہ ۲۳ تا ۳۵ // انتخاب حدیث، صفحہ ۲۴

70 □ تاریخ الخلفا، ص ۲۹ تا ۴۸، اسلامک اسٹڈیز، تاریخ حدیث وفقہ، صفحہ ۲۳ تا ۶۸

71 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۹۴۹، بعنوان لفظ حدیث

72 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، صفحہ ۹۶۸ تا ۹۷۰، بعنوان لفظ حدیث

73 شرح صحیح مسلم (مقدمہ)، ص ۹۷-۹۸

74 مقدمہ شرح بخاری، صفحہ ۲۲ سے ۲۹، تاریخ افکار علوم اسلامی، ص ۴۳۱

75 مقدمہ شرح صحیح مسلم، صفحہ ۵۵ تا ۵۹

76 مقدمہ شرح صحیح مسلم، صفحہ ۸۰-۸۱، اسلامک اسٹڈیز تاریخ حدیث وفقہ، ص ۴۷

77 مقدمہ شرح صحیح مسلم، صفحہ ۸۴-۸۵

78 اسلامک اسٹڈیز تاریخ حدیث وفقہ، ص ۵۷

79 مقدمہ شرح صحیح مسلم، ص ۸۶، اسلامک اسٹڈیز تاریخ حدیث وفقہ، ص ۶۷

***

ہندو دھرم کی مذہبی کتابیں و بنیادی ماخذ

قدیم ہندو دھرم کے محققین کے نزدیک ہندو مذہبی عقائد و اعمال اور روایات کی بنیاد و ماخذ مختلف کتابیں ہیں۔ اسلام، عیسائی یا یہودی مذہب کی طرح اس کی کوئی ایک کتاب نہیں ہے بلکہ وید، شاستر، براہمن، اپنشد، پران، اسمرتیاں، دھرم سوتر، رامائن، مہابھارت اور گیتا وغیرہ اسکی مختلف کتابیں ہیں، جن میں بعض کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔

قدیم ہندو دھرم کی جملہ مذہبی کتب میں ''وید'' اولین و بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ ویدوں کے علاوہ باقی دیگر دھرم گرنتھ بھی اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ کچھ دھرم گرنتھوں کو ایشور (ईश्वर) کی تخلیق سمجھا جاتا ہے تو کچھ کو رشیوں اور منیوں کی تصنیف قرار دیا جاتا ہے۔ کسی کو خدا (ईश्वर) کا ذاتی علم قرار دیا جاتا ہے تو کسی کو خدائی علم کی تفسیر و توضیح (टीका)۔

مذکورہ بالا جملہ ہندو دھرم گرنتھوں کا مختصر خاکہ ہم یہاں پیش کر رہے ہیں جس سے کافی حد تک انکی مذہبی حیثیت سمجھنے میں مدد ملے گی اور انکے مقام و مرتبہ کا بھی تعارف ہو جائے گا۔

وید (वेद)

وید چار ہیں رِگوید (ऋग्वेद) یجروید (यजुर्वेद) سام وید (सामवेद) اور اتھروید (अथर्ववेद) ان میں سب سے اولین و قدیم رگوید ہے۔ ویدوں کے متعلق ہندو محققین علماء اور کروڑوں ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ دنیا کی سب سے قدیم مذہبی کتب (प्राचीनतम धर्म ग्रन्थ) ہیں جو کلام خدا (ईश्ववाणी) اور خدا کا ذاتی علم (ब्रहमनिजज्ञान) ہیں۔ ہندو علماء و پنڈت دیگر دھرم گرنتھوں کو تو رشیوں و دھرم گروؤں کی تصنیف بتاتے ہیں لیکن ویدوں کو دیو وانڑی (देववाणी) یعنی

خدا کا پیغام کہتے ہیں۔اسی لیے ویدوں کو شروتی (श्रुति) بھی کہا جاتا ہے کیونکہ انکے عقیدے میں یہ ایشور (ईश्वर) سے سنے گئے یا اسکی طرف سے بیان کئے گئے ہیں۔[1] ویدوں کے سلسلے میں ہندو محققین کا ماننا ہے کہ اصل میں ایک ہی وید تھا لیکن اس میں حذف واضافہ اور ترمیم کر کے چار وید مرتب کر لیے گئے ہیں۔

وید کا لفظی ومعنوی مفہوم

وید کا لفظی معنی ہے گیان (ज्ञान) یعنی علم[2] وید سنسکرت کی وِد (विद) دھاتو (धातु) یعنی وِد مصدر سے بنا ہے جسکے معنی ہیں جاننا۔[3] یا آدھیاتمِک (रूहानी) یا دھارمک گیان (روحانی ومذہبی علم)[4]

سوامی ویدانند سرسوتی وید کی لفظی ومعنوی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "وید حسب ذیل مختلف دھاتوؤں (مصادر) سے نکلا ہے۔

विद ज्ञाने (अदादि) विदसत्तायात: (दिवादि) विदलृलाभे (रुधादि) विदविचारणे (चुरादि)।

(جس کے ذریعہ انسان علم حاصل کرتے ہیں جس میں ہر طرح کا گیان (علم) ہے۔جسکے ذریعہ جملہ اشیاء واسباب کا حصول ہوتا ہے۔)[5]

وید کی مندرجہ بالا لفظی تحقیق کی روشنی میں وید کا اطلاق مختلف عام علوم پر کیا جا سکتا ہے۔اس طرح وید کا اصطلاحی معنی وتعریف (परिभाषा) ہوگی کہ "قدیم ہندو اقوام کے تصورات، عقائد، اعمال، رسومات، روایات اور دیگر واقعات زمانہ کے متعلق منظوم ومنثور کلام کے مجموعے کا نام وید ہے۔

سوامی وِویکانند بیان کرتے ہیں:

वेदों का अर्थ कोई पुस्तक नहीं वेदों का अर्थ है भिन्न-भिन्न कालों में भिन्न-भिन्न مختلف व्यक्तियोंद्वारा अविष्कृत (تیار وترتیب کردہ) आध्यात्मिक सत्यों روحانی حقائق का संचित कोष। (مجموعہ)[6]

شری کرشن دت بھٹ کہتے ہیں:

''وید میں جیون کا سارا نظام (शास्त्र) بھرا پڑا ہے۔ اس میں آتما اور پرماتما کا ہی بیان نہیں ہے دھرم اور یگ (यज्ञ) ہی کی بات نہیں ہے۔ خوشحال زندگی گزارنے کی بھی تعلیم بھری پڑی ہے۔ [۷]

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ وید ہندو دھرم کی وہ اولین قدیم دستاویز ہے جس سے ہندو قوم کی قدیم مذہبی، سماجی، تہذیبی زندگی اور ان کے افکار و نظریات کا علم ہوتا ہے۔

ویدوں کی تصنیف و تخلیق

ویدوں کی تخلیق کس نے کی؟ انکو کس نے تصنیف کیا؟ اس سلسلے میں کافی اختلاف پائے جاتے ہیں۔

بعض ہندو دھرم گرنتھ اور انکے محققین کے حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ وید خدائی تخلیق (ईश्वरचना) ہیں اور بعض سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مختلف رشیوں اور منیوں (ऋषि-मुनि) کے تصنیف کردہ ہیں۔ چنانچہ یجروید (यजुर्वेद) بیان کرتا ہے:

तस्माद यज्ञात् सर्वहुत: ऋच: सामानि जज्ञिरे।

छदा ऽऽ सि जज्ञिरे तस्माद् यजुस्तस्मादजायत [۸]

(اسی پرم برہم (ईश्वर) سے رگوید، یجروید، سام وید، اور اتھروید پیدا ہوئے ہیں۔)

شویتاشوتر اپنشد (श्वेताश्वतर उपनिषद) میں ہے:

यो ब्राहमाणं विद्याति पूर्व यो वैवेदांश्च प्रहिणेति तस्मै।

तं ह देवमात्म बुद्धि प्रकाशं मुमुक्षुर्वे शरणमहं प्रपद्ये ।। [۹]

(جو ایشور (ईश्वर) سب سے پہلے برہما جی کو پیدا کرتا ہے اور جو انکے پاس وید بھیجتا ہے۔ میں مکتی (نجات) چاہنے والا، اسی روحانی علم (आध्यात्मिक ज्ञान) کے ظاہر و روشن خدا (प्रकाश देव) کی پناہ (शरण) میں جاتا ہوں۔)

پیش کردہ دونوں منتروں (मंत्र) سے ظاہر ہوتا ہے کہ وید خدائی پیغام (ईश्वाणी) ہیں۔

آیئے اب ذرا ان منتروں کو بھی ملاحظہ فرمائیں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وید مختلف ہندو رشیوں و منیوں کی ایجاد ہیں۔ چنانچہ منو اسمرتی (मनुस्मृति) میں ذکر کیا گیا ہے۔

अग्नि वायुरविम्यास्तु त्रयं बृहम सनातनम।

दुदोह यज्ञसिद्ध पृर्थमृग्यजु: सामलक्षणेम।।[۱]

(ایشور نے پہلی تخلیق (सृष्टि) میں انسانوں کو پیدا کر کے اگنی (अग्नि) وایو (वायु) آدتیہ (आदित्य) اور انگرا (अंगिरा) رشی ان چار رشیوں کے ذریعے رِگوید، یجروید، سام وید اور اتھروید چار رشیوں کے ذریعہ برہما کو حاصل کرائے۔ یعنی برہما نے مذکورہ رشیوں سے چاروں وید حاصل کیے۔)

ویدوں کے منتر قدیم رشیوں و منیوں کے ذریعہ مختلف ادوار و مختلف اوقات میں تخلیق کے گئے اور بعد میں انہیں چار کتابی شکل میں جمع کر دیا گیا اس کے ثبوت و حوالہ جات ہمیں ویدوں سے بھی ملتے ہیں۔ چنانچہ منتر تخلیق کرنے والا ایک رِشی (ऋषि) اپنے ذریعہ بنائے گئے منتروں میں اپنے آباؤ اجداد (पूर्वज) اور منتروں کی ترتیب کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

प्रिय मेधवदत्रि वज्जातवेदो विरुपतव्।

आंगिर स्वन्महिव्रत प्रस्कण्वस्य श्रुधी हवम् ।।[۲]

رگوید کے پہلے منڈل کے چوالیس ۴۴ تا پچاس سوکتوں کا رشی کنو پتر پرسکنو (कण्वपुत्र प्रस्कण्व) ہے۔ وہ اس منتر میں اگنی دیوتا سے فریاد کرتا ہے ''اے عظیم کارناموں والے، تمام تخلیق شدہ اشیاء کو جاننے والے اگنی دیو (अग्निदेव) جیسے تو نے پریئے میگھ (प्रियमेघ) اتری (अत्रि) وِروپ (विरुप) اور انگیرا (अंगिरा) رشی کی سنی تھی ویسے ہی میری بھی سن۔

علاوہ ازیں ان رشیوں اور منیوں کا صاف صاف اقرار ویدوں میں بڑی شد و مد کے ساتھ موجود ہے کہ جنہوں نے انکو نظم کیا ہے۔ بطور ثبوت چند منتر پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

رگوید منڈل ا سوکت ۶۱ منتر ۱۶ میں ہے۔

''پس اے اندر! گھوڑوں کے چننے والے گوتموں نے تیرے لیے رنگین بھجن بنائے ہیں۔

رگوید منڈل ۷ سوکت ۹۳ منتر ا میں ہے:

''اے اندر اور اگنی ورتر کے قتل کرنے والو اس پاک بھجن کو جو آج بالکل نیا پیدا کیا گیا ہے منظور فرماؤ۔

رگوید منڈل ۳ سوکت ۲ منترا میں آیا ہے کہ:

''ہم خالص مکھن کی طرح اگنی (अग्नि) کے لیے ایک بھجن پیدا کرتے ہیں۔

رِگوید منڈل (मण्डल) ۷ سوکت ۲۲ منتر ۹ میں درج ہے:

''اے اندر بھوت (ماضی) اور ورتمان वर्तमान) (یعنی موجودہ دونوں زمانوں کے عقلمند رشیوں نے بھجن پیدا کیے ہیں۔

مذکورہ بالا منتروں کے علاوہ حسب ذیل منتروں سے بھی صاف اور واضح طور پر یہی ظاہر و باہر ہوتا ہے کہ وید تخلیق الٰہی نہیں بلکہ انکے موجد مختلف رشی اور منی ہیں مثلاً:

رگوید

منڈل	سوکت	منتر
۱	۱۷۱	۲
۲	۳۵	۲
۶	۱۶	۴۷
۷	۶۴	۴
۸	۶	۳
۷	۱۵	۴
۱۰	۲۳	۵_۶_۷
۸	۴۳	۲
۵	۲	۱۱
۲	۱۹	۸

۶	۱۳۰	۱
۱۳	۶۲	۱

اس طرح واضح ہوتا ہے کہ وید منتروں کے مصنف وتخلیق کار قدیم رشی ومُنی لوگ ہیں۔ متکلم کا نام رشی اور مخاطب یا موضوع سخن کا نام دیوتا ہوتا ہے۔ یہی رشی اِن وید منتروں کے تخلیق کار ہیں اور یہ رشی (ऋषि) صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانور اور عجیب الخلقت انسان بھی اس صف میں شامل نظر آتے ہیں۔ رگوید منڈل ۱۰/سوکت ۱۶۵/منترا کا رشی کبوتر ہے تو رگوید منڈل ۱۰/سوکت ۹۴ کا رشی کدور کا بیٹا اور بدنامی سانپ مذکور ہے۔ اسی طرح اتھروید (अथर्ववेद) کھنڈ ۴/سوکت ۶/منترا کا رشی نیل کنٹھ ہے۔ مختصر یہ کہ چاروں ویدوں کے بہت سے منتروں میں اِن رشیوں کے اسماء مذکور ہیں مثلاً:

رگوید منڈل ۳/سوکت ۳۳/منتر ۵ کا رشی کشک کا بیٹا وشوامتر ہے۔ رگوید منڈل ا سوکت ۷۹/منتر ۴/کی تخلیق کار رشی لوپا مدرا ہے۔ رگوید منڈل ۱۰/سوکت ۸۵/کی رشی سوریا ساوتری اور رگوید منڈل ۸/سوکت ۱۹/منتر ۳۶ کا رشی سوبھری کنو ہے۔ وغیرہ وغیرہ اس سلسلے میں وید منتروں کے سیکڑوں حوالہ جات بطور ثبوت پیش کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن اختصار کے پیش نظر ہم ان کے ذکر سے کنارہ کشی اختیار کررہے ہیں۔

ویدوں کا عہد

ویدوں کے عہد تصنیف وتخلیق کے متعلق محققین ومؤرخین کے نزدیک کثیر اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مغربی اور مشرقی محققین ومفکرین نے زبان، علم نجوم (ज्योतिष) تاریخ، جغرافیہ اور دیگر علوم کی روشنی میں ویدوں کا دور متعین کرنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن ابھی تک کسی ایک نتیجے پر نہیں پہونچے ہیں۔ ہر ایک محقق ومؤرخ نے اپنی تحقیق کی روشنی میں ویدوں کے عہد کی ایک نئی تصویر پیش کی ہے اور اپنے علاوہ دیگر محققین کے افکار کی مختلف زاویوں سے تردید کی ہے۔

ویدوں کے عہد تصنیف کے تعلق سے ہم چند مشہور ومعروف مؤرخ ودانشور حضرات کے اقوال درج کررہے ہیں جن سے آپ بخوبی اندازہ لگ سکتے ہیں کہ ویدوں کے تخلیقی دور میں

کتنے اختلافات ہیں۔

مشہور و معروف وید محقق و آریہ سماجی قائد ''سوامی دیانند سرسوتی'' اپنی مایہ ناز کتاب ستیارتھ پرکاش (सत्यार्थ प्रकाश) میں ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں کہ:

''ایک ارب ستانوے کروڑ اُنیس لاکھ اور کئی ہزار برس دنیا کو پیدا ہوئے اور ویدوں کو نازل ہوئے گزر چکے ہیں۔ سوامی جی کی نظر میں وید ازلی وابدی ہیں۔ ۱۲

بال گنگادھر تلک: مستند ہندو اسکالر و مورخ لوکمانیہ بال گنگادھر تلک (लोकमान्य बाल गंगाधर) نے برہمن گرنتھوں (ब्राह्मण ग्रन्थ) کا عہد تصنیف ۴۵۰۰ قبل مسیح مانا ہے۔ انکی رائے کے مطابق سارے منتر ایک ساتھ وجود میں نہیں آئے بلکہ رشیوں اور انکے نائبین نے وقت وقت پر ہزاروں سال میں منتر بنائے اس طرح کچھ منتر ورچائیں (मन्त्र व ऋचा) دس ہزار سالوں کی ہیں کچھ ساڑھے آٹھ ہزار سالوں کی اور کچھ سات ساڑھے سات ہزار سالوں کی سبھی قدیم ترین منتر ورِچائیں رِگوید (ऋग्वेद) کی ہی ہیں۔

جیکوبی: جرمن کے مشہور و معروف عالم و مورخ جیکوبی نے رِگوید کے بعد کی تصنیف سوتروں (सूत्र) کا دور ۴۷۰۰ ر قبل مسیح اور رگوید کا دور تخلیق تقریباً ۶۵۰۰ ر سال قبل مسیح تسلیم کیا ہے۔ ۱۳

پروفیسر ونٹرمٹز: (WINTER MITZ) لکھتے ہیں کہ ''ویدی ادب'' کی تاریخ دو ہزار سال قبل مسیح شروع ہوتی ہے۔ ڈھائی ہزار سال قبل مسیح کی تاریخ بھی صحیح ہوسکتی ہے۔ اس طرح ہم موہن جوداڑو (मोहनजोदारू) کے زمانے سے بہت قریب ہوجاتے ہیں۔ ۱۴

اسی طرح ڈاکٹر اویناش چندردت (अनिवाश चन्द्रदत्त) رِگوید کو پچاس سے پچھتر ہزار سال قدیم مانتے ہیں۔ اور پنڈت رام گووند دویدی (राम गोविन्द) کے مطابق ویدوں میں بہت سے ایسے منتر پائے جاتے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رِگوید کا تخلیقی دور ۱۸ ر سال قبل مسیح سے لے کر ۵۰ ہزار سال قبل مسیح کے وسط کا ہے۔ ۱۵ بعض اہل علم نے تاریخ اور آثار قدیمہ کی مدد سے رِگوید کے اکثر حصص کو پندرہ سو قبل مسیح تسلیم کیا ہے۔ ۱۶ مشہور وید محقق میکس مولر کی تحقیق کے مطابق رِگوید ۱۲۰۰ تا ۱۰۰۰ ر قبل مسیح بنا تھا۔ ۱۷ میکس مولر (मैक्स मूलर) نے ویدی

ادب کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے اور ہر عصر کی مدت ۲۰۰ رسال قرار دی ہے۔ ۱۸ اور لوئیس رینو (लोइस रेनू) نے ویدی عہد ۱۵۰۰ سے ۱۲۰۰ رقبل عیسیٰ بیان کیا ہے۔ ۱۹

مختصر یہ کہ ویدی عہد کے جملہ اقوال وحوالہ جات پر غور وفکر کے بعد مؤرخین و محققین نے رِگوید کو ۱۵۰۰ سے ۱۰۰۰ ر، اور یجر وید (यजुर्वेद)، سام وید اور اتھر وید (अथर्ववेद) کو ۱۰۰۰ سے ۶۰۰ قبل مسیح تسلیم کیا ہے۔ ۲۰

چاروں ویدوں کی وجہ تسمیہ (संज्ञा करण)

ویدوں کے متعلق اکثر ہندو محققین کا ماننا ہے کہ دراصل وید ایک ہی تھا لیکن بعد میں اسکے اندر ترمیم واضافہ کر کے چار الگ الگ وید مرتب کر لیئے گئے اور اس طرح آج چار وید موجود ہیں۔ اس سلسلے میں بعض ہندو اہل علم کا قول ہے کہ ایک وید چار حصوں میں تقسیم ہے۔
سنسکرت کے مشہور محقق شری وامن شوارام آپٹے (श्री वामन शिवा राम आप्टे) لکھتے ہیں:

''دراصل وید صرف تین تھے جنھیں مجموعی طور پر ترَیٔی (त्रयी) کہتے تھے۔ لیکن بعد میں اتھر وید (अथर्ववेद) انکے ساتھ جوڑ دیا گیا۔ ۲۱

مختصر یہ کہ آج رگوید (ऋग्वेद)، یجر وید (यजुर्वेद)، سام وید (सामवेद) اور اتھر وید (अथर्ववेद) کی صورت میں چار ویدک دھرم گرنتھ پائے جاتے ہیں۔ چاروں ویدوں کو مذکورہ اسماء کے ساتھ موسوم ومتصف کرنے کی مختلف وجوہات ہیں جن کے سبب یہ نام متعین کئے گئے۔ چند وجوہات حسب ذیل ہیں۔

رِگوید کی وجہ تسمیہ (ऋग्वेद का संज्ञाकरण)

رگوید (ऋग्वेद) رِک (ऋक) اور وید (वेद) دو لفظوں سے ملکر بنا ہے۔ رِک کا معنیٰ ہے تعریف وتعظیم (स्तुति) والے منتر اسکو رِچا (ऋचा) بھی کہتے ہیں کہ رِچا کا معنیٰ بھی ہے تعریف کرنا اور وید کا معنیٰ ہے علم (ज्ञान) اس طرح رِگوید کا معنیٰ ہوا قابل تعریف وتعظیم منتروں کا مجموعہ۔ ۲۲ رِگوید کے منتروں میں خاص طور سے دیوتاؤں کی تعریف وتوصیف کا مجموعی ذکر ہے اس لیے اس کا یہ نام مشہور ہوا۔ ۲۳

یجر وید کی وجہ تسمیہ (यजुर्वेद का संज्ञाकरण)

یجر وید (यजुर्वेद) یجو (यजु) اور وید (वेद) کا مرکب ہے۔ یجو کا معنیٰ ہے یجن (यजन) یعنی پوجا کرنا، یگ (यज्ञ) کرنا۔ یگ اور یجو دونوں لفظوں کا صدور " यजु देव पूजा संगतिकरण दानेषु" دھاتو (धातु) یعنی مصدر سے ہوا ہے۔ ۲۴؎ اس طرح یجر (यजुर) اُن منتروں کو کہا جاتا ہے جنکے ذریعہ یگ یا یجن کیا جاتا ہے۔ ۲۵؎ چونکہ یجر وید میں یگ کرنے کے تفصیلی احکام ملتے ہیں اس لیے اس کو یجر وید کہا جاتا ہے۔

سام وید کی وجہ تسمیہ (सामवेद का संज्ञाकरण)

سام وید (सामवेद) بھی دو لفظوں کا مرکب ہے۔ سام کا لفظی معنیٰ ہے خوش کرنا۔ مطمئن (शान्त) کرنا یعنی شانتی (शान्ति) لیکن یہاں اس کا معنیٰ شانتی نہیں بلکہ گیت ہے یعنی تعریف والا گیت۔ ۲۶؎ اس میں سنگیت اور گیت کی تعلیم کا سنگم ملتا ہے اس لیے اس کو سام وید کہا جاتا ہے۔ پروفیسر وجیندر اسناتک (प्रोफेसर विजेन्द्र स्नातक) اپنی ایک تحقیق میں لکھتے ہیں:

''سا (सा) لفظ کا معنیٰ ہے رِچا (ऋचा) اور اس کے ساتھ وابستہ اَم (अम) کا معنیٰ ہے آواز (स्वर) اس طرح منتر اور آواز کے مجموعے کا نام سام ہے۔ سام لفظ کا مطلب ہندوستانی اور مغربی علماء (विद्वानों) نے خوش کرنے والے الفاظ (शान्तिदायक शब्द)، چھند کی پاک کتاب (छन्द की पवित्र पुस्तक)، گایا جانے والا بیان (गेय भाषण) اور سنگیت گرنتھ (संगीत ग्रंथ) وغیرہ سے بھی کیا ہے۔ مغربی محققین نے تو اس کو میجک سانگ (MAGIC SONG) بھی کہا ہے۔ ۲۷؎ اس طرح گیت اور سنگیت والے منتروں کے مجموعے کا نام سام وید ہے۔

اتھر وید کی وجہ تسمیہ (अथर्ववेद का संज्ञाकरण)

اتھر وید (अथर्ववेद) اتھرو (अथर्व) اور وید (वेद) دو لفظوں سے ملکر وجود میں آیا ہے۔ اتھرو کا معنیٰ ہے آگ اور اتھرون (अथर्वन) کا معنیٰ ہے اگنی (अग्नि) اور سوم (सोम) کا

پجاری۔۲۸؎ اس طرح اس وید میں پجاریوں کے ذریعہ آگ کی مدد سے بدروح (दुष्ट आत्मा) اور شیاطین سے انسانوں کی حفاظت کا طریقہ، انکی بھلائی اور کامیابی کا فریضہ مکمل کرنے کا بیان ہے۔ اور گناہ، آفات وبلاء وغیرہ سے حفاظت کی دعائیں (प्रार्थना) ہیں۔۲۹؎ نیز اس میں مختلف اقسام کے امراض وعلل اور ضروریاتِ زندگی میں مفید قدرتی جڑی بوٹیوں کا نہایت حکیمانہ انداز میں ذکر ہے۔ چونکہ ان جڑی بوٹیوں سے انسانوں کا دکھ درد دور ہوتا تھا اور انہیں راحت وسکون میسر ہوتا تھا اس لیے اس کا نام اتھرو (अथर्व) ہنسانہ کرنا یعنی تکلیف نہ دینا رکھا گیا۔۳۰؎ اتھرووید کے یونانی (आयुर्वेद) جڑی بوٹیوں سے متعلق سوکتوں (सूक्तों) میں انسانی جسم کے جملہ اعضاء کا نام بنام بالتفصیل تذکرہ اور تمام جسمانی امراض وتکالیف کے علاج ومعالجہ کا طریقۂ کار موجود ہے۔۳۱؎

کس وید میں کیا ہے؟

رگوید: قدیم ہندو دھرم کی اصل بنیاد، قدیم ہندو دھرم گرنتھ اور انسانی ذہن وفکر کا سب سے پرانا دستاویز ہے۔ قدیم ہندوستانی رشیوں (ऋषि) منیوں (मुनि) اور بزرگ پنڈتوں نے اپنے چاروں طرف جو مناظر وحالات اور کوائف کا مشاہدہ کیا اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار اس کے منتروں میں کیا ہے۔ رگویدی منتروں میں جہاں مختلف دیوتاؤں کی تعریف کے گیت و بھجن گائے گئے ہیں وہاں اس کے ساتھ دنیا وآخرت (सृष्टि) کے بہت سے رازوں سے حجابات بھی اُٹھائے گئے ہیں۔ رِگوید میں سورگ (स्वर्ग) نرک (नर्क) گناہ ونیکی (पाप-पुण्य)، کائنات ارضی وسماوی (लोक-परलोक)، جنگ ومعرکہ آرائی، رشیوں کی مقابلہ آرائی، مذہبی، معاشی، سماجی اور خانگی زندگی، بلی وقربانی، رہائشی وغذائی عکاسی، ہواؤں، دریاؤں، فضاؤں، فصلوں اور باغوں کی دلکشی، قدیم ہندوستان کی تاریخی وجغرافیائی ترجمانی اور اخلاقی و روحانی قدروں کی نشاندہی بہت اچھوتے انداز میں پیش کی گئی ہے۔

مشہور ہندو مؤرخ رماشنکر ترپاٹھی (रमाशंकर त्रिपाठी) لکھتے ہیں:

''رگوید کی نظمیں مختلف زمانوں کی تصنیف ہیں اور مختلف زمانوں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ سوائے چند نظموں کے باقی سب دیوتاؤں کے حضور مناجاتیں ہیں۔ جن میں قدرتی طاقتوں

کو دیوتاؤں کی مجازی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ تا کہ دیوتا ان سے متاثر ہو کر اپنے پجاریوں کو روحانی اور مادّی برکتوں سے نوازیں صرف وہ مناجاتیں جن میں دیوتا مخاطب نہیں ہیں ایسی ہیں جو راجاؤں کی فیاضی اور قبائلی خانہ جنگی نیز عوام کی زندگی اور عادات پر تھوڑی بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ۳۲ے

ترپاٹھی صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب ''قدیم ہندوسانی تاریخ'' میں رِگویدی عہد کا جغرافیائی ،قبائلی، سیاسی ، خانگی، معاشی و سماجی نقشہ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔''قبائلی تقسیم اور لڑائیاں'' عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں:

''اس طرح اپنی باہمی خانہ جنگی کے ساتھ ساتھ آریہ داسوں (غیر آریہ) سے بھی مصروف کارزار رہے۔ یہ لڑائیاں بڑے بھیمانہ انداز میں ایک عرصہ تک جاری رہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں قومیں بڑے اختلافات رکھتی تھیں جو سماجی بھی تھے اور نسلی بھی۔ ۳۳ے

قدیم ہندوستانی تاریخ کے عظیم محقق علامہ بیرونی لکھتے ہیں:

''ویدوں میں اوامر ونواہی کے علاوہ جزا اور سزا کا بھی بیان ہے تا کہ لوگوں کو اچھے کاموں کی رغبت برے کاموں سے نفرت ہو۔ لیکن ان کا بڑا حصہ بھجنوں اور مختلف قسم کی آگ کی قربانیوں پر مشتمل ہے جنکی تعداد اتنی زیادہ ہے اور وہ اتنی پیچیدہ ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ ۳۴ے

رام دھن شرما شاستری (रामधनशर्मा शास्त्री) رِگوید کے مضامین کے متعلق بیان کرتے ہیں:

''ہندوستانی تہذیب اور تمدن کی مکمل تعلیم رگوید سے ملتی ہے۔ ہندوستانی آریوں (आर्यो) نے اپنی زندگی کی صبح میں کس طرح سماج کو ترقی دی، مذہب ،فلسفہ علم ،سائنس ،کلا ،فن ، تاریخ اور ادب کو کیا عروج بخشا اور اسکے ذریعہ انسانیت کے لیے کیا تعاون کیا اس سب کا اصل ماخذ صرف یہی کتاب ہے۔ اس قدیم ترین دھرم گرنتھ میں ہزاروں سال کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ ۳۵ے

ڈاکٹر رادھا کرشنن (डॉ. राधाकृष्नन) کا قول ہے:

رِگوید میں کئی نسلوں کے خیالات ہیں، مختلف بھجنوں اور نغموں میں مختلف نسلوں کے

معصوم اور گہرے خیالات کی پہچان ہو جاتی ہے۔ ۳۶؎

ڈاکٹر شکیل الرحمن اپنی تحقیق میں بیان کرتے ہین:

''رگوید میں بہت سے دیوتاؤں کے نام ملتے ہیں لیکن وہ سب ایک ہی روح اور ایک ہی نور کی کرنیں ہیں۔ایک خالق ہے اس کے کئی نام ہیں۔اس کی پہچان کئی صورتوں میں ہوتی ہے۔ ۳۷؎

یجر وید (यजुर्वेदण)

ویدوں کا دوسرا حصہ یجر وید ہے۔ یہ تمام ویدک لٹریچر (वैदिक साहित्य) میں اپنا منفرد مقام رکھتا ہے۔ وید کے اس حصے میں خاص طور سے ہوم، یگ (होम-यज्ञ) بلی وقربانی اور مذہبی اعمال ورسوم (कर्म काण्ड) وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔اس حصے میں اکثر و بیشتر یگ و قربانی کے تعلق سے ہدایات واحکامات پائے جاتے ہیں۔اس لیے یہ ایک طرح سے بلی وقربانی کے اصول وضوابط اور منتروں کا مجموعہ ہے۔

ڈاکٹر منگلا دیو شاستری (डॉ. मंगलादेव शास्त्री) لکھتے ہیں:

''انسانی زندگی کی ترقی کی علم ،عمل اور عبادت یہ تین سیڑھیاں ہیں۔ان میں عمل کی سیڑھی یا مذہبی اعمال واحکام (कर्म-काण्ड) کی انجام دہی خاص طور سے یجر وید ہی کرتا ہے۔ حالانکہ ویدک کرم کانڈ (वैदिक कर्म काण्ड) میں دوسرے وید بھی اپنا امتیازی مقام رکھتے ہیں لیکن پھر بھی اسکا اصل ماخذ یجر وید ہی کہا جا سکتا ہے۔ ۳۸؎

یجر وید بھی چونکہ رِگوید کے منتروں سے ماخوذ ہے، اس لئے رِگوید کی مانند کہیں کہیں اسکے منتروں سے مذہبی ودنیاوی ،سماجی ومعاشی تعلیمات واحکام اور دیوتاؤ سے التجائیں بھی ظاہر ہیں خاص طور سے اس کا آخری باب (अन्तिम अध्याय) کہ جس میں ایثار واخلاص (कर्मयोग) اور روحانی (आत्मिक) تعلیم موجود ہے۔

سام وید (सामवेद)

ویدوں کے تیسرے حصے کا نام سام وید ہے، سام وید دراصل رِگوید کی تلخیص ہے۔ سام

وید کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ رِگوید کے کئی منتروں میں سام وید کی تعریف کی گئی ہے۔ سام وید میں اوامر ونواہی کے علاوہ قربانیوں کے وہ گیت ہیں جو پجاری حضرات بموقع قربانی مختلف اوقات میں پڑھا کرتے ہیں۔ اور ان گیتوں کو گانے یا بھجنوں کے انداز میں پڑھا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اس کا نام سام ہے جسکے معنیٰ خوش الحانی کے ہیں۔

پروفیسر وجیند راسناتک (प्रोफेसर विजेन्द्र स्नातक) اپنے مقالے میں لکھتے ہیں:

''یگ میں دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے سام گان کرنے والے خاص پجاری کو اُدگاتا (उद्‌गाता) کہتے ہیں۔ اُدگاتا کے لیے ہی گیت مئے (गीतमय) سام وید مجموعے کو مرتب کیا گیا ہے۔ اُدگاتا جب بہترین آواز وانداز میں منتر پاٹھ (मन्त्र पाठ) کرتا ہے تبھی ان میں ایک ایسی عجیب روشنی آتی ہے کہ وہ منتر اپنا نیا روپ لیکر حاضر ہوتے ہیں۔ سام وید میں عبادت کا فریضہ (उपासना-काण्ड) خاص ہونے سے اگنی روپ (अग्नि रूप) سورج روپ، سوم روپ ایشور کی تعریف وتوصیف انفرادی طریقے پر ظاہر ہوتی ہے۔ ایشور کی عبادت و یاد کے لیے پرامن ماحول، خلوص وتوجہ کی نیت اور دنیاوی مسائل سے بے تعلقی، یہ سام وید کے منتروں میں بار بار خواہش کی صورت میں ذکر کیا گیا ہے۔ ۳۹

اتھروید (अथर्ववेद)

چاروں ویدوں میں اتھروید سب سے آخری وید ہے۔ ویدوں کا یہ حصہ طویل عرصہ کے بعد وجود میں آیا۔ یجروید کا خصوصی موضوع، مذہبی رسومات (कर्म काण्ड) ہوتے ہوئے بھی ویدوں کے مذہبی اعمال ورسوم (कर्म काण्ड) کی نظر سے اتھروید کو سب سے زیادہ اہم مقام حاصل ہے۔ ویدوں کی مذہبی رسومات (वैदिक कर्म काण्ड) کا اہتمام وانتظام جن چار پجاریوں و پنڈتوں (ऋत्विज) کی نگرانی میں ہوتا ہے اُن میں سب سے خاص درجہ برہما (ब्रह्मा) کا ہے اور اس عہدے پر مامور ہونے کا فخر صرف اتھروید کے عالم وپنڈت کو ہی ہوتا ہے۔ خود رِگوید نے اتھروید کی اس اہمیت کو 5-83-1 میں بیان کیا ہے۔

اتھروید کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یجروید اور سام وید کے بمقابل اس میں رِگوید کے منتر

بہت کم ملتے ہیں اور جو ملتے ہیں ان کا تعلق بھی رِگوید کے جدید ترین حصّے سے ہے۔اتھرو وید میں اکثر و بیشتر منتر شیاطین، دیوتا، جادو ، بدفال،سحر،آسیب، علاج و معالجہ اور یونانی جڑی بوٹیوں (आयुर्वेद औषधि) سے متعلق ہیں لیکن ان کے علاوہ مذہبی فلسفہ، حاکمانہ قوانین واصول، خانگی وسماجی زندگی،موت وحیات ،تاریخ وجغرافیہ، ایثار وقربانی وغیرہ پر بھی بہت سے منتروں میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

اتھرو وید کے مضامین کے تعلق سے علامہ بیرونی لکھتے ہیں:

''اتھرو وید میں سدھی کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔اس کی نظم پہلے دونوں ویدوں کی نظموں سے مختلف ہے اور نظم کی اس قسم کو بھار کہتے ہیں۔ یہ ناک سے آواز نکالنے جیسے انداز میں پڑھی جاتی ہے۔دوسرے ویدوں کے مقابلے اس کی طرف ہندوؤں کی توجہ کم ہے لیکن اس میں بھی آگ کی قربانیوں (यज्ञ-होम) کے علاوہ میّت اور میّت کیلئے جو احکام ہیں اُن کو بیان کیا گیا ہے۔[40]

آچاریہ وِشیشور (आचार्य विशेषवर) بیان کرتے ہیں:

''اتھرو وید کے آیوروید (आयुर्वेद) سے متعلق سوکتوں (सूक्त) میں انسانی جسم کے جملہ اعضاء کا نام بنام ذکر پایا جاتا ہے۔ جسم کی تخلیق کے بعد جسمانی امراض، بخار، موتی جھالا (कंठमाला) جیسے معمولی امراض سے لیکر کوڑھ جیسے خطرناک مرضوں کا بیان اتھرو وید میں ملتا ہے۔علاج کے حوالہ سے پانی کے ذریعہ علاج بھی ذکر کیا گیا ہے۔تیسرے کانڈ (तृतीय काण्ड) میں خانگی زندگی اور سماجی زندگی کے اصولوں کو پیش کیا گیا ہے اور ساتویں کانڈ میں حاکمانہ نظام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اتھرو وید میں اخلاقی تعلیمات پیار و محبت ، نجات (मुक्ति) وروحانیت،عبادت و ریاضت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نیز ایک ایشور اور اس کے کثیر ناموں کو بھی واضح کیا گیا ہے۔[41]

ہندو دھرم اور ویدوں پر گہری نظر رکھنے والے ''مولوی بدرالحسن'' رقم طراز ہیں:

''اتھرو وید کے زیادہ تر منتر جھاڑ پھونک سے متعلق ہیں۔رِگوید کے درخشاں اور خوش طبع دیوتاؤں کے مقابلے میں جنھیں رشیوں (ऋषि) نے مخاطب کیا ہے اس وید میں سیاہ اور ڈراؤنے

بھوت ہیں۔ اس وید میں ہر ایک بری چیز کو خواہ وہ قحط ہو یا بخار یا خود انسان کے برے خصائل ہر ایک کو دیوتا بنا دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح انکو خوش کیا جائے یا جادو سے ان کے اثر کو دور کیا جائے یا دوسروں کو انکے ذریعہ نقصان پہونچایا جائے۔ ۴۲

کس وید میں کتنے باب اور کتنے منتر؟

وید (वेद) منظوم سنسکرت کلام کی صورت میں ہیں، جنکا انداز شاعرانہ ہے۔ منظوم کلام کے علاوہ ویدوں میں کہیں کہیں نثری حصے بھی موجود ہیں۔ منظوم کلام کو رِگ، رچا (ऋग - ऋचा) اور منثور کلام کو یوجوش (युजुष) کہتے ہیں۔ بہر حال وید نظم کی صورت میں ہوں یا نثر کی شکل میں ہر ایک وید کو مختلف ابواب وانواع اور مختلف اسماء کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔ منتروں کی تفہیم و تقسیم کے لئے رِگوید (ऋग्वेद) میں منڈل (मण्डल)، سوکت (सूक्त)، منتر (मन्तर) جیسے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے تو یجروید (यजुर्वेद) میں ادھیائے (अध्याय) اور اتھروید (अथर्ववेद) میں کانڈ (काण्ड)، پدھ (पद्य) اور منتر (मन्त्र) وغیرہ کا استعمال ہوا ہے۔ نیز منتروں کی مختلف حیثیتوں سے اور بھی اقسام کی گئی ہیں جنکو آپ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

رِگوید کے منتر وغیرہ کی تفصیل

رِگوید ایک سنھتا (संहिता) یعنی ویدوں کے منتروں کے چاروں مجموعوں میں سب سے اولین وقدیم ہندو دھرم گرنتھ ہے۔ رِگوید سنھتا کے دو قسم کی ترتیب والے نسخے پائے جاتے ہیں (۱) اشٹک کرم وبھاگ (अष्टक क्रम विभाग) (۲) منڈل کرم وبھاگ (मण्डल क्रम विभाग) پہلی قسم کے نسخے کے آٹھ حِصص اور پھر ہر حصے کے آٹھ آٹھ ادھیاؤں (ابواب) میں منقسم ہونے کی وجہ سے اسکو اشٹک (अष्टक) یعنی آٹھ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور دوسری قسم کے نسخے میں چونکہ منڈل کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے اس لیے وہ منڈل کے نام سے مشہور ہے۔

رام دھن شرما شاستری (रामधन शर्मा शास्त्री) لکھتے ہیں:

"رِگوید کی موجودہ شاکل شاکھا (शाकल शाखा) یعنی شاخ کی تقسیم دو صورتوں

میں ملتی ہے۔ ایک صورت کے مطابق پورے گرنتھ میں آٹھ اشٹک (अष्टक)، چونسٹھ (۶۴) ادھیائے اور دو ہزار چھے ورگ (वर्ग) اور بال کھلیے (बालखिल्य) سوکتوں کے ورگ (वर्ग) ملا کر دو ہزار چوبیس (2024) ورگ ہیں۔ ہر ایک ادھیائے (باب) میں کئی ورگ ہیں اور ایک ورگ (فصل، نوع، طبقہ) میں عام طور سے پانچ منتر ہوتے ہیں۔ دوسری صورت (विभाग) کے مطابق جس کی ترویج و اشاعت زیادہ ہے مکمل رِگوید گرنتھ میں ۱۰ ر منڈل (मण्डल)، ۸۵ ر انوواک (अनुवाक) اور ہر ایک انوواک میں کئی سوکتوں (सूक्त) کا مجموعہ (संग्रह) ہے۔ سوکتوں کی کل تعداد ایک ہزر سترہ (۱۰۱۷) اور بال کھلیے کے گیارہ سوکتوں کو ملا کر ایک ہزر اٹھائیس (۱۰۲۸) ہے۔ سوکت میں ایک سے لیکر پچاسی (۸۵) تک اور عام طور سے دس (۱۰) منتر ہوتے ہیں۔ منتروں کی تعداد دس ہزار چار سو بہتّر (10472) اور شونک (शौनक) رِشی کی فہرست کے مطابق (10528) ہے۔ حالانکہ رِگوید کے دسویں منڈل کے ایک سو چودھویں سوکت کے آٹھویں منتر میں اس وید کے منتروں کی تعداد پندرہ ہزار بیان کی گئی ہے۔

सहस्रधा पंचदशान्युक्था यावद् द्यावापृथिवी तावदित तत्।

منتروں کی تصنیف (रचना) چھندوں میں ہے۔ یہ بھی چھند ویدک ہیں اور غالباً ساٹھ (۶۰) کے قریب قریب ہیں۔ لیکن ان میں سے "गायत्री, अष्णिक, त्रिष्टुप, अनुष्टुप, बृहती, पंक्ति और जगती" خاص مشہور ہیں- باقی چھند انھیں کی تقسیم در تقسیم ہے۔ منتروں کے تصنیف و تخلیق اور ترتیب کار (द्रष्टा, रयचिता) رِشی، رِشی پوتر (पुत्र) رِشِک (ऋषिक) یا سوئمبھو (स्वयंभु) ہیں جنکی تعداد تین سو کے قریب ہے۔ لیکن ان رشیوں میں "गृत्समद, विश्वामित्र, वामदेव, अत्रि, भारद्वाज, वशिष्ठ, कण्व और अंगिरस" زیادہ معروف ہیں۔ کچھ منتروں کی تخلیق و ترتیب کار (द्रष्टा) عورتیں بھی ہیں جیسے जूहु, शची, वोषा, लोमाश, लोपामुद्रा, "विश्ववारा" وغیرہ۔ ۴۳

رِگوید کے مفسرین و شارحین (व्याख्याकार-टीकाकार) نے موضوع (विभाग) کے اعتبار سے رِگوید کے منتروں کی تین کانڈوں (काण्ड) میں تقسیم کی ہے۔ کرم (कर्म) اُپاسنا (उपासना) اور گیان (ज्ञान)۔ چاہے کسی بھی عنوان کے منتر ہوں زیادہ تر بھی کو انھیں تینوں میں

سے کسی ایک کے تحت مانا گیا ہے۔ کرم کانڈ کے منتروں کا تعلق یگوں (यज्ञ) سے ہے اور انھیں کے مطابق انکی تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ اُپاسنا کانڈ میں دیوتاؤں کی تعریف وتوصیف اور التجاؤں کے منتر آتے ہیں اور گیان کانڈ میں کائنات (सृष्टिक्रम) کا راز سے معمور بیان ہے۔ [۴۴]

یجر وید کے منتر وغیرہ کی تفصیل

ویدک ادب (वैदिक साहित्य) کی تعریف کے مطابق یجوسنھتا (यजु संहिता) اور اُسکا براہمن گرنتھ (ब्रह्मण ग्रन्थ) دونوں کو یجر وید کہا جاتا ہے۔ سنھتا کی حیثیت سے بھی یجر وید کا لٹریچر (साहित्य) کافی وسیع رہا ہے۔ دوسرے ویدوں کی طرح یجر وید کی بھی بہت سی شاخیں تھیں لیکن ان میں سے کرشن یجر وید (कृष्ण यजुर्वेद) اور شُکل یجر وید (शुक्ल यजुर्वेद) کے نام سے دوقسم کے یجر وید ہی دورِ حاضر میں زیادہ مشہور ہیں۔ اوران دونوں میں بیان کردہ موضوع کے اعتبار سے شُکل یجر وید (शुक्ल यजुर्वेद) کو اہمیت حاصل ہے۔ اوراسی کو اصل یجر وید سمجھا جاتا ہے۔ [۴۵] شکل یجر وید کو باج سینھی سنھتا کے نام سے بھی پکارتے ہیں جس کی دوشاخیں (शाखा) ہیں (۱) کانو (काण्व) (۲) مادھینِدن (माध्यन्दिन) اسی طرح کرشن یجر وید کی تین شاخیں ہیں۔ (۱) کپسٹھل سنھتا (कपिष्ठल) (۲) میتری سنھتا (मैत्रीय संहिता) (۳) تیتری سنھتا (तैत्रिय संहिता)۔

ازمنۂ قدیم میں انداز بیان مختلف ہونے کے باعث شاخوں کی تعداد ایک سوایک تک پہونچ چکی تھی لیکن دورحاضر میں مذکورہ بالا پانچ شاخوں کا ہی وجود پایا جاتا ہے۔ [۴۶]

یجر وید (यजुर्वेद) میں چالیس (۴۰) ادھیائے (باب) اور تقریباً دوہزار منتر ہیں۔ اس کا چالیسواں (۴۰) ادھیائے کرم کانڈ سے نہ ہوکر اُپنشد کانڈ (उपनिषद काण्ड) یا آتم گیان (आत्म ज्ञान) یعنی روحانیت اور وحدانیت کے سلسلے میں ہے۔ [۴۷]

شت پتھ براہمن گرنتھ (शतपथ ब्राह्मण ग्रन्थ) (۱۴-۹-۵-۳۶) کے مطابق آدتیہ پرابھدھیہ (आदित्य प्राभद्धय) یجر وید کے منتروں کا بیان، رشی یاگیہ ولکیے (याज्ञ वल्कय्य) نے

کیا اور یہی شُکل (शुक्ल) یجر وید کے نام سے متعارف ہوا۔ ۴۸؎

یجر وید کا خاص موضوع (विषय) یگ دھوم ہی ہے اور آخر میں یگ کے ذریعہ ہی ایشور یا پر ماتما (ईश्वर या परमात्मा) کے درشن اور اعلیٰ روحانی مراتب (परमपद) کے حصول کا بھی وہ تذکرہ کرتا ہے۔ ۴۹؎

سام وید کے منتر وغیرہ کی تفصیل

ویدوں کے تیسرے حصے کا نام سام وید (सामवेद) ہے۔ یگ (यज्ञ) کے مواقع پر جو منتر اور اشلوک گائے جاتے تھے انکو سام کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ سام وید، ویدوں کے عہد کے گیت وسنگیت کا بے مثال خزانہ ہے۔ سام وید کے جملہ گیتوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) ग्रामगेयगान (۲) आरण्यक गान (۳) अहगान اور (۴) उध्वंगान ۔ ۵۰؎ سام وید کے تقریباً تمام منتر رِگ وید کے ہی ہیں علاوہ ۷۵ رمنتروں کے۔ ۵۱؎

پروفیسر وجیندر ا اسناتک (प्रोफ़ेसर विजेन्द्र) لکھتے ہیں کہ:

''سام وید میں ادھیائے یا منڈل کے مقام پر پر پاٹھک (प्रपाठक) ہیں۔ سام وید سنھتا (सामवेद संहिता) کے نام سے جو نسخے آج موجود ہیں دو دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ پہلے حصے کا نام پوروار چک (पूर्वार्चिक) اور دوسرے کا نام اترار چک (उत्तरार्चिक) ہے۔ دونوں حصوں میں کل ملا کر منتروں کی تعداد ۱۸۱۰ ہے۔ جن مین سے ۲۶۱ رمنتروں کا دوبارذ کر ہوا ہے۔ اس طرح انہیں کم کر دینے پر سام وید کے منتروں کی کل تعداد ۱۵۴۹ رہ جاتی ہے۔ ان ۱۵۴۹ منتروں میں بھی صرف ۷۵ رمنتروں کو چھوڑ کر باقی سارے منتر رِگوید کے آٹھویں اور نویں منڈل سے لیے گئے ہیں۔ اگر انکو بھی جدا کر دیا جائے تو سام وید چاروں ویدوں میں بہت ہی مختصر صورت میں رہ جاتا ہے۔ سام وید کے پوروار چک (पूर्वार्चिक) میں کل چھے پر پاٹھک (प्रपाठक) ہیں جن میں دس دس منتروں کی دس دشتی (दशति) ہیں۔ کچھ دشتیوں میں منتروں کی تعداد ۸ یا ۹ بھی ہے۔ اس طرح سارے پوروار چک میں ۵۸۵ رمنتر ہیں۔ اُترار چک (उत्तरार्चिक) میں ۹ ر پر پاٹھک ہیں جن میں شروع کے پانچ دو نصف حصوں (अर्धभाग)

میں منقسم ہیں۔ باقی چار کے تین نصف (अर्धक) ہیں۔ کل ۹ / پر پاٹھکوں میں ۲۲ / اَردھ (نصف)، ۱۱۹ / کھنڈ اور ۴۰۰ / سوکت ہیں۔ جن میں منتروں کی تعداد ۱۲۲۵ / ہے۔ اس طرح دونوں آرچکوں (आर्चिक) کے منتروں کی تعداد ۱۸۱۰ ہے۔ سام وید کے ان اصل منتروں کو یونی (योनि) نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۵۲؎

یجروید کی طرح سام وید کی شاکھاؤں (شاخ) کے تعلق سے بھی مختلف باتیں مشہور ہیں۔ پرانوں میں تو سام وید کی ہزار شاکھاؤں کا ذکر ہے۔ پتنجلی (पतंजलि) نے بھی "सहस्त्र वर्त्मासामवेद:" لکھکر ہزاروں شاکھاؤں کی بات کی تصدیق کی ہے۔ لیکن اس وقت اس وید کی صرف تین شاکھاؤں کا ہی وجود ظاہر ہے۔ (۱) राणामनीय शाखा (۲) कौथुम शाखा (۳) जैमिनीय शाखा۔

اتھروویدکے منتر وغیرہ کی تفصیل

اتھروید چاروں ویدوں میں چوتھا اور آخری وید ہے۔ اس وید کی تالیف ۲۰ / کانڈوں (काण्ड) میں مکمل ہوئی ہے۔ جن میں کل ملاکر ۷۳۰ / سوکت اور ۵۹۷۷ / منتروں کی تعداد ہے۔ ان میں سے تقریباً ۱۲۰۰ منتر ایسے ہیں جو رِگوید میں بھی اُسی صورت میں پائے جاتے ہیں۔ بیسویں کانڈ کے ۱۴۳ / سوکتوں میں سے ۱۲ کو چھوڑ کر باقی سب سوکت رِگوید کے دسویں منڈل کے سوکتوں سے ملتے ہوئے ہیں۔ اتھروید کے پندرہ سولہا کانڈ جن میں ۷۲ / سوکت ہیں اور تقریباً ۳۰ / اور کچھ سوکت ایسے ہیں جنکی تالیف نثری (गद्यात्मक) ہے۔ اس طرح اتھروید کا تقریباً چھٹا حصہ "षष्ठांश" "نثری" "गद्यात्मक" ہے۔ ۵۴؎

اتھروید کے سوکتوں کی تالیف میں ایک بڑی ترتیب وار خاصیت پائی جاتی ہے وہ یہ کہ اسکے ایک ایک کانڈ میں جو سوکت جمع ہوئے ہیں انکی منتر تعداد اکثر ایک سی ہے۔

موضوعات کی نظر سے اگر اتھروید کا جائزہ لیا جائے تو نتیجہ نکلتا ہے کہ اتھروید کے ۷۳۰ / سوکتوں میں سے ۱۴۴ / سوکت آیوروید (یونانی) ۲۱۵ / سوکت راج دھرم (نظام حکومت) یا راشٹر دھرم (राष्ट्रधर्म)، ۷۵ / سوکت سماجی نظام، ۸۳ / سوکت روحانی تعلیم اور

۲۱۳ رسوکت مختلف موضوعات سے متعلق ہیں۔ ۵۵ے

اتھر وید کی شاکھاؤں کے بارے میں مہارشی پتنجلی (महार्षिपतंजलि) اپنے مہا بھاشیے (महाभाष्य) عظیم تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"मवद्या आथर्वणो वेद:"

یعنی اتھر وید کی نو شاکھائیں ہیں۔ لیکن اس وقت اسکی صرف شونک (शौनक) اور پپلاد (पैप्पलाद) نامی دو ہی شاکھائیں پائی جاتی ہیں۔ ۵۶ے

براہمن گرنتھ (ब्राह्मणग्रन्थ)

صرف وید ہی قدیم ہندو دھرم کے بنیادی و مستند گرنتھ و ماخذ ہیں یہ حقیقت اگر متفق علیہ ہوتی تو پھر مزید کسی دیگر دھرم گرنتھ کے بارے میں خامہ فرسائی لایعنی و بے سود تھی۔ لیکن ھندو دھرم کی جملہ کتب و گرنتھ اپنی اپنی مختلف حیثیتوں و نوعیتوں کے اعتبار سے مقدس و اہم سمجھی جاتی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ جملہ گرنتھوں کا اجمالی طور پر ایک تعارفی خاکہ پیش کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر باقی دھرم گرنتھوں کا مختصر تعارف یہاں ہم بیان کر رہے ہیں تا کہ انکی اہمیت و حیثیت ظاہر و آشکارہ ہو جائے۔

ہندو دھرم گرنتھوں میں ویدوں کے بعد براہمن گرنتھ (ब्राह्मणग्रंथ) کا سب سے اہم مقام ہے۔ ایک طرح سے یہ گرنتھ بھی ویدوں کا ہی ایک حصّہ ہیں۔ کیونکہ چاروں ویدوں میں سے ہر ایک وید کا اپنا ایک علحدہ علحدہ براہمن گرنتھ ہے۔ وید اور براہمن گرنتھ دونوں کا مشترک نام شروتی (श्रुति) ہے۔ دراصل ویدوں کے خاص دو حصّے ہیں (۱) سنہتا و منتر (संहिता व मन्त्र) (۲) براہمن (ब्राह्मण)۔ منتر و سنہتا کو وید کہتے ہیں اور براہمن گرنتھوں کی تین قسمیں ہیں (۲) براہمن (۲) آرنیک (आरण्यक) اور اپنشد (उपनिषद)۔ ۵۷ے

ویدوں کا مکمل تعلق چونکہ یگوں (यज्ञ) سے تھا۔ لہٰذا یگوں کے اصول و قواعد لکھے جانے لگے۔ اس طرح ایک نیا لٹریچر (साहित्य) پیدا ہوا جسکا نام براہمن رائج ہوا۔ آریوں (आर्य) کا مخصوص مذہبی عمل (प्रधान धार्मिक कृत्य) یگ تھا، یگ کے اصول و قوانین سمجھانے اوران کے

انعقاد کو عام کرنے کے لئے براہمن گرنتھ بنے۔ یگ میں ہر ایک وید کے منتر پڑھے جاتے تھے اس لیئے یگ کی ویدی کے پاس ہر ایک وید کے ماہر وراجمان (विराजमान) ہوتے تھے۔ یگ کے بارے میں کس وید کی کہاں کیا اہمیت وافادیت ہے اس کو سمجھنے کے لیے ہر ایک وید کے جدا جدا براہمن (ब्राह्मण) وجود میں آ گئے۔ براہمن خاص طور سے کرم کانڈ (कर्मकाण्ड) یعنی مذہبی اعمال ورسوم کے گرنتھ ہیں اور خیال رہے کہ ویدک عہد میں کرم (कर्म) کا مطلب یگ (यज्ञ) تصور کیا جاتا تھا۔ ۵۸

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ نظم میں لکھے گئے ویدی ادب (साहित्य) کو سنھتا یا منتر کہتے ہیں اور ویدوں کے بعد نثر (गद्य) میں لکھے گئے ویدی ادب کو براہمن گرنتھ کہتے ہیں۔ ان میں یگ اور قربانی کی اہمیت اور ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز دیگر احکام وقوانین کی بھی تشریح وتوضیح بیان کی گئی ہے۔

ڈاکٹر سریندر ناتھ شاستری لکھتے ہیں:

''منتروں کا صحیح معنیٰ ومفہوم جاننے کے لئے براہمنوں کے تشریحی بیان پیش ہوئے ہیں۔ براہمن گرنتھ منتروں کا صحیح استعمال بتاتے ہیں۔ دھرم آچاریوں (धर्माचार्य) نے براہمن لفظ کے بارے میں کہا کہ " ब्राह्मणां वेदानामिमानि व्याख्यानानि ब्रह्मणानि " وید کے معنی ومفہوم کی تفسیر وتوضیح کرنے والے براہمن گرنتھ ہیں۔ ۵۹

براہمن گرنتھوں کی تالیف وترتیب، موضوع اور تعداد

چاروں ویدوں کے تحت جو مختلف براہمن (ब्राह्मण) پائے جاتے ہیں انکی تعداد تقریباً ۱۶ ہے۔ رگویدی براہمن (ऋग्वेदीय) دو پائے جاتے ہیں (۱) ایتریٰ براہمن (ऐत्रीय ब्राह्मण) (۲) کوشیتکی براہمن (कोषीतकी ब्राह्मण)۔ ایتریئے براہمن میں آٹھ پنچکائیں (पंचिकाएं) ہیں جن میں ۵-۵ ادھیائے ہیں۔ اس طرح یہ گرنتھ چالیس ادھیائے کا ہے۔ اس براہمن کا تخلیق کار (प्रवक्ता) مہید اس ایتریئے (महीदास ऐत्रीय) ہے۔ کیتھ مہاشے (कीथ महाशय) کے نزدیک یہ گرنتھ دوسرے گرنتھوں کے مقابل قدیم ہے۔ ۶۰ اس گرنتھ میں مختلف قسم کے ویدک عہد کے

راجاؤں کے حالات وکوائف اورتاج پوشی کا بالتفصیل بیان ہے۔ ۶۱

کوشیتکی براہمن (कोषीतकी) کا دوسرا نام شانکھاین (शांखायन) بھی ہے جیسا کہ مہانئے "महाणय" نے کہا ہے "कौषीतकी ब्राह्मणां च शाखा शांखायनी मता" کوشیتکی براہمن میں کوشیتک (कौषीतक) اور پینگے (पैंग्य) رشیوں کا نظریہ خاص طور سے موجود ہے۔ اس میں دوسرے جنم (पुनर्जनम) کے اصول ورہنمائی پائی جاتی ہے۔ اس کے مؤلف (प्रवक्ता) کا حالانکہ صحیح علم نہیں ہے لیکن اس کی روایات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسکی تخلیق کوشیتک یا شانکھاین نے کی تھی۔ ۶۲ اس میں ۳۰/ادھیائے اور کل ۲۲۷/کھنڈ (खण्ड) ہیں۔ ۶۳

یجر ویدی براہمن (यजुर्वेदी ब्राह्मण)

یجر ویدی براہمن گرنتھ میں شت پتھ براہمن (शतपथ ब्राह्मण) کواوّلیت حاصل ہے ۔اوراسکی اہمیت بھی سب سے زیادہ ہے۔ یہ مادھیندنی (माध्यन्दिनी) شاکھا کا گرنتھ ہے۔ اس میں چودہ ۱۴/ کانڈ اور کل ادھیائے کی تعدادسو (۱۰۰) ہے۔ روح کا وجود، روحانیت (आध्यात्मवाद) اور بہت سی راز و اسرار سے معمور تعلیمات جیسے نجات (मुक्ति) ،کامیابی (मोक्ष) کی ہدایات اورتاریخ کے قارئین کے لیے ہندوستان کی کئی حکومتوں ،راجاؤں اوررشیوں کا تذکرہ صحیح صحیح پایا جاتا ہے۔ ۶۴

کرشن یجر وید (कृष्ण यजुर्वेद) کے براہمن کا نام تیترئیے (तेत्रीय) ہے یہ تیترئیے سنھتا کا ضمیمہ (परिशिष्ट) ہے اوراسمیں اشومیگھ یگوں (अवश्मेघयज्ञ) تک کا بیان ہے۔ ۶۵

سام ویدی براہمن (सामवेदी ब्राह्मण)

سام وید کے تین براہمن ہیں (۱) تانڈو براہمن (ताडंव ब्राह्मण) (۲) شڈوش براہمن (षडविश ब्राह्मण) اور (۳) جیمنی براہمن (जैमिनी ब्राह्मण)۔ ۶۶

مذکورہ تینوں براہمنوں میں تانڈو براہمن خاص ہے۔ اس میں خاص طور سے سوم یگوں (सोमयज्ञों) کا ہی بیان ہے۔ شڈوش براہمن میں صبح اورشام (प्रात:-सांय) کی پوجا و مذہبی

رسومات کے احکام پائے جاتے ہیں۔ جو دوسرے گرنتھ میں نہیں ہیں۔
جیمنی براہمن جیمنی اور انکے شاگرد تلوکار (तलवकार) کا مرتب کردہ ہے۔ ۶۷

اتھرویدی براہمن (अथर्वेदी ब्राह्मण)

اتھر وید سے متعلق گوپتھ (गोपथ) براہمن ہے۔ اس کے متعلق ہندو مفکرین کا خیال ہے کہ یہ زیادہ قدیم نہیں ہے۔ ۶۸ مذکورہ بالا براہمن گرنتھوں کے علاوہ دیوت براہمن (दैवत ब्राह्मण)، آشیں (आर्षेय)، سام ودھان (सामविधान)، سنھتو پنشت (संहितोपनिषत)، ونش (वंश)، کاٹھک (काठक)، کالا پک (कालापक)، چرک (चरक)، شویتا شوتر (श्वेताश्वतर) منترایني (मंत्रायणी)، جابال (जाबाल)، کنکتی (कंकति)، گالو (गालव) وغیرہ براہمن گرنتھوں کا تذکرہ بھی مختلف ہندو دھرم گرنتھوں میں پایا جاتا ہے۔ ۶۹

ان براہمن گرنتھوں میں انسانی زندگی کو کامیاب بنانے والے اہم فرائض، طویل عمر بنانے والے طریقے، خانگی وسماجی زندگی کوخوشحال رکھنے کے اصول، مرد وعورت کی ذمہ داریاں، شادی بیاہ کے احکام، بدی و نیکی اور ایثار وقربانی، ظلم وتشدد سے اجتناب، سچ اور جھوٹ جیسے موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ۷۰

عہد براہمن (ब्राह्मण काल)

براہمن گرنتھوں کی تالیف وتصنیف کافی قدیم ہے۔ اور یہ تاریخ اور پرانٹروں کے مستند گرنتھ ہیں۔ ہندو دھرم کے ماہرین مفکرین نے پانچ سو (۵۰۰) قبل مسیح ان کا عہد تسلیم کیا ہے۔ ۷۱

آرنیک گرنتھ (आरण्यक ग्रन्थ)

ویدوں کی خاص طور سے دو اقسام ہیں (۱) سنھتا (۲) براہمن۔ براہمن (ब्राह्मण) کی تین اقسام ہیں (۱) براہمن گرنتھ (۲) آرنیک گرنتھ (۳) اپنشد گرنتھ۔ براہمن گرنتھوں میں خاص

طور پر یگوں (यज्ञ) کا تذکرہ اور ویدوں کے منتروں کی تفسیر وتشریح ہے جبکہ آرنیک گرنتھوں (आरण्यक ग्रन्थ) میں یگوں سے زیادہ انکے روحانی وباطنی پہلوؤں کی چرچا ہےاور خاص طور سے انکی روحانی وباطنی تعلیمات (आत्मविद्या) پر غور وخوص کیا گیا ہے۔ سنسکرت زبان میں " अरण्य " کے معنی جنگل کے ہیں چوں کہ رشیوں (ऋषि) نے جنگلوں میں رہکر کافی غور وفکر کے بعد ان گرنتھوں کی تالیف کی لہٰذا ان گرنتھوں کا نام ہی آرنیک (आरण्यक) یعنی جنگل والے گرنتھ پڑ گیا۔

مشہور قومی شاعر و مفکر رام دھاری سنگھ دنکر (रामधारी सिंह दिनकर) لکھتے ہیں:

"جب ویدوں کا کرم کانڈ (कर्मकाण्ड) بہت بڑھ گیا، تب اسکی زیادتی کے خلاف یہ جستجو ہوئی کہ سچا دھرم کیا ہے؟ یگوں میں جانوروں کی بلی (पशु-हिंसा) کرنا اور یہ ماننا کہ مرنے کے بعد بھی انسان کو وہ ہی آرام میسر ہوتے ہیں جو حیات ظاہری میں حاصل ہیں۔ اس اصول (सिद्धांत) میں رشیوں کو کثافت محسوس ہونے لگی اور وہ کسی ایسے لطیف (सूक्ष्म) دھرم کی کھوج کرنے لگے جس میں عیش وعشرت نہیں ترک دنیا (वैराग्य) کی اہمیت ہو۔ اس غور فکر سے پھر ایک نیا ادب (वाडम्य) وجود میں آیا جسکو آرنیک یا اپنشد (आरण्यक या उपनिषद) کہتے ہیں۔ ۲؎

آرنیکوں کی وجہ تخلیق کے تعلق سے ڈاکٹر سوریئے کانت (डॉ. सूर्य कान्त) لکھتے ہیں:

"سنھتاؤں اور براہمنوں کی مانند آرنیک بھی کرم کانڈ (कर्म काण्ड) سے وابستہ ہیں۔ لیکن ان میں کرم کانڈ کے ساتھ ساتھ گیان کانڈ (ज्ञान-काण्ड) کا آغاز ہوا۔ اور اسکے ساتھ ساتھ ترک (त्याग) بندگی (भक्ति) اور یوگ وغیرہ کی روایات بھی آگے بڑھنے لگیں۔ آرنیوں (आरण्यों) میں پہونچکر محققین کو اپنے فعل وعمل کا سرچشمہ علم میں ابھر کر غور فکر میں چمکتا نظر آیا اور اس انکشاف کے ہوتے ہی انکی عقیدت کثیف عمل سے جدا ہو کر لطیف علم (सूक्ष्म ज्ञान) پر برقرار ہوگئی۔ ۳؎

آرنیک کی تعداد (आरण्यक संख्या)

اہم آرنیک گرنتھ پانچ ہیں (۱) ایتریئے (ऐतरेय) (۲) شانکھاین (शांखायन) (۳) برہدارنیک (ब्रहदारण्यक) (۴) تیتریئے (तैत्तिरीय) (۵) تولکار (तवलकार)۔ ۴؎

مذکورہ آرنیکوں کے علاوہ کوشیتکی (कौषीतकी)، میتر ائی (मैत्रायणी) اور جیمنی اپنشد (जैमिनीयोपनिषद) نامی تین آرنیک کا بھی بعض کتب میں تذکرہ پایا جاتا ہے۔ ۷۵ے

آرنیک کا عہد (आरण्यक का काल)

آرنیک براہمن گرنتھوں کے بعد وجود میں آئے اور آرنیک گرنتھوں کے بعد اپنشدوں کی تخلیق ہوئی، لہذا براہمن گرنتھ اور اپنشدوں کے درمیان کا زمانہ ہم آرنیکوں (आरण्यक) کا عہد تصنیف قرار دے سکتے ہیں۔ (نعیمی)

اُپنشد گرنتھ (उपनिषद् ग्रन्थ)

اُپنشد (उपनिषद) آرنیکوں (आरण्यक) کے بعد کے گرنتھ ہیں۔ اسی وجہ سے اپنشدوں کو ویدانت بھی کہتے ہیں کہ ان کا وجود وید کے انت (अन्त) یعنی آخری حصے میں پایا جاتا ہے۔ انکی زبان دنیاوی تہذیب وتمدن سے ملتی جلتی ہے اور ان میں ویدک فکر (वैदिक चिन्तन) کا عروج پایا جاتا ہے۔ دراصل اپنشد ہندوستانی فلسفہ (भारतीय दर्शन) کی بنیاد ہیں جن کو ویدوں کا خلاصہ و ماحصل بھی سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستانی روحانی وخدائی علم اور مذہبی احکام واصول کے سرچشمہ ہونے کا شرف انھیں اپنشدوں کو حاصل ہے۔ ویدک دھرم کے روحانی و باطنی علوم کو استحکام بخشنے والے یہی اپنشد تسلیم کئے گئے ہیں۔ ہندوستانی محققین گیتا اور برہم سوتر (ब्रह्म-सूत्र) وغیرہ کا ماخذ بھی انہیں اپنشدوں کو مانتے ہیں۔

مختصر یہ کہ اپنشد ایسے گرنتھ ہیں کہ جن پر بھارت کے ہندو اہل علم و دانش کو بڑا ناز ہے۔ پنڈت سندر لال لکھتے ہیں:

''اُپنشدوں کو دنیا کی اونچی سے اونچی کتاب میں ایک اونچی جگہ حاصل ہے۔ ہزاروں پڑھے لکھے ہندو ایسے ہیں جن سے کسی بہت بڑے طوفان یا بھونچال کے وقت اگر معلوم کیا جائے کہ تم اپنے جملہ گرنتھوں میں سے کن خاص انمول گرنتھوں کو آگے کی دنیا کے لیے سب سے زیادہ بچا کر رکھنا چاہتے ہو تو وہ کہیں گے، ''اُپنشد''۔ ۷۶ے

اُپنشد کا لغوی و اصطلاحی مطلب

اُپنشد (उपनिषद) لفظ مرکب ہے جو اُپ 'उप' اور نی 'नि' سَد مصدر (सद-धातु) سے پہلے لگانے سے وجود میں آیا ہے۔ اُپ "उप" کا معنیٰ قریب و نزدیک اور نی 'नि' کا معنیٰ (सम्पूर्णता) مکمل ہے اور سد 'सद' دھاتو (مصدر) کے تین معانی ہیں (۱) کمزور (शिथिल) کرنا (۲) حاصل (प्राप्त) کرنا (۳) ختم (नष्ट) کرنا۔ اس طرح تینوں معانی کی رو سے اپنشد کا معنیٰ ہے وہ تعلیم جو دنیا کے بندھنوں کو مکمل طور سے کمزور کر دیتی ہے۔ یا جو شاگرد کو لازمی طور پر روحانیت سے ملا دیتی ہے یا جو جہالت (अज्ञानता) کا مکمل طریقے پر خاتمہ کرتی ہے۔ ۷۷ے

بعض اہم علم نے اُپ उप کا معنیٰ نزدیک اور نی 'नि' کا معنیٰ نیچے اور سد 'सद' کا معنیٰ بیٹھنا اور ملنا بھی لیئے ہیں۔ اس صورت میں معنیٰ ہوں گے شاگرد کا استاد کے پاس حصول علم کے لئے نیچے بیٹھنا یا وہ علم جو خدا سے ملا دیتا ہے۔ ۷۸ے

''سنسکرت ہندی شبد کوش'' نامی لغت کے اعتبار سے ''اُپنشد'' کا لفظی معنیٰ ہے ''پر اسرار علم و معنیٰ یا راز سے معمور اصول۔ اور اصطلاحی تعریف ہے برہمن گرنتھوں کے ساتھ منسلک کچھ پر اسرار تصنیفات جن کا خاص مقصد ویدوں کے باریک و گہرے مفاہیم کی ترجمانی کرنا ہے۔ ۷۹ے

'आदि शंकराचार्य' کے نزیک اُپنشد کا معنی برہم ودھیا (ब्रह्म विद्या) یعنی علم روحانیت و معرفت ہے۔ جو اس کے طلب کرنے والے کو مالک حقیقی سے ملا دیتی ہے۔ ۸۰ے اور اس سلسلے میں بعض ہندو مفکرین کا یہ نظریہ ہے کہ ''اُپنشد اس علم کا مجموعہ ہیں جو دھرم گروؤں اور صوفی سنتوں کی صحبت میں بیٹھ کر حاصل کیا جاتا تھا، جو راز ہائے سربستہ و مخفی علوم کا گنجینہ ہوتا تھا۔ ۸۱ے

اُپنشد کی تعلیم و موضوع

اُپنشد (उपनिषद) کا خاص موضوع علم روحانی یا خدائی علم (आत्मविद्या) ہے جس میں بنیادی طور پر مسئلۂ توحید (एकेश्वरवाद) کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ عبادت

(उपसाना-पूजा) یعنی خدائے واحد کا قرب حاصل کرنے کے وسائل اور مراقبہ وریاضت، ترک دنیا (सन्यास) مختلف اخلاقی تعلیمات اور انکو سمجھانے کے لیے امثال و کہانیوں کا ذکر ہے۔
اُپنشدوں کی تعلیم کا خاص محور یہ ہے کہ کائنات کی جملہ اشیاء میں دراصل ایک ہی خدائے واحد (एक ईश्वर) کی ذات پاک کی جلوہ نمائی ہے۔ بقول خواجہ میر درد ؏

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

اُپنشدوں میں بھلائی، برائی، نیکی، بدی، ثواب اور عذاب کے اعلیٰ اصولوں اور ہندو دھرم کے فلسفۂ عمیق، روح اور حیات کے باریک بیں حقائق کا تذکرہ ہے۔ اسکے ساتھ ہی اپنشدوں میں صاف طور سے یگوں اور کرم کانڈوں (कर्म काण्ड) کی مذمت کی گئی ہے اور ایک ایشور کا عقیدہ تسلیم کیا گیا ہے اور اسکو جسم و جسمانیات، زمان و زمانیات کی قیود سے بالاتر اور لاثانی بتایا گیا ہے۔ ۸۲؎

اُپنشد چونکہ ویدوں کا آخری حِصّہ ہیں لہٰذا سوچ اور فکر کے اعتبار سے ویدوں کا سارا حُسن اسکی تمام خوبصورتی ان میں سمٹ آئی ہے۔ یہ ویدوں کی سوچ کا عروج ہے یہ ویدوں کی فکر کی زندگی اور روح ہے۔ ایک خالق ایک خدا کو اپنشدوں میں مختلف انداز سے سمجھایا گیا ہے۔ کہیں اس کو برہما کے نام سے یاد کیا گیا ہے تو کہیں آتما (روح) وغیرہ کے ذریعہ اُسکا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ۸۳؎

ویدوں کے بعد ویدوں سے متعلق تین قسم کے گرنتھ وجود میں آئے (۱) براہمن گرنتھ (۲) آرنیک گرنتھ (۳) اُپنشد گرنتھ۔ براہمن گرنتھ ان لوگوں کے لیے ہیں جو خانگی و عائلی زندگی بسر کریں۔ آرنیک انکے لیے وجود میں آئے جو جنگلوں میں رہ کر بود و باش اختیار کریں اور اپنشد ان حضرات کے لیئے ہیں جو ترک دنیا (सन्यास) کے ساتھ زندگی کا سفر شروع کریں۔ جس میں انسان مراقبہ و تصور کے ذریعے معرفتِ خداوندی (ईशवरीयज्ञान) حاصل کرتا ہے۔ ۸۴؎

اُپنشد کی تعداد

اُپنشدوں کی صحیح تعداد کیا ہے اس سلسلے میں ہندو دھرم کے محققین میں کافی اختلافات

پائے جاتے ہیں۔ عظیم سنسکرت اسکالر وامن شوا رام آپٹے (वामन शिवा राम आप्टे) نے "मुक्तोपानिषद्" کے حوالہ سے اپنشدوں کی تعداد ۱۰۸ر بتائی ہے۔ ۸۵ ان کے علاوہ ہندو دھرم کے اور بھی اکثر ماہرین نے ۱۰۸ر اپنشد کی روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ ۸۶ مذکورہ اُپنشدوں میں ۱۰ر اپنشد رگوید ۱۹ر شکل یجر وید (शुक्ल यजुर्वेद) ۳۲ر کرشن یجر وید ۱۶ر سام وید اور ۳۱ر اتھر وید سے متعلق مانے جاتے ہیں۔ ۸۷

۱۰۸ر اپنشدوں کے علاوہ ''اپنشد سنگرہ'' (उपनिषद संग्रह) میں ۱۸۸ر، اُپنشد واکیہ مہا کوش (उपनिषद वाक्यकोष) میں ۲۲۳، ۸۸ ویدک چنتن کے کتپے آیام (वैदिक चिन्तन के कतिपय आयाम) میں ۲۰۰، ۸۹ اور گیتا پریس گھورکھپور سے شائع شدہ ہندی ماہنامہ کلیان نمبر (कल्याण विशेषांक) میں ۲۲۰ر اپنشدوں کی فہرست دی گئی ہے۔ ۹۰

مختصر یہ کہ اُپنشدوں کی تعداد سے متعلق بہت سے اعداد و شمار پائے جاتے ہیں لیکن ہندو علماء و محققین سارے اپنشدوں کو برابر کی اہمیت نہیں دیتے۔ تاریخی اعتبار سے وہ ہی اپنشد خاص اہمیت کے حامل سمجھے جاتے ہیں جن کی تخلیق گوتم بدھ سے پہلے ہو چکی ہے۔ خاص طور پر وہ اپنشد کہ شری رامانج چاریہ (श्री रामानुजचार्य) اور اکثر ہندو ماہرین نے جنکا تذکرہ کیا ہے اور شنکر آچاریہ (शंकराचार्य) نے جنکی تفسیر وتشریح کی ہے مثلاً:

(1)ईशउपनिषद (2)केनउपनिषद (3)कठपनिषद (4)प्रश्नउपनिषद (5)मुण्डक उपनिषद(6)माण्डूक्य उपनिषद (7)तैत्रीय उपनिषद (8)ऐतरेय उपनिषद (9)छान्दोग्य उपनिषद (10) ब्रहदारण्यक उपनिषद (11) नृसिंह पूर्व तापनी उपनिषद। 91

شنکر آچاریہ نے پانچ، چھ دیگر اپنشدوں کا اور ذکر کیا ہے۔ شنکر آچاریہ کی ذکر کردہ فہرست کے علاوہ حسب ذیل اپنشدوں کے نام اور پائے جاتے ہیں۔

(1)श्वेताश्वतर उपनिषद (2)अमताबिन्दुपनिषद (3)अवद्युतोपनिषद (4) महानारयणोपनिष(5) मैत्रायणी उपनिषद (6) अल्लोपनिषद आदि।

اُپنشدوں کی اس مبہم وغیر معین تعداد سے متاثر ہو کر ہی شاید پنڈت جواہر لال نہرو نے لکھا ہے:

''اُپنشدوں میں بہت سے ابہامات ہیں اور (اسی وجہ سے) انکی بہت سی تفاسیر کی گئی ہیں۔ ۹۲

اُپنشدوں کا عہد (उपनिषद् काल)

اُپنشد گرنتھوں کی تعداد کی طرح انکے عہد تصنیف میں بھی مختلف فیہ اقوال پائے جاتے ہیں۔ ویداور اپنشد کے محقق ڈاکٹر شکیل الرحمن لکھتے ہیں:

''ویدوں کے زمانے سے بدھ ازم کے عروج کے زمانے تک یعنی چھٹی صدی قبل مسیح قدیم اپنشدوں کی تخلیق کا زمانہ ایک ہزار سال قبل مسیح سے تین سو سال قبل مسیح کا زمانہ کہا جا تا ہے۔ ۹۳ اسی طرح کینیتھ سونڈرس (केनेथ सौन्डर्स) کا قول ہے کہ ''اپنشدوں کی تخلیق ۹۰۰ر قبل مسیح سے ۷۰۰ر قبل مسیح تک ہوئی ہے۔ ۹۴

جملہ ماہرین و محققین کے اقوال پر غور وفکر کے بعد مؤرخین اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ ''اپنشدوں کا عہد تصنیف ۱۰۰۰ قبل مسیح سے ۶۰۰ر قبل مسیح تک مانا جا سکتا ہے۔ یعنی تقریباً ۶۰۰ر قبل مسیح اُپنشدوں کی تخلیق ہوئی ہے۔ ۹۵

پران (पुराण)

ہندوستانی دھرم گرنتھوں میں ویداور ویدانت کے بعد ''پران'' (पुराण) ہندوؤں کے مشہوراور مقدس گرنتھ ہیں۔ ہندو عقیدے کے مطابق وید کو کلام الٰہی (ईश्वाणी) مانا جاتا ہے اور پرانوں، اپنشدوں کو ویدوں کی تشریح وتوضیح سمجھا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ویدوں کے علاوہ دوسرے سبھی دھرم گرنتھوں کے الفاظ و جملے بلاواسطہ ایشور (ईश्वर) سے متعلق نہیں ہیں بلکہ انکے صرف معانی ومطالب ایشور (ईश्वर) کی جانب سے مانے جاتے ہیں۔ ان گرنتھوں کے لفظوں میں اگر اس طرح تبدیلی واقع ہو کہ معنیٰ ومفہوم نہ بدلے تو کوئی اعتراض والی بات نہیں۔

دور حاضر کا ہندودھرم وید، اپنشد اور دھرم سوتروں کا دھرم نہیں ہے بلکہ موجودہ ہندودھرم کی بنیاد پرانٹروں کی کہانیاں اور دیوی دیوتاؤں کے عجیب وغریب کارنامے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پرانڑ ہی موجودہ ہندودھرم کی جان ہیں اگر پرانٹروں کو نکال دیا جائے تو ہندو مذہب کچھ بھی نہیں رہ جاتا ہے۔

پران کا معنیٰ و مفہوم

پران (पुराण) کا لغوی معنی پرانا (प्राचीन) ہے۔ قدیم یا پرانی تاریخ یا بیان کو ہی پران کہا جاتا ہے۔ اور اصطلاحی معنیٰ شری وامن شِوارام آپٹے نے اِس طرح بیان کیا ہے کہ: ’’کچھ مشہور مذہبی کُتُب جو تعداد میں ۱۸ر ہیں اور ویاس جی (व्यास जी) کے ذریعہ تالیف کردہ مانی جاتی ہیں اور جو قدیم ہندو مذہبی کہانیوں کے مجموعوں (कथा संग्रह) کا خزانہ ہیں۔ [96]

پرانوں کے موضوعات (विषय)

اَمَرکوش لغت (अमरकोष) کے مطابق پرانوں میں پانچ موضوعات کا ذکر کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے انکو پنچ لچھن (पंचलक्षण) بھی کہا جاتا ہے۔ [97] پرانوں میں بیان کردہ پانچ موضوعات حسب ذیل ہیں۔

(۱) سرگ (सर्ग) یعنی دنیا کی تخلیق (۲) پرتی سرگ (प्रति सर्ग) یعنی قیامت (प्रलय) کے بعد دنیا کی ازسرنو تخلیق (۳) ونش (वंश) یعنی رشیوں اور دیوتاؤں کا حال و نسل نامہ (۴) منونتر (मन्वन्तर) یعنی عہد عظیم (महायुग) (۵) ونشانوچرِت (वंशानुचरित) یعنی قدیم راج گھرانوں (राजकुल) کی تاریخ۔ [98]

مذکورہ بالا موضوعات کے علاوہ پرانوں میں رشیوں اور دیوتاؤں کی عجیب و غریب سوانح حیات اور واقعات، عقل سے ماوراء حیرت انگیز افسانوی خیالات، مضحکہ خیز حکایات اور کہیں کہیں مذہبی احکام و اخلاقی تعلیمات کا بھی تذکرہ ہے۔ [99]

پرانوں کی تعداد (पुराण संख्या)

مشہور پرانوں کی تعداد ۱۸ر ہے جنکی تفصیل حسب ذیل ہے:

(1)मत्सयपुराण (2)मारकण्डेयपुराण (3)भविष्यपुराण (4)भागवतपुराण (5)ब्रह्माण्डपुराण (6)ब्रह्मवैवर्तपुराण (7)ब्रह्मपुराण (8) वामनपुराण (9)वाराहपुराण

(10)विष्णुपुराण (11)वायुपुराण (12)अग्निपुराण (13) नारदपुराण (14)पदमपुराण

(15)लिंगपुराण (16)गुरुणपुराण (17)कूर्मपुराण (18)स्कन्दपुराण । 100

عام طور سے ۱۸؍ پران ہی تسلیم کئے جاتے ہیں لیکن برہمانند (ब्रह्मानन्द) پُران کے مطابق توشروع میں پران بھی وید کے مثل ایک ہی تھا جسکو ویدوں کے بعد ویاس جی نے ترتیب دیا تھا۔ اس ایک پران سے ویاس جی کے شاگردوں نے چار پران بنا لیے اور اس کے بعد ان کی تعداد ۱۸؍ اور پھر ۳۶؍ اور ۳۶؍ سے بڑھکر انکی تعداد ۵۴؍ اور پھر ۶۰ تک جا پہونچی۔ ابتدا میں ان کے کل اشلوکوں (श्लोक) کی تعداد قریب قریب چار ہزار تھی لیکن اب دس لاکھ سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔ ۱۰۱

پرانوں کے تعلق سے سب سے افسوس ناک بات یہ ہے کہ جملہ پران اپنی موجودہ شکل وصورت میں ایک دوسرے سے متضاد ہیں یہاں تک کہ کسی پران کے دو نسخے بھی آپس میں میل نہیں کھاتے۔ ۱۰۲

سنگرام پران (संग्राम पुराण) اور کلکی پُران کا شمار بھی پرانوں میں کیا جاتا ہے۔ پرانوں کے سلسلے میں ہزارا نامی عالم (विद्वान) نے سو (۱۰۰) نائب پرانوں (उपपुराण) کی بھی فہرست پیش کی ہے۔ ۱۰۳ پرانوں کے تعلق سے یہ بات بھی ہندو دھرم گرنتھوں میں کہی گئی ہے کہ اس میں حذف و اضافہ کی کوئی صورت نہیں ہے کیوں کہ بھاگوت پران کے ایک باب (अध्याय) میں ۱۸؍ پرانوں کے اشلوکوں کی تعداد درج ہے جس کے سبب ایک بھی اشلوک بڑھانے یا گھٹانے کی کسی کو جرأت ہی نہیں ہوسکتی۔ ۱۰۴

پرانوں کا عہد تصنیف (पुराण काल)

پرانوں کے زمانۂ تصنیف کے متعلق ہندو ماہرین کے درمیان کثیر اختلافات پائے جاتے ہیں۔ پرانوں کا عہد (काल) ڈبلیو۔ ایل۔ لانگر کے مطابق حضرت عیسیٰ کے ۴۰۰؍ سال بعد کا ہے۔ ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے (डॉ. वेद प्रकाश उपाध्याय) لکھتے ہیں کہ پرانوں کی زبان پاڑنی (पाणिनी) ۲۵۰۲؍ سے ۱۵۶۳؍ قبل مسیح کے درمیان میں ثابت ہوتی ہے۔ آگے

لکھتے ہیں کہ سبھی اہل علم (विद्वान) کے نظریات مشکوک ہیں کیونکہ ان سبھی ماہرین نے پرانوں کے عہد کے تعین کے سلسلے میں خود "شاید" اور "ممکن ہے" یا سوالیہ نشانات؟ کا استعمال کیا ہے۔ ۱۰۵

اس سلسلے میں مشہور ہندو مؤرخ کرشن چند شریواستو کی رائے زیادہ اہم معلوم ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں:

पुराण प्राचीन काल से लेकर गुप्त काल के इतिहास से संबन्धित अनेक महत्वपूर्ण घटनाओं का परिचय कराते हैं। छटी शताब्दी ई. पूर्व के पहले के प्राचीन भारतीय इतिहास के पुन: निर्माण (تعمیر نو) के लिए तो पुराण ही एक मात्र स्रोत (سرچشمہ) हैं। 106

پرانوں کے تخلیق کار (पुराणों के रचयिता)

پرانوں کے مصنف و مرتب لوم ھرش (लोमहर्ष) یا انکے فرزند اُوگرشروا (उग्रश्रवा) اور ویدویاس (वेदव्यास) جی وغیرہ مختلف رشی و مُنی مانے جاتے ہیں۔ ۱۰۷

اسمرتی گرنتھ (स्मृतियां)

قدیم ہندو مذہبی احکام وقوانین کے اعتبار سے اسمرتیوں کو سب سے زیادہ مستند اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اِسمرتیوں میں درج اصول وقوانین ویدی تعلیمات کے عین موافق ہیں۔ منو اسمرتی میں خود منومہاراج نے چند مقامات پر اس کا اظہار کیا ہے۔ نیز منو کے نزدیک اسمرتی اور دھرم شاستر کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ ۱۰۸

श्रुतिस्मृत्युदितं सम्यङ्निवद्धं स्वेषु कर्मसु।

धर्ममूलं निषेवेत सदाचारम तन्द्रित:।। 109

(شروتی (वेद) اور اسمرتی میں بیان کئے ہوئے اخلاق (सदाचार) جو اپنے کرم (कर्म) میں مکمل طور سے ملے ہوئے ہیں اور جو دھرم کی اصل ہیں، بنا کاہلی کئے انکا پالن کرنا چاہئے)۔

श्रुतिस्तु वेदो विज्ञेयो धर्मशास्त्रं तु वै स्मृति:।

ते सर्वार्थेष्वमीमांस्ये ताभ्यां धर्मो हि निर्व भौ ।। 110

(شروتی وید کو کہتے ہیں اور اسمرتی دھرم شاستر کا نام ہے ان دونوں کے متعلق کسی طرح کی حجت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہی دھرم کا ماخذ ہیں۔)

کہا جاتا ہے کہ اسمرتیوں کی صورت میں ہندو مذہبی کتابوں کی تدوین وترتیب رشیوں اور منیوں نے ویدوں پر بڑے غور وخوض کے بعد کی تھی۔ یہ اسمرتیاں سماجی، مذہبی، معاشی اور سیاسی احکام کے تفصیلی نظام کا مجموعہ ہیں خاص طور سے منو اسمرتی کہ یہ آزادی سے قبل کا ہندوؤں کا مذہبی آئین و دستور ہے۔ جس میں دھرم، سماج، معاشیات، اقتصادیات، حدود وتعزیرات، معاملات اور سیاست کے بہت سے اصول وقوانین بیان کئے گئے ہیں۔ سبھی اسمرتیاں عام طور سے تین حصوں میں منقسم ہوتی ہیں۔ پہلا حصہ اخلاقیات اور معاملات سے متعلق ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ سماجی زندگی اور جرم وسزا سے متعلق قوانین پر مشتمل ہوتا ہے اور تیسرا حصہ گناہوں کے کفارے اور سزاؤں سے متعلق ہوتا ہے۔ [111] اسمرتیوں کے بیان کردہ احکام وقوانین میں کہیں کہیں کافی حد تک تضاد بھی پایا جاتا ہے۔

ہندو دھرم کی در اصل انہیں اسمرتیوں میں وضاحت ہے، اور اب تک ہندو قوم کے افراد اکثر و بیشتر انہیں کے مطابق اپنی معاشی، سماجی، مذہبی وانفرادی زندگی گزارتے رہے ہیں کیونکہ انہیں پر انکی حکومت وسیاست کا دستور اور خانگی وسماجی اور مذہبی قوانین کی اساس قائم ہے۔ یوں تو سبھی اسمرتیاں اپنا ایک ممتاز مقام رکھتی ہیں لیکن ان میں منو اسمرتی (मनुस्मृति) کو سب سے زیادہ اہمیت وشہرت حاصل ہے۔ منو اسمرتی صدیوں تک ہندو راجاؤں کے یہاں دستور وقانون کے طور پر جاری رہی یہاں تک کہ انگریزوں کی حکومت میں ہندو ریاستوں میں جائداد وملکیت اور معاملات وغیرہ کے فیصلے اسی کی روشنی میں ہوا کرتے تھے۔

اسمرتیوں کی تعداد (स्मृतियों की संख्या)

ہندو دھرم کے محققین و ماہرین کے نزدیک اسمرتیوں کی کوئی ایک تعداد متعین نہیں بلکہ

انکی تعداد کے تعلق سے ایک طویل فہرست نظر آتی ہے۔ بودھاین رشی (बोद्यायन ऋषि) نے خودکو چھوڑکر سات کا تذکرہ کیا ہے اور وشسٹھ (वशिष्ठ) نے صرف پانچ کا ذکر کیا ہے۔ منو (मनु) نے اپنے ماسوا ۶ار کا حوالہ دیا ہے تو آپستنب رشی (आपस्तंब ऋषि) نے ۱۰ار نام بیان کئے ہیں۔ اسی طرح یاگیہ ولکیہ (यज्ञ वल्क्य) نے ایک مقام پر ۲۰ اور پیٹھین سی (पैठीनसि) نے ۳۶ار اسمرتیوں کے نام شمار کرائے ہیں۔ ۱۱۲

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسمرتیوں کی کوئی صحیح تعداد مقرر نہیں ہے۔ اسمرتیوں کے تعلق سے پیش کی گئی فہرستوں کا اگر مجموعی حساب لگایا جائے تو ان کی تعداد ۱۰۰ار کے قریب ہو جائے گی۔ ۱۱۳

مختصر یہ کہ اسمرتیاں بے شمار ہیں لیکن ان میں جو مشہور ہیں انکی تفصیل حسب ذیل ہے:

(1) मनुस्मृति (2) अत्रिस्मृति (3) हारीत स्मृति (4) अंगरिस स्मृति (5) यमस्मृति (6) आपस्तम्ब स्मृति (7) संवरत स्मृति (8) पराशर स्मृति (9) व्यास स्मृति (10) शंख स्मृति (11) लिखित स्मृति (12) गौतम स्मृति (13) वशिष्ट स्मृति (14) औशनस स्मृति (15) विष्णु स्मृति (16) याज्ञ वल्क्य स्मृति (17) नारद स्मृति (18) स्मृति संग्रह आदि। 114

مذکورہ بالا اسمرتیوں کے علاوہ غیرہ معروف اسمرتیاں بھی کثیر تعداد میں پائی جاتی ہیں جیسے:

(1) इन्द्रदत्त स्मृति (2) उपकश्यप स्मृति (3) वर्ग स्मृति (4) चन्द्र स्मृति (5) स्कन्द स्मृति (6) पैठीनिस स्मृति (7) सौम स्मृति (8) प्रहलाद स्मृति (9 मारीचि स्मृति (10) विश्वेश्वर स्मृति (11) सत्यवृत स्मृति (12) शाकल स्मृति (13) सुमन्त स्मृति (14) पुलह स्मृति (15) गवेय स्मृति (16) शौनक स्मृति (17) सांख्यामन स्मृति (18) जावाल स्मृति (19) गालव स्मृति (20) कणाव स्मृति (21) षणमुख स्मृति (22)ऋतुपर्ण स्मृति (23) च्यवन स्मृति (24) वैरवानस स्मृति (25) कृतु स्मृति (26) कृष्तश्रंग स्मृति (27) कवस स्मृति (28) शांतनु स्मृति (29) छागल्य स्मृति (30) हिरण्यकेशी स्मृति आदि। 115

اسمرتیوں کے مصنف (स्मृतियों के रचयिता)

ہندو دھرم گرنتھوں سے متعلق لٹریچر میں اسمرتیوں کے مصنفین کی ایک طویل فہرست پائی جاتی ہے۔ظاہر ہے کہ جب اسمرتیوں کی کوئی خاص تعداد متعین نہیں ہے تو اسکے مصنفین کی بھی تعداد طے نہیں کی جاسکتی ۔بہرحال اسمرتیوں کے مصنفین (रचयिता) کی حیثیت سے جو نام ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے چند اس طرح ہیں:

(1) मनु (2) याज्ञवल्क्य (3) बृहस्पति (4) दक्ष (5) गौतम (6) यम (7) अंगिरा (8) योगीश्वर (9 पराशर (10) शंख (11) अत्रि (12) विष्णु (13) आपस्तंब (14) हारीत (15) नारद (16) शौनक (17) बौद्यायन (18) विश्वामित्र (19) पितामह (20) व्यास (21) पलह: (22) मरिचि (23) ऋतु (24) गवेय आदि। 116

ذکر کردہ جملہ اسمرتیوں میں منو اسمرتی (मनुस्मृति) سب سے قدیم اور سب سے زیادہ اہم سمجھی جاتی ہے۔اسکے بعد یا گیہ ولکیہ، پاراشر اور نارد وغیرہ کا مقام ہے۔

اسمرتیوں کا عہد تصنیف (स्मृतिकाल)

جملہ اسمرتیوں کا کوئی ایک سنہ یا ایک عہد تصنیف مقرر نہیں ہے بلکہ مختلف اسمرتیاں مختلف ادوار کی تخلیق ہیں۔منو اسمرتی ۲۰۰ر قبل مسیح تا ۱۰۰ر بعد مسیح، یا گیہ ولکیہ اسمرتی ۱۰۰ر بعد مسیح تا ۳۰۰ر بعد مسیح، نارد اسمرتی ۱۰۰ر بعد مسیح تا ۴۰۰ر بعد مسیح، برہسپتی (ब्रहसपति) اسمرتی ۳۰۰رتا ۵۰۰ر بعد مسیح اور کاتیاین اسمرتی ۴۰۰ر بعد مسیح تا ۶۰۰ر بعد مسیح کی تصنیف کردہ ہے۔۱۱۷مذکورہ اسمرتیوں کے علاوہ باقی تمام ۴۰۰ر بعد مسیح سے ۱۰۰۰ر بعد مسیح کی تخلیق تسلیم کی جاتی ہیں۔۱۱۸

اس طرح اسمرتیوں کا عہد تصنیف تقریباً ۱۲۰۰ر سال کے عرصۂ دراز کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہے۔

سوتر گرنتھ (सूत्र ग्रन्थ)

سوتر: ویدوں کے مذہبی اعمال ورسوم (कर्म काण्ड) کے ان اصول وقوانین کا مجموعہ ہیں جو زبانی یاد رکھنا مشکل تھے اس لئے مذہبی اور سماجی نظام تشکیل دینے والوں نے انکو کتابی صورت میں مرتب کردیا۔ اس طرح وقت کی اہم ضرورت کے پیش نظر نثر (गद्य) میں ایک نیا طرز تحریر جاری کیا گیا جو خشک ضرور تھا مگر یاد کرنے کے لحاظ سے بڑا کارآمد تھا۔ اس میں خوبی یہ تھی کہ الفاظ کا کم سے کم استعمال کیا گیا تھا۔ گویا کہ ویدوں کے تمام اصول وقواعد کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا تھا۔

سوتروں میں یگ ہون اور کس دیوتا کی کیسے پوجا کی جائے؟ یہ تمام اصول واحکام بیان کئے گئے ہیں۔ نیز روز مرہ کی زندگی کے سماجی دستور ورسم ورواج اور مذہبی احکام بڑی تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں۔

سوتر گرنتھوں کی اقسام وتعداد

سوتروں (सूत्र) کی تین اقسام ہیں (۱) شروت سوتر (श्रोत सूत्र) (۲) گرہ سوتر (ग्रह सूत्र) (۳) دھرم سوتر (धर्मसूत्र)۔ یہ تینوں اقسام دراصل کلپ سوتر (कल्पसूत्र) کے حصے ہیں یعنی کلپ سوتر تمام سوتروں کا مجموعہ ہے۔ [119]

شروت سوتر: سے کوئی خاص تاریخی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ اصل میں یہ ویدی ہوی (हवि) قربانیوں ونیاز ونذر اور رسوم (कर्म काण्ड) اور دوسرے مذہبی مسائل سے بحث کرتے ہیں۔ برہمنوں (ब्राह्मण) میں مذہبی رسومات کا جو حصہ ہے ایک طرح سے یہ اس کی کڑیاں ہیں۔ [120]

گرِہ سوتر: گرِہ سوتر غالباً شروت (श्रोत) سوتر کے بعد وجود میں آئے ہیں۔ گرہ سوتروں کا تعلق زیادہ تر خانگی زندگی کے طور طریقوں سے ہے۔ گرہ سوتروں میں خانگی یگوں کی تقسیم (गृहयज्ञ विभाजन)، صبح وشام کی پوجا، اماوسیا (आमवस्या) اور پورن ماسی (पूर्णमासी)

کی پوجا، تیار شدہ طعام کا ہون (हवन)، سالانہ یگ، شادی بیاہ، استقرار حمل سے متعلق رسم (पुंसवन) رسم پیدائش (जात कर्म) تعلیم کے آغاز کی رسم (उपनयन)، نام رکھنے کی رسم (नामकरण) بال منڈانے کی رسم (चूर्ण कर्म) اور دیگر رسوم وسنسکاروں کا بیان اور طالب علم (छात्र) اور استاد کے فرائض اور تعطیلات کے اصول اور شرادھ (श्राद्ध) وغیرہ کے احکام کا تفصیلی ذکر ہے۔ ۱۲۱

دھرم سوتر (धर्म सूत्र) یہ سوتروں کی تیسری قسم ہے۔ دھرم سوتروں میں انسانی اخلاق، حقوق، فرائض اور ذمہ داریوں کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے۔ دھرم سوتروں میں خانگی زندگی سے متعلق اعمال ورسوم کا تذکرہ کہیں کہیں پایا جاتا ہے۔ زیادہ تر اخلاق، قانون اور سماجی وملکی احکامات ورسومات کا بیان ملتا ہے۔ ان میں فوجداری وغیرہ کے قوانین بھی ابتدائی مرحلے میں نظر آتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مذہبی امور کو بھی انکے اندر بڑی جامعیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ۱۲۲

قدیم ہندو تاریخ کے مطابق سوتر گرنتھوں کی بھی کافی بڑی تعداد پائی جاتی ہے جن میں سے بعض کا کتابوں کے علاوہ کہیں وجود نہیں پایا جاتا۔ اور جنکا وجود ہے ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

(1) गौतम धर्मसूत्र (2) वशिष्ठ धर्मसूत्र (3) बौद्यायन धर्मसूत्र (4) आपस्तम्ब धर्मसूत्र (5) हिरण्यकेशी धर्मसूत्र (6) विष्णु धर्मसूत्र (7) हारीत धर्मसूत्र (8) शंख लिखित धर्मसूत्र (9) मानव धर्मसूत्र (10) कौटिल्य का अर्थशास्त्र (11) गोभिल ग्रहसूत्र आदि।123

مذکورہ بالا سوتر گرنتھوں کے علاوہ کچھ ایسے بھی دھرم سوتر ہیں جو یا تو قلمی شکل میں ہیں یا صرف دھرم شاستروں (धर्मशास्त्र) سے متعلق کتب میں بکھرے ہوئے ہیں جیسے اتری (अत्रि) وغیرہ۔ ۱۲۴

سوتر گرنتھوں کے مصنفین (सूत्र रचयिता)

سوتر گرنتھوں کے مصنفین ومؤلفین کی حیثیت سے جن رشیوں (ऋषि) کے نام کتابوں

میں ملتے ہیں ان میں سرِ فہرست گوتم رشی ہیں۔ انکے بعد بودھاین (बोधायन) کا نام آتا ہے۔ پھر بالترتیب آپستنب (आपस्तम्ब)، وششٹھ (वशिष्ठ) وشنو (विष्णु)، ھاریت (हारित)، شنکھ لکھت (शंख लिखित) اور گوبھل (गौभिल) وغیرہ ہیں۔ ۱۲۵؎

سوتر گرنتھوں کا عہد تصنیف (सूत्र रचनाकाल)

سوتر گرنتھوں کی تصنیف وتالیف کسی ایک عہد یا ایک وقت میں نہیں ہوئی بلکہ انکی تصنیف کا زمانہ سیکڑوں سال پر مشتمل ہے۔ مشہور ہندوستانی مؤرخ رماشنکر تر پاٹھی لکھتے ہیں:

''خیال کیا جاتا ہے کہ سوتروں کا عہد چھٹی یا ساتویں صدی قبل مسیح سے لیکر دوسری صدی قبل مسیح تک پھیلا ہوا ہے۔ آخر الذکر کے متعلق کوئی کچھ بھی کہے قدیم ترین سوتر، بہر حال اس وقت کی تصنیف ہیں جب بدھ مت وجود میں آچکا تھا۔ ۱۲۶؎

اور ڈاکٹر پانڈو رام وامن کانٹرے (डॉ. पाण्डुराम वामन काण्डे) کی تحقیق کہتی ہے کہ: ''گوتم، آپستنب، بودھاین، وششٹھ کے دھرم سوتر اور پارسکر (पारस्कर) اور بعض دیگر لوگوں کے گرھ سوتر (ग्रह सूत्र) ۶۰۰/تا ۳۰۰/قبل مسیح کی تخلیق ہیں۔ ۱۲۷؎

رامائن (रामायण)

سنسکرت ادب (संस्कृत साहित्य) میں رامائن ہندوئں کی وہ عظیم رزمیہ منظوم کتاب ہے کہ جس کی تصنیف مشہور رشی بالمیک (बालमीकि) نے کی تھی۔ رامائن میں چونکہ قدیم ہندو تہذیب وتمدن (सभ्यता) کی جھلک موجود ہے اس لیے اسکو ایک خاص مذہبی تقدس حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور حاضر کا ہندو وید، اپنشد جیسے بنیادی گرنتھوں کو چھوڑ کر رامائن کی حکایات و تعلیمات کو ہی اپنا دھرم سمجھ بیٹھا ہے۔ عصرِ حاضر میں اگر چہ بہت سی اقسام کی رامائنیں مختلف ناموں سے ملتی ہیں اور سب کے مابین زمین آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ لیکن جب رامائن کا نام لیا جاتا ہے تو اس سے مراد بالمیک رامائن ہی ہوتی ہے۔ یعنی جو مقام ومرتبہ بالمیک رامائن کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔

مختصر یہ کہ سنسکرت کی رزمیہ شاعری یا مثنوی کا شاہکار رامائن کو ہندو قوم میں مذہبی، ادبی اور تاریخی حیثیت سے نمایاں مقام حاصل ہے۔ رامائن چونکہ حکایتی و مثالی نظم کی سنسکرت میں پہلی مثال ہے جس کو اشلوک کی بحر میں شاعری کے اصول کے مطابق تصنیف کیا گیا ہے۔ اس لیے اسکو آدی کاویہ (आदि काव्य) یعنی قدیم ترین شعری مجموعہ بھی کہا گیا ہے۔ ۱۲۸ اور اپنی اسی خوبی کی بدولت یہ دنیا کی مشہور ترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے اور ہندو قوم کو اس پر بڑا ناز و فخر ہے۔ رامائن میں خود کہا گیا ہے کہ:

"न ते वागनृता काव्ये काचिदत्र भविष्यति।" 129

(برہما (ब्रह्मा) نے بالمیک سے کہا تمہارے کاویہ (काव्य) شعری مجموعے میں کچھ بھی جھوٹا نہیں ہوگا۔)

"आदि काव्यमिंद त्वार्षं पुरा बालमीकिना कृतम्।"130

(یہ وہ آدی (قدیم) کاویہ ہے جسکو پہلے بالمیک نے نظم کیا۔)

رامائن کا موضوع (रामायण विषय)

وہ رام کہ جن کو عام ہندو آسمانی شخصیت سمجھتے ہیں، جن کا وجود کسی غیر معلوم دور میں پایا جاتا تھا، جنکو راجہ دشرتھ کا فرزند اور سیتا کا شوہر تسلیم کیا جاتا ہے اور جنکا جنم استھان ایودھیا بتایا جاتا ہے رامائن میں انہیں رام اور انکے والد والدہ، بھائی، بیوی وغیرہ اور انکے عجیب وغریب کارناموں کا بیان ہے۔ رامائن میں رام چندر کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بہت اچھوتے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ نیز اس دور کے ہندوستان کی مذہبی، سماجی، سیاسی، خانگی صورت حال پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

تخت نشینی (राजसिंहासन) کے عام دستور کے مطابق رام اپنے والد راجہ دشرتھ کے بڑے فرزند ہونے کی حیثیت سے ولی عہد (उत्तराधिकारी) ہونے کے حقدار تھے لیکن ان کی سوتیلی ماں رانی کیکئی (कैकई) اپنے بیٹے بھرت (भरत) کو جانشیں بنانا چاہتی تھیں لہٰذا انہوں نے سازش کر کے رام اور انکی اہلیہ سیتا کو جلاوطن (बनवासन) کرا دیا۔ اس جلاوطنی میں رام کے

چھوٹے بھائی لچھمن (लक्ष्मण) بھی ساتھ تھے۔ رام چودہ سالہ بنواس کے دوران مختلف مقامات پر رہے اسی کٹھن دور میں لنکا کے راجہ راون (रावण) نے رام لچھمن کی غیر موجودگی میں سیتا جی کو اغوا کرلیا اور لنکا لے گیا۔ رام سیتا کے حصول کے لیے اپنی فوج کے ساتھ ہنومان کی سپہ سالاری میں لنکا پہونچے، خطرناک جنگ کے بعد راون قتل ہوا لنکا میں آگ لگ گئی اور رام سیتا کے ساتھ ہندوستان کامیاب و کامران واپس ہوئے۔ اسی جنگی داستان اور اس کے ضمن میں بہت سی تعلیمات، ہدایات، حالات اور واقعات کو بالمیک رشی نے بڑے شاعرانہ کمالات کے ساتھ ایک ضخیم منظوم کتابی صورت میں پیش کیا ہے۔ ۱۳۱

رامائن کے مصنفین (रामायण रचयिता)

عام طور پر یہی مشہور ہے کہ رامائن بالمیک کی تخلیق ہے اور اسکی اہم وجہ یہ ہے کہ رامائن میں بالمیک نے خود چند مقام پر اس کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"कृत्स्नं रामायणं काव्यमीदृशै: करवाण्यहमा"132

(بالمیک نے کہا میں مکمل رامائن کا و یہ (काव्य) کی تصنیف کروں گا۔)

لیکن دور حاضر کے محققین کی رائے ہے کہ رامائن کسی ایک شخص کی تصنیف نہیں ہے۔ انکی تحقیق کے مطابق دوسرے حصوں میں معمولی اضافوں سے قطع نظر پہلی اور ساتویں فصلیں یقینی طور پر بعد میں بڑھائی گئی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ ان میں ایسے بیانات آگئے ہیں جو بعد کی فصلوں کے بیانات سے متضاد ہیں۔ ۱۳۳

یہی بات پروفیسر گرنتھ پرنسپل بنارس کالج نے کہی ہے کہ:

''موجودہ رامائن میں سات کانڈ ہیں حالانکہ اس کے دیباچے (भूमिका) میں صاف لکھا ہے کہ اس کے چھ کانڈ ہیں یعنی ساتواں کانڈ بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔ نیز رامائن کے مختلف نسخے ہیں اور ان کے اشلوکوں میں بھی اختلاف ہے۔ ۱۳۴

مذکورہ بالا نظریئے کی تصدیق پنڈت جواہر لال نہرو کے اس اقتباس سے بھی ہوتی ہے:

''یہ کتابیں (رامائن، مہابھارت) سینکڑوں سال کے عرصے میں جا کر وجود میں آئیں

اور اسکے بعد بھی ان میں اضافے ہوتے رہے۔ ۱۳۵

رامائن کے اشلوک کی تعداد (रामायण श्लोक संख्या)

ہندو دھرم گرنتھوں اور انکی تاریخ پر جن ماہرین کا کافی وسیع مطالعہ ہے انکے مطابق رامائن میں سات ۷ / کانڈ (काण्ड) اور چوبیس ہزار اشلوک ہیں۔ اسی وجہ سے اسکو "चतुर्वि शान्ति साहत्री संहिता" بھی کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ رامائن میں دراصل ۶ / کانڈ ہیں جیسا کہ اسکے دیباچے (भूमिका) میں کہا گیا ہے اور ساتواں کانڈ بعد میں اضافہ ہوا ہے۔ ۱۳۶

رامائن کے مذکورہ بالا کانڈوں کے اسماء اس طرح ہیں:

(۱) بال کانڈ (۲) اُتّر کانڈ (۳) سُندر کانڈ (۴) اَرَنّے (अरण्य) کانڈ (۵) یُدھ (युद्ध) کانڈ (۶) ایودھیا کانڈ (۷) کِشکِندھا (किष्किन्धा) کانڈ۔

رامائن کا عہد تصنیف (रामायणकाल)

دیگر ہندو دھرم گرنتھوں کی طرح رامائن کا بھی کوئی خاص وقت متعین نہیں ہے۔ ڈاکٹر ہنٹر کی تحقیق ہے کہ رامائن ایک ہزار (۱۰۰۰) قبل مسیح یا اس سے بعد کی تصنیف ہے۔ ۱۳۷ مسٹر گووند داس اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ اسکی تصنیف کا زمانہ قریب تیسری صدی قبل مسیح کا ہے۔ ڈاکٹر میکڈانل نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اصل رامائن ۵۰۰ / قبل مسیح سے بھی پہلے تصنیف ہوئی اور اس میں مزید اضافہ دوسری صدی قبل مسیح یا اس سے بعد تک نہیں ہو سکا۔ ۱۳۸

مختلف اقوال پر غور و فکر کے بعد دور حاضر کے محققین اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ رامائن کی تصنیف کسی ایک عہد میں نہیں ہوئی بلکہ یہ کافی عرصۂ دراز میں جا کر پایۂ تکمیل کو پہونچی ہے۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی تصنیف چوتھی صدی قبل مسیح شروع ہوئی اور تکمیل دوسری صدی عیسوی کے قریب ہوئی۔ اس طرح اس کی تکمیل میں سیکڑوں سال کا عرصہ لگا۔

مہابھارت (महाभारत)

رامائن کے مثل مہابھارت بھی سنسکرت ادب میں ہندوؤں کی رزمیہ شاعری یا سنسکرت میں مثنوی کی شاہکار کتاب ہے۔اس کا زبان و بیان ویدوں کے عہد کے زبان و بیان سے جدا ہے اور یہ اپنے دور کے ہندوستان کی سماجی، مذہبی، سیاسی، خانگی اور ملکی حالات کی بخوبی عکاسی کرتی ہے۔ بلکہ مہابھارت کا تو یہاں تک دعویٰ ہے کہ کوئی شی ایسی نہیں کہ جسکا تذکرہ میرے اندر نہ ہو اور اگر کوئی چیز ایسی ہے کہ جو یہاں نہ ہو تو وہ چیز کہیں حاصل نہ ہوگی۔ چنانچہ مہابھارت میں کہا گیا ہے:

धर्मे चार्थे च कामे च मोक्षे च भरतर्ष भं।

यदिहास्ति तवन्यत्र यत्रे हास्ति न तत्क्वचित्।। 139

(دھرم، مال، خواہش، مقصد اور نجات کے بارے میں جو اس میں ہے وہی دوسری جگہ ملے گا۔اور اس میں جو نہیں ملے گا وہ کہیں نہیں ملے گا۔)

مختصر یہ کہ مہابھارت کو نہ صرف یہ کہ ہندوؤں کے یہاں غیر معمولی تقدس حاصل ہے بلکہ دنیائے ادب و تاریخ اور مذہب میں بھی اس کا ایک ممتاز مقام ہے۔اسی اہمیت کی وجہ سے اسکو پانچواں وید (पंचमवेद) بھی کہا جاتا ہے۔

مہابھارت کا موضوع (महाभारत विषय)

مہابھارت میں دھرت راشٹر (धृतराष्ट्र) کے سو (۱۰۰) بیٹوں کوروں (कौरव) اور پانڈوؤں (पाण्डव) کے پانچ بیٹوں کے درمیان جنگ عظیم کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔کورو اور پانڈو کی یہ جنگ دراصل ان کی طویل عرصے کی رقابت کا نتیجہ تھی۔ ۱۴۰ جو ہستناپور (हस्तनापुर) کی ریاست وحکومت کی حصولیابی کے لیے جنگی صورت میں ظاہر ہوئی۔

مہابھارت میں مرکزی طور پر کورو اور پانڈو کے درمیان تخت نشینی کو لے کر ۱۸ دن تک چلی جنگ عظیم کے واقعات کو شعری صورت میں نظم کیا گیا ہے لیکن اس کے ضمن میں بیچ بیچ غیر متعلق

روایات، حکایات، مذہبی، سماجی، سیاسی وملکی احکام وہدایات اور دیگر بہت سی معلومات کا بھی تذکرہ آگیا ہے۔اس وجہ سے اس کو قدیم ہندوستان سے متعلق معلومات کا ایک عظیم ذخیرہ کہا جاسکتا ہے۔

ہندو مذہب وتاریخ کے مشہور محقق بیرونی لکھتے ہیں:

مہابھارت میں بادشاہ کی قیام گاہ، پانڈوؤں کی جلاوطنی، جنگی تیاری، مردے کو چھونے سے لگنے والی نجاست سے پاک ہونے کا طریقہ، عورتوں کا رونا پیٹنا، دلوں کی کدورت کا خاتمہ، بادشاہوں کا دھرم یا ثواب، صدقات کا ثواب، ضرورت مند اور مصیبت زدہ لوگوں کا ثواب، نجات یافتہ کا ثواب، گھوڑے کی قربانی، واسودیو (वासुदेव) کے یادوؤں کی باہمی خانہ جنگی، ترک وطن، جنت کی طرف مراجعت ہے۔[۱۴۱] اور جنگ میں مارے گئے بے شمار لوگوں کا قتل، فوجی قوانین، ذات پات کا نظام، شودروں وغلاموں کے حقوق، عورت کی حیثیت، رسم ستی، گوشت خوری اور ایک عورت کے چند خاوند یا ایک مرد کے چند بیویاں، وغیرہ کا تذکرہ ہے۔[۱۴۲]

مہابھارت کی جنگ ایسی مشہور جنگ ہے کہ مہابھارت کا نام لیتے ہی جنگ کا معنیٰ ومفہوم ذہن میں آتا ہے اور عرف عام میں اس کو جنگ وجدال جیسے الفاظ کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔

مہابھارت کے اشلوک وغیرہ کی تعداد

مہابھارت ۱۸؍حصوں پر مشتمل ہے۔ ہر حصے کو پرو (पर्व) کہا جاتا ہے۔ ۱۸؍ پروؤں میں اشلوک کی کل تعداد ایک لاکھ ہے۔[۱۴۳] اسی وجہ سے اسکو "शतसाहस्त्रसंहिता" یعنی ایک لاکھ اشلوکوں کا مجموعہ کہا جاتا ہے۔

مہابھارت کے اشلوکوں کی تعداد سے متعلق بعض روایتوں میں ساٹھ لاکھ اشعار اور دو لاکھ پندرہ ہزار کی روایات بھی ملتی ہیں[۱۴۴] لیکن مشہور قول وہی ہے جو ہم ماقبل ذکر کر چکے ہیں۔

مہابھارت کے مصنفین (महाभारत के रचयिता)

مشہور روایت کے مطابق مہابھارت جیسے عظیم شعری مجموعہ (महाकाव्य) کا تخلیق کار ''ڈوے پاین ویاس'' (द्वेपायन व्यास) کو تسلیم کیا جاتا ہے۔[۱۴۵] کہا جاتا ہے کہ ویاس جی

نے مہابھارت کی جنگ عظیم کے حالات بچشم خود دیکھ کر قلمبند کئے تھے۔۱۴۶

حالانکہ مشہور یہی ہے کہ مہا بھارت ویدویاس کی تصنیف ہے لیکن اسکی زبان و بیان میں عدم یکسانیت کی بنا پر کچھ محققین کہتے ہیں کہ یہ کسی ایک ذہن یا کسی ایک دور کی تصنیف نہیں ہے۔اسکی موجودہ شکل مختلف اوقات میں اضافوں کا ثمرہ ہے۔۱۴۷

مہابھارت کا عہد تصنیف (रचनाकाल)

ہندو دھرم و تاریخ کے محققین کا ماننا ہے کہ مہا بھارت اور رامائن آریائی و برہمنی مت کی عکاسی کرتی ہیں اس لیے ۵۰۰ ر قبل مسیح سے لیکر ۴۰۰ عیسوی تک کے عہد کو مہا بھارت کا زمانہ کہا جا سکتا ہے۔۱۴۸ وقت کے ساتھ ساتھ چونکہ اس میں مستقل اضافے ہوتے رہے نیز قدیم ہندوستان میں بیشتر رائج قصص و روایات کو اس میں جگہ دی جاتی رہی اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ صدیوں کے اضافے اور تبدیلی کے بعد مہا بھارت اپنی موجودہ شکل میں تقریباً پانچویں صدی عیسوی میں مکمل ہوگئی تھی۔۱۴۹

مختصر یہ کہ رامائن کی طرح مہا بھارت بھی کسی ایک عہد کی تصنیف نہیں بلکہ سینکڑوں سالوں میں جا کر اپنی موجودہ صورت حال کو پہونچی ہے۔

شری مد بھاگوت گیتا (श्रीमद भागवत गीता)

وہ عظیم شعری مجموعہ (महाकाव्य) مہا بھارت کہ جس کو ہندوستانی تاریخ میں پانچویں وید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اسکی چھٹی کتاب کے اٹھارہ ابواب یعنی ۲۳ ویں باب سے لیکر ۴۰ ویں باب تک کا خاص حصہ بھگوت گیتا کہلاتا ہے۔ویدوں کے بعد ہندؤوں میں جو مقبولیت و اہمیت گیتا کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے دھرم گرنتھ کو نہیں۔ گیتا کی بڑی بڑی تفسیریں و شروحات لکھی گئیں لیکن جتنے اختلافات گیتا کے معانی و مطالب کے تعلق سے سامنے آئے ہیں، شاید ہی دنیا میں کسی تحریر یا تقریر کے سلسلے میں در پیش آئے ہوں۔ گیتا کے مشہور شارحین جیسے ”شنکر آچاریہ، رامانج، مادھواور گووندرائے وغیرہ میں سے ہر ایک کے پیروکاروں کی ایک جماعت ہے

اور ہر جماعت دوسری جماعت پر غلط ترجمانی کا الزام لگاتی ہے۔ ۱۵۰

مختصر یہ کہ مہابھارت کا وہ حصہ جو کرشن کے مشہور و معروف وعظ و نصیحت، تعلیم روحانیت اور اُخروی نجات جیسے مضامین پر مشتمل ہے بھگوت گیتا کے نام سے مشہور ہے جو عملی اعتبار سے ویدوں سے کسی درجہ کم حیثیت نہیں رکھتی ہے۔ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ دور حاضر میں ہندؤوں کے یہاں سب سے زیادہ تقدس و شہرت اسی گرنتھ کو حاصل ہے۔

گیتا کی تعلیم و موضوع

شری مد بھاگوت گیتا کی تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ فلسفیانہ دوسرا حصہ مذہبی۔ فلسفیانہ حصے میں خدا، روح، جسم، حیات، روحانیت اور عقیدت و محبت کی حقیقت وغیرہ کا بیان ہے اور مذہبی حصے میں کرم یوگ (कर्मयोग) نتیجۂ عمل، بھکتی (بندگی) اور نفس کشی (अभ्यासयोग) وغیرہ کی تعلیم دی گئی ہے۔

گیتا میں خاص طور سے ان نصائح و مواعظ کو شعری صورت میں نظم کیا گیا ہے۔ جو شری کرشن (कृष्ण) نے کورووں اور پانڈووں کی فوج کے سردار ارجن (अर्जुन) کو سمجھائے تھے تاکہ جنگ کی عبرتناک قتل و خونریزی سے اس کا حوصلہ پست نہ ہو۔ انہیں ہمت افزا نصائح و ہدایات کے درمیان شری کرشن نے خدا، روح، جسم، حواس خمسہ، دل و دماغ، فیصلے کی قوت، مظاہر قدرت، عمل، بندگی، نفس کشی اور نجات و ترک دنیا جیسے موضوعات کو بھی بڑے فلسفیانہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔

گیتا کے مصنف (गीता के रचयिता)

گیتا چونکہ مہابھارت کا ہی ایک خاص حصہ ہے اور مہابھارت کے مصنف اکثر مشہور روایتوں کے مطابق وید ویاس (वेद व्यास) تسلیم کیئے جاتے ہیں لہٰذا کروچھیتر (कुरुक्षेत्र) میں مہابھارت کی جنگ عظیم سے قبل شری کرشن اور ارجن (अर्जुन) کا جو مکالمہ ہوا اسکو کتابی صورت میں ترتیب دینے والے بھی وید ویاس ہی مانے جائیں گے۔

گیتا کے تعلق سے بعض ہندو ماہرین کا یہ بھی خیال ہے کہ گیتا کوئی مستقل کتاب نہیں ہے بلکہ اس میں بہت کچھ اپنشدوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ ۱۵۱ نیز بھگوت گیتا کا جو کلام کرشن جی سے منسوب ہے اس میں بہت کچھ تحریف کر دی گئی ہے۔ ۱۵۲ اور یہ بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ کرشن نے یہ نصائح نثر (गद्य) میں کہے تھے یا نظم (पद्य) میں۔ ۱۵۳

گیتا کے اشلوک (गीता के श्लोक)

گیتا مہا بھارت کی چھٹی کتاب کے اٹھارہ ابواب (अध्याय) یعنی ۲۳ رویں باب سے چالیسویں باب تک کا مخصوص حصہ کہلاتی ہے۔ ۱۵۴ جس میں کل سات سو (700) اشلوک ہیں۔ جن میں ۶۲۰ ر اشلوک مہا بھارت کے مطابق شری کرشن کے بیان کردہ کہے جاتے ہیں۔ چنانچہ مہا بھارت میں ہے کہ:

"षट् शतानि सविशान्ति श्लोकनां प्राह केश्व"

یعنی ۶۲۰ ر اشلوک شری کرشن نے کہے۔ ۱۵۵

گیتا کا زمانۂ تصنیف (गीता का रचना काल)

ہندو ماہرین کے نزدیک یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گیتا کس عہد کی تصنیف ہے۔ ہاں یہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ گیتا مہا بھارت سے قبل کی تخلیق ہے اس لیے کہ نصائح و مواعظ اور ہدایات کی صورت میں گیتا کے جو بھی اشلوک ہیں وہ اس وقت کہے گئے تھے جبکہ مہا بھارت کی جنگ عظیم شروع نہیں ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں بعض محققین کا قرین قیاس ہے کہ درحقیقت بھگوت گتیا دوسری صدی قبل مسیح تک ہندوستان میں ترقی پذیر فلسفیانہ اور مذہبی افکار کا نچوڑ کہی جا سکتی ہے۔ ۱۵۶

گیتا چونکہ مہا بھارت کا ہی ایک حصہ ہے اور بعض مورخین نے مہا بھارت کا عہد تصنیف ۵۰۰ ر قبل مسیح تا ۴۰۰ عیسوی مانا ہے لہٰذا اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ گیتا مہا بھارت کے اوائل ۵۰۰ ر قبل مسیح کی تخلیق ہے۔

☆☆☆

حوالہ جات

(۱) धर्म क्या कहता है? पृ. 10

(۲) धर्म क्या कहता है? पृ. 10

(۳) वैदिक साहित्य-पृष्ठ-6,

(۴) संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ. 975

(۵) वेद और कुरआन पृ.15

(۶) स्वामी विवेकानन्द व्याख्यान-हिन्दू धर्म 19 सितम्बर 1893 ई.-शिकागो

(۷) धर्म क्या कहता है? पृ. 14

(۸) यजुर्वेद अ.31म.7

(۹) श्वेताश्वतर उपनिषद 6.18

(۱۰) मनुस्मृति अध्याय 1 श्लो. 23

(۱۱) ऋग्वेद मं. 1 सू. 45 म. 3

(۱۲) सत्यार्थ प्रकाश सप्तम व अष्ठतम समुल्लास

(۱۳) संस्कृति के चार अध्याय पृ.-30

(۱۴) رگوید اور اپنشد کی روشنی، صفحہ ۱۹

(۱۵) संस्कृति के चार अध्याय पृ.-30

(۱۶) वैदिक साहित्य पृ.-4

(۱۷) संस्कृति के चार अध्याय पृ. 30

(۱۸) قدیم ہندوستان کی تاریخ، صفحہ ۱۶۵
(۱۹) ہندو مذہب، صفحہ ۳۶
(۲۰) प्राचीन भारत का इतिहास पृ. 7 ता 43 (प्रारंभ से 12वीं शताब्दी तक)
(۲۱) संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ. 975
(۲۲) संस्कृत हिन्दी शब्द कोष खपृ. 223
(۲۳) वैदिक साहित्य पृ. 6
(۲۴) वैदिक साहित्य पृ. 18
(۲۵) सस्कृत हिन्दी शब्दकोष पृ. 823-824
(۲۶) संस्कृत हिन्दी शब्दकोष पृ. -1098
(۲۷) वैदिक साहित्य पृ. 24-25
(۲۸) संस्कृत हिन्दी शब्दकोष पृ. -21
(۲۹) संस्कृत हिन्दी शब्दकोष पृ. -22
(۳۰) संस्कृत वाडम्य का वृत इतिहास पृ.-331-334
(۳۱) वैदिक साहित्य पृ. 32
(۳۲) قدیم ہندوستان کی تاریخ، صفحہ ۵۴
(۳۳) قدیم ہندوستان کی تاریخ، صفحہ ۵۶
(۳۴) البیرونی کا ہندوستان، صفحہ ۲۳
(۳۵) वैदिक साहित्य पृ. 5
(۳۶) رگ وید اور اُپنشد کی روشنی، صفحہ ۴۲
(۳۷) رگ وید اور اُپنشد کی روشنی، صفحہ ۵۲
(۳۸) वैदिक साहित्य पृ. 17
(۳۹) वैदिक साहित्य तीसरा अध्याय सामवेद, पृ.-24-25-29
(۴۰) البیرونی کا ہندوستان، صفحہ ۲۳

(۴۱) वैदिक साहित्य चौथा अध्याय अथर्ववेद पृ. 32, 33, 34, 35

(۴۲) کچھ ہندو مت کے بارے میں، صفحہ ۱۳

(۴۳) वैदिक साहित्य , पहला अध्याय ऋग्वेद पृ. 6-7

(۴۴) वैदिक साहित्य पृ. 12

(۴۵) प्राचीन भारत का राजनैतिक इतिहास पृ.39, वैदिक साहित्य पृ. 17

(۴۶) संस्कृत वाडम्य का व्रत इतिहास पृ. 212

(۴۷) वैदिक साहित्य दूसरा अध्याय यजुर्वेद, पृ. 18

(۴۸) सम्पादकीय शुक्ल यजुर्वेद पृ. 10

(۴۹) वैदिक साहित्य पृ.-18

(۵۰) वैदिक साहित्य , तीसरा अध्याय सामवेद पृ.-27

(۵۱) तारीख़ हिन्दी फ़लसफा भाग-1 पृ.-17

(۵۲) वैदिक साहित्य , तीसरा अध्याय सामवेद पृ.-25

(۵۳) वैदिक साहित्य , तीसरा अध्याय सामवेद पृ.-26

(۵۴) वैदिक साहित्य पृ.-31

(۵۵) वैदिक साहित्य पृ.-32

(۵۶) वैदिक साहित्य पृ.-32

(۵۷) धर्म क्या कहता है पृ. 38

(۵۸) संस्कृति के चार अध्याय पृ. 82

(۵۹) वैदिक साहित्य , पाँचवा अध्याय ब्राह्मण साहित्य पृ.-36

(۶۰) वैदिक साहित्य पृ.-36-37

(۶۱) प्राचीन भारत का राजनैतिक इतिहास पृ.-40

(۶۲) वैदिक साहित्य पृ.-37

(۶۳) संस्कृत वाडम्य का वृत इतिहास पृ.-395

(۶۴) वैदिक साहित्य पृ.-37

(۶۵) वैदिक साहित्य पृ.-37

(۶۶) संस्कृत वाडम्य का वृत इतिहास पृ.-395

(۶۷) वैदिक साहित्य पृ.-37-38

(۶۸) संस्कृत वाडम्य का वृत इतिहास पृ.-395

(۶۹) वैदिक साहित्य पृ.-37-38

(۷۰) वैदिक साहित्य पृ.-37-39

(۷۱) तारीख़ हिन्दी फ़लसफा भाग-1 पृ.-18

(۷۲) संस्कृति के चार अध्याय पृ.-83

(۷۳) वैदिक साहित्य, छटा अध्याय आरण्यक और उपनिषद पृ.-42

(۷۴) धर्म क्या कहता है पृ.-40

(۷۵) वेदान्त परिचय चित्र वेदांग, आर्ष-शोध संस्थान,

(۷۶) गीता और कुरआन पृ. 100

(۷۷) वैदिक चिन्तन के कतिपय आयाम पृ. 38

(۷۸) آئینہ حقیقت، صفحہ 11 , तारीख़ हिन्दी फ़लसफा पृ. 56

(۷۹) सस्कृत हिन्दी शब्दकोष पृ. 206

(۸۰) संस्कृत वाडम्य का व्रत इतिहास पृ.-460

(۸۱) संस्कृत वाडम्य का व्रत इतिहास पृ.-460

(۸۲) प्राचीन भारत का इतिहास पृ.-63

(۸۳) رگ وید اور اپنشد کی روشنی، صفحہ ۹۹-۸۳-۷۵

(۸۴) مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، صفحہ ۱۱۷-۱۱۶

(۸۵) सस्कृत हिन्दी शब्दकोष पृ. 206, संस्कृत के चार अध्याय पृ.-84

(۸۶) رگوید اور اُپنشد کی روشنی، صفحہ ۷۹

(۸۷) संस्कृत वाडम्य का व्रत इतिहास पृ.-459
(۸۸) संस्कृत वाडम्य का व्रत इतिहास पृ. 460
(۸۹) वैदिक चिन्तन के कतिपय आयाम पृ.-38
(۹۰) पैग़म्बरे इस्लाम वेद, पुराण, उपनिषद में पृ.-209
(۹۱) संस्कृत के चार अध्याय पृ.-84
(۹۲) जेम क्पेबवअमतल वा प्दकपं ऋ66
(۹۳) رگویداوراپنشدکی روشنی صفحہ ۹۷
(۹۴) संस्कृति के चार अध्याय पृ.-85
(۹۵) प्राचीन भारत का इतिहास पृ.-56-63
(۹۶) संस्कृत हिन्दी शब्दकोष पृ. 623-624
(۹۷) संस्कृत हिन्दी शब्दकोष पृ. 624
(۹۸) प्राचीन भारत का इतिहास पृ.-9
(۹۹) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.48,49 ,सत्यार्थ प्रकाश ग्यारहवां समुल्लास
(۱۰۰) प्राचीन भारत का इतिहास पृ.-9
(۱۰۱) مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، صفحہ ۱۲۰
(۱۰۲) مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں صفحہ ۱۲۰
(۱۰۳) प्राचीन भारत का इतिहास पृ.-9
(۱۰۴) कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ.10
(۱۰۵) कल्कि अवतार और मुहम्मद पृ.10
(۱۰۶) प्राचीन भारत का इतिहास पृ.10
(۱۰۷) प्राचीन भारत का इतिहास पृ.-9,संस्कृत हिन्दी शब्दकोष पृ. 624
(۱۰۸) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.40
(۱۰۹) मनुस्मृति अध्याय 4 श्लो. 155

(۱۱۰) मनुस्मृति अध्याय 2 श्लो. 10

(۱۱۱) دنیا کے بڑے مذہب، ص ۵۴، ۵۵

(۱۱۲) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.41

(۱۱۳) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.41

(۱۱۴) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.42 ता 66, हिन्दू शास्त्रों का कानून पृ.48

(۱۱۵) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.41 ता 65, हिन्दू शास्त्रों का कानून पृ.49

(۱۱۶) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.41

(۱۱۷) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.14، قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۱۰۰

(۱۱۸) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.41

(۱۱۹) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.9

(۱۲۰) قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۸۴

(۱۲۱) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.10، قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۸۴

(۱۲۲) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.10، قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۸۵

(۱۲۳) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.9 से 36 तक

(۱۲۴) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ. 35

(۱۲۵) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.9 ता 34، قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۸۵

(۱۲۶) قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۸۲/ ۸۳

(۱۲۷) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ.14

(۱۲۸) قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۸۹

(۱۲۹) बालमीकि रामायण,बाल काण्ड,2-35

(۱۳۰) बालमीकि रामायण,उत्तर काण्ड,111-3

(۱۳۱) बालमीकि रामायण,बाल काण्ड,2-41

(۱۳۲) قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۹۰

(۱۳۳) سچا دین، ص ۷۲

(۱۳۴) مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، صفحہ ۱۲۳

(۱۳۵) مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، صفحہ ۱۲۳

(۱۳۶) قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۸۹/ ۹۰

(۱۳۷) مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، صفحہ ۱۲۳

(۱۳۸) قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۹۰

(۱۳۹) कितने अप्रासंगिक हैं धर्म ग्रन्थ पृ. 284

(۱۴۰) قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۹۳

(۱۴۱) البیرونی کا ہندوستان، صفحہ ۶۸/ ۶۹

(۱۴۲) قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۹۷ تا ۹۹

(۱۴۳) البیرونی کا ہندوستان، صفحہ ۶۸

(۱۴۴) مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، صفحہ ۱۲۸

(۱۴۵) قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۹۲، البیرونی کا ہندوستان، صفحہ ۷۰

(۱۴۶) مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، صفحہ ۱۲۸

(۱۴۷) قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۹۲

(۱۴۸) قدیم ہندوستان کی تاریخ، ص ۹۲

(۱۴۹) دنیا کے بڑے مذہب، ص ۳۲

(۱۵۰) کچھ ہندومت کے بارے میں، ص ۸۴

(۱۵۱) مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، صفحہ ۱۳۱

(۱۵۲) ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ، ص ۷۰

(۱۵۳) سچا دین، ص ۶۹

(۱۵۴) دنیا کے بڑے مذہب، ص ۳۵

(۱۵۵) कितने अप्रासंगिक हैं धर्म ग्रन्थ पृ. 301

(۱۵۶) دنیا کے بڑے مذہب، ص ۳۵

طریقۂ عبادت
و
پوجا

دین اسلام اور ہندو دھرم کا طریقۂ عبادت

عبادت کا لفظی معنی ہے بندگی، پوجا، پرستش کرنا۔[۱] اور اصطلاح میں عبادت وہ طاعت ہے جو انتہائی خشوع وخضوع اور عاجزی کے ساتھ ہو۔ یعنی انتہائی خضوع وعاجزی کے ساتھ کسی کی پوجا و بندگی کرنے کا نام عبادت ہے۔[۲]

دنیا کے ہر مذہب میں مختلف انداز اور مختلف صورتوں میں عبادت کا تصور پایا جاتا ہے۔ عبادت کا یہ تصور کسی مذہب میں فرض وواجب کی اہمیت رکھتا ہے تو کہیں صرف ایک رسم کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ ہمیں اپنے مقالہ میں چوں کہ اسلام اور ہندو دھرم کے طریقۂ عبادت کے تصور کو واضح کرنا ہے اس لئے ذیل میں انہیں دونوں مذاہب کی عبادات کا طریقہ مختصراً ذکر کیا جارہا ہے۔

اسلام اور ہندو مذہب میں جو عبادات پائی جاتی ہیں بنیادی طور پر ان کی تین قسمیں ہیں (۱) جسمانی عبادت (۲) مالی عبادت (۳) جسمانی ومالی عبادت۔ مذکورہ تینوں اقسام کے تحت دونوں مذاہب میں مختلف انداز کی عبادات موجود ہیں مثلاً اسلام میں نماز، روزہ، جہاد وغیرہ جسمانی عبادات ہیں تو ہندو دھرم میں صبح وشام کی پوجا (प्रातः कालीन और सायंकालीन संध्या) برت واُپواس (व्रत व उपवास) اور دھرم یدھ (धर्म युद्ध) وغیرہ جسمانی عبادات ہیں۔ زکوٰۃ، صدقہ وخیرات اور قربانی اسلام کی مالی عبادات ہیں تو دان (दान) دکچھنا (दक्षिणा) بلی و یگ (बलि और यज्ञ) وغیرہ ہندو دھرم کی مالی عبادات (आर्थिक पूजा) ہیں۔ اسی طرح حج وزیارت مقامات مقدسہ اسلامی مالی وجسمانی عبادت ہے تو تیرتھ یاترا (तीर्थ यात्र) وغیرہ ہندو دھرم کی مالی وجسمانی عبادت ہے۔

مختصر یہ کہ عبادت کی اہمیت وافادیت پر دونوں مذاہب کی معتبر ومستند کتب میں کثیر مقامات پر روشنی ڈالی گئی ہے نیز اس کی ادائیگی اور پابندی کے ساتھ اس کو قائم رکھنے کی خاص تاکید فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ اسلامی مقدس کتاب قرآن پاک کا ارشاد ہے:

ومن یستنکف عن عبادتہ ویستکبر فسیحشرھم الیہ جمیعاً۔ ۳

(اور جو اللہ کی عبادت وبندگی سے نفرت وتکبر کرے تو کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان سب کو اپنی طرف ہانکے گا۔)

ولا یشرِک بعبادۃ ربہ احداً۔ ۴

(اور اپنے رب کی عبادت وبندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔)

ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جھنم داخرین۔ ۵

(بے شک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر)

مہان ہندو دھرم گرنتھ (धर्म ग्रन्थ) گیتا میں نصیحت کی گئی ہے:

ज्ञ दान तपः कर्म न त्याज्यं कार्यमेव तत्।

यज्ञो दानं तपश्चैव पावनानि मनीषिणाम। 6

یگ دان، اور تَپ (तप) یعنی عبادت وریاضت ضرور کرنا چاہیے انہیں کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ یہ لوگوں کے دلوں کے تزکیہ کا کام کرتے ہیں یہ اہل عقل کو پاک کرتے ہیں۔

अनन्याश्चिन्तयन्तो मां ये जनाः पर्युपासते।

तेषां नित्याभियुक्तानां योगक्षेमं वहाम्यहम। 7

مذکورہ اشلوک کا ترجمہ سوامی لکشمی شنکر آچاریہ اس طرح کرتے ہیں:

''جو بھکت (भक्त) پوری محبت واخلاص کے ساتھ مجھ پرمیشور کو لگاتار یاد کرتے ہوئے بے غرض انداز میں میری عبادت کرتے ہیں۔ بنا کسی کوتاہی بلاناغہ ہر روز میری عبادت کرنے والے لوگوں کا یوگ چھیم (کامیابی ونجات) میں خود پورا کردیتا ہوں۔ ۸

عبادت وریاضت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے منواسمرتی (मनुस्मृति) میں کہا گیا ہے:

तपो मूलमिदं सर्वं दैवमानुषकं सुखम्।

तपोमध्यं बुधैः प्रोक्तं तपोऽन्तं वेददर्शिभिः।। 9

(دیوتا اور انسان کے سبھی سکھ دراصل عبادت وریاضت میں مضمر (लपोमूलक) ہیں۔تپ ہی وسط ہے اور تپ ہی آخر ہے ایسا ویدوں کے محققین نے کہا ہے۔)

رِگوید میں بیا کیا گیا ہے کہ:

तपसा ये अनाधृष्यास्तपसा ये स्वर्ययुः।

तपो ये चक्रिरे महस्तांश्चिदवापि मच्छतात्।।

اے انسان (اس دنیا میں) جو تپسیا (عبادت) سے (अधर्षणीय) ہیں جو تپسیا سے سکھوں کو حاصل کر چکے ہیں، جنہوں نے مہان تپ کیا ہے ان کے قریب ہی جاؤ۔)[۱۰]

دین اسلام اور قدیم ہندو دھرم کی مذکورہ بالا کتابوں کے حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں ایشیائی مذاہب میں عبادت و پوجا کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔یہی نہیں بلکہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی طرح ہندو دھرم میں ایک ہندو کی نجات وکامیابی (मोक्ष) کے لئے پانچ یگ (पंच यज्ञ) ضروری قرار دیئے گئے ہیں۔اِسی طرح اسلام میں قربانی کو واجب قرار دیا گیا ہے تو ہندودھرم میں بلی (बलि) وھَوَن (हवन) کو لازمی بیان کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ ہندودھرم میں جن اصول کو یعنی خدا کا نام، دعائے خیر، برت (व्रत) دان (خیرات) اور تیرتھ یاتیرا (तीर्थ यात्र) کو اہم سمجھا گیا ہے وہ بظاہر اسلام کے پانچ بنیادی ارکان سے کسی قدر مماثلت رکھتے ہیں۔

اسلام کے عقیدۂ توحید ورسالت اور ہندھرم کے نظریۂ وحدت و اوتار واد (एकेश्वरवाद व अवतारवाद) کے تعلق سے ہم گذشتہ صفحات میں اپنی تحقیق پیش کر چکے ہیں باقی اعمال وفرائض یا عبادات میں دونوں مذاہب کے مابین کیا تحقیقی مماثلت ہے اس کو ہم آئندہ صفحات پر تحریر کر رہے ہیں تا کہ اسلام اور ہندومذہب کے طریقۂ عبادت کا تصور بخوبی واضح ہوجائے۔

اسلام کا طریقۂ عبادات

صلوٰۃ یا نماز: الصلوٰۃ عربی لفظ ہے جس کے مختلف معانی ہیں جیسے دُعا، نماز، تسبیح، رحمت، اچھی تعریف برکت وغیرہ[۱۱] لیکن اکثر و بیشتر اس کا استعمال نماز کے لئے ہوتا ہے۔ اور فارسی و اردو میں اس کے مقام پر نماز کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ نماز کا لفظ پاژند کے لفظ نماژ کی یاد دلاتا ہے اور گمان غالب یہی ہے کہ یہ لفظ براہ راست پاژند سے لیا گیا ہے اور ژ کو ز سے بدل دیا گیا ہے۔ اوستائی زبان میں اس کی دو شکلیں ملتی ہیں کہیں کہیں پر اس کو ''نمہ'' کہا گیا ہے جس میں دعا کا مفہوم غالب ہے۔ ایرانی اور وسط ایشیائی مسلمانوں نے اپنی صلوٰۃ کو نماز کا نام بھی شاید اسی وجہ سے دیا ہو کہ صلوٰۃ کا اختتام بھی دعا پر ہوتا ہے اس لئے انہوں نے صلوٰۃ ہی کو اس نام سے موسوم کرنا شروع کر دیا ہو جس کو ان کے آباؤ اجداد دُعا کے معنی میں بولتے تھے اور پھر وہ یہی لفظ لے کر ہندوستان آئے اور ان ہی کے زیر اثر ہندوستان میں بھی لفظ صلوٰۃ کی جگہ لفظ نماز رائج ہو گیا۔[۱۲]

بہر حال لغوی اعتبار سے صلوٰۃ کے کثیر معانی ہیں لیکن اصطلاحِ شریعت میں صلوٰۃ اللہ رب العٰلمین کی عبادت و پوجا کے اُس مخصوص اور پاکیزہ طریقے کا نام ہے جو اللہ جل شانہٗ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تعلیم فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن وحدیث و بزرگانِ دین کے ذریعہ اپنی اُمت کو عطا فرمایا۔

دین اسلام کے وہ احکام جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے ارکان اسلام کہلاتے ہیں اور ان میں توحید کے بعد نماز کا سب سے اوّل و اعلیٰ مقام ہے کہ باقی ساری عبادات و اعمال روئے زمین پر فرض ہوئے لیکن نماز وہ افضل العبادات ہے کہ جو اللہ ربُّ العزت نے معراج کی شب اپنے حبیب نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش اعظم پر اپنے پاس بلا کر ساتوں آسمانوں سے اوپر تحفۃً فرض فرمائی[۱۳] المختصر مذکورہ اسلامی احکام و ارکان کا ذکر کرتے ہوئے حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ:

''عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علیٰ خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا الٰہ و ان محمداً

رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان متفق علیہ۔ ۱۴

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج ادا کرنا اور رمضان المبارک کے روضے رکھنا۔)

مذکورہ بالا حدیث میں توحید و رسالت کی شہادت کے بعد نماز کا مقام سرفہرست ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باقی جملہ عبادات میں نماز منفرد اہمیت کی حامل ہے۔ نماز کی عظمت وفضیلت کا اندازہ اس حقیقت سے بھی بخوبی واضح ہوتا ہے کہ زکوٰۃ، صوم (روزہ) اور حج کے مقابلے میں صلوٰۃ یعنی نماز کا ذکر قرآن پاک میں سب سے زیادہ بلفظ صلوٰۃ پچاسی مقام پر آیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض دیگر الفاظ جیسے رکوع، سجود اور قیام وغیرہ کے ساتھ بھی نماز کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ نماز کے تعلق سے ارشادِ خداوند قدوس ہے:

واقیموا الصَّلوٰۃَ ولاتکونوا من المشرکین۔ ۱۵

(اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ)

والذین ہم علیٰ صلوٰتھم یُحافظون اولٰئک فی جنٰتٍ مکرمون۔ ۱۶

(اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں یہ ہیں جن کا جنتوں میں اعزاز ہوگا۔)

واقم الصلوٰۃ اِنَّ الصَّلوٰۃ تنھی عنِ الفحشآءِ والمنکر۔ ۱۷

(اور نماز قائم فرماؤ بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے)

قدافلح المؤمنون، اللذین ہم فی صلاتھم خاشعون۔ ۱۸

(بے شک کامیاب ہوئے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں)

فویلٌ للمصلّین اللذین ہم عن صلاتھم ساھون۔ ۱۹

(تو ان نمازیوں کے لئے خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں نماز کا خصوصی مقام ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ نماز ایک مومن یا مسلمان کے اسلام وایمان کی علامت ہے اور اس پر اس کی نجات وکامیابی یا ہلاکت اخروی کا دارومدار ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

العهد الذی بیننا و بینهم الصلوٰة فمن ترکها فقد کفر۔ [20]

(کہ ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان عہد نماز ہی ہے۔ جس نے اس کو چھوڑا اس نے کفر کیا)

عن ابی هریرة قال قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اِنَّ اوّل مایحاسب به العبد یوم القیامة من عمله صلوٰته فان صلحت فقد افلح و انجح و ان فسدت فقد خاب و خسر۔ [21]

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس عمل کا حساب ہوگا وہ نماز ہے اگر یہ صحیح ہوا تو بندہ کامیاب ونجات یافتہ ہے اور اگر یہ درست نہ ہوا تو بندہ ناکام ونامراد ہوا اور اس نے نقصان اٹھایا۔)

قرآن وحدیث نے بشارت یا ہلاکت کے انداز میں جہاں ادائیگی نماز کے لئے تاکید ونصیحت فرمائی ہے وہاں اس کے لئے ایک بہترین واعلیٰ مقررہ نظام بھی عطا فرمایا ہے تاکہ کوئی شخص اپنی مرضی وخواہش یا فرصت کے اوقات یا وقتاً فوقتاً نماز ادا کرنے کو اپنا معمول وعادت نہ بنا سکے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الصلوٰة کانت علی المومنین کتباً موقوتاً۔ [22]

(بے شک نماز مسلمانوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے)

مندرجہ بالا آیت میں نماز کے اوقات کا اجمالی تذکرہ ہے جب کہ اس کے علاوہ قرآن پاک میں ایسی متعدد آیات بھی موجود ہیں کہ جن میں نماز کے پنجوقتہ اوقات کا تصریحی وتوضیحی حکم موجود ہے۔ چنانچہ قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

وسبح بحمدِ ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها ومن آناء
الیل فسبح واطراف النہار۔ ۲۳؎
(اوراپنے رب کی حمد تسبیح کرآفتاب نکلنے سے پہلے اورآفتاب کے ڈوبنے سے
پہلے اوررات کے کچھ وقت میں تسبیح پڑھا کراوران کے کناروں میں۔)
سورج نکلنے سے پہلے نماز فجراورڈوبنے سے پہلے عصر ہے۔اوررات کے کچھ وقت
سے مرادعشاء ہےاوردن کے کناروں میں نماز ظہرومغرب ہے۔صلوٰۃ کے معنی تسبیح وحمد کے بھی
ہیں اورنماز میں تسبیح وحمد بھی ہوتی ہےاس لئے یہاں جز بول کرکل یعنی نماز مراد لی گئی ہے۔
اس کے علاوہ جداجدانماز کا جدگانہ آیات میں بھی ذکرآیا ہے۔چنانچہ ارشادہوتا ہے:
اقم الصلٰوۃ لدلوک الشمس الیٰ غسق الیل وقرآن الفجران
قرآن الفجر کان مشھوداً۔ ۲۴؎
(نماز قائم رکھوسورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اورصبح کاقرآن بے شک
صبح کےقرآن میں فرشتے حاضرہوتے ہیں)
اس آیت میں اجمالی طورپرظہر سے عشا تک کی چارنمازیں آگئیں۔اورفجر کے قرآن
سے نماز فجرمراد ہے۔قرآن کی تلاوت نماز کاایک رکن ہےاورجز کل سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ
قرآن میں رکوع وسجود بول کرنماز کومرادلیا گیا ہے۔ ۲۵؎
وسبح بحمدِ ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ۲۶؎
(اوراپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بولوسورج چمکنے سے پہلے اور
ڈوبنے سے پہلے)
واذکراسم ربک بکرۃً وّاصیلاً ومن الیل فاسجدلہ۔ ۲۷؎
(اوراپنے رب کوصبح وشام یادکرواورکچھ رات میں اس کوسجدہ کرو)
یہاں صبح کے ذکر سے نماز فجراورشام کے ذکر سے ظہروعصرمراد ہیں اورکچھ رات سے
مغرب وعشاء کی نمازیں مراد ہیں۔ ۲۸؎
حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ۔ ۲۹؎

(نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور (بطور خاص) بیچ کی نماز کی)

صلوٰۃ وسطی سے مراد نماز عصر ہے۔ ۳۰

واقم الصلوٰۃ طرفی النہار و زلفا من الیل۔ ۳۱

(اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں)

دونوں کناروں سے مراد فجر و مغرب اور رات کے کچھ حصے سے مراد نماز عشاء ہے۔ ۳۲

من قبل صلوٰۃ الفجر و حین تضعون ثیابکم من الظہیرۃ و من بعد صلوٰۃ العشاء۔ ۳۳

(نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اُتار رکھو دوپہر (ظہر) کو اور نماز عشاء کے بعد)

اس آیت میں نماز فجر، ظہر اور عشاء کا صاف صاف ذکر ہے۔

مذکورہ بالا آیات میں نماز فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کا ذکر ہے۔ اور یہی پانچوں اوقاتِ نماز ہیں، جن کا قرآن وحدیث میں بجا آوری کا حکم کثیر مقامات پر وارد ہوا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

قال اللہ عز و جل اِفترضت علیٰ اُمتِک خمس صلوٰتٍ و عہدت عندی عہدا انہ من حافظ علیہن لوقتہن ادخلتہ الجنۃ و من لم یحافظ علیہن فلا عہد لہ عندی۔ ۳۴

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے آپ کی اُمت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے یہ عہد کیا ہے جو ان کے اوقات کے ساتھ ان کی پابندی کرے گا اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو ان کی پابندی نہیں کرے گا تو اس کے ساتھ میرا کوئی عہد نہیں (کہ اس کو سزا دوں یا بخش دوں)

اس طرح پیش کردہ آیات کریمہ اور احادیث شریفہ کی رشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے اوقات کا ایک نظام ہے جس کے تحت نمازوں کا ادا کرنا واجب وضروری ہے۔

نظام الاوقات کے علاوہ شریعت محمدی نے نماز کے اصول وقوانین کے تحت مختلف انواع واقسام کے دیگر احکام وضوابط بھی بیان فرمائے ہیں۔ جن میں بعض سنت ومستحب کی حیثیت

رکھتے ہیں کہ جن کے ترک پر نماز میں کراہت آجاتی ہے لیکن نماز ہوجاتی ہے اور بعض وہ امور ہیں کہ جن میں سے اگر ایک بھی فوت ہوجائے تو نماز فاسد و باطل ہوجاتی ہے۔ ایسے امور کو شریعت اسلامیہ میں شرائط نماز اور فرائض نماز یا ارکانِ نماز یا واجبات نماز سے موسوم کیا جاتا ہے۔

شرائط نماز کہ جن پر صحت نماز موقوف ہے سات ہیں (۱) جسم کا حقیقی و حکمی ناپاکی سے پاک ہونا (۲) کپڑوں کا نجاست سے پاک ہونا (۳) نماز کی جگہ کا پاک ہونا (۴) ستر عورت یعنی مرد کا ناف کے نیچے سے گھٹنے تک اور عورت کا چہرہ، دونوں ہتھیلی، دونوں پیر کے علاوہ سر سے پیر تک تمام جسم چھپانا (۵) قبلہ کی طرف منہ ہونا (۶) نیت نماز (۷) اور نماز کے اوقات میں نماز پڑھنا۔

جس طرح دین اسلام کے پانچ ارکان ہیں اور اُن میں سے ایک کا بھی منکر مسلمان نہیں ہوسکتا اسی طرح نماز کے بھی ۶ / ارکان یا فرائض ہیں (۱) تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر سے نماز شروع کرنا (۲) قیام یعنی سیدھا کھڑا ہونا (۳) قرأتِ قرآن (۴) رکوع یعنی اس قدر جھکنا کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں (۵) دو سجدے (۶) آخری قعدہ یعنی مخصوص طریقے پر بیٹھنا۔ ان ارکان میں سے کسی ایک کے فوت ہونے پر نماز نہیں ہوسکتی۔

نماز کی صحت یا کراہت یا فساد و خرابی کے تعلق سے قرآن و حدیث یا فقہ اسلامی نے شرائط نماز، ارکانِ نماز، واجبات نماز، سنن نماز، مستحبات نماز، مکروہات نماز اور مفسداتِ نماز کا جو نظام مرتب فرمایا ہے وہ عام طور سے دینی و اسلامی کتب میں موجود ہے مزید اس پر دلائل و شواہد پیش کرنا طوالت سے خالی نہیں۔ اس لئے اختصار کے ساتھ نظامِ صلوٰۃ کا اجمالی خاکہ یہاں پیش کردیا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ نماز جملہ اسلامی عبادات میں سب سے افضل اور ایک مرکزی عبادت ہے۔ عام طور سے عالمی مذاہب میں جو عبادات پائی جاتی ہیں وہ یا تو قیام، یا رکوع یا سجدہ، یا قعدہ (مخصوص طریقے پر بیٹھنا) اور ذکر باللسان یا ذکر بالقلب کے طریقے پر ادا کی جاتی ہیں اور نماز میں عبادات کے یہ جملہ طریقے بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس کی ادائیگی کا ایسا نظام مرتب فرمایا ہے کہ ایک نمازی جب نماز ادا کرتا ہے تو وہ اپنے جسم کے ہر ہر عضو (अंग) یعنی ہاتھ، پیر، منہ، سر، دل، دماغ، زبان بلکہ جملہ اعضائے جسمانی سے اپنے رب کی بندگی و پوجا کا

اظہار کرتا ہے اور اپنے رب کے جلووں سے ہم کنار اور اُس مالک حقیقی سے ہم گفتار ہونے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اذا احَبَّ احدکم ان یحدث ربہ فلیقرئ القرآن۔ ۳۵

(جب تمہارا خدا سے باتیں کرنے کو جی چاہے تو قرآن پڑھا کرو۔)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کروں تو میں نماز پڑھتا ہوں اور جب میں یہ چاہتا ہوں، کہ میرا رب مجھ سے باتیں کرے تو میں قرآن پڑھتا ہوں۔''

یوں تو نماز کے جملہ فرائض وارکان بالخصوص قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ اور ذکر باللسان انفرادی اہمیت کے حامل ہیں لیکن سجدہ سب سے زیادہ خصوصی شان رکھتا ہے کہ جملہ نماز میں بظاہر جو اعضائے جسمانی استعمال ہوتے ہیں وہی سجدہ کی صورت میں حرکت میں آتے ہیں یعنی ساری نماز سات ہڈیوں یا آٹھ اعضاء جسمانی پر ادا ہوتی ہے اور سجدہ بھی سات ہڈیوں یا آٹھ اعضائے جسمانی (अष्टांग) کے بل پر ادا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة و اشار بیده علی انفه والیدین والرکبتین واطراف القدمین۔ ۳۶

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی کے بل پر اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناک، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پیروں کی انگلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔)

خلاصہ یہ کہ نماز ایک جامع عبادت ہے، دنیائے انسانیت کے جملہ مذاہب کی عبادات کے انداز اس میں جلوہ گر ہیں۔ مثال کے طور پر قدیم ہندو دھرم یا سناتن دھرم کی عبادات اور اسلام کی عبادات میں انتہا درجہ کی مغائرت و بعد آسمانی ہے اس کے باوجود نماز کے ارکان و انداز کی جلوہ گری و جھلک قدرے تغیر و تبدل کے ساتھ جداگانہ طریقے پر یہاں بھی نظر آتی ہے بلکہ کہیں کہیں تو حد درجہ مماثلت دکھائی دیتی ہے۔ آئندہ صفحات پر بالتفصیل ہم اسی عنوان کے تحت اپنا تحقیقی جائزہ پیش کریں گے۔

ہندو دھرم کا طریقۂ عبادات

ہندو دھرم کے محققین و ماہرین کا خیال ہے کہ قدیم ہندو آریائی قوم بت پرست (मूर्तिपूजक) نہیں تھی۔ آریائی چرواہے تھے اور چرائی یا چراگاہ کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے۔ ان کا نہ کوئی مندر تھا اور نہ کوئی مورتی یا مجسمہ۔ یہ بظاہر فطرت یا مظاہر قدرت کے پجاری تھے لیکن بعد میں اس میں بنیادی تبدیلی کردی گئی اور یہ عقیدہ قائم ہوگیا کہ ہندو قوم کے تین بڑے خدا ہیں (۱) برہما (۲) وشنو (۳) مہیش، جب کہ یہ تین علاحدہ علاحدہ خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا (ईश्वर) کی تین اعلیٰ صفات تھیں (۱) برہما (ब्रहमा) یعنی پیدا کرنے والا (۲) وشنو (विष्णु) پرورش کرنے والا (۳) شِو (शिव) موت وحیات دینے والا۔ قدیم ہندو مت (فکر) کے مطابق جس اِن تینوں صفات کی مجموعی شکل لفظ اوم (ॐ) ہے۔ اوم (ॐ) اَ، اُو اور مَ تین حرفوں سے مل کر بنا ہے اور یہ تینوں حرف ایک ایشور کی تین حیثیتیں (भुजाएं) ہیں جو اس کے تین صفاتی نام (सगुण) کو بیان کرتی ہیں۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھ یا قدیم ہندو قوم میں مورتی پوجا کا کوئی تصور نہیں تھا وہ مناظر فطرت ومظاہر قدرت سے متاثر ہوکر ایک ایشور کی پوجا کرتے تھے۔ اور وہ توحید پرست (एकेश्वरउपासक) تھے۔

آج جو ہندو حضرات مورتی پجاری ہیں ان کا بھی یہی کہنا ہے کہ ہم توحید پرست (एकेश्वरउपासक) ہیں۔ اُن کی دلیل ہے کہ یہ مورتی اَرْچا (अर्चा) کہی جاسکتی ہے جس میں ایشور کا جلوہ موجود ہے۔ اس لیے پوجا مورتی کی نہیں بلکہ اس ایشور کی کی جاتی ہے جو سبھی چیزوں میں موجود ہے۔ مورتی صرف توجہ کو قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔

قدیم ہندو دھرم کی روشنی میں پنڈتوں کا یہ بھی خیال ہے کہ پوجا (पूजा) لفظ دراوڑی پو (पू) کا مترادف (पर्यायी) ہے جس کا مطلب پوشپ (पुष्प) ہوتا ہے اِس پو (पू) کو اگر دوسرے دِراوڑی (द्राविणी) لفظ جے (जे) یعنی کرنا سے ملا دیں تو پوجا کے مقام پر پوجے (पूजे) لفظ بنے گا جس کا مطلب پوشپ کرم (पुष्प कर्म) یعنی پھول پیش کرنا ہوگا۔ یہاں یہ بھی خیال

رکھنے اور ذہن نشین کرنے کی بات ہے کہ آریوں (आर्यों) کے قدیم ترین دھرم میں ہون و یگ (हवन यज्ञ) اور جانوروں کی بلی کی اہمیت تھی لیکن پتر (पत्तर) پوشپ (पुष्प) اور پھل وغیرہ سے پوجا کرنے کے طریقے کی اہمیت ووضاحت اول اول گیتا میں بیان ہوئی جب کہ آریا اور دروڑ (आर्य व द्रविण) مل کر ایک ہو چکے تھے۔ دیوی یا دیو پوجا اور تنتر منتر (तन्त्र मन्त्र) بھی دراصل ویدک مذہب یا قدیم ہندو دھرم کے پاس باہر سے آکر شامل ہوئے ہیں اصل ویدی لوگ اسے دھرم شاستر (धर्म शास्त्र) اور مذہبی اخلاق وآداب کے خلاف ہی سمجھتے رہے ہیں۔ ۳۷

پیش کردہ حوالوں کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ قدیم آریائی ہندو قوم میں عبادت کے طور پر یگ وھون (यज्ञ और हवन) کا رواج تھا اور پوجا قدیم ہندوستانی قوم دروڑ (द्रविण) کے لئے مستعمل تھا لیکن حالات وزمانے کے تغیر وتبدل کے ساتھ پوجا یا پوشپ کرم (पुण्य कर्म) آریوں (आर्यों) کے یہاں بھی جاری ہو گیا۔

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق عبادت وبندگی یا پوجا کے بہت سے طریقے ہیں جن میں سے چند مخصوص حسب ذیل ہیں۔

یگ وھَوَن (यज्ञ व हवन)

سنسکرت قواعد کے مطابق یگ (यज्ञ) تج (यज) مصدر (धातु) سے بنا ہے تج مصدر کے دیو پوجا، دان اور ان کے مثل نیک کام (संगतिकरण) یہ تین معنیٰ ہیں۔ بایں معنی دنیا میں جتنے بھی نیک (शुभ) اور بہتر (उपयोगी) کام ہیں، اُن سب کو یگ کہتے ہیں ۳۸

یگ کے تعلق سے شت پتھ براہمن (शतपथ ब्राह्मण) میں کہا گیا ہے کہ:

यज्ञो वै श्रेष्ठतम कर्म ۳۹

اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی اچھے کام ہیں ان کا نام یگ ہے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق یگ وہون سے تمام کائنات، تمام انسانوں، چوپایوں وپرندوں اور کیڑے مکوڑوں کو برابر چین وسکون حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ منواسمرتی (मनुस्मृति) میں کہا گیا ہے کہ:

देवकर्मणि युक्तो हि बिभर्तीदं चराचरम ।। ۴۰

(یگ میں مشغول انسان تمام دنیا کی پرورش و بھلائی کرتا ہے)

یجروید (यजुर्वेद) یگ کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

स्य कुर्मो गृहे हविस्तमग्ने वर्धया त्वम् ।

तस्मै देवा अधि ब्रवन्नयं च ब्रहमणस्पति ।। ۴۱

اے اگنی روپ پر ماتما، جس کے گھر میں پروہت (पुरोहित) ھَوَن (हवन) کرتے ہیں اس یجمان (यजमान) کو آپ بڑھائیے (خوش حال کیجئے) دیوتا اس سے کہتے ہیں کہ یہ وید یا یگ کا محافظ ہے یعنی براہمنوں میں سب سے اعلیٰ ہے۔)

तं पत्नी भिरनु गच्छेम देवः पुत्रैर्भ्रातृभिस्त व हिरण्यैः ।

नाकं गृभ्णानाः सुकृतस्य लोके तृतीय पृष्ठे अधिरोचना दिवः ।। ۴۲

؛ہم بیوی، بیٹے، بھائی اور تمام دولت کے ساتھ اُس یگ کا انعقاد کریں گے جس سے خدائی، نورانی (तेजस्वी) تیری نیکی کی دنیا میں خوشحال رہیں) ۴۳

ज्ञेन यज्ञमयजन्त दे वास्तानि धर्माणि प्रथमान्यासान् ।

तेह नाकं महिमानः सचन्त यत्र पूर्वे साध्याः सन्ति देवाः ।। ۴۴

دیوتاؤں (فرشتوں) نے یگ کیا جو پہلا دھرم تھا وہ اس سے اس عظیم جنت (महान स्वर्ग) کو گئے جہاں زمانۂ ماضی کے ویدرِشی (धर्म गुरु) گئے) ۴۵

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ سناتن یا قدیم ہندو دھرم میں یگ وھوم کی خاص اہمیت ہے۔ ان کے مطابق یگ وھوم کرنے والا سب سے اعلیٰ، سورگ کا حق دار، دنیا و آخرت میں خوش حالی سے ہم کنار اور دنیا و خلقِ دنیا کا خیر خواہ ہوتا ہے۔

یگ وھوم (यज्ञ एवं होम) کی رسم ویدوں کے زمانے کی سب سے قدیم یادگار اور ہندوؤں کی پوجا کا نہایت اہم جز ہے اور اس کا رواج آج بھی پایا جاتا ہے۔ جس کو روزانہ صبح وشام دو وقت ہمیشہ ادا کرنے کا حکم ہے۔ اس میں گھی، دودھ، مصری، مشک، زعفران وغیرہ آگ میں بھینٹ چڑھانا پڑتا ہے یا کسی مخصوص جانور کی بلی دینا پڑتی ہے۔ یہی وہ رسم ہیں جس کو قدیم

ویدک دھرم نے سب سے زیادہ ضروری عبادت اور مذہبی فرض قرار دیا ہے اور اس کا چھوڑنا مہاپاپ بیان کیا ہے۔

قدیم ویدک دھرم میں یوں تو ہر دنیادار کے واسطے یگ (यज्ञ) ضروری اور مذہب کا ایک لازمی جزء تھا مگر تہذیب اور مال و دولت کے ارتقاء کے ساتھ بعض ایسے یگ بھی وجود میں آئے جن کی ادائیگی کے لئے بڑے سازوسامان کی ضرورت ہوتی تھی اور جو صرف امراء یا راجہ مہاراجہ ہی کر سکتے تھے۔ جیسے راجسویہ یگ (राजसूयह) یعنی جشن شاھی یا اشومیدھ یگ (अश्वमेधयज्ञ) جس میں گھوڑے کی بلی دی جاتی تھی۔ مہش یگ (महिष) جس میں بھینس کی قربانی دی جاتی تھی وغیرہ وغیرہ۔ یگوں میں کچھ یگ اس طرح کے تھے کہ ان کو صرف پنڈت اور پروہت (पुरोहित) ہی ادا کرا سکتا تھا اور کچھ یگ اس قسم کے تھے کہ ان کو ہر شخص ادا کر سکتا تھا۔

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم میں بہت سی اقسام اور مختلف نام کے یگ پائے جاتے ہیں لیکن اُن سب میں پانچ مہا یگ (पंच महायज्ञ) کی خصوصی اہمیت وفضیلت ہے۔ ویدک دور سے ہی ان پانچ مہا یگوں کی ادائیگی کا رواج پایا جاتا ہے جیسے دین اسلام میں ایک مسلمان کے لئے ہر دن پانچ وقت نماز ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح ہندو دھرم میں ایک سناتنی ہندو کے لئے روزانہ پانچ مہا یگ کرنا لازمی ہیں۔ پانچ ارکان توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اسلام کی جان ہیں تو پانچ مہا یگ قدیم ہندو دھرم کی شان ہیں۔ وہ پانچ مہا یگ اس طرح ہیں ''بھوت یگ (भूत) منش یگ (मनुष्य यज्ञ) پتر یگ (पितृयज्ञ) دیو یگ (देवयज्ञ) اور برہم یگ (ब्रहमयज्ञ) چنانچہ شت پتھ براہمن (शत पथ ब्राहमण) میں کہا گیا ہے کہ:

पञ्चैव महायज्ञाः। तान्येव महामत्राणि

भूत यज्ञो मनुष्ययज्ञः पितृयज्ञो ब्रहमयज्ञ इति।۴۲

(صرف پانچ ہی مہا یگ ہیں وہ مہان ستر (महान सत्र) ہیں اور وہ ہیں بھوت یگ، منش یگ، پتر یگ، دیو یگ اور برہم یگ)

جب اگنی (अग्नि) میں آہوتی (आहुति) دی جاتی ہے بھلے ہی وہ صرف (मात्रसमिधा) ہو تو یہ دیو یگ ہے۔ جب پتروں (पितरों) یعنی فوت شدہ لوگوں کو شرادھ (श्राद्ध) دی جاتی ہے

چاہے وہ پانی ہی کیوں نہ ہوتو وہ پتر یگ (पितृयज्ञ) ہے۔ جب جیووں (जीवों) جانداروں کو بلی یعنی غذا و خوراک کا گراس یا پنڈ (ग्रास या पिण्ड) دیا جاتا ہے تو وہ بھوت یگ کہلاتا ہے۔ جب براہمنوں یا مہمانوں کو طعام پیش کیا جاتا ہے تو اس کو منش یگ (मनुष्ययज्ञ) کہتے ہیں اور جب خود مطالعہ (स्वाध्याय) کیا جاتا ہے چاہے ایک ہی رِچا یا منتر (ऋचा-मन्त्र .) ہو یا یجروید (यजुर्वेद) یا سام وید (सामवेद) کا ایک ہی سوکت (सूक्त) ہوتو وہ برہم یگ کہلاتا ہے۔ ۴۷

جس طرح ایک مسلمان کے لئے روزانہ پانچ نمازیں ادا کرنا فرض ہیں اسی طرح ایک سناتنی ہندو کے لئے ہر دن پانچ یگ کرنا لازمی ہیں۔ چنانچہ اشولائن گرہ سوتر میں کہا گیا ہے کہ: ''پانچ مہا یگوں کو ہر روز کرنا چاہیے۔ ۴۸

منواسمرتی (मनुस्मृति) میں بیان کیا گیا ہے کہ:

अध्यापनं ब्रह्मयज्ञः पितृयज्ञस्तु तर्पणम् ।

होमो दैवो बलिर्भौतो नृयज्ञोऽतिथि पूजनम् ।। ۴۹

پتروں کا ترپن (तर्पण) کرنا، وید کا پڑھنا پڑھانا برہم یگ، پتر یگ، دیو یگ، بھوت یگ ہوم کرنا جانوروں کو اناج کی بلی دینا اور مہمان کی عزت و خاطر کرنا یہ ہی پانچ مہا یگ ہیں۔)

पन्चैतान्यो महायज्ञान्न हापयति शक्तितः ।

स गृहेऽपि वसन्नित्यं सूनादोषैर्न लिप्यते ।। ۵۰

(جو ان پانچ مہا یگوں کو اپنی طاقت کے مطابق کرتا ہے وہ گھر میں ہمیشہ رہ کر بھی ظلم و پاپ کے عیوب میں ملوث نہیں ہوتا۔)

ان پانچ مہا یگوں کی فضیلت و برکت کو بیان کرتے ہوئے شت پتھ براہمن (शतपथ) میں لکھا ہے:

''جو روزانہ ویدوں کو پڑھتا پڑھاتا ہے اُسے اس لوک (लोक) سے تین گنا پھل ہوتا ہے جو دان دینے یا پروہت (पुरोहित) کو مال و دولت (धन धान्य) سے بھرپور سارا سنسار دینے سے ہوتا ہے۔ دیووں کو جو گھی، سوم وغیرہ دیئے جاتے ہیں ان کی اور رچاؤں (ऋचा) یجوؤں، ساموں اور اتھروَ منتروں کی مشابہت کی بات بھی کہی گئی ہے۔ یہ بھی آیا ہے کہ دیوتا لوگ

خوش ہوکر برہم یگ کرنے والے کو حفاظت، دولت، عمر، مکمل خوش حالی اور سبھی طرح کے کامیاب سامان عطا کرتے ہیں اور ان کے فوت شدہ آباؤ اجداد وغیرہ کو گھی اور شہد کی دھارا سے مالا مال کرتے ہیں۔ ۵۱

سوامی دیانند سرسوتی (दयानन्द सरस्वती) مذکورہ پانچ مہا یگوں کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پانچ مہا یگوں کا نتیجہ یہ ہے کہ برہم یگ کرنے سے علم، تربیت، دھرم، تہذیب وغیرہ عمدہ اوصاف کی ترقی ہوتی ہے۔ اگنی ہوتر سے ہوا، بارش، پانی کی صفائی ہوکر بارش کے ذریعہ دنیا کو فیض پہنچے یعنی صاف ہوا میں سانس لینے، چھونے، کھانے، پینے سے تندرستی، عقل، طاقت، قوت، ترقی پا کر دھرم، ارتھ، کام اور موکش (نجات) کی ابتداء قائم ہوتی ہے۔ پتر یگ (पितृयज्ञ) سے ماں باپ کی خدمت ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ ۵۲

سوامی دیانند مختلف ہندو دھرم گرنتھوں کا حوالہ پیش کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

सायं सायं गृहपतिर्नो अग्निः प्रातः सौमनस्य दाता।

प्रातः प्रातर्गृहपतिर्नो अग्निः सायं सायं सौमनस्य दाता।। ۵۳

(جو ہوم شام کے وقت ہوتا ہے اور جس میں عمدہ اشیاء کی آہوتی ڈالی جاتی ہے وہ صبح تک صفائی کے ذریعہ فائدہ رساں ہوتا ہے صبح کے وقت جو ہوم آگ میں کیا جاتا ہے اور بہترین چیزوں کی آہوتی ڈالی جاتی ہے وہ شام تک ہوا کی صفائی کے ذریعہ طاقت عقل و راحت دیتا ہے۔)

तस्मादहोरात्रस्य संयोगे ब्राह्मणाः सन्ध्यामुपासीत्।

उद्यन्तमस्तं यान्तं यान्त मादित्यमभिध्यायन् ।। ۵۴

(اس لئے دن رات کے ملنے پر یعنی سورج کے طلوع اور غروب ہوتے وقت ایشور کا دھیان اور اگنی ہوتر (یگ) ضرور کرنا چاہیے)

اس سے پتا چلتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں اور ان کے دھرم آچاریوں کے نزدیک پانچ مہا یگوں کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے۔ اور ان کے نہ ادا کرنے پر بڑی سخت وعید وسزا ہے۔ جیسا کہ منو اسمرتی میں ہے:

नतिष्ठनि तु तः पूर्वां नांपास्ते यस्तु पश्चिमाम्।

मशूद्रवद् बहिष्कार्यः सर्वस्माद् द्विजकर्मणाः। ۵۵

(جو شخص دونوں کام صبح وشام نہ کرے اُس کو سارے اچھے آدمی باعزت (द्विजों) لوگوں کی جماعت سے خارج کردیں۔ یعنی اس کو شودر کی مانند سمجھیں۔)

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں جہاں پانچ مہا یگوں کے کثیر فوائد بیان کئے گئے ہیں وہاں ان کے کچھ خاص بنیادی مقاصد بھی تحریر کئے گئے ہیں۔ یگوں کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا گیا ہے:

स्वाध्यायेन व्रतैर्होमैस्त्रैविधिनेज्यया मृतः।

महायज्ञैश्च यज्ञैश्च ब्राहमीयं क्रियते तनुः।।۵۶

(وید کا پڑھنا، وِرَت، ہوم، ترے وِدھی (त्रिविध) دیورشی پتر (देवपिपित्) ترپن (तर्पण) اولاد پیدا کرنا، برہم یگ وغیرہ یگوں کے ذریعہ یہ جسم برہم (ईश्वर) یعنی خدا کے حصول کے لائق بنایا جاتا ہے۔)

ہندوستانی دھرم شاستر کا اتہاس لکھتا ہے:

''پانچ مہا یگوں کو سنسکاروں میں قبول کیا گیا جس سے کہ پانچ مہا یگ کرنے والے خواہشاتِ نفسانی (स्वार्थ) سے بہت اوپر اُٹھ کر اپنی آتما (روح) کو اعلیٰ بنائیں اور اپنے جسم کو پاک کرکے اس کو اعلیٰ نعمتوں کا حقدار بنائیں۔ ۵۷''

نیز گھر یا سماج میں مخلوق خدا کو جو ہمارے ذریعہ تکلیف یا مصیبت اور ظلم سہنا پڑتا ہے اور اس کے سبب ہم سے جو پاپ ہوتے ہیں اُس سے نجات پانے کے لئے بھی قدیم ہندو رشیوں نے یگوں کو ضروری قرار دیا ہے۔ منو مہاراج کہتے ہیں:

''ھَوَن (यज्ञ) کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رسوئی خانہ کی ہوا صاف ہوجائے اور جو بے خبری سے بے دیکھے جانوروں کا خون ہوتا ہے اُس کا کفارہ ہوجائے۔ ۵۸''

منو جی دوسرے مقام پر کہتے ہیں:

''جو اپنی طاقت کے مطابق پانچ مہا یگ کرتا ہے وہ پانچ مقامات سے پیدا پاپوں

سے پاک ہو جاتا ہے۔"[۵۹]

مذکورہ بالا پانچ یگوں کے علاوہ ہندو دھرم گرنتھوں میں اُپاسنا یگ (उपासना यज्ञ) کا بھی ذکر ملتا ہے۔ یہ یگ باقی تمام یگوں سے بہت زیادہ اہمیت وفضیلت کا حامل ہے۔ اس یگ کا ذکر ویدوں، اپنشدوں، گیتا اور دیگر مذہب سے متعلق کتابوں میں تفصیل سے پایا جاتا ہے۔ اس کو یوگ یگ (योगयज्ञ) اور سندھیایوگ یگ (सन्ध्या) بھی کہتے ہیں۔

پنڈت رگھونندن شرما کا خیال ہے کہ "(اُپاسنا یگ) دورِ جدید میں برہم یگ کے نام سے مشہور ہے لیکن برہم یگ کا معنی پڑھنا پڑھانا ہے اس لئے وہ گیان یگ ہے اُپاسنا یگ نہیں۔ اُپاسنا یگ (उपासना यज्ञ) کا تعلق جپ (जप) تپ (तप) یوگ (योग) ویراگیہ (वैराग्य) گیان، بھکتی اور ایشور کی جانب میلان وغیرہ سے ہی ہے۔[۶۰]

اُپاسنا یگ کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے منواسمرتی کہتی ہے:

विधियज्ञान्जपयज्ञो विशिष्टो दशभिर्गुणैः।

उपान्शुः स्याच्छतगुणः सहस्त्रे मानसः स्मृति।।[۶۱]

(وِدھی یگ سے جپ (उपासना यज्ञ) دس گنا زیادہ پھل دینے والا ہوتا ہے اور اُپانشو جپ (उपान्शु जप) سو گنا اور مانس جپ ہزار گنا بڑا ہوتا ہے۔)

क्षरन्ति सर्वा वैदिपयो जुहोतिय जति क्रियाः।

अक्षरं दुष्करं ज्ञेयं ब्रहम चैव प्रजापतिः।।[۶۲]

(ویدوں کے قانون کے مطابق سبھی ہون یگ وغیرہ اعمال کے پھل برباد ہو جاتے ہیں لیکن مالک ایشور کے نام کا کبھی خاتمہ نہیں ہوتا ہے۔)

اُپاسنا یگ کے تعلق سے گیتا میں کہا گیا ہے:

ब्रहमार्पणं ब्रहम हवि ब्रहमाग्नौ ब्राहमणा हुतम्। ब्रहमैव तेन गन्तव्यं ब्रहम कर्म समाधिना।।

अपानं जुहवति प्राणं प्राणेऽपानं तथापरे। प्राणापानगती रुद्ध्वा प्राणायामपरायणा।[۶۳]

(برہم ہی ہوی (हवि) ہے وہی اگنی ہے وہی۔ (हुत पदार्थ) ہے اور یہ سب اُسی کو جاتا ہے ریاضت والوں کا یہی برہم کرم (خدائی عمل) ہے۔ سانس کو روح میں اور روح کو سانس

میں روک کر دھیان کرے اور خدا کی تعریف وتوصیف ودعا کرتا رہے۔)

اپنشدوں کے مطابق اُپاسنا یگ سب سے اعلیٰ یگ ہے کہ اس یگ سے گیان (علم) کی سب گتھیاں سلجھ جاتی ہیں اور ایشور کے جلووں کے درشن ہوجاتے ہیں۔اپنشد کہتے ہیں کہ:

भिद्यते हृदयग्रन्थिश्छिद्यन्ते सर्वसंशयाः ।

क्षीयन्ते चास्य कर्माणि तास्मिन दृष्टे परावरे ।।٦٤

پرماتما (ایشور) کے درشن ہوتے ہی دل کی آنکھ کھل جاتی ہے سب وہم دور ہوجاتے ہیں اور اعمال کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔)

مذکورہ بالا اشلوکوں کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندودھرم گرنتھوں کے مطابق یگوں سے دنیاوی اور مذہبی مراتب بلند ہوتے ہیں اور پاپوں وگناہوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔اور یہی اسلامی تصور عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبادت سے دنیوی واخروی فلاح وبہبود حاصل ہوتی ہے اور انسان گناہوں سے پاک ہوتا ہے خاص طور سے نماز کہ اس کی ادائیگی سے جہاں قرب الٰہی کا حصول ہوتا ہے، خدائی جلوؤں کا مشاہدہ ہوتا ہے، روح وقلب خدائی نور سے منور ہوجاتے ہیں اور بندہ گناہوں کی گندگی سے بالکل پاک وصاف ہوجاتا ہے۔حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''بتاؤ تم میں سے اگر کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ اس پر میل بالکل باقی نہ رہے گا۔آپ نے فرمایا پانچ نمازوں کی مثال بھی ایسی ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب بندے کے گناہ مٹا دیتا ہے۔''٦٥

یگ وہون قدیم ہندودھرم کا طریقۂ عبادت ہے اس کے متعلق منو مہاراج کہتے ہیں:

''جو عظیم اعمال نجس اور افعال قبیح کے مرتکب ہوتے ہیں وہ عبادت وریاضت (तप) سے گناہوں سے پاک ہوجاتے ہیں اور خیالات، الفاظ یا جسم سے جو گناہ ہوئے رہتے ہیں وہ تپ (عبادت وریاضت) سے جل جاتے ہیں۔٦٦

مختصر یہ کہ عبادت وریاضت کے ذریعہ دونوں مذاہب کا مقصد گناہوں سے برأت اور

دنیا وآخرت کی فلاح ونجات ہے۔ دونوں مذاہب کی عبادات میں اگرچہ حددرجہ مغائرت ہے لیکن کہیں کہیں مماثلت بھی پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ہم نے ذکر کیا ہے۔

ہندودھرم کے مذکورہ طریقۂ عبادت کے ساتھ سب سے بڑی پریشانی کا مسئلہ یہ ہے کہ ان یگوں کو خوشحال ودولت مند ہندوتو روزانہ ادا کرسکتے ہیں لیکن کروڑوں غریب، مزدور ہندو اپنی غریبی وتنگدستی کے سبب ہرگز ادا نہیں کرسکتے کہ ان کی ادائیگی کے لئے روزانہ ایک معقول رقم چاہیے جو ان غریبوں کے پاس نہیں نیز اچھوت وپچھڑی قوم کے افراد ان کے کرنے کے حقدار نہیں۔ جب کہ اسلامی عبادات ایسی آسان ہیں کہ ان کو بنا کسی بھید بھاؤ اور بنا کسی خرچ کے غریب سے غریب انسان بھی بآسانی ادا کرسکتا ہے۔ اور اگر کچھ ایسی عبادات ہیں کہ جن میں مال وغیرہ خرچ ہوتا ہے جیسے حج، زکوٰۃ اور قربانی، تو یہ غربت وتنگدستی کی صورت میں اس وقت تک فرض نہیں جب تک کہ بندہ صاحب نصاب نہ ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی عبادات اپنے اوقات پر ہمیشہ ادا ہوتی ہیں جب کہ یگ روزانہ نہ ہوکر کبھی کبھار کہیں کہیں دیکھنے اور سننے کو ملتے ہیں کیوں کہ ان کے اخراجات کو دیکھ کر امیروں کو بھی اس کے ادا کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ نماز کے ذریعہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جاتی ہے جب کہ یگوں میں ویدوں کی اصل تعلیم کے برخلاف ایک ایشور کے ساتھ دوسرے دیوتاؤں کی بھی پوجا کی جاتی ہے۔

ہندودھرم کی صبح دوپہر اور شام کی پوجا

(प्रातः व सन्धया काल पूजा)

اسلام میں عبادت کے طور پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے اور ہندودھرم میں تین اوقات یعنی صبح، دوپہر اور شام کی پوجا کرنا ضروری ہے۔ اس پوجا کو ہندومذہب میں سندھیا (संध्या) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سندھیا رات اور دِن کے ملاپ کو کہتے ہیں اور اِن دونوں وقتوں کو عبادت وپوجا کے لئے خاص مانا گیا ہے۔ رات اور دِن کے اتصال کے وقت صبح وشام کو متبرک سمجھ کر صبح کی عبادت کا نام پراتا کال (प्राताकाल) سندھیا اور شام کی پوجا کا نام ساندھیہ کال (सांध्यकाल) اور دونوں کے درمیان دوپہر کی پوجا کا نام مدھیان سندھیا (मध्यान संध्या)

رکھ دیا گیا ہے۔ چنانچہ مشہور کتاب ''تہذیب دھرم میں لکھا ہے:

''اب ہندو سندھیا یا تین وقت کی نماز کے بارے میں سنئے۔ لالہ روپ چند شرما نے جو ویدوں اور پرانوں کے حوالہ سے سندھیا اُپاسنا (संध्याउपासना) کا حال لکھا ہے وہ اس طرح ہے کہ سندھیا (پوجا) تین وقت کے لئے مقرر ہے۔ جن میں سے پہلی سندھیا صبح کے وقت دوسری دوپہر کی اور تیسری شام کی ضروری ہے۔ ۶۷

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں سندھیا اُپاسنا (پوجا) کے متعلق کثیر مقامات پر تاکید آئی ہے اور اس کی اہمیت وفضیلت کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یجروید (यजुर्वेद) میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

उप त्वाग्ने दिवेदिवे दोषावस्तर्धिया वयम्। नमो भरन्त एमसि।।۶۸

(اے اگنی روپ پرمیشور ہم روزانہ صبح اور شام عقیدت سے نمسکار کرتے ہوئے تمہارے قریب آتے ہیں۔)

منواسمرتی (मनुस्मृति) میں لکھا ہے:

पूर्वां संध्यां जपंतिष्ठेत्सावित्री मार्क दर्शनात्।

पश्चिमा तु समासीनःसमयगृक्षविभावनात्।।۶۹

(صبح کی پوجا میں پورب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر سورج کو دیکھ کر مکمل ساوِتری منتر کا جاپ کرے۔ شام کی پوجا میں پچھم منہ بیٹھ کر جب تک تارا نہ دکھائی پڑے تب تک گائتری (गायत्री) منتر کا جاپ کرے۔)

पूर्वां सन्धयां जपतिष्टन्नैशमेनो व्यपोहति।

पश्चिमां तु समासीनो मलं हन्ति दिवाकृतम्।।۷۰

(صبح کی پوجا میں کھڑے ہو کر (गायत्रि) جپ کرنے والا رات کے پاپ کو ختم کرتا ہے اور شام کی پوجا میں بیٹھ کر جپ کرنے والا دن کے پاپ کا خاتمہ کرتا ہے۔)

مذکورہ بالا دونوں منتروں میں سندھیا پوجا کی برکت واہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے اور اس کے بعد والے منتر میں سندھیا پوجا نہ کرنے والوں کے لئے وعید ونصیحت کے طور پر ایک قانون پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ حکم دیا گیا ہے:

नतिष्ठति नु यः पूर्वां नोपास्ते यश्च पश्चिमाम्।

स शूद्रवद्बहिष्कार्यः सर्वस्माद्द्विजकर्मणः ।।۷۱

(جو شخص صبح اور شام کی پوجاؤں کو نہیں کرتا ہے اس کا سبھی اعلیٰ نسل (द्विज) کے لوگوں کے ذریعہ اعمال (कर्म) سے شودر (अछूत) کی طرح بائیکاٹ کر دینا چاہیے۔)

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ سندھیا پوجا (संध्या उपासना) کا قدیم ہندو دھرم میں اہم مقام ہے۔ بلکہ کچھ ہندو آچاریوں (आचार्य) نے اس کو مسلمانوں کی پنج وقتہ نماز کے مقابل سہ وقتہ نماز کا نام دیا ہے۔ جس کا ادا کرنا ہر سناتنی ہندو کے لئے اشد ضروری ہے۔

اسلامی عبادات نماز اور تلاوتِ قرآن وغیرہ کے لئے پاک ہونا اور پانی سے وضو کرنا لازمی ہے اور ہندو دھرم کی عبادت و پوجا کے لئے اِسنان و آچمن (स्नान एवं आचमन) کرنا ضروری ہے۔ اور آچمن میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے اُن اعضاء کو وضو میں بھی دھویا جاتا ہے۔ منواسمرتی (मनुस्मृति) میں ہے:

कृत्वा मूत्रं पुरीषं वा स्वान्याचान्त उपस्पृशेत् ।

वेदमध्येष्यमाणश्च अन्नमश्नंश्च सर्वदा ।।۷۲

(پیشاب یا پاخانے سے فارغ ہوکر جو وید پڑھنا چاہے، بھوجن کرنا چاہے تو آچمن (आचमन) کر کے حواس (इन्द्रियाँ) کے سوراخوں (آنکھ، کان، ناک وغیرہ) کو پانی پہنچائے۔)

त्रिराचामेदपः पूर्वं द्विः प्रमृज्यात्ततो मुखम।

शरीरं शौचमिच्छन्हि स्त्री शूद्रस्तु सकृत्सकृत् ।।۷۳

(جسم کو پاک وصاف کرنے کے لئے مرد پہلے تین بار آچمن کرے اور دو بار منہ دھوئے لیکن عورت اور شودر (अछूत) ایک ایک بار کرے۔)

नित्यं स्नात्वा शुचिः कुर्याद्देवर्षिपितृतर्पणम् ।

देवताभ्यर्चनं चैव समिदाधानमेव च ।। ۷۴

(روزانہ اسنان (स्नान) کرکے پاک ہو کر ایشور اور رشیوں کی یاد کرے اس کے بعد دیوتاؤں کا ذکر اور دیگر چیزوں کو پڑھے)

اسی بات کو مہابھارت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: ممکن ہوتو اسنان (स्नान) کرے نہیں تو ہاتھ منہ دھوکر آچمن کر کے پاک جگہ بیٹھ کر ایشور کا ذکر، تسبیح اور دھیان وغیرہ کریں۔ ۷۵

انہیں حقائق کے پیش نظر مشہور اسکالر سید مناظر احسن گیلانی تحریر فرماتے ہیں:

''حد یہ ہے کہ غسل (स्नान) کے ساتھ قریب قریب وضو کے مسئلہ کو بھی آپ چاہیں تو (ھندو دھرم گرنتھوں میں) پاسکتے ہیں۔ ۷۶

غسل اور وضو کے بعد اسلامی عبادات جیسے نماز، حج یا تلاوتِ قرآن کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یعنی اللہ کے نام شروع جو بڑا مہربان اور رحمت والا ہے۔'' سے ہوتا ہے، جب ہم قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کی روشنی میں ہندو عبادات کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کا آغاز بھی ایشور کے نام سے ہی نظر آتا ہے۔ اسلام میں کسی عبادت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے تو ہندو دھرم میں کسی عبادت کا آغاز کرتے وقت اوم (ॐ) کا جاپ کرنا لازمی ہے۔ کسی منتر یا عبادت کے شروع میں اوم (ॐ) کہنے کا قریب قریب وہی مفہوم اور مقصد ہے جو بسم اللہ کا ہے۔ چنانچہ سوامی لکشمی شنکر آچاریہ (स्वामी लक्ष्मी शंकराचार्य) لکھتے ہیں:

''اوم (ॐ) کا لفظی معنی ہوتا ہے پرم کلیان کاری پرمیشور (परम कल्याणकारी परमेश्वर) لیکن یہی جب کسی منتر کے شروع میں لگادیا جاتا ہے تو اس کے معنی ہوجاتے ہیں ''شروع ایشور (ईश्वर) کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ ۷۷

قرآن کی پہلی سورت سورۂ فاتحہ کو جملہ قرآن کا ماحصل اور خلاصہ بیان کیا جاتا ہے اسی لیے اس کو ''اُم القرآن'' کہا جاتا ہے یہی سورت نماز کی ہر رکعت میں کثرت سے پڑھی جاتی ہے۔ ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق اسی طرح گائیتری منتر (गायत्री मन्त्र) کو بھی وید کا خلاصہ یا وید کی اصل (वेदमाता) کہا جاتا ہے۔ گائتری منتری کے جتنے معانی و مطالب پیش کئے گئے ہیں وہ کسی حد تک سورۂ فاتحہ کے مفہوم سے میل کھاتے ہیں۔ چنانچہ یجروید میں گائتری منتر پیش کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

ओ३म् भूर्भुवः स्वः ।

तत्सवितुर्वरेण्यं भर्गो देवस्य धीमहि ।

धियो यो नः प्रचोदयात् ۷۸

گائتری منتر کا ایک ترجمہ یہ بھی ہے کہ'' ہم اس خدا کی روشنی کو پوجتے ہیں (ध्यान में लाते हैं) جو زمین، آسمان اور سورگ (अंतरिक्ष) بنانے والا، پالنہار اور موت دینے والا ایک ہی خدا ہے اور جس کی روشنی اے سورج! تیری روشنی سے بڑھ کر ہے تاکہ وہ ہمارے دل، دماغ کی طاقتوں کو ضروری ہدایت و نصیحت کریں۔

مذکورہ بالا گائتری منتر کے علاوہ یجروید میں ایک اور گائتری منتر کا ذکر ہے جس کو سپت گائتری منتر (सप्त गायत्री मन्त्र) بھی کہا جاتا ہے۔ اس منتر میں قرآن پاک کی سورۂ فاتحہ کا مفہوم و معنیٰ کافی حد تک پایا جاتا ہے۔ وہ منتر اس طرح ہے:

अग्ने नय सुपथा राये अस्मान विश्वानि देव वयुनानि विद्वन।

युयोध्यस्म अजुहुराणमेनो भूयिष्ठान्ते नमउक्तिं विधेम।।۷۹

اس منتر کا ترجمہ ''سدھارک'' (सुधारक) کے वेद प्रवेश विशापांक میں سوامی ویدانت جی مہاراج نے اس طرح کیا ہے:

हे ज्ञानस्वरूप सर्वप्रकाशक परमेश्वर हमको विज्ञान, मोक्ष, राज्यादि के लिए उत्तम मार्ग से ले चल हे सुखदाता प्रभु सर्वज्ञ स्वामिन, तू सब ज्ञानों और कर्मों को विचारों को और व्यवहारों को जानता है हमसे कुटिलता युक्त पापों को दूर कर हम तुझे बहुत बड़ी नमस्कार उक्ति करते हैं। ۸۰

پیش کردہ منتر میں ''नमस्कार उक्ति'' کا مطلب ہے ایسی پوجا یا ایسی تعریف جو नमः کرکے یعنی ایشور کے آگے سر جھکا کر پڑھی جائے گی۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ عربی میں نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ نماز دراصل سنسکرت زبان کا کلمہ ہے جو دو لفظوں سے مل کر بنا ہے ایک (नमः) دوسرے अज़۔ नमः کا معنی ہے جھکنا اور अज़ کے معنی ہیں ایشور یعنی دونوں کا معنیٰ ہوا ایشور کے سامنے جھکنا۔ اور نماز میں بھی صرف اور صرف خدائے وحدہٗ لاشریک (एक ईश्वर) کے آگے ہی جھکا جاتا ہے۔

اس طرح اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا منتر میں دین اسلام میں ادا کی جانے والی نماز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سپت گائتری منتر (सप्त गायत्री मन्त्र) کے ہندی ترجمہ کے ساتھ یہاں ہم اس کا اردو ترجمہ بھی لکھ رہے ہیں تا کہ مفہوم سمجھنے میں آسانی ہو۔

''اے سراپا علم ونور ایشور ہمیں علم، نجات اور کامیابی وغیرہ کے لئے اعلیٰ راستے سے لے چل اے سُکھ عطا کرنے والے ایشور، عالم الغیب، مالک تو سب علوم اور اعمال اور خیالات وعادات کو جانتا ہے۔ ہم سے گندے، گھنونے پاپوں کو دور کر ہم تجھے بہت بڑی نمسکار اُکتی (नमस्कार उक्ति) کرتے ہیں۔

اب ذرا ایک نظر قرآن پاک کی سورۂ فاتحہ کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں باعتبار مفہوم کس درجہ مشابہت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآنِ پاک ارشاد فرماتا ہے:

''تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے سنسار کا پالنہار ہے۔ بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ اس دن کا مالک ہے جس دن بدلہ دیا جائے گا (اے اللہ) ہم تیری ہی پوجا کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ نہ کہ ان کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ان کا جو بھٹک گئے۔''[۸۱]

سورۂ فاتحہ سے ملتا جلتا مفہوم ومعنی ہندودھرم گرنتھوں کے دیگر منتروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر حسب ذیل منتر ملاحظہ کیجئے:

असतो मासद्गमय तमसो मा ज्योतिर्गमय।

मृत्योर्माऽमृतं गमयेति।। ۸۲

(اے سب کے ایشور! آپ ہم کو جھوٹے راستے سے ہٹا کر سچے راستے پر چلائیے جہالت کی تاریکی کو دور کر کے علم کے سورج کے سامنے کیجئے اور موت کے مرض سے الگ کر کے نجات کی راحت والا آبِ حیات پلائیے۔)[۸۳]

सुषारथिरश्वानिव यन्मनुष्यान्, नेनीयतेऽभीशुभिर्वाजिन

इवहृत्प्रतिष्ठं यदजिरं जविष्ठं, तन्मे मनः शिवसङ्कल्प मस्तु ।। ۸۴

(اے ساری کائنات کو اپنے قانون میں رکھنے والے ایشور! میرا من اسی طرح ادھر اُدھر مجھ کو ڈولاتا رہتا ہے جس طرح لگام یا گھوڑوں کو قابو کرنے والا کوچوان گھوڑے کو۔ جو دل

میں قائم متحرک اور نہایت تیزی والا ہے وہ سب حواس کو ہمیشہ گناہ و پاپ والے کاموں سے روک کر نیکی (دھرم) کے راستے پر چلایا کرے۔ مجھ پر ایسی مہربانی کیجئے۔ ۸۵ے

سورۂ فاتحہ کے علاوہ قرآن پاک کی اور بھی کثیر آیات کے معانی و مفاہیم ہندوستانی دھرم گرنتھوں کے کثیر منتروں میں کسی حد تک ملتے جلتے نظر آتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی مانند ہندو دھرم میں یہ منتر مختلف مواقع و رسوم کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ گائتری منتر کا جاپ ہوتا ہے جیسا کہ دینِ اسلام میں سورۂ فاتحہ دیگر سورتوں کے مقابل بکثرت پڑھی جاتی ہے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں ایشور کی حمد (स्तुति) و دعا (प्रार्थना) اور عبادت (उपासना) کے طور پر یجر وید، شت پتھ برہمن اور یوگ وغیرہ کے جو منتر ذکر کئے گئے ہیں وہ بھی اسلامی تعلیمات و ہدایات کی تصدیق کرتے نظر آتے ہیں۔ مثلاً یجر وید ادھیائے ۴۰ ر منتر ۸ اور ۱۶۔ ادھیائے ۳۲ ر منتر ۱۴۔ ادھیائے ۱۹ ر منتر ۹۔ ادھیائے ۳۴ منتر ۱ تا ۶ اور ادھیائے ۱۶ ر منتر ۱۵ وغیرہ۔ اختصار کے پیش نظر ہم نے یہاں انکا اجمالی تذکرہ کیا ہے تفصیلی معلومات کے لئے ''تہذیب دھرم جلد اول'' اور ستیارتھ پرکاش ساتویں سملاس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم کی سندھیا کال و پراتا کال پوجا، پرارتھنا، (प्रार्थना) استتی (स्तुति) حمد اور دھرم منتروں میں اسلامی عبادات و تصورات کی جلوہ گری اور بعض واضح اشارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ویدوں کا سارا خلاصہ اسلامی مقدس کتاب قرآن میں ہے اور اب قرآن ہی دنیا کے سارے لوگوں کے لئے ہدایت و نصیحت کا سرچشمہ ہے۔ خدائی کلام یا خدائی کتاب کی صورت میں اگر کوئی کلام یا کتاب بنا کسی حذف و اضافہ یا ترمیم کے دنیا میں موجود ہے تو وہ صرف اور صرف قرآن ہے کہ اس کے کسی لفظ یا کلمہ میں کوئی تبدیلی نہیں جیسا نازل ہوا تھا ویسا ہی ہے سوامی وویکانند کہتے ہیں۔ ''قرآن کے بارے میں ایک بڑے معرکے کی بات یہ ہے کہ پچھلے ۱۱ رسو سالوں سے یہ جیسا کا تیسا ہے اس گرنتھ کا روپ تھوڑا بھی نہیں بدلا ہے اور اس کی بنیادی حقیقت اب بھی قائم ہے۔ (ب) ۸۵ے

ویدوں کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں سال تک صرف زبانی یادداشت میں بنے رہے اور

اٹھارویں صدی میں ایک انگریز محقق میکس مولر کے ذریعہ بشکل تحریر وجود میں آئے۔ اس لئے دیگر دھرم گرنتھ تو کجا ویدوں جیسی عظیم ہندوستانی کتب میں ہندو محققین ومفکرین کے درمیان ان گنت اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کوئی ان کو خدائی علم کہتا ہے، کوئی آریوں اور غیر آریوں کی جنگی تاریخ کے نام سے یاد کرتا ہے، کوئی قدیم رِشیوں کے جذبات وخیالات کی شاعرانہ ترجمانی خیال کرتا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ ویدوں کی ساری تعلیمات کو ہم خدائی تعلیمات نہیں کہہ سکتے۔ غرض یہ کہ ہر ایک کے اپنے موقف کی تائید میں ثبوت ودلائل ہیں۔

دوسری طرف قرآن کا یہ عالم ہے کہ اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دنیا ہزار کوششوں کے باوجود اس کی ایک سورۃ کے مثل نہ لا سکی ہے اور نہ قیامت تک لا سکے گی۔

ویدوں کو عورت اور اچھوت (शूद्र) نہ پڑھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں جب کہ قرآن کو کسی بھی طبقے کا مرد وعورت بنا کسی بھید بھاؤ کے پڑھ سکتے ہیں۔ انہیں مختلف فیہ تعلیمات کے پیش نظر بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ویدوں کی جو تعلیمات قرآن سے میل کھاتی ہیں ان کو کلامِ خداوندی مانا جاسکتا ہے لیکن اس کے برخلاف اس کو ہرگز خدائی کلام نہیں کہا جاسکتا۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے "ھدیً للناس" یہ قرآن لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔

ہندو دھرم میں ویدوں کے بعد کی مذہبی وروحانی تعلیمات کو ''ویدانت'' (वेदान्त) یعنی ویدوں کا اَنت کہا جاتا ہے جیسا کہ سوامی ویکانند نے کہا ہے کہ وید کا انت یعنی آخر ہونا ویدانت کا معنی ہے۔ ویدوں کے بعد جو خدائی وآسمانی کتابیں مشہور ہیں وہ زبور، توریت، انجیل اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی کتاب قرآن ہے۔ اگر ویدانت کا معنی وید یا خدائی کلام کا انت وآخر ہونا ہے تو بلاشبہ قرآن ہی آخری وید (अन्तिमवेद) ہے۔ جو اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کی فلاح ونجات کے لئے ہر معیار وکسوٹی پر صحیح ثابت ہونے والا ایک مکمل پاکیزہ دستور ہے۔

اسلامی نماز اور شری رام چندر کا بیان کردہ طریقۂ عبادت

(इस्लामी नमाज़ व ज्योति रुप प्राप्त करने वाली पूजा शैली)

قدیم ہندو دھرم کی سندھیا پوجا(सन्ध्या पूजा) پرارتھنا واپاسنا(प्राथना व उपासना) میں بعض چیزیں اسلامی عبادت نماز سے ملتی جلتی نظر آتی ہیں اور یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۱۶، میں नमउक्ति سے اشارۃً نماز کی نشاندہی ہوتی ہے۔اور بعض دھرم منتروں سے قرآنی آیات کے مفہوم کی ترجمانی ہوتی ہے لیکن شری رام نے ہنومان جی کے استفسار پر نورانی روپ (ज्योति रुप) حاصل کرنے کا جو طریقہ عبادت بیان کیا ہے اس سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وہی طریقۂ عبادت ہے جو ہزاروں سال قبل سے مسلمانوں میں رائج ہے۔جس کو دنیا اسلامی نماز کے نام سے جانتی ہے۔شری رام نے جو طریقۂ عبادت بیان کیا ہے وہ نماز سے بہتر کسی اور انداز میں ادا ہو ہی نہیں سکتا۔

شری رام تتو بودھامرت(श्रीरामतत्वबोधामृत) میں مذکور ہے کہ:

''شری رام سے بستر علالت پر ہنومان جی نے پوچھا کہ آپ تو اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں مگر سوامی یہ بتائیے کہ آپ کے بعد جیوتی روپ(ज्योति रुप) حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟

تو آپ نے ہنومان کو آنے والی نسلوں کے لئے ایک پرارتھنا(प्राथना) پوجا بتلائی چونکہ وہ ایک پیشن گوئی تھی اور آنے والا کلکی اوتار اس کو رائج کرنے والا تھا اس لئے برسہا برس سے دھرم گرو اس کی تفسیر وتشریح (टीका) نہ بیان کر سکے اور اپنے اپنے ذہن سے اس کی جو بھی تعبیر ومطلب سمجھا اس کے مطابق جیوتی روپ کی تلاش کرتے رہے۔مگر اب جب کہ ۱۴سو سال قبل سے ایک طریقۂ نماز مسلمان قوم میں رائج ہے، ذرا غور کرو اور انصاف سے فیصلہ کرو کیا یہ وہی نہیں جو شری رام چندر جی فرما گئے ہیں۔چنانچہ شری رام چندر جی فرماتے ہیں:

پہلے تو کھڑا ہو جا۔ (قیام) प्रथम नारकं चैव:

دوسرے تو سجدہ کر۔ (سجدہ) द्वितीयं दण्डमृच्चवतं

تیسرے تو بیٹھ جا (قعدہ) तृतीयं कुण्डलाकारम

چوتھے آدھا چاند بن جا (رکوع) चतुर्थम अर्धचन्द्रकम

پانچویں تو مراقبہ کر۔ (مراقبہ) पंचमबिन्दुसंयुक्तम

یہی نور (ज्योति) کا روپ ہے۔ ॐ इत्येव ज्योति रुपकम:

جسم کے آٹھ حصے (अंग) زمین کو لگیں۔ आष्ट आँगन्च:

عام طور سے ہندو پجاری و پنڈت لوگ आष्टांगन्च جسم کے آٹھ انگ (عضو) زمین کو لگیں اس کی حکمت و نزاکت کو نہیں سمجھتے پورا کا پورا جسم زمین پر ڈال دیتے ہیں جس سے آٹھ کی خصوصیت باقی نہیں رہتی مگر حالت سجدہ اسلامی نماز میں دیکھو کہ پیشانی، ناک، ہاتھ کے دو پنجے، دو گھٹنے اور پیر کے دو پنجے کل آٹھ اعضاء (अंग) زمین سے لگتے ہیں۔

شری رام آگے فرماتے ہیں:

پھر چوپائے جاندار کی طرح ہو جا۔ (رکوع کی وضاحت) चतुष्टपादम

تین مقامات کا خیال رکھو۔ त्री स्थानम:

پانچ دیووں کا خیال رکھو۔ पंचदेवतम:

جو شخص ان باتوں کو نہیں جانتا۔ ओमितंम न जानाति:

وہ ہرگز برہمن (عارف بندہ) نہیں ہے۔ व्राहमणों न भवेतसि:

آسمان پر زمین پر یا افق پر نگاہ رکھ۔ खेचरि भूचरि सिचरि

چھے منھ بند رکھ پریشاں خیالی کو ضبط کر۔ शण्मुखि शंभवि:۸۶

شری رام چندر جی کے پیش کردہ طریقۂ عبادت و پوجا میں کچھ چیزیں تو بالکل واضح ہیں لیکن چند باتیں وضاحت طلب اور اس معنی کر خصوصی توجہ کی حامل ہیں کہ وہ بھی دراصل کلی طور پر اسلامی ارکانِ نماز کی آئینہ دار ہیں۔ مثلاً

آسمان پر زمین پر یا افق پر نگاہ رکھ۔ खेचरि भुचरि सिचरि

جب مسلمان اللہ اکبر کہتا ہے تو آسمان و افق اور زمین پر اس کی نگاہ سیر کرتی ہوئی آتی ہے۔

شنمکھی (शनमुखी)

چھے منہ یعنی کان، آنکھ، ناک، منہ، پیشاب اور پاخانہ کی جگہ کو معطل رکھے اور حالت قیام میں خشوع وخضوع کے ساتھ ایک مسلمان کا یہی انداز ہوتا ہے۔

شام بھوی (शामभवि)

یعنی دل کی پریشاں خیالی کو ضبط کرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایک مسلمان کو نماز میں یہی حکم ہے کہ نمازی یہ سمجھے وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے یا اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''اگر تم یہ دیکھ لو کہ نماز میں تمہارے سامنے کون موجود ہے تو قسم خدا کی قیامت تک سلام نہ پھیرو۔ نیز ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ کا خیال منتشر ہوتا ہے تو رب تبارک وتعالیٰ اس کو متوجہ وآگاہ فرماتا ہے۔ اب آپ خود ہی بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ''شام بھوی'' کی اس سے بہتر اور کیا تعبیر ہوسکتی ہے۔؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحالت نماز گھسے ہوئے تیر کو اپنے جسم سے نکالنے کے لئے اسی لئے فرمایا تھا کہ ''شام بھوی'' کا حسین منظر نماز میں ہے۔

تری استھانم: (त्रिस्यानम्)

شری رام نے نماز کے تیسرے رکن کنڈلا کارم (कुण्डलाकारम) یعنی قعدہ کی ترکیب یوں بیان فرمائی کہ تین مقامات یعنی ناک کے مقام پر نظر رہے، دونوں رانوں پر دونوں ہاتھ رہیں اور مقعد کے پاس بایاں پاؤں مڑا رہے۔ اس طرح کنڈلا کارم کی بہترین ادائے گی اسلامی طریقۂ نماز میں جلوہ گر ہے۔

چتشٹپادم: (चतुष्टपादम)

جیوتی روپ پوجا کے چوتھے رکن: अर्ध चन्द्रकम: یعنی آدھا چاند بن جا کہنا ہی نماز کے رکن رکوع کی وضاحت کے لئے کافی ہے، پھر چوپایہ کی طرح ہو جا کہہ کر حالت رکوع کی اور

وضاحت کردی۔ ایک مسلمان حالت رکوع میں ٹھیک اسی طرح ہوتا ہے جس طرح شری رام نے پیشن گوئی کی تھی۔

شری رام نے اپنے بیان کردہ طریقۂ عبادت کے بعد बिन्दुसंयुतम یعنی مراقبہ کے لئے کہا ہے اور مسلمان نماز ادا کرنے کے بعد مراقبہ (ईश्वध्यान) میں گم ہو جاتا ہے جو مراقبہ یعنی बिन्दुसंयुतम کا عملی نمونہ ہے۔

شری رام چندر جی نے جیوتی روپ (ज्योति रूप) حاصل کرنے کے طریقۂ عبادت کی ترتیب میں اول قیام، دوم سجدہ، سوم قعدہ اور چہارم رکوع بیان فرمایا ہے حالانکہ نماز میں قیام کے بعد رکوع اس کے بعد سجدہ اور پھر قعدہ ہے۔ اس میں حکمت وراز یہ ہے کہ آپ نے اس احمد کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا اُ قیام میں حَ رکوع میں مَ سجدہ میں اور دال حالتِ قعدہ میں ہے۔ یہ اشارہ تھا کہ پیغمبر اسلام "احمد" ہی کامل جیوتی روپ بتلائیں گے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب ترجمانی کی ہے:

قومہ الف ہے حا رکوع میم سجدہ جلسہ دال
نقشہ نمازی یوں نمازِ عشق کا کھینچا کرے

کائنات کے چار عناصر (तत्व) بھی اسی نورانی (ज्योति रूप) نماز میں ہیں۔ آگ قیام کی حالت میں جل رہی ہے۔ پانی سجدہ کی حالت میں ڈھلان کی طرف بہہ رہا ہے۔ مٹی قعدہ کی حالت میں ہے اور ہوا نہ آسمان پر نہ زمین سے پیوست بلکہ درمیانی حالت یعنی حالت رکوع میں ہے۔ اور ان چاروں عناصر سے پیدا شدہ مخلوقات بھی انہیں حالتوں میں مصروفِ نماز ہیں۔ درخت قیام یا سجدے میں ہیں قرآن فرماتا ہے: "وَالنجم والشجر یسجدان۔" رینگنے والے جانور سجدے میں، پہاڑ بھی انہیں حالتوں میں اور چوپائے جانور رکوع میں ہیں۔ گویا کہ پوری کائنات جیوتی روپ کے حصول کے لئے ایک مسلمان کی طرح حالت نماز میں معراج حاصل کرتی ہے۔

اس طرح شری رام کے بیان کردہ طریقۂ عبادت وبندگی کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی طریقۂ نماز وانداز بندگی ہی وہ عبادت ہے کہ جس کے ذریعہ انسان جیوتی روپ (ज्योति

(रूप) یا خدائی نور حاصل کر سکتا ہے۔

ہم اپنے مقالہ کے ''رسالت واوتارواد'' باب میں ثبوت ودلائل کے ساتھ یہ بیان کر چکے ہیں کہ بہت سے مشہور ومعروف ہندو محققین ودھرم شاستر آچاریوں (धर्माम्त्राचार्यो) کی تحقیق ومانتا ہے کہ ہندوؤں کے ۲۴ اوتاروں میں سب سے آخری ایش دوت نراشنس واوتار کلکی ہیں جو ہو چکے ہیں اور وہ کوئی اور نہیں بلکہ اسلام کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ مشہور ہندو محققین ودھرم آچاریہ قدیم ہندو دھرم گرنتھ وید اور پران کی روشنی میں جب یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ پیغمبر اسلام ہی کلکی اوتار ونراشنس دوت ہیں تو لازمی طور پر یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ آپ پر نازل کردہ آسمانی کتاب قرآن، آپ کا لایا ہوا دین اسلام اور آپ کی بیان کردہ اسلامی عبادت نماز صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ برادران وطن ہندو حضرات کے لئے بھی یہی آخری کتاب ہے، یہی آخری دین ہے اور یہی نورانی (ज्योति रूप) روپ حاصل کرانے والی آخری عبادت اسلامی نماز ہے۔ خواہ اس کو آپ اپنے علم وتحقیق کی بنیاد پر آخری وید کا نام دیجئے یا جیوتی روپ پرارتھنا و پوجا (ज्योति रूप प्रार्थना व पूजा) کے نام سے یاد کیجئے۔ نام کچھ بھی ہو لیکن اسلامی تعلیمات وانداز بندگی کی جلوہ آرائیاں ہر سمت وہر جگہ نظر آئیں گی۔

اسلامی نماز اور گیتا کا بیان کردہ طریقۂ عبادت

(इस्लामी नमाज़ और गीता की प्रस्तुत पूजा शैली)

کلکی اوتار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کی جانب سے نازل شدہ کتاب قرآن میں مذکور عبادت و پوجا کے لئے اسلامی نماز کا جو انداز وطریقہ بتایا ہے اور جس طریقہ سے قوم مسلم نماز ادا کرتی ہے اس کی تصدیق شری رام تتو بودھا مرت کے حوالہ سے شری رام چندر جی کے بیان کردہ جیوتی روپ پوجا (ज्योति रूप पूजा) کے طریقہ سے ہی نہیں بلکہ شری مد بھاگوت گیتا (श्रीमद भागवत गीता) کے چھٹے باب (अध्याय) کے دسویں تا تیرھویں اشلوک سے بھی ہوتی ہے۔ ان اشلوکوں میں بخوبی نماز کے ارکان کا اشارہ ملتا ہے۔ فرق اگر محسوس ہوتا ہے تو وہ صرف زبان اور تشریح کا۔ چنانچہ گیتا میں کہا گیا ہے:

योगी युञ्जीत सततमात्मानं रहसि स्थितः।

एकाकी यतचित्तात्मा निराशीर परिग्रहः।८७॰

یوگی کو اس طرح یوگ کرنا چاہیے کہ وہ ہمیشہ ایسا کرے "योगी युञ्जीत सततमात्मानं" کہ حق کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہیے، نیکی پا کر کھونے کی چیز نہیں۔ یوگ جسم کی نقل وحرکت تک ہی محدود نہیں بلکہ روح (आत्मा) بھی شامل ہونا چاہیے۔ (रहसि) میں سب کو چھوڑ کر پرکھ کر آیا ہوں (स्थित) تیرے سہارے زندگی گذارنے کے لئے एकाकी ایک کا ہوکر यत चित्तात्मा صرف دل سے نہیں بلکہ دماغ اور روح سے بھی۔ निराशीर میں سب سے مایوس ہو کر آیا ہوں۔ परिग्रह ملکیت کا دعویٰ چھوڑ کر آیا ہوں سب تیرے سہارے۔ ۸۸

جب ایک مسلمان نماز کا قصد وارادہ اور نیت کرتا ہے تو اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ وہ ماسوائے رب سب سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے اور اپنے خالق و مالک کی طرف قلبی، ذہنی وروحانی طور پر متوجہ ہو جاتا ہے۔ بقول غالب حال یہ ہوتا ہے کہ ع

وہ مرے پاس ہوتا ہے گویا

جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

مسلمان نمازی کی اسی نیت و کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

انی وجهت وجهی لِلّذی فطر السمٰوٰتِ والارض حَنِیفاً وَمَا اَنَا مِنَ المُشرِکِین۔ ۸۹

(میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔)

قل انَّ صلاتی ونسکی ومحیایَ ومماتی لِلہ رب العٰلمین۔ ۹۰

(تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پالن ہار ہے۔)

نیت: اس طرح اِس اشلوک میں نمازی کی نیت و کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

قیام ورکوع: نیت کے بعد نمازی قیام (स्थिर आसन) اور رکوع کی حالت میں ہوتا

ہے۔اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے گیتا میں کہا گیا ہے:

शुचौ देशे प्रतिष्ठाप्य स्थिरमासनमात्मनः ।

नात्युच्छ्रितं नाति नीचं चैला जिनकुशोत्तरम ।।٩١

'शुचौ देशे' کا معنی ہے پاک زمین یا پاک ملک، اس کو گیتا کے ۱۳/ویں باب (अध्याय) کے دسویں منتر میں 'विविक्त देश' یا صحرائے خالی بھی کہا گیا ہے۔ یہ دونوں نام صاف طور سے کعبہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کیوں کہ عرب کو ریگستانی علاقہ (मरुस्थल) اور صحرائے خالی کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔

اس صورت میں اس منتر کا مفہوم یہ ہوگا کہ ایشور (اللہ) کے گھر کعبہ کی سمت خود کو قائم کرے 'स्थिर आसन' یعنی قیام کرے۔اس کے بعد ایسا آسن (आसन) جو نہ تو زیادہ اونچا ہو اور نہ زیادہ نیچا ہو یعنی رکوع 'कुशा, मृगचर्म' اور کپڑا (वस्त्र) بچھا کر کریں۔

اسلامی رکوع کی تصدیق رگوید (ऋग्वेद) کے 6. 1. 6 میں (ज्ञुवाधानमस्मा मदंम) کے بارے میں گری فتھ (गिरिफिथ) کے لفظوں سے ہو جاتی ہے۔وہ لکھتے ہیں KNEELING UPON OUR KNEES WITH ADORATION" یعنی تعظیم کے ساتھ گھٹنوں پر جھکنا۔ ٩٢

ایک نمازی کی قیام ورکوع میں یہی صورت ہوتی ہے جو اس اشلوک میں بیان کی گئی ہے۔

قعدہ: قعدہ بھی نماز کا ایک رکن ہے جس کو گیتا میں (उपविश्यासन) کے نام سے اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

तत्रैकाग्रं मनः कृत्वा यतचित्तेन्द्रिय क्रियः

उपविश्यासने युञ्ज्याद्योगमात्मविशुद्धये ।।٩٣ •

(دل کو ساری باتوں سے ہٹا کر یکسو ہو اور دل اور حواس کی حرکات پر کامیاب ہو کر یعنی صرف ایشور کی طرف متوجہ ہو کر یوگ کا کام (عبادت) کریں: یہ अपविश्यासन یعنی قعدہ روح کی پاکیزگی (आत्मशुद्धि) کے لئے کریں۔) ٩٤

☆☆☆

سجدہ اور ساشٹانگ (सज्दा और साष्टांग)

قدیم ہندو دھرم یا سناتن دھرم میں پوجا کے بہت سے طریقے رائج ہیں ان میں سے ایک طریقہ ساشٹانگ (साष्टांग) ہے۔ اس طریقۂ عبادت کو انفرادی طور پر بھی ہندو دھرم گرنتھوں میں ذکر کیا گیا ہے اور دوسری عبادات کے ضمن میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ شری رام نے جیوتی روپ حاصل کرنے والی پوجا میں اس کو ایک رکن کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔ بہر حال ساشٹانگ کا مطلب ہے جسم کے آٹھ اعضاء سے پوجا کرنا۔ اس پوجا کی ہندو دھرم میں بڑی اہمیت وفضیلت ہے۔ گیتا کے اندر بھی اس کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ادھیائے ۶، میں بیان کردہ طریقۂ عبادت کے ضمن میں کہا گیا ہے:

समं कायशिरोग्रीवं धारय नचलं स्थिरः।

संप्रेक्ष्य नासिकाग्रं स्वं दिशश्चान वलोकयन्।।९५

(کایا (काया) سر (शिर) اور گردن (ग्रीवा) کو ایک سیدھ (सम) میں لاکر غیر متحرک ہوکر ساکن (स्थिर) ہوجائیں یا ساشٹانگ کریں۔ یعنی آٹھ اعضاء (अंग) کے ساتھ اپنی کایا (جسم) کی اس چلتی پھرتی مورتی کو اپنے ایشور (मूर्तिकार) کے سامنے جھکادیں۔ گردن جھکانے کی اس حالت میں اپنی ناک (नासिका) کے اگلے (अग्र) حصے پر نگاہ جمائیں اور کسی دوسری سمت نہ دیکھیں۔ ۲/ (अवलोकन न करें) ۹۵

اس طرح اس اشلوک میں اسلامی سجدہ کو 'ساشٹانگ' (साष्टांग) کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔ ساشٹانگ میں جسم کے آٹھ انگ زمین سے مس ہوتے ہیں اور سجدہ میں بھی پیشانی، ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں یعنی جسم کے آٹھ اعضاء زمین سے لگتے ہیں۔ اسلامی سجدہ میں بھی نگاہ ناک کے اگلے حصے پر رکھنے کا حکم ہے اور ساشٹانگ میں بھی یہی بات کہی گئی ہے۔ اور یہ ایسی لازمی بات ہے کہ یوگی یا نمازی چاہ کر بھی کسی دوسری طرف نظر نہیں جما سکتا۔ سجدہ کو نماز میں سب سے اعلیٰ رکن مانا گیا ہے اور ساشٹانگ کو بھی ہندو دھرم میں اہم مقام دیا گیا ہے۔ گویا کہ سجدہ کو ساشٹانگ اور ساشٹانگ کو سجدہ کہہ سکتے ہیں۔

اسلامی روزہ وھندوی ورت واُپواس

(इस्लामी रोज़ा व हिन्दुवी व्रत व उपवास)

دین اسلام میں روزہ کو عربی زبان میں ''صوم'' کہتے ہیں جس کا مادہ ص، و، م اور مصدر صوم ہے۔ لغوی اعتبار سے صوم کے مختلف معانی ہیں جیسے اَلْاِمْسَاكُ عَنِ الشَّئِ وَتَرَكَ لَهٗ۔ یعنی کسی شی سے الگ ہو جانا، ترک کر دینا، رکنا، چپ رہنا، صبر کرنا، بات کرنے چلنے پھرنے وغیرہ سے رکنا، باز رہنا اور کام سے رکنا وغیرہ۔ ۹۶

قرآن حکیم کی حسب ذیل آیت میں صوم کا لفظ انہیں لغوی معانی میں استعمال ہوا ہے:

اِنی نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْماً فَلَنْ اکلم الیوم انسیا۔ ۹۷

(میں نے آج رحمن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی شخص سے بات نہیں کروں گی)

اور اصطلاح شریعت میں مسلمان کا عبادت کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک قصداً کھانے، پینے اور جماع یعنی جسمانی تعلقات سے باز رہنے کا نام روزہ ہے۔ ۹۸

روزہ دین اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے جو ہر عاقل، بالغ، آزاد مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ شریعت محمدی کی رو سے جس کا منکر کافر اور قصداً ترک کرنے والا احرام و گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔

۱۰، شعبان ۲ھ مطابق جنوری ۶۲۴ء کو مدینہ منورہ میں روزے کی فرضیت کا حکم نازل ہوا۔ ۹۹ رمضان کے روزوں کی فرضیت اور اس سے متعلق ضروری احکام و ہدایات قرآن مجید میں تقریباً تیرہ مقامات پر بیان ہوئی ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

یایها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۰ایاماً معدوداتٍ فمن کان منکم مریضاً اوعلی سفرٍ فعدَّةٌ من ایامٍ اُخرَؕ و علی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکینٍ۔ فمن تطوع فهو خیز له۔ و ان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ ۱۰۰

(اے ایمان والوتم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض ہوئے تھے۔تاکہ تمہیں پاکیزگی ملے۔ گنتی کے دن ہیں۔(یعنی رمضان کا ایک مہینہ) توتم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہوتو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے۔ اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ میں ایک مسکین کا کھانا دیں۔ پھر اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے اگر تم جانو۔

فمن شهِد منكم الشهر فليصمهُ و من كان مريضاً او علیٰ سفرٍ فعِدّۃٌ من ایامٍ اُخر ۱۰۱

(توتم میں جو کوئی یہ (رمضان) مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہوتو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے۔)

وکلواواشربوا حتیٰ یتبیّنَ لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ص ثم اتموا الصیام الی اللیل ۱۰۲

(اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لئے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پو پھٹ کر) پھر رات آنے تک روزے پورے کرو۔)

قرآن پاک کی مذکورہ بالا آیات میں روزوں کی فرضیت کے ساتھ ان کے مختلف احکام بیان کئے گئے ہیں۔ بعد والی آیت میں رات کو سیاہ ڈورے اور صبح کو سفید ڈورے سے تشبیہ دے کر یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ تمہارے لئے رمضان میں مغرب سے صبح صادق شروع وقت فجر تک کھانا پینا وغیرہ مباح ہے۔ اور ماقبل والی آیت میں بیمار و مسافر کے لئے روزوں کا شرعی حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ نیز یہ بھی آگاہ فرمایا گیا ہے کہ روزے تم سے پہلے لوگوں پر اور تم پر اس لئے فرض کئے گئے تھے تاکہ تم گناہوں سے بچو۔ پرہیزگاری و پاکیزگی اختیار کرو۔

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے ساتھ ہر مسلمان مرد وعورت پر یہ بھی لازمی وضروری ہے کہ وہ صرف کھانے، پینے اور جسمانی تعلقات میل ملاپ سے اجتناب نہ کرے بلکہ اپنے قولی، فعلی، ذہنی وقلبی امور اور دیگر معاملات میں بھی نیکی

وپرہیز گاری اختیار کرے جیسا کہ لعلکم تتقون سے واضح ہے۔ روزے کی حالت میں انسان ہاتھ، پاؤں کو کسی حرام و ناجائز کام کے لئے استعمال نہ کرے۔ زبان پر گالی گلوچ، غیبت جیسی خرافات ہرگز نہ لائے۔ نہ کان میں پڑنے دے، آنکھ بھی غیر اخلاقی وغیر شرعی کام کی طرف نہ اٹھے بلکہ انسان نیکی و پاکیزگی کا پیکر بن جائے روزے کے اس روحانی مقصد کو بیان کرتے ہوئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدمی کا ہر عمل اسی کے لئے ہے سوائے روزے کے کیوں کہ وہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ روزہ ڈھال ہے اور جس روز تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو نہ فحش کلامی کرے اور نہ جھگڑے اگر اس کو کوئی گالی دے یا لڑے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ ۱۰۳؎

غرضیکہ روزہ کا مقصد تقویٰ و پرہیزگاری ہے تاکہ انسان قولی، فعلی اور قلبی و ذہنی طور پر روحانی و اخلاقی صفات سے آراستہ و مزین ہو۔

اسلامی نقطۂ نظر سے روزہ صرف روحانی و اخلاقی پاکیزگی وارتقاء کا ضامن ہی نہیں بلکہ جسمانی حفظان صحت وتندرستی اور سماجی وقومی فلاح وہمدردی کے لحاظ سے بھی انمول تحفہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''روزہ رکھا کرو تندرست رہو گے۔ ۱۰۴؎

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی طرح کی اور بھی احادیث مروی ہیں کہ جن میں صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ ''روزہ بیماری کے لئے شفا، ہے۔ روزے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے مرضِ وفات کے درمیان حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو وصیت فرمائی، ان میں سے ایک رمضان کے علاوہ ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کی بھی نصیحت تھی۔ ہر ماہ تین نفلی روزے آپ خود بھی رکھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ''روزے رکھا کرو صحت مند رہو گے۔ ۱۰۵؎

اسلام کے اس نقطۂ نظر کی تصدیق حکماء واطباء کی قدیم وجدید ترین تحقیق سے بھی ہوتی ہے۔ حکماء واطباء کا کہنا ہے کہ:

''نظام ہضم جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ایک دوسرے سے قریبی طور پر ملے ہوئے اعضاء پر شامل ہے۔ اہم اعضاء جیسے منہ، جبڑے میں لعابی غدود، زبان، گلے سے معدے تک خوراک لے جانی والی نالی، معدہ، بارہ اُنگل والی آنت، جگر اور لب لبا اور آنتوں کے مختلف حصے وغیرہ تمام نظام اس نظام کا حصہ ہیں۔ یہ سب پیچیدہ اعضاء خود بخود ایک کمپیوٹرائز نظام سے جاری ہوتے ہیں جو کھانے یا پینے کے وقت اپنا مخصوص عمل شروع کر دیتے ہیں۔ اکثر اوقات کھانے پینے میں مصروف اور غلط قسم کی خوراک کے سبب یہ گھس جاتے ہیں۔ روزہ ایک طرح سے اس سارے نظام پر ایک ماہ کا آرام طاری کر دیتا ہے۔ جس کے سبب جگر وغیرہ کو پانچ چھ گھنٹے کا آرام مل جاتا ہے۔ جو روزے کے بغیر بالکل ناممکن ہے۔ کیوں کہ بے حد معمولی مقدار کی خوراک یہاں تک کہ ایک گرام کے دسویں حصے کے برابر بھی اگر معدہ میں داخل ہو جائے تو پورا کا پورا نظام ہضم اپنا کام شروع کر دیتا ہے اور جگر فوراً کام میں مصروف ہو جاتا ہے۔ سائنسی حساب سے یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس آرام کا وقت سال میں ایک ماہ تو ہونا ہی چاہیے۔ ۱۰۶

حکماء واطباء کے نزدیک روزے سے خون کے کیمیائی عمل پر بہتر اثر ہوتا ہے۔ روزے کے دوران خون کی مقدار کی کمی دل کے لئے انتہائی فائدہ مند ہوتی ہے۔ اعصابی نظام مضبوط ہوتا ہے۔ روزے کے دوران جب خون میں غذائی مادے کم ترین مقدار پر ہوتے ہیں تو ہڈیوں کا گودا حرکت میں آجاتا ہے اور کاہلی و سستی دور ہو جاتی ہے اور خراب مواد جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں اور صحیح مواد پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ۱۰۷

روسی ماہر ابدان پروفیسر وی، این نکیٹن کے خصوصی بیان ۲۲، مارچ ۱۹۶۰ء لندن سے بھی یہی انکشاف ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ''اگر حسب ذیل تین اصول زندگی اپنا لئے جائیں تو جسم کے زہر یلے مواد خارج ہو کر بڑھاپا روک دیتے ہیں (۱) خوب محنت کیا کرو (۲) کافی ورزش کیا کرو (۳) غذا جو پسند ہو کھاؤ لیکن مہینے میں کم سے کم ایک بار فاقہ ضرور کرو۔ ۱۰۸

اسلامی روزہ جسمانی صحت وتندرستی وترقی کے لحاظ سے بے شمار فوائد وخصوصیات کا حامل ہے اس حقیقت کو دنیا کے مشہور ومعروف سیکڑوں محققین ومدبرین نے بسر وچشم قبول کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر یہاں ہم صرف دو عظیم شخصیتوں کا اظہار خیال نقل کر رہے ہیں۔ چنانچہ

چندر گپت موریہ راجہ کے مشہور وزیر چاڑانکیہ (चाणक्य) اپنی مشہور کتاب ''ارتھ شاستر (अर्थ शास्त्र) میں لکھتے ہیں کہ:

''میں نے بھوکا رہ کر جینا سیکھا اور بھوکا رہ کر اڑنا سیکھا ہے۔ میں نے دشمنوں کی چالوں کو بھوکے پیٹ سے الٹا کیا ہے۔[۱۰۹]

مہاتما گاندھی کے فاقے مشہور ہیں۔ فیروز راز نے گاندھی جی کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ گاندھی جی روزے کے قائل تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ انسان کھا کر اپنے جسم کو ست کر لیتا ہے۔ اور کاہل ست جسم نہ دنیا کا اور نہ ہی مہاراج کا۔ اگر تم جسم کو گرم اور چست رکھنا چاہتے ہو تو جسم کو کم سے کم خوراک دو اور روزے رکھو۔ سارا دن جاپ الاپو اور پھر شام کو بکری کے دودھ سے روزہ کھولو۔[۱۱۰]

گویا کہ ایک طرح سے روزہ جسمانی زکوٰۃ ہے جس طرح زکوٰۃ سے مال پاک وصاف ہو جاتا ہے اسی طرح روزے سے روح وجسم جملہ آلودگیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''لکل شیء زکوٰۃ وزکوٰۃ الجسم الصوم'' یعنی ہر شئے کے لئے زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔[۱۱۱]

روحانی واخلاقی اور جسمانی فوائد کے علاوہ روزہ سماجی وقومی اعتبار سے بھی بے مثال خوبیوں کا حامل ہے۔ روزے کے ذریعہ روزہ دار پر سماجی وقومی لحاظ سے بھی بہترین اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جب پیٹ بھرا ہوتا ہے تو دوسرں کی بھوک کا احساس نہیں ہوتا اور جب پانی سے زبان تر ہوتی ہے تو دوسروں کی پیاس کا پتہ نہیں لگتا۔ روزہ روزہ دار کو رحم، کرم، غرباء پروری اور تعاون باہمی سکھاتا ہے۔ جو اسلامی تعلیم کا اہم حصہ ہیں۔

مفتی احمد یار خان صاحب نعیمیؒ نے اس سلسلے میں کیا ہی عمدہ بات کہی ہے وہ فرماتے ہیں: ''روزے سے فقر وفاقہ کی قدر معلوم ہوتی ہے اور فقراء کی مدد کو دل چاہتا ہے۔ روزے سے اپنی بندگی اور رب کی ملکیت کا اظہار ہوتا ہے کہ ہم اپنی کسی چیز کے مستقل مالک نہیں۔ گھر میں سب کچھ ہے مگر رب نے روک دیا کہ تم کچھ استعمال نہیں کر سکتے۔ روزے سے بھوک برداشت کرنے کی عادت ہوتی ہے کہ اگر کبھی فاقے کی نوبت آجائے تو روزہ دار صبر کر سکے۔ روح جسم

میں آنے سے پہلے غذا وخوراک سے دور تھی لہٰذا گناہ سے بھی بری تھی۔ جسم میں آکر غذا کی حاجت مند ہوئی لہٰذا گناہ بھی کرنے لگی اب کچھ وقت اس کو بھوکا رکھو تا کہ اس کو اپنی پہلی حالت یاد رہے اور گناہ سے باز رہے۔ [۱۱۲]

اسلام کے جملہ فرائض واعمال کا بنیادی مقصد رضائے الٰہی وآخرت کی فلاح وبہبودی ہے۔ عقبیٰ وآخرت کی کامیابی کی رو سے بھی روزہ عظیم انعامات الٰہی اور رحمت خداوندی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

والذی نفسی بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ تعالیٰ من زیح المسک۔ [۱۱۳]

(قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی بو سے بہتر ہے)

ومن صام رمضان ایماناً وَ احتِساباً غفر لہٗ ماتقدم من ذنبہ۔ [۱۱۴]

(اور جس نے ایمان اور یقین کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جس نے اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے اتنا دور فرمادے گا جیسے کوا کہ جب بچہ تھا اڑتا رہا یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر مرا۔ [۱۱۵]

بخاری ومسلم وترمذی میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے ''حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے اللہ اس کے منہ کو دوزخ سے ستر برس کی راہ دور فرمادے گا۔ [۱۱۶]

ہندو دھرم کا ورت واُپواس

हिन्दु धर्म का व्रत व उपवास

دنیا کے اکثر وبیشتر مذاہب میں مختلف انداز میں روزے کا تصور پایا جاتا ہے

مذہب، ملک اور زبان کے جدا جدا ہونے کے ناطے اس کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ دیگر مذاہب کی طرح قدیم ہندو یا سناتن دھرم (सनातन धर्म) میں بھی روزے کا تصور بڑی آن بان کے ساتھ ملتا ہے۔ ہندو چوبیس گھنٹے کا ورت یا اپواس (व्रत या उपवास) رکھتے ہیں۔ اناج یا آگ پر پکائی ہوئی اشیاء، وہ ورت میں نہیں استعمال کرتے ہیں مگر کچا دودھ، پانی اور پھل وغیرہ کے استعمال میں کچھ حرج نہیں سمجھتے۔

ورت (व्रत) کے مختلف لغوی معانی ہیں جیسے حفاظت کرنا (रक्षण करना) مقررہ نظام (निर्दिष्ट व्यवस्था) اور مذہبی عمل ۱۱۷ (धार्मिक कार्य) عہد یا وعدہ کئے ہوئے کا پالن کرنا (प्रज्ञात का पालन) مضبوط ارادہ (दृढ़निश्चय) اور قسم (संकल्प) وغیرہ ۱۱۸

ورت کے لفظی معنی (शाब्दिक अर्थ) کی طرح اس کے اصطلاحی معنی وتعریف (पारिभाषिक अर्थ) کے سلسلے میں بھی ہندو علماء ومحققین (पण्डित व आचार्य) کے مابین کثیر اختلافات پائے جاتے ہیں۔

پنڈت رام چندر پاٹھک لکھتے ہیں: ''کسی نیک تاریخ میں نیکی (पुण्य) حاصل کرنے کے لئے فاقہ کشی (उपवास) کرنا ورت کہلاتا ہے ۱۱۹

مشہور ہندو محقق (विद्वान) وامن شورام آپٹے (वामन शिव राम आप्टे) کہتے ہیں کہ کسی عہد کو پورا کرنے کے لئے فاقہ کشی (अनशन) کرنا یا بھگتی اور پوجا کے مذہبی عمل کو ورت کہتے ہیں۔ ۱۲۰

ورت سے متعلق بھارت رتن مہا مہو اپادھیائے ڈاکٹر پانڈورنگ وامن کانٹرے (भारत रत्न, महामहोपाध्याय पाण्डुरंग वामनकाणे) نے بڑی تفصیلی وتحقیقی بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں ''براہمنوں (ब्राहमणों) اپنشدوں (उपनिषदों) میں اکثر مقامات پر ورت (व्रत) دو معانی میں مستعمل ہے۔ (۱) مذہبی کارگزاری (धार्मिक कृत्य) یا عہد (संकल्प) یا چال چلن (आचरण) اور غذا و خوراک سے متعلق پابندی جب کہ ورت رکھا جائے (۲) یا مخصوص طعام جو کسی مذہبی عمل یا فرض کی تکمیل میں مصروف شخص کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ جیسے گائے کا دودھ جو کی لپسی یا ماٹر یا گرم دودھ اور دہی پر مشتمل مشروب۔ ۱۲۱

ڈاکٹر پانڈورام دوسرے مقام پر ورت کے اصطلاحی معنی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اپواس (उपवास) براہمنوں، کماریوں، یا شادی شدہ عورتوں، غریبوں کو طعام خیرات ،گائے، مال، لباس، مٹھائی وغیرہ کا صدقہ و خیرات اور ورت (व्रत) کی مدت کے اندر چال چلن سے متعلق کچھ خاص باتوں کی تعمیل ہے۔ ۱۲۲

مزید لکھتے ہیں کہ: بھوجن (طعام) کے بارے میں بہت سے پرانوں (पुराणों) میں اختلاف ہے۔ کیا کھایا جائے کیا چھوڑا جائے یہ واضح نہیں ہوتا۔ بھجبل (भजबल) کے مطابق کانسا، مسور، گوشت، چنا، ترکاری (शाक) بھاجی، شہد اور دوسرے کے گھر میں پکا کھانا وغیرہ ممنوع ہے۔ ۱۲۳

مہا بھارت میں بھی ورت (व्रत) اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ مہا بھارت کے مطابق برت رکھنے والے کو غذا و خوراک سے متعلق یا روزمرہ کے چال چلن میں کچھ پابندیوں کا پالن کرنا ضروری ہے۔ ۱۲۴

منو اسمرتی ادھیائے ۱۱، اشلوک ۲۱۱، سے ۲۲۰ تک مختلف ورتوں کے ضمن میں بھی ورت کے دوران بعض چیزوں سے پرہیز و احترام کی نشاندہی ہوتی ہے۔

اسی طرح آپستنب دھرم سوتر (आपस्तंब धर्म सूत्र) نے نظام دیا ہے کہ: 'زوج اور زوجہ دن میں صرف دو بار کھائیں، بھر پیٹ نہیں کھائیں۔ تیوہار (पर्व) کے دنوں میں کھانے سے پرہیز (उपवास) کریں۔ ۱۲۵

تیتریئے سنہتا (तैत्रिय संहिता) میں آیا ہے کہ: ''(ورت رکھنے والے کو) جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ گوشت نہیں کھانا چاہیے، عورت سے مباشرت (स्त्री गमन) نہیں کرنا چاہیے اور نہ اس کو شوریدہ مٹی سے کپڑے صاف کرنا چاہئیں کیوں کہ دیوتا لوگ یہ سب نہیں کرتے ہیں۔ ۱۲۶

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں ورت یا اپواس کے درمیان مختلف اشیاء اور بعض امور سے پرہیز و ممانعت کی بات کہی گئی ہے جس پر ورت رکھنے والے کے لئے عمل کرنا ضروری ہے۔

دین اسلام میں غذا و خوراک، مشروبات، عورت سے مباشرت وغیرہ سے کلی طور پر روزے کے درمیان احتراز لازمی ہے، جبکہ ہندو دھرم میں بعض دھرم گرنتھوں اور بعض دھرم آچاریوں کے نزدیک ورت کے دوران مکمل طور پر کھانے پینے اور مباشرت وغیرہ کی پابندی

ہے۔ جیسے قدیم جوگیوں دمنیوں کا ورت کہ دس دس دن یا زیادہ کا ورت رکھتے تھے اور کوئی چیز استعمال نہیں کرتے تھے۔ اور بعض دھرم گرنتھوں اور آچاریوں کے نزدیک مختلف اشیاء و امور کے متعلق کہیں کلی طور پر ممانعت ہے اور کہیں جزوی طور پر۔

اسلام میں روزے کا اصل مقصد روحانی و اخلاقی پاکیزگی و بالیدگی ہے اسی طرح ہندو دھرم میں ورت اپواس کا مقصد اصلی مختلف اشیاء و امور سے پرہیز نہیں بلکہ مقصد اصلی روحانی واخلاقی تربیت ہے۔ چنانچہ دھرم شاستروں کا اتہاس بیان کرتا ہے:

''جب کوئی شخص دیووں کی مہربانی کے حصول کے لئے اپنے طور طریقے یا طعام پر خاص روک لگاتا ہے تو وہ مبارک عہد و پیمان یا مذہبی فرائض کی ادائیگی کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ اس طرح ورت کا مطلب ہے فرماں برداری یا مذہبی یا اخلاقی و روحانی چال چلن، مذہبی پوجا، یا اخلاق، مبارک یا اہم وعدہ قبول کرنا اور اخلاق سے متعلق کوئی بھی عزم مصمم (संकल्प) ۔ ۱۲۷

ورت کا اصلی مقصد روحانی واخلاقی تعلیم و تربیت ہے اسکی طرف ورت والے کو متوجہ کرتے ہوئے قدیم ہندو دھرم میں کہا گیا ہے:

(۱) جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ ۱۲۸

(۲) ظلم وغصہ اور بدمعاشی نہ کرے اور جھوٹ نہ بولے۔ ۱۲۹

(۳) کمینوں، پاکھنڈیوں اور ناستکوں (کافروں) سے بات نہیں کرنی چاہیے۔ ۱۳۰

(۴) اپنے پاپوں کو لوگوں میں ظاہر کر کے پچھتانے سے انسان پاپوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ ۱۳۱

(۵) جھوٹ اور گندی و فحش باتیں نہ کرنی چاہئیں ۱۳۲

روحانی واخلاقی تربیت کے ساتھ ورت کا ایک مقصد سماج کے پچھڑے طبقے کی ہمدردی و خدمت بھی ہے جیسا کہ اصطلاحی معنیٰ کے تحت یہ بات واضح ہو چکی ہے ۱۳۳

اسلام میں روزہ اللہ رب العالمین کی رضا و خوشنودی اور آخرت کی فلاح و کامیابی کا ذریعہ ہے اور ہندو دھرم میں ورت واپواس ایشور یا دیوتاؤں کی خوشی، پاپوں سے آزادی اور روحانی و جسمانی مکتی (मोक्ष-मुक्ति) و نجات کا سبب ہے۔ چنانچہ ہندو دھرم گرنتھوں میں مذکور ہے:

तात्मनोऽप्रमतस्य द्वादशाहमभोजनम्।

पराको नाम कृच्छ्रोऽयं सर्व पापापनोदनः।।१٣٤٠

صاف دل ہوکر دل اور حواس(इन्द्रियाँ) کو قابو میں رکھ کر ۱۲/دن اُپواس(उपवास) کرنے کو پراک ورت(पराकव्रत) کہتے ہیں جو کہ سبھی پاپوں کا خاتمہ کرنے والا ہے۔)

بھوشے پران(भविष्य पुराण) کا قول ہے کہ: انسان ورتوں، اپواسوں اور اصول وقواعد کی ناؤوں کے ذریعہ جہنم(नरक) کے سمندروں کو بڑی آسانی سے پار کر جاتا ہے۔١٣٥

مہابھارت میں ذکر ہے: اپواس سے بڑھ کر یا اس کے برابر کوئی تپ(तप) یعنی عبادت وریاضت نہیں ہے۔ اور غریب لوگ یگوں کا پھل اپواس کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں۔١٣٦

اتیریئے براہمن(ऐत्रेय ब्राहमण) میں کہا گیا ہے: ''وہ اماوسیا اور پورن ماسی کے مبارک دنوں میں ورت(उपवास) اس لئے کرتا ہے کہ دیوتا لوگ بنا ورت میں لگے ہوئے شخص کی نذر(हवि) قبول نہیں کرتے اس لئے وہ دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے اپواس کرتا ہے۔١٣٧

گرونڑ پران(गरुण पुराण) میں لکھا ہے: ''کانچن پوری ورت گنگا، کروچھیتر، کاشی اور پشکر سے بھی زیادہ پاک کرنے والا ہے۔١٣٨

مہادھرم آچاریہ دیول(देवल) نے ورتوں کا نظام پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

व्रतो पवासनियमैः शरीरोत्तापनैस्तथा।

वर्णाःसर्वेऽपि मुच्यन्ते पातकेभ्योनसंशयः।। ١٣٩٠

(اس میں شک نہیں کہ ورتوں، اپواسوں، اصولوں اور جسم کو تکلیف دینے سے پاپوں سے چھٹکارا ملتا ہے۔)

مختصر یہ کہ ہندوؤں کا شاید ہی کوئی گرنتھ ہو کہ جس میں ورت واپواس کی اہمیت وفضیلت کے ساتھ اس پر عمل کرنے کی نصیحت وہدایت نہ کی گئی ہو۔ جملہ ہندو دھرم گرنتھوں میں ورت (व्रत) واپواس(उपवास) کی مذہبی، روحانی واخلاقی قدروں کو واضح کیا گیا ہے لیکن ہندو دھرم میں ورت کے سلسلے میں دھرم گرنتھوں اور دھرم آچاریوں کے درمیان اتنے مختلف اقوال اور بیانات اور جدا جدا پرہیز وطریقے پائے جاتے ہیں کہ ورت(व्रत) واپواس(उपवास) کی صحیح واصلی شکل

یکسر مشکوک ہوگئی ہے اور وہ کہیں سے کہیں پہونچ گیا ہے۔

اسلامی روزے کے تعلق سے علماء اسلام وائمہ عظام کا ایک نقطۂ نظریہ ہے کہ روزہ جسمانی حفاظت وصحت اور تندرستی کا ضامن ہے۔ ٹھیک یہی نظریہ ورت کے تعلق سے ہندو دھرم آچاریوں وپنڈتوں کے یہاں بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہندو محقق منشی رام پرشاد ماتھر (मुन्शी रामप्रसाद माथुर) لکھتے ہیں:

ورت (व्रत) یعنی روزہ بھی سوسائٹی کے قیام کا ضروری وسیلہ ہے۔ نئے تعلیم یافتہ جوان اِس کا فلسفہ نہیں جانتے اور اس کو غیر ضروری اور تکلیف دہ سمجھتے ہیں لیکن روزہ ایک قسم کی احتیاط ہے جس سے بیسوں مرض خود بخود جاتے رہتے ہیں اور عرصہ تک زندگی اور تندرستی قائم رہتی ہے۔ اس سے قبض رفع ہوتا ہے، بدہضمی دور ہوجاتی ہے، سر کا درد جاتا رہتا ہے، دل گھبراتا ہو یا بیٹھا جاتا ہو یا کسی صدمہ کا سخت اثر ہو یا نہایت خوشی سے شادی مرگ کا خوف ہو تو یہ سب تکالیف رفع ہو جاتی ہیں۔ [۱۴۰]

اس طرح ورت (व्रत) ہندو سوسائٹی یا مذہب کا ایک اہم ومخصوص عمل ہے، جس کو وہ مذہبی عمل کے ساتھ صحت وتندرستی کا ذریعہ اور بہت سے امراض کے لئے نسخۂ کیمیا تصور کرتے ہیں۔

اسلامی روزے اور ہندوی ورت میں اسی حد تک یکسانیت نہیں بلکہ چند اور بھی ایسی چیزیں ہیں کہ جن میں کافی حد تک مشابہت پائی جاتی ہیں۔ مثلاً:

(۱) اسلام میں رمضان کے ۳۰؍ روزے مسلسل چاند کے حساب سے رکھے جاتے ہیں۔ اور قمری وشمسی سال میں دس دن کے فرق کی وجہ سے ۳۶؍ سال کی مدت میں چاند کی گردش کے سبب سرد، گرم، بارش اور بہار غرضیکہ ہر موسم اور ہر مہینے میں پڑ جاتے ہیں اور پچاس یا زیادہ عمر کا مسلمان ہر موسم میں روزے رکھنے کا تجربہ کر لیتا ہے۔ اور ہندؤں کے ورت بھی باعتبار چاند ہر موسم اور ہر مہینے میں رکھے جاتے ہیں۔

(۲) اسلام میں مسلمانوں پر ۳۰؍ روزے فرض ہیں ان کے علاوہ ۱۰؍ یا ۱۱؍ نفلی روزے بھی مشہور ہیں۔ اس طرح فرض ونفلی روزوں کی تعداد ۴۰ ہوجاتی ہے۔ اور ہندؤوں کی چوبیس ایکادشی اور باقی تیوہار کے ورت بھی مل کر چالیس کے قریب ہوجاتے ہیں۔

قدیم ہندو دھرم کے دیگر فرائض و اعمال کے مثل ورت کے تعلق سے بھی کثیر اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک ورتوں (व्रतां) و اپواسوں (उपवास) کی صحیح تعداد متعین نہیں ہو سکی ہے۔

ورتوں کی تعداد و مقدار کا تذکرہ کرتے ہوئے مشہور ہندو محقق (विद्वान) وامن شورام آپٹے لکھتے ہیں:

"الگ الگ پرانڑوں (पुराण) میں مختلف ورتوں کا ذکر آیا ہے لیکن ان کی تعداد مقرر نہیں ہو سکی کیوں کہ برابر نئے نئے ورتوں کی تخلیق (रचना) روز بروز ہوتی رہتی ہے جیسے ستیہ نارائن برت (सत्यनारायण व्रत) [141]

بھارت رتن، مہا مہو اپادھیائے ڈاکٹر پانڈورنگ وامن کانڑے نے بھی ورت کی تعداد سے متعلق مختلف اقوال کا تذکرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"لگتا ہے عیسی کی پہلی تین صدیوں میں ورتوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔ بسبب تبدیلئ دور آج ان کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہو گئی۔ راجہ بھوج کے ذریعہ گیارھویں صدی کے شروع نصف حصے میں لکھی گئی کتاب "راج مارتنڈ" (राजमार्तण्ड) میں ۲۴/ ورتوں کا بیان ہے۔ لکشمی دھر (लक्ष्मीधर) کی ۱۲/ ویں صدی کے نصف اول کی شاہکار کتاب "کلپتر و" (कल्पतरु) میں تقریباً ۱۷۵ ورتوں کا تذکرہ ہے۔ شول پانڑی ۱۳۷۵ (शूलपाणि) تا ۱۴۳۰ء کے (व्रत काल विवेक) میں صرف ۱۳ ورتوں کا بیان ہے۔ ہیمادری (हेमाद्रि) نے سات سو ورتوں کے نام بتائے ہیں۔ مہا مہو اپادھیائے گوپی ناتھ کوی راج کے ذریعہ مرتبہ ورت کوش (व्रत कोष) میں ۱۶۲۲/ ورت ہیں۔ [142]

ہندو دھرم گرنتھوں میں ورتوں کے تعلق سے جہاں مختلف اقوال ملتے ہیں وہاں ایک ماہ یا تیس ورت رکھنے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ منو اسمرتی میں ہے:

चतुरः प्रातरश्नीया त्पिण्डान्विप्रःसमाहितः।

चतुरोऽस्तमिते सूर्य शिशुचान्द्रायणां स्मृतम्।

(ایک ماہ تک چار لقمے (ग्रास) صبح اور چار لقمے شام کو اصول سے تناول کرے۔ اس کو शिशुचान्द्रायण व्रत منیوں نے کہا ہے [143])

थाकथचिन्पिण्डानां निम्राऽशीती समाहितः।

मासेनाऽश्नन्ह विष्यस्य चन्द्र स्यौति सलोकताम्।।

(جو مطمئن ہو کر ایک ماہ میں کسی بھی طرح سے ۲۴۰ ر لقمے نذر پیش کئے جانے والے (हविष्य) ہی کھا کر گزارا کرنا ہے وہ چندر لوک کو جاتا ہے)[۱۴۴]

انہیں حقائق کے پیش نظر منشی رام پرشاد ماتھر نے بڑی عمدہ بات کہی ہے وہ لکھتے ہیں:

''ہندو اور مسلمان چونکہ دونوں ایشائی قومیں ہیں اس لئے ان کی بہت سی باتیں یکساں ہیں مسلمان رمضان المبارک میں تیس روزے رکھتے ہیں۔ ہندوؤں کی چوبیس ایکادشی اور باقی تیو ہار مل کر تیس چالیس کے قریب برت ہو جاتے ہیں۔[۱۴۵]

اسلامی روزے اور ہندوی برت میں جہاں بہت سی باتوں میں ظاہری مماثلت پائی جاتی ہے وہاں انتہائی درجہ کی مغائرت اور فرق بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً اسلام میں روزہ یا کوئی بھی عبادت صرف خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے کی جاتی ہے۔ جبکہ جدید ہندو دھرم میں ویدوں اپنشدوں کی اصل تعلیم کے بر خلاف دیگر عبادات کی طرح برت بھی خدائے واحد (एक ईश्वर) کے علاوہ دیگر دیوتاؤں وغیرہ کے لئے بھی رکھے جاتے ہیں۔

اسلام میں روزے مذہبی و شرعی اعتبار سے فرض و اسلام کا ایک اہم رکن ہیں جب کہ ہندوؤں پر برت (व्रत) دھرم کے لحاظ سے فرض و خاص رکن نہیں۔

قدیم ہندو یا سناتن دھرم میں برت (व्रत) نام ہے کسی وقت تک کھانا استعمال نہ کرنے کا۔ اِس حیثیت سے اس کی مختلف انواع و اقسام پائی جاتی ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

(۱) **درمیانی برت:** درمیانی درجے کا برت جس میں برت کی تمام شرطیں پوری ہو جاتی ہیں وہ یہ ہے کہ برت رکھنے والا برت کے لیے ایک خاص دن مقرر کر لیتا ہے اور اپنے ذہن میں اس ہستی کا نام سوچکر اس کی رضا و خوشی کے لیے برت رکھ لیتا ہے مثلاً ایک ایشور یا کوئی دیوتا وغیرہ۔

برت میں انسان ایک دن پہلے دوپہر کے وقت طعام تناول کرتا ہے اور اس کے بعد دانتوں کو خوب صاف کر کے دوسرے دن کے برت کی نیت کرتا ہے اور اسی وقت کھانا تناول کرنا

بند کر دیتا ہے اور پھر برت کے دن صبح کو وہ دوبارہ اپنے دانت صاف کرتا اور غسل کرتا ہے اور دِن کے فرائض پورے کرتا ہے اور ہاتھ میں پانی لے کر چاروں طرف پھینکتا ہے اور جس کے لیے برت رکھا ہے زبان سے اُس کا نام لیتا ہے اور دوسرے دن تک اسی طرح رہتا ہے۔ سورج نکلنے کے بعد اُس کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ برت (व्रत) اسی وقت افطار کر لے یا دو پہر میں افطار کرے۔ اس قسم کے روزے کو اُپواس (उपवास) کہتے ہیں جس کے معنی بھوکے رہنے کے ہیں۔ [146]

(۲) **ایکانت:** جب کوئی شخص ایک دو پہر سے دوسرے دو پہر تک کھانا تناول نہیں کرتا ہے تو اس کو ایکانت (एकांत) کہتے ہیں۔ [147]

(۳) **کرچھرا:** اس میں انسان کسی دن دو پہر کے وقت کھانا کھاتا ہے، دوسرے دِن رات کے وقت اور تیسرے دِن صرف وہ کھاتا ہے جو بنا مانگے اس کو حاصل ہو جائے۔ پھر چوتھے دِن برت (व्रत) رکھتا ہے۔ [148]

(۴) **پراک:** اس میں انسان تین دن لگاتار دو پہر کا کھانا کھاتا ہے پھر آئندہ تین دن رات کے وقت کھاتا ہے، پھر آئندہ تین دن مسلسل برت رکھتا ہے اور درمیان میں قطعاً افطار وغیرہ نہیں کرتا۔ [149]

(۵) **چندرائن ورت:** یہ روزہ پورے چاند کے دِن رکھا جاتا ہے اس کے دوسرے دن وہ صرف ایک لقمہ (ग्रास) کھاتا ہے تیسرے دن دو لقمے چوتھے دن اس کا تین گنا یہاں تک کہ پہلی کا چاند نکل آئے۔ اس دِن وہ برت رکھتا ہے پھر دوسرے دن سے وہ اپنا کھانا ایک ایک لقمہ گھٹاتا رہتا ہے یہاں تک کہ پھر پورا چاند ہو جائے۔ اس دن وہ پھر برت رکھتا ہے۔ [150]

مذکورہ بالا برت کے علاوہ ''ماس اپواس'' بنا افطار کے مسلسل ایک ماہ کا برت اور منواسمرتی کے مطابق (प्रजापत्यव्रत) وغیرہ کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ [151]

دین اسلام میں فرض روزوں کے لیے ماہ رمضان اور نفلی روزوں کے لیے دیگر ایام مقرر ہیں۔ ہندو دھرم میں برت اگر چہ فرض نہیں لیکن برغبت طبیعت اور اپنی مرضی کے طور پر جو برت رکھے جاتے ہیں اُن کے لیے بھی تاریخ و ایام مقرر ہیں۔ چنانچہ ہندو دھرم شاستروں میں روزے (व्रत) کے لیے جو تواریخ و ایام مقرر ہیں ان کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) ہر مہینے کے نصف روشن (शुक्लपक्ष) کا آٹھواں اور گیارہواں دِن علاوہ ماہ لوند۔ اس میں گیارہواں دن خاص طور پر مقدس ہے چوں کہ یہ واسودیو بادشاہ متھرا کا مقرر کردہ دن ہے۔

(۲) چیت کا چھٹا دن۔ یہ سورج کے نام کے برت کا دن ہے۔

(۳) ساون کے مہینے کا پورے چاند کا دن سومنات کے نام پر برت کا دن ہے۔

(۴) ساون کی آٹھویں تاریخ کو بھگوتی کے نام کا روزہ رکھا جاتا ہے اور چاند نکلنے کے وقت افطار ہوتا ہے۔

(۵) بھادوں کا پانچواں دِن سورج کے روزے (व्रत) کا دن ہے اس کو شت (व्रत) کہتے ہیں۔

(۶) کارتک کے مہینے میں چاند کے اپنی آخری منزل ریوتی میں ہونے پر واسودیو کے نیند سے جاگنے کا ورت (व्रत) دیوٹھنی" یعنی دیوتا کا اُٹھنا۔

(۷) پوس کا چھٹا دن سورج کے برت کا روزہ (व्रत) ہے۔

(۸) ماگھ کی تیسری تاریخ عورتوں کے روزے کا دن۔ جس کو "گوری تر تیہ" کہتے ہیں جو تمام دن اور رات کا ہوتا ہے جس میں عورتیں دوسرے دن صبح، روزہ کھول کر اپنے شوہر کے اقرباء کو تحائف پیش کرتی ہیں۔ ۱۵۲

مذکورہ ایام کے علاوہ حسب ذیل تواریخ میں بھی برت رکھے جاتے ہیں:

(۱) ایکادشی مہینے میں دوبار۔ سُدی اور بدی پاکھ (۲) پردوش مہینے میں دو بار اس دن مہادیو جی کا برت رکھا جاتا ہے۔

(۳) گنیش چوتھ۔ سُدی پاکھ کی چوتھ کو (۴) سُدی پاکھ کی اشٹمی (आठवीं) کو دُرگا کا برت۔

(۵) اماوس، پورنماشی اور شکرانت کے دِن۔ ۱۵۳

(۶) نوراتر تبدیلی موسم پر، رام نومی، نرجلا ایکادشی، بیاس پوجا، ہرتا لکا تیج، ساون کے سوموار، جنم اشٹمی، رشی پنچمی، اننت چودس، نوراتر کنوار، سرد پونو، کرواچوتھ، ہولی اشٹمی، چھار دوادشی، دیوالی، کاتکی پورنماشی، بلو پورنماشی، سکٹ چوتھ اور مہا شوراتری وغیرہ کے روز بھی برت رکھنے کا حکم آیا ہے۔ ۱۵۴

ہندو دھرم شاستروں میں اتنے کثیر تعداد میں برت بیان کئے گئے ہیں کہ ان کی تفصیلی نوعیت بیان کرنے کے لیے ایک دفتر چاہیے۔ بطورِ اختصار ہم نے چند مشہور برتوں کا یہاں تذکرہ کیا ہے۔ انہیں میں سے بعض یہ ہیں:

(1) चैत्र (2) प्रतिपदा (3) रामनवमी (4)अक्षय तृतीया (5) परशुराम जयन्ती (6) दशहरा (7) सावित्रि व्रत (8) एकादशी (9) चतुर्मास्य (10) आषाढ़ शुक्ल (11) नाग पंचमी (12) मनसापूजा (13) रक्षा बन्धन (14) कृष्णजन्माष्टमी (15) हरितालिका(16) गणेश चतुर्थी (17) ऋषि पन्चमी (18) अनन्चतुर्दशी (19) दुर्गोत्सव (20) विजयादशी (21) मकर सक्रांत वग़ैरा।۱۵۵

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کی طرح ہندو دھرم میں بھی روزے یعنی ورت کا تصور بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ جو مختلف نوعیتوں و مختلف حیثیتوں سے کہیں اسلامی روزے سے مماثلت رکھتا ہے اور کہیں تفاوت و مغائرت کی صورت میں نظر آتا ہے۔

☆☆☆

حوالہ جات

۱ کریم اللغات (فارسی)، غیاث اللغات (فارسی) ص۔ ۳۳۶

۲ تعریفات ص ۸۷، المنجد عربی اردو لغت ص ۴۵

۳ سورۃ النساء۔ آیت ۱۷۲

۴ سورۃ الکہف آیت۔ ۱۱۰

۵ سورۃ الغافر آیت۔ ۶۰

۶ गीता 18. 5

۷ गीता अध्याय 9 श्लोक 29

۸ اسلام اور مشرقی مذاہب کے درمیان مذاکرات کی بنیاد ص ۴۔۵

۹ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 234

۱۰ वेदामृतम् सुखी जीवन पृ0 45. 46

۱۱ المنجد عربی اردو لغت

۱۲ ہند اسلامی تہذیب کا ارتقاء ص ۶۶

۱۳ دائرۃ المعارف الاسلامیہ بعنوان لفظ نماز ص ۱۸۰

۱۴ صحیح بخاری شریف، کتاب الایمان۔ باب بنی الاسلام علی خمس حدیث۔ ۲۲

〃 صحیح مسلم شریف۔ کتاب الایمان باب بیان ارکان الاسلام

۱۵ سورۃ الروم۔ آیت ۳۰

۱۶ سورۃ المعارج آیت ۳۵،۳۴

۱۷ سورۃ العنکبوت آیت ۴۵

۱۸ سورۃ المومنون آیت ۱،۲

۱۹ سورۃ الماعون آیت ۵

۲۰ الترمذی فی السنن۔کتاب الایمان۔باب ماجاء فی ترک الصلوٰۃ ۵/ ۱۳الحدیث:۲۶۲۱

۲۱ الترمذی فی السنن۔کتاب الصلوٰۃ،باب ماجاء ان اول مایحاسب بہ العبد یوم القیامۃ الصلوٰۃ ۲/ ۲۶۹ :الحدیث رقم: ۴۶۳

۲۲ سورۃ النساء آیت ۱۰۳

۲۳ سورۃ طہٰ آیت نمبر ۱۳۵

۲۴ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۸

۲۵ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ص ۵۲۲

۲۶ سورۃ ق آیت ۳۹

۲۷ سورۃ الدھر آیت ۲۵،۲۶

۲۸ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ص ۱۰۴۴

۲۹ سورۃ البقرہ آیت ۲۳۸

۳۰ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ص ۷۰

۳۱ سورۃ الہود آیت ۱۱۴

۳۲ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ص ۴۲۱

۳۳ سورۃ النور آیت ۵۸

۳۴ ابوداؤد فی السنن۔کتاب الصلوٰۃ باب:المحافظۃ علی وقت الصلوٰۃ ۱/ ۱۱۷حدیث ۴۳۰

۳۵ آخری پیغام ص ۷۰

۳۶ صحیح بخاری کتاب الاذان۔باب السجود علی الانف حدیث نمبر ۷۷۲

۳۷ संस्कृति के चार अध्याय पृ0 77

۳۸ आर्यों का आदि देश और उनकी सभ्यता पृ0 205

۳۹ शतपथ ब्राहमण :1. 7 45

۴۰ मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 75

۴۱ यजुर्वेद अध्याय 17 मन्त्र 52

۴۲ यजुर्वेद अध्याय 15 मन्त्र 50

۴۳ वैदिक सम्पत्ति पृ0 365

۴۴ यजुर्वेद अध्याय 31 मन्त्र 16

۴۵ वैदिक सम्पत्ति पृ0 365

۴۶ शत पथ ब्राहमण(11-5-6-1) और (11-5-6-7)

۴۷ धर्म शास्त्र का इतिहास पृ0383 भाग 1

۴۸ अश्वलाइन ग्रहसूत्र 3-1-1 व-4

۴۹ मनुस्मृति अध्याय 3 मन्त्र 70

۵۰ मनुस्मृति अध्याय 3 मन्त्र 71

۵۱ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 385

۵۲ सत्यार्थ प्रकाश 4 समुल्लास (बाब-4) पृ0 134-135

۵۳ सत्यार्थ प्रकाश 4 समुल्लास (बाब-4) पृ0 129, अथर्ववेद (19-55-3,4)

۵۴ षडविंश ब्राहमण 4-5

۵۵ मनुस्मृति अध्याय 2-मन्त्र 103

۵۶ मनुस्मृति अध्याय 2-मन्त्र 28

۵۷ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 384

۵۸ मनुस्मृति अध्याय 3-मन्त्र 68-71

۵۹ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 1 पृ0 384

۶۰ वैदिक सम्पत्ति पृ0 366

۶۱ मनुस्मृति अध्याय 2-मन्त्र 85

۶۲ मनुस्मृति अध्याय 2-मन्त्र 84

۶۳ भगवदगीता (4-24-29)

۶۴ मुण्डकोपनिषद (2-2-8)

۶۵ مسلم شریف۔کتاب المساجد باب المشیٔ الی الصلوٰۃ (۱/ ۲۶۲ ۴) حدیث۔ ۶۶۷

۶۶ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 239, 341

۶۷ تہذیب دھرم جلد اول ص ۲۷

۶۸ जुर्वेद 3-22

۶۹ यजुर्वेद 2-101

۷۰ यजुर्वेद 2-102

۷۱ यजुर्वेद 2-103

۷۲ मनुस्मृति अध्याय 5 श्लोक 138

۷۳ मनुस्मृति अध्याय 5 श्लोक 139

۷۴ मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 176

۷۵ महाभारत शान्ति पर्व अध्याय-14 14

۷۶ اسلام اور ہندو مذہب کی بعض مشترک تعلیمات (ہندی) ص ۱۱

۷۷ اسلام اور مشرقی مذاہب کے درمیان مذاکرات کی بنیاد ص ۳

۷۸ जुर्वेद (36-3)

۷۹ यजुर्वेद (40-16)

۸۰ एक मत्र धर्म उपासना पृ0 8

۸۱ سورۃ الفاتحہ۔آیت ۱ تا ۷

۸۲ ستیارتھ پرکاش ساتوں سملاس (باب ۷۰/ اردو) سوامی دیانند سرسوتی

۸۳ शतपथ ब्राहमण (14-3-1-30)

۸۴ यजुर्वेद 34-8

۸۵	ستیارتھ پرکاش ساتوں سملاس (باب ۷۰/اردو) سوامی دیانند سرسوتی
۸۶	شری رام تتو بودھامرت بحوالہ شری رام چندر جی ص ۳ تا ۵ (श्री राम तत्वबोधामृत)
۸۷	गीता (6-10)
۸۸	एक सर्व धर्म उपासना पृ0 13-14
۸۹	سورۃ الانعام۔آیت ۷۹
۹۰	سورۃ الانعام۔آیت ۱۶۲
۹۱	गीता अध्याय 6 लोक 11
۹۲	एक सर्व धर्म उपासना पृ0 15
۹۳	गीता अध्याय 6 श्लोक 12
۹۴	एक सर्व धर्म उपासना पृ0 20
۹۵	गीता अध्याय 6 श्लोक 13 (95-2) क सर्व धर्म उपासना पृ0 20
۹۶	دائرۃ المعارف الاسلامیہ بعنوان صوم ص ۲۵۳، المنجد عربی اردو لغت ص ۵۸۳
۹۷	قرآن سورہ مریم۔آیت ۲۶
۹۸	دین مصطفیٰ ص ۳۰۶،، دائرۃ المعارف الاسلامیہ بحوالہ لفظ صوم ص ۲۵۳، ۲۵۴۔
//	اسلامک اسٹڈیز تاریخ حدیث وفقہ اور ارکان اسلام ص ۲۳۴
۹۹	مضامین میلاد ص ۹، دائرۃ المعارف الاسلامیہ ص ۲۵۷
۱۰۰	سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۳، ۱۸۴۔
۱۰۱	سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۵۔
۱۰۲	سورۃ البقرہ۔آیت، ۱۸۷۔
۱۰۳	صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب هل یقول انی صائم اذا شتم ۲/ ۶۷۳ حدیث ۱۸۰۵۔
۱۰۴	سنت نبوی اور جدید سائنس۔ص ۱۸۵
۱۰۵	سنت نبوی اور جدید سائنس۔ص ۱۸۵
۱۰۶	سنت نبوی اور جدید سائنس۔ص ۱۷۱/ ۱۷۲
۱۰۷	سنت نبوی اور جدید سائنس۔ص ۱۷۳ تا ۱۷۶

۱۰۸ سنت نبوی اور جدید سائنس۔ص۔ ۱۸۵

۱۰۹ سنت نبوی اور جدید سائنس۔ص ۱۶۴

۱۱۰ سنت نبوی اور جدید سائنس۔ص ۱۶۵

۱۱۱ سنت نبوی اور جدید سائنس۔ص ۱۶۵

۱۲ اسرار الاحکام بانوار القرآن۔ص ۲۶.۲۵

۱۱۳ صحیح بخاری شریف جلد اول، کتاب الصوم، باب فضل الصوم، حدیث نمبر ۱۷۶۷

۱۱۴ صحیح بخاری شریف جلد اول، کتاب الصوم، باب من صام رمضان، حدیث نمبر ۱۷۷۴۔

۱۱۵ بہار شریعت حصہ پنجم، ص ۶۷

۱۱۶ بہار شریعت حصہ پنجم، ص ۶۷۔

۱۱۷ धर्म शास्त्र का इतिहास चतुर्थ भाग अध्याय 1 पृ0 3

۱۱۸ संस्कृत हिन्दी कोष पृ0 993-994

۱۱۹ भार्गव आदर्श हिन्दी शब्द कोष पृ0 600

۱۲۰ संस्कृत हिन्दी कोष पृ0 994

۱۲۱ धर्म शास्त्र का इतिहास चतुर्थ भाग पृ0 8

۱۲۲ धर्म शास्त्र का इतिहास चतुर्थ भाग पृ0 12

۱۲۳ धर्म शास्त्र का इतिहास चतुर्थ भाग पृ0 16

۱۲۴ माहाभारत वन पर्व 296/3, अनुशासन पर्व 103/34, शान्ति पर्व 35/39

۱۲۵ आपस्तंब धर्म सूत्र (2-1-1-1)

۱۲۶ तैत्रेय संहिता (2-5-5-6)

۱۲۷ धर्म शास्त्र का इतिहास चौथा भाग पृ0 5

۱۲۸ धर्म शास्त्र का इतिहास चौथा भाग पृ0 8

۱۲۹ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 222

۱۳۰ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 16

۱۳۱ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 227-228

۱۳۲ धम शास्त्र का इतिहास चौथा भाग पृ0 16

۱۳۳ धर्म शास्त्र का इतिहास चौथा भाग पृ0 12

۱۳۴ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 215

۱۳۵ भविष्य पुराण (उत्तर 7-1)

۱۳۶ महाभारत (अनुशासन पर्व 106,65,67.)

۱۳۷ ऐत्रिय ब्राहमण (7-2) धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-4 पृ0 9

۱۳۸ गरुण पुराण (हेमाद्रि, व्रत. 2 पृ0869) धम शास्त्र का इतिहास भाग-4 पृ0 17

۱۳۹ हेमाद्रि द्वारा व्रत. खण्ड 1 पृ0 325 धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 4 पृ0 20.

۱۴۰ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص ۴۸۔۴۹

۱۴۱ संस्कृत हिन्दी कोष पृ0 993-994

۱۴۲ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 4 पृ0 18

۱۴۳ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 219

۱۴۴ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 220

۱۴۵ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص ۱۷۴

۱۴۶ بیرونی کا ہندوستان ۲۶۶

۱۴۷ بیرونی کا ہندوستان ۲۶۶

۱۴۸ بیرونی کا ہندوستان ۲۶۷

۱۴۹ بیرونی کا ہندوستان ۲۶۷

۱۵۰ بیرونی کا ہندوستان ۲۶۷

۱۵۱ بیرونی کا ہندوستان ۲۶۷، मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 105, 107,

۱۵۲ بیرونی کا ہندوستان ص ۲۶۸۔۲۶۹

۱۵۳ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص ۲۱۱

۱۵۴ ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت ص ۲۰۴ تا ۲۰۵

۱۵۵ धर्म शास्त्र का इतिहास भागा 4 पृ032 से 79 तक

اسلام میں زکوٰۃ اور ہندو دھرم میں دان کا تصور

زکوٰۃ: توحید، نماز اور روزے کی طرح زکوٰۃ بھی اسلام کا ایک اہم بنیادی رکن ہے۔
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"بنی الاسلام علی خمس۔ شھادۃ ان لا الہ اللہ و ان محمداً رسول اللہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و الحج و صوم رمضان متفق علیہ۔"[1]

(اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا ،اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔)

اسلامی شریعت مطہرہ کی رو سے زکوٰۃ اسلام کا وہ عظیم فریضہ ہے کہ اس کا منکر کافر، اسلامی برادری سے خارج اور نہ ادا کرنے والا فاسق، سخت گنہ گار، آخرت میں ملعون اور ادائیگی میں دیر کرنے والا گنہ گار اور مردود الشہادہ ہے۔[2]

زکوٰۃ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

زکوٰۃ کا مادۂ اصلی زک و یا زکاءٌ ہے جس کے لفظی معنیٰ بڑھنا، پھلنا، پھولنا علاوہ ازیں لغت میں زکوٰۃ کے معنیٰ طہارت، پاکی اور برکات بھی ہیں۔[3] لیکن اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ سے مراد شرائط مخصوصہ کے ساتھ کسی مستحق جیسے فقیر، مسکین وغیرہ شخص کو اپنے مال کے اس معین حصے کا مالک بنا دینا جو شریعت نے مقرر کیا ہے۔[4]

گویا کہ زکوٰۃ شرعی لحاظ سے مال کا وہ حصہ ہے جو اللہ رب العزت نے غریبوں فقیروں، محتاجوں، ناداروں اور ضرورت مندوں کے لئے طے کیا ہے جو سال گزرنے کے بعد مقررہ نصاب کے مطابق ان کو دیا جاتا ہے۔زکوٰۃ کے جو بھی لغوی معنیٰ بیان کئے گئے ہیں وہ جملہ معانی جیسے بڑھنا، پھلنا، پھولنا، نشوونما اور پاک ہونا زکوٰۃ کی حقیقت میں جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن وحدیث کے مطابق زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال اور صاحب مال بڑھتا، پھلتا، پھولتا اور پاک بھی ہوتا ہے۔

اہمیت وفضیلت: زکوٰۃ اسلام کا کتنا اساسی واہم رکن ہے اس کا اندازہ آپ اس امر سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں نمازِ پنجگانہ کے بعد زکوٰۃ کو خاص مقام دیا گیا ہے۔ "اقیموا الصلوٰۃ" کہہ کر جہاں نماز کا حکم دیا گیا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی "وآتوا الزکوٰۃ" کہہ کر زکوٰۃ کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

نماز کا ذکر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ قرآن پاک میں ۸۵ رمقامات پر آیا ہے تو زکوٰۃ کا لفظ ۳۲ رمقامات پر مذکور ہے۔ نیز زکوٰۃ کے لئے صدقہ کا لفظ ۹ رمرتبہ اور زکوٰۃ وصدقہ کی صورت میں راہِ خدا میں خرچ کرنے کا حکم تقریباً ۷۳ رمقامات پر آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین۔[۵]

(اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو)

واقیموا الصلوٰۃ وأتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللہ۔[۶]

(نماز پابندی سے قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لو)

واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون۔[۷]

(اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔)

بفرمان خداوندی !اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔ اور والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض" اور مؤمن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے بھائی ہیں[۸] اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "کل مؤمنٍ اخوۃ" کے مطابق دنیا کے تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ زکوٰۃ فرض کرنے میں اللہ رب العزت کی حکمت یہ ہے کہ میرے عطاء کردہ مال ودولت میں سے ایک

معمولی حصہ میری رضا وخوشنودی کے لئے اپنے دوسرے کمزور وناتواں مسلمان بھائیوں کی کامیابی وترقی پر خرچ کریں تاکہ جن کی مالی حالت کافی قلیل وکمزور ہے وہ بھی روزمرہ کی زندگی بآسانی بسر کرسکیں۔ اس مالی تعاون وہمدردی کے عوض جہاں غرباء وفقراء اور حاجت مندوں کا بھلا ہوتا ہے وہاں اس مالی عبادت کے طفیل اللہ رب العزت زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے نہ صرف مال وذات کو پاک وصاف کرتا ہے بلکہ ان کے مال ورزق میں بھی بے پناہ خیر وبرکت پیدا فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

خذمن اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بِھَا وصلِّ علیہِم۔ [9]

(اے رسول! ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کرو جس کے ذریعہ تم انہیں پاک وصاف کردو اور ان کے لئے دعا کرو۔)

یمحق اللہ الربا ویربی الصدقات۔ [10]

(اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے)

وما آتیتم من رَبا لیربوا فی اموال الناس فَلایربوا عند اللہ وما آتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ھم المضعفون۔ [11]

(اور جو سود تم دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں شامل ہوکر بڑھ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی رضا کے لئے دیتے ہو تو وہ لوگ اپنے مال کو بڑھانے والے ہیں)۔

الشیطن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃً منہ وفضلاً ط واللہ واسع علیم۔ [12]

(شیطان تمہیں خوف دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش کا اور فضل کا۔ اور اللہ وسعت والا وعلم والا ہے)

وما آتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ھم المضعفون [30]

(اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی رضا کے حصول کے ارادے سے دیتے ہو اس کے دینے والے درحقیقت اپنے مال بڑھاتے ہیں)۔

وما تنفقوا من خیر فلانفسکم، وما تنفقون الا ابتغاء وجه اللہ، وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لا تظلمون ۰ [40]

(اور تم جو اچھی چیز دو تو تمہارا ہی بھلا ہے اور تمہیں خرچ کرنا مناسب نہیں مگر اللہ کی رضا چاہنے کے لئے۔ اور جو مال دو تمہیں پورا ملے گا اور نقصان نہ دئے جاؤ گے)۔

جو حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے زکوٰۃ وصدقہ دیتے ہیں ان پر رب کا کتنا فضل عظیم ہوتا ہے قرآن کریم ایک کہاوت کے طور پر اس طرح گویا ہوتا ہے کہ:

مثل الذین ینفقون امواهم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة۔ واللہ یضاعف لمن یشاء۔ [15]

(ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح ہے جس نے اُگائیں سات بالیں، ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے)۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ زکوٰۃ یا صدقہ کی ادائیگی سے مال ودولت میں قلت نہیں بلکہ برکت ہوتی ہے۔ جو چیز اللہ کی راہ میں خرچ کی جائے اس میں نقصان وخسارہ نہیں بلکہ قدرتی طور پر اضافہ ہوتا ہے۔ مشاہدہ وتجربہ سے بھی یہ حقیقت عیاں ہے کہ اس کائنات ارضی میں بہت سی ایسی اشیاء ہیں کہ خرچ کرنے اور کم کرنے سے صحیح اور درست رہتی ہیں اور نہ خرچ کرنے اور نہ کم ہونے کی صورت میں بگڑ جاتی ہیں، مثلاً گلاب کی ٹہنی، انگور اور بیری وغیرہ کی شاخ تراشنے سے پھل اور پھول زیادہ ہوتے ہیں اور اس کے برخلاف پیڑ پودوں کی نشو ونما اور پھل وغیرہ میں خسارہ ہوتا ہے۔

اسی طرح کنویں، چشمے وغیرہ کا پانی خرچ ہوتا رہے، جاری رہے تو بہتر ہے وگرنہ خراب ہونے کا خطرہ ہے۔

مال ودولت بھی اللہ کی عطا کردہ ایسی نعمت ہے کہ اس کو خرچ کرتے رہو تو بہتر ہے اس لئے کہ جس طرح پیڑ پودوں کے نہ تراشنے اور پانی وغیرہ خرچ نہ کرنے کی صورت میں ایسے کیڑے اور جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں جو ان کی ساخت ونشونما اور ہیئت پر خراب اثر ڈالتے ہیں۔

ٹھیک اسی کے مثل مال و دولت سے زکوٰۃ وصدقہ کی صورت میں عدم انفاق و جمود کی وجہ سے اس میں ایسے باطنی جراثیم جنم لیتے ہیں جو مال ودولت کے خسارہ و ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں۔

مختصر یہ کہ قرآن حکیم کی بہت سی آیات میں لوگوں کو زکوٰۃ کی طرف راغب کرنے کے لئے کثیر دنیوی واخروی فوائد ومنافع بیان کئے گئے ہیں کہیں بیان کیا گیا ہے کہ زکوٰۃ وصدقات سے برکات کا ظہور ہوتا ہے تو کہیں بیان کیا گیا ہے کہ رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے، دنیا و آخرت میں سکون ہوتا ہے اور حزن وملال سے مامون ہوتا ہے، نار جہنم سے خروج اور بہشت میں دخول ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

والذین ھم للزکوٰۃ فعلون۔ اولئک ھم الوارثون۔ اللذین یرثون الفردوس۔ ھم فیھا خلدون۔ [16]

(اور وہ لوگ جو زکوٰۃ دیتے ہیں وہی لوگ وارث ہوں گے۔ وہ فردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔)

ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ لھم اجرھم عند ربھم ج ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ [17]

(بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کے لئے ان کے رب کے یہاں بہت بڑا اجر ہے اور نہ ان کے لئے خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے)

ورَحمتی وسعت کل شئ فسا کتبھا للذین یتقون ویوتون الزکوٰۃ والذین ھم بأیتنا یومنون۔ [18]

(اور میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ پس میں ان لوگوں کے لئے اس کو لکھوں گا جو خدا سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔)

ویقیمون الصلوٰۃ ویوتؤن الزکوٰۃ ویطیعون اللہ ورسولہ اولئک سیرحمھم اللہ۔ [19]

(اور جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی

اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحمت فرمائے گا۔)

اسلامی نقطۂ نظر سے مذکورہ بالا نافع اوصاف کے علاوہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ باقی مال حفاظت الٰہی کے قلعوں میں محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس مال کی حفاظت کا ذمہ لے لیتا ہے۔ قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنهم سراً وعلانیۃً یرجون تجارۃً لن تبور لیو فیهم اجورهم ویزیدهم من فضله۔ [۲۰]

(اور جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے ظاہراً یا چھپ کر خرچ کرتے ہیں تو وہ اس تجارت کی طرف رجوع کرتے ہیں جسمیں گھاٹا نہیں۔ اللہ پاک ان کو پورا پورا اجر دے گا اور اپنا فضل زیادہ کرے گا۔)

حضور انور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

حصِنوا اموالکم بالزکوٰۃ وداوُوا امراضکم بالصدقۃ۔ [۲۱]

(اپنے مال و دولت کی زکوٰۃ کے ذریعہ حفاظت کرو اور اپنی بیماریوں کا صدقہ کے ذریعہ علاج کرو)

من اَدّیٰ زکوٰۃ مالہٖ فقد ذھب عنه شرّہٗ۔ [۲۲]

(جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی اس مال کا شر اس سے جاتا رہا)۔

زکوٰۃ کی ادائے گی کا سب سے اعلیٰ و روشن ترین پہلو یہ ہے کہ انسان کے پاس دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب من جانب اللہ ہے اللہ ہی اس کا حقیقی مالک ہے۔ بندہ تو صرف عارضی طور پر اس کا مالک ومختار ہے۔ انسان زکوٰۃ یا صدقہ کے طور پر جو بھی عطا کرتا ہے وہ اللہ ہی کا ہے اس کے باوجود بندہ جب کسی محتاج، غریب، فقیر یا سائل کو کچھ دیتا ہے تو خداوندِ قدوس ارشاد فرماتا ہے کہ کسی غریب یا ضرورت مند کی مدد کرنا مجھے قرض حسن دینے کے مثل ہے۔ رب قدیر کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ مالک حقیقی کا مال مالک عارضی تقسیم کر رہا ہے اور وہ مالک اپنے نام پر غرباء وفقراء میں اس کی تقسیم کو قرضِ حسن تسلیم کر رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضاً حسناً۔ [۲۳]

(اورنماز پابندی سے ادا کرو اور زکوٰۃ دو، اور اللہ کو اچھا قرض دو)۔

من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ لہ اضعافاً کثیرا ۲۴

(ہے کوئی جو اللہ کو قرضِ حسن دے تو اللہ اس کے لیے بہت گنا بڑھا دے۔)

مختصر یہ کہ قرآن وحدیث میں زکوٰۃ کے تعلق سے بہت عظیم دنیوی واخروی فضائل وخصائص بیان فرمائے گئے ہیں حد تو یہ ہے کہ امت مسلمہ کے لئے اس کو فلاح ونجات دارین کا بہترین ذریعہ وکسوٹی قرار دیا گیا ہے۔قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم بالأخرۃ ھم یوقنون اولئک علی ھدیً من ربھم واولئک ھم المفلحون ۲۵

(جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح وکامیابی پانے والے ہیں)۔

قد افلح المؤمنون۔ والذین ھم للزکوٰۃ فعلون۔ ۲۶

(بیشک مؤمنوں نے فلاح پائی اور وہ لوگ جو زکوٰۃ دیتے ہیں)۔

معلوم ہوا کہ دنیا وآخرت کی فلاح وبہود کے لئے اپنے مال ودولت سے صدقہ وزکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ بنا اس کے نہ کوئی نیکی ہے اور نہ کوئی کامیابی جس کو قرآن مقدس اس طرح ارشاد فرماتا ہے:

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شيٍ فان اللہ بہ علیم ۲۷

(تم ہرگز بھلائی وکامیابی کو نہ پہنچو گے جب تک خدا کی راہ میں اپنی پسندیدہ چیز خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ خرچ کروگے اللہ کو معلوم ہے)

عذاب ووعید ولعنت ومذمت

قرآن وحدیث میں کثیر مقامات پر جہاں زکوٰۃ کی اہمیت وفضیلت کو بیان کیا گیا ہے

وہاں ان افراد کے لئے سخت وعید ولعنت کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے جو زکوٰۃ جیسے اہم اسلامی فریضے کی ادائیگی پر عمل نہیں کرتے یا اس میں قصداً کوتاہی وکاہلی سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْراً لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ۲۸؎

(اور وہ لوگ گمان نہ کریں کہ وہ اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے یہ ان کے لئے اچھا ہے بلکہ یہ انؓ کے لئے بہت برا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن ان کے گلے میں اس مال کا طوق پہنایا جائے گا۔)

رب تبارک وتعالیٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ۔ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔ ۲۹؎

(اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوشخبری سنا دو دردناک عذاب کی جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں۔ یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزہ اس جوڑنے کا)۔

اللہ عزوجل شانہ تیسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَاباً مُّهِيْناً۔ ۳۰؎

(جو لوگ مال کو خرچ نہیں کرتے اور خرچ نہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اس کو چھپاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے)۔

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ کی تشریح وتوضیح حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ نے مال عطا کیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کا یہ مال اس کے لئے گنجا سانپ بنایا جائے گا جس کی آنکھوں میں دو سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ سانپ قیامت کے دن اس کی گردن میں بطور طوق ڈالا جائے گا۔ پھر سانپ اس کے منہ کے دونوں کناروں کو پکڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے یہ آیت کریمہ "ولا یحسبن الذین یبخلون" آخر تک تلاوت فرمائی۔ [۳۱]

اسی طرح بخاری شریف کی ایک دوسری حدیث میں حضرت احنف بن قیس سے مروی ہے کہ ''انہوں نے کہا'' میں قریش لوگوں کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک شخص آیا جس کے بال سخت، کپڑے موٹے تھے، سیدھی سادھی شکل تھی، وہ ان کے پاس کھڑا ہوا اور سلام کیا پھر کہنے لگا جو لوگ مال جمع کرتے ہیں ان کو خوشخبری سناؤ۔ ایک پتھر دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور وہ ان کی چھاتی پر رکھ دیا جائے گا اور ان کے مونڈھے کی اوپر والی ہڈی سے پار ہو جائے گا۔ اور مونڈھے پر رکھا جائے گا تو چھاتی سے پار ہو جائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ ارشاد فرمانے والے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ [۳۲]

منکرین زکوٰۃ وتارکین زکوٰۃ کے لئے احادیث شریف میں بڑی ہولناک وخطرناک عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ یہ تو وہ وعیدیں ہیں جو آخرت کے تعلق سے بیان کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ بعض ایسی بھی وعیدیں اور روایتیں احادیث شریف میں مروی ہیں کہ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں لوگوں کا جو مال برباد یا نقصان وخسارہ کا شکار ہوتا ہے وہ صدقہ وزکوٰۃ نہ ادا کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خشکی وتری میں جو مال ہلاک ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے سے ہلاک ہوتا ہے۔ [۳۳]

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث میں تارکین زکوٰۃ کے لئے دنیوی واُخروی اعتبار سے نہایت شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

زکوٰۃ کا نصاب ومقدار

زکوٰۃ کے نصاب سے مراد مال ودولت کی وہ خاص حد اور مقدار ہے جس پر زکوٰۃ اپنے شرائط کے ساتھ فرض ہوتی ہے۔ یعنی زکوٰۃ اسی وقت فرض ہوگی جبکہ مال بقدر نصاب یا اس مقدار میں ہوگا۔ محدثین وفقہاء اسلام کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے مال کی تین صفات ہیں۔ (۱) نقدیت یعنی سونا، چاندی (۲) سائمہ یعنی چرنے والے حلال جانور (۳) مالِ تجارت۔ ۲۴؎ یعنی ہر قسم کے تجارتی مال پر، سونا، چاندی، روپیہ، سونے چاندی کی اشیاء پر اور گائے، بیل، بھینس، بکری بھیڑ، دنبہ اور اونٹ وغیرہ پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اور زمین کی فصل اور درختوں کی پیداوار پر بھی زکوٰۃ فرض ہے جس کو شریعت میں عشر کہتے ہیں۔

چاندی کی مقدار ونصاب کم از کم ساڑھے باون تولہ چاندی، سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا، یا دونوں ملا کر چاندی کے نصاب کی قیمت کو پہنچ جائیں۔ یا اس کے برابر تجارتی مال وروپیہ پیسہ جو قرض وضرورت سے فاضل ہو تو ان پر ڈھائی فی صد یعنی چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالنا فرض ہے۔ اور اگر سائمہ جانور ہیں تو پانچ اونٹ پر ایک بکرا یا ایک بکری ایک سال کی۔ تیس گائے، بھینس، بیل پر گائے یا بھینس کا ایک سالہ بچہ اور چالیس پر دو سالہ بچہ اور چالیس بھیڑ، بکرا بکری یا دنبے پر ایک بھیڑ یا بکری یا دنبہ بطور زکوٰۃ نکالنا فرض ہے۔ اور کھیتی اور درختوں کی پیداوار بارش سے ہونے پر دسواں اور آب پاشی کی صورت میں بیسواں حصہ نکالنا فرض ہے۔

عشر وزکوٰۃ کے نصاب کے تعلق سے عام طور پر اسلامی کتب میں احکام ومسائل موجود ہیں۔ مزید کچھ اس پر خامہ فرسائی کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی مدت

اسلامی شریعت کے مطابق زکوٰۃ فرض اور واجب ہونے کے لئے مکمل سال کا گزر جانا ضروری ہے۔ یعنی نصاب کا مال ایک سال تک ملکیت میں ہونا اگر سال پورا ہونے سے قبل نصاب کا مال ختم ہوگیا یا کم ہوگیا یا اپنے قبضے میں نہ رہا تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

اسلام نے زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے جو حولانِ حول کا گزر جانا ضروری قرار دیا ہے اس میں بڑی مصلحت وحکمت ہے اور وہ یہ کہ منشاء الٰہی یہ ہے کہ مال بھی رہے اور اس کی زکوٰۃ بھی ادا ہوتی رہے۔ اس لئے صاحب مال کو سال بھر کا موقع عنایت فرمایا تاکہ تاجر وکاروباری انسان سال بھر تجارت کرکے خوب مال میں اضافہ کرلے اور پھر کل مال کا چالیسواں حصہ ادا کرے۔ خیال رہے کہ حولان حول کی شرط صرف نصاب کی مقدار کے سال مکمل ہونے تک ہے۔ اگر پہلے سے ہی صاحب نصاب ہے تو پھر حولان حول کا اعتبار نہیں ہوگا۔ بلکہ کل مال پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اگرچہ کچھ مال پر سال پورا ہوا ہو یا نہ ہو۔

زکوٰۃ کے علاوہ زمین کی پیداوار پر جو عشر نکالا جاتا ہے اس میں سال کی مدت ضروری نہیں بلکہ فصل کا پکنا اور کٹنا ضروری ہے۔ جب زمین کی فصل یا پھل پکیں گے یا کٹیں گے اس پر عشر یعنی بارش کے پانی سے پیدا ہونے کی صورت میں دسواں حصہ اور آبپاشی کی صورت میں بیسواں حصہ نکالنا واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور وہی ہے اللہ جس نے پیدا کئے باغ کچھ زمین پر بچھے ہوئے اور کچھ نہ بچھے ہوئے۔ اور کھجور اور کھیتی پیدا کی جس میں رنگ رنگ کے کھانے ہیں اور زیتون اور انار پیدا کئے جو کسی بات میں باہم ملتے ہیں اور کسی میں جدا۔ کھاؤ! ان کے پھل جب وہ پھل لائیں اور اس کا حق (عشر) ادا کرو جس دن وہ کٹیں اور بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک اللہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ۳۵ ؎

اس آیت کی تشریح وتفسیر ارشاد فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کھیتی کو آسمان یا چشمے کا پانی دیا جائے یا وہ زمین خود بخود سیراب ہو اس میں سے دسواں حصہ لیا جائے اور جس کھیتی میں کنویں سے پانی دیا جائے اس میں سے بیسواں حصہ لیا جائے۔ ۳۶ ؎

زکوٰۃ کی مانند زمین کی پیدوار پر عشر میں ایک سال کی مدت کا اعتبار نہ کرکے اس کے پکنے اور کٹنے کو میعاد و مدت قرار دینے کی حکمت یہ ہے کہ زکوٰۃ وعشر اور صدقہ کا مقصد غرباء وفقراء کی دستگیری ودلجوئی ہے۔ اور سال میں تین موسم ہوتے ہیں۔ جس میں قریب قریب تین یا چار مختلف اناج اور پھلوں کی فصلیں آجاتی ہیں اس طرح غرباء وفقراء ہر قسم کے اناج ومیوہ جات وغیرہ سے فائدہ وسرور

حاصل کر سکتے ہیں۔ اور امراء کی زکوٰۃ وصدقہ اور عشر کے ذریعہ غرباء وفقراء بھی اللہ کی ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

زکوٰۃ میں دی جانے والی اشیاء

قرآن پاک کی مختلف آیات اور احادیث شریف کی متعدد روایات اور فقہ اسلامی کے احکامات کے مطابق جو اشیاء صدقہ وزکوٰۃ کے طور پر دی جاسکتی ہیں ان کی فہرست کافی طویل ہے جن میں سے بعض مشہور یہ ہیں۔

(۱) سونا (۲) چاندی (۳) روپیہ ۳۷ (۴) مختلف اناج (۵) مختلف ثمرات ۳۸ (۶) اونٹ (۷) گائے (۸) بیل (۹) بھینس (۱۰) بکری (۱۱) دنبہ ۳۹ (۱۲) زمین ومکان (۱۳) کپڑا (۱۴) ضرورت کا سامان (۱۵) اور ہر عمدہ پسندیدہ حلال وجائز چیز صدقہ اور زکوٰۃ کی صورت میں دے سکتے ہیں قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ ۴۰

(تم ہرگز نیکی وبھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک اللہ کی راہ میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو)۔

صدقہ وزکوٰۃ کے مصارف ومستحقین

اسلامی نقطۂ نظر سے وہ لوگ جن پر صدقۂ واجبہ اور زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز ہے مصارفِ زکوٰۃ کہلاتے ہیں۔ جن کی تعداد سات ہے اور ان سات کے ضمن میں بہت سے دیگر مصارف بھی آجاتے ہیں صدقۂ واجبہ اور زکوٰۃ کے حقدار لوگوں کا ذکر اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں خود تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم و فى الرقاب والغارمين و فى سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله و الله عليم حكيم۔ ۴۱

(بے شک صدقۂ وزکوٰۃ فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہے اور ان کے لئے ہے

جوزکوٰۃ وصول کرنے کے کام پر مقرر ہیں، اور ان کے لئے ہے جن کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہے اور گردن چھڑانے میں اور مقروض کے لئے ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور مسافر کے لئے ہے یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔)

مذکورہ بالا آیات کریمہ میں زکوٰۃ کے سات مصارف وسات حقداروں کا ذکر ہے۔ انہیں سات مصارف پر صدقۂ واجبہ یا زکوٰۃ کا خرچ کرنا صحیح وجائز ہے اسی طرح ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

و اٰتی المال علیٰ حبه ذوی القربیٰ و الیتمیٰ و المسکینَ و ابنَ السبیلِ و السائلینَ و فی الرقاب۔ ۴۲

(اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا پیارا مال دو رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کو اور ان کی (غلاموں کی) گردنیں چھڑانے میں)

قرآن پاک کی ان دونوں آیات کریمہ میں صدقہ اور زکوٰۃ کے جن مصارف و مستحقین کا ذکر کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) فقیر (۲) مسکین (۳) عامل (۴) رقاب (۵) غارم (۶) فی سبیل اللہ (۷) ابن السبیل۔ بعد والی آیت میں صدقہ وزکوٰۃ کے مستحقین میں غریب اعزاء واقرباء، یتیم اور سائلین کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ اول الذکر سات مصارف کے ضمن میں آجاتے ہیں۔ ان سات میں بھی شرط یہ ہے کہ وہ سید اور بنی ہاشم خاندان سے نہ ہوں۔ ۴۳

ذکر کردہ سات مصارف میں فقیر سے مراد وہ شخص ہے کہ جس کے پاس مال تو ہے مگر اتنا نہیں کہ نصاب کو پہنچ جائے۔ یا بقدر نصاب ہے مگر حاجت اصلیہ سے زائد نہیں۔ مسکین وہ شخص ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ وہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے لوگوں سے سوال کرنے کا محتاج ہو۔ عامل سے مراد وہ شخص ہے جس کو بادشاہ اسلام نے زکوٰۃ وعشر وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہو۔ رقاب کا مطلب ہے غلامی سے نجات دلانا۔ دنیائے انسانیت میں اسلام ہی ایسا واحد مذہب ہے کہ جس نے سب سے پہلے غلاموں کی مدد ودستگیری کی اور غلاموں کو غلامی کے

بندھن سے آزادی ونجات دلانے کے لیے اصول واحکام نہیں بلکہ مالی تعاون کا بھی بے مثال نظام دیا۔ غارِم سے مراد مقروض شخص ہے، یعنی اس پر اتنا قرض ہو کہ اس کو ادا کرنے کے بعد اسلامی نصاب باقی نہ رہے یا اس کا لوگوں پر اتنا مال باقی ہو مگر وصول کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ بینک یا دیگر لون وقرض کی بنیاد پر بہت سے افراد کو تباہ وبرباد اور سولی پر چڑھتے ہوئے پڑھا وسنا ہے لیکن اسلام کا یہ کتنا بڑا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے قرض سے برباد وہلاک ہونے والوں کے تحفظ کے لیے ایسا انتظام کر دیا کہ دنیا کی کوئی حکومت یا بینک یا مذہب اس کو آج تک نہیں دے سکا ہے۔ بلکہ دنیوی حکومتوں اور بینکوں نے جو سہولیات قرض فراہم کی ہیں اس کی بنیاد پر ہزاروں غرباء کی جائدادیں بینک وحکومت کے قبضے میں چلی گئی ہیں اور غریب عوام مفلسی وتنگدستی کا شکار بن گئی ہے۔ فی سبیل اللہ کے لفظی معنی ہیں راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ لیکن اس کے اصطلاحی مفہوم کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ضرورت مندوں، بیواؤں ویتیموں کی مدد، علم دین کے لیے غریب طلباء کی مدد، جہاد کے ساز وسامان کے لیے غریب مجاہد کی امداد اور اسی طرح دیگر نیک کاموں میں تعاون سب اسی کے ضمن میں آتا ہے۔ ابن السبیل سے مراد وہ مسافر ہے کہ جس کے پاس سفر میں زادِ راہ ختم ہو جائے اگر چہ وہ صاحب نصاب ومال ہو۔ اگر ممکن ہو تو کوئی اپنا سامان بیچ کر مسئلہ کا حل نکال لے ورنہ اسلام نے ایسے غریب الوطن پریشان حال مسافر کی آسانی کے لیے بھی زکوٰۃ لینے کا اختیار دیا ہے تاکہ اس طرح وہ بآسانی اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکے۔ [۴۴]

ان سات میں بھی زکوٰۃ کے مصارف ومستحقین کے تعلق سے پیش کردہ قرآن کریم کی سورۂ بقر کی آیت نمبر ۱۷۷ میں ذوی القربیٰ کا لفظ آیا ہے جس کے معنیٰ ہیں زکوٰۃ دو رشتہ داروں کو یہاں رشتہ داروں سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو اپنی اصل یعنی ماں، باپ، دادا، دادی نانا، نانی وغیرہ جن کی اولاد میں یہ ہے یا اپنی فرع یا اپنی اولاد جیسے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، شوہر، بیوی، نواسہ، نواسی وغیرہ نہ ہوں کہ شریعت اسلامی کی روشنی میں ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اس لئے کہ ماں، باپ، اولاد، شوہر، بیوی عادتاً ان کے مال مشترکہ ہوتے ہیں یعنی ان میں ہر ایک ایک دوسرے کا مال بے تکلف خرچ کرتا ہے اور اس کو اپنا مال سمجھ کر کھاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے باپ وشوہر کا مال ہے۔ اگر ان لوگوں کو زکوٰۃ دی گئی تو گویا زکوٰۃ اپنے ہی گھر میں رہی۔ اس وجہ سے ان کو زکوٰۃ دینے

سے منع کیا گیا۔ ان کے علاوہ باقی قریبی رشتہ دار جیسے بھائی، بہن، خالہ، خالو، ماموں وغیرہ اگر غریب ہوں تو پہلا حق اُن کا ہوتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے قریبی لوگوں یا رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں دو فائدے ہیں۔ اوّل عبادت دوسرے رشتہ دار کی خدمت جو کہ صلہ رحمی کی بنیاد پر اسلام نے ضروری قرار دی ہے۔ [۴۵]

زکوٰۃ فرض ہونے کے شرائط

شریعت اسلامیہ کے مطابق زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں (۱) مسلمان ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) عاقل ہونا یعنی بوہرے یا پاگل پن کی حالت میں زکوٰۃ فرض نہیں (۴) آزاد ہونا غلام نہ ہونا (۵) بقدر نصاب مال ملکیت میں ہونا (۶) پورے طور پر اس کا مالک وقبضہ ہونا (۷) قرض سے بچا ہونا (۸) حاجت اصلیہ سے زائد ہونا (۹) مال کا بڑھنے والا ہونا (۱۰) اور نصاب پر پورے ایک سال کا گذر جانا۔ [۴۶]

مذکورہ بالا شرائط کے علاوہ فقہاء اسلام نے زکوٰۃ کے تعلق سے ایک شرط اور بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ زکوٰۃ دیتے وقت یا زکوٰۃ کے لئے مال علاحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت کا ہونا۔ نیت کا مطلب یہ ہے کہ پوچھنے پر بنا غور وخوض کے بیان کر سکے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے۔ بنا زکوٰۃ کی نیت کے اگر مال دیا جائے گا تو پھر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ [۴۷]

احسان کے ساتھ صدقہ وزکوٰۃ کی ممانعت

دین اسلام نے جہاں غریبوں امیروں، حاجت مندوں، مسافروں اور قرض داروں وغیرہ کی صدقۂ وزکوٰۃ کے ذریعہ مدد اور ان کی ہمدردی ودستگیری کرنے کا حکم دیا ہے وہاں ان کی عزت نفس کا بھی مکمل خیال رکھا ہے۔ قرآن وحدیث میں کثیر مقامات پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنی قوم کے کمزور وخستہ حال افراد کی امراء وصاحبِ مال وثروت حضرات زکوٰۃ، صدقات وخیرات وغیرہ سے بھرپور مدد کریں تاکہ وہ بھی خوش حال ہو سکیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ غرباء وخستہ حال افراد کی عزت کا خیال کرتے ہوئے ان کو یہ بھی تاکیداً حکم دیا گیا ہے کہ وہ اِس دستگیری ومدد کے

بدلے احسان ہرگز نہ جتائیں اور ان کو سماج میں شرمسار نہ کریں۔ شریعت اسلامی نے اس بات کا اتنا خیال رکھا ہے کہ اگر کوئی غریب مسلمان زکوٰۃ یا صدقہ کے نام سے مدد لینے میں عار وشرم محسوس کرتا ہے تو شریعت نے یہ اجازت دی ہے کہ اس کو تحفہ یا عیدی کے نام سے زکوٰۃ کی نیت کر کے وہ مال دے دیا جائے۔

صدقہ وزکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد احسان نہ جتانے کا حکم دیتے ہوئے قرآنِ پاک ارشاد فرماتا ہے:

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لایتبعون ما انفقوا منًا وَ لا اذی لھم اجرھم عند ربھم و لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون۔ ۴۸؎

(وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دینے کے بعد احسان نہیں جتاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں تو ان کا نیک انجام ان کے رب کے پاس ہے۔ اور انہیں نہ کوئی خوف ہے نہ غم)

دوسرے مقام پر بطور تنبیہ ارشاد فرمایا گیا:

یاایھا الذین اٰمنوا لاتبطلوا صدقٰتکم بالمنِ والاذیٰ۔ ۴۹؎

(اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اپنے صدقات وزکوٰۃ برباد نہ کرو)

اس طرح دین اسلام نے غرباء وکمزور افراد کے عزت ووقار کا مکمل خیال رکھا ہے تاکہ کوئی زکوٰۃ وصدقہ عطا کرنے کے بعد ان کو ذلت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔

امراء کے لیے زکوٰۃ، غرباء کے لیے صدقات

دین اسلام نے غرباء فقراء اور حاجت مندوں کی دستگیری اور رضائے الٰہی کی خاطر فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی بڑی فضیلت وبرکت بیان فرمائی ہے اور بے شمار انعامات سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ غرباء وفقراء اور خستہ حال مسلمان اللہ کے عطا کردہ ان انعامات سے محروم رہ کر مایوسی کا شکار نہ ہوں اس لئے ایسے لوگوں کے لیے صدقہ دینے کا حکم دیا ہے۔ ان پر زکوٰۃ فرض نہیں لیکن صدقہ کرنے کا حکم قرآن وحدیث میں ان کے لیے بھی وارد ہوا ہے۔ چنانچہ حضور انور

صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''ہر مسلمان پر صدقہ واجب ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جس کے پاس مال ودولت نہ ہو، فرمایا اپنے ہاتھ سے کام کرے خود بھی نفع حاصل کرے اور خیرات بھی دے۔ لوگوں نے عرض کیا اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو فرمایا محتاج مظلوم کی مدد کرے۔ لوگوں نے عرض کیا اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو فرمایا اچھی باتوں پر عمل کرے بری باتوں سے بچے۔ یہی صدقہ ہے۔[۵۰]

اسلام نے زکوٰۃ کی طرح صدقات کے بھی بے شمار فضائل وبرکات بیان فرمائے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

(۱) صدقہ بری موت سے بچاتا ہے۔ (۲) صدقہ آفات وبلیات سے تحفظ کرتا ہے۔ (۳) صدقہ کے ذریعہ لاعلاج امراض کا علاج کرو۔ (۴) صدقہ دے کر اپنے مال مضبوط قلعوں میں محفوظ کرلو۔ وغیرہ وغیرہ

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے سماج کے ہر طبقے کے لیے غرباء، فقراء، حاجت مندوں اور دینی ورفاہی کام کے لیے زکوٰۃ وصدقات کا ایسا مکمل وبے مثال نظام ہمیں عطا کیا ہے کہ اگر صحیح معنیٰ میں ہم اس کے مرتب کردہ قوانین واصول پر عمل پیرا ہو جائیں تو نہ صرف یہ کہ سماج وقوم سے غربت وافلاس کا سدِ باب ہوسکتا ہے بلکہ ہمارے تعلیمی ودینی ادارے بھی روز افزوں ترقی وکامیابی کی شاہراہ پر گامزن ہوسکتے ہیں اور ہم دنیا کے سامنے اپنی معاشی، سماجی، رفاہی اور دینی خدمات کا ایسا بے مثال نمونہ پیش کرسکتے ہیں کہ دنیا جس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہوگی۔

ہندو دھرم میں دان (हिन्दु धर्म में दान)

غرباء پروری، انسانی ہمدردی اور لاچاروں ومجبوروں کی دستگیری کا اخلاقی جذبہ وتصور تقریباً دنیا کے سبھی مذاہب میں موجود ہے۔ زبان وملک اور مذہب جدا جدا ہونے کی حیثیت سے اس تصور کو مختلف قوموں میں مختلف اسماء سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انسانی تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ دنیا کے اکثر وبیشتر مذاہب میں امداد وخیرات کا تصور پایا جاتا ہے لیکن مذاہب عالم کی تاریخ کے آئینے میں یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صدقہ وزکوٰۃ کی صورت میں غرباء کی امداد اور حاجت مندوں کی دستگیری

کا جو مکمل نظام اور ضابطہ دین اسلام نے پیش کیا ہے اس کی مثال کہیں نظر نہیں آتی۔

انسانی تاریخ کے دیگر مذاہب کی مانند سناتن دھرم (सनातन) یا قدیم ہندو دھرم میں بھی انسانی ہمدردی و غرباء کی دستگیری کا تصور بخوبی پایا جاتا ہے۔ جس کو دان (दान) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

قدیم ہندو دھرم میں دان کے جو اصول و احکام پیش کئے گئے ہیں وہ کہیں کہیں تو اسلامی احکام و قوانین سے کافی حد تک ملتے جلتے نظر آتے ہیں اور کہیں کہیں دونوں مذاہب کے احکام و قواعد میں بعد آسمانی محسوس ہوتا ہے۔

لغوی معنیٰ (शाब्दिक अर्थ)

سنسکرت ہندی لغت (संस्कृत हिन्दी शब्द कोष) کے اعتبار سے دان (दान) کے مختلف معانی ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(۱) بانٹنا (۲) دینا (۳) قبول (स्वीकार) کرنا (۴) سونپنا (۵) سپرد کرنا (۶) تحفہ (उपहार) (۷) انعام (पुरस्कार) (۸) پاک (पवित्रीकरण) کرنا (۹) صاف ستھرا (स्वच्छ) کرنا (۱۰) حفاظت (रक्षा) اور (۱۱) دان دینے کا دھرم وغیرہ۔ ۵۱

اصطلاحی معنیٰ (पारिभाषिक अर्थ)

قدیم ہندو دھرم شاستروں کے محققین کے مطابق دان کا اصطلاحی معنیٰ (पारिभाषिक अर्थ) ہے، کسی دوسرے شخص کو اپنی چیز کا مالک (स्वामी) بنا دینا۔ ۵۲ سنسکرت ہندی لغت میں دان کے جو لفظی و لغوی معانی ذکر کئے گئے ہیں وہ زکوٰۃ کے مفہوم پر صادق آتے ہیں نیز دان کے اصطلاحی معنیٰ بھی کسی حد تک زکوٰۃ کی اصطلاحی تعریف میں شامل نظر آتے ہیں۔ دان کا اصطلاحی مفہوم ہے "کسی دوسرے کو اپنی چیز کا مالک بنا دینا اور زکوٰۃ کے اصطلاحی معنیٰ ہیں" شریعت اسلامی کے مقرر کردہ مالی حصہ کا مخصوص مسلمان غریب یا فقیر یا حاجت مند کو مالک بنا دینا۔

مذکورہ بالا تعریف کے علاوہ ہندو علماء نے دان کی ایک تعریف یہ بھی کی ہے کہ:

ہندو دھرم شاستروں کے ذریعہ مناسب وصحیح مانے گئے شخص کے لیے دھرم گرنتھوں کے اصول وقوانین کے مطابق دیئے جانے والے مال (धन) کو دان کہا جاتا ہے۔ ۵۳

دان کی مذہبی اہمیت (दान का महत्व)

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں دان (दान) دکچھنا (दक्षिणा) کی بڑی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور دان کو لازمی طور پر دینے کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ ہندو دھرم گرنتھوں میں مذکور ہے کہ:

यज्ञदानतपः कर्म न त्याज्यं कार्यमेव तत्।

यज्ञो दानं तपश्चैव पावनानि मनीषिणाम्।।५४

(یگ، دان اور تپ ضرور کرنا چاہئیں۔ انہیں کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے یہ اہل عقل کو پاک کرتے ہیں)

दातव्यमिति यद्दानं दीयतेऽनुपकारिणे।

देशे काले च पात्रे च तद्दानं सात्त्विकं स्मृतम्।।५५

دان دینا مذہبی فریضہ (कर्तव्य) ہے۔ ایسا مان کر دیش، کال (زمانہ) اور حق دار (पात्र) کو دیکھ کر جس کے ذریعہ بدلے میں کوئی احسان ہونے والا نہیں ہے اس کو جو دان دیا جائے وہ 'सात्त्विक' دان ہے۔

ساتوِک (सात्विक) دان کے علاوہ گیتا (गीता) نے دان کی دو اقسام کا اور ذکر کیا ہے (۱) رَاجَس دَان (۲) تامَس دان राजस दान (۳) तामस दान راجس دان وہ دان ہے کہ جس سے من میں دکھ ہو، جس سے بدلے میں انعام پانے کا جذبہ ہو اور جو پھل کے مقصد سے دیا جائے۔ ۵۶

اور جو دان بنا کسی تعظیم کے جذبہ سے حقارت کے ساتھ غیر لائق دیش، کال میں غیر حقدار کو دیا جائے وہ تامَس دان तामस दान ہے۔ ۵۷

دان کی عظمت و بے مثال خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے اپنشدوں (उपनिषद) میں کہا گیا ہے کہ:

दानेनारातीरपानुदन्त दानेन द्विषन्तो मित्र भवन्ति।

दाने सर्वं प्रतिष्ठितं तस्माद्दानं परमं वदन्ति।।۵۸

(دان سے دشمن لوگ ہلاک ہوتے ہیں، دان سے دشمن دوست بن جاتے ہیں۔ دان میں سب چیزیں سمائی ہوئی ہیں۔ اس لیے دان کو سب سے اعلیٰ کہتے ہیں۔)

तदेतदेवैषा दैवी वागनुवदति स्तनयित्नुर्द द द इति।

दाम्यत दत्त दयध्वमिति तदेत त्त्रयंशिक्षेद्दमं दानं दयामिति।۵۹

(بجلی آج بھی گرج گرج کر ایشور (प्रजापति) کا یہ پیغام دوہراتی ہے: دَ دَ دَ دمن (दमन) کرو، دان کرو اور دیا کرو۔)

श्रद्धया देयम्।۶۰	دان عقیدت کے ساتھ کرنا چاہیے
अश्रद्धयादेयम ۶۱	دان بنا عقیدت کے نہیں کرنا چاہیے
श्रिया देयम।۶۲	حسب قدرت وطاقت دان کرنا چاہیے
ह्रिया देयम ۶۳	دان شرمندگی کے ساتھ کرنا چاہیے
भिया देयम।۶۴	دان خوف کھاتے ہوئے کرنا چاہیے
संविदा देयम।۶۵	دان دوستی وغیرہ کے کام کے واسطے کرنا چاہیے

اتھروویدَ (अथर्ववेद) میں بیان کیا گیا ہے کہ:

शतहस्त समाहर सहस्रहस्त सं किर।

कृतस्य कार्यस्य चेह स्फातिं समावह।।۶۶

(اے انسان! تم سو ہاتھ والے ہو کر دھن جمع کرو۔ اے انسان! تم ہزار ہاتھ والے ہو کر اس دھن کو بانٹ دو (دان کر دو) اس طرح تم اپنے کئے ہوئے اور آگے کرنے لائق کاموں کی خوش حالی کو کامیاب کرو۔

منومہاراج (मनु) نے بھی دان کو مذہبی زندگی کا ایک خاص حصہ تسلیم کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

तपः परं कृतयुगे त्रेतायां ज्ञानमुच्यते।

द्वापरे यज्ञमेवाहुर्दानमेकं कलौ युगे।। ۶۷۰

ست یگ میں تپسیا، تریتا میں گیان، دواپر میں یگ اور کلیگ میں دان خاص دھرم مانا گیا ہے۔)

مذکورہ بالا منتروں کے علاوہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں ایسے اور بھی کثیر منتر موجود ہیں کہ جن میں دان کی اہمیت کے ساتھ اس کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔

فوائد و برکات

ہندو دھرم شاستروں میں صرف دان کی اہمیت و تاکید ہی نہیں بیان کی گئی ہے بلکہ دان کے جو دنیوی و اخروی فائدے ہیں ان کو بھی بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

دین اسلام نے جو زکوٰۃ کے دنیوی، دینی و سماجی فوائد و منافع ذکر کئے ہیں، کچھ اسی سے ملتے جلتے فوائد دان کے، قدیم ہندو شاستروں میں بھی تحریر کئے گئے ہیں۔

چنانچہ ہندو دھرم میں ہے کہ:

न भोजा ममुर्न न्यर्थमीयुर्न रिष्यन्ति न व्यथन्ते ह भोजाः।

इदं यिद्धश्विं भुवनं स्वश्चैतत्सर्वं दक्षिणैभ्यो ददाति।।۶۸

(سخی لوگ (दान शील) اَمر ہو جاتے ہیں وہ نہ تو برباد ہوتے ہیں اور نہ رنج و غم و خوف سے ستائے ہوتے ہیں۔ دان اُن داتاؤں کو اِس دنیا اور سورگ (स्वर्ग) کی آسائشیں عطا کرتا ہے)

اسی بات کو زکوٰۃ کے تعلق سے قرآن پاک نے سورۂ بقر آیت نمبر ۲۷۴ میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: ''جو لوگ اپنا مال رات دن ظاہر ہو کر یا چھپ کر صدقہ و زکوٰۃ میں خرچ کرتے ہیں ان کا انعام ان کے رب کے ذمہ ہے اور ان کے لئے (دنیا و آخرت) میں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی رنج۔۶۹

उच्चा दिवि दक्षिणावन्तो अस्थुर्ये अश्वदाः सह ते सूर्येणा

हिरण्यदा अमृतत्वं भजन्ते वासोदाः वासोदाः सोमप्र तिरन्त आयुः।।۷۰

(نرم دل دان کرنے والے اعلیٰ مقام میں رہتے ہیں، جو گھوڑا دان کرتے ہیں وہ

سورج کے ساتھ رہتے ہیں۔ سونے کا دان کرنے والے حیات جاودانی حاصل کرتے ہیں۔ کپڑے کا دان کرنے والے اپنی عمر بڑھاتے ہیں)

دان کے انہیں فوائد کو رگوید (ऋग्वेद) کے پہلے منڈل، ایک سو چھبیسویں سوکت اور چھٹے منتر میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

दक्षिणाश्चं दक्षिणा गां ददाति, दक्षिणा चन्द्रमुत यद् हिरण्यम ।

दक्षिणान्नं वनुते यो न आत्मा दक्षिणां वर्म कृणुते विजानन् ।।८।

(یگ (यज्ञ) میں دیا گیا دان گھوڑا، گائے، چاندی اور سونا دیتا ہے۔ دان اناج (अन्न) دیتا ہے۔ ہماری روح یہ اچھی طرح جانتے ہوئے دان کو محافظ (कवच) کے روپ میں اپناتی ہے)

اسلام میں زکوٰۃ کے حوالہ سے قرآن وحدیث میں یہ بات مرقوم ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال وصاحب مال دونوں پاک وصاف ہو جاتے ہیں۔ ٹھیک یہی تصور ہندو دھرم میں دان کے تعلق سے پایا جاتا ہے۔ چنانچہ منواسمرتی میں ہے:

यत्किंचिदपि दातव्यं याचितेनानसूयया ।

उत्पत्स्यते हि तत्पात्रं यत्तारयति सर्वतः ।।८२०

(کسی کے طلب کرنے پر جو کچھ ہو سکے اس کو محبت کے ساتھ دینا چاہیے، کیوں کہ سخی (दानशील) انسان کے پاس کسی دن ایسا حقدار بھی آجائے گا جو سب پاپوں سے اُس کو نجات دلادے گا۔)

منومہاراج نے دان کو صرف پاکیزگی اور پاپوں سے نجات کا ذریعہ ہی نہیں بیان کیا ہے بلکہ اس کے اور بھی کثیر ظاہری وباطنی فوائد ذکر کئے ہیں۔ چنانچہ منواسمرتی ادھیائے ۴/اشلوک ۲۲۹ میں مرقوم ہے:

”پیاسے کو پانی دینے والا سیراب ہوتا ہے۔ بھوکے کو کھانا دینے والا بہترین فائدہ وآرام پاتا ہے۔ تِل دان کرنے والا نیک اولاد اور چراغ دان کرنے والا اعلیٰ آنکھ حاصل کرتا ہے۔“

ادھیائے ۴/اشلوک ۲۳۰/میں ہے:

’’زمین دان کرنے والا زمین، سونا دان کرنے والا لمبی عمر، مکان دینے والا اعلیٰ مکان اور چاندی دان کرنے والا حسین روپ پاتا ہے۔‘‘

ادھیائے ۴/ اشلوک ۲۳۱/ میں لکھا ہے:

’’کپڑے دان کرنے والا चन्द्रलोक گھوڑا دان کرنے والا अश्विलोक اناج وغیرہ کا داتا مال و دولت، گائے دان کرنے والا सूर्यलोक حاصل کرتا ہے۔‘‘

منوجی دان کے بہت سے فضائل و منافع بیان کرنے کے بعد آخر میں بطور اختصار کہتے ہیں کہ دان کے کہاں تک فوائد بیان کئے جائیں مختصر یہ کہ:

येन येन तु भावेन यद्यद्दानं प्रयच्छति ।

तत्तत्तेनैव भावेन प्राप्नोति प्रति पूजितः ।।۷۳

(جس جس نیت سے جس مقصد کی خواہش کر کے جو دان کرتا ہے وہ معزز ہو کر ان ان چیزوں کو اسی جذبہ سے پاتا ہے۔)

دان نہ دینے کا وبال و پاپ (दान न देने का वबाल व पाप)

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں اور دھرم شاستر آچاریوں (धर्मशास्त्राचार्य) نے صرف سخی (दानी) اور دان کے فضائل و برکات ہی نہیں بیان کئے ہیں بلکہ جو دان نہیں کرتا اس کے بھیانک نتائج اور مہان پاپوں کا بھی مختلف صورتوں میں تذکرہ فرمایا ہے۔

قدیم ہندو دھرم میں دان نہ دینے کے تعلق سے جو وعیدیں اور عذاب کی باتیں آئی ہیں وہ بھی کافی حد تک اسلامی وعیدوں اور سزاؤں سے مشابہت رکھتی ہیں۔ چنانچہ ہندو دھرم شاستروں میں آیا ہے کہ:

योऽर्चितं प्रतिग्रहणाति तदात्यर्चितमेव च ।

तावुमौ गच्छतः स्वर्गं नरकं तु विपर्यये ।।۷۴

(جو داتا عزت سے سوالی کو دان دیتا ہے اور سوالی یا حقدار (प्रतिग्राही) عزت سے اُس دان کو قبول کرتا ہے وہ دونوں سورگ (स्वर्ग) کو جاتے ہیں اور اس کے برعکس حقارت سے

دان دینے والا اور لینے والا دونوں نرک (नरक) میں جاتے ہیں۔)

न वा उ देवाः क्षुधमिद् वध ददुः उताशितमुप गच्छन्ति मृत्यवः ।।

उतो रयिः पृणतो नोप दस्यति, उतापृणन् मडितारं न विन्दते ।।۷۵

(دیوؤں نے بھوک نہیں دی ہے بلکہ بھوک کی شکل میں موت ہی دی ہے۔ طعام وغیرہ سے سیراب انسان کو بھی موت آتی ہے۔ دان دینے والے کا دھن دولت برباد نہیں ہوتا ہے۔ جو دان نہیں دیتا ہے اس کو کوئی راحت و آرام دینے والا نہیں ملتا ہے۔)

मोघमन्नं विन्दते अप्रचेताः सत्यं ब्रवीमि वधइत्स तस्य ।

नार्यमणं पुष्यति नो सखायं केवलाघो भवति केवलादी ।। ۷۶

(بے وقوف انسان کو بے کار ہی مالی خوش حالی حاصل ہوتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس کے لئے وہ خوشحالی موت ہی ہے وہ نہ اپنے قریبی دوستوں کی مدد کرتا ہے اور نہ عام دوستوں کی اکیلا کھانے والا اکیلا پاپی ہوتا ہے۔)

द्वावेवाप्सु प्रवेष्टव्यौगले बद् ध्वा महाशिलाम् ।

धनवन्त मदातारं दरिद्रं चातपस्विनम् ।।

(دو طرح کے انسانوں کے گلے میں پتھر کی سل (शिला) باندھ کر ڈبو دینا چاہیے۔ ایک دان نہ کرنے والا امیر اور پوجا نہ کرنے والا غریب)۷۷

दान के अधिकारी دان کے حقدار

دین اسلام کی مقدس کتاب قرآن مجید کی سورۂ بقر آیت ۱۷۷/اور سورۂ توبہ آیت ۶۰ کے مطابق محتاج، فقیر، مسکین، مسافر، یتیم، ضرورت مند، بھکاری، غریب رشتے دار اور قرض دار وغیرہ کو صدقہ وزکوٰۃ کا حقدار بیان کیا گیا ہے۔ ہندو دھرم گرنتھوں نے جو دان کے حقدار ذکر کئے ہیں اُن میں سے بعض تو اسلامی زکوٰۃ کے حقداروں کی فہرست میں شامل ہیں اور بعض اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ چنانچہ ہندو دھرم شاستر آچاریوں نے لکھا ہے کہ:

”ماں، باپ، استاد، دوست، باکردار انسان، محسن، غریب، بے سہارا، یتیم اور خاص

خوبی والے شخص کو دان دینے سے ثواب (पुण्य) حاصل ہوتا ہے لیکن مکاروں (धूर्त) کشتی لڑنے والوں، جواریوں، بدکاروں اور چوروں وغیرہ کو دان دینا بیکار ہوتا ہے۔ ۷۸

مذکورہ بالا افراد کے علاوہ دھرم شاستروں نے چند اور اشخاص کی تفصیل پیش کی ہے کہ جن کو دان دینا ممنوع قرار دیا ہے مثلاً:

''کوڑھی، لا علاج مریض، شودروں کا یگ کرنے والا، وید بیچنے والا، افعالِ بد کرنے والا، لالچی، بدکردار براہمن اور دھرم سے دور برہمن وغیرہ کو دان نہیں دینا چاہیے۔ ۷۹

قدیم ہندو علماء و پنڈتوں نے دان کے حقدار کے ضمن میں اس بات کو بھی کہا ہے کہ:

طعام اور کپڑے کے دان میں انسان کی ضرورت دیکھنی چاہیے نہ کہ اس کی ذات۔ ۸۰

ہندو دھرم میں دان کے حقداروں میں سب سے زیادہ اہمیت برہمن کو دی گئی ہے۔ راجہ اور پرجا (राजा-प्रजा) دونوں کو برہمنوں کو دان دکھشنا (दान-दक्षिणा) دینے کی خاص تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ منو اسمرتی میں ہے:

घनानितु यथाशक्ति विप्रेषु प्रति पादयेत।

वेदवित्सु विविक्तेषु प्रेत्य स्वर्गं समश्नुते।।۸۱

(جو لڑکا زمانہ کے مصائب کے سبب بے سہارا، وید جاننے والے برہمنوں کو دھن دیتا ہے وہ مرنے کے بعد سورگ (स्वर्ग) کو جاتا ہے۔)

सर्वरत्नानि राजा तु यथार्हं प्रतिपादयेत्।

ब्राहमणान्वेद विदुषां यज्ञार्थं चैव दक्षिणाम।।۸۲

(راجہ یگ کے لئے وید کے عالم برہمن کو اہلیت کے مطابق سبھی جواہرات (रत्न) اور دان دکھشنا (दक्षिणा) دے۔)

قرآن و حدیث کے مطابق دین اسلام میں صدقہ و زکوٰۃ کے حقداروں میں اوّل درجہ غریب و فقیر رشتہ داروں اور خاندان والوں کو دیا گیا ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ہے ''واٰتی المالَ علیٰ حبہ ذوی القربیٰ'' یعنی اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال رشتہ داروں کو دے۔ ۸۳

اور حدیث شریف میں مذکورہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''خیر الصدقۃ ما کانَ علی ظہر غنی و ابدأ بمن تعول۔'' ۸۴؎

(بہترین صدقہ وہ ہے کہ جس کے بعد بھی خوشحالی قائم رہے اور شروعات ان لوگوں سے کرو جو تمہارے زیر کفالت ہوں۔)

بخاری شریف کے اسی باب میں فرمایا گیا ہے کہ: صدقہ اسی صورت میں ہے کہ مالداری قائم رہے اور جس نے محتاجی اور گھر والوں کی ضرورت کی حالت میں یا قرض دار ہونے کی صورت میں صدقہ کیا تو اس سے اہم ہے کہ وہ اس کو لوٹا دیا جائے۔ اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کا مال تلف و برباد کرے۔ ۸۵؎

دین اسلام کے اس نقطۂ نظر وحکمت کی تعلیم ہندو دھرم میں بھی دی گئی ہے اور اپنے اعزاء واقرباء کو ترک کر کے دوسروں کو دان دینے کی مذمت وممانعت کی گئی ہے۔ منواسمرتی میں ہے کہ:

शक्तः परजने दाता स्वजने दुःखजीविनि ।

मध्वापातो विषास्वादः स धर्म प्रतिरूपकः ।।۸۶ ·

(جو داتا اپنے قریبی لوگوں کو دُکھی دیکھتا ہوا دوسروں کو دان دینے کی طاقت رکھتا ہے اس کا وہ دان دھرم کا اصل روپ نہیں ہوتا ہے۔ شہد کی طرح نظر آنے پر بھی نتیجتاً وہ زہر کے مثل ہوتا ہے۔)

भृत्यानाम् परोधेन यत्करोत्यौर्ध्वदेहिकम् ।

तद्भवत्यसुखोदर्कं जीवतश्च मृतस्य च ।।۸۷ ·

(جو پالن پوشن (पालन-पोषण) پانے لائق لوگوں کو تکلیف دے کر اپنی نجات وآخرت کے لئے دان وغیرہ کرتا ہے اس کا یہ عمل دنیا اور آخرت (परलोकार्थ) (लोक-परलोक) دونوں میں کہیں بھی راحت وسکون کا ذریعہ نہیں ہوتا ہے۔)

دان میں دی جانے والی اشیاء (दान वस्तु)

اسلام میں صدقہ وزکوۃ کی صورت میں مختلف اشیاء کو دینے کا حکم وارد ہوا ہے جیسے سونا، چاندی، روپیہ پیسہ، اناج، گائے، بیل، بکری، اونٹ جیسے حلال چوپائے، زمین، مکان، کپڑا اور

دواوغیرہ۔ ہندودھرم گرنتھوں میں بھی دان کے روپ میں کچھ اسی طرح کی ہی چیزوں کو دان میں دینے کا ذکر آیا ہے۔ جن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) طعام (۲) دہی (۳) شہد (۴) حفاظت (۵) گائے (۶) زمین (۷) سونا (۸) گھوڑا (۹) ہاتھی (۱۰) مسافر خانہ (۱۱) مکان (۱۲) گھریلو سامان (۱۳) دوائیں (۱۴) تعلیم (۱۵) جوتے (۱۶) ہنڈولے (۱۷) گاڑیاں (۱۸) چھاتا (۱۹) برتن (۲۰) بیٹھنے کی چیز (۲۱) کپڑا (۲۲) چراغ (۲۳) لکڑی (۲۴) پھل (۲۵) اور پھٹی پرانی (۲۶) ٹوٹی پھوٹی چیزیں وغیرہ[۸۸]

دان میں دی جانے والی اشیاء کو ہندودھرم شاستروں نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) اعلیٰ (۲) اوسط (۳) ادنیٰ۔ اعلیٰ اشیاء میں طعام، دھی، شہد، تحفظ، گائے، زمین، سونا، گھوڑا اور ہاتھی کو رکھا گیا ہے۔ اور اوسط میں تعلیم، مسافر خانہ یا سرائے (आश्रयग्रह) یا مکان، گھریلو سامان اور دوائیں وغیرہ ذکر کی گئی ہیں۔ اور ادنیٰ میں جوتے، ہنڈولے، گاڑیاں، چھاتا، برتن، لکڑی اور پھل وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔[۸۹]

بعض ہندو محققین وعلماء نے اس سلسلے میں اپنے جداگانہ اقوال پیش کئے ہیں۔ کسی نے کہا ہے کہ، گائے، زمین اور تعلیم سب سے اعلیٰ دان ہیں۔ کسی نے کہا ہے کہ زمین اور کسی نے کہا ہے کہ تعلیم سب سے اعلیٰ دان ہے۔ چنانچہ منومہاراج کہتے ہیں:

सर्वेषामेव दानानां ब्रहमदानं विशिष्यते।

वार्यन्नगोमहीवासस्तिलकांचनसप्रिषाम्। ।९०

(پانی، اناج، گائے، زمین، کپڑا، تل، سونا اور گھی وغیرہ سب دانوں میں وید کی تعلیم کا دان سب سے بڑھ کر ہے۔)

مختصر یہ کہ ہندودھرم شاستروں نے دان کے سامان واشیاء کے تعلق سے بہت سے اصول وقواعد بیان کئے ہیں اور آخر میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ:

☆ ''دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ پسندیدہ چیزیں اور سامان اور جس کو انسان بہت انمول سمجھتا ہے۔ اس کا دان کیا جانا چاہیے۔[۹۱]

اس سلسلے میں دیول (देवल) رشی نے بڑی عمدہ بات کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

☆ ''وہ چیز دینے کے لائق ہے جس کو داتا (दाता) نے بنا کسی کو ستائے، فکر اور غم دیئے بغیر خود حاصل کیا ہو، وہ چھوٹی ہو چاہے قیمتی ہو۔ دی جانے والی چیز کی چھوٹائی یا بڑائی پر بے قیمتی یا قیمتی پر ثواب (पुण्य) منحصر نہیں ہوتا وہ تو دینے والے کی نیت (मनोभाव) اور مال و دولت کے حصول کے طریقۂ کار پر منحصر ہوتا ہے۔ یہ وہی نظریہ ہے جس کو اسلامی حدیث شریف میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ: ''انما الاعمال بالنیات۔'' (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے)

دان کی مدت (दान की मुद्दत)

دین اسلام میں شریعت کے مقرر کردہ نصاب پر پورا سال گزر جانے کے بعد زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔ اور زکوٰۃ کے مال کا اس کے حقدار کو مالک بنا دینا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ صدقہ کی کوئی خاص مدت نہیں۔ اسلامی شریعت کی رو سے روزانہ بلکہ ایک دن میں کئی بار بھی صدقہ نکال سکتے ہیں۔ کچھ اسی طرح کا تصور ہندو دھرم میں دان کے متعلق بھی پایا جاتا ہے۔ قدیم ہندو دھرم میں مال پر سال گزر جانے کا انتظار نہیں کیا جاتا کیوں کہ اس طرح دان کی ادائیگی ان کی نظر میں ایک ایسے وقت پر ٹل جاتی ہے جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ اس وقت تک زندہ بھی رہے گا یا نہیں۔ ۹۲

ہندو دھرم شاستروں اور ان کے آچاریوں نے مدت و میعاد کے لحاظ سے دان کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ جیسے روزانہ کا دان (नित्य दान) یعنی جو دان روزانہ دیا جائے۔

नैमित्तिक दान وہ دان جو خاص مواقع پر دیا جائے۔ काम्य दान وہ دان جو سورگ (स्वर्ग) یا زوجہ کے لئے دیا جائے۔ دان میں اگر کوئی شخص باغ یا کنواں دیتا ہے تو اس کو ध्रुवदान کہا جاتا ہے۔

اور جو دان روحانی عالم (ब्रहमज्ञानी) کو عقیدت کے ساتھ ایشور کے حصول کے لئے دیا جاتا ہے وہ विमल दान کہلاتا ہے۔ ۹۳

بھگوت گیتا نے بھی (۱۷=۲۰،۲۱،۲۲) میں دان کی تین اقسام کا ذکر کیا ہے جن کو ہم ماقبل بیان کر چکے ہیں۔

مذکورہ بالا اقسام کے علاوہ دھرم شاستروں نے بعض خاص دنوں اور تیوہاروں کو دان کے لئے بڑا اہم مانا ہے اور ان کی بڑی فضیلت و برکت بیان کی ہے۔ ہندو محققین وعلماء کے نزدیک روزانہ کے دان سے خاص مواقع ومخصوص ایام کا دان زیادہ مبارک تسلیم کیا گیا ہے۔ جیسے سورج گرہن، چاند گرہن، اماوسیا، جب رات دن برابر ہوں۔ (विषुव) دوادشی، اتوار اور سکرانتی وغیرہ کے دِن۔ اور خطرناک دن (व्यतिपात) کا دان سوگنا، ہزار گنا، لاکھ گنا اور بے شمار پھل دینے والا ہے۔

مختصر یہ کہ ہندو دھرم شاستروں نے اس تعلق سے بہت سے احکام بیان کئے ہیں کہ کب کب اور کن کن ایام وتواریخ میں دان دینا چاہیے۔ اور کب نہیں دینا چاہیے۔ مذکورہ ایام میں بعض وہ دن ہیں کہ جس میں خیرات کرنے کا حکم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیث شریف میں فرمایا ہے جیسے سورج گرہن۔ ۹۴

دان کی مقدار کے تعلق سے جب ہم دھرم شاستروں اور ہندو دھرم کے محققین کی معرکۃ الاراء کتب کا جائزہ لیتے ہیں تو دان کی مقدار کا تصور یہاں بھی پایا جاتا ہے اگرچہ یہاں دان کی ایک خاص مقدار بالاتفاق متعین نہیں ہے بلکہ اس تعلق سے مختلف اقوال نظر آتے ہیں۔ چنانچہ مہابھارت میں ذکر ہے کہ:

''سب سے اوّل منوجی نامی راجہ ملا اور اُن سے قوم (प्रजा) نے یہ عہد لیا کہ آپ ہمارا پالن کریں، ہم چوپایوں کا اور سونے کا پچاسواں حصہ اور اناج کا دسواں حصہ خزانہ کی ترقی کے لئے تمہارے خزانے میں داخل کریں گے۔ ۹۵

مذکورہ بالا قول کو اسلامی عشر و زکوٰۃ کے آئینہ میں دیکھئے کہ یہ کس درجہ مشابہت رکھتا ہے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق کسی شخص کو جو آمدنی فصلوں یا مویشیوں سے ہوتی ہے اس میں سے ملک کے حاکم کو زمین یا چراگاہ کے مقررہ محصول یا ٹیکس کے طور پر دینا اولین ذمہ داری ہے۔ اس کے بعد آمدنی کا چھٹا حصہ حاکم کو اس کی حفاظت کے بدلے ادا کرنا لازمی ہے۔ لیکن برہمن تمام طرح کے ٹیکس سے مستثنیٰ ہے۔

محصول یا ٹیکس کی ادائیگی کے بعد آمدنی میں جو باقی رہتا ہے اس کے خرچ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کی رائے میں نواں حصہ صدقہ کردینا چاہیے۔ وہ کہتے ہیں کہ آمدنی کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے ایک تہائی آئندہ کے لئے جمع کیا جائے تا کہ دل کو سکون رہے اور دوسرے تہائی کو تجارت میں لگادیا جائے تا کہ مال میں اضافہ ہو۔ اور باقی ماندہ تہائی مال کا ایک تہائی (کل کا نواں حصہ) صدقہ کردیا جائے اور تہائی گھر میں خرچ کرنا چاہیے۔ بعض محققین اس آمدنی کے چار حصے کرتے ہیں وہ اس طرح کہ ایک چوتھائی گھر کے خرچ کے لئے ایک چوتھائی نیک کام کے لئے ایک چوتھائی دان کے لئے اور ایک چوتھائی آئندہ کے لیے محفوظ رکھا جائے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ جمع شدہ مال تین سال کے خرچ سے زیادہ نہ ہو اور اگر زیادہ ہو تو دان کردیا جائے۔ ۹۶

دان کے باب میں پیش کردہ جملہ حوالہ جات و دلائل کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی طرح ہندوؤں پر بھی روزانہ، جتنا زیادہ ممکن ہو دان وصدقہ کرنا بہت ضروری ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اکثر ہندو لوگ حتی المقدور دان کرنا اپنے لئے لازمی سمجھتے ہیں اور اکثر دیہات وقصبات اور شہروں میں کھانا کھانے سے پہلے ایک لقمہ علاحدہ رکھ دیتے ہیں اور لاکھوں لوگ اس کو پابندی سے کرتے ہیں۔ ۹۷

اس کے علاوہ ہر تیوہار پر اناج یا موسمی پھل دان کرتے ہیں۔ اور بعض مہینے بھی خیرات کے لیے مقرر ہیں۔ جیسے کاتک میں چراغ، اگھن میں کھچڑی، ماگھ میں تل چیت میں موسمی پھل یعنی ککڑی، تربوزہ وغیر، بیساکھ میں ستو، جیٹھ میں پانی ساون میں پھل اور دودھ اور بھادوں میں دھی دان وغیرہ کرنا۔ ۹۸

دان اور زکوۃ میں فرق

مسلمانوں کی زکوۃ اور ہندوؤں کے دان میں بعض چیزوں میں کسی حد تک مماثلت کے ساتھ ساتھ بعض اصولی وبنیادی امور میں انتہا درجہ کی مغائرت وفرق بھی پایا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ہندوؤں میں دان سب سے زیادہ اہمیت کے ساتھ براہمنوں کو دیا جاتا ہے۔ اور کسی بھی

تیوہار اور خوشی یا سنسکار کے موقع پر ان کو ضرور دان پیش کیا جاتا ہے۔ جب کہ مسلمانوں کے لیے شریعت کی رو سے پیغمبر اسلام کی آل سید اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ یا صدقۂ واجبہ دینا حرام سمجھا جاتا ہے۔ عام ازیں کہ وہ غریب ہو یا امیر برخلاف اس کے برہمنوں کو امیری یا غریبی سے در کنار ہر صورت میں دان دیا جاتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ یہاں غریب ہندو بھی امیر برہمن و پنڈت کو دان دیتا ہے۔ اسلام میں سادات اور آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نسباً وحسباً سب سے اعلیٰ قرار دیا گیا ہے اور ہندو دھرم میں براہمن کو سب سے زیادہ عظیم بلکہ دیوتا مانا گیا ہے۔ زکوٰۃ یا صدقہ چوں کہ میل کچیل ہے اس لئے سادات کے لئے حرام ہے۔ اور دان بھی ایک طرح سے میل و آلودگی ہی ہے لیکن برہمنوں کے لیے اس کو حلال بلکہ باعث ثواب (पुण्य) تصور کیا گیا ہے۔ نیز اسلام میں اپنی اصل یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ جن کی ہم اولاد ہیں اور اپنی فرع بیٹا، پوتا، پوتی، نواسہ اور نواسی وغیرہ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے جب کہ ہندو دھرم کے مطابق ان کو دان دے سکتے ہیں۔

اسلام میں زکوٰۃ غریبی فقیری اور ضرورت کی بنیاد پر دی جاتی ہے۔ لیکن ہندوؤں میں دان کی ادائیگی میں بھی اعلیٰ ذات کو فوقیت دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اسلام میں اگر کوئی قرض دار ہے تو اس کا قرض اتارنے کے لئے امیر مسلمان کو زکوٰۃ دینے کا حکم ہے تاکہ وہ اپنا قرض کا بوجھ اُتار سکے۔ ہندو دھرم میں یہ اصول موجود نہیں۔ اسلام نے یہ بھی اصول و حکم دیا ہے کہ حاکم امیروں سے زکوٰۃ وصول کرے اور خود ہی غریبوں میں تقسیم کرادے۔ جب کہ ہندو دھرم میں یہ اصول نہیں پایا جاتا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح قیاس کرتے جائیے۔

مختصر یہ کہ اسلام نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ زکوٰۃ کے اصول و احکام، نصاب و مال، مقدار و حقدار کے تعلق سے جو نظام و ضابطہ پیش کیا ہے وہ قدیم ہندو دھرم میں نظر نہیں آتا۔ دان کے تعلق سے بہت کچھ کہا گیا اور لکھا گیا ہے لیکن ہر جگہ کثیر اختلافات اور بے انتہا گنجلک عبارات کے سبب ہر اصول ایک معمہ کی صورت میں تبدیل ہو گیا ہے۔ اور اس طرح دان کا صحیح تصور اپنے اصلی مفہوم و مقصد سے ہٹ کر کہیں سے کہیں جا پہنچا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ صحیح بخاری کتاب الایمان باب بنی الاسلام علی خمس ۱/۲۱۔
۲۔ بہارشریعت حصہ پنجم ص ۷، ہمارا اسلام حصہ ہفتم ص ۵۲
۳۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ (اردو) ص ۴۶۴ بعنوان زکوٰۃ۔
۴۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ (اردو) ص ۴۶۴ بعنوان زکوٰۃ، بہارشریعت حصہ پنجم ص ۷۔
۵۔ سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۷۸۔
۶۔ سورۃ الحج آیت نمبر ۴۳۔
۷۔ سورۃ النور آیت نمبر ۷۱۔
۸۔ سورۃ التوبہ، آیت ۷۱
۹۔ سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۳
۱۰۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۶۔
۱۱۔ سورۃ الروم، آیت ۳۹
۱۲۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۶۸۔
۱۳۔ سورۃ الروم، آیت ۳۹۔
۱۴۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۲
۱۵۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۶۱۔
۱۶۔ سورۃ المؤمنون، آیت نمبر ۴، ۱۰، ۱۱
۱۷۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۷

۱۸ے سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۶
۱۹ے سورۃ التوبہ، آیت ۷۱
۲۰ے سورۃ فاطر، آیت ۳۰،
۲۱ے المنہاج السوی حدیث ۷۵
۲۲ے المنہاج السوی حدیث ۷۲
۲۳ے سورۃ المزمل، آیت ۲۰
۲۴ے سورۃ البقرہ، آیت ۲۴۵
۲۵ے سورۂ لقمان، آیت ۴ اور ۵
۲۶ے سورۃ المؤمنون آیت ۱۱ اور ۴
۲۷ے سورۂ آل عمران، آیت ۹۲
۲۸ے سورۂ آل عمران، آیت ۱۸۰
۲۹ے سورۂ توبہ، آیت ۳۴،۳۵۔
۳۰ے سورۃ النسائ، آیت ۳۷۔
۳۱ے بخاری شریف جلد اول، باب اثم مانع الزکوٰۃ، حدیث نمبر ۱۳۱۴۔
۳۲ے بخاری شریف جلد اول، باب ما اُدی زکوٰتہ فلیس بکنز حدیث نمبر ۱۳۱۸،۱۳۲۵۔
۳۳ے بہار شریعت حصہ پنجم ص ۵
۳۴ے بخاری شریف جلد اول، کتاب الزکوٰۃ، تاریخ حدیث وفقہ (اسلامک اسٹڈیز) ص ۲۵۳
۳۵ے سورۃ الانعام آیت ۱۴۱۔
۳۶ے بخاری شریف جلد اول، باب العشر فیما یسقیٰ من ماۃحدیث ۱۳۹۶۔
۳۷ے سورۃ التوبہ، آیت ۳۴۔
۳۸ے سورۃ الانعام، ع، ۴،
۳۹ے بخاری شریف جلد اول، کتاب الزکوٰۃ، باب الفرض فی الزکوٰۃ الغنم، باب زکوٰۃ الابل، باب زکوٰۃ البقرہ۔

۴۰؎ سورہ آل عمران، آیت ۹۲۔

۴۱؎ سورۃ التوبہ، آیت ۴۰۔

۴۲؎ سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۷۔

۴۳؎ تاریخ حدیث وفقہ ص ۲۵۱

۴۴؎ بخاری شریف جلد اول کتاب الزکوٰۃ۔حدیث ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۴، ہمارا اسلام حصہ ص ۷۹ تا ۸۳، بہار شریعت حصہ پنجم ص ۳۸ تا ۴۶

۴۵؎ اسلامی احکام کے راز یعنی اسرار الاحکام انوار القرآن ص ۳۹

۴۶؎ بہار شریعت حصہ پنجم ص: ۷ تا ۱۲ (ایضاً) ہمارا اسلام حصہ ہفتم ص: ۵۹

۴۷؎ عام فقہی واسلامی کتب (ایضاً) بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۳۔ ۱۵، ہمارا اسلام حصہ ۷ ص ۶۱

۴۸؎ سورۃ البقرہ، آیت ۲۶۲

۴۹؎ سورۃ البقرہ، آیت ۲۶۴

۵۰؎ بخاری شریف جلد اول کتاب الزکوٰۃ، باب علی کل مسلم صدقۃ۔حدیث: ۱۳۵۳

۵۱؎ संस्कृत हिन्दी शब्द कोप पृ0 454

۵۲؎ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 448

۵۳؎ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 449

۵۴؎ गीता 18. 5

۵۵؎ गीता 17. 20

۵۶؎ गीता 17. 21

۵۷؎ गीता 17. 22

۵۸؎ महानारायण उपनिषद 22-1

۵۹؎ ब्रहदारण्य उपनिषद 5-2-3

۶۰؎ तैत्तिरीय उपनिषद 1-11

۶۱؎ तैत्तिरीय उपनिषद 1-11

۶۲ तैत्तिरीय उपनिषद 1-11

۶۳ तैत्तिरीय उपनिषद 1-11

۶۴ तैत्तिरीय उपनिषद 1-11

۶۵ तैत्तिरीय उपनिषद 1-11

۶۶ अथर्ववेद 3. 24. 5

۶۷ मनुस्मृति 10. 107. 8

۶۸ ऋग्वेद 10. 107. 8

۶۹ سورۃ البقرہ آیت ۲۷۴

۷۰ ऋग्वेद 10. 127. 2

۷۱ ऋग्वेद 10. 107. 7

۷۲ मनुस्मृति

۷۳ मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 234

۷۴ मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 235

۷۵ ऋग्वेद 10. 117. 1

۷۶ ऋग्वेद 10. 117. 6

۷۷ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 450

۷۸ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 450

۷۹ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 451

۸۰ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 451

۸۱ मनुस्मृति अ0 11 श्लोक 6

۸۲ मनुस्मृति अ0 11 श्लोक 4

۸۳ سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۷

۸۴ صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ: باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی' الحدیث ۱۳۳۶

۸۵ صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ: باب لاصدقۃ الا من ظہر غنی"

۸۶ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 9

۸۷ मनुस्मृति अध्याय 11 श्लोक 10

۸۸ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 451 मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 29,30,31,32,33

۸۹ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 451

۹۰ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 451

۹۱ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 451

۹۲ البیرونی کاہندوستان باب ۶۷ ص ۲۴۷

۹۳ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 452

۹۴ بخاری شریف جلداول۔ باب الصدقۃ فی الکسوف حدیث۔ ۹۸۶

۹۵ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-1 पृ0 452, महाभारत शान्ति पर्व अ049

۹۶ البیرونی کاہندوستان باب ۶۷ ص۔ ۲۴۸،۲۴۷

۹۷ ہندوتہواروں کی دلچسپ اصلیت ص۔ ۴۶۰

۹۸ ہندوتہواروں کی دلچسپ اصلیت ص۔ ۱۸۶

* * *

اسلام اور ہندو دھرم میں مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کا تصور

(इस्लाम और हिन्दु धर्म में पवित्र स्थानों के दर्शन की मान्यता)

مذاہب اور دنیا کی قوموں کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مذہب و ہر قوم میں مقاماتِ مقدسہ (तीर्थस्थाना) کا وجود پایا جاتا ہے اور ان کی زیارت کے لئے سفر (तीर्थयात्र) کرنا باعث خیر و برکت و نجات (मौक्ष-मुक्ति) کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ انسانی دنیا کے تمام مذاہب اور اقوام میں شاذ و نادر ہی کوئی ایسا مذہب ہوگا کہ جس میں مقامات مقدسہ کا تصور نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر مذہب و ہر قوم کے پیروکار بعض مقامات و بعض اشیاء کو اپنے پیشواؤں و رہبروں سے منسوب ہونے کے سبب نہ صرف یہ کہ انتہائی مقدس و قابل تعظیم بلکہ ان کی زیارت کے لئے قصد و سفر کرنا بہت ہی نیکی و ثواب (पुण्य) کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مثلاً عیسائی و یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت، حجرۂ مریم، ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس وغیرہ کو باعث خیر و برکت و قابل زیارت تصور کرتے ہیں تو دین اسلام کے پیروکار قبلۂ اول بیت المقدس کے ساتھ ساتھ قبلۂ حقیقی مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور انبیاء کرام سے وابستہ مقامات و مزارات کو مخزنِ نور و رحمت سمجھتے ہیں۔ بودھ دھرم (बौद्ध धर्म) میں بودھ گیا (बौद्ध गया) کو قابل تعظیم سمجھا جاتا ہے۔ تو ہندو دھرم میں کاشی، متھرا، دوارکا، ایودھیا، پشکر اور ہریدوار وغیرہ کو پاپوں سے نجات اور کامیابی کا مقام مانا جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ دنیا کے ہر مذہب اور ہر قوم میں مقدس مقامات اور ان کی زیارت و درشن کا نظریہ موجود ہے۔ دیگر مذاہب کی طرح دین اسلام اور قدیم ہندو مذہب کے اندر بھی یہ تصور

بڑے واضح اور تفصیلی انداز میں جلوہ گر نظر آتا ہے جسکو اسلام میں حج وزیارت کے نام سے اور ہندو دھرم میں تیرتھ یاترا (तीर्थ यात्रा) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جیسا کہ آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

دین اسلام میں حج وزیارت کا تصور

حج وزیارت کا لغوی واصطلاحی مفہوم: حج کے لغوی معنیٰ ہیں قصد کرنا یا کسی جگہ ارادے سے جانا۔ اور زیارت کے لفظی معنیٰ ہیں ملاقات اور رویت۔[1] اور اسلامی شریعت کی اصطلاح میں حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبۂ معظمہ کے طواف کرنے کا اور ان کے ساتھ ساتھ مزدلفہ، منیٰ اور دیگر مناسک حج اور شریعت محمدیہ کے مقرر کردہ آداب واعمال بجالانے کا۔[2]

اہمیت: حج اسلامی ارکان خمسہ میں پانچواں وآخری اہم رکن ہے۔ جو ۹ھ میں فرض ہوا۔ دیگر ارکان کی طرح اس کی فرضیت بھی قطعی ویقینی ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی فرضیت کے تعلق سے کثیر آیات واحادیث وارد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص فریضۂ حج کا انکار کرے وہ مرتکب کفر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

> بنِی الاسلام علیٰ خمسٍ، شھادۃُ ان لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ و ان محمداً رسول اللّٰہ و اقام الصّلوٰۃَ و ایتاءِ الزّکوٰۃَ و الحجِّ و صومِ رمضان متفق علیہ:[3]
>
> (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا)

عام طور سے عبادات دو طرح کی پائی جاتی ہیں ایک جسمانی عبادات جیسے نماز، تلاوت قرآن اور ذکر وتسبیح وغیرہ۔ دوسرے مالی عبادات جیسے زکوٰۃ، خیرات وصدقہ وغیرہ۔ لیکن حج وہ عبادت ہے کہ جو جسمانی ومالی دونوں عبادات کا مجموعہ ہے کہ اس میں جسمانی عبادات بھی ادا کی

جاتی ہیں اور مالی عبادات کی بھی تکمیل ہوتی ہے۔ ایسی جامع عبادت کی فرضیت کے بارے میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ للناس للذی ببکۃ مبرکاً وھدیً للعلمین۔ فیہ أیت بینت مقام ابراھیم ومن دخلہ کان أمنا وللہِ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ ومن کفر فان اللہ غَنِی عَنِ الغلمین۔ [۴]

(بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا مکہ میں ہے جو بڑی برکت والا اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت کا مرکز ہے۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں اور ان ایک نشانی مقام ابراہیم ہے جو داخل ہوا اس میں وہ امن پا گیا اور اللہ پاک نے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے۔ جو وہاں پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ اور جو کوئی اس کا انکار کرے تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے)۔

الحج اشھز معلومات فمن فرَض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدالَ فی الحج۔ وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ وتزودوا فان خیر الزاد التقویٰ واتقونِ یا اولی الالباب۔ [۵]

(حج کے چند مشہور و معلوم مہینے ہیں تو جو شخص ان میں حج کی نیت کرے تو وہ دوران حج کوئی بے حیائی کی بات نہ کرے اور نہ کوئی گناہ کرے اور نہ کسی سے جھگڑے اور تم جو نیک کام کرو اللہ اسے جانتا ہے اور زادِ راہ ساتھ لے کر جاؤ۔ سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے اور عقل رکھنے والو مجھ سے ڈرتے رہو۔)

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلہِ۔ [۶]

(اور اللہ کے لئے حج و عمرہ پورا کرو۔)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے حج کو اپنے بندوں پر فرض فرمایا ہے۔ اور اس کے منکر سے بے نیازی کا اظہار فرمایا ہے لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ مذکورہ آیات سے یہ حکم تو ظاہر ہے کہ حج کی ادائیگی مسلمان پر فرض وواجب ہے لیکن

کتنی بار حج فرض ہے یہ واضح نہیں ہے؟

صاحب قرآن حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سوال کا جواب مختلف موقعوں پر ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تم پر حج فرض ہوا ہے، سو حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ خاموش رہے یہاں تک کہ تین مرتبہ اس نے یہی عرض کیا۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور پھر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ [7]

معلوم ہوا کہ شریعت محمدی کی رو سے زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے۔ اور ایک سے زیادہ بار حج کرنا نفل و بے انتہا ثواب اور خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حج کس پر فرض ہے؟ تو اس کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

وللهِ عَلىَ النَّاسِ حِجُّ الْبَيتِ من استطاع اليهِ سبيلاً۔ [8]

(اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے جو وہاں پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں)

قرآن مقدس کے بیان کردہ اس حکم کی تشریح و توضیح فرماتے ہوئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من مَلَکَ زاداً و راحِلةً تُبلِّغهٗ الی بیت اللهِ و لم یَحجَّ فلا علیه ان یَموتَ یهودیاً او نصرانیاً و ذالک ان اللهَ تبارک و تعالیٰ یقول و للهِ علی الناس حجّ البیتِ من استطاع الیهِ سبیلا۔ [9]

(جس شخص کے پاس اتنا خرچ ہو اور سواری کا انتظام ہو کہ بیت اللہ شریف جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں اس بات میں کہ وہ یہودی ہو کر مرجائے یا نصرانی ہو کر۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد کی تائید میں ولِلّٰہِ عَلیَ النَّاسِ حِجُّ البَیتِ والی آیت کریمہ پڑھی۔)

قرآن کریم نے عمومی طور پر ارشاد فرمایا کہ جو وہاں پہنچنے کی طاقت و استطاعت کے اہل ہوں ان پر حج فرض ہے۔ قرآن مجید کے اس عمومی حکم کی تفسیر و توضیح فرماتے ہوئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن کے پاس بیت اللہ شریف جانے کے اخراجات اور سواری کا انتظام ہو ان پر حج کی ادائیگی فرض ہے۔ قرآن و حدیث کے انہیں فرامین و احکام کی روشنی میں فقہاء اسلام و مجتہدین عظام نے حج فرض و واجب ہونے کے لئے آٹھ شرائط ضروری قرار دی ہیں جو اس طرح ہیں: (۱) مسلمان ہونا (۲) دار الحرب میں ہو تو اس کو یہ معلوم ہونا کہ حج اسلام کے فرائض میں ہے (۳) بالغ ہونا (۴) عاقل ہونا (۵) آزاد ہونا (۶) تندرست و اعضاء کا سلامت ہونا یعنی نابینا و اپاہج وغیرہ نہ ہونا (۷) سفر خرچ کا مالک اور سواری پر قادر ہونا یعنی اس کے پاس سواری نہ ہو تو اتنا مال ہونا کہ کرایہ وغیرہ پر لے سکے۔ (۸) حج کے مہینوں میں تمام شرائط کا پایا جانا۔[9]

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص میں مذکورہ بالا شرائط پائے جائیں شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس پر حج فرض و واجب ہے۔

حج و زیارت کے مقاصد و فوائد

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر چیز و ہر عبادت کے کچھ نہ کچھ مقاصد و فوائد ہوتے ہیں اگر ایسا نہ ہو تو وہ شئی یا عبادت لایعنی و عبث ہو جائے۔ اس لئے حج بھی کوئی بے مقصد و بے سود عبادت نہیں بلکہ اس کے بھی کثیر بنیادی مقاصد و بے شمار فوائد ہیں اور اس کے فرض ہونے میں حکیم مطلق اللہ جلّ شانہ کی بے انتہا دنیوی و اخروی حکمتیں و مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ چنانچہ مدبر کائنات اللہ رب العزت اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

''و اذِن فی النّاسِ بالحج یاتوک رجالاً و علیٰ کل ضامر یاتین من کل فج عمیق۔ لیشھدوا منافع لھم و یذکروا اسم اللہ۔[10]

(اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور و دراز کے سفر سے آتی ہیں تا کہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور اللہ کا نام لیں۔)

وَ اذْ جعلنا البيتَ مثابة للناس و امناء و اتخذو امن مقام ابراهيم مصلّی ط و عهدنا الی ابراهیم و اسمعیل ان طهّرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔ و اذقال ابراهیم رب اجعل هذا بلدًا امنًا و ارزق اهله من الثمراتِ من أمن منهم باللہ و الیوم الاخر۔ قال و من کفر فامتعه قلیلاثم اضطره الی عذاب النار ط وبئس المصیر۔ [11]

(اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرکز اور امان کا مقام بنایا۔ اور حضرت ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کو کہ میرا گھر خوب صاف ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لئے اور جب عرض کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہ اے میرے رب اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے۔ جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں۔ فرمایا جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اس کو بھی دوں گا۔ پھر اسے عذابِ دوزخ کی طرف مجبور کروں گا۔ اور وہ بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی۔)

اِنَّ اَوَّلَ بیتٍ وضع للناس للذی ببکة مُبر کاً و هدیً للعلمین فیه آیات بیّنت مقام ابراهیم و من دخله کان امناً۔ [12]

(بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ برکت والا اور سارے جہان کا راہنما۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو۔)

جعل اللہ الکعبةَ البیت الحرام قیماً للناس والشهر الحرام والهدیَ والقلائد ذلک لتعلموا ان اللہ یعلَم مافی السموات و ما فی الارض۔ [13]

(اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا۔ اور حرمت والے

مہینے اور حرم کی قربانی اور گلے میں نشانیاں لٹکیں جانوروں کے۔ یہ اس لیے کہ تم یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حج میں دینی اور دنیوی ہزاروں مصلحتیں و فائدے ہیں۔ بیت اللہ شریف جو کہ مکہ مکرمہ میں واقع ہے اللہ کا پہلا گھر ہے جو نوعِ انسانی کے لیے قبلہ مقرر کیا گیا ہے۔ اِسی بیت اللہ کو اللہ نے حج کے لیے مرکز اجتماع قرار دیا ہے۔ اس مرکزی اجتماع میں ہر ملک کے مسلمانوں سے ملاقات ہوتی ہے جس سے تمام دنیا کے مسلمانوں میں باہمی اتفاق واتحاد اور محبت و ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ گویا کہ حج دنیا کے تمام مسلمانوں کی ایک سالانہ کانفرنس ہے جس میں مسلمان بے تکلف جمع ہوجاتے ہیں۔ دنیا کے یہ مسلمان صرف فریضۂ حج وغیرہ ہی ادا نہیں کرتے بلکہ اپنی آمد سے اہل عرب کو معاشی و کاروباری تقویت بھی فراہم کرتے ہیں۔

حج و زیارت کے لیے جو سفر ہوتا ہے وہ سفر بھی کثیر فوائد و مصالح کا حامل ہے۔ مثلاً چمن و باغ وغیرہ کی سیر دل، دماغ اور جسم کو تقویت و تازگی بخشتی ہے اور مکہ شریف و مدینہ شریف کی سیر ایمان کو جان عطا کیا کرتی ہے۔ حج کے ذریعہ مسلمانوں کو جو بحری، برّی اور فضائی سفروں سے گزرنا پڑتا ہے، وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے ذریعہ بحر و بر اور زمین و آسمان میں اسلام کی شوکت کا اظہار ہوتا ہے۔ بہت سے آثارِ قدیمہ کا دیدار ہوتا ہے۔ حج کے اکثر مقامات چوں کہ اللہ کے محبوب انبیائے کرام کی یادیں یا خدائی نشانیاں ہیں لہٰذا ان کی زیارت سے ان کی یادیں تازہ ہوجاتی ہیں اور ہزارہا سال پرانے واقعات یاد آجاتے ہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

سیروا فی الارض۔ [۱۴] (اے لوگو! زمین میں سیر کرو)

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ [۱۵] (اے عقل والو تم غور و فکر کرو)

نیز حج میں انسان مختلف مراحل کے سفر سے گزرتا ہے اور بہت سے مصائب و تکالیف برداشت کرتا ہے۔ لہٰذا اس سفر حج سے نہ صرف سفر کی قدر معلوم ہوتی ہے بلکہ مسافروں کی تکالیف کا احساس ہوتا ہے اور ان کے لئے خدمت و ہمدردی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ حج اسلام کا صرف مذہبی رکن و فریضہ ہی نہیں بلکہ اخلاقی، معاشرتی،

اقتصادی، سیاسی اور قومی وملی زندگی کا بہترین آئینہ دار ہے۔ جو ہر رُخ و ہر پہلو سے مسلمانوں کی عالمگیر بین الاقوامی حیثیت کی نمائندگی کرتا ہے۔

حج کی عظمت وفضیلت

حج اسلامی ارکان میں وہ اہم اور آخری رکن ہے کہ قرآن مقدس میں لفظ حج کے ساتھ اس کا تذکرہ تقریباً ۱۱ رمقامات پر آیا ہے۔ اور جن آیات وسور میں فریضۂ حج کی ترغیب اور اس کے احکام بیان کئے گئے ہیں ان کی تعداد کثیر ہے۔

قرآن مقدس کے علاوہ احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی حج وحاجی اور مقاماتِ حج وزیارت کا کثرت سے ذکر آیا ہے۔ چنانچہ حج کی فضیلت وعظمت کو بیان کرتے ہوئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من حجَ هٰذَا البَیتَ، فلم یرفُثْ، ولم یَفسُق، رَجعَ کَما ولدتہُ اُمُہ۔ [۱۶]

(جو اس گھر کا حج کرے جس میں نہ مباشرت ہو اور نہ گناہ کا کوئی کام تو اس طرح واپس لوٹے گا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اُس کو جنم دیا ہو۔)

فریضۂ حج کی عظمت وفضیلت کے تعلق سے دوسری احادیث شریف میں مذکور ہے کہ:

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العمرةُ اِلیَ العمرة کفَّارةٌ لما بینھمَا، والحج المبرور لَیسَ لَہ جزاَءٌ اِلاَّ الجنَةَ۔ [۱۷]

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک کا درمیانی عرصہ گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مقبول کا صلہ جنت کے سوا کچھ اور نہیں)

عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحجاج والعمَارُ وَفدُاللہ، اِن دَعَوہُ اَجابَھم واِن استغفروہُ غفرَ لَھم۔ [۱۸]

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں وہ اس سے دعا کریں تو اُن کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر اس سے بخشش طلب کریں تو انہیں بخش دیتا ہے۔)

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانهما ینفیان الفقر والذنوبَ کما ینفی الکیر خبث الحدید والذهبِ والفضۃِ وَلَیسَ لِلحجَۃِ المبرورۃِ ثواب الاالجنۃُ۔ [19]

(حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پے در پے حج وعمرہ کرو اس لیے کہ یہ دونوں محتاجی اور گناہوں کو دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل دور کر دیتی ہے۔ حج مقبول کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں)

عَن عائشۃَ قالت استاذنتُ النَّبیَ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجهادِ فقال جهادُ کُنَّ الحج۔ [20]

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا جہاد حج ہے۔)

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن خرَجَ حاجًا او معتمراً اَوْ غَازِیًا ثم ماتَ فی طریقه کتبَ اللہُ لَہٗ اَجْزَ الغازی والحاجَ والمعتمرِ۔ [21]

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو حج کے لئے نکلا اور مر گیا تو قیامت تک اس کے لیے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور جو عمرے کے لیے نکلا اور مر گیا اس کے لئے قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور جو جہاد میں گیا اور مر گیا اس کے لئے قیامت تک غازی کا ثواب لکھا جائے گا۔)

عن ابی موسی رفعه الی النبی صلی اللہ علیه و سلم قال الحاج یشفع فی اربع مائة من اهل بیت او قال من اهل بیته ویخرج من ذنوبه کیوم ولدته امه۔ ۲۲

(حضرت ابوموسیٰ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حاجی کی سفارش چار سو گھرانوں میں مقبول ہوئی ہے یا یہ فرمایا کہ اس کے گھرانے میں سے چار سو آدمیوں کے بارے میں قبول ہوئی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ حاجی اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ پیدائش کے دن تھا۔)

فریضۂ حج کی فضیلت وعظمت کے تعلق سے جو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی گئیں ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''حج کے سبب حاجی گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، حج مقبول ومبرور کا صلہ جنت ہے، حاجی کی اپنی مغفرت وبخشش ہوجاتی ہے اور وہ جس کے لئے دعا کرتا ہے وہ دعا قبول ہوتی ہے، حج محتاجی کو اس طرح ختم کردیتا ہے جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کچیل کو، حج کمزور عورتوں کے واسطے جہاد کی حیثیت رکھتا ہے، حاجی اگر سفر حج میں فوت ہوگیا تو اس کے لئے قیامت تک حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا، اور حاجی اپنے گھر خاندان کے چار سو افراد کی شفاعت کرے گا۔

مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ صحاح ستہ ودیگر کتب احادیث میں حج کی عظمت وفضیلت کے بارے میں اتنی کثیر احادیث شریف مروی ہیں کہ ان کو بیان کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

حج نہ کرنے کی لعنت ومذمت

اسلام کے بنیادی ماخذ قرآن وحدیث میں صرف حج کی فضیلت وبرکت ہی نہیں بیان کی گئی ہے۔ بلکہ جو لوگ صاحب حیثیت اور صاحب استطاعت وقدرت ہونے کے باوجود حج جیسے اہم فریضے کو اَدا نہیں کرتے ان کے لیے لعنت ومذمت بھی ذکر کی گئی ہے۔ حدتو یہ ہے کہ ایسے افراد سے اللہ رب العلمین نے اپنی برأت وبے نیازی کا اعلان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری

تعالیٰ ہے:

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً ومن کفر فان اللہ غنیٌ عن العلمین۔ ۲۳

(اور اللہ نے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض قرار دیا ہے، جو وہاں پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ اور جو کوئی اس کا انکار کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔) یعنی اللہ کو اس کی کوئی فکر نہیں۔

قرآن پاک میں دوسرے مقام پر تنبیہاً ارشاد فرمایا گیا:

وَ انفِقوا فِی سَبِیلِ اللہِ وَ لاَ تلقوا بِاَیدِیکم اِلیَ التَہلُکَۃِ۔ ۲۴

(اور تم لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرو۔ اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت وتباہی میں مت ڈالو۔)

سورۂ منافقون میں ارشاد فرمایا گیا:

یاَیھا الذین اٰمنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذِکر اللہ ومن یَفعل ذالک فاولئک ھم الخسرون۔ ۲۵

(اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کریں۔ اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان میں ہیں)

مذکورہ بالا آیات کریمہ میں قرآن مقدس نے استطاعت وقدرت ہونے کی حالت میں حج نہ کرنے کو غضب الٰہی، ہلاکت وتباہی اور دینی ودنیوی خسارہ کا باعث قرار دیا ہے۔

قرآن حکیم کے انہیں فرامین کی روشنی میں صاحب قرآن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تارکین حج کے لیے مختلف قسم کی وعیدوں اور عذابوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

عن ابی امامۃَ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ من لم یمنَعْہُ من الحج حاجۃ ظاھرۃ اَو سلطان جائر او مرض حابس، فمات ولم یحجّ فلیمت اِن شاءَ یھودیًا وَاِن شاءَ نصرانیًا۔ ۲۶

(حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے فریضۂ حج کی دائیگی میں کوئی ظاہری ضرورت یا کوئی ظالم بادشاہ یا روکنے والی بیماری نہ آڑے آئے اور وہ پھر بھی حج نہ کرے اور مرجائے تو چاہے وہ یہودی ہوکر مرے یا عیسائی ہوکر۔) یعنی حج نہ کرنا غیر مسلموں کے جیسا فعل ہے اللہ کو ایسے لوگوں کی کوئی فکر نہیں۔

عن ابن عباس قالَ من کانَ لہٗ مالٌ یبلغہٗ حجَّ بیتِ رَبّہ او تجب علیہ فیہ الزکوٰۃ فلم یفعل سَاَلَ الرَّجعَۃَ عندالموت۔ ۲۷

(حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو حج کر سکے اور پھر بھی حج نہ کرے۔ یا اتنا مال ہو جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مرتے وقت دنیا میں دوبارا آنے کی تمنا کرے گا۔)

عن ابی سعیدِنِ الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ عزوجل اِن عبداً صَحَّحت لہ جسمَہٗ وَ وسَعت عَلَیہ فی المعیشۃِ تمضی علیہ خمسۃ اعوامٍ لایفِدُ اِلَیَّ لَمَحرُومٌ۔ ۲۸

(حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو بندہ ایسا ہو کہ میں نے اس کو صحت عطا کر رکھی ہو اور اس کی روزی میں وسعت دے رکھی ہو اور اس کے اوپر پانچ سال ایسے گذر جائیں کہ وہ میرے دربار میں حاضر نہ ہو وہ ضرور محروم ہے۔)

مختصر یہ کہ قرآنی آیات کریمہ کے علاوہ احادیث شریفہ میں بھی تارکین حج کے لیے ذلت آمیز وعیدوں اور لعنتوں کی خبر دی گئی ہے اور آگاہ کیا گیا ہے کہ اس کی ادائیگی میں جلدی کرو نہ معلوم کیا بات وکیا حادثہ پیش آجائے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے:

مَنۡ اَرَادَ الۡحَجَّ فَلۡیَتَعَجَّلۡ۔ ۲۹

(جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کو جلدی کرنا چاہیے)

حج کے ارکان

وہ اعمال وافعال کے جن کے ادا کئے بنا حج درست نہیں ہوتا ارکانِ حج کہلاتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) **احرام**: عام طور پر بنا سلی دو سفید چادروں کو احرام کہا جاتا ہے جن کو حاجی حضرات احرام کی حالت میں پہنتے ہیں۔ دراصل احرام کا معنی ہے کسی شئ کو حرام کرنا۔ حج وعمرہ کی نیت سے تلبیہ پڑھ کر خاص لباس پہننے کو احرام کہتے ہیں۔ اور اس کو اِحرام اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے زیب تن کرنے سے چند حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ ۳۰

(۲) **طواف**: اللہ کے مقدس گھر خانۂ کعبہ کے گرد چکر اور پھیرا لگانے کو طواف کہتے ہیں۔ طواف میں سات پھیرے ہوتے ہیں۔ جس میں پہلے تین چکروں میں سینہ تان کر کندھے ہلا کر چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھا کر ذرا تیز رفتار سے چلا جاتا ہے جس کو ''رَمل'' کہتے ہیں اور باقی چار چکر سادا طریقے پر لگائے جاتے ہیں۔ ۳۱

(۳) **سعی**: جن دو پہاڑیوں کے درمیان آج سے ہزاروں سال قبل اللہ کی محبوب بندی زوجۂ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پانی کی تلاش میں سات بار دوڑ لگائی تھی انہیں دو چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان ایک خاص طریقے سے چلنے کو ''سعی'' کہا جاتا ہے۔ سعی کے بھی سات پھیرے ہیں جو صفا پہاڑی سے شروع ہوتی ہے اور مروہ پہاڑی پر ختم ہوتی ہے۔ ۳۲

(۴) **عرفات میں قیام**: عرفات شہر مکہ مکرمہ سے پورب کی جانب تقریباً دس میل کی دوری پر جبل رحمت کے قریب ایک وسیع میدان ہے جہاں ۹رذی الحجہ کو دوپہر کے بعد حجاج حضرات حج کا سب سے بڑا واہم رکن ''وقوف عرفہ'' ادا کرتے ہیں۔ ۳۳ یعنی قیام کرتے ہیں۔ اسی عرفات کے پہاڑ پر حج کا خطبہ پڑھا جاتا ہے جس کو ''جبل رحمت'' رحمت کا پہاڑ کہا جاتا ہے۔

(۵) **ترتیب**: یعنی حج کے جملہ فرائض وواجبات کو ترتیب وار ادا کرنا۔

(۶) **مقررہ اوقات**: یعنی حج کے جس رکن وفرض کا جو وقت ودن مقرر ہے شریعت محمدی کی جانب سے اس کو اسی وقت میں ادا کرنا۔

(۷) **مقررہ مقام:** یعنی جس رکن، فرض یا واجب کی ادائیگی کا جو مقام ہے اس کو اُسی جگہ ادا کرنا۔

حج کے پانچ دن

اسلامی قمری ماہ ذی الحجہ کی ۸/ویں تاریخ سے ۱۲/ویں ذی الحجہ تک کے پانچ دن حج کے دِن کہلاتے ہیں حج کے جملہ افعال انہیں مذکورہ دنوں میں ادا کیے جاتے ہیں دوسرے ایام میں ادا نہیں کئے جا سکتے۔ ہاں عمرہ سال میں ان پانچ ایام کے علاوہ ہر وقت ادا کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی شریعت کے مطابق حج تین قسم کا ہوتا ہے (۱) افراد (۲) قِران (۳) تمتع۔ حج افراد میں صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے۔ حج قِران میں حج و عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور حج تمتع میں حج و عمرہ ساتھ ساتھ کیا جاتا ہے لیکن اس طرح کہ دونوں کے احرام الگ باندھے اور عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول کر احرام میں ممنوع اشیاء سے فائدہ اٹھالے پھر حج کا احرام باندھ کر حج کے ارکان ادا کرے۔

مختصر یہ کہ حج مفرد و قارِن کی نیت کرنے والے اپنے ملک کی میقات سے احرام باندھ لیں۔ میقات وہ مقام ہے جہاں سے حج و عمرہ کرنے والوں کو بلا اِحرام آگے جانا منع ہے۔ مکہ شریف کے چاروں طرف میقات کی حدود مقرر ہیں۔ میقات سے آگے داخل ہونے کے لیے احرام کا پہننا ضروری ہے۔

پہلا دن: آٹھویں ذی الحجہ حج کا پہلا دن ہے۔ آج طلوع آفتاب کے بعد، مکہ شریف سے جملہ حجاج کی منیٰ کو روانگی ہوگی۔ حج مفرد و قارِن والے پہلے سے ہی احرام میں ہیں لہٰذا حج تمتع اور مکہ میں رہنے والے نماز فجر کے بعد سنت کے مطابق مسجد حرام میں احرام باندھیں اور طواف کریں اور پھر نمازِ طواف پڑھنے کے بعد احرام کے دو نفل ادا کریں اور اس کے بعد حج کی نیت اس طرح کریں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیدُ الحج فَیَسِّرہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْ مِنِّیْ نویتُ الحج مُخلِصًا لِلّٰہِ تعَالیٰ۔

(اے اللہ میں نے حج کا ارادہ کیا ہے میرے لیے اس کو آسان فرما اور میری

طرف سے اس کو قبول فرما۔ خالص اللہ کے واسطے میں نے حج کی نیت کی۔)

نیت کرنے کے بعد فوراً تلبیہ یعنی لبیک اللھم لَبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمدو النِعمة لکَ والملک لاشریکَ لک۔ تلبیہ کہتے ہی حج کا احرام شروع ہوگیا۔ لہٰذا اب احرام کی پابندیوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ احرام کے بعد تلبیہ، درود شریف اور اوراد و وظائف و دعائیں پڑھتے رہیں اور پیدل یا سواری سے منیٰ شریف کو جائیں۔

منیٰ شریف میں نماز ظہر سے نویں ذی الحجہ کی صبح تک پانچ نمازیں مسجد خیف میں ادا کریں۔ منیٰ میں یہ پانچ نمازیں پڑھنا اور رات قیام وعبادت میں گذارنا سنت ہے۔

دوسرادن: نویں ذی الحجہ حج کا دوسرا دن ہے۔ اس روز منیٰ کی مسجد خیف میں نماز فجر باجماعت پڑھ کر تلبیہ، ذکر الٰہی وتلاوت قرآن اور درود شریف وغیرہ میں مشغول رہیں۔ جب سورج مسجد خیف کے سامنے ثبیر پہاڑ پر چمکنے لگے تو عرفات کو روانہ ہوجائیں جو قدرے فاصلے پر ہے۔ عرفات کا پہاڑ جبل رحمت نظر آتے ہی لبیک و درود وغیرہ میں کثرت کریں۔ نویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد اور دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق تک کے درمیانی وقتوں میں کسی بھی وقت عرفات میں قیام کرنے سے حج کا رکن وفرض عظیم ادا ہوجاتا ہے جس کو وقوف عرفہ کہا جاتا ہے۔ اور نویں تاریخ کے غروب آفتاب تک یہاں ٹھہرنا واجب ہے۔ عرفات میں حج کا خطبہ سنیں اور ظہر وعصر ایک ساتھ باجماعت ادا کریں۔ اور قبلہ رو کھڑے ہوکر خشوع وخضوع کے ساتھ توبہ واستغفار کریں اور تلبیہ، تلاوت، درود شریف اور اوراد و وظائف کرتے رہیں۔ عرفات میں ظہر وعصر کی نماز ملا کر ایک ہی وقت میں پڑھنے کا بھی یہی مقصد ہے کہ غروب آفتاب تک وقوف اور دعا واستغفار کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت حاصل ہوسکے۔ وقوفِ عرفہ سے فارغ ہونے کے بعد بنا تاخیر کئے مزدلفہ کے لیے روانہ ہوجائے۔ وہاں پہونچ کر جہاں جگہ ملے ٹھہر جائے لیکن قزح پہاڑی کے پاس ٹھہرنا افضل ہے۔ اس جگہ کو مشعر حرام بھی کہتے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو مزدلفہ میں مغرب وعشا، عشا کے وقت میں باجماعت ادا کی جائیں۔ دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ یکے بعد دیگرے ادا کی جائیں گی۔ باقی رات ذکر ولبیک اور درود شریف و دعا وغیرہ میں مشغول رہنا چاہیے۔ یہ رات بعض علماء کے نزدیک شب قدر اور شب جمعہ سے بھی افضل

ہے۔ یہاں فجر تک رات گزارنا سنت مؤکدہ ہے۔ وقوف مزدلفہ واجب ہے۔ اور اس کا وقت طلوع فجر سے سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے تک ہے اتنا کہ دو رکعت پڑھنے کا وقت رہ جائے۔ اس وقت میں جو مزدلفہ سے ہوکر گذر گیا اس کو وقوف حاصل ہوگیا۔

سورج طلوع ہونے سے تھوڑی دیر قبل منیٰ کو روانہ ہوجائیں اور یہاں سے سات چھوٹی چھوٹی کنکریاں پاک جگہ سے اٹھا کر تین مرتبہ دھوکر اپنے ساتھ لے لیں بلکہ تینوں دنوں کے لیے جمع کرلیں تو بہتر ہے۔

تیسرا دن: ۱۰ رذی الحجہ حج کا تیسرا دن ہے۔ اس دن جب منیٰ پہنچے سب سے اوّل جمرۂ عقبہ کو جائے اور رمی سے فارغ ہونے کے بعد فوراً واپس آجائے۔ دوسرا کام یہ ہے کہ اب قربانی میں مشغول ہوجائے۔ یہ حج کا شکرانہ ہے اور یہاں بھی جانور کے وہی شرائط ہیں جو قربانی کے ہیں۔ بعد قربانی قبلہ رو بیٹھ کر مرد حلق وقصر یعنی سر کے بال منڈائیں یا کتروائیں اور عورتیں ایک پور برابر بال کتروائیں۔ حلق کے بعد وہ تمام چیزیں حلال ہوجائیں گی جن چیزوں کو احرام نے حرام کردیا تھا۔ دسویں تاریخ کا چوتھا کام طواف زیارت ہے، جس کو طوافِ حج بھی کہا جاتا ہے۔ یہ طواف احرام کے بعد حج کا تیسرا و آخری رکن ہے، جس کی ادائیگی سے حج مکمل ہوجاتا ہے۔ [۳۴]

چوتھا دن: گیارہویں تاریخ حج کا چوتھا دِن ہے۔ آج ظہر کی نماز کے بعد رمی کو روانہ ہوکر جمرات کی رمی کرنا واجب ہے۔ اور رمی جمرۂ اولیٰ سے شروع کرے پھر جمرۂ وسطیٰ پر جائے۔ رمی کا افضل وقت زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے۔ رمی کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو کھڑے ہوکر سات کنکریاں یکے بعد دیگرے تکبیر پڑھ کر، ہاتھ اُٹھا کر ماری جائیں۔ بہتر یہ ہے کہ کنکریاں زیادہ تعداد میں اپنے پاس موجود ہوں۔ رمی میں یہ بھی شرط ہے کہ ہر کنکری جمرے پر گرے یا اس سے ہٹ کر تین ہاتھ سے کم فاصلہ پر گرے۔ رمی کے بعد قبلہ رو ہوکر اور کاندھوں تک ہاتھ اٹھا کر خشوع وخضوع کے ساتھ اس طرح دعا مانگیں کہ ہتھیلیاں قبلہ کی طرف رہیں۔ اور حمد، درود شریف، تسبیح تہلیل اور استغفار میں جمرۂ اولیٰ کی رمی اور دعا کے بعد جمرۂ وسطیٰ کے پاس آئیں اور حسب قاعدہ اس جمرے کو بھی رمی کے بعد اس جگہ سے علاحدہ ہٹ کر پہلے کی طرح یہاں بھی کچھ وقت دعا میں مصروف رہیں۔

جمرۂ اولیٰ اور وسطیٰ کی طرح جمرۂ عقبہ پر بھی سات کنکریاں یکے بعد دیگرے ماریں۔ اس جمرے کی رمی کے فوراً بعد ذکر و دعا میں مشغول اپنی قیام گاہ کو واپس آجائیں۔ اب دعا کے لیے ٹھہرنا خلافِ سنت ہے۔

پانچواں دِن: آج بارھویں تاریخ یعنی حج کا پانچ واں دن ہے۔ آج بھی حسب مذکورہ بالا تینوں جمروں کی بعد زوال رمی کرے اور غروب آفتاب سے پہلے مکہ معظّمہ کو روانہ ہوجائے۔ اور جب عزم رخصت ہو طوافِ وداع بجالائے مگر اس میں نہ رمل ہے نہ سعی نہ اضطباع۔ پھر دو رکعت مقامِ ابراہیم پر پڑھے۔ پھر زم زم پر آئے اور پانی پیئے اور بدن پر ڈالے اور دروازۂ کعبہ پر کھڑے ہو کر بوسہ دے اور الٹے قدم مسجد شریف سے باہر آجائے۔ [۳۵]

زیارت کا اسلامی تصور

گزشتہ صفحات میں ہم نے اسلام کے آخری رکن حج کے تعلق سے اسلامی نقطۂ نظر پیش کیا لیکن جب جب حج کا تصور ذہن میں آتا ہے تو اس کے ساتھ زیارت کا لفظ و زیارت کا خاکہ بھی ذہن میں ضرور گردش کرتا ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم اور چولی دامن کی حیثیت رکھتے ہیں کیوں کہ جب ہم فریضۂ حج ادا کرتے ہیں تو حج کے ارکان و واجبات کی صورت میں بہت سے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے بھی مستفیض ہوتے ہیں۔ مثلاً صفا، مروہ، مقام ابراہیم، زم زم، منیٰ، مزدلفہ، عرفات، مسجد قباء، مسجد قبلتین، جنت المعلیٰ، جنت البقیع وغیرہ وغیرہ۔

واضح ہو یہاں ہم جس اسلامی تصور زیارت کی بات کر رہے ہیں وہ اگرچہ فرض یا واجب نہیں لیکن دین اسلام میں اس کی بڑی اہمیت و برکت ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے زیارت کہیں سنت کی حیثیت رکھتی ہے اور کہیں استحباب واستحسان کی بہر دو صورت زیارت کی بڑی فضیلت ہے جیسا کہ آپ آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

☆☆☆

زیارت کا لغوی واصلاحی مفہوم

زیارت کا لفظی معنی ہے ملاقات اور رویت اور مذہبی اصطلاح میں زیارت کا معنی ہے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہونا یا کسی متبرک مقام یا کسی ولی کے مقبرے پر حاضری دینا۔ ۳۶ے

حضور انور ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کی اہمیت

مسجد نبوی شریف اور اُسی کے ایک حصے میں واقع حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت اسلامی نقطۂ نظر سے افضل ترین عبادتوں و عظیم نیکیوں میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اسلامی محققین نے روضۂ رسول کی حاضری وزیارت کو باعث خیر وبرکت ونجات وشفاعت کا موجب اور اس سے روگردانی وانحراف کو ہلاکت ولعنت کا سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ بارگاہِ رسول میں حاضری کی اہمیت وفضیلت کو بیان کرتے ہوئے اللہ جل شانہٗ اپنے کلامِ مقدس میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

> وَلَوْاَنَّهُمْ اِذْظَلَمُوْا اَنفسهم جاؤُک فاستغفروا اللّٰہ واستغفر لهم الرسول لوجدوا اللّٰہ توَّاباً رَّحِيمًا۔ ۳۷ے
>
> (اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (گناہ ونافرمانی کے ذریعہ) تو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی سفارش فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔)

خیال رہے کہ قرآن حکیم کا یہ فرمان صرف آپ کی حیات ظاہری کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تا قیامت قائم ودائم ہے۔ تفسیر واسلامی تاریخ وسیر کی کتب میں مروی ہے کہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضہ انور پر حاضر ہوا اور مزار پاک کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے: "ولو انّھم اذظلموا۔۔" میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا، میں

آپ کی بارگاہ میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا ہوں تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے۔ اس پر قبر شریف سے آواز آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔ ۳۸ ؎

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے علاوہ قرآن مقدس میں چند اور مقامات پر بھی اِشارۃً بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔ حد یہ ہے کہ آپ کے شہر مقدس کی اللہ رب العالمین نے قسم کھائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لااقسم بِھٰذاالبلد۔ وانت حِلٌّ بِھٰذاالبلد۔ ۳۹ ؎

(مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو)

قرآن حکیم میں مدینۃ الرسول اور روضۃ الرسول کے تعلق سے اشارۃً وکنایۃً چند مقامات پر تذکرہ کیا گیا ہے لیکن احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس عنوان کے تحت کثیر احادیث تفصیل وتوضیح کے ساتھ وارِد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قالَ: قالَ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مَن زارَ قبری بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کمن زارَنی فی حَیاتِیْ۔ رواہ الطبرانی۔ ۴۰ ؎

(حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔)

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من زارَ قبری وَجَبَتْ لهٗ شفاعتی۔ ۴۱ ؎

(حضرت نافع نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت لازم ہوگی۔)

اسی عنوان کی دوسری حدیث میں ہے کہ:

عن ابن عمر رضی اللہ عنهما من جاءَ نی زائراً لاتعمدهٗ حاجةٌ اِلاَّ زیارتی کان حقاً علیٰ ان اکون لهٗ شفیعًا یوم القِیٰمَةِ۔ ۴۲ ؎

(عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا جو خالص میری زیارت کے لیے
میرے پاس آیا اُس کو کوئی اور کام نہ تھا تو مجھ پر لازم ہے کہ قیامت کے روز اس
کی شفاعت کروں)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اور صرف روضۂ رسول کی زیارت سے سفر کرنا
اور آپ کے مزار پُرانوار پر حاضری دینا بھی عظیم سعادت اور شفاعت کا ذریعہ ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور روضۂ اقدس کی زیارت اور اس کی عظمت
وفضیلت کے تعلق سے دیگر احادیث شریفہ میں ہے کہ:

من حَجَّ فزارنی فی مسجدی بَعْدَ وفاتی کان کَمن زارنی فی حیاتی۔ ۴۳

(جس نے حج کیا اور میری مسجد میں میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی
میں ہی میری زیارت کی)

مَنْ حَجَّ اِلیٰ مَکَّۃَ ثُمَّ قَصَدَنِیْ فِی مَسْجِدِی کتبت له حجتان مبرورتان۔ ۴۴

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد کرنا اور آپ کی مسجد شریف کی
زیارت سے مشرف ہونا حج مقبول کے برابر ہے بلکہ قبولیت حج کا سبب ہے۔)

عن علیٍ ومن زارَ قبر رسول الله ﷺ کان فی جوار رسول الله صلی الله
علیه وسلم۔ ۴۵

(حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی قبر انور کی زیارت کی وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ہوگا۔)

مختصر یہ کہ احادیث کریمہ میں کہیں شفاعت ومغفرت اور کہیں دوسری برکت وفضیلت
اور کہیں روضۂ اقدس کی زیارت کو حج کی مقبولیت کی سند ذکر کر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے
امت مسلمہ کو اپنے مزار اقدس کی زیارت کی ترغیب دی ہے۔ جس طرح ایک بچے کو کھانے کی عمدہ
اشیاء اور لہو ولعب کے سامان دکھا کر اپنے پاس بلایا جاتا ہے اسی طرح شفاعت، مغفرت، برکت
اور قبولیت وغیرہ کی بشارت دے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امتیوں کو اپنے روضۂ
انور سے قریب تر ہونے کی دعوت دی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو حضرات حج کے

دوران آپ کے روضہ اقدس کی زیارت کا قصد نہیں کرتے ان کو مختلف انداز میں زجر وتوبیخ فرمائی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عن نافع عَن ابن عمر رضی اللہ عنہ من حج البیت و لم یزرنی فقد جفانی۔ ۴۶؎

(حضرت نافع حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما مِن اَحَدٍ من اُمَتِیْ لہٗ سعۃٌ ثُمّ لَمْ یزرنِیْ فَلَیْسَ لہٗ عُذْر۔ ۴۷؎

(حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو میری امت سے طاقت ہو اور پھر میری زیارت کو نہ آئے اُس کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔)

مکہ مکرمہ کی عظمت اپنی جگہ مسلم لیکن مدینہ منورہ کی بزرگی وفضیلت بھی کچھ کم نہیں۔ مکہ مکرمہ میں خانۂ خدا ہے تو مدینہ منورہ میں محبوب خدا۔ وہاں جلالِ خداوندی کے جلوے ہیں تو یہاں جمال خداوندی کے جلوے۔ مکہ مکرمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ تو ایک گناہ کا عذاب بھی ایک لاکھ لیکن مدینہ منورہ میں ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار اور ایک گناہ کا وبال صرف ایک ہے۔

مختصر یہ کہ مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے قصد سفر مکہ مکرمہ کی طرح اشد ضروری ہے۔ مدینہ منورہ بھی مکہ مکرمہ کی مانند بے انتہاء فضل الٰہی ورحمت خداوندی کا مظہر ہے بلکہ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے کہیں زیادہ برکت ورحمت کا گنجینہ ہے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اجعل بالمدینۃ ضِعْفَی مَا جَعَلْتَ بِمکّۃَ مِنَ البرکۃ متفق علیہ۔ ۴۸؎

(اے۔ اللہ مدینہ منورہ میں اس سے دوگنا برکت عطا فرما جتنی تو نے مکہ مکرمہ میں رکھی ہے۔)

مکہ مکرمہ میں حج کے ارکان کو ادا کیا جائے تو جنت کا وعدہ ہے لیکن مدینہ منورہ کی یہ

شان ہے کہ یہاں جنت کا صرف وعدہ ہی نہیں بلکہ مومنوں کے لیے سراپا جنت ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مابینَ بَیتِیْ ومنبری روضۃ من رِیاض الجنۃ ومنبری علیٰ حوضی متفق علیہ۔ ۴۹

(میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے)

جب سے دیکھا ہے نیازی وہ ریاض الجنہ
ہم تو گھر بیٹھے ہی جنت کا مزہ لیتے ہیں

مکہ مکرمہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا علاقہ دو حصوں میں تقسیم ہے ایک حل دوسرے حرم۔ جس میں پیڑ پودوں کا کاٹنا و شکار وغیرہ کرنا حرام ہے وہ حرم کے نام سے موسوم ہے اور جس میں یہ حرام نہیں بلکہ جائز ہے وہ حل کہلاتا ہے۔ یہی صفت مدینہ منورہ کی بھی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ ابراھیم حَرَّمَ مَکَّۃَ وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ المدینۃَ ما بینَ لابَتَیہا لا یُقطَعُ عِضَاھُمَا وَ لایُصادُ صَیدُھَا رواہ مسلم۔ ۵۰

(حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم مقرر کیا تھا اور میں دونوں کالے پتھروں والے میدانوں کے درمیان مدینہ منورہ کو حرم مقرر کرتا ہوں۔ نہ وہاں کوئی درخت اور جھاڑی کاٹی جائے اور نہ ہی وہاں کوئی جانور شکار کیا جائے)

اس طرح مذکورہ بالا احادیث کریمہ کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ اور روضۂ مطہرہ کی عظمت وفضیلت اور بے پناہ خیر و برکت بیان فرما کر مسلمانوں کو بالخصوص و بالقصد زیارت کے لیے راغب فرمایا ہے اور اس زیارت کے درمیان اگر مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑے تو اس پر اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لایصبر علیٰ لاواءِ المدینة وشدّتِھا احدٌ من اُمّتِی اِلاّ کُنتُ لہٗ شفیعاً یومَ القیمةِ اَوْ شَھِیدًا۔ [۵۱]

(میری اُمت میں سے جو شخص بھی مدینہ پاک کی تنگی اور سختی پر صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔)

یہی وجہ ہے کہ مدینۃ الرسول اور روضۃ الرسول کے سفر کو حدیث شریف میں بہترین سفر قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

خیر مار کبت الیہ الرواحل مسجدی ھذا والبیت العتیق۔ [۵۲]

(بہترین سفر میری اس مسجد اور بیت اللہ شریف کا ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتشدُّ الرِّحالُ اِلیٰ ثَلٰثةِ مَسَاجِدَ مسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ و مسجدی ھذا۔ متفق علیہ۔

(حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ نہ سفر کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف ایک مسجد حرام دوسرے مسجد بیت المقدس تیسرے یہ میری مسجد)

مذکورہ بالا حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ کے سفر کی ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ تین مساجد تو بہت اہمیت رکھتی ہیں ان کے علاوہ اور مساجد میں کوئی خاص خصوصیت نہیں لہٰذا خاص خاص شہروں کی مسجد کی نیت سے سفر نہ کیا جائے جیسا کہ دہلی، ممبئی، کلکتہ، حیدرآباد وغیرہ کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے سفر۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان مساجد کے علاوہ اور سب مساجد برابر ہیں کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں۔

دیگر انبیاء کرام واولیاء عظام کی مبارک قبور کی زیارت کے لیے سفر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے ساتھ اور دوسرے انبیاء ومرسلین کی

قبور کی زیارت بھی مستحسن ہے اس لیے کہ جب اللہ کے نبی نے غیر انبیاء کی قبروں کی زیارت کا حکم دیا ہے تو انبیاء و مرسلین کی قبور کی زیارت بدرجۂ اولیٰ باعث خیر و برکت ہوگی۔

چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

روی ابو حنیفة رضی اللہ عنه عن علقمة بن مرثد عن سلیمان بن بریدة عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انہ قال: نَھَینا کُم عن زیارۃِ القبو وقد اُذِن لمحمَد فی زیارۃِ قبر اُمِہ فزوروھا ولا تقولوا ھجراً۔ اخرجه فی مسندہ۔ ۵۳؎

(حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کا اذن دے دیا گیا ہے۔ سو تم قبروں کی زیارت کیا کرو اور بے ہودہ باتیں مت کیا کرو۔)

عن بریدة رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کنتُ نَھَیتُکم عن زیارۃِ القبورِ فزوروھا۔ رواہ مسلم۔ ۵۴؎

(حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا کرتا تھا، پس اب زیارت کیا کرو۔)

عن ابن مسعود رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: کُنتُ نھیتکم عن زیارۃ القبور، فزوروھا فانھا تُزھِد فی الدنیا، وتذکِرُ الأخرۃَ۔ رواہُ ابن ماجہ۔ ۵۵؎

(حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا اب زیارت کرو کیوں کہ یہ دنیا میں زاہد بناتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔)

مذکورہ بالا احادیث شریفہ کی روشنی میں جب عام مومنین و مسلمین کی قبور کی زیارت جائز و مستحسن ظاہر ہوتی ہے تو خاص مومنین اور اولیاء کاملین کی قبروں کی زیارت بدرجۂ اتم ثابت ہوتی ہے۔

پیش کردہ نظریۂ وفکر کی تائید مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوری کی تحریر سے بھی ہوتی ہے: وہ لکھتے ہیں:

''اور حدیث مذکورہ بالا مساجد کے بارے میں وارد ہوئی ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور سب مساجد برابر ہیں۔ ان میں کوئی ایسی ترجیح نہیں جس کی وجہ سے سفر کیا جائے اور مزارات کی برکات اور چیز ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا انبیاء کی قبروں کی زیارت کو بھی منع کر دیا جائے گا؟ اور جب اس کو منع نہیں کیا جا سکتا تو اولیاء کی قبریں بھی ایسی ہی ہیں۔ فقط

محدث ذکریا صاحب مزید لکھتے ہیں:

''بندۂ ضعیف کہتا ہے کہ اولیاء کی قبروں کے لیے سفر کرنا تو مختلف فیہ ہے کہ جائز ہے یا نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ ان مساجد کے علاوہ بہت سے سفر بالاتفاق جائز بلکہ واجب ہیں جیسا کہ حج کی نیت سے سفر، جہاد کے لیے سفر، طلب علم کے لیے سفر، ہجرت کا سفر، تجارت کے لیے سفر، اس لیے یہ تو بہرحال کہنا ہوگا کہ اس حدیث پاک سے مطلقاً سفر کی ان تین مساجد کے علاوہ ممانعت مقصود نہیں ہے۔[۵۶]

اسی طرح اپنے وقت کے دیگر مشہور و مستند علماء و فقہا نے بھی بزرگانِ دین واولیاء کاملین کے مزاروں کی زیارت اور اُن سے فیوض و برکات حاصل کرنے کو مستحب و مستحسن بیان کیا ہے۔

صدر الصدور دہلی مفتی صدر الدین آزردہ (وفات ۱۲۸۵ھ) نے اپنی کتاب ''منتھی المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال۔ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک پر حاضری کے عنوان سے حضرت مولانا شاہ حسین گردیزی کے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے، اس کے مصنف نے بھی عقلی و نقلی دلائل کے ذریعہ اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کو مستحسن اور اُن سے مدد چاہنے کو جائز اور بہتر لکھا ہے۔ کتاب کے مصنف امام فخر الدین رازی (وفات ۶۰۶ھ) کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ:

''جب زیارت کرنے والا قبر کے قریب ہوتا ہے تو اس کے نفس کو قبر کے ساتھ ایک خاص تعلق ہوتا ہے۔ اور اسی طرح صاحب قبر کو زیارت والے سے تعلق ہوتا ہے۔ اس طرح

دونوں نفسوں میں دو قسم کے تعلق ہوتے ہیں (۱) مقابلہ معنوی (۲) علاقۂ خاص، اب اگر صاحب قبر کا نفس زیادہ قوی ہو تو زائر کا نفس مستفید و مستفیض ہو سکتا ہے۔ ۵۷

بلکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (وفات ۱۱۷۶ھ) جن کی فکر و تحریر کو اہل علم و دانش میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ:

اذا تحیز تم فاستعینوا باصحب القبور۔ ۵۸

(جب تم اپنے معاملات میں حیران و پریشان ہو جاؤ تو قبر والوں سے مدد طلب کرو)

مختصر یہ کہ اکثر علماء اسلام وفقہاء عظام کا یہی موقف ہے کہ صدیقین، صالحین، ائمۂ دین اور بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دینا وزیارت کرنا جائز و مستحسن ہے اور ان کے آستانوں پر بخلوص حاضر ہونے اور ان کے وسیلے سے دعائیں کرنے سے خداوند قدوس کی غیبی مدد اور روحانی فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب ''شمائم امدادیہ'' میں لکھتے ہیں:

''فقیر مرتا نہیں ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل ہوتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگئ ظاہر میں میری ذات سے ہوتا ہے۔ ۵۹

دوسرے مقام پر اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ: ''خواجۂ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے عالم واقعہ میں تشریف لا کر فرمایا کہ اے امداد اللہ تم کو بہت تکلیف اُٹھانی پڑی اب تمہیں برائے خرچ لاکھوں روپیہ ملا کرے گا۔ تب امداد اللہ صاحب کے روزانہ کے مصارفِ بلا منت چلتے رہے۔ ۶۰

یہی مولانا رشید احمد گنگوہی ایک مقام پر اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے ایک مرید کا واقعہ نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''میرے مرشد و شیخ کا ایک جولاہا مرید تھا۔ شیخ کے انتقال کے بعد وہ حضرت مرشد کے مزار پر آکر عرض کرنے لگا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں میری امداد فرمایئے۔ روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دست گیری کیجئے۔ حکم ہوا کہ ہمارے مزار سے تم کو دو آنہ روزانہ ملا کریں گے۔ ۶۱

اس طرح ذکر کردہ احادیث کریمہ و بزرگانِ دین کے اقوال کی روشنی میں ثابت ہوتا

ہے کہ اولیاء وصلحاء کے مزارات سے مخلوق خدا کو فیض ملتا ہے اس لیے ان کے آستانوں ومقبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنا اسلامی نقطۂ نظر سے مستحسن قرار دیا گیا ہے۔

قرآنی آیات کریمہ واحادیث شریفہ کے حوالہ سے مقدس مقامات کی زیارت کے تعلق سے کی گئی اب تک کی گفتگو سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ دین اسلام میں وہ مقدس ومتبرک مقامات کہ جن کی زیارت کے لیے صراحۃً حکم ہے وہ چند ہیں جیسے مکہ مکرمہ، گنبد خضریٰ، مدینہ منورہ، بیت المقدس اور ان چاروں مقامات میں بہت سے ایسے مقامات ہیں کہ قرآن وحدیث میں جن کی زیارت کا حکم ہے۔ جیسے صفا، مروہ، مقام ابراہیم، حطیم، رکن یمانی، حجر اسود، باب جبرئیل، ریاض الجنۃ، عرفات، منیٰ، مزدلفہ، مسجد عائشہ، اُحد، ممبر رسول، جنت المعلی، جنت البقیع وغیرہ۔

مذکورہ بالا مقامات اور ان کے علاوہ بعض دیگر مقامات اور ہیں کہ جن کی زیارت کے لیے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے اسماء گرامی کے ساتھ تذکرہ ہے۔ ان کے علاوہ انبیاء کرام واولیاء عظام اور صلحاء اسلام کے مزارات وقبور کی زیارت کا حدیث شریف میں اجمالاً ذکر ہے۔ جن کے آستانوں پر حاضری کو علماء اسلام وفقہاء عظام نے باعث فیض وبرکت قرار دیا ہے۔

***

قدیم ہندودھرم میں متبرک مقامات کی زیارت کا تصور

(प्रचीन हिन्दु धर्म में पवित्र स्थानों की तीर्थ यात्रा की मान्यता)

ہندواور مسلمان دونوں ایشیائی قومیں ہیں اس لیے ان کے مابین بہت سی باتیں قدرِ مشترک ہیں۔انہیں میں سے مسلمانوں کا حج وزیارت اور ہندوؤں کا تیرتھ استھان (तीर्थस्थान) یا تیرتھ یاترا (तीर्थ यात्रा) ہے۔اسلام کی طرح ہندودھرم میں بھی بعض مخصوص مقامات کو بہت مقدس ومتبرک (पवित्र व पुनीत) مانا گیاہے اور وہاں جانے کے لیے مذہبی احکام بیان کیے گئے ہیں۔اسلامی مقدس کتب قرآن وحدیث میں صفا،مروہ،کوہِ طور،غارِحراء،جبل عرفات، وغیرہ نامی پہاڑ آبِ زم زم،مکہ مکرمہ،مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے بعض مقامات کو اللہ کی نشانیاں (شعائراللہ) اور رحمت خداوندی کا خصوصی مرکز کہا گیا ہے،اسی طرح قدیم ہندودھرم گرنتھوں میں بھارت کی بعض ندیوں، پہاڑوں اور جگہاؤں کو خدائی مقام (हरिस्थान) کہا گیا ہے۔جن کے مطابق تیرتھ استھانوں پر دیووں (देवों) کا نواس (قیام) رہتا ہے اسی لیے ہندودھرم گروؤں نے وہاں سے مستفیض ہونے کے یقین (मान्यता) کے ساتھ تیرتھ یاترا (तीर्थ यात्रा) پر زور دیا ہے۔

تیرتھ کا لغوی مفہوم (तीर्थ का शाब्दिक अर्थ)

سنسکرت اور ہندی لغات میں تیرتھ (तीर्थ) کے مختلف معانی ذکر کئے گئے ہیں جیسے پانی کا مقام (जल स्थान) پاک جگہ (पवित्र स्थान) مقدس مقام (पुण्य स्थान) نجات دینے والا (मोक्ष दाता) اور سڑک وراستہ وغیرہ [۶۲]

تیرتھ کا اصطلاحی و مذہبی مفہوم (तीर्थ का पारिभषिक व धार्मिक अर्थ)

ہندو علماء و پنڈتوں (धर्मशास्त्राचार्यों) نے تیرتھ کے اصطلاحی معانی بھی مختلف انداز میں بیان کئے ہیں لیکن سب کا ماحصل تقریباً ایک ہے۔

تیرتھ کے اصطلاحی معانی بیان کرتے ہوئے ''وامن شِورام آپٹے'' لکھتے ہیں:

''تیرتھ یاترا (तीर्थ यात्रा) کا مناسب مقام، مندر وغیرہ جو کسی نیک کام (पुण्य कार्य) کے لیے مقرر کر دیا گیا ہو خاص کر وہ مقام جو کسی مبارک ندی کے کنارے واقع ہو۔ ۶۳

اِسکند پُران (स्कन्द पुराण) میں کہا گیا ہے کہ:

मुख्या पुरुषयात्रा हि तीर्थ यात्रा नुषंगतः।

सदभि समाश्रितो भूप भूमिभागस्तथोच्यते।।६४

(جہاں قدیم زمانے کے نیک انسان نیکی کے حصول کے لیے رہتے تھے، وہ مقامات تیرتھ ہیں۔ خاص بات عظیم انسانوں (महान पुरुषों) کے قریب جانا ہے تیرتھ یاترا کرنا تو عام (गौण) ہے)

بھارت رتن ڈاکٹر پانڈورنگ وامن کانٹرے (महामहोपाध्याय) بیان کرتے ہیں کہ:

''تیرتھ کا مطلب ہے وہ مقام یا جگہ یا پانی سے متصل مقام جو اپنی عجیب و غریب صورت و حالت کے سبب نیکی کے حصول کے جذبے کو بیدار کرے۔ ایسا بھی کہا جا سکتا ہے کہ'' وہ مقام جنہیں دھرم گرؤوں اور منیوں (मुनि) نے تیرتھوں کے نام سے موسوم کیا ہے، تیرتھ ہیں۔ ۶۵

تیرتھ یاترا اور مقدس مقامات کی علامات و وجوہات

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں و دھرم شاستر آچاریوں (علماء و پنڈت) کے مطابق جس طرح انسانی جسم میں بعض اعضاء جیسے داہنا ہاتھ، سر، دِل، آنکھ اور منہ وغیرہ اعلیٰ و مبارک تسلیم کیے جاتے ہیں اسی طرح زمین کے کچھ مقامات پاک و مقدس مانے جاتے ہیں۔ ہندو تیرتھ تین وجہوں سے پاک سمجھے جاتے ہیں (۱) جگہ یا مقام کی بعض عجیب و غریب قدرتی خوبیوں کے سبب (۲) یا کسی

پانی والے مقام کی انوکھی خصوصیت کے باعث (۳) یا کسی ہندو رِشی (ऋषि) یا مُنی (मुनि) کے وہاں قیام کرنے کی وجہ سے۔ ۶۶ے

مذکورہ بالا بیان کی تصدیق عظیم ہندی شاعر (महाकवि) رویندر ناتھ ٹھاکر کی ایک تحریر سے بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''بھارت ورش (भारतवर्ष) نے تیرتھ یاترا کے مقامات کو وہاں منتخب کیا جہاں قدرتی اشیاء میں کچھ خاص دل کشی یا خوبصورتی تھی۔ جس سے کہ ان کا دِل مشکل ترین ضرورتوں سے اوپر اُٹھ سکے۔ اور آخر میں اپنی حالت کا کامل علم کر سکے۔ ۶۷ے

تیرتھ استھانوں کے تعین وانتخاب کے تعلق سے ہندو مفکرین و محققین نے جو وجوہات پیش کی ہیں کچھ اسی طرح کی وجوہات واسباب دین اسلام کے عظیم آخری رکن حج وزیارت میں ہزاروں سال قبل سے جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ خانۂ کعبہ جس کو حضرت آدم، حضرت ابراہیم علیہم السلام نے بحکم خدا تعمیر فرمایا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر نو کے ساتھ اُس کو بتوں سے پاک فرمایا، اس لئے حج وزیارت کا مرکز ہے کہ وہ روئے زمین پر اللہ رب العٰلمین کا سب سے پہلا وقدیم گھر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِن اَوّل بیتٍ وضع للناس للذی ببکۃ مبرکاً وّ ھدیً للعلمین۔ ۶۸ے

(بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ مکہ میں ہے جو برکت والا اور سارے عالموں کے لیے ہدایت کا مرکز ہے)

مدینہ منورہ تمام اسلامی دنیا کے لیے اس سبب سے عظیم زیارت گاہ ہے کہ وہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہیں۔ مقامِ ابراہیم کو اس وجہ سے لائق زیارت مانا گیا ہے کہ اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت ہے۔ صفا ومروہ کو اس لئے حج وزیارت کا ایک اہم حصہ قرار دیا گیا ہے کہ اس کو اللہ کی محبوب بندی حضرت حاجرہ سے تعلق ہے۔ زم زم کا کنواں اور اس کا پانی اس لئے مسلمانوں کی زیارت کا مقام ہے کہ اس کو اللہ کے نبی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے ایک نسبت ہے۔ حجر اسود اس وجہ سے قابل بوسہ وزیارت ہے کہ وہ جنتی پتھر ہے جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما ہے۔ بیت المقدس اس لئے مرجع خلائق ہے کہ اس کو

قبلۂ ثانی ہونے کا شرف حاصل ہے اور حضرت موسیٰ، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ انبیاء کرام سے ایک خاص تعلق ہے۔

مختصر یہ کہ دین اسلام میں وہی مقام حج وزیارت کے لیے مخصوص ہیں کہ جن کو اللہ رب العلمین یا اس کے محبوب انبیاء ومرسلین اور اولیاء کاملین وبزرگان دین سے کوئی خاص تعلق ونسبت ہے یا وہ جگہ یا چیز اللہ رب العلمین کی خصوصی نشانی اور انبیا ورسل علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کی کرامات کا مظہر ہے۔

ہندو دھرم میں تیرتھ کی مذہبی اہمیت

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق ہندوؤں پر تیرتھ یاترا (तीर्थ यात्रा) فرض نہیں ہے بلکہ وہ ان کے لئے نیکی وثواب (पुण्य) کا کام ہے اور نفل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ۶۹

ہندو دھرم میں تیرتھ یاترا فرض نہ ہونے کے باوجود بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ دھرم گرنتھوں نے اس کے بہت ہی عظیم فضائل وبرکات کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ وشنو دھرموتر پران (विष्णु धर्मोत्तर पुराण) میں تیرتھ یاترا کی عظمت واہمیت کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

पापानां पापशमनं धर्मवृद्धिस्तथा सताम्।
विज्ञेयं सेवितं तीर्थं तस्मात्तीर्थपरो भवेत्।।
सर्वेषामेव वर्णानां सर्वाश्रमनिवासिनाम्।
तीर्थं फल प्रदं ज्ञेयं नात्र कार्या विचारणा ।। ۷۰

(جب تیرتھ یاترا کی جاتی ہے تو پاپی کے پاپ کٹتے ہیں، نیک انسان (सज्जन) کی مذہبی ترقی ہوتی ہے۔ سبھی طبقوں اور آشرموں کے لوگوں کو تیرتھ پھل دیتا ہے۔)

مہابھارت میں ذکر کیا گیا ہے:

यो दरिद्रै रपि विधिः शक्यःप्राप्तुं नरेश्वर।
तुल्यो यज्ञफलैः पुण्यैस्तं निबोध युधां वर।।
ऋषीणां परमं गुह्यमिदं भरत सत्तम।
तीर्थाभिगमनं पुण्यं यज्ञैरपि विशिष्यते।। ۷۱

غریبوں کے ذریعہ یا بے سہارا لوگوں کے ذریعہ (یگوں) کا انتظام وانعقاد ممکن نہیں ہے تیرتھ یاترا کے ذریعہ جو نیکیاں (पुण्य) حاصل ہوتی ہیں وہ (अग्निष्टोम) جیسے یگوں کے ذریعہ جن میں پروھتوں (پجاری) کو زیادہ نذر دینی پڑتی ہے، حاصل نہیں ہوسکتیں۔ اس لئے تیرتھ یاترا یگوں سے افضل (उत्तम) ہے۔)

ہندو محققین ومفکرین کے نزدیک تیرتھ استھانوں کے مذہبی فضائل وبرکات کے علاوہ قومی وسماجی بھی فوائد ہیں۔ ان کے نزدیک تیرتھ استھانوں نے مختلف خاندانوں، علاقوں اور نسلوں کے افراد کو متحد ہونے کا موقع فراہم کیا ہے۔ ڈاکٹر پانڈورنگ وامن کانڑے۔ (भारत रत्न, महामहोपाध्याय डॉ0 पाण्डुरंग वामन काणे) اس سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہندوستان کے قدیم اور وسط زمانے میں تیرتھ یاتراؤں سے سماج اور خود تیرتھ یاتری کو بہت فائدے ہوتے تھے۔ حالاں کہ بھارت ورش کئی ریاستوں (राज्य) میں تقسیم تھا اور لوگ مختلف فرقوں کے ماننے والے تھے، لیکن تیرتھ یاتراؤں نے ہندوستانی تہذیب اور ملک کی اہم حقیقی ایکتا واتحاد کے جذبے کو فروغ دیا ہے۔ وارانسی اور رامیشور (रामेश्वर) کو سبھی ہندوؤں نے چاہے وہ شمالی ہندوستان کے ہوں یا جنوبی ہند کے، عام طور پر پاک (पवित्र) مانا ہے۔ حالاں کہ ہندو سماج بہت سی ذاتوں میں منقسم تھا اور ذات پات کے جھگڑوں میں پھنسا تھا۔ لیکن تیرتھ یاتراؤں نے سبھی کو پاک ندیوں اور جگہوں میں ایک مقام پر بٹھا دیا۔ ۲ے

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ تیرتھ یاترا کے صرف مذہبی فضائل وفوائد ہی نہیں بلکہ قومی وسماجی اور معاشی فوائد بھی ہیں۔ اور اس کی صرف مذہبی اہمیت نہیں بلکہ قومی وسماجی اور دیگر اعتبار سے بھی خاص اہمیت ہے۔

اسلامی حج وزیارت اور ہندوی تیرتھ کا بنظر غائر جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُسی سے ملتا جلتا نظریہ ہے جو اسلام میں زمانۂ قدیم سے موجود ہے۔ اس لئے کہ حج وزیارت کے جہاں بہت سے مذہبی ودینی فضائل وبرکات ہیں وہاں اس کے قومی، سماجی، معاشی، عالمی اور اخلاقی بھی فائدے ہیں جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات پر تحریر کر چکے ہیں۔

ہندو دھرم میں زیارت کے مقام(तीर्थ स्थान व् तीर्थ स्थल)

ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق جن مقامات کو مقدس ومتبرک تسلیم کیا جاتا ہے اور جن کا تعلق ان کے مذہب اور شریعت سے ہے وہ حسب ذیل ہیں (۱) وسیع وعریض اور طویل ندیاں (۲) مخصوص تالاب (۳) پہاڑ (۴) اور جنگل (वन) وغیرہ۔ ہندو دھرم کے تمام تیرتھ انہیں چار مقام پر واقع ہیں۔

وسیع وعریض ندیاں: طویل وعریض ندیوں کو ہندو دھرم میں بڑا مقدس مانا گیا ہے۔ ان کے پانی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ خود بھی پاک ہیں اور دوسروں کو پاپوں سے پاک کرنے والے ہیں۔ چنانچہ اتھر وید میں بیان کیا گیا ہے:

हिरण्यवर्णाः शुचयः पावका यासु जातः सविता यास्वग्निः।

या अग्निं गर्भं दधिरे सुवर्णास्ता न आपः शंस्योना भवन्तु।। ۷۳

مذکورہ بالا منتر میں پانی (जल) کو پاک اور پاک کرنے والا کہا گیا ہے۔ اور سکھ دینے کے لیے اُن سے فریاد (आहवान) کی گئی ہے۔

رِگوید میں کہا گیا ہے:

ता आपो देविरिह मामवन्तु ۷۴

(خدائی پانی (दैवी जल) ہماری **حفاظت** (रक्षा) کریں۔)

رِگوید کے اس منتر میں پانی کو حفاظت کرنے والا سمجھا گیا ہے اور اسی منڈل (मण्डल) کے دوسرے منتر میں پانی کو पुनाना یعنی پاک کرنے والا ذکر کیا گیا ہے۔ ۷۵

وایو پُران (वायु पुराण) میں ذکر ہے کہ:

सर्वं पुण्यं हिमवतो गंगा पुण्या च सर्वतः।

समुद्रगः समुद्राश्च सर्वे पुण्याः समन्ततः।।۷۶

(ہمالیہ کے تمام حصے مقدس ہیں۔ گنگا سبھی جگہوں میں پاک (पुण्य) ہے۔ سمندر میں گرنے والی تمام ندیاں پاک (पुण्य) ہیں اور سمندر سب سے زیادہ پاک (पवित्र) ہے۔)

پہاڑ: قدیم ہندودھرم گرنتھوں میں پانی وندیوں اور جنگلوں کی طرح پہاڑوں کو بھی مقدس ومتبرک مانا گیاہے۔اوران کونیکی کے حصول کاذریعہ (पुण्यप्रद)اورخدائی مقام (दिव्य स्थल) قرار دیا گیاہے۔رِگوید میں پہاڑ (पर्वत) کواندر (इन्द्र) کا ساتھی دیوتا مانتے ہوئے فریاد کی گئی ہے کہ:

हे इन्द्र एवं पर्वत आप लोग हमें पवित्र करदें । ۷۷

رِگوید (ऋग्वेद) میں ایک دوسرے مقام پر دُعا (प्रार्थना) کی گئی ہے کہ:

हे इन्द्र एवं पर्वत, आप दौनों हमें युद्ध में आगे होकर अपने वज्र

से सेना लेकर आक्रमण करने वालों को मार डालें ।۷۸

پہاڑ کی عظمت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مذکورہ بالا حوالوں میں پہاڑ (पर्वत) کو دیوتا مانا گیاہے اورفریاد کی گئی ہے۔

اس طرح پہاڑوں کو قدیم ہندودھرم گرنتھوں میں مقدس ومتبرک (पुनीत) پاک (पवित्र) پاک کرنے والا اوردیوتاتصور کیا گیاہے بلکہ دھرم سوتروں میں کہا گیاہے کہ:

सर्वे शिलोच्चयाः सर्वा स्रवन्तयः पुण्या हृदास्तीर्थन्यृिषि

निवासा गोष्ठपरिस्कन्दा इति देशाः۷۹

(وہ مقام جومقدس وپاک (पुनीत) ہیں اور پاپ دورکرنے والے ہیں وہ ہیں پہاڑ، ندیاں، پاک تالاب (पवित्र सरोवर) تیرتھ استھان، رِشی کے رہنے کا مقام، گوشالہ اوردیووں کے مندر)

قدیم ہندوستانی دھرم گرنتھوں کے مطابق ویسے توسبھی پہاڑ مقدس ومتبرک (पवित्र पुनीत)بیان کئے گئے ہیں لیکن ہمالیہ پہاڑکوسب سے زیادہ اہم مرتبہ ومقام حاصل ہے۔چنانچہ کورم پران (कूर्म पुराण) میں مرقوم ہے:

सर्वत्र हिमवान् पुण्यो गंगा ------ न्ततः ।

नद्यः समुद्रगाः पुण्याः समुद्रश्च विशेषतः ।। ۸۰

(ہمالیہ (پہاڑ) کے سبھی حصے مقدس ومتبرک (पुनीत) ہیں۔گنگا سبھی جگہوں میں پاک ہے۔سمندر میں گرنے والی سبھی ندیاں پاک ہیں اورسمندرسب سے زیادہ پاک ہے۔)

جنگل (वन) قدیم ہندوستان کے مقدس مقامات (पवित्र स्थान) میں جنگل (वन) بھی اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ قدیم دھرم گرنتھوں میں پہاڑ و ندی کی طرح جنگل کو بھی نیکی کے حصول اور پاپوں کے خاتمے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ عظیم جنگل (विशाल वन) ارنیانی (अरण्यानी) کو دیوتا کے روپ میں مخاطب کیا گیا ہے۔ جنگلوں کی مذہبی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے وامن پُران (वामन पुराण) کہتا ہے:

शृणु सप्त वनानीह कुरुक्षेत्रस्य मध्यतः ।

येषां नामानि पुण्यानि सर्व पापहराणि च ।।

काम्यकं च वनं पुण्यम्८१

وامن پران (वामन पुराण) کے مذکورہ بالا منتر میں کروچھیتر (कुरुक्षेत्र) کے سات ونوں (वनों) کو ثواب دینے والا (पुण्यप्रद) اور گناہ صاف کرنے والا (पापहारी) کہا ہے جو اس طرح ہیں (۱) کامے کون काम्यकवन (۲) ادتی ون अदितिवन (۳) ویاس ون व्यासवन (۴) پھلکی ون फलकीवन (۵) سوریے ون सूर्यवन (۶) مدھوون मधुवन (۷) پنیئے شیت ون۔ पुण्यशीतवन۔

تالاب: (सरोवर) تالابوں کی بھی ہندو دھرم میں بڑی اہمیت ہے۔ ہر وہ مقام اور جگہ کہ جس کی عظمت وفضیلت مشہور ہے۔ ہندو لوگ تالاب بناتے ہیں جس میں یہ لوگ غسل کرتے ہیں۔ اور اپنے مذہبی عقیدے کے مطابق گناہوں سے پاک وصاف ہوتے ہیں۔ گوتم بودھ دھرم سوتر (गौतम बौध धर्म सूत्र) میں ذکر ہے کہ:

सर्वे शिलोच्चयाः सर्वाः स्रवन्तयः

पुण्या हृदास्तीर्थान्यृपिनिवासा गोष्ठपरिष्कन्दा इतिदेशाः ।।८२

(وہ مقام جو مقدس (पुनीत) ہیں اور پاپ دور کرنے والے ہیں وہ ہیں پہاڑ، ندیاں، پاک تالاب (पवित्र सरोवर) تیرتھ استھل، رشیوں کے مکان، گوشالہ اور مندر۔)

غرض یہ کہ ہندوؤں کے اکثر تیرتھ استھانوں پر عظیم تالاب واقع ہیں کہ جن میں نہانا عبادت تصور کیا جاتا ہے۔ جن میں پشکر (पुष्कर) کاشی (वाराणसी) اور گیا (गया) وغیرہ کے

تالاب بہت مشہور ہیں۔ مہابھارت میں مذکور ہے:

''جومرد یا عورت ایک بار بھی پاک پشکر (पवित्र पुष्कर) میں غسل (स्नान) کرتا ہے وہ جنم سے کئے گئے پاپوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ ۸۳

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم میں ندیوں اور پاک تالاب کے پانی اور پہاڑوں کو مقدس و پاک مانا گیا ہے اور ہندوؤں کے تیرتھ استھان پانی اور پہاڑوں کے قریب واقع ہیں۔

اسلام کے مقدس مقامات و زیارت گاہوں کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندو تیرتھ استھانوں کی بعض چیزیں اسلامی زیارت کے مقامات و نظریات سے قدرے مشترک ہیں۔ ہندو دھرم میں تمام ندیوں کا پانی اور پہاڑ وغیرہ کلی طور پر پاک و مقدس اور گناہوں سے پاک کرنے والے بیان کئے گئے ہیں اور اسلام میں جزوی طور پر بعض پانی اور پہاڑوں کو ہزاروں سال قبل سے مقدس و متبرک اور گناہوں سے پاک وصاف کرنے والا ذکر کیا گیا ہے۔ اور مشہور اسلامی زیارت گاہوں کا پہاڑ و پانی سے گہرا تعلق ہے۔

قدیم ہندو دھرم میں جملہ پہاڑ بالخصوص ہمالیہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اور اسلام میں کوہِ طور، جبل ابوقبیس، جبل رحمت عرفات، غارِ حراء، غارِ ثور، اور صفا و مروہ نامی پہاڑ و پہاڑیوں کو امتیازی فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔

ہندو دھرم میں جملہ ندیوں اور مقدس تالابوں کے پانی کو مذہبی عظمت حاصل ہے اور اسلام میں وضو کے بچے ہوئے پانی اور زم زم پانی کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''جس شخص نے کعبہ شریف کا طواف سات چکر لگا کر پورا کیا، پھر مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو نفل پڑھے اور آبِ زم زم پیا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔'' ۸۴

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ:

''پانچ چیزوں کو دیکھنا بھی عبادت ہے (۱) قرآن مجید (۲) کعبہ شریف (۳) والدین (۴) عالم کا چہرہ (۵) زم زم دیکھنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ۸۵

مختصر یہ کہ ہندو دھرم کے تیرتھ استھان پانی اور پہاڑ کے متصل واقع ہیں اور اسلام کے

مشہور حج وزیارت کے اکثر مقامات بھی پانی اور پہاڑ کے قریب موجود ہیں۔

ہندوؤں کے بعض مشہور تیرتھ استھان (तीर्थ स्थान)

ہندو دھرم شاستروں (धर्म शास्त्र) کے مطابق تیرتھ استھانوں کی کوئی خاص تعداد متعین نہیں ہے بلکہ مختلف دھرم شاستروں اور دھرم آچاریوں کے اس سلسلے میں اتنے کثیر مختلف اقوال مرقوم ہیں کہ اگر ان کو نقل کیا جائے تو ایک طویل فہرست تیار ہو جائے گی۔ مشہور و مخصوص تیرتھ استھانوں کے تحت کچھ ضمنی تیرتھوں کا بھی تذکرہ ہے، ان کی بھی خاصی بڑی تعداد ہے۔

تیرتھ استھانوں کی تعداد سے متعلق برہم پران (ब्रहम पुराण 26. 8. 83) نے تقریباً 520 تیرتھوں کا ذکر کیا ہے۔ گروڑ پران (गरुण पुराण 8-81-1,31) اور پدم پُران (पदम पुराण 6-129) نے بالترتیب تقریباً 200 اور 108 تیرتھوں کے نام بیان کئے ہیں۔ اور وارانسی (वाराणसी) کے تقریباً 350 ضمنی تیرتھوں (उपतीर्थ) کے نام بھی درج کئے گئے ہیں۔ اور بعدہٗ کہا گیا ہے کہ صرف وارانسی میں تقریباً 1500 تیرتھ اور مندر ہیں۔ یعنی ہر ایک بڑے تیرتھ میں کئی ضمنی تیرتھ (उपतीर्थ) پائے جاتے ہیں۔[۸۶]

متسیہ پُران 7. 110 (मतस्यपुराण) میں تحریر ہے کہ وایو (वायु) نے بیان کیا ہے کہ 35 کروڑ تیرتھ ہیں جو آسمان اور زمین میں پائے جاتے ہیں۔ وامن پران (वामन पुराण 46. 53) کا قول ہے کہ 38 کروڑ لنگ (लिंग) ہیں۔ برہم پران (ब्रहमपुराण 25/7-8) اپنا آخری فیصلہ صادر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تیرتھوں اور مذہبی مقدس مقامات (पुनीत धार्मिक स्थलों) کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ انہیں سیکڑوں سالوں میں بھی شمار نہیں کیا جا سکتا۔[۸۷]

مختصر یہ کہ ہندو دھرم شاستروں کے مطابق تیرتھ استھان لاتعداد ہیں، جن میں سے بعض بہت مشہور و مخصوص ہیں۔ انہیں میں سے چند تیرتھ استھانوں کا تذکرہ بطور اختصار ہم یہاں تحریر کر رہے ہیں۔

گنگا: (गंगा) سناتنی ہندوؤں کے نزدیک گنگا سب سے زیادہ مقدس و متبرک ندی ہے۔ اسی کے ساحل پر ہری دوار (हरिद्वार) کاشی (काशी) اور پریاگ (प्रयाग) جیسے عظیم تیرتھ

استھان واقع ہیں۔

قدیم ہندو دھرم شاستروں میں گنگا کی بڑی عظمت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔ ان کے مطابق اس کے مقابل کوئی دوسرا تیرتھ استھان نہیں ہے۔

مختلف دھرم شاستروں میں گنگا کی مختلف عظمتیں وفضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ وشنو پران (विष्णुपुराण) بیان کرتا ہے:

श्रुताभिलषिता दृष्टा स्पृष्टा पीतावगाहिता।

या पावयति भूतानि कीर्तिता चदिने दिने ।।

गंगा गंगेति यैनभि योजनानां शतेष्वपि।

स्थितैरुच्चारितं हन्ति पापं जन्मत्रयार्जितम् ।। ۸۸

(جب اس کا نام سنا جاتا ہے، جب کوئی اس کے درشن کی تمنا کرتا ہے، جب یہ دیکھی جاتی ہے یا اس کو چھوا جاتا ہے یا جب اس کا جل (پانی) حاصل کیا جاتا ہے یا جب کوئی اس میں غوطہ لگاتا ہے یا جب اس کا نام لیا جاتا ہے (یا اس کی تعریف کی جاتی ہے) تو گنگا روز بروز جانداروں کو پاک کرتی ہے۔ جب ہزاروں میل دور رہنے والے لوگ گنگا کا نام لیتے ہیں تو تین جنموں کے سارے پاپ ختم ہو جاتے ہیں۔)

کورم پُران (कूर्म पुराण) میں مذکور ہے کہ:

तिस्रः कोट्‍ योर्धकोटी च तीर्थानां वायु रब्रवीत्।

दिवि भुव्यन्तरिक्षे च तत्सर्वं जाहनवी स्मृता ।। ۸۹

(گنگا وایو پُران (वायुपराण) کے بیان کے مطابق سورگ (स्वर्ग) آسمان اور زمین میں واقع ۳۵ کروڑ پاک جگہوں (पवित्र स्थल) کے برابر ہے اور یہ ان کی نمائندگی کرتی ہے۔)

متسیہ پران (मत्स्य पुराण) اور پدم پران (पदम् पुराण) میں لکھا ہے:

सर्वत्र सुलभा गंगा त्रिषु स्थानेषु दुर्लभा।

गंगा द्वारे प्रयागे च गंगा सागर संगमे ।।

तत्र स्नात्वा दिवं यान्ति ये मृतास्तेऽपुनर्भवा: ۹۰

(گنگا میں پہنچنا سب جگہوں میں آسان ہے۔ صرف گنگا دوار (हरिद्वार) پریاگ

(प्रयाग) اور وہاں جہاں یہ سمندر میں ملتی ہے، پہنچنا کٹھن ہے، جو لوگ یہاں اسنان کرتے ہیں سورگ جاتے ہیں اور جو لوگ یہاں مرتے ہیں وہ دوبارہ جنم نہیں پاتے)

نارِدیئے پران (नारदीयपुराण) میں تحریر ہے:

किमष्टांगेन योगेन किं तपोभिः किमध्वरैः ।

वास एव हि गंगायां सर्व तांपि विशिष्यते ।।९१

آٹھ انگوں (اعضاء) والے یوگ، تپوں اور یگوں (यज्ञ) سے کیا فائدہ؟ گنگا کا قیام (निवास) ان سبھی سے افضل و اعلیٰ ہے)

مذکورہ بالا اشلوکوں کے علاوہ دھرم شاستروں میں گنگا کی عظمت کے تعلق سے کثیر تعداد میں اقوال موجود ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر یہاں ہم ان سے صرف نظر کر رہے ہیں۔

کاشی: یہ تیرتھ بھی گنگا کے ساحل پر موجود ہے۔ اس کے مختلف نام ہیں مثلاً اوِی مکت، وارانسی (वाराणसी) کاشی (काशी) بنارس وغیرہ۔ ہندوؤں کے مذہبی تصور کے مطابق دنیا میں کوئی ایسا شہر نہیں ہے جو بنارس سے زیادہ قدیم اور دلکش ہو اور ان کی مذہبی بھاوناؤں (جذبات) کو بیدار کرنے والا ہو۔ کاشی زمانۂ قدیم سے ہندوؤں کے لیے مذہبی پاکی، نیکی اور تعلیم وغیرہ کا مرکز رہا ہے اور ان کا دھرم اپنے کچھ فرقوں کے ساتھ ہمیشہ یہاں پھلتا پھولتا آیا ہے۔ ہندو دھرم شاستروں و آچاریوں کے نزدیک یہ سب سے عظیم تیرتھ ہے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں کاشی کی عظمت (महानता) اور فضیلت (श्रेष्ठता) کے بڑی تفصیل و توضیح کے ساتھ گیت گائے گئے ہیں۔ چنانچہ پرانوں میں چرچا کی گئی ہے:

अश्मना चरणौ हत्वा वसेत्काशीं न हि त्यजेत् ।

अविमुक्तं यदा गच्छेत् कदाचित्काल पर्ययात् ।।

अश्मना चरणौ हत्वा वाराणस्यां वसेन्नरः ।९२

کاشی میں جانے کے بعد انسان کو اپنے پیروں کو پتھر سے کچل ڈالنا چاہیے (تاکہ وہ کسی دوسرے تیرتھ پر نہ جا سکے) اور ہمیشہ کے لیے کاشی میں ہی رہ جانا چاہیے۔)

ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق برہمن کا قتل (ब्रह्महत्या) یا خون کرنا سب سے مہان

پاپ ہے لیکن کاشی کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ یہ تیرتھ استھان کر لینے سے انسان اس مہا پاپ سے بھی چھٹکارا پالیتا ہے۔ متسیہ پران میں (मत्स्य पुराण) میں وارد ہے کہ:

आ देहपतनाद्यावत्तत्क्षेत्रं यो न मुञ्चति।

न केवलं ब्रह्महत्या प्राकृतं च निवर्तते ।।

प्राप्य विश्वेश्वरं देवं न स भूयोऽभिजायते । ۹۳

کاشی میں قیام کر لینے سے نہ صرف انسان برہمن قتل کے گناہ عظیم سے نجات پا جاتا ہے بلکہ وہ پیدائش اور موت کے نہ ختم ہونے والے چکر (चक्र) سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے اور دوبارہ جنم نہیں لیتا)

دھرم شاستروں میں کاشی کے چند نام ذکر کئے گئے ہیں جیسے (۱) اَوِی مُکت अविमुक्त (۲) رودراواس रुद्रावास (۳) وارانسی वाराणसी (۴) آنندکان आनन्दकानन (۵) مہا شمشان महाश्मशान اور ہر نام کی نمایاں خصوصیات وصفات بیان کی گئیں ہیں۔ اول الذکر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

अविशब्देन पापस्तु वेदोक्तः कथ्यते द्विजैः।

तेन मुक्तं मया जुष्टमविमुक्तमतोच्यते।।۹۴

(یعنی अवि لفظ کا معنی ہے پاپ اور मुक्त کا مطلب ہے نجات۔ اس لئے یہ (کاشی) پاپ سے مکت یعنی نجات یافتہ ہے)

مختصر یہ کہ ہندو دھرم کے محققین و مفکرین نے ہندو دھرم شاستروں و دھرم آچاریوں کے حوالہ سے کاشی کی عظمت وفضیلت کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ متسیہ پران ۱۸۳ / ۱۱ اور پدم پران ۳۳ / ۳۸ کے حوالہ سے یہاں تک بیان کیا ہے کہ:

"ہزاروں جنموں کے یوگ سادھن (योग-साधन) کے بعد یوگ حاصل ہوتا ہے لیکن کاشی میں موت ہونے سے اسی زندگی میں اعلیٰ نجات حاصل ہوجاتی ہے۔ پاپی، بدکار اور بدمذہب انسان بھی پاپ مکت ہوجاتا ہے اور وہ اوِی مکت (अविमुक्त) میں داخل ہوتا ہے۔" ۹۵

متھرا (मथुरा) متھرا بھی ہندوؤں کا مشہور تیرتھ استھان ہے جو یمنا ندی کے کنارے

واقع ہے۔ ہندو دھرم شاستروں میں متھرا اور اس کے اطراف واکناف میں دیگر ضمنی تیرتھ استھانوں کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے جو کافی تعداد میں ہیں۔ جن میں गोवर्धन اور वृन्दावन کو مذہبی اعتبار سے اہم مقام حاصل ہے۔ ورنداون (वृन्दावन) ہی شری کرشن کی لیلا بھومی (लीला भूमि) تھی۔ جو یمنا کے کنارے متھرا کے شمال، مغرب میں ہے۔ اور گوردھن متھرا سے مغرب میں کچھ میل فاصلہ پر واقع ہے۔ گووردھن کو شری کرشن نے اپنی کنکی انگلی پر اندر کے ذریعہ بھیجی گئی برسات سے گوپیوں اور ان کے چوپایوں کی حفاظت کے لیے اٹھایا تھا۔ ۹۶

مختصر یہ کہ دیگر تیرتھ استھانوں کی طرح متھرا کی بھی ہندو دھرم گرنتھوں میں کافی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ پدم پران میں ہے کہ:

''یمنا (यमुना) جب متھرا سے مل جاتی ہے تو نجات دیتی ہے۔ یمنا متھرا میں نیکی کا پھل پیدا کرتی ہے اور جب یہ متھرا سے مل جاتی ہے تو وشنو (विष्णु) کی بھکتی دیتی ہے۔'' ۹۷

وراہ پران (वराह पुराण) میں کہا گیا ہے:

''وِشنو (विष्णु) کہتے ہیں کہ اس زمین یا آسمان یا پاتال دنیا میں کوئی ایسا مقام نہیں ہے جو متھرا کے برابر مجھے پیارا ہو۔ متھرا میرا مشہور علاقہ ہے اور نجات دہندہ (मुक्ति दायक) ہے۔ اس سے بڑھ کر مجھے کوئی دوسرا مقام نہیں لگتا۔'' ۹۸

ہری وَنش پران (हरिवंश पुराण) میں بیان کیا گیا ہے:

मध्यदेशस्य ककुदं धाम लक्ष्म्याश्च केवलम्।

श्रृंगं पृथिव्याः स्वालक्ष्यं प्रभूत धनधान्यवत् ।।९९

(متھرا درمیانی ملک (मध्यदेश) کا انتہائی اہم مقام ہے۔ یہ لکشمی (लक्ष्मी) کا ساکن مقام ہے۔ یا زمین کی رونق وزیبائش ہے۔ اس کے مثل کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اور یہ تمام دولتوں وخوبیوں سے مکمل ہے۔

اس طرح پیش کردہ اشلوکوں وحوالوں کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ متھرا بھی ہندو دھرم گرنتھوں میں ایک نمایاں تیرتھ استھان ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو مناسب ہوگا کہ موجودہ ہندو دھرم میں اس کو خاص اہمیت وشہرت حاصل ہے۔

پُشکر: (पुष्कर) راجستھان میں اجمیر سے چند میل کے فاصلہ پر واقع پُشکر (पुष्कर) ہندوؤں کا ایک قدیم اور مشہور تیرتھ استھان ہے۔ لاکھوں ہندو عقیدت سے یہاں جاتے ہیں اور تالاب (सरोवर) میں اسنان کر کے اپنے تصور و یقین کے مطابق پاپوں سے پاک ہوتے ہیں۔

ہندو دھرم گرنتھوں میں پشکر تیرتھ کی بڑی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ مہابھارت میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

''زمین پر نیمش (नैमिष) اور آسمان میں پشکر سب سے افضل و اعلیٰ تیرتھ ہیں۔ کروچھیتر (कुरुक्षेत्र) تین سنسار (लोक) میں مخصوص تیرتھ ہے اور دس ہزار کروڑ تیرتھ پشکر میں پائے جاتے ہیں۔[100]

پُشکر کے تعلق سے مہابھارت میں یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ:

''دیووں اور رِشیوں (ऋषि) نے پُشکر میں روحانی کامیابی (सिद्धि) حاصل کی اور جو بھی کوئی وہاں اسنان کرتا ہے اور محبت سے دیووں (देव) اور اپنے آباؤ اجداد کی پوجا کرتا ہے وہ اشومیگھ (अश्वमेघ) کرنے کا دس گنا پھل پاتا ہے۔[101]

پدم پران (पदम पुराण) پُشکر کی عظمت و برتری بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

''پُشکر سے بڑھ کر سنسار میں کوئی دوسرا تیرتھ نہیں ہے۔''[102]

ہندو تیرتھ استھانوں پر تالاب عام طور سے ہوتے ہیں، جو نہایت متبرک و پاک مانے جاتے ہیں۔ پُشکر میں بھی اہم تالاب ہیں، جس کی برکت ظاہر کرتے ہوئے مہابھارت میں تذکرہ کیا گیا ہے کہ:

''جو عورت یا مرد ایک بار بھی پاک پُشکر (पवित्र पुष्कर) میں اسنان کرتا ہے وہ جنم سے کئے گئے پاپوں سے نجات پا جاتا ہے۔''[103]

گیا: (गया) ہندو تیرتھ استھانوں میں گیا بھی ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ مہابھارت، پُران اور دھرم سوتر وغیرہ گرنتھوں میں اس کی مذہبی اہمیت کی کافی چرچا کی گئی ہے۔

گیا میں مشہور و معروف تیرتھ کے علاوہ ضمنی اور ذیلی تیرتھ استھانوں کی ایک طویل فہرست ہے لیکن اکثر ہندو زائرین (तीर्थ यात्री) سبھی کا تیرتھ و زیارت نہیں کرتے بلکہ جن تین

استھانوں کی زیارت (यात्रा) کرنا ضروری ہے اُسی کی زیارت کرتے ہیں جیسے پھلکو ندی، وِشنوپد (त्रिणुपद) اور اکچھےوٹ (अक्षयवट) یہاں دودھ، جل، پھول، چندن، تمبا کو اور دیپ (दीप) سے پوجا کی جاتی ہے اور آباؤاجداد (पितरों) کو پنڈ (पिण्ड) دیئے جاتے ہیں۔

گیا (गया) میں تیرتھی کو کیا کرنا چاہیے اور گیا میں کیا برکت ونیکی ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ہندودھرم شاستروں میں بڑی تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ وایو پُران (वायुपुराण) میں مذکور ہے کہ:

आत्मजोवान्यजो वापि गयाभूमौ यदा यदा।

यन्नाम्ना पात्यतिपिण्डं तन्नयेद् ब्रह्म शाश्वतम्।।

नामगोत्र समुच्चार्य पिण्डपातन मिष्यते।۱۰۴

(گیا میں ہر شخص کو اپنے باپ اور دوسروں کو پنڈ (کھانے کی مختلف چیزوں کے بنائے گئے گولے) دینا چاہیے، وہ خود کو بھی بنا تل کا پنڈ (पिण्ड) دے سکتا ہے۔ گیا میں شرادھ (श्राद्ध) کرنے سے سبھی مہاپاپ ختم ہو جاتے ہیں۔ ۱۰۵ گیا میں فرزند (पुत्र) یا کسی دوسرے کے ذریعہ نام اور خاندان (गोत्र) کے ساتھ پنڈ پانے سے ہمیشہ برہم (ब्रह्म) کا حصول ہوتا ہے۔)

گیا کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے دوسرے مقام پر کہا گیا ہے:

एष्टव्या बहवः पुत्रा यद्येकोपि गयां व्रजेत्। उत्सृजेत् ,,۱۰۶

(وہ لڑکا (पुत्र) جو گیا جاتا ہے وہ آباؤاجداد (पितरों) کو نرک (नरक) جانے سے بچاتا ہے۔)

गयायां न हि तत्स्थानं यत्र तीर्थं न विद्यते।۱۰۷

(گیا میں کوئی بھی ایسا مقام نہیں ہے جو پاک نہ ہو۔)

مختصر یہ کہ ہندودھرم شاستروں میں گیا کی عظمت اور فضیلت کے تعلق سے بھی کثیر اشلوک پائے جاتے ہیں کہ جن میں عظمت وفضیلت کے ساتھ ساتھ گیا کی تیرتھ یاترا کرنے کے بے شمار فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

پریاگ: (प्रयाग) ہندو تیرتھ استھانوں میں پریاگ (प्रयाग) کو تیرتھ راج یعنی تیرتھوں کا راجہ کہا جاتا ہے۔ جس کے لئے پرانوں میں مختلف مقامات پر तीर्थ राजो जयति

प्रयाग: آیا ہے۔ ۱۰۸ اس کے علاوہ ہندو دھرم آچاریہ وعلماء کے نزدیک جن تیرتھوں کو त्रिस्थली کہا جاتا ہے اور جن کا اہم مقام ہے اُن تین میں پریاگ بھی شامل ہے۔ وہ تین استھان اس طرح ہیں (۱) پریاگ (۲) کاشی (۳) گیا۔ ۱۰۹

پریاگ (प्रयाग) گنگا ندی کے کنارے واقع ہے لیکن ہندوؤں کا ماننا ہے کہ پریاگ میں تین ندیاں ملتی ہیں جیسے گنگا، یمنا اور سرسوتی۔ سرسوتی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ گنگا یمنا کے درمیان اندر زمین میں پوشیدہ ہے۔ تین ندیوں کے وصل کے سبب ہی اس کو سنگم بھی کہا جاتا ہے۔ جو الہ آباد کے قریب واقع ہے۔

پریاگ تیرتھ کی عظمت وبرتری کا اندازہ آپ اس بات سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ مہابھارت اور پُران وغیرہ میں اس کی تعریف وتوصیف کے متعلق بہت کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اور دھرم شاستر آچاریوں نے اس کی بے مثال تعریف کی ہے۔ جیسے

सितासिते सरिते यत्र संगते तत्राप्लुतासो दिवमुत्पतन्ति।

ये वै तन्वं विसृजन्ति धीरास्ते जनासो अमृतत्वं भजन्ते।।۱۱۰

(جو لوگ سفید (सित) یا کالی (असित) دوندیوں کے متصل مقام پر غسل (स्नान) کرتے ہیں وہ سورگ کو جاتے ہیں۔ جو بہادر لوگ وہاں اپنا جسم قربان کرتے ہیں (ڈوب کر مرجاتے ہیں) وہ نجات (मोक्ष) پاتے ہیں)

مشہور ہندو دھرم محقق ڈاکٹر پانڈورنگ وامن کانٹرے نے متسیہ (मत्स्य) پران اور کورم (कूर्म) پُران کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

''پریاگ کے درشن، نام لینے یا اس کی مٹی لگانے سے ہی انسان پاپوں سے صاف ہوجاتا ہے۔ یہ پرجاپتی (प्रजापति) کا مبارک مقام ہے جو یہاں اسنان کرتے ہیں وہ سورگ جاتے ہیں اور جو یہاں مرجاتے ہیں وہ دوبارہ جنم نہیں لیتے۔ یہی مقدس مقام تیرتھ راج ہے یہ کیشو (केशव) کو پیارا ہے۔ اِسی کو تروینٹری (त्रिवेणी) کا نام ملا ہے۔ ۱۱۱

پریاگ کی عظمت ومذہبی حیثیت کو اُجاگر کرتے ہوئے پرانوں میں کہا گیا ہے کہ:

प्रयागं निवसन्त्येते ब्रहमविष्णु महेश्वराः।

उत्तरेण प्रतिष्ठानाच्छदनना ब्रहम तिष्ठति।।

वेणीमाधवरुपी तु भगवांस्तत्र तिष्ठाति।।

महेश्वरो वटो भूत्वा तिष्ठतं परमेश्वरः।।

ततो देवाः सगन्धर्वा सिद्धाश्च परमर्षयः।

रक्षन्ति मण्डलं नित्यं पाप कर्म निवारणात्।।۱۱۲

(برہما، وِشنو (विष्णु) مہیش (शिव) تینوں پریاگ میں رہتے ہیں۔ قیام (प्रतिष्ठान) کے شمال (उत्तर) میں برہما مخفی صورت میں رہتے ہیں، وشنو وہاں (वेणीमाधव) کی شکل میں رہتے ہیں۔ اور شو (शिव) وہاں (अक्षयवट) کے روپ میں رہتے ہیں۔ اسی لئے

गन्धर्वों के साथ देवगण,सिद्ध लोग एवं बड़े-बड़े ऋषिगण प्रयाग के मण्डल को दुष्ट कर्मों से बचाते रहते हैं।

پریاگ میں دان کرنا خاص طور سے گائے دان کرنا ہندو دھرم شاستروں کے مطابق بہت عظیم نیکی (महापुण्य) ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے:

''اگر کوئی گائے، سونا، ہیرا، موتی وغیرہ کا دان کرتا ہے تو اس کی یاترا (यात्रा) کامیاب ہوتی ہے اور اس کو نیکی (पुण्य) حاصل ہوتی ہے اور وہ آخر تک سورگ میں رہتا ہے۔ ۱۱۳

مہابھارت میں ہے کہ:'' یہ برہما کی یگ (यज्ञ) زمین ہے جو دیوؤں کے ذریعہ پوجی گئی ہے اور یہاں پر تھوڑا بھی دِیا گیا دان مہان ہوتا ہے۔ ۱۱۴

کروچھیتر: (कुरुक्षेत्र) ہندو دھرم شاستروں کے مطابق کروچھیتر بھی ایک مشہور مخصوص تیرتھ استھان ہے۔ جو انبالہ سے ۲۵ رمیل دور مغرب میں ہے۔ ۱۱۵

ہندوؤں کے لیے یہ انتہائی مقدس مقام ہے اور اس کی تاریخ کافی قدیم ہے۔ ویدوں، براہمن گرنتھوں، پرانوں، مہابھارت اور دیگر دھرم گرنتھوں میں بڑی اہمیت کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ مہابھارت میں آیا ہے کہ:

ततो गच्छेत राजेन्द्र कुरुक्षेत्रमभिष्टुतम्।

पापेभ्यो विप्रमुचयन्ते तदगताः सर्वजन्तवः।।

कुरुक्षेत्र गमिष्यामि कुरुक्षेत्र वसाम्यहम्।

य एवं सततं ब्रूयात् सर्वपापैः प्रमुच्यते।।۱۲

(کروچھیتر کے سبھی لوگ پاپ مکت (पापमुक्त) ہوجاتے ہیں اور وہ بھی جو ہمیشہ ایسا کہتا ہے ''میں کروچھیتر کو جاؤنگا اور وہاں رہوں گا۔ اس دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا پاک مقام نہیں ہے۔ یہاں تک کہ یہاں کی اڑی ہوئی دھول کے ذرّے پاپی کو اعلیٰ مقام دیتے ہیں۔)

ناردیئے (नारदीय) پُران میں کروچھیتر کی عظمت کے تعلق سے کہا گیا ہے:

ग्रहनक्षत्रताराणां कालेन पतनाद् भयम्।

कुरुक्षेत्रमृतानां तु न भूयः पतनं भवेत्।।۱۷

(گرھوں، سیاروں (नक्षत्रों) اور تاروں کو زمانے کی حرکت ورفتار سے نیچے گر پڑنے کا خوف ہے لیکن وہ جو کروچھیتر میں مرتے ہیں دوبارہ زمین پر نہیں گرتے یعنی دوبارہ جنم نہیں لیتے)

مذکورہ بالا منتروں واشلوکوں کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ کروچھیتر بھی ہندودھرم کا ایک اہم ومبارک تیرتھ استھان ہے۔

ہندودھرم کے جن مشہور تیرتھوں کا یہاں ہم نے مختصر خاکہ پیش کیا ہے انکے علاوہ چند تیرتھ استھان اور ہیں جو کافی شہرت یافتہ ہیں اور جن کا دھرم شاستروں میں واضح طور پر تذکرہ ملتا ہے جیسے سرسوتی (सरस्वति) نرمدا (नर्मदा) جگناتھ (जगन्नाथ) وغیرہ۔

مکہ مکرمہ ہندوؤں کا بھی تیرتھ استھان

ہندودھرم شاستروں ودھرم آچاریوں کے اقوال واحکام کی روشنی میں جن تیرتھ استھانوں کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ دوطرح کے ہیں (۱) معروف ومشہور (۲) غیر معروف وغیرہ مشہور۔ اول قسم کے تیرتھوں کی تعداد معدودے چند ہے جیسے گنگا، کاشی متھرا، پریاگ، نرمدا، کروچھیتر، جگناتھ، ہری دوار وغیرہ۔ اور دوسری قسم کے تیرتھوں کی کوئی حد ہی مقرر نہیں ہے۔ ایک ایک مشہور تیرتھ میں کروڑوں ذیلی وضمنی تیرتھوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ چنانچہ دھرم شاستروں میں

کہا گیا ہے کہ:

(۱) ۳۵ کروڑ تیرتھ ہیں جو آسمان اور زمین میں پائے جاتے ہیں۔[118]

(۲) دس کروڑ تیرتھ پشکر میں پائے جاتے ہیں۔[119]

(۳) تیرتھوں اور مذہبی مقدس مقامات کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ انہیں سیکڑوں سال میں بھی شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔[120]

تیرتھ استھانوں کی اس لامحدود تعداد میں نہ جانے کتنے تیرتھ گمنامی کا شکار ہو چکے ہیں اور کچھ صرف کتابوں کی زینت بن کر رہ گئے ہیں۔ انہیں میں سے ایک مسلمانوں کا خانۂ کعبہ ہے جو مکہ مکرمہ میں واقع ہے۔

خانۂ کعبہ اس حیثیت سے اگرچہ دنیا کی ساری اقوام میں بہت مشہور ہے کہ یہ مسلمانوں کا مرکز حج و زیارت ہے لیکن اس اعتبار سے کہ یہ صرف مسلمانوں کا مرکز عبادت و زیارت نہیں بلکہ دنیا کی ساری اقوام بالخصوص اہلِ ہنود کا بھی تیرتھ استھان ہے۔ اور اہل ہنود کا اس سے مذہبی و ملکی قدیم تعلق ہے، اکثر ہندو اس سے ناواقف و لاعلم ہیں مشہور محقق و مفکر وشمبھر ناتھ پانڈے (बिशम्भरनाथ) سابق گورنر اڑیسہ لکھتے ہیں:

''ہندو بھی مسلمانوں کے کعبے کو اپنی ہی عبادت گاہ سمجھتے تھے۔ ایک زمانے میں کعبہ عرب اور عرب کے آس پاس رہنے والے سبھی مذہب والوں کا ایک پاک مرکز تھا۔ ایک انگریز مؤرخ برٹن (बर्टन) لکھتا ہے۔ ''ہندو پنڈت اس بات کو دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ مکے میں شو (शिव) اور پاروتی ''कपोतेश्वरी'' اور ''कपोतेश्वर'' کی شکل میں موجود ہیں کچھ عرب ادیبوں نے بھی لکھا ہے کہ پیغمبر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقت مکہ کے بتوں میں لکڑی میں کھدی ہوئی کبوتر اور کبوتری کی مورتیاں تھیں جنہیں حضرت علی نے پیغمبر کے کندھے پر چڑھ کر نیچے گرا دیا تھا''۔[121]

پانڈے صاحب ایک دوسرے انگریز مؤرخ ولفورڈ (विल्फ़ोर्ड) کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''ہندو کہتے ہیں کہ مکہ یا موکھیش (मोक्षेश्वर) میں جو سنگِ اسود ہے وہ ''موکھیشور'' (मोक्षेश्वर) شو کے اوتار کا نشان ہے۔ شو اور پاروتی نے الحجاز کے اپنے بھکتوں کی ریاضت (तपस्या) سے خوش

ہو کر موکھیشور کی شکل میں مکہ میں اوتار لیا تھا۔ ۱۲۲

جہاں تک سنگِ اسود یا حجرِ اسود (काला पत्थर) جو خانۂ کعبہ میں نصب ہے اور جسکے چاروں طرف حُجاج طواف کرتے ہیں اور چومتے ہیں، اس کے ہندوستان سے تعلق کی بات ہے تو وہ ایک قدیم و مضبوط تعلق ہے۔ جسکو اسلامی محققین وقرآنی مفسرین اور محدثین نے صاف طور پر بیان فرمایا ہے کہ حضرت آدم کے ساتھ سب سے پہلے یہ ہندوستان آیا اور کافی طویل زمانے تک یہاں موجود رہا۔ مشہور مفسر علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر درِ منثور میں لکھتے ہیں:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکلے تو انکے ساتھ ایک ہاتھ میں حجرِ اسود تھا اور دوسرے ہاتھ میں جنت کا پتا تھا۔ انہوں نے پتے کو ہندوستان میں ڈالدیا تو اسی سے وہ تمام خوشبو پھیلی جسے تم محسوس کرتے ہو۔ اور وہ پتھر یاقوت کا تھا سفید رنگ کا جس سے روشنی پھوٹتی تھی۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے چل کر چالیس مرتبہ حج کیا۔

(۳) حضرت آدمؑ ہندوستان میں تقریباً سو سال تک رہے اور یہیں سے چل کر آپ نے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی اور حجرِ اسود نصب فرمایا۔ ۱۲۳

ایک دوسری روایت میں ابن حاتم نے سُدی سے روایت کی ہے کہ:

''جب آدم علیہ السلام جنت سے اُتارے گئے تو وہ حجرِ اسود اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ جو انکے وصال کے بعد ہند میں محفوظ رہا۔ یہ سفید چمکدار یاقوت تھا جب ابراھیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی تو جبریئل علیہ السلام اُسکو ہند سے لائے اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر لوگوں کے خطا کار ہاتھوں نے اسکو سیاہ کردیا۔ ۱۲۴

اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے اولین پیغمبر اور اولین انسان جنت سے ہندوستان میں تشریف لائے اور حجرِ اسود بھی انہیں کے ساتھ آیا جو ایک طویل مدت تک یہاں رہا۔ بعدہٗ یہاں سے لے جاکر اسکو مکہ مکرمہ خانۂ کعبہ میں نصب کیا گیا۔

حضرت آدمؑ ہندوستان کے جس خطۂ زمین پر تشریف لائے اُسکا نام دجنا ۱۲۵ اور جس پہاڑ پر آئے اُسکا نام راہون ہے، ۱۲۶ جو شری لنکا کے سراندیپ علاقہ میں واقع ہے جو کبھی قدیم ہندوستان کا ایک حصہ تھا۔ اس پہاڑ پر آپ کے قدم پاک کا نشان بھی موجود ہے جس کے بارے

میں مسلمان اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہ حضرت آدم کے قدم مبارک کا نشان ہے، بودھ مذہب کے پیروکار کہتے ہیں کہ یہ گوتم بودھ کے پاؤں کا نشان ہے اور ہندو اسکو شِو جی کے پیر کا نشان مانتے ہیں۔ ۱۲۷

حضرت آدم جنت سے ہندوستان میں اُتارے گئے اور سراندیپ لنکا میں انہوں نے پہلا قدم رکھا جس کا نشان اسکے ایک پہاڑ پر موجود ہے۔ اس بات کی تصدیق مشہور سیاح ابن بطوطہ کی تحریر سے بھی ہوتی ہے۔

ابن بطوطہ نے ۱۳۴۷ء میں حضرت آدم کے ان پاک قدموں کے نشان کی زیارت کی تھی جس کو دیکھ کر اس نے لکھا تھا:

''حضرت آدم کے پاک قدموں کا یہ نشان ایک اونچے کالے پتھر پر نقش ہے یہ نشان سوا آٹھ فٹ لمبا ہے اور پتھر پر اتنا اندر دھنس گیا ہے کہ اب تک جیوں کا تیوں باقی ہے۔ ۱۲۸

مذکورہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے کہ حجر اسود یا خانۂ کعبہ کا ہندوستان سے دیرینہ تعلق ہے اور حضرت آدم کے قدم پاک کا نشان ہندو مسلم، عیسائی اور بودھ وغیرہ کیلئے یکساں طور پر متبرک اور قابل زیارت ہے، اگرچہ نظریات میں سب کے مابین انتہائی تفاوت ہے۔

مختصر یہ کہ مکہ مکرمہ یا خانۂ کعبہ صرف مسلمانوں کا ہی مقدس مقام و مرکز حج و زیارت نہیں بلکہ یہ ہندوؤں کا بھی حقیقت میں ایک قدیم و عظیم تیرتھ استھان ہے۔ قدیم ہندو تصور ونظریئے (मान्यता) کے مطابق ہر وہ مقام جہاں ندیاں، پہاڑ واقع ہوں یا جہاں کسی رِشی یا مُنی یا اوتار (अवतार) کا قیام وجنم ہوا ہو وہ تیرتھ استھان ہیں اور ہندو دھرم شاستروں و گرنتھوں کے منتروں واشلوکوں اور ان کے محققین کی تحقیق کی روشنی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آخری مہارشی (महाऋषी) نراشنس (नराशंस) اور آخری اوتار (अन्तिम अवतार) کلکی (कल्कि) پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اُنکا مقامِ پیدائش (जन्म स्थान) شنبھل گرام (शम्भलग्राम) یعنی مکہ مکرمہ ہے۔ لہٰذا انتم اوتار کے جنم استھان ہونے کے سبب مکہ مکرمہ ہندوؤں کا بھی تیرتھ استھان ہونا چاہیے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھ وید، پران، اپنشد میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے

''نراشنس'' (नराशंस) کلکی'' (कल्कि) (महामद) اور محامد (महामद) نام سے جو چرچا کی گئی ہے وہ ہم ''اسلام اور ہندو دھرم میں تصور رسالت و اوتار واد'' کے عنوان کے تحت باب دوم میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ یہاں صرف ویدوں کے آخری پیغمبر (दूत) ومہرشی (महर्षि) اور پرانوں کے آخری اوتار کلکی کے جنم استھان کے بارے میں مختصراً عرض کر رہے ہیں تا کہ تیرتھ استھان سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ چنانچہ اتھر وید (अथर्वेद) میں کہا گیا ہے کہ:

इदं जना उपश्रुत नराशंसा स्तविष्यते।

उष्ट्रा यस्य प्रवाहणो।। 129

(اے لوگو! کان لگا کر سُنو نراشنس (नराशंस) کی تعریف کی جائیگی۔ اور اسکی سواری میں دو خوبصورت اونٹنیاں ہیں)

اونٹنیاں ریگستانی علاقے کی سواری ہیں۔ معلوم ہوا کہ نراشنس مہرشی ریگستانی علاقہ میں ہوگا اور مکہ بھی ریگستانی علاقہ ہے۔ چاروں ویدوں میں تقریباً ۳۱ مقامات پر نراشنس یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آیا ہے اور نراشنس کی جو صفات و خوبیاں بیان کی گئی ہیں وہ بدرجۂ اتم پیغمبر اسلام پر صادق آتی ہیں۔ ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے، پنڈت شری رام شرما، ڈاکٹر پی۔ این۔ چوبے اور پنڈت راجارام شرما وغیرہ نے بھی اپنی تحقیق میں اسکی تائید کی ہے۔ ۱۳۰

مذکورہ بالا اشلوک میں نراشنس کے جنم استھان کی ایک صفت بیان کی گئی ہے لیکن رگوید (ऋग्वेद) کے حسب ذیل منتر میں دیگر صفات کے ساتھ ملک کا نام بھی واضح کر دیا گیا ہے۔

समुद्रा दूत अरबन ۱۳۱

اِس منتر میں स کا معنی ہے ساتھ اور मुद्रा کا معنٰی ہے مہر لگانے کی انگوٹھی یا مہر اور دوت کا معنی ہے پیغمبر اور अरबन میں ن न زیادہ ہے اسلئے کہ سنسکرت میں ن न اور مَ म اکثر آخر میں زیادہ ہوتے ہیں اس لئے अरबन سے مراد ہے عرب ۱۳۲

اس طرح معنی ہوگا مہر یا مہر لگانے کی انگوٹھی والا عرب کا پیغمبر یعنی وہ دوت یا پیغمبر عرب میں ہوگا اور مہر کے طور پر انگوٹھی استعمال کرنے والا ہوگا اور یہ حقیقت پیغمبر اسلام کی ذات سے وابستہ ہے اس لئے آپکو خاتم الانبیاء بھی کہا جاتا ہے۔

اتھرو وید اور رِگوید کے پیش کردہ منتروں میں آخری پیغمبر (अन्तिम ईश्दूत) کا جو معنوی نام اور جنم استھان کی خاص صفت ونشانی اور ملک کا نام ذکر کیا گیا ہے تقریباً وہی صفات وعلامات کلکی کے تعلق سے پرانوں میں بیان کی گئی ہیں بلکہ پرانوں میں صاف طور پر نام بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ بھوشیہ پران، (भविष्य पुराण) میں ہے:

तस्मिनन्तरे म्लेच्छ आचार्य्येण समन्वितः।,

महामद इति ख्यातः शिष्य शाखा समन्वितः।

नृपश्चैव महादेवं मरुस्थल निवासिनम् ।। 133

(اتنے میں دوسری زبان یا دوسرے ملک کا روحانی پیشوا (म्लेच्छ आचार्येण) محمد (महामद) اپنے شاگردوں کی جماعت کے ساتھ آئیگا۔ راجہ ریگستانی علاقہ (मरुस्थल) کے رہنے والے عظیم فرشتہ صفت کے دربار میں۔)

بھوشیہ پران کے اِس اشلوک میں صاف ظاہر ہے کہ آخری اوتار کا نام محامد یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اُنکا وطن ریگستانی علاقہ یعنی عرب ہے۔

اپنے تحقیقی مقالہ کے باب دوم میں ہم کافی دلائل وبراھین سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آخری اوتار کلکی پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور کلکی کا جو جنم استھان یا نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آتی ہیں۔

کلکی اوتار (कल्कि अवतार) کا جنم استھان واضح کرتے ہوئے بھاگوت پران (भगवतपुराण) میں کہا گیا ہے۔

शम्भलग्राम मुख्यस्य ब्राहमणस्य महात्मनः ।

भवने विष्णु यशसः कल्किः प्रादुर्भविष्यति। ۱۳۴

(شمبھل گرام کے خاص پجاری (प्रमुख प्रोहित) وِشنویش کے یہاں کلکی کا جنم ہوگا۔)

کلکی پران (कल्कि पुराण) میں بھی اس کی تصدیق کی گئی ہے جیسے:

शम्भले विष्णुयशसो ग्रहे प्रादुर्भवाम्यहम। ۱۳۵

(شمبھل استھان کے مخصوص پجاری وِشنویش کے یہاں کلکی جنم لینگے۔)

مذکورہ بالا اشلوکوں میں انتم اوتار کلکی (अन्तिम अवतार कल्कि) کا جنم شمبھل گرام میں ہونا بتایا گیا ہے۔ اور اسکے متعلق سنسکرت کے عظیم محقق ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے لکھتے ہیں کہ شمبھل گرام کا معنی ہے:

(۱) شانتی کا استھان یعنی کلکی اوتار کا استھان پر امن اور شانتی دینے والا ہونا چاہیے اور نفرت و جنگ سے پاک ہونا چاہئے اور وہ تیرتھ ہونا چاہئے۔

(۲) جو اپنی طرف لوگوں کو کھینچتا ہو۔ یعنی وہ مقام انتہائی دلکش ہو۔

(۳) پانی سے انتہائی قریبی مقام (जल का समीपवर्ती स्थानद्ध)

اوتار کی زمین پاک ہو کہ پاکی اسکی نشانی ہے۔۱۳۶

ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے نے شمبھل گرام (शम्भल ग्राम) کے جو معانی بیان کیئے ہیں وہ صاف طور سے پیغمبر اسلام کے جنم استھان مکہ شہر پر صادق آتے ہیں وہ اس طرح کہ شنبھل گرام کا معنی ہے شانتی یعنی امن کا مقام اور مکہ شہر کو بھی قرآن پاک میں ''دارالامن اور بلد الامین یعنی امن کا گھر اور امن کا شہر کہا گیا ہے۔۱۳۷

شنبھل گرام کا ایک معنی ہے وہ مقام جو اپنی طرف لوگوں کو کھینچتا ہو یعنی دلکش مقام اور مکہ بھی ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ جو اپنی دلکش طاقت سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے۔۱۳۸

اسی وجہ سے خانۂ کعبہ ہر گھڑی وہر دن لوگوں سے کھچا کھچ بھرا رہتا ہے اور مکہ کے گلی کوچے لوگوں کی بھیڑ سے آباد رہتے ہیں۔۱۳۹

شنبھل گرام کا ایک معنی پانی سے انتہائی قریبی مقام (जल का समीपवर्ति स्थान) بھی ہے اور مکہ کے زم زم پانی کے متعلق دنیا جانتی ہے کہ آج ساری دنیا کے لوگ اس سے فیضیاب ہورہے ہیں پھر بھی وہ کم ہونے کے بجائے روز افزوں ہو رہا ہے۔

کلکی کے جنم استھان کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پاک ہونا چاہیے۔ نفرت وعداوت سے پاک ہونا چاہیے اور وہ مذہبی تیرتھ ہونا چاہئے۔ اور پیغمبر اسلام کے جنم استھان پاک شہر مکہ کی اللہ رب العالمین نے قرآن پاک میں قسم کھائی ہے۔۱۴۰ اس کے پاک ہونے کے سبب ہی طیبہ اور حرام یعنی پاک اور مقدس نام سے اسکو موسوم کیا گیا ہے۔۱۴۱ مکہ نفرت اور

جنگ وجدال سے بھی ایسا پاک ہے کہ علاقۂ حرم میں انسان تو انسان جانور بھی دوسرے چھوٹے کمزور جانور اور اپنے شکار پر حملہ نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے اِسکا ایک نام ''حاطمہ'' ہے جسکے معنی ہیں ظالم اور شیطان لوگوں کو ہلاک کرنے والا۔ یا وہاں سے نکال دینے والا شہر۔ ۴۲؎ اور ایک نام بکّہ بھی ہے جسکا مطلب ہے جھکا دینے والا، توڑ دینے والا۔ ۴۳؎ رہا یہ معنی کے وہ مذہبی تیرتھ ہونا چاہیے۔ دنیا کا ہر انسان اچھی طرح جانتا ہے کہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا سب سے بڑا تیرتھ یعنی مقام حج وزیارت مکہ مکرمہ میں ہے جہاں ہر سال وہر مہینے لاکھوں مسلمان حج وعمرہ کرنے جاتے ہیں۔ بلکہ یہ وہ مبارک مقام ہے کہ جس کی زیارت وتیرتھ (तीर्थ) کے لئے مسلمان ہی نہیں بلکہ زمانۂ قدیم میں ہندو بھی جایا کرتے تھے۔ فرشتہ نامی مشہور مؤرخ لکھتا ہے کہ ''خلیفہ ولید کے دور میں جس وقت محمد بن قاسم نے سن ۷۱۱ء عیسوی میں ہندوستان پر چڑھائی کی اس وقت ہندو مکہ اور مصر میں تیرتھ کو جایا کرتے تھے۔ ۴۴؎

مذکورہ بالا جملہ حوالہ جات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ پرانوں اور ویدوں میں کلکی اوتار اور نراشنس اور دوت (दूत) کے سلسلے میں جو ''شنبھل گرام (शम्भल) مرواستھل (मरूस्थल) اور عربن (अरबन) کی خبر دی گئی ہے وہ مکہ شہر ہے اور کلکی ونراشنس پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لہٰذا آخری اوتار کلکی کا جنم استھان ہونے کے باعث آخری دور کلیگ (कलियुग) کا مہان تیرتھ استھان مکہ ہی ہے اس لئے مسلمانوں کی طرح ہندوؤں کو بھی اِسکو اپنا آخری عظیم تیرتھ تسلیم کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے نے ویدوں اور پرانوں پر تحقیق کرنے کے بعد کیا ہی عمدہ بات کہی ہے کہ:

समय को दृष्टि में रखते हुए इतना तो स्पष्ट ही है, कि भारत में आज से लग भग तेरह-चौदह सौ वर्ष पूर्व कोई ऐसा व्यक्ति नहीं हुआ जो अन्तिम अवतार की कसौटी पर खरा उतरे।

कल्कि और मेहम्मद (सल्लल्लाहु अलैहे वसल्लम) साहब के विषय में जो अभूतपूर्व साम्य (शानदार मुताबेक़त) मुझे मिला, उसे देखकर यह आश्चर्य होता है कि

जिन कल्कि की प्रतीक्षा में भारतीय हैं वह हो गये और वही मुहम्मद साहब हैं। दोनों के साम्य में यदि कहीं कोई बाधक प्रमाण (मुख़ालिफ़ सुबूत) मिले तो उसे क्षेपक (काबिल मज़म्मत या मिलावट) समझ लेना चाहिये। . ۱۴۵

مشہور و معروف ہندو عالم و محقق پنڈت شری رام شرما نے بھی ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیاۓ سے ملتی جلتی بات پیش کی ہے وہ لکھتے ہیں:

जो इस्लाम ग्रहण न करे और हज़रत मुहम्मद और आपके धर्म को न माने वह हिन्दू भी नहीं है इसलिए कि हिन्दुओं के धर्मग्रन्थों में कल्कि अवतार और नराशंस के इस धरती पर आजाने के बाद उनको और उनका धर्म मानने को कहा गया है तो जो हिन्दू भी अपने धर्मग्रन्थों में आस्था रखता हो इसे माने बिना मृत्यु पश्चात के जीवन में नरक की आग, वहां ईश्वर के दर्शन से वंचित (महरूम) और ईश्वरीय क्रोध का भागीदार होगा। ۱۴۶

مکہ مکرمہ یا خانۂ کعبہ مسلمانوں کے ساتھ عالم انسانی کی جملہ اقوام بالخصوص اھل ہنود کیلئے بھی ہدایت و برکات کا مرکز اور مہان تیرتھ استھان ہے، اس قول کی ترجمانی اتھروید کے ایک طویل سوکت (सूक्त) سے بھی ہوتی ہے۔ اس سوکت کے منتروں میں ایک خاص عبادت گاہ و تیرتھ استھان کی چند مخصوص صفات و علامات بیان کی گئی ہیں جو تحقیقی جائزہ لینے پر مکہ مکرمہ میں واقع خانۂ کعبہ کی نشاندہی کرتی نظر آتی ہیں۔ چنانچہ اتھر وید (अथर्ववेद) میں مذکور ہے کہ:

ऊर्ध्वो नु सृष्टा इस्तिर्यङु0 नु सृष्टा 3: सर्वादिशः पुरुष आबभूवाँ।

पुरं यो ब्रह्मणो वेद यस्याः पुरुष उच्यते।। ۱۴۷

(چاہے اب اونچا بنا ہوا ہے چاہے ترچھا بنا ہوا ہے اسکی سب سمتوں میں خدا جلوہ گر ہے جو خدا کے گھر کو جانتا ہے اس وجہ سے کہ وہاں خدا پکارا جاتا ہے۔)

न वै तं चक्षुर्जहाति न प्राणो जरसः पुरः

पुरं यो ब्रह्मणो वेद यस्याः पुरुष उच्यते ।।۱۴۸

(اس کو نہ بصیرت (चक्षु) اور نہ روحانیت بڑھاپے سے پہلے چھوڑتی ہے۔ جو خدا

کے اس گھر کو جانتا ہے۔ اسلئے کہ وہاں خدا پکارا جاتا ہے۔)

अष्टाचक्रा नवद्वारा देवानां पूर योध्या।

तस्यां हिरण्ययेः स्वर्गो ज्योतिषा वृतः ۱۴۹

(اِس خدائی مرکز کے آٹھ چکر اور نو دروازے ہیں اور وہ نا قابل فتح۔ اس میں لازوال زندگی کا خزانہ ہے اور وہ نورانی برکتوں کی روشنی سے آباد ہے۔)

यो वै तां ब्राहमणां वेदामृतेनावृतां पुराम्।

तस्मै ब्रहम च ब्राहमश्च चक्षुः प्राणंप्रजां ददु।। ۱۵۰

جو شخص زندگی سے آباد خدا کے اس گھر کو جانتا ہے اس کو خدا اور برہما بصیرت زندگی اور اولاد عطا کرتا ہے۔)

तस्मिन हिरण्यये कोशे त्र यरे त्रिप्रतिष्ठते ।

तस्मिन् यद यक्षमात्मन्वत् तद् वै ब्रहमविदो विदुः ।। ۱۵۱

(اس تین آروں والے، تین ستونوں والے میں اور بقاء دوام کے مرکز میں نا قابل پرستش روح کل ہے اس کو یقیناً خدا کی معرفت والے جانتے ہیں۔)

प्रभ्राजमानां हरिणीं यशसा संपरीवृताम्।

पुरहिरण्ययीं ब्रहमा विवेशा पराजिताम्।। ۱۵۲

(روشن آسمان برکتوں سے بھرپور ہے اس زندگی عطا کرنے والی قابلِ فتح بستی میں براہیم (ब्रहमा) نے چند دن قیام کیا)

اتھر وید کے مذکورہ بالا منتروں میں خدا کے گھر (ईशनिवास) خاص پوجا استھل (पूजास्थल) کی مختلف صفات وخصوصیات ذکر کی گئی ہیں۔ اور ہر منتر میں ایک یا دو ایسی خصوصیات وصفات موجود ہیں جو خانۂ کعبہ کی ترجمانی کی روشن دلیل ہیں۔ جیسے پہلے منتر میں ترچھا بنا ہوا ہے، اسکی سب سمتوں میں خدا جلوہ گر ہے، وہاں خدا پکارا جاتا ہے۔ اور خانۂ کعبہ بھی ترچھا بنا ہوا ہے۔ جسکی سامنے والی دیوار حجر اسود سے رکن عراقی تک تقریباً ۳۷ فٹ چھے ۶ انچ، رکن عراقی سے رکن شامی تک ۳۱ فٹ ۶ انچ، رکن شامی سے رکنِ یمانی تک پشت والی دیوار

۳۷/فٹ ۶/انچ اور رکن یمانی سے حجر اسود تک ۴۰/فٹ ہے۔اسی طرح کعبہ شریف کی اندرونی پیمائش بالترتیب ۲۹/فٹ ۵/انچ، ۳۳/فٹ ۱/انچ، ۳۰/فٹ ۲-۱ ۴/انچ اور ۲۴/فٹ ۲-۱ ۴/انچ ہے۔ ۱۵۳؎ اس ترچھی تعمیر والے خانۂ خدا کے تعلق سے خدائے وحدہٗ لاشریک اپنے مقدس کلام قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجدالحرام وحیث ما کنتم فول وجوھکم شطرہ ۱۵۴؎

(اور اے نبی! تم جہاں سے آؤ اپنا منھ، مسجد حرام کی طرف کرو اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں (جس سمت) ہو اپنا منھ اُسی (خانہ کعبہ) کی طرف کرو)

وَمِن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجدالحرامِ۔ وانہ للحق من ربک۔ ۱۵۵؎

(اور جہاں سے آؤ اپنا منھ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے)

معلوم ہوا کہ ترچھی تعمیر والے خانۂ خدا میں ہر طرف خدا جلوہ گر ہے۔ وہاں خدا پکارا جاتا ہے'' اس نشانی پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں اسلئے کہ خانۂ کعبہ میں کوئی لمحہ یا کوئی گھڑی ایسی نہیں گذرتی کہ جس میں ''اللھم لبیک'' کی صدائیں نہ بلند ہوتی ہوں۔

دوسرے منتر میں ذکر کیا گیا ہے جو خدا (ईश्वर) کے اس گھر کا مقام جانتا ہے اسکو بصیرت (अन्तरदृष्टि) اور روحانیت بُڑھاپے سے پہلے نہیں چھوڑتی۔ یہ صفت بھی خانۂ کعبہ کے زائرین وحجاج میں بخوبی پائی جاتی ہے کہ ایک حاجی جب صحیح معنی میں حج کے احکام کی پیروی کرتا ہے تو پھر ساری زندگی اس کی بصیرت (नेत्र) اور روحانیت میں روز افزوں ترقی ہوتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

من دخل البیت دخل فی حسنۃ وخرج سیئۃٍ مغفوراً لہٗ ۱۵۶؎

(جو شخص بیت اللہ (خانۂ کعبہ) میں داخل ہو گیا وہ نیکی میں داخل ہو گیا اور برائی سے خارج ہو کر مغفرت پا گیا۔)

تیسرے منتر (मन्त्र) میں ذکر کردہ خدائی گھر کی علامات بیان کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ: اسکے آٹھ چکر اور نو دروازے ہیں وہ ناقابل فتح، لازوال زندگی کا خزانہ اور نورانی برکتوں کی روشنی کا گنجینہ ہے۔ یہ تمام نشانیاں خانۂ کعبہ میں پائی جاتی ہیں اس لئے کہ خانۂ کعبہ کے اطراف مسجد حرام میں قدیم ہیئت پر نو دروازے ہیں۔ صفا کی جانب ۴ رعدد، مروہ کی جانب ۲ رعدد باب عمرہ کی جانب ۲ رعدد اور باب السلام کی طرف ا ردروازہ۔ ۱۵۷

جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(ا) باب ابراہیم (۲) باب وداع (۳) باب صفا (۴) باب علی (۵) باب عباس (٦) باب نبی (۷) باب سلام (۸) باب زیارۃ (۹) باب حرم۔ ۱۵۸

اِن ۹ ردروازوں میں اگر ایک دروازے سے داخل ہوا جائے اور دوسرے سے خارج تو کل آٹھ چکر ہونگے۔ اور خانۂ کعبہ کی تاریخ گواہ ہے کہ یہ ایسا ناقابل فتح ہے کہ اس کو آج تک کسی غیر قوم نے فتح نہیں کیا اور نہ ہی قیامت تک کوئی کرسکتا ہے۔ کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

"لیس من بلدٍ الاسیطوہ الدجال الامکۃ والمدینۃ لیس لہ من نقابھا الاعلیہ الملئکۃ صافین یحرسونھا۔ ۱۵۹

(کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس کو دجال نہ روندھے علاوہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے۔ ان کے راستوں میں سے ہر راستہ پر صف باندھے فرشتے حفاظت کررہے ہوں گے)

خانۂ کعبہ کی نورانی برکتوں کی روشنی کا یہ عالم ہے کہ آج صرف شہر مکہ یا ملک عرب ہی نہیں بلکہ سارا عالم اس کے نورانی جلووں وروحانی برکتوں سے فیض یاب ہورہا ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان الرکن والمقام یاقوتتانِ من یاقوت الجنۃ طمس اللہ نورھما وَلَوْ لم یطمس نورھما لَاَضاءَ تامابین المشرق والمغرب ۱۶۰

(رکن یمانی (حجر اسود) اور مقام ابراھیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت
ہیں اللہ تعالیٰ نے انکے نور کی روشنی چھپادی اگر نہیں چھپا تا تو ان کی روشنی مشرق
سے مغرب تک سارا ماحول روشن کر دیتی)

ایک نشانی وخصوصی برکت چوتھے منتر میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ ''جو شخص اس مقام کی اہمیت کو سمجھتا ہے خدا اس کو بصیرت، زندگی اور اولاد عطا کرتا ہے۔ اور خانۂ کعبہ کی بھی یہ برکت وتاثیر ہے کہ یہاں صرف بصیرت (चक्षु) زندگی اور اولاد ہی نہیں بلکہ انسان جس جائز مقصد وکام کے لیے بارگاہ مولیٰ میں فریاد کرتا ہے کامیاب وکامران ہوتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''الحجاج والعمار وفد اللہ ان دَعوهُ اَجابَهم وَانْ استغفر وه غفر لهم۔ ۱۶۱

(حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں وہ اس سے دُعا کریں تو انکی دعا
قبول کرتا ہے اگر اس سے بخشش طلب کریں تو بخشش دیتا ہے۔)

پانچویں منتر میں ایک خاص علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ تین آڑوں اور تین ستونوں والا ہے اور یہ پوجا کے لائق نہیں بلکہ عبادت کے لائق صرف خدا کی ذات ہے۔ اھل معرفت اسکو بخوبی جانتے ہیں۔ یہ نشانی بھی واضح طور پر خانہ کعبہ پر صادق آتی ہے اس لیے کہ خانۂ کعبہ کے اندر بھی تین ستون ہیں اور ان تین ستونوں پر تین ھی آڑیا کڑیاں ہیں۔ تاریخ مکہ اور تاریخ کعبہ وغیرہ میں مرقوم ہے کہ:

''کعبہ شریف کے اندر تین ستون ہیں۔ ستونوں کی موٹائی تقریباً ۳ رفٹ ۹ انچ ہے جو سونے اور دیگر مختلف دھاتوں سے مرصع ہیں۔ نیز اوپر کی کرسی میں ساگوان کی تین لکڑیاں ستونوں کو سہارا دینے کے لیے لگی ہوئی ہیں۔ ۱۶۲

اس تین ستون اور تین سہاروں والے خانۂ کعبہ میں پتھر، لکڑی یا کسی دوسری چیز کی پوجا نہیں ہوتی بلکہ صرف اور صرف ایک اللہ کی بندگی ہوتی ہے جیسا کہ اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں۔

اتھر وید کے پیش کردہ سوکت (सूक्त) کے آخری منتر میں تین نشانیاں اور تین صفات تحریر کی گئی ہیں جن میں سے اوّل دو کا ہم جائزہ لے چکے ہیں۔ تیسری نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ

وہاں برہما (ब्रहमा) نے چند دن قیام کیا۔ یہ علامت بھی خانۂ کعبہ سے وابستہ نظر آتی ہے وہ اس لیے کہ ہندو دھرم کے بعض عظیم محققین جیسے ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے کا یہ ماننا ہے کہ حضرت ابراہیم اور برہما یا براھام ایک ہی شخصیت کے چند نام ہیں اور یہ وہی ذات ہے جس نے اپنے لخت جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ مکہ مکرمہ میں چند دن قیام فرما کر خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

واذیرفع ابراھیم القواعدمن البیت واسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ (سورۃ البقرہ۔ آیت ۱۲۷)

(اور جب حضرت ابرہیم اور سمٰعیل علیہما السلام نے خانۂ کعبہ کی بنیادوں کو بلند کیا تو دعا کی اے پروردگار تو ہماری جانب سے اسکو قبول فرما۔ بے شک تو ہی سمیع وعلیم ہے۔)

اس طرح اتھروید کے مذکورہ بالا منتروں میں بیان کردہ علامات وخصوصیات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ خانۂ کعبہ کا تذکرہ قدیم ہندو دھرم گرنتھ ویدوں میں بھی موجود ہے، وہ وید کہ جن کو مانے بنا کوئی ہندو ہندو یا سناتنی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ویدکی یا سناتنی ہندوؤں کو چاہیے کہ مسلمانوں کی طرح وہ بھی مکہ مکرمہ یا کعبہ کو اپنا عظیم تیرتھ سمجھیں۔

تیرتھ یاترا کے آداب

ہندو دھرم شاستروں نے کسی بھی مقدس تیرتھ استھان کے یاتری (यात्री) وزائر کے لیے مختلف احکام وآداب بیان فرمائے ہیں، مثلاً پوجا کرنا، نذر چڑھانا، منتر اور دعائیں پڑھنا، برت (व्रत) رکھنا، پجاریوں وغیرہ کو دان دینا اور سر وداڑھی منڈا کر گھر واپس آجانا۔ مذکورہ بالا احکام وآداب میں بعض احکام ایسے ہیں کہ جو بعض مخصوص تیرتھوں کے ساتھ خاص ہیں اور اکثر وہ ہیں جو سبھی تیرتھوں کے ساتھ عام ہیں۔ بہر حال وہ خاص ہوں یا عام مختلف دھرم شاستروں میں انکے متعلق مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

تیرتھ یاترا کے طریقے وآداب کے تحت جو اطوار واحکام آتے ہیں اُنکا یہاں ہم مختصر جائزہ لے رہے ہیں۔

اِسنان، پوجا، برت ودان وغیرہ: تیرتھ استھان پر جانے والے تیرتھی کے اعمال کا تذکرہ کرتے ہوئے پرانوں (पुराण) میں کہا گیا ہے کہ:

यो वः कश्चित्तीर्थयात्रां तु गन्छन्त्‍म् संवतः मच पूर्व गृहे स्वे।

कृतोपवासः शुचिरप्रभलः सम्पूजयेद् भक्ति नम्रो गणेशम।।

देवान् पितृन् ब्राह मणांश्चैव माधून् धीमान पितृन ब्राहमणान पूजयेच्च।।।

प्रत्यागतश्चापि पुनस्तथैव देवान् पितृन ब्राहमणान पूजयेच्च।। ۱۶۳۰

(تیرتھ یاترا کا ارادہ کرنے والے شخص کو ایک دن پہلے سے نفس پر کنڑول وریاضت (ब्रहमचर्य) کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اور اُپواس (उपवास) یعنی روزہ رکھنا چاہیے۔ دوسرے دن اسکو گنیش (गणेश) دیووں اور فوت شدہ آباؤ اجداد (पितरों) کی پوجا کرنا چاہیے اور اپنی طاقت کے مطابق براہمنوں کی عزت وتوقیر (सम्मान) کرنا چاہیے اور واپسی پر بھی ویسا ہی کرنا چاہئے)

جگنا تھا (जगन्नाथ) میں واقع مارکنڈے سرور (मार्कण्डेय सरोवर) تیرتھ کے متعلق نظام دیا گیا ہے کہ:

मूल मन्त्रेण सम्पूज्य मार्कण्डेयस्य चेश्वरम्।

अघोरेण च भो विप्राः प्रणिपत्य प्रसादयेत्।।

त्रिलोचन नमस्तेस्तु नमस्ते शशि भूषण।

त्राहि माल्वं विरूपाक्ष महादेव नमो ऽस्तुते ।। ۱۶۴۰

(زائر (तीर्थी) کو مارکنڈے تالاب میں نہانا چاہیے۔ سرکو تین بار ڈبونا چاہئے۔ ترپنٹر ۱۶۵ (तर्पण) کر کے شومندر میں جانا چاہیے اور ॐ नमः शिवाय کے اصل منتر سے پوجا کرنا چاہئے۔ دوبارہ قدیم وپرانوں کے منتروں سے پوجا کرنا چاہیے)

مختصر یہ کہ ہندو دھرم شاستروں کی روشنی میں تیرتھ یاترا (तीर्थ यात्र) کے موقع پر اسنان، پوجا، برت ودان وغیرہ کا ایک اہم مقام ہے۔ جنکی ادائیگی سے تیرتھی پاپوں سے آزاد نیکی (पुण्य) وسورگ کا حقدار اور اعلیٰ مقام (परमपद्वी) حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔ پر ان (पुराण) وغیرہ میں مذکور ہے کہ:

"(تیرتھ استھان پر) اگر کوئی گائے، سونا، ھیرا اور موتی وغیرہ دان کرتا ہے تو اسکی یاترا کامیاب ہوتی ہے اور اس کو ثواب (पुण्य) حاصل ہوتا ہے اور جب کوئی اپنی حیثیت اور دولت کے مطابق دان کرتا ہے تو تیرتھ یاترا کے پھل میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ سورگ (स्वर्ग) میں رہتا ہے۔[166]

برھمانڈ (ब्रहमाण्ड) میں بیان کیا گیا ہے:

कुरु क्षेत्र प्रयागे च गंगा सागर संगमे ।

गंगाया पुष्करे सेतौ गंगा द्वारे च नैमिषे।।

यद्दानं दियते शक्त्या तदानन्त्याय कल्पते। [167]

(یاتری جو کچھ اپنی حیثیت کے مطابق کروچھیتر، پریاگ، گنگا ساگر، سنگم گنگا، پشکر، سیتو بندھ، گنگادوار اور نیمش (नेमिष) میں دیتا ہے اسکو ہمیشہ ہمیشہ پھل (पुण्य) ملتا ہے۔)

دان کی طرح اِسنان بھی تیرتھ استھانوں پر انتہائی لازمی وضروری ہے اس لیے کہ بنا اسنان کے جسم کی پاکی اور صفائی اور نیک خیالات کا وجود نہیں پایا جاتا۔ اسی سے دل کو پاک وصاف کرنے کے لیے سب سے پہلے اسنان کی ہدایت ہے۔[168]

اخلاق وکردار: قدیم ہندو دھرم گرنتھوں نے تیرتھ یاترا سے مکمل ثواب (पूर्ण पुण्य) کے حصول کے لیے اعلیٰ اخلاقی اور روحانی صفات (उच्च नैतिक-आध्यत्मिक गुण) سے متصف ہونے پر بھی کافی زور دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ جس کے ہاتھ، پاؤں، دل نیک (सुसंयत) ومنظم ہیں، جس کو تعلیم، عبادت اور نیکی حاصل ہے وہی تیرتھ یاترا سے فائدہ لے سکتا ہے۔ مہابھارت میں ہے کہ:

यस्य हस्ती च पादौच च मनश्चैव सुसंयतम।

विद्या तपश्च कीर्तिश्च स तीर्थ फलम ऽनुते।।

परिग्रहा दुपावृतः सन्तुष्टोयेन केनचित्।

अहंकार निवृत्तश्च सतीर्थफलमऽनुते ।।

अकल्कको निरारम्भो लध्वाहारो जितेन्द्रियः।

विमुक्तः सर्व पापेभ्यः स तीर्थफलमऽनुतेः

अक्रोधनश्च राजेन्द्र सत्यशीलो दृढ़व्रतः ।

आत्मोपमश्च भूतेषु स तीर्थं फलमश्नुते ।। ١٦٩

(جس کے ہاتھ، پیر، دل پرہیزگار ہیں، جس کو علم، عبادت اور نیکی حاصل ہیں وہی تیرتھ یاترا سے مکمل پھل حاصل کرسکتا ہے۔ جو دان لینے سے دور رہتا ہے، جو کچھ مل جائے اس سے خوش رہتا ہے اور تکبر سے خالی ہے وہ تیرتھ پھل حاصل کرسکتا ہے۔ جو بغض وحسد (कपटाचरण) سے پاک ہے، مال کمانے کے نت نئے دھندوں سے خالی ہے، کم کھانے والا ہے، اپنے حواس (इन्द्रियां) پر صبر کے ذریعہ پاپوں سے دور رہتا ہے اور وہ بھی جو غصہ پینے والا، سچ بولنے والا، پختہ ارادے والا اور اپنی طرح ہی دوسروں کو جاننے ماننے والا ہے وہ تیرتھ یاترا سے مکمل فائدہ حاصل کرتا ہے)

مطلب یہ ہے کہ جو مذکورہ اوصاف واخلاق کا حامل نہیں ہے وہ صحیح معنی میں تیرتھ کا پھل نہیں پاسکتا ہے۔ یہی بات وایو پران (वायु पुराण) میں بھی کہی گئی ہے کہ:

तीर्थान्यनुसरन् धीरः श्रद्ध धानो जितेन्द्रिय

कृतपापो विशुध्येत किं पुनः शुभ कर्म कृत्।

अश्रद्द धानाः पाप्मानो नास्तिकाः स्थितसंशयाः।

हेतु द्रष्टा च पन्चैते न तीर्थफल भागिनः ।। ١٧٠

(برا کام کرلینے پر اگر عقل مند، عقیدت مند اور حواس پر قابو رکھنے والا شخص پاک ہوجاتا ہے تو اس کے بارے میں کیا کہنا جس کے اعمال اچھے ہوں۔ لیکن جو غیر عقیدت مند ہے، پاپی ہے، کافر (नास्तिक) ہے، تیرتھ پھل کے متعلق وہم والا ہے اور جو بیکار کی دلیلوں میں لگا ہوا ہے، یہ پانچوں تیرتھ پھل کے حقدار نہیں ہوتے)

دھرم گرنتھوں کی انہیں تعلیمات کی روشنی میں ہندو دھرم کے مہان پنڈتوں ومحققوں نے کہا ہے کہ: جو لوگ تیرتھ پر کیے گئے شرادھ (श्राद्ध) سے مکمل فائدہ لینا چاہتے ہیں ان کو غصہ، لالچ چھوڑ دینا چاہیے۔ نفس کشی (ब्रहमचर्य) کرنا چاہیے، صرف ایک بار کھانا چاہیے۔ زمین پر سونا چاہئے، سچ بولنا چاہیے، پاک صاف رہنا چاہئے اور سبھی جانداروں کی بھلائی کے لیے ہمیشہ

تیار رہنا چاہئے۔ ۱۷۱

تیرتھ کے کپڑے : (तीर्थिय वस्त्र) قدیم ہندو دھرم شاستروں میں تیرتھ کے کپڑوں کے لیے، بھی ایک خاص نظام پیش کیا گیا ہے، جس کے تحت تیرتھی کو تیرتھ یاترا کے موقع پر عام لباس نہیں پہنا چاہیے، اگرچہ دھرم گرنتھوں نے لباس (परिधान) کے متعلق جو احکام بیان کیے ہیں، اُن میں کافی حد تک اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وایوں پران میں تحریر ہے:

उद्यत श्चेद् गयां गन्तुं श्राद्धं कृत्वा विधानतः।

विधाय कार्पटिवेषं कृत्वा ग्रामं प्रदक्षिणम्।।

ततो ग्रामान्तरं गत्वा श्राद्धशेषस्य भोजनम्।। ۱۷۲

(گنیش (गणेश) گرھوں (ग्रह) اور نچھتروں (नक्षत्रा) کی پوجا کے بعد تیرتھی کو کارپٹی (कार्पटी) کا لباس استعمال کرنا چاہئے۔ یعنی اس کوتانبے کی انگوٹھی اور کنگن اور مثل زعفرانی (काषाय) رنگ کے کپڑے پہننا چاہئیں۔)

اس سلسلے میں پدم پران (पदमपुराण) نے تیرتھ استھانوں کی یاترا کرنے والے لوگوں کیلئے ایک مخصوص لباس (विशिष्ट परिघान) کی بات کہی ہے۔ جس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر پانڈورنگ وامن کانٹرے لکھتے ہیں کہ:

''تیرتھ چِنتامنی (तीर्थ चिन्तामणि) نے لکھا ہے کہ ایسا لباس (परिघान) تیرتھ یاترا کے وقت اور تیرتھوں میں ہی استعمال کرنا چاہئے نہ کہ روزانہ کے کام کاج میں اور بھوجن وغیرہ کے وقت میں۔ ۱۷۳

دھرم گرنتھوں میں مذکور خاص لباس (विशिष्ट परिधान) میں دھوتی کا بھی ایک اہم مقام ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ اس کو اولین درجہ حاصل ہے۔ اس لئے کہ قدیم آریائی تہذیب (आर्यसभ्यता) اور ویدکی (वेदिकी) عہد کے مطابق قدیم ھندوؤں نے سلائی وغیرہ کا کام جانتے ہوئے بھی کبھی سلے ہوئے کپڑے کو اہمیت نہیں دی بلکہ بنا سِلے کپڑوں کا استعمال کرنا ہی اپنا زندگی کا معمول بنایا۔ اور یہی انکی خانگی، سماجی و مذہبی زندگی کا امتیازی طریقہ رہا۔ آج بھی ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہوئے بھارت کی بہت سی ھندو قوموں اور صوبوں

جیسے بنگال اور اڑیسہ وغیرہ کے علاقوں میں دیہاتی لوگ سلا ہوا لباس نہیں پہنتے بلکہ دھوتی یا چادر کا استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ پنڈت رگھونندن شرما (पण्डित रघुनन्दन शर्मा) لکھتے ہیں:

''خاندانی آریوں میں اب تک جماعتی طعام (पंक्ति भोजन) دیو پوجا یا یگ وغیرہ کے وقت اور یگو پویت (यज्ञोपवीत) وغیرہ سنسکاروں کے وقت سلے ہوئے لباس کا استعمال نہیں ہوتا۔ دیو پوجا (देवपूजन) کے وقت اگر کوئی سلا ہوا کپڑا پہنے ہوتا ہے تو اس کا بٹن کھلوا دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ شادی بیاہ کے وقت دولھا اور دولہن کو کپڑا (वस्त्र) اور قائم مقام کپڑا (उपवस्त्र) ہی دینے کا ضابطہ ہے۔ سلا ہوا لباس دینے کا نہیں۔ کپڑا اور قائم مقام کپڑا (वस्त्र और उपवस्त्र) کا جدید نام دھوتی (धोती) اور اُپرنا (उपर्ना) ہے۔ ۱۷۴

مختصر یہ کہ بنا سلا لباس یا دھوتی قدیم ھندو شاستروں کے مطابق بہت مبارک لباس ہے اسی وجہ سے پوجا و تیرتھ وغیرہ کے موقع پر اس کو خاص طور سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور آج بھی یہ لباس ھندوؤں میں اتنا مقدس و اہم مانا جاتا ہے کہ لوگ اپنی قدیم تہذیب و روایت سمجھتے ہوئے اس کو پہن کر فخر محسوس کرتے ہیں۔ آج یہ لباس مردوں میں دھوتی اور عورتوں میں ساڑی کی حیثیت سے مشہور و رائج ہے۔

بال کٹانا یا منڈانا: (मुण्डन)۔ تیرتھ استھان پر جانے والے تیرتھی یا زائر کو ھندو دھرم گرنتھوں نے بال کٹانے یا سر منڈوانے کا بھی حکم دیا ہے اور اسکے مختلف فوائد و فضائل بیان کئے ہیں۔ حالانکہ تیرتھ یاترا کے وقت منڈن کرانے کے سلسلے میں سبھی ھندو دھرم شاستر آچاریہ (धर्म शास्त्राचार्य) و محققین یک رائے و ہم خیال نہیں ہیں لیکن اکثر اسی طرف گئے ہیں کہ تیرتھوں پر منڈن و بال ضرور کٹانا چاہئے۔

منڈن اور بال کٹانے کے تعلق سے ہندو دھرم گرنتھوں میں جو منتر و اشلوک پائے جاتے ہیں ان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس بارے میں دھرم گرنتھوں و دھرم آچاریوں کے نزدیک اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن زیادہ تر اختلاف اس بات کو لیکر ہے کہ کس تیرتھ پر بال کٹانا اور منڈن کرانا چاہئے اور کہاں نہیں کرانا چاہئے۔ جملہ دلائل و حوالہ جات کا اگر بنظر عمیق جائزہ لیا جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ بال کٹانا یا منڈن کرانا تیرتھ کا ایک خاص حصہ (भाग) ہے، جس کو

ادا کرنا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ آج لاکھوں ھندو تیرتھی تیرتھ کے موقع پر عظیم نیکی (महापुण्य) سمجھ کر خاص طور سے منڈن کراتے ہیں بلکہ منڈن کے لئے اکثر تیرتھوں پر جاتے ہیں۔

تیرتھوں پر منڈن (मुण्डन) کرانے کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے دھرم شاستروں نے کہا ہے کہ:

मुण्डनं चोपवासश्च सर्वतीर्थेष्वयं विधिः ।

वर्जयित्वा कुरुक्षेत्रं विशालां विरजां गयामा ।। ۱۷۵

(کروچھیتر، وِشالِکا، (बदरिका) وِرجا (विरजा) اور گیا کو چھوڑ کر بھی تیرتھوں میں منڈن اور اُپواس کا عمل (कृत्य) ضرور کرنا چاہئے۔)

तीर्थोपवासः कर्तव्यः शिरसो मुण्डनं तथा।

शिरोगतानि पापानि यान्ति मुडन्तो यतः। ۱۷۶

(تیرتھ کے موقع پر اُپواس (उपवास) اور سر کا مُنڈن عمل کرانا چاہئے۔ اور پاپوں سے نجات (मुक्ति) پانے کے لئے بھی منڈن کرانا چاہئے۔)

मनुष्याणां तु पापानि तीर्थानि प्रतिगच्छताम।

केशानाश्रित्य निष्ठन्ति तस्मात्तद्वपनं चरेत् ।। ۱۷۷

उपवास दिने मुण्डनमपि। प्रयागे तीर्थयात्रायां पितृ मातृवियोगतः।

कचानां वपनं कुर्याद वृथा न विकचो भवेत ।۱۷۸

(پریاگ میں تیرتھ یاترا پر، ماں یا باپ کی موت پر بال کٹانا چاہئے۔ لیکن بنا سبب نہیں کٹانا چاہے۔)

اس طرح مذکورہ بالا اشلوکوں کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ تیرتھوں کے موقع پر بال منڈن کرانا چاہئے۔ اور یہ حکم صرف مردوں کیلئے نہیں بلکہ عورتیں بھی اس میں شامل ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مردوں کے لئے منڈن کا حکم ہے اور عورتوں کیلئے ایک دو اُنگل برابر بال کٹانے کا۔ چنانچہ اسمرتیوں (स्मृति) میں مذکور ہے:

"عورت کا منڈن عمل (मुण्डन कृत्य) بالوں کی صرف دو اُنگل لمبائی میں ہوتا ہے"۔ ۱۷۹

مہان ھندو محقق ڈاکٹر پانڈرونگ وامن کانٹرے نے بھی یہی بات کہی ہے:

''عورتوں کو بال نہیں کٹانا چاہئے بلکہ بھی بالوں کو اٹھا کر انکا تین انگل لمبا اگلا حصہ کاٹ لینا چاہئے۔'' ۱۸۰

بعض قدیم دھرم شاستروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک تیرتھ استھان کی کچھ نہ کچھ مخصوص چیزیں ہیں لہٰذا ان کو ان کے اصل مقام پر انجام دینا چاہئے، جیسے:

प्रयोग वपनं कुयदि गयायां पिण्डपानतम।

दानं दद्यात कुरूक्षेत्रे बाराणस्यां तनुं त्येजेत।।

किं गया पिण्ड दानेन काश्यां व मरणेन किम् ।

किं कुरूक्षेत्रे दानेन प्रयागे वपनं यदि।। ۱۸۱

(پریاگ میں وپن (मुण्डन) کرانا چاہئے، گیا میں پنڈ دان، کروچھیتر میں دان اور وارانسی میں مذہبی (क मिना) خودکشی کرنا چاہئے۔ اگر کسی نے پریاگ میں وپن (वपन) کرالیا ہے تو اس شخص کے لیے گیا میں پنڈ دان، کاشی میں موت، یا کروچھتر میں دان کرنا زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔) ۱۸۲

خودکشی (आत्महत्या): موت ایک ایسی زندہ حقیقت ہے جو ہر صورت میں ہر شخص سے ضرور ملاقات کرے گی۔ اب اگر یہ موت کسی تیرتھ استھان پر واقع ہو جائے تو کیا کہنا؟ ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق وہ سورگ (स्वर्ग) کا حقدار ہو جائے اور پاپوں سے ہمیشہ کیلئے نجات (मुक्ति) پا جائے۔ اس سے کوئی غرض نہیں کہ تیرتھ استھانوں پر موت قدرتی طور پر واقع ہو یا خودکشی کی صورت میں عام طور پر یہی قول مشہور و معروف ہے کہ قدیم ھندو دھرم گرنتھوں کی روشنی میں خودکشی (अत्महत्या) کرنا پاپ ہے اور قتل (हत्या) کرنا اور خودکشی (आत्महत्या) کرنا دونوں یکساں گناہ ہیں لیکن بعض معتبر و مستند حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر قدرتی طور پر موت واقع نہ ہو تو تیرتھ استھانوں پر خودکشی (आत्महत्या) کرنا چاہئے تاکہ تیرتھی پاپوں سے مکت اور سورگ کا حقدار ہو جائے۔ چنانچہ مہابھارت میں نصیحت کی گئی ہے:

न वेद वचनात्तात न लोकवचनादपि।

मतिरू क्रमणी या ते प्रयाग मरणं प्रति।। ۱۸۳

(تمہیں وید وچن (वेद वचन) اور لوک وچن (लोकवचन) کے منع کرنے پر بھی پریاگ میں جان دینے (प्राण त्याग) کے جذبے سے دور نہیں رہنا چاہئے۔)

اسی طرح پرانوں (पुराण) میں تیرتھوں پر موت واقع ہونے یا خودکشی کرنے کی اہمیت وفضیلت کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

(۱)''وہ مقام (लक्षय) جو یوگی انسان یا سینا سی شخص کو حاصل ہوتا ہے اس کو بھی ملتا ہے جو گنگا، یمنا کے سنگم پر جان دیتا ہے۔ جو بھی کوئی جان کر یا انجان میں گنگا میں مرتا ہے وہ سورگ میں جنم لیتا ہے۔ اور نرک (नर्क) نہیں دیکھتا۔ ۱۸۳؎

(۲)''ہزاروں جنموں کے بعد نجات (मोक्ष) مل سکتی ہے یا نہیں بھی مل سکتی، لیکن ایک ہی جنم سے کاشی میں موکچھ (मोक्ष) مل سکتا ہے۔ ۱۸۴؎

(۳)''جانے انجانے یا چاہے ان چاہے اگر کوئی گنگا میں مرتا ہے تو مرنے پر سورگ (स्वर्ग) اور موکچھ (मोक्ष) پاتا ہے۔ ۱۸۵؎

(۴)''جو اس مقدس مقام (पवित्र स्थल) میں کسی طرح جان دیتا ہے اس کو خودکشی (आत्महत्या) کا پاپ نہیں لگتا اور وہ انمول پھل پاتا ہے۔ ۱۸۶؎

(۵)''اگر کوئی برھمن شری شیل (श्रीशैल) پر خود کو مار ڈالتا ہے تو وہ اپنے پاپوں کو کاٹ ڈالتا ہے اور موکچھ (मोक्ष) پاتا ہے۔ جیسا کہ وارانسی میں ایسا کرنے سے ہوتا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ۱۸۷؎

(۶) جو لوگ اعلیٰ مقام (पुरूषोत्तमक्षेत्र) میں پیڑ (वर वृक्ष) پر چڑھ کر یا ساگر (समुन्द) کے بیچ میں جان دیتے ہیں وہ بنا کسی وہم و شک کے موکچھ (मोक्ष) حاصل کرتے ہیں۔ جو انسان جانے یا انجانے میں اعلیٰ سفر (पुरूषोत्तम) کے راستے میں یا شمشان میں یا جگناتھ کے گرہ منڈل میں یا رتھ (रथ) کے راستے میں یا کہیں بھی جان دیتے (प्राण त्याग) ہیں وہ نجات (मोक्ष) پاتے ہیں۔ اس لئے نجات و کامیابی کے متمنی و طلب گار کو اس تیرتھ پر ساری کوششوں سے جان دینا چاہئے۔ ۱۸۸؎

مذکورہ بالا اشلوکوں کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ھندو دھرم کے مطابق تیرتھ استھانوں پر جان دینا، خودکشی کرنا انتہا درجہ کی اہمیت وفضیلت رکھتا ہے۔

حج اور تیرتھ کی بعض ملی جلی باتیں

اسلامی حج وزیارت اور ھندوؤں کے تیرتھ میں عقائد وقواعد اور اصول واحکام کے اعتبار سے حددرجہ مغائرت ہونے کے باوجود بعض چیزیں ایسی بھی پائی جاتی ہے جو ایک دوسرے سے کافی ملتی جلتی نظر آتی ہیں جیسے:

(۱) اسلامی نقطہ نظر سے حج کے موقع پر دو بناسلی چادروں کا خاص لباس پہنا جاتا ہے۔ ایک تہبند کی صورت میں اور دوسرا چادر کی شکل میں جس کو احرام کہا جاتا ہے۔ اور ہندو بھی ہزاروں سال قبل سے تیرتھ کے موقع پر بناسلا لباس استعمال کرتے رہے ہیں اور یہ بناسلا لباس ان کے یہاں اتنا مقدس مانا گیا ہے کہ آج عام زندگی میں وہ دھوتی اور ساڑی کی شکل میں رائج ہے۔

(۲) حج وعمرہ کے موقع پر مسلمانوں کے لیے بال کٹانا ضروری اور منڈانا بہتر ہے اور ھندودھرم گرنتھوں نے بھی تیرتھی مردوعورت کو بال منڈانے وکٹانے کا حکم دیا ہے جوکہ ہندو سیکڑوں سال پہلے سے تیرتھ استھانوں پر کرتے چلے آرہے ہیں۔ عورتوں کے لئے اسلام میں بالوں کی لڑی سے تھوڑے سے بال کٹانے کا حکم ہے اور ہندودھرم میں بھی ایک یا دوانگل برابر بال کٹانے کا حکم ہے۔

(۳) دین اسلام کے مطابق حج یا عمرہ کے موقع پر جب کہ حاجی احرام کی حالت میں ہو ان کو ایسے جوتے یا چپل پہننے کی اجازت نہیں کہ جس سے پاؤں کا اوپری حصہ ڈھک جائے۔ اس لئے ھوائی چپل موجودہ زمانے میں اس مقصد کے لئے پہنے جاتے ہیں تاکہ چلنے میں دشواری بھی نہ ہو اور پاؤں کا اوپری حصہ بھی کھلا رہے۔ اور ہندو بھی ہمیشہ سے تیرتھ کے موقعوں پر لکڑی کی ایسی کھڑاؤں پہنتے آرہے ہیں کہ جن کے اوپر کوئی پٹی نہیں ہوتی بلکہ صرف لکڑی کا کھونٹی نما انگوٹھا ہوتا ہے۔

(۴) اسلامی مساجد کی تعمیر پورب اور پچھم یعنی قبلہ رخ ہوتی ہے اور بڑے بڑے مندروں کا بھی انداز تعمیر چاہے وہ نئے ہوں یا پرانے پورب اور پچھم جانب ہی ہوتا ہے۔ مسلمان مسجد کا رخ پچھم کی طرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہی کعبے و قبلے کا رخ ہے۔ کہیں ھندو بھی اپنے مندروں کا یہی رخ اسلیئے تو مقرر نہیں کرتے کہ انکا اس کعبے سے قدیم تعلق ہے اور یہ ان کا بھی مہان تیرتھ استھان ہے جسے وہ آج امتداد زمانہ اور حالات کے تغیر وتبدل کے سبب فراموش کر چکے ہیں۔

(۵) دینِ اسلام کے عظیم اکابرین و اولیاء کاملین اور عام مومنین کی قبور و مزارات کا رخ شمال و جنوب (उत्तर-दक्षिण) ہوتا ہے اور ھندوؤں کی چتا و سمادھی کا رخ بھی یہی ہوتا ہے۔ کہیں یہ دنیا کہ پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام اور ہندوستان کے اولین مذھب اسلام سے دیرینہ تعلق کا نتیجہ تو نہیں ہے جسے وہ آج بھول گئے ہیں۔

(۶) اسلامی حج وزیارت کے جملہ مقدس مقامات اگر چہ اللہ کے مختلف محبوب بندوں اور مخصوص روحانی صفات سے متصف اشیاء و مقامات اور شعائر سے وابستہ ہیں لیکن ہر مقام پر عبادت و بندگی صرف اور صرف خدائے وحدہ لاشریک کی ہوتی ہے کیونکہ یہی اسلامی مقدس کتاب قرآن وحدیث کا حکم ہے اسی طرح ہندوؤں کو بھی ہر مقام و ہر جگہ ایک ہی ایشور کی پوجا کرنا چاہئے۔ کیونکہ مہان ھندو دھر گرنتھوں، ویدوں اور اپنشدوں کی بھی یہی ہدایت و نصیحت ہے کہ:

एकं ब्रहम द्वितीय नास्ते नेह न नास्ते किंचन्।

(ایشور ایک ہے دوسرا نہیں ہے نہیں ہے ذرا سا بھی نہیں ہے۔)

مختصر یہ کہ اسلامی ارکان یعنی توحید و رسالت، نماز، روزہ، زکوۃ و حج اور ھندوؤں کے عقیدۂ ایکشورواد (एकेश्वरवाद) اوتارواد، (अवतारवाद) شستانگ، ورت واپواس، دان اور تیرتھ وغیرہ میں بہت سی ایسی چیزیں و باتیں ہیں جو قدرے مشترک نظر آتی ہیں۔ اسی یکسانیت و مماثلت سے متاثر ہو کر ایک ھندو محقق جناب راجندر نارائن لال (राजेन्द्र नारायण लाल) نے بڑی عمدہ بات کہی ہے کہ:

''اسلام کے پانچوں احکام قدیم ھندو دھرم میں پائے جاتے ہیں بھلے ہی اس میں یہ اصول بکھرے ہوں، جٹل بنا دیئے گئے ہوں یا دوسرے طریقے سے ان پر پردہ پڑ گیا ہو۔[189]

☆☆☆

حوالہ جات

١ دائرہ معارف اسلامیہ اردو۔ص:٦٠٨، ٥٣٤ بعنوان لفظ حج

٢ دائرہ معارف اسلامیہ اردو۔ص:٦٠٨ بعنوان لفظ حج

٣ صحیح بخاری، کتاب الایمان: باب بنی الاسلام علی خمس :١/٢١۔حدیث ٨

٤ سورۂ آل عمران آیت نمبر ٩٦، ٩٧۔

٥ سورۃ البقرہ، آیت نمبر ١٩٧۔

٦ سورۃ البقرہ، آیت ١٩٦۔

٧ صحیح مسلم شریف، کتاب الحج: باب فرض الحج مرۃ فی العمر۔ ٢ / ٩٧٥ حدیث۔ ١٣٣٧

٨ سورۂ آل عمران، آیت ٩٧۔

٩ ترمذی شریف، کتاب الحج: باب ماجاء فی التغلیظ فی ترک الحج ٣/٢٧١

٩/٢ بہارِ شریعت، حصہ ٦/ص: ٧ تا ٩

١٠ سورہ الحج آیت ٢٧، ٢٨۔

١١ سورہ البقرۃ، آیت ١٢٥، ١٢٦۔

١٢ سورۂ آل عمران، آیت ٩٦، ٩٧۔

١٣ سورۂ مائدہ، آیت ٩٧

١٤ سورۃ العنکبوت، آیت ٢٠

١٥ سورۃ الحشر۔آیت ٢

١٦ صحیح بخاری۔ابواب العمرہ، باب قول اللہ تعالٰی ''فلا رفث'' ٢/ ٦٤٥ حدیث ١٧٢٣۔ ١٧٢٤

17 صحیح بخاری۔ابواب العمرہ، باب وجوب العمرۃ وفضلھا ۲/۶۲۹ الحدیث ۱۶۸۳
18 سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک: باب فضل دعاء الحج ۲/۱۹ الحدیث ۲۸۹۲
19 ترمذی شریف۔ کتاب الحج، باب فضائل الحج
20 صحیح بخاری شریف: کتاب المناسک۔باب فضل الحج المبرور۔حدیث ۱۴۲۳
21 بیہقی شعب الایمان، سنی فضائل اعمال ص ۳۶۹، فضائل حج ص ۳۰
22 فضائل حج ص ۲۵ بحوالہ الترغیب رواہ البزار۔
23 سورۂ آلِ عمران، آیت ۹۷
24 سورۃ البقرہ، آیت ۲۴
25 سورۃ المنافقون، آیت ۹
26 سنن ترمذی۔کتاب الحج: باب ماجاء فی التغلیظ فی ترک الحج ۳/۱۷۶ الحدیث: ۸۱۲
27 فضائل حج ص ۳۷ بحوالہ تفسیر ابن عباس کنز
28 فضائل حج ۳۹ بحوالہ الترغیب وابی ہریرۃ کمافی الکنز
29 ابوداؤد شریف۔کتاب الحج
30 سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۸
31 سورۃ الحج، آیت ۲۹
32 سورۃ البقر، آیت...... ۱۵۸
33 سورۃ البقرہ، آیت ۱۹۸
34 سورۃ الحج۔آیت ۲۹
35 صحاح ستہ، کتاب الحج
36 دائرۃ المعارف الاسلامیہ ص ۵۳۴ بعنوان لفظ زیارت
37 سورۃ النساء، آیت ۶۴
38 خزائن العرفان فی تفسیر القرآن سورۂ نساء آیت ۶۴؛ فضائل حج ص ۱۳۱
39 سورۃ البلد، آیت ۱ تا ۲

۴۰ الطبرانی فی المعجم الکبیر۔ ۱۲/ ۲۰۶ ۴، حدیث۔ ۱۳۴۹۶ ؛بیہقی فی شعب الایمان ۳/ ۸۹ ،الحدیث رقم ۴۱۰۴

۴۱ راحت القلوب (اردو) ص ۲۰۴

۴۲ راحت القلوب (اردو) ص ۲۰۵

۴۳ سنی تاریخ مدینہ منورہ ص ۱۴۲

۴۴ راحت القلوب (اردو) ص ۲۰۶

۴۵ راحت القلوب (اردو) ص ۲۰۷

۴۶ راحت القلوب (اردو) ص ۲۰۶

۴۷ سنی تاریخ مدینہ منورہ ص ۱۴۴

۴۸ صحیح بخاری شریف: کتاب فضائل المدینہ۔ باب: المدینۃ تنفی الخبث ۲/ ۶۶۶۔ حدیث ۱۷۸۶

۴۹ صحیح بخاری شریف: کتاب الجمعہ باب: فضل مابین القبر والمنبر ۱/ ۳۹۹ حدیث۔ ۱۱۳۸

۵۰ صحیح مسلم شریف: کتاب الحج: باب فضل المدینہ ودعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲/ ۹۹۲ حدیث ۱۳۶۲

۵۱ صحیح مسلم: کتاب الحج: باب الترغیب فی سکنی المدینہ، ۲/ ۱۰۰۴، حدیث ۱۳۷۸

۵۲ وفاء الوفاء جلد ۱۔ ص ۴۱۵، تاریخ مدینہ منورہ ص ۱۵۷

۵۳ اخرجہ الخوارزمی فی جامع المسانید للامام ابی حنیفۃ ۔ ۲/ ۱۹۹ و مالک فی الموطاء، ۲/ ۴۸۵ حدیث۔ ۱۰۳۱

〃 النسائی فی السنن: کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور ۴/ ۸۹ حدیث۔ ۲۰۳۳

۵۴ صحیح مسلم شریف کتاب الجنائز باب استئذان النبی ﷺ فی زیارۃِ قبر اُمِّہ ۲/ ۶۷۲ حدیث۔ ۹۷۷

۵۵ سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز باب: ماجاء فی زیارۃِ القبور۔ ۱/ ۵۰۱ الحدیث رقم۔ ۱۵۷۱

۵۶ فضائل حج ص ۱۲۹

۵۷ منتھی المقال فی شرح حدیث لاتشدّ الرِّحال ص ۳۵

۵۸ انفاس العارفین ص ۱۰۷

۵۹ شمائم امدادیہ ص ۱۶۱

۶۰ شمائم امدادیہ ص ۱۵۶

۶۱ شمائم امدادیہ ص ۱۶۷

۶۲ भार्गव हिन्दी शब्द कोष पृ0 251, संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ0 431

۶۳ संस्कृत हिन्दी शब्द कोष पृ0 431

۶۴ स्कन्द पुराण ;1. 2. 13. 10

۶۵ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1301

۶۶ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 33 पृ0 1301

۶۷ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 33 पृ0 1299

۶۸ سورۂ آل عمران، آیت ۹۶

۶۹ بیرونی کا ہندوستان ص ۲۴۴

۷۰ विष्णु धर्मोत्तरपुराण ;3. 273. 7 और 9

۷۱ महाभारत वन पर्व ;82-16. 17

۷۲ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-3 पृ0 1299. 1300

۷۳ अथर्ववेद ;1. 33. 1

۷۴ ऋग्वेद ;7. 49. 1

۷۵ ऋग्वेद ;7. 49. 1

۷۶ वायु पुराण 77. 1. 17

۷۷ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1304

۷۸ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1304

۷۹ गौतम बौध धर्म सूत्र ;19. 14 वसिष्ठ धर्म सूत्र ;22. 12

۸۰ कूर्म पुराण ;2. 37. 49-50

۸۱ वामन पुराण ;34. 3-5

۸۲ गौतम बोद्य धर्म सूत्र ;19. 14

۸۳ महाभारत वन पर्व ;82. 33-34

۸۴ تاریخ مکہ مکرمہ ص ۹۴ ج ۲

۸۵ تاریخ مکہ مکرمہ ص ۹۶ ج ۲

۸۶ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1396. 1398

۸۷ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1308. 1309

۸۸ विष्णु पुराण 2-82-120. 121

۸۹ कूर्म पुराण ;1. 39. 8

۹۰ मत्स्य पुराण 106. 45 ए पदमपुराण 5. 60. 120

۹۱ नारदीय पुराण उत्तर 38-39

۹۲ मत्स्य पुराण 181-23. अग्नि पुराण 1122-3 कूर्म पुराण 12-31-35

۹۳ मत्स्य पुराण 182ध16. 17 स्कन्द पुराण काशी खण्ड 25-67

۹۴ लिंग पुराण (पूर्वार्ध 92ध143

۹۵ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1345

۹۶ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1345

۹۷ पदम पुराण (आदिखण्ड 29-46. 47

۹۸ वराह पुराण (152-8और11

۹۹ हरिवंश पुराण (विष्णु पर्व 57-2. 3

۱۰۰ महाभारत वन पर्व ; 83-202

۱۰۱ महाभारत वन पर्व ; 82-26. 27

۱۰۲ पद्मपुराण (पांचवां खण्ड 27-78

۱۰۳ महाभारत वन पर्व ; 82-33. 34

۱۰۴ वायु पुराण ;105-14. 15

۱۰۵ شرادھ۔فوت شدہ آباؤ اجداد یا عزیزوں کی ارواح کی تسکین و فائدے کے لئے کیا جانے والا مذہبی عمل یا رسم۔

۱۰۶ वायु पुराण ;105. 10

۱۰۷ वायु पुराण ;105. 46 अग्नि पुराण ;116. 28

۱۰۸ मत्स्य पुराण ;109. 15 स्कन्द पुराण काशी खण्ड ;7. 45

۱۰۹ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1326

۱۱۰ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1326

۱۱۱ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1327

۱۱۲ मत्स्य पुराण ;1112-4. 10; कूर्म पुराण -;1-36-23. 26

۱۱۳ मत्स्य पुराण ;105-13. 14

۱۱۴ महाभारत वन पर्व ;82-82-83-77

۱۱۵ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-3 पृ0 1372

۱۱۶ महाभारत वन पर्व ;83. 2

۱۱۷ नारदीय पुराण (उत्तर 2-64-23. 24)

۱۱۸ मत्सय पुराण ;110-7 नारदीय पुराण (उत्तर 63-53. 54

۱۱۹ महाभारत वनपर्व ;83-202

۱۲۰ ब्रहमपुराण ;25-7. 8

۱۲۱ भारत में कौमी एकता की परम्पराएँ पृष्ठ-5

۱۲۲ भारत में कौमी एकता की परम्पराएँ पृष्ठ-5

۱۲۳ تفسیر دُر منثور جلد اول ص ۵۶۔۵۷،تاریخ مکہ مکرمہ جلد ۲،ص:۳۲

۱۲۴ فتح الباری شرح بخاری جلد۔۶ ص ۳۱۴۔

۱۲۵ دجنا: غالباً دکھنا یا دکھن کا عربی تلفظ ہے،جو ہندوستان کے جنوبی حصے کا مشہور نام

ہے۔زبان کے بدلنے سے لفظوں کا تبدیل ہونا ایک عام بات ہے۔

۱۲۶ تفسیر درمنثور جلد اول

۱۲۷ اگراب بھی نہ جاگے توص ۵۱۔

۱۲۸ भारत में कौमी एकता की परम्पराएँ पृष्ठ-4

۱۲۹ नराशंस और अन्तिम ऋषि पृ0 68 ता 72

۱۳۰ आपकी अमानत आपकी सेवा में पृ0 20

۱۳۱ ऋग्वेद (1-163-1)

۱۳۲ संसकृत हिन्दी शब्द कोष पृ0 1045-807-468

۱۳۳ भविष्य पुराण प्रतिसर्ग, पर्व 3, खण 3, अध्याय 3 शलोक 5

۱۳۴ भागवत पुराण स्कन्ध 12 अध्याय 2 शलोक 18

۱۳۵ कल्कि पुराण अध्याय 2 शलोक 4

۱۳۶ कल्कि अवतार और मोहम्मद पृ0 16-17

۱۳۷ سورۃ البقرہ آیت ۱۲۶، سورۃ النحل آیت ۳۵، سورۃ آلِ عمران آیت ۹۸۔

۱۳۸ تاریخ مکہ مکرمہ ص ۲۲

۱۳۹ تاریخ مکہ مکرمہ ۲۱۔

۱۴۰ سورۃ البلد۔آیت ۱، ۲، ۳

۱۴۱ تاریخ مکہ مکرمہ ۲۶

۱۴۲ تاریخ مکہ مکرمہ ۲۵

۱۴۳ سورۂ آل عمران آیت ۹۶ جلالین شریف پارہ ۴ رکوع ۱۔

۱۴۴ دین حق کی تحقیق۔ص: ۱۰۶

۱۴۵ कल्कि अवतार और मुहम्मद साहब पृ0 17-18-31-32-

۱۴۶ आपकी अमानत आपकी सेवा में पृ0 24

۱۴۷ अथर्ववेद काण्ड 10 सूक्त 2 मन्त्र 28

۱۴۸ अथर्ववेद काण्ड 10 सूक्त 2 मन्त्र 30

۱۴۹ अथर्ववेद काण्ड 10 सूक्त 2 मन्त्र 31

۱۵۰ अथर्ववेद काण्ड-10 सूक्त-2 मन्त्र-29

۱۵۱ अथर्ववेद काण्ड-10 सूक्त-2 मन्त्र-32

۱۵۲ अथर्ववेद काण्ड-10 सूक्त-2 मन्त्र-33

۱۵۳ تاریخ مکہ مکرمہ جلد ۲ ص ۱۰۴۔۱۰۵

۱۵۴ سورۃ البقرہ آیت نمبر۔۱۵۰

۱۵۵ سورۃ البقرہ آیت نمبر۔۱۴۸

۱۵۶ الطبرانی فی المعجم الکبیر،۱۱/ ۲۰۰،الحدیث:۱۱۴۹۰

۱۵۷ تاریخ مکہ مکرمہ جلد ۲ ص ۳۵۰

۱۵۸ تاریخ مکہ مکرمہ جلد ۲۔ص ۳۳۸۔۳۳۹

۱۵۹ صحیح بخاری کتاب: فضائل المدینہ باب: لا یدخل الرجال المدینۃ ۲/ ۴۴۵ الحدیث:۱۷۸۲۔

۱۶۰ الترمذی فی السنن: کتاب الحج۔باب: ماجاء فی فضل الحجر الاسود۔ ۳/ ۲۲۶،الحدیث:۸۷۸

۱۶۱ سنن ابن ماجہ: کتاب المناسک: باب فضل دعا الحج ۲/ ۱۹ الحدیث: ۲۸۹۲۔

۱۶۲ تاریخ مکہ مکرمہ جلد۔ ۲ ص ۱۰۷

۱۶۳ स्कन्द पुराण (काशीखण्ड, 6/ 56-57), ब्रहमपुराण (76/18-19), पदम् पुराण (उत्तर, 237/36-38)

۱۶۴ ब्रहमपुराण 57/7-8 नारदीय पुराण, उत्तर 55/18-19

۱۶۵ گذرے ہوئے آباؤاجداد کی تسکین کے لیے اَنجلی میں پانی بھر کر جل دان کرنے کا عمل۔

۱۶۶ मत्स्य पुराण 105/13-14-

۱۶۷ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग -3 पृ0 1329

۱۶۸ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग -3 पृ0 1329

۱۶۹ महाभारत वन पर्व 82/9-12, महाभारत अनुशासन पर्व 108/3-4

١٧٠ वायु पुराण 77 125 127

١٧١ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1357

١٧٢ वायु पुराण 110/2.3

١٧٣ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग-3 पृ0 1313

١٧٤ वैदिक सम्पत्ति पृ0 652

١٧٥ वायु पुराण 105/25, नारदीय पुराण उत्तर 62/45

١٧٦ पदम पुराण (उत्तर: 237/45)

١٧٧ पदम पुराण (पाताल: 19/21)

١٧٨ नारदीय पुराण (उत्तर 62/28)

١٧٩ याज्ञ वल्क्य स्मृति (3/263-264), आपस्तम्ब स्मृति श्लोक (1/33-34)

١٨٠ धर्म शास्त्र का इतिहास भाग 3 पृ0 1314

١٨١ नारदीय पुराण (श्लोक -उत्तर 63/103-104)

١٨٢ महाभारत (वनपर्व 85/83)- नारदीय पुराण (उत्तर 63/129)

١٨٣ कूर्म पुराण (1/32-22)

١٨٤ कूर्म पुराण (1/32-22)

١٨٥ पदम पुराण (60/65 सृष्टि)

١٨٦ स्कन्दपुराण (काशी खण्ड 22/76)

١٨٧ लिंग पुराण (पूर्वार्ध 92/168/169)

١٨٨ ब्रहमपुराण (177/16,17, 24और 25)

١٨٩ इस्लाम एक स्वयं सिद्ध ईश्वरीय जीवन व्यवस्था पृ033

☆☆☆

اخلاق واقدار

اسلامی اخلاق واقدار

دین اسلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اخلاقِ حسنہ پر بہت زور صرف کیا ہے اور اس کے لئے جو اخلاقی قدریں متعین کی ہیں وہ انتہائی بلند اہمیت اور بنیادی حیثیت کی حامل ہیں۔ اگر یوں کہا جائے تو بہتر ہوگا کہ دین وایمان اور اخلاق حسنہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے، جس کا ایمان جتنا زیادہ کامل ہوگا اس کے اخلاق بھی اتنے ہی عمدہ ہونگے۔ گویا کہ اخلاق معیار وکسوٹی ہے جس سے ایمان کا درجہ متعین ہوتا ہے اور انسان کے کھرے وکھوٹے پن کی جانچ ہوتی ہے، اور اخلاق ہی انسان کی وہ باطنی و پوشیدہ طاقت ہے کہ جس کی وجہ سے انسان افعال نیک وبد بنا سوچے سمجھے بھی انجام دیتا ہے۔ یہ قوت اتنی مستحکم ومضبوط ہوتی ہے اور انسان پر اس کا دباؤ اتنا سخت ہوتا ہے کہ اس قوت کے اعتبار سے جاری ہونے والے اچھے اور برے کاموں میں ارادہ کا بہت کم دخل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی انسان برائی کا ارادہ کرتا ہے اور کسی برے کام کا پختہ قصد کر لیتا ہے کہ اس کو انجام دے کر رہے گا مگر اس کی ذات میں پوشیدہ ایک اخلاقی طاقت اس کو روک دیتی ہے اور برائی اس سے سرزد نہیں ہو پاتی ہے۔ اس کے بر خلاف بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نیک عمل کا مضبوط ارادہ کرنے کے بعد بھی نہیں کر پاتے ہیں۔ اخلاق کا مذکورہ بالا معنی ومفہوم عمدہ ورذیل دونوں قسم کے اخلاق کو شامل ہے لیکن عمدہ اخلاق یا اخلاق حسنہ انسان کی اس فطری وطبعی اور مستحکم قوت کا نام ہے کہ جس سے اعمال حسنہ وعمدہ افعال بآسانی صادر ہوتے ہیں۔ امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

''خُلق نفس کی اس ہیئت راسخہ کا نام ہے جس سے تمام اخلاق بلا تکلف صادر ہوں۔ اگر افعال عقلاً وشرعاً عمدہ اور قابل تعریف ہوں تو اس حیثیت کو خلق اور اگر برے اور قابل مذمت

ہوں تو اسے خُلق بد کہتے ہیں۔''[1]

لفظ ''اخلاق'' صیغۂ جمع ہے اور اس کا واحد لفظ ''خلق'' ہے جس کے مختلف معانی ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ:

''خَلق اور خُلق دونوں کی اصل ایک ہے لیکن خَلق کا لفظ ان ہیئات واشکال اور صورتوں کے لئے مخصوص ہے کہ جن کا آنکھ کے ذریعہ ادراک کیا جاتا ہے اور خُلق کا لفظ ان قوتوں اور خصلتوں کے لئے خاص ہے جن کا بصیرت کے ساتھ ادراک کیا جاتا ہے۔''[2]

اخلاق کے معنیٰ ومفہوم کے تعلق سے ذکر کردہ دونوں حوالہ جات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ وہ اعمال وافعال جو کسی وقتی وعارضی جذبہ کے تحت ظاہر ہوں ان پر ''خُلق'' کا اطلاق نہیں ہوسکتا بلکہ ''خُلق یا اخلاق حسنہ'' صرف انہیں صفات محمودہ اور عمدہ اخلاق کو کہہ سکتے ہیں جو مستحکم ہوں اور ان کی جڑیں کافی مضبوط ہو کر فطرت وطبیعت کا حصہ بن گئے ہوں۔ آسان لفظوں میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر انسان کی طبیعت میں اخلاقی قوت وصلاحیت موجود ہے لیکن صرف فطرت میں محرکات اخلاق کے موجود ہونے کے سبب وہ خوش اخلاق نہیں ہوسکتا ہے جب تک وہ فطرت کے اصول وضوابط کو نہیں اپنائے گا اور ان برائیوں وگناہوں سے اجتناب نہیں کرے گا جس سے منع کیا گیا ہے۔ یعنی اخلاق حسنہ یا حسن اخلاق اپنی فطری قوت کو قدرت الٰہی کے اصول وضابطہ کے مطابق ڈھالنے کا نام ہے جس سے ایک انسان، انسانِ کامل بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے خاص طور پر یہ زور دیا ہے کہ انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی اخلاقی صلاحیتوں کا ایسے طریقے پر اظہار کرے جس سے ان کی چمک دمک میں بھی اضافہ ہو اور لوگ دل سے اس کی جانب راغب ہوں۔

مختصر یہ کہ اسلام کے بنیادی اور ابتدائی ماخذ قرآن وحدیث کے حوالے سے جب ہم اسلامی اخلاق واقدار کا جائزہ لیتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس میں انسانی زندگی کی تہذیب وشائستگی کے ہر پہلو پر مکمل بحث کی گئی ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ قوم وفرد کی زندگی کے لئے کس قسم کے اخلاق واقدار کی ضرورت ہے۔ اسلام نے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں اخلاقی قدروں کو تسلیم کیا ہے۔ اگر اس کے اخلاقی دستور کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا

ہے کہ اس میں انفرادی اخلاق، عائلی اخلاق، تمدنی اخلاق، اقتصادی اخلاق، معاشی اخلاق، قانونی اخلاق، سیاسی اخلاق، علمی اخلاق غرضیکہ ہر قسم کے اخلاق کی ایک دنیا سمائی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور پورا کا پورا اسلام اخلاقی تعلیمات سے معمور اور ایک مکمل نظامِ اخلاق نظر آتا ہے۔

اسلام چونکہ ایک ہمہ جہت و عالمگیر مذہب ہے اور اس میں دنیائے انسانیت کے ہر مسئلہ کا حل موجود ہے، اس لئے اخلاقی اقدار و تعلیمات کے لحاظ سے بھی اس کی نظر انسانی زندگی کے پورے نظام پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلے میں بھی اس نے ہمہ جہت، عالمگیر، وسیع، مفصل، مکمل اور انتہائی جامع اخلاق کا دستور پیش کیا ہے اور کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا ہے کہ جو تشنہ ہو۔

خیال رہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے اسلامی اخلاق و اقدار کو جہاں ایک طرف ہمہ گیر و جامعیت کا مقام حاصل ہے وہاں دوسری طرف اس کی یہ بھی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس کے احکام و حقوق کی ادائیگی میں ہی کامل ایمان و اسلام کی علامت اور مکمل مسلمان ہونے کی ضمانت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اخلاقی تعلیمات پر بہت شدت کے ساتھ زور دیا ہے اور اعلیٰ اخلاق کے حامل انسان کو ہی کامل مسلمان قرار دیا ہے۔ ساری کائنات میں چونکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ اخلاق حسنہ و اوصاف حمیدہ کے مالک ہیں اس لئے ان کو سراپا خلق عظیم تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[3]

(اور بے شک آپ کے اخلاق کی بڑی شان ہے۔)

اس طرح قرآن کریم نے آپ کو اعلیٰ اخلاق کا پیکر قرار دیا اور پھر آپ کی سیرت کو امت کے لئے ''اسوۂ حسنہ'' بیان کیا۔ ارشاد فرمایا:

''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة''

(بیشک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے۔)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ''[4]

(میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تا کہ اخلاق حسنہ کو مکمل کر دوں۔)

اللہ رب العلمین نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا ہے اس لئے آپ نے اپنی زبان نبوت ورسالت سے جس چیز کی سب سے زیادہ اہمیت کے ساتھ تاکید وہدایت فرمائی ہے اور امت کو جس کی طرف خاص رغبت دلائی ہے وہ اسلامی اخلاق ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اکمل المومنین ایماناً احسنهم خُلقًا 5

(مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والے وہ ہیں جو ان میں سے بہترین اخلاق کے مالک ہیں۔)

ان من اَحِبّکم اِلیَ و اقربکُمْ مِنی مَجلِسًا یوْمَ القیٰمۃِ احسنکم اَخلاقًا6

(تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے نزدیک ترین بیٹھنے والے وہ لوگ ہیں جو تم میں سے اخلاق میں اچھے ہیں۔)

ما من شيء أثقلُ فی المیزانِ من حُسنِ الخلقِ 7

(اخلاقِ حسنہ سے بڑھ کر میزان عمل میں بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی۔)

اِنَّ من خیارکُم احسنکم اخلاقاً8

(تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔)

ان اثقل شئیٍ یوضع فی المیزانِ المؤمن یَوْمَ القیامۃِ خلق حسن و ان اللہ لیبغض الفاحِشَ البذی9

(بہت وزنی شئے جو مومن کی میزان عمل میں رکھی جائیں گی وہ اچھے اخلاق ہوں گے اور اللہ تعالیٰ فحش گو اور بد اخلاق پر غضب فرماتا ہے۔)

مذکورہ بالا احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے اخلاق و اقدار کو بہت ہی بلند و اعلیٰ مقام عطا کیا ہے اور انہیں کو تکمیل ایمان و اسلام کا معیار قرار دیا ہے۔ جس کے اخلاق جتنے زیادہ عمدہ ہوں گے اس کا ایمان بھی اتنا ہی زیادہ کامل ومضبوط ہوگا۔ گویا کہ اخلاق ایمان کے کھرا و کھوٹا ہونے کی بہترین کسوٹی ہیں۔

انسانی زندگی کے مختلف شعبوں و پہلوؤں کے پیش نظر اسلام نے مختلف عناوین کے تحت جو اخلاقی قدریں بیان کی ہیں ان کی فہرست کافی طویل ہے۔ ان کے نام و احکام اور صورتیں بھی کافی جداگانہ ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر اسلام کا حکم ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ تمام اخلاقی اقدار کو اپنائے اور اخلاق حسنہ کی پیروی کر کے مکمل با اخلاق و با کمال انسان ہونے کا شرف حاصل کرے۔

یوں تو اسلام نے اخلاقی اقدار کے تحت بہت سے اخلاقی اصول و آداب کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کی تفصیل سے گریز کرتے ہوئے ہم یہاں اسلامی اخلاق و اقدار کے وہی چند نمایاں اصول و آداب ذکر کریں گے کہ جن کا انسان کی انفرادی و قومی زندگی میں کافی گہرا دخل ہے اور جن سے انحراف انسانیت کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ جیسے ایک انسان کو نوع انسانی کی جملہ اقسام کے ساتھ کیسا حسن سلوک کرنا چاہئے اور آپس میں ایک دوسرے کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟

خلاصہ یہ کہ اسلام ہم سے اخلاقِ حسنہ یا اخلاقی اقدار پر کار بند رہنے اور ان کی پیروی کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور اخلاق و اقدار کا مطلب یہ ہے کہ ایک بندے پر دوسرے بندوں کے جو حقوق واجب و ضروری ہیں انہیں بحسن و خوبی انجام دے اور حسن سلوک، باہمی محبت و ہمدردی و تعاون، حق گوئی و خیر سگالی، نیک صفات و عمدہ خصائل اور خوش اخلاقی و رحم دلی کا مظاہرہ کشادہ قلبی و خندہ پیشانی سے کرے۔ اور اخلاق بد جیسے جھوٹ، غیبت، نفرت و عداوت، کنجوسی و بخالت، ایذا رسانی و قطع تعلق اور باہمی طعنہ زنی و الزام تراشی سے بالکل الگ تھلگ رہے۔

تفصیلی طور پر اگرچہ مذکورہ بالا اخلاقی اصول و آداب کی فہرست کافی طویل ہے لیکن اجمالی طور پر ہم جملہ اسلامی اخلاق و اقدار کو حقوق کی ادائیگی و حسن سلوک اور نیک صفات و عمدہ خصائل کا نام دے سکتے ہیں۔ لہٰذا انہیں عناوین کے تحت ہم یہاں چند ضروری و مشہور اسلامی اخلاق و اقدار کا جائزہ لینے کی سعی جمیل کر رہے ہیں۔

حقوق کی ادائیگی و حسن سلوک

یہ مسلمہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ جملہ اسلامی تعلیمات کا خلاصہ دو چیزیں ہیں۔

ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت اور دوسرے اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک، یعنی ایک بندۂ مومن پر جس طرح اللہ نے اپنے حقوق نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کی صورت میں فرض فرمائے ہیں جن کو شریعت اسلامی میں حقوق اللہ کے نام سے جانا جاتا ہے، اسی طرح ایک انسان کے دوسرے انسان پر اور ایک بندے کے دوسرے بندے پر کچھ حقوق مقرر فرمائے ہیں جن کو حقوق العباد کہا جاتا ہے۔ حقوق اللہ کی اپنی علیحدہ امتیازی شان ہے اور حقوق العباد کی اپنی الگ اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کے دوسرے بندے پر جو حقوق واجب فرمائے ہیں وہ مختلف اقسام کے ہیں۔ بعض حقوق بنیادی، انفرادی، عائلی نوعیت کے ہیں اور بعض قومی، ملی، سماجی اور اجتماعی نوعیت کے۔ بہر صورت کسی بھی قسم کے حقوق ہوں اسلام نے حقوق کی ادائیگی اور حسن سلوک پر خاص زور دیا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

واللہ فی عَوْنِ الْعَبدِ مَا کَانَ الْعَبدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیہ10

(جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔)

لا یزال اللہ فی حاجۃِ الْعَبدِ مَادامَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیہ11

(اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کے کام میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کے کام میں رہتا ہے۔)

مذکورہ بالا دونوں احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک بندہ اپنے انسانی حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہتا ہے پروردگار عالم اس کا معین ومددگار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر جو انسانی حقوق متعین فرمائے ہیں ہمیں کسی حال میں ان سے روگردانی نہیں کرنا چاہئے۔ یہی ہدایت ونصیحت ہمیں کلام الٰہی سے بار بار ملتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

وَ تَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی وَ لَا تَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ12

(اور نیکی و پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ وزیادتی پر باہم مدد نہ دو۔)

اس طرح قرآن وسنت نے حقوق انسانی کی تکمیل وتعمیل کے سلسلے میں حد درجہ ہدایت ونصیحت فرمائی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے حقوق انسانی کی اہمیت کا اندازہ آپ اس بات سے بھی بخوبی لگا سکتے ہیں کہ حقوق اللہ میں اگر انسان سے خامی ہوگئی تو وہ معاف ہوسکتی ہے مگر حقوق العبد

کی غلطی اس وقت تک قابل معافی نہیں ہو سکتی جب تک کہ صاحب حق خود معاف نہ کر دے۔

مختصر یہ کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ، پہلو اور رشتہ ایسا نہیں کہ جس کے متعلق اسلام نے حقوق نہ مرتب فرمائے ہوں۔ مسلم ہو یا غیر مسلم، بچہ ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت، بزرگ ہو یا کمزور، ضعیف ہو یا مریض، ماں باپ ہوں یا بھائی بہن، شوہر ہو یا بیوی، دوست ہو یا دشمن، وارث ہو یا لاوارث، بیٹا ہو یا بیٹی، غریب ہو یا امیر اور مقیم ہو یا مسافر، اسلام نے انسان کو ہر منزل و ہر قدم پر حقوق و اختیارات بخشے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ حمل اور پیدائش کے موقع پر بھی اس کو فراموش نہیں کیا ہے۔ انہیں حقائق کے پیش نظر اہل علم و دانش کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ آسمان کے نیچے سب سے پہلے جس مذہب نے انسانی حقوق کی اہمیت کا اعلان کیا ہے اور سارے حقوق کو بالتفصیل بیان کیا ہے اس کا نام اسلام ہے۔ انسانی حقوق کی جتنی اہمیت و وقعت اسلام میں ہے، دنیا کے کسی دیگر مذہب میں نہیں۔

اسلام نے انسان کی ذاتی و عائلی، قومی و ملی، مذہبی و سماجی زندگی کے پیش نظر بہت سے حقوق بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند مشہور و معروف حسب ذیل ہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک

قرآن پاک کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العٰلمین نے مختلف سورتوں اور مختلف آیتوں میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کثیر تعداد میں حقوق بیان کئے ہیں جن میں سے بعض اس طرح ہیں کہ:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ 13

(مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو۔)

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا 14

(اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔)

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً 15

(پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو۔ ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ۔)

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ 16

(اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے۔)

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ 17

(اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و دوست ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔)

وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا 18

(اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔)

وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ 19

(اور ہمارے اوپر مسلمانوں کی مدد کرنا واجب ہے۔)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات میں باہمی اخوت وصلح، عزت و توقیر، سلام و دعا، مدد و نصرت، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا اور ان کو ایذا و تکلیف نہ پہنچانا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چند حقوق اجمالی طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ قرآن مقدس میں اور بھی کثیر حقوق ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے بہت سے حقوق کا تذکرہ آیات قرآنی کے حوالہ سے انسانی حقوق کے دیگر مضامین کے تحت آجائے گا۔

قرآن پاک میں اگرچہ انسانی حقوق کا اجمالی طور پر جائزہ لیا گیا ہے لیکن اس کی تشریح وتفسیر حدیث پاک میں ان کو کافی واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کیا حقوق ہیں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

سَاَل النبِیَ صلی اللہ علیہ و سلم اَیُ المسلمین خَیر ؟ قال: من سلم المسلمون من لسانِہ ویدہٖ 20

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کون سا مسلمان افضل ہے؟ فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔)

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا تحاسدوا و لاتنا جشوا و لاتبا غضوا و لاتدابروا و لا یبع بعضکم عَلٰی بعض و کونوا عباد اللہ اخواناً، المسلم اَخو المسلم لایظلمہٗ و لایخدلَہ ولا یحقرہٗ، التَقوٰی ھھنا (و یُشیرالی صدرہٖ ثلاث مَرَاتٍ) بحسب امرِئ من الشَرِ اَن یَحقِرَ اَخاہُ المسلم، کل المسلم علی المسلم حرامٌ دَمہٗ و مالہٗ و عرضہٗ 21

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے رخ نہ موڑو، ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو اور اللہ کے بندو باہم بھائی بھائی ہو جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو ذلیل کرے اور نہ اس کو حقیر سمجھے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری یہاں ہے (اور آپ نے تین مرتبہ اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کیا) کسی مسلمان کے لئے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ مسلمان سرتاپا مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت)

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال حَقُ المسلم عَلَی المسلمِ سِتُ قیل ماھن؟ یا رسول اللہ! قال اذا لَقِیتہ فَسَلِمْ عَلَیہِ و اذا دعاک فَاَجِبہٗ، و اذا ستنصحک فانصح لہ، و اذا عطس فحمد اللہ فَسَمِّتہُ و اذا مَرِضَ فَعُدہُ و اذا ماتَ فَاتبِعہُ 22

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ کون سے حق ہیں؟ فرمایا جب تو مسلمان سے ملے تو اس کو سلام کر اور جب وہ تیری دعوت کرے قبول کر، اور جب وہ تجھ سے مشورہ چاہے تو اچھا مشورہ دے، اور جب وہ چھینکے اور الحمدللہ کہے تو تو بھی جواب میں یرحمک اللہ کہہ، اور جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کو جا اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ شامل ہو۔

اس طرح پیش کردہ احادیث کی روشنی میں صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کیا حقوق ہیں؟ اور ان کے ساتھ کس طرح کا حسن سلوک کرنا چاہئے۔ ان کے علاوہ بعض دیگر حقوق اور بھی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر جن کو بیان کرنے سے یہاں ہم قاصر ہیں۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

کفر و شرک اسلامی شریعت اور اس کے دستور میں سب سے بڑا گناہ و جرم ہے۔ لیکن اس گناہ و جرم کے مرتکبین کو بھی اسلام نے انسانی حقوق سے محروم نہیں کیا ہے۔ ان کے لئے بھی بنا کسی فرق و امتیاز کے حقوق کی خاص رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ یہاں تک کہ غریبوں، مسکینوں اور مفلسوں کی مالی اعانت، پریشاں حالوں و مجبوروں کی مدد کے سلسلے میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی قید نہیں رکھی ہے بلکہ سب کے ساتھ یکساں حسن سلوک سے پیش آنے کی نصیحت کی گئی ہے اور انسانیت کے ناطے تمام ضرورت مندوں کی حاجت روائی کا حکم دیا گیا ہے۔

ابتدائے اسلام میں بعض مومنوں کو شبہ ہوتا تھا کہ کافر و مشرک اعزاء و اقرباء کے ساتھ کیسے محبت و ہمدردی اور صلہ رحمی کا برتاؤ کیا جائے؟ چنانچہ قرآن پاک اور حدیث پاک نے اسی دور میں اس مسئلہ کو بالکل واضح فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ

ظٰهَرُوْا علی اِخرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ج وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ 23

(اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل وانصاف سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہ کی ہو اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا ہو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اللہ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی، جو ان سے دوستی کرے وہی ظالم ہیں۔)

حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ:

عن اسمآء ابنة ابی بکر رضی اللہ عنهما قالت ائتنی امی راغبة فی عهد النبی صلی اللہ علیه وسلم، فسالت النبیَ صلی اللہ علیه وسلم أأصِلُهَا؟ قالَ نعم 24

(حضرت اسماء بنت ابوبکر فرماتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میری والدہ (جو مشرکہ تھیں) عمدہ سلوک کی طلب میں میرے پاس (مدینہ) تشریف لائیں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کیا میں اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔)

قرآن وحدیث کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ جو قوم مسلمانوں سے جنگ وجدال نہ کرے اور ان لوگوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالے تو ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کو اسلام منع نہیں کرتا۔ بعض لوگ لاعلمی یا تعصب کی بنا پر کہتے ہیں کہ اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق محفوظ نہیں ہیں، ان کے ساتھ فرق کیا جاتا ہے مظلوم و مجبور ہونے کی صورت میں ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کیا جاتا ہے، یہ سراسر بہتان والزام ہے کیونکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ جس میں غیر مسلموں کے حقوق مالی و جانی اعتبار سے مسلمانوں کے حقوق کے مساوی ہیں۔ اسلامی حکومت میں غیر مسلم اسلامی دستور کے مطابق اپنے جملہ تمدنی حقوق سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اپنے

پرسنل لاء پر عمل کر سکتے ہیں، اپنے معاملات کے فیصلے خود حل کر سکتے ہیں، اپنی عبادت گاہیں تعمیر کر سکتے ہیں، ان کے مال وجائیداد پر کوئی جبراً قبضہ نہیں کرسکتا۔ ان کی جان وعزت نفس پر کوئی دست درازی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

من قتل نفسا معاهداً لم یرح رائحة الجنة و ان ریحها یو جد من مسیرة اربعین عاماً25

(جس نے کسی ایسے غیر مسلم کو قتل کیا جس سے معاہدہ ہو چکا ہو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی دوری سے محسوس ہوگی۔)

الا من ظلم معاهدًا او انتقصهُ او کلفه فوق طاقة واخذ شیئًا بغیر طیب نفس فانا حجیجه یوم القیمة۔26

(خبردار! جس شخص نے کسی غیر مسلم معاہد پر ظلم کیا یا اس کی عیب جوئی کی یا اس کی طاقت سے بڑھ کر اس سے کام لیا اور اس کی کوئی چیز اس کی مرضی کے بغیر لے لی تو میں قیامت کے دن اس کے خلاف رہوں گا۔)

اموالهم کاموالنا و دمائهم کدمائنا و اعراضهم کاعراضنا27

(ان کے مال ہمارے مالوں کی طرح ہیں اور ان کے خون ہمارے خونوں کی طرح ہیں اور ان کی عزت ہماری عزتوں کی طرح ہے۔)

مذکورہ بالا جملہ احادیث معاہد یا ذمّی افراد کے بارے میں ہیں اور معاہد یا ذمّی سے مراد وہ غیر مسلم لوگ ہیں جو اسلامی حکومت کے شہری ہوں یا جن سے اسلامی سلطنت کا معاہدۂ امن وصلح ہو یا جو اسلامی ریاست میں جزیہ دے کر رہتے ہوں۔ ایسے کسی غیر مسلم کو ناحق قتل کرنا کھلی بد عہدی ہے اور جو مسلمان یہ حرکت کرے گا وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائے گا۔ یہی نہیں بلکہ حدیث رسول کا تیور ومزاج اس بات کو بھی سخت مذموم قرار دیتا ہے کہ اسلامی حکومت میں کسی غیر مسلم پر ظلم کیا جائے، اس کی عیب جوئی کی جائے، اس سے زیادہ محنت لی جائے یا اس کا مال غصب کیا جائے۔ جو لوگ ایسی حرکت وگناہ کے مرتکب ہوں گے حدیث شریف کے مطابق وہ بروز قیامت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت وناراضگی کے حقدار

ہوں گے۔

مختصر یہ کہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے انسانی حقوق متعین کرنے میں کوئی جانب داری یا حق تلفی سے ہرگز کام نہیں لیا ہے بلکہ ان کے مال، خون اور عزت کو مسلمانوں ہی کی طرح محترم قرار دیا ہے۔ اور مسلمانوں کی طرح ان کو بھی مذہبی، سماجی و معاشی اور نجی معاملات میں مساوات کا حق دیا ہے۔

غیر مسلموں کے سیاسی و شہری حقوق ہوں یا عدل و انصاف کے حقوق، مذہب و عقیدے کی آزادی کا مسئلہ ہو یا مذہبی عبادت گاہوں کے تحفظ اور مذہب کی تبلیغ کا مسئلہ، عزت و آبرو اور جان کی حفاظت کا معاملہ ہو یا زمین و جائیداد و مال کی حفاظت کا معاملہ، تعلیم کا حق ہو یا محنت و اجرت کا حق اور رہائشی آزادی کا حق ہو یا مذہبی آزادی کا حق، اسلام نے ہر میدان میں ان کو آزادی و برابری کا حق دیا ہے بلکہ معاہد یا ذمی غیر مسلم کے حقوق کے بارے میں مسلمانوں کو بار بار متوجہ کیا ہے اور عہد و پیمان کی پاسداری کا مکمل لحاظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسی لئے اسلامی شریعت میں ان کو معاہد یا ذمی کا نام دیا گیا ہے۔ لسان العرب میں ہے کہ:

ومن ذالک یسمی اھل العھد اھل الذمة و ھم الذین یو دون الجزیة من المشر کین کلھم، و رجل ذمی معناہ رجل لہ عھد۔ 28

(اور اسی وجہ سے اہل ذمہ کو اہل عہد (معاہد) کہا جاتا ہے، یہ وہ مشرکین ہیں جو جزیہ ادا کرتے ہیں اور رجل ذمی سے مراد ایسا شخص ہے جس کے لئے عہد کیا گیا ہو۔)

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

وسمی اھل الذمة لدخولھم فی عھد المسلمین و امانھم 29

(اہل ذمہ کو اہل ذمی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے عہد اور امان میں داخل ہیں۔)

جزیہ وخراج کے مسئلہ میں بظاہر مسلم وغیر مسلم کے مابین فرق نظر آتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ یہ غیر مسلموں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ جو مذہبی اختلاف کی وجہ سے ان کے ساتھ کی گئی ہے۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ جزیہ یا خراج وغیرہ کا غیر مسلموں پر عائد ہونا مذہبی

اختلافات کی وجہ سے نہیں بلکہ ذمہ داریوں وضرورتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ مسلمانوں پر زکوۃ فرض ہے جو ایک اسلامی رکن وعبادت ہے، ظاہر ہے کہ یہ عبادت غیر مسلمان پر واجب نہیں کی جاسکتی اس لئے ان پر معمولی وادنیٰ سا ٹیکس جزیہ کی صورت میں عائد کیا جاتا ہے۔ اور یہ اصول وقانون دنیا کی ہر قوم و ہر ملک میں پایا جاتا ہے۔ کہیں اس کو جزیہ کہا جاتا ہے، کہیں ٹیکس، کہیں کر (कर) اور کہیں خراج وغیرہ۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں پر جو جزیہ نافذ ہوتا ہے دراصل وہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری کی اُجرت ہے۔ اور اسلامی حکومت کی یہ امتیازی شان رہی ہے کہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے وہ ذمیوں کی حفاظت سے معذور رہی ہے تو ان سے لیا ہوا جزیہ واپس کر دیا ہے۔ اسی طرح اگر غیر مسلموں نے فوجی خدمات انجام دی ہیں تو وہ معاف کر دیا گیا ہے۔30

دنیا کا ہر دانشمند اچھی طرح جانتا ہے کہ قوم وملک کے تحفظ وسلامتی پر کتنے غیر معمولی اخراجات ہوتے ہیں۔ لیکن اتنے شدید اخراجات کے باوجود اسلام نے غیر مسلموں کی جانی، مالی، نفسی، مذہبی، انفرادی اور سماجی تحفظ کے بدلے ایک ادنیٰ سا ٹیکس جزیہ کی شکل میں عائد کیا ہے اور اس کے عوض مسلمانوں سے زیادہ ان کو مراعات عطا کی ہیں۔ مثلاً اسلامی حکومت پر دشمن کے حملہ کرنے کی صورت میں مسلمانوں پر جہاد فرض ہے جس میں ان کو جان ومال دونوں کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اس کے برخلاف غیر مسلموں پر جہاد فرض نہیں اور ان کو جانی ومالی کوئی قربانی نہیں دینی ہوتی ہے۔ مسلمانوں پر ہر سال زکوۃ فرض اور عشر واجب ہوتا ہے۔ لیکن غیر مسلم اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ یہ اسلامی عبادات ہیں ان پر صرف معمولی سا جزیہ (ٹیکس) ضروری ہوتا ہے۔

اسلامی شریعت کی رو سے اگر کوئی غیر مسلم دشمن کے خوف، یا کسی مصیبت وپریشانی کے وقت اگر کسی مسلمان سے پناہ مانگتا ہے تو اسلام نے اس کو پناہ دینے کی بھی پوری اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ 31

(اور اگر مشرکوں یا کافروں میں سے کوئی اگر تمہاری پناہ کا طلب گار ہو تو تم اس کو

پناہ دو یہاں تک کہ اس کو اللہ کا کلام سننے کا موقع مل جائے، پھر تم اس کو اطمینان کی جگہ پر پہنچا دو۔ یہ اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔)

اسلام نے صرف غیر مسلم کو پناہ دینے کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ اگر کوئی غیر مسلم کسی دشمن کو پناہ دے تو اس کو بھی مسلمان کی پناہ کے مثل قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں مرقوم ہے کہ:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من دخل دار ابی سفیان فھو امن و من القی السلاح فھو آمِن و من اغلق بَابَہٗ فھو آمِن32

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتح مکہ کے موقع پر) فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ملے گی، جو ہتھیار ڈال دے گا اس کو بھی امان ملے گی اور جو اپنا دروازہ بند کرلے گا اس کو بھی امان ملے گی۔)

مذکورہ بالا فرمان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر جاری فرمایا تھا۔ اس وقت ابوسفیان قریش کا سردار، کافروں کے لشکر کا کمانڈر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت جانی دشمن تھا لیکن آپ نے نہ صرف اس کو معاف کردیا بلکہ جو اس کے گھر میں داخل ہوگیا اس کو بھی معافی نامہ عنایت فرمادیا۔ اسی طرح مکہ میں آپ کے اور مسلمانوں کے دوسرے دشمن تھے ان کو بھی معاف کردیا گیا اور ارشاد فرمایا گیا:

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقاء33

(آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔) (جواہر الحدیث، ص ۲۲)

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت سعد بن عبادہ نے ابوسفیان سے کہا ''الیوم یوم الملحمہ'' آج لڑائی کا دن ہے، آج انتقام کا دن ہے، آج ماضی کے ظلم وستم کا بدلہ لیا جائے گا۔ یہ سن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ناراض ہوئے کہ ان سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس کے سپرد فرمادیا اور ابوسفیان سے فرمایا ''الیوم یوم المرحمۃ'' آج انتقام کا نہیں بلکہ آج رحمت اور معاف کرنے کا دن ہے۔

(ابن حجر عسقلانی، فتح الباری جلد ۸، ص ۹، انسان العیون، جلد ۳، ص ۲۲، دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۹۸۱ء)

غزوۂ خیبر کے موقع پر بھی آپ نے بے مثال محبت ورحم دلی کا مظاہرہ کیا اور ارشاد فرمایا:

انَّ اللہ تعالیٰ لم یحل لکم ان تدخلوا بیوت اھل الکتاب اِلَّا باِذْنِ وَلَاضرب نسآءھم ولا اکل تمارھم اذا اعطوکم الذی علیھم۔

(اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ بات جائز نہیں رکھی ہے کہ تم بلا اجازت اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہو جاؤ، نہ ان کی خواتین کو مارنے کی اجازت ہے اور نہ ان کے پھل کھانے کی جب تک کہ وہ اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہیں۔) (ابوداؤد، حدیث ۳۰۵۰)، سیرت النبی ص ۱۱۹)

اسی طرح اسلام نے غیر مسلم قیدیوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا مظاہرہ کرنے اور ان کے کھانے پینے اور آرام کا مکمل خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَانُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّ لَاشُکُوْرًا۔ (سورۃ الدھر، آیت ۸، ۹)

اور باوجودیکہ ان کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں) کہ ہم تم کو خالص اللہ کے لئے کھلاتے ہیں نہ تم سے عوض کے خواستگار ہیں نہ شکرگزاری کے (طلبگار)۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''الاسیر من اھل الشرك یکون فی ایدیھم''

(قرطبی، الجامع لاحکام القران: ۱۹/۱۲۹، الہیئۃ المصریہ العامۃ ۱۹۸۷ء)

(اسیر وہ ہے جس کا تعلق اہل شرک سے ہے جو مسلمانوں کے قبضے میں قیدی ہے)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''لقد اسر اللہ بالاسریٰ ان یحسن الیھم وان اسراھم یومئذ لاھل الشرک'' (الجامع لاحکام القران: ۱۹/۱۲۹)

(اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور اس دور میں ان کے

قیدی اہل شرک (غیر مسلم) ہوتے تھے)

قران مجید کے علاوہ کتب احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ غیر مسلم قیدیوں کو کھانا کھلانا انتہائی مستحسن عمل ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ نے غیر مسلم قیدیوں کے ساتھ انتہائی عمدہ برتاؤ کیا ہے۔ چنانچہ جب جنگ بدر میں مشرکین کے ۷۰ رافراد قتل ہوئے اور ۷۰ رہی قیدی بنائے گئے تو ان قیدیوں کو اللہ کے رسول نے صحابۂ کرام کے درمیان تقسیم فرمادیا اور حکم دیا کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ یہاں تک کہ جنگ بدر کے قیدیوں کو جب رسیوں میں جکڑا گیا تو ان کی تکلیف و پریشانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھی نہ گئی، جس کی وجہ سے آپ پریشان ہوگئے اور کافی رات تک سو نہیں پائے، لہٰذا صحابۂ کرام نے ان کی رسیوں کے بندھن کھول دیئے اور پھر آپ نے آرام فرمایا۔ (ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، جلد ۲ ص ۴۵۶، ۳۶۴، النکت والعیون: ۴/۷۰۳)

حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی ابوعزیز بن عمیر کہتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں نضر بن حارث کے بعد مشرکین کا میں علمبردار تھا۔ میں بھی قید ہوا اور بعض انصار کے سپرد کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کا انصار پر یہ اثر تھا کہ صبح و شام کھانے کے وقت مجھے روٹی کھلاتے اور خود کھجور پر گذارہ کرتے۔ ان میں سے کسی کو روٹی کا ایک ٹکڑا بھی ملتا تو مجھے دے دیتا اس کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا، اس سے مجھے شرمندگی سی محسوس ہوتی تھی۔ (صحیح مسلم ۴/۱۷۰۵، الحدیث ۲۱۶۲)

خیال رہے کہ اسلام نے صرف جنگ و معرکہ آرائی اور قیدی ہونے کی صورت میں ہی اقلیتوں وغیر مسلموں کے تئیں حسن سلوک کا مظاہرہ نہیں کیا ہے بلکہ انسانی زندگی کے ہر شعبے میں عمدہ برتاؤ کا درس دیا ہے اور انسانی حقوق کے نفاذ میں ان کے ساتھ مکمل عدل وانصاف سے کام لیا ہے۔ بلکہ اس سلسلے میں جس فراخ دلی اور عظیم رواداری کا نمونہ پیش کیا ہے وہ پوری دنیا کے لئے قابل عمل ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتح حیرہ کے موقع پر جو معاہدہ ہوا تھا اس میں تحریر تھا کہ:

ایما شیخ ضعف عن العمل او اصابته أفة من الأفات او كانَ غنيًا فافتقر وصا راهل دينه يتصد قون عليه طرحت جزيته وعيل من بيت مال المسلمين وعياله ما اقام بدارِ الهجرة و دار الاسلام۔

(انسانی حقوق اور اسلامی نقطۂ نظر، ص ۲۲۶)

(کوئی بوڑھا جو کام سے معذور ہو جائے گا یا کوئی سخت مرض میں مبتلا ہو کر مجبور ہو جائے یا جو مالدار ہو پھر ایسا غریب ہو جائے کہ خیرات کھانے لگے ایسے لوگوں سے جزیہ نہیں لیا جائے گا اور جب تک وہ زندہ رہیں ان کے اہل وعیال کے اخراجات مسلمانوں کے بیت المال سے پورے کئے جائیں۔ جب تک ان کا قیام دار الهجرت اور دار الاسلام میں رہے۔)

کسی مسلمان کے معذور یا مجبور ہو جانے پر شریعت اسلامی بیت المال سے اس کی کفالت وتربیت کا حکم دیتا ہے اور یہی حکم ذمی غیر مسلم کے لئے ہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن المسیب سے مروی ہے "ان رسول اللہ ﷺ تصدق صدقه علی اهل بیت من الیهود فهی تجری علیهم۔" (نصب الرایہ، جلد ۲ ص ۳۹۸۔ عسقلانی، الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ، جلد ۱ ص ۲۶۶، دار المعرفہ بیروت لبنان)

(رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے ایک گھرانے کو صدقہ دیا اور حضور کے وصال کے بعد بھی وہ انہیں دیا جارہا ہے۔)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے: "تصدقوا علی اهل الادیان" تمام اہل مذاہب پر صدقہ وخیرات کرو۔ (نصب الرایہ الاحادیث الھدایہ جلد ۲ ص ۳۹۸، قاہرہ)

اس طرح اسلام نے محتاجوں ومعذوروں کی خدمت کے لئے زندگی کے تمام شعبوں میں حسن سلوک کا درس دیا ہے اور مسلم یا غیر مسلم، قومی یا غیر قومی، نسلی یا غیر نسلی اور ملکی یا غیر ملکی کا فرق کئے بغیر سب کے ساتھ یکساں سلوک کئے جانے کا حکم دیا ہے۔ فرمان رسول علیہ السلام ہے کہ:

الخلق کلهم عیال الله فا حبهم الی الله انفعهم لعیاله۔

(مشکوۃ المصابیح، باب الشفقہ، حدیث ۴۲۵)

(ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور خدا کی نظر میں سب سے محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جنگ بدر کے قیدیوں کے رسی کے بندھن کھول دئے گئے کیونکہ ان کی یہ پریشانی آپ سے دیکھی نہ گئی جس کی وجہ سے کافی رات تک آپ

سونہیں پائے۔ اورغزوۂ خیبر کے موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّ اللہ تعالیٰ لم یحل لکم ان تدخلوا بیوت اھل الکتاب اِلَّا یاذْنِ وَلَا ضرب نسآءھم ولا اکل تمارھم اذا اعطوکم الذی علیھم[34]

(اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ بات جائز نہیں رکھی ہے کہ تم بلا اجازت اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہو جاؤ، نہ ان کی خواتین کو مارنے کی اجازت ہے اور نہ ان کے پھل کھانے کی جب تک کہ وہ اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہیں۔)

خلاصہ یہ کہ اسلام نے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیا ہے اور انسانی حقوق کے نفاذ میں ان کے ساتھ مکمل عدل وانصاف سے کام لیا ہے۔ اور "لا اِکراہَ فی الدین"[35] (دین کے معاملہ میں کوئی سختی نہیں)، "فمن شاء فلیؤمن و من شآء فلیکفر"[36] (جو چاہے ایمان قبول کرے اور جو چاہے کفر قبول کرے)، "افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین"[37] (کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ ایمان لائیں) جیسی قرآنی آیات کے ذریعہ ان کو مکمل آزادی کے ساتھ بنا کسی خوف وخطر کے زندگی گزارنے کا حق دیا ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے بخوبی ظاہر ہے کہ اسلام نے اقلیتوں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مکمل آزادی عطا فرمائی ہے۔ اور کسی ظلم وزیادتی سے واضح طور پر منع فرمایا ہے۔ چنانچہ الطبقات الکبریٰ اور زاد المعاد وغیرہ میں مذکور ہے کہ "ایک بار نجران کے عیسائیوں کا ۱۴/افراد پر مشتمل ایک وفد حضور ﷺ سے ملاقات کی غرض سے مدینہ منورہ آیا آپ ﷺ نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور اس وفد میں شریک عیسائیوں کو مسجد نبوی میں ان کے طریقے پر نماز ادا کرنے سے منع نہیں فرمایا اور ان عیسائیوں نے مسجد نبوی کی ایک جانب مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔

(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد ا، ص ۳۵۷، ابن قیم، زاد المعاد، جلد ۳، ص ۶۲۹، مکتبہ المنار الاسلامیہ، کویت ۱۹۸۶ء)

حضور انور ﷺ کے عہد میں حدود وتعزیرات اور دیوانی قوانین میں بھی مسلم اور غیر

مسلم اقلیتی لوگوں کا درجہ برابر تھا۔ دورِ رسالت ﷺ میں ایک بار ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر دیا۔ آپ نے قصاص کے طور پر اس مسلمان کے قتل کئے جانے کا حکم صادر فرمایا اور ارشاد فرمایا:

''انا احق من اوفی بذمته'' غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت میرا سب سے اہم فرض ہے۔ (السنن الکبریٰ، بیھقی ۸۔ ۳۰، مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ ۱۹۹۴ء)

اسلامی حکومت میں حدود تعزیرات میں ذمی اور مسلمان کا درجہ برابر ہے۔ جرائم کی جو سزا مسلمان کو دی جائے گی وہی ذمی کو بھی دی جائے گی۔ ذمی کا مال مسلمان چرائے یا مسلمان کا ذمی چرائے دونوں صورتوں میں سزا ایک جیسی ہوگی۔ ذمی کو زبان یا ہاتھ پاؤں سے تکلیف پہونچانا، اس کو گالی دینا، مارنا، پیٹنا، یا اس کی غیبت کرنا اسی طرح ناجائز ہے جس طرح مسلمان کے حق میں ناجائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ شامی میں ہے۔'' ویجب کف الاذیٰ عنه وتحرم غیبة کا لمسلم'' غیر مسلم سے تکلیف واذیت کو روکنا ایسے ہی واجب ہے جیسے مسلمان سے اور اس کی غیبت کرنا بھی اسی طرح حرام ہے۔ (الدر المختار، ابن عابدین شامی جلد ۳ ص ۲۷۳، ۲۷۴)

ذریعۂ معاش وروزگار بھی انسانی زندگی کا اہم جز و لاینفک ہے۔ اسلام نے حصول رزق و کاروبار کے سلسلے میں بھی اقلیتوں کو مکمل آزادی عطا فرمائی ہے جو کاروبار مسلمان کر سکتے ہیں وہ غیر مسلم بھی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حضور انور ﷺ نے اہل نجران کے لئے تحریر فرمایا کہ: ''امان ان تذرو الربا وامان تا ذنوا بحرب من الله ورسوله'' (سود چھوڑ دو یا اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ)

(احکام القران رجصاص جلد ۴، ص ۸۹، دار احیاء التراث العربی ۱۴۰۵ھ بیروت لبنان)

کسی مسلمان کے معزور یا مجبور ہو جانے پر شریعت اسلامی بیت المال سے اس کی کفالت و تربیت کا حکم دیتا ہے اور یہی حکم غیر مسلم ذمی کے لئے ہے۔ چنانچہ حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے ''ان رسول الله ﷺ تصدق صدقه علی اهل بیت من الیهود فهی تجری علیهم''۔ (نصب الرایہ، جلد ۲ ص ۳۹۸۔ عسقلانی، الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ، جلد ۱ ص ۲۶۶، دار المعرفہ بیروت، لبنان)

(رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے ایک گھرانے کو صدقہ دیا اور حضور کے وصال کے بعد بھی وہ انھیں دیا جارہا ہے۔)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے: ''تصدقو اعلیٰ اھل الادیان'' تمام اہل مذاہب پر صدقہ وخیرات کرو۔ (نصب الرایہ الاحادیث الھدایہ جلد ۲ ص ۳۹۸، زیلعی، قاھرہ)

اس کے علاوہ اسلام نے غیر مسلموں کو مسلمانوں سے کاروبار کرنے کی بھی اجازت مرحمت فرمائی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس ۳۰ رصاع جو کے عوض رھن تھی۔

(بخاری کتاب الجہاد، باب ما قال فی ذرع النبی والقمیص فی الحرب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مقام سے گذر ہوا تو آپ نے ایک بوڑھے نابینا یہودی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اس سے پوچھا تمہیں اس پر کس بات نے مجبور کیا اس نے کہا کہ بوڑھا ضرورت مند ہوں اور جزیہ بھی دینا ہے، حضرت عمر نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لائے اور اس کو اپنے گھر سے کچھ دیا پھر اس کو بیت المال کے خازن کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اس کا اور اس جیسے لوگوں کا خیال رکھو اور ان سے جزیہ لینا موقوف کرو کیونکہ یہ کوئی انصاف کی بات نہیں ہے کہ ہم نے ان کی جوانی میں ان سے جزیہ وصول کیا اور اب بڑھاپے میں ان کو اس طرح رسوا کریں۔ (المغنی، ابن قدامہ، جلد ۸، ص ۵۰۹، دار الفکر بیروت لبنان ۱۴۰۵ء ابو یوسف، کتاب الخراج ص ۱۵۰ دار المعرفہ، بیروت لبنان)

انسانی معاشرے میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں اور ہر مذہب میں مختلف قسم کی محافل وثقافت کا اہتمام کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں اسلام نے وقت ضرورت ان کو دعوت دینے اور ان کی دعوت قبل کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد خداوندی ہے:

وطعام الذین اوتو االکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم۔

(سورۃ المائدہ، آیت ۵)

(ان کا کھانا جن کو کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کیلئے حلال ہے۔)

خود رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلم یہودی کی دعوت قبول فرمائی ہے نیز غیر مسلموں کے کھانے کا اہتمام فرمایا ہے۔

(سیرت ابن ھشام، جلد ۴ ص ۱۹۴، بخاری کتاب المغازی، باب الشاۃ التی سمت)

کسی کی تعریف کرنا، شکریہ ادا کرنا یا دعا دینا بھی انسانی معاشرہ کا ایک اہم اخلاقی دستور ہے جس سے باہمی میل محبت کا ماحول پیدا ہوتا ہے، اسلام نے اس کو نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی روا رکھا ہے۔ حضور انور ﷺ کی ذات پاک چونکہ ہر قوم و طبقے کے لئے سراپا رحمت اور باعث برکت ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے غیر مسلموں کو بھی دعاؤں سے نوازا ہے۔ چنانچہ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غیر مسلم یہودی سے پینے کی کوئی چیز طلب کی اس نے وہ خدمت میں پیش کی تو آپ نے اس کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حسین وخوبصورت رکھے۔ چنانچہ تاحیات اس کے بال سیاہ رہے۔ (عبدالرزاق، المصنف، ۱۰/ ۳۹۲)

عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان بچوں کے ساتھ تو ہم کسی قدر محبت وشفقت کا برتاؤ کرتے ہیں لیکن کفار کے بچوں کے ساتھ ہمارا جو طرز عمل ہوتا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ ان کی جانب تو کوئی نظر محبت و التفات ہوتی ہی نہیں لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ اور حسنِ سلوک سے کفار کے بچوں کے ساتھ بھی محبت ونرمی کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک یہودی شخص کا لڑکا آپ کی خدمت میں تھا وہ ایک بار بیمار ہوگیا۔ آپ نے از خود تشریف لاکر اس کی عیادت فرمائی، اس بچے کے سرہانے بیٹھے، پھر اس بچے سے فرمایا اسلام قبول کر و اس بچے نے اپنے والد پر نظر ڈالی، والد نے بھی کہا ابوالقاسم کی اطاعت کر لہٰذا وہ بچہ مسلمان ہوگیا۔ آپ یہ کہتے ہوئے نکلے: الحمدللہ الذی انقذہ من النار۔ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے جس نے اس کو آگ سے بچالیا) (صحیح بخاری، باب اذا اسلم الصبی فمات، حدیث ۱۳۵۶)

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچے پر شفقت ومحبت کی جائے چاہے وہ بچہ کافر کا ہی کیوں نہ ہو۔ نیز اس حدیث سے جہاں غیر مسلم بچوں کے ساتھ محبت وشفقت کا برتاؤ کرنے کا سبق ملتا ہے وہاں غیر مسلم کی عیادت کرنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے:

"ولا باس بعیادۃ الیھودی والنصرانی لانہ نوع بر فی حقھم وما نھینا عن

ذالک"۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد ۵، ص ۱۴۳)

(یہودی اور نصرانی کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ یہ ان کے حق میں ایک طرح کی بھلائی اور حسن سلوک ہے اس سے ہمیں منع نہیں کیا گیا ہے۔)

اسی طرح اگر کسی غیر مسلم کا انتقال ہو جائے تو انسانیت کے ناطے اس کی تعزیت کے لئے جانے سے بھی اسلام منع نہیں کرتا۔ چنانچہ ردالمختار علی الدر المختار میں ہے کہ "کسی یہودی یا مجوسی کے بچے کا انتقال ہو جائے تو اس کے مسلمان پڑوسی کو اس کی تعزیت کرنی چاہئے اور کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہت اچھا جانشین عطا فرمائے اور آپ کے حالات کو بہتر بنائے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، جلد ۵، ص ۱۴۳)

انسانی زندگی اور انسانی معاشرہ میں پڑوس کا بھی بڑا عمل دخل ہے۔ ہر انسان اور ہر شئی کا کوئی نہ کوئی یا کچھ نہ کچھ پڑوس ضرور ہوتا ہے مثلاً ایک انسان دوسرے انسان کا پڑوسی، ایک گھر دوسرے گھر کا پڑوسی، ایک خاندان دوسرے خاندان کا پڑوسی، ایک محلہ دوسرے محلہ کا پڑوسی، ایک شہر دوسرے شہر کا پڑوسی، اور ایک ملک دوسرے ملک کا پڑوسی ہوتا ہے۔ اسلام نے پڑوسیوں کو جو انسانی حقوق عطا فرمائے ہیں اور ان کے ساتھ جس حسنِ سلوک سے پیش آنے کی تعلیم دی ہے وہ سب کے لئے عام ہے اس میں مسلم یا غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلایؤذ جارہ"۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حق الجوار)

(جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے پڑوسی کو اذیت نہیں پہونچانا چاہئے)

واللہ لایومن واللہ لایومن واللہ لایومن قیل ومن یا رسول اللہ: قال الذی لایامن جار بوائقہ"۔ (صحیح بخاری، حدیث ۵۶۷۰)

(اللہ کی قسم وہ ایمان والا نہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون؟ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے بے خوف نہیں۔)

من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیکرم جارہ"۔

(صحیح بخاری، حدیث ۹۵۷)

(جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے)

"عن ابی ذر قال: ان خلیلی ﷺ اوصانی اذا طبخت مرقاً فاکثر مائہ ثم انظر اھل بیتٍ من جیرانک فاصبھم منھا بمعروف۔"

(حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ بے شک میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربہ زیادہ کرو اور پھر اپنے پڑوسیوں کے گھر والوں کو دیکھو اور اچھی چیز ان کو بھی بھیجو۔) (صحیح مسلم، کتاب البر، باب الوصیۃ بالجار والاحسان، حدیث ۲۱۹۲)

مذکورہ بالا فرمان خداوندی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑوسی کے تعلق سے جو حسن اخلاق اور عمدہ برتاؤ کی ہدایت ونصیحت کی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حکم مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے یکساں ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسلام نے انسانی زندگی اور انسانی سماج کے ہر شعبے اور ہر معاملے میں غیر مسلموں اور اقلیتوں کے حقوق کی مکمل پاسداری کی ہے اور دورِ رسالت ﷺ میں تو اسکے مثالی جلوے نظر آتے ہیں۔

والدین اور رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک

اللہ رب العالمین اور اس کے رسول رحمۃ للعالمین کی اطاعت وفرماں برداری کے بعد اسلام نے مذہبی واخلاقی طور پر سب سے زیادہ ماں باپ کی اطاعت وتابعداری پر زور دیا ہے اور ان کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک وخندہ پیشانی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ والدین ہی نہیں بلکہ ماں یا باپ کی نسبت سے جو اعزاء واقربا ہیں ان کے ساتھ بھی ہمیشہ نرمی وصلہ رحمی کا برتاؤ کرنے کا سبق دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت میں اکثر مقامات پر والدین کے ساتھ قریب کے رشتے داروں سے محبت وہمدردی سے پیش آنے اور ان کی مالی وجانی مدد کرنے کی ہدایت ونصیحت کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى 38

(اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتے داروں سے۔)

اِنْ تَرَكَ خَيْرَ نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ 39

(اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتے داروں کے لئے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیز گاروں پر۔)

قُلْ اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ 40

(تم فرماؤ (اے رسول) جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتے داروں کے لئے ہے۔)

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا 41

(اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف بھی نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم سے بات کرنا۔ اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔)

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ 42

(اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔)

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا 43

(اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے۔ اس کی ماں نے

اس کو پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے۔)

مذکورہ بالا آیات قرآنی میں والدین اور قریبی رشتے داروں کے اخلاقی و مذہبی حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی ایسی کثیر آیات ہیں کہ جن میں مختلف انداز میں والدین اور اقرباء کے ساتھ احسان و نیکی کا معاملہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ رشتے داری کے تعلق سے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ 44

(اور وہ کہ جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔)

وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَ الْاَرْحَامَ 45

(اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔)

ان دونوں آیات میں خاص طور سے قرابت داروں کے حقوق کی رعایت رکھنے اور رشتوں کے لحاظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور رشتہ منقطع کرنے کو سخت ناپسند کیا گیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ:

وَ یَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ 46

(اور جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اس کو قطع کرتے ہیں۔)

والدین اور قرابت داروں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو قرآن مقدس میں قدرے اختصار سے بیان کیا گیا ہے لیکن احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کو بڑی ہی تفصیل و توضیح کے ساتھ کہیں ترغیب اور کہیں تہدید کے انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

جاء رجلٌ الٰی رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ من احقُ الناس بحسن صحابتی قال: اُمّک قال: ثم من قال: ثم اُمّک قال: ثم مَنْ ثُمَّ اُمّک قال ثم من قالَ ثُمَّ ابوک 47

(ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں۔

عرض کیا: پھر کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں۔ عرض کیا پھر کون ہے؟ فرمایا تمہاری ماں ہے۔ عرض کیا پھر کون؟ فرمایا پھر تمہارا باپ ہے۔)

عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال: رغم انف، ثم رغف انف، ثُمَّ رغم انف۔ قیل من یا رسول اللہ؟ قال من ادرک ابویہ عندالکبر، احدھما او کلیھما، فلم یدخل الْجنَّة48

(حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے؟ فرمایا جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پایا اور پھر (خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔)

ان رَجلاً قال: یارسول اللہ! ماحق الوالدین عَلی ولدھما؟ قال: ھما جنتک و نارک49

(ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ والدین کا اپنی اولاد پر کتنا حق ہے؟ آپ نے فرمایا وہ دونوں تیری جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی۔)

قال رجل للنبیِّ صلی اللہ علیہ و سلم: أجاھدُ قال لک ابوان؟ قال نعم قال ففیھما فجاھِدْ50

(ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں جہاد کروں؟ فرمایا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو ان کی خدمت کر وہی تمہارا جہاد ہے۔)

پیش کردہ احادیث میں والدین کے ساتھ بہترین سلوک کی ہدایت و نصیحت کی گئی ہے اور ان کی خدمت کو جنت و دوزخ کا معیار قرار دیا گیا ہے اور جہاد جیسی عظیم عبادت بیان کیا گیا ہے۔ اور دوسری احادیث میں ان کی نافرمانی کو شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ کبیرہ شمار کیا گیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ماں باپ کی رضا میں اللہ کی رضا اور ان کی ناراضگی کو اللہ کی ناراضگی بتایا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

سئل عن الکبائر فقال الشرک باللہ و قتل النفس و عقوق الوالدین۔" 51

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں معلوم کیا گیا تو فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، کسی جان کو قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔)

والدین کے ساتھ ساتھ قریبی رشتے داروں کے ساتھ بھی حدیث شریف میں حسن سلوک اور محبت و ہمدردی سے پیش آنے کی تاکید کی گئی ہے۔ مختلف احادیث شریف میں مرقوم ہے کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرَّحِمُ معلقۃ بالعرش تقول: من وصلنی وصلہ اللہ، و من قطعنی قطعہ اللہ52

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، رشتہ عرش سے وابستہ ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ اس کو جوڑے اور جس نے مجھے کاٹا اللہ اس کو کاٹے۔)

قال اَن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: أبر البر ان یصل الرجلُ وُدَّابِیہ۔ 53

(حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والد کے دوستوں سے نیکی کرے۔)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا من انسابکم ماتصلون بہ ارحامکم فان صلۃ الرحم محبۃٌ فی الاھل مثراۃ فی المال منساۃ فی الاثر54

(حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! اپنے نسبوں کو یاد رکھو جس سے اپنے رشتے و تعلقات جوڑو اس لئے کہ نسب میں رشتے جوڑنا گھر والوں میں محبت ہے مال میں اضافہ و برکت ہے اور عمر میں درازگی و کشادگی ہے۔)

اس مفہوم کو بخاری شریف میں ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سرَّہ ان یبسط لہ فی رزقہ و ان ینسالہ فی اثرہ فلیصل رَحِمَہٗ55

(حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس کو یہ بات اچھی لگے کہ اس کا رزق فراخ ہو اور اس کی عمر دراز

ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کیا کرے۔)

جو لوگ قرابت داری یا رشتہ داری کا خیال نہیں کرتے ان کو آگاہ فرماتے ہوئے بیان کیا گیا کہ:

"عن جبیر بن مطعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: لایدخل الجنۃ قاطع رحم" 65

(حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشتہ داری ختم کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔)

مختصر یہ کہ قرآن وسنت نے والدین اور اقربا و احباب کے حقوق کی غایت درجہ رعایت فرمائی ہے اور ہمیشہ ان کے ساتھ حسن سلوک و احسان اور نیکی کا معاملہ کرنے کی ہدایت و نصیحت فرمائی ہے۔ اور صلہ رحمی یا رشتہ داری منقطع کرنے کے تعلق سے خاص وعید بھی فرمائی ہے کہ یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ جو شخص قطع رحمی کا مرتکب ہو اس پر جنت کے دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک

اسلام نے پڑوسیوں کو جو اخلاقی حقوق عطا فرمائے ہیں اور ان کے ساتھ جس حسن سلوک سے پیش آنے کی تعلیم دی ہے اس کی مثال اقوام عالم کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی ہے۔ اس سے بڑھ کر پڑوسی کی عظمت کیا ہو سکتی ہے کہ اسلام نے اس کے ایمان کو نامکمل قرار دیا ہے جو پڑوسی کی راحت و تکلیف کا خیال نہیں رکھتا ہے۔

والدین و اعزا و اقربا اور احباب کی طرح اسلام نے پڑوسی کے بھی مختلف نوعیتوں اور مختلف حیثیتوں سے مختلف مذہبی و اخلاقی حقوق واضح فرمائے ہیں۔ مجموعی طور پر جملہ حقوق سے یہی سبق حاصل ہوتا ہے کہ پڑوسی کے ساتھ محبت و ہمدردی کا جذبہ بیدار رکھا جائے اور ان سے ہمیشہ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ

ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ 57

(اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی سے۔)

بظاہر قرآن حکیم میں صرف ایک مقام پر پڑوسی کے ساتھ نیکی وخیر سگالی کا حکم دیا گیا ہے لیکن احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑی کثرت کے ساتھ ان کے حقوق بیان کئے گئے ہیں اور عمدہ سلوک سے پیش آنے کا درس دیا گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

واللہ لایومن واللہ لایومن واللہ لایومن قیل و من یا رسول اللہ؟ قال الذی لا یامن جارہ بوائقہ 58

(اللہ کی قسم وہ ایمان والا نہیں، اللہ کی قسم وہ ایمان والا نہیں، اللہ کی قسم وہ ایمان والا نہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون؟ فرمایا کہ جس کا پڑوسی اس کی ایذارسانی سے بےخوف نہیں۔)

معلوم ہوا کہ جو مسلمان اپنے پڑوسی پر ظلم وزیادتی کرتا ہے تو اس کا یہ طریقہ اس بات کی علامت ہے کہ ابھی وہ ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکا ہے۔ کیونکہ ایمان تو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیتا ہے نہ کہ ان کو تکلیف وتنگ کرنے کی۔

مزید دوسری احادیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

عن عبداللہ بن عمر قال: قال رجلٌ: یا رسول اللہ! متیٰ اکون محسناً؟ قال اذا قالَ جیرانُکَ: انت مُحسنٌ فانت محسن و اذا قالوا: اِنَّکَ مُسِیئٌ فانت مُسِیئٌ 59

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں محسن کب بنوں گا؟ فرمایا، جب تیرا پڑوسی تجھے کہے کہ تو نیکوکار ہے تو تو نیک ہے اور اگر تجھے وہ برا کہے تو تو برا ہے۔)

عن ابی ذر قال: ان خلیلی صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی اذا طبخت

مرقاً فاکثر مائۂ ثم انظر اھل بیتٍ من جیرانِک فاصبھم منھا بمعروف60

(حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ بے شک میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربہ زیادہ کرو اور پھر اپنے پڑوسیوں کے گھر والوں کو دیکھو اور اچھی چیز ان کو بھی بھیجو۔)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مازال جبرئیل یوصینی بالجار حتّٰی ظننتُ اَنّہ سیوَرِثُہ61

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں وصیت فرماتے رہے، یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ عنقریب اسے اس کا وارث بنادیا جائے گا۔)

عن ابی ھریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: یا نسآءَ المسلمات لاتحقرنَ جارۃٌ لِجارتِھا وَلَوْ فِرْسِنَ شاۃٍ 62

(حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ: اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی عورت اپنی پڑوسن کی تحقیر وتذلیل نہ کرے اگرچہ وہ بکری کے کھر جیسی کیوں نہ ہو۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم جارَہٗ63

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔)

قرآن وسنت کے مذکورہ بالا احکامات سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے پڑوسی کو بہت ہی باعزت واحترام کے لائق سمجھا ہے اور اس کے ساتھ ہمیشہ محبت وہمدردی اور حسن سلوک سے پیش آنے کا درس دیا ہے۔

اس انسانی دنیا میں پڑوس کا بڑا عمل دخل ہے۔ ہر انسان و ہر چیز پڑوس سے وابستہ

ہے۔ایک انسان دوسرے انسان کا پڑوسی ہوتا ہے، ایک گھر دوسرے گھر کا پڑوسی ہوتا ہے، ایک خاندان دوسرے خاندان کا پڑوسی ہوتا ہے، ایک محلہ دوسرے محلہ کا پڑوسی ہوتا ہے، ایک شہر دوسرے شہر کا پڑوسی ہوتا ہے، ایک صوبہ دوسرے صوبے کا پڑوسی ہوتا ہے اور ایک ملک دوسرے ملک کا پڑوسی ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ اگر اسلام کے پیش کردہ پڑوسی کے حقوق پر عمل کیا جائے تو حسن و خوبی باہمی محبت و ہمدردی کا ماحول پیدا ہوسکتا ہے اور ساری دنیا امن وامان کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

یتیموں، مسکینوں، مسافروں، محتاجوں اور کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک

اسلام نے یتیموں، مسکینوں، مسافروں، محتاجوں اور کمزوروں کی مدد کرنے اور ان سے محبت و ہمدردی سے پیش آنے اور سماج میں ان کو باعزت مقام عطا کرنے کے لئے بڑی واضح تعلیمات دی ہیں اور ان کے حقوقِ زندگی کی حفاظت وادائیگی کو ایک اہم عبادت اور خداوند قدوس کے قرب وخوشنودی کے حصول کا بہترین ذریعہ قرار دیا ہے۔

اسلامی صدقہ وزکوٰۃ کے پیچھے بھی یہی مقصد کارفرما ہے کہ اس کے ذریعہ کمزوروں، محتاجوں اور سماج کے قابل رحم لوگوں کی دستگیری کی جائے تا کہ ان کو جینے کا حوصلہ ملے اور وہ زندگی کو اپنے لئے بوجھ نہ سمجھیں اور زندگی کے حقوق وفرائض کی ادائیگی میں حسب قوت دوسروں کے ساتھ شامل رہیں اور اپنی ذہنی، فکری، تجرباتی اور عملی صلاحیتوں سے خود بھی مستفید ہوں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔

اسلامی صدقہ وخیرات اور زکوٰۃ کے نظام کا بھی یہی مقصد ہے کہ اس سے ایک طرف جہاں محتاجوں وپسماندہ لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے وہاں دوسری طرف ان کے دل ودماغ میں امراء واہل ثروت افراد کے لئے محبت و ہمدردی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ محتاج وغرباء اور مساکین دولت مند حضرات کی مالی وجسمانی خوشحالی وسلامتی کے لئے دعا کرتے ہیں، جس کے سبب اہل ثروت وقدرت اشخاص میں مجبوروں ومفلسوں کی مدد کرنے کا جذبہ اور ترقی کرتا ہے۔ اس طرح باہمی تعاون وحوصلہ افزائی سے باہمی محبت و ہمدردی کا سنہرا ماحول جنم لیتا ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام نے یتیموں، مسکینوں، محتاجوں اور کمزوروں کے حقوق کا انسانی زندگی

کے ہر شعبے میں مکمل خیال رکھا ہے۔ ان کی غذا، لباس، رہائش، علاج، تعلیم، نکاح اور کفالت و تربیت کے لئے ایسے اعلیٰ اخلاقی حقوق مقرر فرمائے ہیں کہ جن کی ادائیگی کے بعد بنا کسی پریشانی کے ان کی سادہ سی زندگی بآسانی گزر سکتی ہے۔

اسلام نے مذکورہ بالا پسماندہ و خستہ حال افراد کے لئے صرف حقوق ہی متعین نہیں فرمائے ہیں بلکہ بڑی سختی کے ساتھ ان پر عمل کرنے کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ ان کی دستگیری و نگہداشت کرنے والوں کو رحمت و برکت اور جنت کی خوشخبری دی ہے تو خبر گیری نہ کرنے والوں کو انتہائی سخت و غضبناک الفاظ میں جہنم کی وعید سنائی ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ 64

(اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور کروٹ کے ساتھی اور مسافر سے بھلائی کرو۔)

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا 65

(اور رشتے داروں کو ان کا حق دو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (حق دو) اور فضول نہ اڑاؤ۔)

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ 66

(یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور اُن لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، اور اُن کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے۔)

محتاجوں، کمزوروں اور ضرورت مندوں کی حتی الامکان مدد کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی ہدایت و نصیحت قرآن پاک کی بہت ساری آیات میں کی گئی ہے۔ یہی نہیں

بلکہ ان کے حقوق کا خیال رکھنے والوں کی بہت خوبصورت انداز میں تعریف وتوصیف بھی کی گئی ہے۔ اور بڑے موثر انداز میں ان کو رحم دلی کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا 67

(اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور قیدی کو، ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔)

وَ الَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ 68

(اور وہ لوگ (نمازی وجنتی ہیں) جن کے مالوں میں مسائل اور زندگی کی راحت وآرام سے محروم لوگوں کا ایک حصہ مقرر ہے۔)

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ 69

(اور جب تقسیم کے وقت رشتے دار، یتیم اور مسکین آجائیں تو تم اس میں سے تھوڑا بہت انہیں بھی دے دو اور ان سے نرمی سے بولو۔ اور اس بات سے ڈریں کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے کمزور بچے چھوڑ جاتے، جن کے برباد ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ (تو ان کا کیا حال ہوتا)۔

مذکورہ بالا آیات قرآنی سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ محتاجوں، کمزوروں، مجبوروں اور ضرورت مندوں کی غذائی، رہائشی، تعلیمی اور دیگر انسانی ضروریات کے لئے اللہ نے ان کی مالی مدد کرنے اور ہمدردی سے پیش آنے کا درس دیا ہے اور مالدار حضرات کو یہ ذہن دیا ہے کہ وہ ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے اپنی جائز دولت میں سے بقدر ضرورت ایک حصہ مقرر کریں۔

قرآنِ مقدس میں بطور اختصار مذکورہ بالا احکام کو بیان کیا گیا ہے لیکن حدیث شریف میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کی مذہبی و دنیوی اور انفرادی وسماجی خوشحالی وترقی کے لئے کہیں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ہے۔ چنانچہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد

فرماتے ہیں:

من نفَّسَ عن مؤمن كُربَةً من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة و من يَسر على معسر يسّر الله عليه فى الدنيا والأخرة و من ستر مسلما ستره الله فى الدنيا والأخرة والله فى عون العبد ما كان العبد فى عون اخيه 70

(جو شخص کسی مسلمان کی کوئی دنیوی تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل کرے گا۔ جو شخص دنیا میں کسی تنگ دست کے لئے آسانی پیدا کرے گا اللہ پاک دنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانی پیدا فرمائے گا اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔)

اس حدیث میں عمومی طور پر کمزوروں، محتاجوں اور تنگ دستوں کی مدد و دستگیری کے لئے رغبت دلائی گئی ہے لیکن بہت سی احادیث ایسی بھی ہیں کہ جن میں کمزوروں، معذوروں اور ضرورت مندوں کی اقسام و اسماء کی وضاحت کے ساتھ حسن سلوک و ہمدردی سے پیش آنے کا تذکرہ ہے۔ مختلف احادیث شریف میں مرقوم ہے کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احب الاعمال الى الله عز و جل من اطعم مسكيناً من جوعٍ اور فع عنه مغرماً او كشف عنه كَرباً 71

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ اور محبوب وہ شخص ہے جو کسی بھوکے مسکین کو کھانا کھلائے یا اس کا قرض ادا کرے یا اس کی مصیبت کو دور کر دے۔)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا و كافل اليتيم فى الجنَةِ هكذا و اشار بِالسَبَابَةِ والوسطى، و فرَّجَ بينهما شيئًا 72

(حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا

جنت میں اس طرح ہوں گے، اور اپنی درمیانی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا
اور دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا۔)

السّاعی علی الا رملة و المسکین کالمجاهد فی سبیل الله او کالذی یصوم النّهار و یقوم اللیل 73

(بیوہ اور مسکین کے لئے کوشش کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی طرح
ہے یا اس شخص کے مثل ہے جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھے اور راتوں کو قیام کرے۔)

قال رسول الله صلی الله علیه و سلم اطعمو الجائع، و عودوا المریض و فکوا العانی 74

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی عیادت
کرو اور قیدی کو چھڑاؤ۔)

خیر بیت فی المسلمین بیت فیه یتیم یحسن الله و شر بیت فی المسلمین بیت فیه یتیم یسآء الیه 75

(مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا
سلوک کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کے گھروں میں برا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے
ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہے۔)

اسلام نے محتاجوں، معذوروں اور کمزوروں کی فلاح و بہبود کے متعلق صرف اخلاقی
تعلیمات دینے اور ایمانی جذبات بیدار کرنے پر ہی کفایت نہیں کی ہے بلکہ اسی کے ساتھ اس
مقصد کے لئے مضبوط قانونی اور انتظامی دستور بھی قائم کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں جس فراخ دلی
اور عظیم رواداری کا نمونہ پیش کیا ہے وہ پوری دنیا کے لئے قابل عمل ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتح حیرہ کے موقع پر جو معاہدہ ہوا تھا اس میں تحریر تھا کہ:

ایما شیخ ضعف عن العمل او اصابته اٰفة من الاٰفات او کانَ غنیًا فافتتقر و صار اهل دینه یتصدقون علیه طرحت جزیته و عیل من بیت مال المسلمین وْ عیالهِ ما اقام بدارِ الهجرة و دار الاسلام 76

(کوئی بوڑھا آدمی جو کام سے معذور ہو جائے یا کوئی سخت مرض میں مبتلا ہو کر مجبور ہو جائے یا جو مالدار ہو پھر ایسا غریب ہو جائے کہ خیرات کھانے لگے ایسے لوگوں سے جزیہ نہیں لیا جائے گا اور جب تک وہ زندہ رہیں ان کے اہل وعیال کے اخراجات مسلمانوں کے بیت المال سے پورے کئے جائیں۔ جب تک ان کا قیام دارالہجرت اور دارالاسلام میں رہے۔)

اس طرح اسلام نے محتاجوں ومعذوروں کی خدمت کے لئے زندگی کے تمام شعبوں میں حسن سلوک کا درس دیا ہے اور مسلم یا غیر مسلم، قومی یا غیر قومی، نسلی یا غیر نسلی اور ملکی یا غیر ملکی کا فرق کئے بغیر سب کے ساتھ یکساں سلوک کئے جانے کا حکم دیا ہے۔ فرمانِ رسول علیہ السلام ہے کہ:

الخلق کلھم عیال اللہ فاحبُھم الی اللہ انفعھم لعیالہ77

(ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور خدا کی نظر میں سب سے محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت مندوں اور صحت مندوں کو کمزوروں اور معذوروں پر فوقیت وبرتری جتانے سے بھی منع فرمایا ہے تاکہ وہ احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں اور ان کے دل کو ٹھیس نہ پہنچے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَبغونی الضُعفآء، فانما تنصرون وترزقون بضعفائکم78

(مجھے کمزوروں میں تلاش کرو کیونکہ ان کی بدولت تمہیں مدد دی جاتی ہے اور رزق عطا کیا جاتا ہے۔)

خلاصہ یہ کہ محتاجوں، معذوروں اور کمزوروں کا مالی وجسمانی تعاون اور ان کے ساتھ بہترین حسن سلوک اسلامی اخلاق واقدار کا اہم ترین حصہ ہے جس کے ذریعہ اسلام ایک ایسے ماحول کی تعمیر کرنا چاہتا ہے جس کی سب سے اہم خصوصیت ہمدردی وغم خواری اور انسان دوستی ہو۔ انسان مصیبت میں غیروں کے کام آئے اور ان کی تکلیف کا درد اپنے قلب وجگر پر محسوس کرے۔ اور یہ ہمدردی ومحبت بنا کسی مذہبی، ملکی، نسلی یا قومی امتیاز کے بغیر دنیا کے ہر اس انسان کے ساتھ ہونا چاہئے جو مصیبت وتکلیف کا شکار ہو۔

بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک

اسلامی اخلاق و اقدار کا نظام عدل و احسان اور محبت و ہمدردی پر قائم ہے۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے انسانی سماج کے محتاج، کمزور اور ضرورت مند طبقے کے لوگوں کے حقوق بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے بہت مضبوط و مکمل سماجی اور قانونی نظام پیش کیا ہے۔

انسانی سماج میں مختلف اقسام کے کمزور، لاچار اور مجبور پائے جاتے ہیں۔ جن میں بعض وہ ہیں جو پیدائشی ہوتے ہیں، جیسے جسمانی، دماغی اور قلبی اپاہج وغیرہ۔ اور بعض وہ ہیں جو عمر کی زیادتی کی بنا پر کمزور و ضعیف ہوتے ہیں جیسے بزرگ و بوڑھے۔ اور بعض وہ ہیں جو کم عمری، جسمانی اور ذہنی ناپختگی کے باعث کمزور و ناتواں ہوتے ہیں جیسے بچے، یتیم اور بعض وہ ہیں جو صنف نازک ہونے کی وجہ سے کمزور ہوتے ہیں جیسے عورتیں، بیوائیں۔ بہر حال وہ کسی بھی طبقے یا کسی بھی قسم کے ہوں، اسلام نے مطلقاً ہر کمزور و ناتواں اور مجبور و لاچار کی حاجت روائی اور ان کے بنیادی حقوق کی ادائیگی اور سہولیات کی فراہمی کو لازمی و ضروری قرار دیا ہے۔ اور سماج کے ہر طبقے اور ہر فرد کو ہدایت دی ہے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی و سستی نہ کرے۔ اور پوری ذمہ داری و دیانت داری کے ساتھ اپنا اخلاقی فریضہ انجام دے۔

انسانی سماج کے بعض کمزور ترین طبقات کا ہم گذشتہ صفحات پر تذکرہ کر چکے ہیں۔ یہاں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے تعلق سے اسلامی اخلاق و اقدار کا مختصر جائزہ پیش کر رہے ہیں۔

بچے، بوڑھے اور عورتیں بھی انسانی سماج کے کمزور و ضعیف طبقات میں شمار ہوتے ہیں۔ بچے اس لئے کہ وہ کم عمر، نابالغ اور جسمانی و ذہنی طور پر ناپختہ ہونے کی وجہ سے اس لائق نہیں ہوتے کہ وہ اپنے حقوق اور مسائل کو پہچان کر ان کے لئے کوشش کریں۔ بوڑھے اس لئے کہ وہ عمر کی زیادتی اور جسمانی و ذہنی قوت و صلاحیت کے کمزور ہونے کے سبب اس لائق نہیں ہوتے کہ وہ محنت کر سکیں اور بذات خود اپنی گزر اوقات کر سکیں۔ اور عورتیں اس وجہ کر کہ وہ پیدائشی نازک و کمزور ہوتی ہیں۔ ان پر بچوں و شوہروں اور گھروں کی بہت سی ذمہ داریاں ہوتی

ہیں جن کے سبب وہ بھی اپنے حقوق اور معاملات کے لئے جد و جہد نہیں کر سکتیں۔ اس لئے اسلام نے ان کے بھی انسانی و اخلاقی حقوق مقرر فرمائے ہیں اور ان کی مذہبی و سماجی فلاح و کامیابی کا بڑا روشن اور مکمل ضابطہ پیش کیا ہے۔ اور ان کے ساتھ حسن سلوک و رحمت و شفقت کا برتاؤ کرنے کی ہدایت و تاکید کی ہے اور حکم دیا ہے کہ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے ساتھ بلا وجہ بے رخی اور سختی کا برتاؤ نہ کرو، ان پر دست درازی نہ کرو اور انہیں جھڑکو اور پھٹکارو مت بلکہ ان کے ساتھ نرمی و ہمدردی کا مظاہرہ کرو۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ 79

(تم فرماؤ آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا۔ یہ کہ اس کا کوئی شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔)

و لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم و ایکم ان قتلھم کان خطأ کبیرا 80

(اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔)

و اللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا و جعل لکم من ازواجکم بنین و حفدۃ۔ 81

(اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کئے۔)

مذکورہ بالا قرآنی آیات میں غریبی و مفلسی کے خوف سے اولاد کو ہلاک کرنے سے بڑی سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے اور ان کو روزی دینے کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اولاد کو بڑی انمول دولت، سامانِ مسرت و فرحت اور رحمت قرار دیا گیا ہے۔ بچوں کے لئے سب سے بڑی مصیبت اور تکلیف کا باعث ان کے سروں سے ماں باپ کے سایۂ شفقت کا اٹھ جانا ہے،

جس کی وجہ سے وہ یتیم ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے نابالغ یتیم بچوں کی حفاظت اور کامیابی کے لئے بھی بڑی واضح ہدایات بیان کی ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا 82

(بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھا لیتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ دہکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔)

وَ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ 83

(اے نبی! آپ سے یتیموں کے بارے میں معلوم کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔)

یہ وہ احکامِ قرآنی ہیں جو اسلام نے بچوں کے تعلق سے ارشاد فرمائے ہیں کہ ان پر ظلم و دست درازی نہ کرو اور ہمیشہ ان کا بھلا کرنے کی کوشش کرو۔ بچوں کی طرح بوڑھوں کے ساتھ بھی قرآن نے حسن سلوک اور محبت و ہمدردی کی تعلیم دی ہے۔ ماں باپ اگر بوڑھے ہوں تو ان کے تعلق سے بہت سی آیاتِ قرآنی اور ان کے احکام ماقبل صفحات پر گزر چکے ہیں لیکن عام بزرگوں، بوڑھوں کے بارے میں ارشادِ قرآنی ہے کہ:

وَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ 84

(ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کے لئے۔)

بوڑھے بھی چونکہ محروم ہوتے ہیں اور دوسروں کی مدد و ہمدردی کے مستحق ہوتے ہیں اس لئے محتاجوں، معذوروں اور ضرورت مندوں کے بارے میں جو آیتیں نازل ہوئی ہیں اور ان میں جو ہدایات کی گئی ہیں وہ بزرگوں کے لئے بھی ہمدردی و تعاون کی دلیل و برہان ہیں۔

بچوں اور بزرگوں اور انسانی سماج کے دیگر افراد کے حقوق کے ساتھ قرآن نے عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو بھی بہت مکمل اور بہتر انداز میں بیان فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ 85

(عورتوں کے حقوق بھی مشہور طریقے پر ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں لیکن ان کے لئے ایک درجہ ہے۔)

وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا 86

(اور انہیں (عورتوں کو) اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔)

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ 87

(وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔)

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ 88

(اور ان سے اچھا سلوک کرو۔)

مذکورہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن نے عورتوں کے حقوق کا خیال رکھنے اور ان سے حسن سلوک سے پیش آنے کی تاکید فرمائی ہے۔

قرآن مقدس میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے لیکن احادیث شریف میں ان کو کافی تفصیل وتوضیح کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

جآء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: تقبلون الصبیان فما نقبلھم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم او املک ان نزع اللہ من قبلک الرحمۃ۔ 89

(ایک اعرابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ آپ تو بچوں کو بوسہ دیتے ہیں حالانکہ ہم تو انہیں بوسہ نہیں دیتے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے مہربانی کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔)

عن ابی ھریرۃ اَنَّ الاقرع بن حابس ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقبل حُسَیناً، فقال: ان لی عشرۃً من الولد ما فعلتُ ھٰذا بواحدٍ منھم، فقال رسول اللہ ﷺ من لا یرحم لا یُرحَم 90

(حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ اقرع بن حابس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسین کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا میرے دس بیٹے ہیں لیکن میں نے آج تک ان میں سے کسی کے ساتھ ایسا نہیں کیا ہے۔۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔)

یوں تو اسلام نے بچے کی پیدائش کے بعد اس کے بہت سے حقوق بیان فرمائے ہیں جیسے کان میں اذان، بہتر نام، عقیقہ اور ختنہ وغیرہ۔ لیکن سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا ہے وہ ہے ان کی عمدہ تعلیم وتربیت اور بہترین ادب کی تعلیم دینا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لان یؤدب الرجل ولدہ خیر من ان یصدق بصاع 91

(آدمی کا اپنی اولاد کو ادب کی تعلیم دینا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔)

اکرموا اولادکم واحسنوا ادبھم 92

(اپنی اولاد کی قدر کرو اور ان کو عمدہ ادب کی تعلیم دو۔)

مانحل والد ولداً من نحل افضل من ادب حسن93

(کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر تحفہ نہیں دیا۔)

پیش کردہ احادیث میں صاف طور پر بچوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق ادا کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ بوڑھوں کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے اور ان کے حقوق کا خیال رکھنے کی ہدایت فرماتے ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَیسَ مِنَا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا 94

(جو شخص چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا ہے اور بزرگوں کی تعظیم وتوقیر نہیں کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔)

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم 95

(بے شک یہ بات اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے ہے کہ بوڑھے مسلمان کا احترام کیا جائے۔)

ما اکرم شاب شیخاً من اجل سنہ الا قبض اللہ لہ عند سنہ من یکرمہ 96

(جوان اگر بوڑھے کی تعظیم اس کی عمر کی وجہ سے کرے گا تو اس کی عمر کے وقت

اللہ تعالیٰ کسی ایسے کو مقرر فرمادے گا جو اس کی تعظیم کرے۔)

اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھے افراد اپنی کبر سنی اور عمر کی زیادتی کے سبب احادیث رسول کی روشنی میں خاص عزت و اکرام اور حسن سلوک کا حق رکھتے ہیں۔ جوان کے حقوق کا خیال نہ رکھے یا ان کی تعظیم وتوقیر نہ کرے وہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے کیونکہ ان کا احترام واکرام اللہ رب العٰلمین کے احترام کے مثل ہے۔

مذکورہ بالا وہ احادیث ہیں کہ جن میں بچوں اور بوڑھوں کے اخلاقی حقوق بیان کئے گئے ہیں اور ان کے ساتھ ہمدردی ونرمی کا برتاؤ کرنے کا سبق دیا گیا ہے۔ آیئے اب ذرا ان احادیث کو بھی ملاحظہ فرمائیں کہ جن میں عورتوں کے نہ صرف حقوقِ انسانی کا تذکرہ ہے بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک پر بھی خاص زور دیا گیا ہے اور ان کے ساتھ سختی و دست درازی سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِستوصوا بالنسآء فان المرأۃ خُلِقَتْ من ضِلعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شیءٍ فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہٗ کسرتہ وان ترکتہٗ لم یزل اعوج، فاستوصوا بالنسآء۔ 97

(عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور سب سے زیادہ ٹیڑھا پن پسلی کے اوپری حصہ میں ہوتا ہے لہٰذا اگر تم اس کو بالکل سیدھا کروگے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر اسے اپنے حال پر چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ اس لئے عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی میری ہدایت قبول کرو۔)

اس حدیث میں عورتوں کے بارے میں ٹیڑھے پن کی جو بات کہی گئی ہے وہ ان کے مزاج کے بارے میں ہے جو عام طور سے تجربہ میں آتی رہتی ہے۔ اس لئے ان کے مزاج کی رعایت ضروری ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کی اخلاقی وعملی اصلاح کی کوشش نہ کی جائے۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مزید فرماتے ہیں کہ:

لایفرک مومن مؤمنۃ ان کرہ منھا خلقا رضی منھا آخر 98

(کوئی مومن مرد مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے اگر اس کی ایک عادت اس کو

ناپسند ہے تو ممکن ہے کہ اس کی کوئی دوسری عادت پسند آ جائے۔)

یعنی اگر اس میں کوئی خامی یا برائی ہے تو اچھائی وخوبی بھی ضرور ہوگی اس لئے مومن کو دونوں پہلو سامنے رکھ کر برتاؤ کرنا چاہئے۔

حضرت معاویہ بن حیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کس پر اس کی بیوی کا حق کیا ہے؟ فرمایا:

ان تطعمها اذا طعمت، و تكسوها اذا اكتسيتَ ولا تضرب الوجه، ولا تقبح ولا تهجر الا فى البيت99

(جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو اس کو بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو، اس سے برے لفظ نہ کہو اور اس کو اپنے سے جدا نہ کرو مگر گھر میں ہی۔)

سووا بين اولادكم فى العطية، فلو كنت مفضلا احداً لفضلتُ النسآء 100

(تحفوں کی تقسیم میں اپنی اولاد میں برابری رکھو اور اگر میں کسی کو کسی پر فضیلت دیتا تو عورتوں کو (مردوں پر) فضیلت دیتا۔)

مختصر یہ کہ اسلام نے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے لئے بھی بے مثال انسانی واخلاقی حقوق مقرر فرمائے ہیں اور ان سے بہتر وعمدہ سلوک کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ اسلام نے ان تینوں کے انسانی حقوق کا کتنا زیادہ خیال رکھا ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ "جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ ایک گروہ دوسرے گروہ کی جان اور مال کا پیاسا ہوتا ہے، مخالف گروہ کی تباہی و بربادی ہی خاص مقصد ہوتا ہے لیکن اسلام نے پہلی بار اس موقع پر بھی مسلمانوں کو یہی حکم دیا ہے کہ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں پر کسی قسم کا ظلم ودست درازی ہرگز نہ کی جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جائے"۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک

اسلام امن وسلامتی ورحمت وہمدردی کا مذہب ہے، جس کی رحمت وہمدردی کا دائرہ اتنا

وسیع ہے کہ انسان تو انسان، جانور بھی اس سے محروم نہیں۔ اس لئے اسلام نے نہ صرف نوعِ انسانی کے جملہ طبقات کے حقوق کا مکمل خیال رکھا ہے بلکہ بے زبان حیوانات کے حقوق کی بھی پوری پوری حفاظت و رعایت کی ہے۔ اور انسانوں کی طرح حیوانوں کے ساتھ بھی ظلم و ستم کو ناروا رکھا ہے اور ان کو بلاوجہ تکلیف دینے کی سخت ممانعت فرمائی ہے اور ان کو بھوکا، پیاسا رکھنے، طاقت سے زیادہ کام لینے اور بوجھ لادنے کو سخت گناہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

مَرَ رسول اللہ ﷺ ببعیر قد لَحِقَ ظہرہ ببطنہ قال اتقوا اللہ فی ھٰذہِ البھائم المعجمۃ فارکبوھا صالحۃً و اترکوھا صالحۃ 101

(ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے اونٹ کے پاس سے ہوا جس کی پیٹھ پیٹ سے چپک گئی تھی۔ آپ نے فرمایا ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر سواری کرو جب کہ یہ سواری کے قابل ہوں اور ان کو چھوڑ دو جب کہ ان میں کچھ دم خم باقی رہ گیا ہو۔)

یعنی ان سے اتنا سخت کام قطعاً نہ لو کہ وہ نیم جاں ہو جائیں بلکہ ایسی حالت میں آرام کے لئے چھوڑ دو کہ دوبارہ بھی کام آسکیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّ اللہ کتب الاحسانَ عَلیٰ کُلِّ شیئٍ فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ و اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح 102

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے لہٰذا جب تم کسی جانور کو مارو تو اچھے طریقے سے مارو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔)

مذکورہ بالا دونوں احادیث سے صاف طور پر واضح ہے کہ اسلام جانوروں کے ساتھ ہمدردی و نرمی کا سبق دیتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ چوپایوں و جانوروں کے متعلق یہ بشارت دیتا ہے کہ وہ انسان جنت کا مستحق ہوتا ہے جو ان کے ساتھ رحم دلی و پیار کا برتاؤ کرتا ہے اور وہ انسان جہنم کا حقدار ہوتا ہے جو ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کا معاملہ کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عذبت امرأۃٌ فی ھِرَّۃٍ

سجنتها حَتّٰی ماتت فدخلت فیه النار۔ لاھی اطعمتھا و لا سقتھا اذ حسبتھا و لاھی ترکتھا تاکل من خشاش الارض 103

(حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ایک عورت پر اس لئے عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی کو قید کر رکھا تھا۔ آخر کار وہ اسی حالت میں مرگئی۔ اس بنا پر وہ عورت آگ میں داخل ہوئی۔ وہ نہ خود بلی کو کھانے پینے کو دیتی تھی اور نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھائے۔)

اسی طرح صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایک شخص کہیں جارہا تھا۔ اس کو سخت پیاس لگی، تلاش کرنے پر ایک کنواں نظر آیا۔ وہ اس میں اترا اور پانی پی کر باہر نکل آیا۔ پھر کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا ہے اور پیاس کی سختی سے مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ یہ کتا بھی پیاس کی وجہ سے اسی طرح بے تاب ہے جیسے میں بے تاب تھا۔ وہ دوبارہ کنویں میں اترا اور اپنے چمڑے کے موزے کو پانی سے بھر کر منہ سے تھامے باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا''۔

فشکر اللہ لَہٗ فغفر لہٗ۔ فقالوا یا رسول اللہ و ان لنا فی البھائم اجراً؟ فقالَ نعم فی کُلِ ذاتِ کُبِدٍ رطبۃٍ اجر 104

(پس اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی کو پسند کیا اور اس کو بخش دیا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ کیا چوپایوں پر بھی رحم کرنے سے ثواب ملتا ہے اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا ہر جگر والے، چارہ کھانے والے کے ساتھ رحم پر اجر ملتا ہے۔)

معلوم ہوا کہ خدا کی بے زبان مخلوق جانور، چرند، پرند کے ساتھ رحمدلی و ہمدردی کا برتاؤ نعمت خداوندی کا موجب ہوتا ہے اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کا سلوک غضب الٰہی و قہر خداوندی کا باعث ہوتا ہے۔

اسلام نے جانوروں اور چوپایوں کی پریشانی و تکلیف کو کس حد تک محسوس کیا ہے اور ان کی راحت و آسائش کا کتنا خیال کیا ہے اس کو آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ عالی

شان کی روشنی میں بھی بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ جس میں آپ نے چوپایوں اور پرندوں کو سامان تماشا بنانے سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ حدیث پاک میں مرقوم ہے کہ:

لعن رسول اللہ ﷺ من اتخذ شیئاً فیه الروح غرضاً 105

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جو کسی جاندار کو بطور نشانہ (لہو) استعمال کرتا ہے۔)

مختصر یہ کہ اسلام نے اللہ کی بے زبان مخلوق چوپایوں و پرندوں کے حقوق کی بھی مکمل نگہداشت فرمائی ہے اور ان کے ساتھ بھی رحم دلی، نرمی اور ہمدردی کا سلوک کرنے کی ہدایت و نصیحت فرمائی ہے۔

عام انسانی واخلاقی حقوق

اسلامی اخلاق و اقدار یا حقوق انسانی کے حوالہ سے گزشتہ صفحات پر ہم نے جو بھی حقوق و حسن سلوک بیان کئے ہیں وہ سب انسانی سماج کے کسی خاص طبقے، جماعت، نسل یا کسی خاص فرد یا خاص رشتے وغیرہ سے متعلق ہیں۔ جیسے مسلم وغیر مسلم، ماں باپ ور شتے دار، پڑوسی، محتاج، معذور، کمزور ولاچار، بچے، بوڑھے، عورت اور حیوانات وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق۔ لیکن بعض اسلامی اخلاق وحقوق اسلامی شریعت کی رو سے وہ ہیں کہ جو کسی خاص فرد یا خاص جماعت و طبقے کے لئے نہیں بلکہ تمام افراد و تمام طبقات کے لئے یکساں ہیں اور جملہ نوعِ انسانی کے درمیان مشترک ہیں۔ جیسے انسانی عظمت واحترام، انسانی مساوات، رحم دلی و ہمدردی، عدل وانصاف وحق گوئی، جان و مال اور عزتِ نفس کی حفاظت اور ظلم وستم سے ممانعت وغیرہ۔

آئندہ صفحات میں ہم اسلام کے انہیں عام مشترک اخلاقی اصول و انسانی حقوق (Common morality) کا قرآن وسنت کے حوالہ سے تذکرہ کریں گے اور بتائیں گے کہ جس طرح اسلام تمام عالم انسانیت کے لئے ہے اسی طرح اس کے مقرر کردہ اصول پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ ہیں۔ وہ پوری انسانی دنیا کے لئے امن وسلامتی ورحمت و ہمدردی کا پیغامبر ہیں۔

ہر انسان عظمت واحترام کا حقدار

نوعِ انسانی کی عظمت واحترام کے تعلق سے اسلام نے جو زریں اصول پیش کئے ہیں، شاید ہی دنیا کے کسی مذہب میں ان کی مثال موجود ہو۔ انسان خواہ کسی بھی نسل، کسی بھی طبقے، کسی بھی قوم، کسی بھی علاقے یا کسی بھی مذہب کا فرد ہو، اسلام نے اس کو معزز و محترم قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا 106

(اور بے شک ہم نے بڑی عزت بخشی اولادِ آدم کو، اور ہم نے سوار کیا انہیں (مختلف سواریوں پر) خشکی اور سمندر میں اور رزق دیا انہیں پاکیزہ چیزوں سے اور ہم نے فضیلت دی انہیں بہت سی چیزوں پر جن کو ہم نے پیدا فرمایا نمایاں فضیلت۔)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ 107

(بے شک ہم نے انسان کو اچھی صورت پر پیدا فرمایا۔)

وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ 108

(اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں اور تمہاری صورتوں کو خوبصورت بنایا۔)

اس طرح مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ اللہ رب العلمین نے اپنی تمام مخلوقات میں انسان کو عزت وکرامت کا خصوصی تاج پہنایا ہے اور بحر و بر میں اس کو غلبہ و اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ یوں تو اللہ کی ساری مخلوق اپنی تخلیق وتزئین میں بہت خوب ہے لیکن ان میں ہر لحاظ سے افضل و بہترین انسان ہے کہ انسانی صورت کا حسن و جمال اور اس کا خد و خال ہر مخلوق سے برتر واعلیٰ ہے۔

قرآنی آیات کے علاوہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے دنیا کا ہر انسان محترم ومکرم ہے اور اللہ کو وہی بندہ سب سے زیادہ عزیز ہے جو بنی آدم یا نوعِ انسانی کا احترام واکرام کرتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد فرماتے ہیں:

الخلقُ کلُّھم عیال اللہِ فاحبّھم الی اللہِ انفعھم لعیالِہٖ 109

(تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور تمام مخلوق میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے جو اس کے کنبے کو زیادہ نفع پہنچائے۔)

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الٰی عَیالہ 110

(تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کو سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔)

نوعِ انسانی کی عظمت و برتری اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ کائناتِ ارضی و سماوی کی جملہ اشیاء حضرتِ انسان کے فائدہ و آرام کے لئے ہی وجود میں آئی ہیں گویا کہ انسان ہی تخلیق عالم کا مقصود و مطلوب ہے۔ خلاق دو عالم خود ارشاد فرماتا ہے:

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا 111

(وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ تمام اشیاء پیدا کیں جو زمین میں ہیں۔)

یہاں زمینی اشیاء کا تذکرہ ہے لیکن اس کے علاوہ دیگر کثیر آیات میں ارضی و سماوی دونوں قسم کی چیزوں کا ذکر ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام کی نظر میں انسان اور انسانیت کا اعلیٰ مقام ہے۔ اور انسانیت کے ناطے ہر انسان کا دوسرے پر کچھ حق ہے اور وہ یہ کہ ایک دوسرے کے لئے قابل احترام و لائق عزت ہے۔

انسانی مساوات و برابری

انسانی مساوات و برابری کے تئیں اسلام نے جو احکام و قوانین اور اخلاقی قدریں پیش کی ہیں وہ مذہبی و سماجی دونوں اعتبار سے کلیدی کردار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے محض انسان ہونے کے ناطے کسی انسان کو کسی انسان پر کوئی فضیلت نہیں ہے، نہ کوئی ادنیٰ ہے نہ کوئی اعلیٰ، نہ کوئی ارذل ہے اور نہ کوئی اشرف۔ یعنی دنیا کے سارے انسان مساوی ہیں، جس کا جو

حق ہے بنا کسی فرق و امتیاز کے اس کو پورا دیا جائے۔ کمزور یا طاقت ور، چھوٹے یا بڑے، ادنیٰ یا اعلیٰ اور امیر یا غریب وغیرہ کی تمیز و تفریق ہرگز نہ کی جائے۔ احکام و اصول کی تعمیل اور قوانین و ضوابط کے نفاذ میں بنا کسی رعایت و طرفداری کے مکمل مساوات ہو۔

اسلام کا اگر بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جملہ اخلاقی و انسانی اصول و قوانین اور اقدار میں جس بات پر سب سے زیادہ اہمیت کے ساتھ زور دیا گیا ہے وہ انسانی مساوات ہے۔ اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ دنیا میں انسانوں پر ظلم و زیادتی، انسانی حقوق کی پامالی اور قتل و خونریزی و ناانصافی جب بھی اور جہاں بھی ہوئی ہے وہ اکثر و بیشتر عدم مساوات کے سبب سے ہوئی ہے کہ ایک انسان نے دوسرے انسان کو یا ایک قوم نے دوسری قوم کو اپنے سے ذلیل و کمتر بلکہ بسا اوقات حیوانات سے بدتر سمجھا اور انتہائی ذلت آمیز برتاؤ کیا۔ اس لئے اسلام نے ظلم، ناانصافی اور حقوق کی پامالی کے سدباب کے لئے انسانی مساوات و برابری پر خاص زور دیا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً 112

(اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔)

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ 113

(اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخوں و قبیلوں میں تقسیم کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔)

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ 114

(اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی۔)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات کریمہ سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ جملہ انسان حضرت

آدم و حضرت حوا کی اولاد ہیں اور تخلیقی و فطری اعتبار سے سب مساوی و برابر ہیں اور اقوام و قبائل میں ان کی تقسیم باہمی تعارف و شناخت کے واسطے ہے نہ کہ بہتر و کمتر کے امتیاز و افتراق کے واسطے۔ کلام الٰہی کی رو سے وہی شخص عزت و شرافت اور بزرگی کا حقدار ہے جو خدا ترسی، تقویٰ و پرہیز گاری میں زیادہ بلند و اعلیٰ ہے اور وہ کسی بھی قوم یا کسی بھی قبیلے کا فرد ہو سکتا ہے۔ اسی طرح بعض دیگر خارجی اسباب و وجوہات کی بنا پر کسی بھی نسل یا قوم یا قبیلے کے شخص کو برتری و افضلیت حاصل ہو سکتی ہے جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ مثلاً عالم کی فضیلت جاہل پر، نیکوکار کی برتری بدکار پر، دانش مند کی فضیلت بے وقوف پر اور ہنر مند و فن کار کی فضیلت بے ہنر مند و بے کار پر بالکل فطری و ظاہری بات ہے۔

مختصر یہ کہ اسلامی نقطہ نظر سے بحیثیت انسان اور آدمی سارے لوگ برابر ہیں، کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں، ہاں بعض خارجی اسباب و کمالات کی بنا پر کسی بھی شخص کو امتیازی عزت حاصل ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم کے اس انسانی مساوات کے نظام و اصول کو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کثیر مقامات پر واضح فرمایا گیا ہے اور خاص طور پر اس کی تاکید و نصیحت کی گئی ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

انسابکم ھذہٖ لیست بمسبّۃ علٰی احدٍ کلکم بنو اٰدم طَفُ الصَّاعِ بالصاعِ لاتملوہ لیس لاحدٍ علٰی احدٍ فضلٌ اِلا بدینٍ تقویٰ 115

(کسی کا نسب اس کے لئے گالی اور عیب کی بات نہیں تم سب آدم کی اولاد ہو، ایک منزل میں۔ کسی کو کسی پر اس حیثیت سے امتیاز کا حق نہیں۔ ہاں دین اور پرہیز گاری کے لحاظ سے مراتب میں فرق ہو سکتا ہے۔)

ان اللہ قد اذھب عنکم عُبِیَّۃَ الجاھلیۃِ و فخرھا بالاٰباء انما ھو مومن تقِیٌ اَوْ فاجر شَقِیٌ الناس کلھم بنو اٰدم و اٰدم من تراب 116

(اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور آباء واجداد پر فخر کو دور کر دیا ہے۔ اب یا تو پرہیز گار مومن ہے یا بدبخت نافرمان۔ سارے لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے۔)

لافضل لعربی علٰی عجمیٍ ولا لعجمیٍ علٰی عَرَبیٍ ولا لابیض علٰی اَسوَدَ ولا لِاَسوَدَ علٰی ابیض الا بالتَقوٰی۔ 117

(کسی عربی کو کسی غیر عربی پر، اور غیر عربی کو کسی عربی پر، گورے رنگ والے کو کالے رنگ والے، اور کالے رنگ والے کو گورے آدمی پر، کوئی فضیلت نہیں، فضیلت کا سبب صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔)

اِجعلو الناس فی الحق سواءً قریبهم کبعیدهم و بعیدهم کقریبهم 118

(حقوق میں تمام انسانوں کو برابر رکھو اس طرح کہ اپنے بیگانوں کی طرح اور بیگانے اپنوں کی طرح۔)

اَنا شَهِیدٌ اَنَ العبادَ کلهم اخوۃٌ 119

(میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سارے انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔)

اسی طرح آپ نے اونچ نیچ، بھید بھاؤ کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکتے ہوئے اپنے آخری تاریخ ساز خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ:

ایها الناس! ان ربکم واحد و ان اباکم واحد، کلکم لادم و ادم من تراب، اکرمکم عنداللہ اتقٰکم، ولیس العربی علی عجمی فضل الا بالتقوٰی 120

(اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے باپ ایک ہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے۔ تم میں جو شخص نیکی و پرہیزگاری میں جتنا بڑھا ہوا ہوگا وہ اللہ کے نزدیک اتنا ہی باعزت ہوگا۔ کسی عرب کو غیر عرب پر اسی طرح کسی غیر عرب کو عرب پر برتری نہیں ہے مگر نیکی و پرہیزگاری کے لحاظ سے۔)

اس طرح قرآن کریم کی آیات اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں صاف طور پر ثابت ہے کہ بحیثیت آدمیت و انسانیت دنیا کے سارے انسان مساوات و برابری کے حقدار ہیں۔ معاملات، عبادات، اخلاقیات، سماجیات اور معمولات کے حساب سے سب کے برابر حقوق ہیں۔ اسلام کے اسی نظامِ مساوات کے تعلق سے علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

رحم دلی اور محبت و ہمدردی

ایک انسان کا دوسرے انسان کے لئے رحم دل ہونا، محبت و پیار کا جذبہ رکھنا اور مشکل و پریشانی کے اوقات میں حتی الامکان مدد کرنا و ہمدردی سے پیش آنا بھی اسلامی اخلاق و اقدار کی تعلیمات کا ایک نمایاں پہلو ہے، جس کے تعلق سے اسلام نے ایسے مثالی و روشن احکامات و قوانین مرتب کئے ہیں کہ جن کی پیروی میں پوری انسانی دنیا کی راحت و خوش حالی مضمر ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے ہر انسان پر ضروری ہے اور اس کا انسانی فریضہ ہے کہ وہ تمام نوع انسانی سے نرمی و رحم دلی سے پیش آئے اور اس سے محبت و پیار کا مظاہرہ کرے اور مصیبت و تکلیف کی صورت میں ہمدردی و معاونت کرے۔ اللہ رب العزت اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى لَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ 121

(اور نیکی و پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔)

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ 122

(اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل رکھو۔)

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى 123

(بے شک اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور بھلائی کا اور رشتے داروں کے دینے کا۔)

حد تو یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کی مدد و نصرت کو اپنی مدد و نصرت قرار دیا ہے اور اپنے بندوں کی مدد کے عوض ہی ہماری مدد کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ 121

(اگر تم اللہ کی (یعنی اس کے بندوں) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا۔)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کی جملہ تعلیمات تمام انسانوں سے محبت و بھلائی اور رحم دلی و ہمدردی پر قائم ہیں۔ اسلام نے نہ صرف اپنوں سے محبت و انسیت کا درس دیا ہے بلکہ غیروں سے بھی الفت و پیار کا سبق دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دین اسلام دراصل دین محبت و پیار ہے جس میں قدم قدم پر محبت و پیار کی بات کہی گئی ہے۔ کہیں اللہ اور رسول سے محبت تو کہیں یتیموں و بے سہاروں سے محبت، کہیں بچوں، بزرگوں سے محبت تو کہیں نوجوانوں سے محبت، کہیں مسلمانوں سے محبت تو کہیں پوری انسانیت سے محبت۔ یہاں تک کہ تمام مخلوق سے محبت کی ہدایت و نصیحت کی گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی ہدایت و رہبری کے لئے جو رسول بنا کر بھیجا ہے وہ بھی سارے عالم کے لئے سراپا رحمت ہی رحمت ہے اور جس کا پیغام محبت ہی محبت ہے، ارشاد خداوندی ہے:

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ 125

(اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر سارے جہان کے لئے رحمت۔)

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ 126

(بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مصیبت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے۔)

پیغمبر اسلام سارے عالم کے لئے رحمت ہیں اور ہمارا مصیبت و پریشانی میں پڑنا ان کو گراں گزرتا ہے اور وہ ہمیشہ ہماری بھلائی کے خواہاں ہیں اس لئے آپ نے جو تعلیم دی ہے وہ آپسی محبت و ہمدردی اور رحم دلی کی تعلیم ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

الراحمون یرحمهم الرحمٰن إرحموا من فی الارض یرحمکم من فی السمآء 127

(رحم کرنے والوں پر رحمن (اللہ تعالیٰ) رحم فرماتا ہے تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم لوگوں پر رحم فرمائے گا۔)

من یحرمِ الرفق یحرمِ الخیر 128

(جو نرمی سے محروم ہوا وہ تمام بھلائیوں سے محروم ہو گیا۔)

ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ 129

(بے شک اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی برتنے کو پسند کرتا ہے۔)

لا یزال اللہ فی حاجۃِ العبد مادام فی حاجۃ اَخِیہِ130

(اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کے کام میں مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کے کام میں مدد کرتا رہتا ہے۔)

لیس مِنّا من لم یرحم صغیرنا، ویعرف شرف کبیرنا 131

(وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے۔)

لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس 132

(اللہ اس شخص پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں فرماتا۔)

الخلق کلھم عَیالُ اللہ فاَحَبُّھُمْ الَی اللہ انفعھم لعیالہ133

(تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور تمام مخلوق میں اللہ کا سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبے کو زیادہ نفع پہنچائے۔)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ جملہ ارشادات عالیہ میں بہت ہی مانوس و موثر انداز میں اللہ کے بندوں سے رحمت و شفقت کا سلوک کرنے، مخلوقِ خدا پر مہربانی کرنے اور ان کی مدد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ انسان انسان ہونے کی حیثیت سے ہمدردی کا حقدار ہے چاہے اس کا تعلق کسی قوم و مذہب سے ہو۔ اور اس کی رحمت کے حقدار وہی لوگ ہوتے ہیں جو اس کی مخلوق کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ اسلام میں دوسروں کی مدد و ہمدردی کو اتنی عظیم اہمیت دی گئی ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمدردی و مدد کرنے کے مثل قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے آدم کے

بیٹے میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ وہ عرض کرے گا اے میرے رب میں کس طرح تیری عیادت کروں تو تو رب العلمین ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے معلوم نہیں میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا تھا لیکن تو نے اس کی مزاج پرسی نہیں کی۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ اگر تو اس کی مزاج پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے آدم کی اولاد میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا لیکن تو نے مجھے نہیں کھلایا۔ وہ کہے گا اے رب میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تو پروردگار ہے؟ فرمائے گا تجھے معلوم نہیں میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے اس کو نہیں کھلایا۔ اگر تو اس کو کھلاتا تو آج میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے مجھے نہیں پلایا۔ وہ کہے گا میں کس طرح تجھے پلاتا جب کہ تو ساری مخلوق کا پروردگار ہے؟ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے اس کو نہیں پلایا۔ اگر تو اس کو پلاتا تو آج اس نیکی کو میرے پاس پاتا''۔134

بیمار کی مزاج پرسی اور عیادت انسانی ہمدردی و رحم دلی کا کام ہے، اسی طرح بھوکوں کو کھانا کھلانا، پیاسوں کو پانی پلانا انسانیت و خدمتِ خلق کے اعمال ہیں جن کے تعلق سے حدیث پاک میں خاص طور پر عمل کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

مختصر یہ کہ اللہ کی مخلوق سے محبت و شفقت، انسانی ہمدردی و غمخواری اور مخلوقِ خدا پر رحم و مہربانی کے تعلق سے کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے بارے میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ اسلام نے زرّیں نقوش نہ چھوڑے ہوں۔

عدل وانصاف وحق گوئی

عدل وانصاف اور حق گوئی بھی اسلامی اخلاق واقدار کی تعلیمات کا ایک روشن باب ہیں۔ عدل کے اسلامی معنی ہیں

''**فالعدل هو المساواة في المكافاة**''۔135

(عدل ادائیگی کے موقع پر مساوات کا نام ہے۔)

"العدالة و المعادلة لفظ یقتضی معنی المساواة"۔136

(عدالت اور معادلہ کے معانی مساوات کے ہیں۔)

یعنی عدل کے معنی و مفہوم کے اعتبار سے دنیا کے تمام انسان برابر ہیں۔کوئی شخص امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا محکوم، مسلمان ہو یا غیر مسلمان اور ملکی ہو یا غیر ملکی، سب کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کیا جائے۔

باہمی معاملات میں عدل و انصاف سے کام نہ لینا بسا اوقات ہلاکت و خونریزی، عداوت و بغاوت اور نقض امن و فساد کا موجب ہوتا ہے اس لئے اسلام نے عدل و انصاف کے آئین و قوانین دوست دشمن، اپنے بیگانے سب کے لئے یکساں مقرر فرمائے ہیں اور کسی بھی صورت میں کسی کے ساتھ رعایت نہ کر کے ناانصافی و ظلم کا باب نہیں کھولا ہے۔تاریخ انسانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے قبل دنیا کی بہت سی قوموں و حکومتوں کا یہی حال تھا کہ وہ دوست دشمن، اپنے بیگانے، امیر و غریب اور ادنیٰ و اعلیٰ کی حیثیت کے لحاظ سے فیصلے صادر کیا کرتی تھیں۔لیکن اسلام نے روز اول سے ہی اس کا مکمل سد باب کیا ہے اور اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ یکساں عدل و انصاف اور حق گوئی کا درس دیا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت اپنے مقدس کلام قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۔137

(کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان سے عدل و انصاف نہ کرو، ہر حال میں عدل کرو یہ روش تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔)

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ 138

(بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا۔)

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا 139

(اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے چاہے اس میں تمہارا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا، جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر ہو اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑ جاؤ اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا روگردانی کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔)

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا 140

(بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے۔)

حق گوئی وانصاف کی نصیحت کرتے ہوئے مزید فرمایا گیا:

وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا 141

(اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ کا عہد پورا کرو۔)

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ 142

(اور جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی ہے۔)

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ 143

(اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی تھی۔)

مختصر یہ کہ قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات اور دیگر کثیر آیات میں بنا کسی کی رعایت اور بغیر کسی لحاظ و طرفداری کے ہمیشہ سب کے ساتھ یکساں طور پر عدل وانصاف کرنے اور حق گوئی سے پیش آنے کی ہدایت و تاکید فرمائی گئی ہے اور اسی بات کی واضح طور پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث شریف میں نصیحت فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

افضل الجهادِ کلمۃ عدلٍ عِندَ سلطانٍ 144

(افضل درجہ کا جہاد ظالم حکمراں کے سامنے انصاف کی بات کہنا ہے۔)

اقیموا حدو دَ اللہ فی القریب و البعید و لا تاخذ کم فی اللہ لو مۃُ لائم145

(حدیں قائم کرو چاہیں قریبی ہوں یا دور کے اور حدیں قائم کرنے میں کسی کی ملامت اور رعب کا خیال مت کرو۔)

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عدل و انصاف کے معاملہ میں سب کے ساتھ یکساں طور پر کس قدر مساوات اور ایک جیسا سلوک کرنے کے داعی و ہادی تھے اس کا اندازہ آپ اس حدیث پاک سے بخوبی لگا سکتے ہیں جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

''قریش ایک مخزومی عورت کے سلسلے میں فکر مند ہوئے جس نے چوری کی تھی کہنے لگے اس کے بارے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کون سفارش کرے؟ سب نے کہا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔ ان کے سوا کون ایسے کام کی جرأت کرسکتا ہے؟ چنانچہ حضرت اسامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تو آپ نے فرمایا:

اِنَّمَا اَھلَکَ الذین من قبلِکُمْ اَنّھم کانوا اِذا سرق فیھِمُ الضَّعیفُ اقاموا علیہ الحدَّ وایم اللہ لو ان فاطمۃ بنت محمَّدٍ سَرَ قَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھا.146

(تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان کا کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ اللہ کی قسم اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی چوری کرتیں تو میں ان کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔)

اس طرح قرآن و احادیث کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے عدل و انصاف میں مساوات و حق گوئی واجب و فرض ہے۔ اگر کوئی واقعی مجرم یا ملزم ہے تو پھر وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، اس کی ہرگز سفارش نہ کی جائے اور نہ قبول کی جائے اور نہ ہی کوئی نرمی و رعایت

برتی جائے اور اگر مجرم وملزم نہیں ہے تو پھر وہ کتنا اجنبی یا غیر ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ ہرگز کوئی سختی وظلم نہ کیا جائے۔ اقضی القضاۃ علامہ ابو الحسن البصری ماوردی عدل وانصاف کے اصول وضوابط کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اَلتَّسوِیَۃُ فِی الحکمِ بَینَ القَوِیِ و الضَّعِیفِ و العدلُ فِی القضاءِ بَینَ المشروف و الشَّریف.147

(کمزور اور طاقت ور اور شریف وغیر شریف کے درمیان برابری کا برتاؤ کرنا، عدالت اور فیصلہ میں انصاف کا تقاضا پورا کرنا ضروری ہے۔)

جان ومال وعزت کی حفاظت

اسلامی نقطۂ نظر سے ہر انسان کی جان و مال اور اس کی عزت انمول نعمت الٰہی ہیں۔ مکمل آزادی کے ساتھ جن کی حفاظت کرنا ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اسلام نے اس بابت جو اخلاقی قدریں متعین کی ہیں وہ ایسی بے مثال ہیں کہ اقوامِ عالم کے دیگر مذاہب میں ان کا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا ہے۔ اسلامی اخلاق واقدار نے ہر انسان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ بے خوف زندہ رہے اور اس کی جان، مال وعزت ہر اعتبار سے محفوظ ہو۔ انہیں کسی قسم کا خوف اور نقصان لاحق نہ ہو۔ کیونکہ اسلام جہاں یہ چاہتا ہے کہ ہر انسان کی زندگی پرامن و پرسکون ہو وہاں وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ مالی اعتبار سے بھی خوش حال وفارغ البال ہو اور سماج میں جو اس کو عزت حاصل ہو وہ بھی محفوظ و مامون ہو۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَ لَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ148

(اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے ناحق نہ مارو۔)

اسلامی اعتبار سے ایک انسان کی جان کی حرمت وعظمت کا یہ عالم ہے کہ ایک انسان کا ناحق خون تمام نسل انسانی کے خون کے برابر گناہِ عظیم اور ایک انسان کی جان کی حفاظت پوری انسانیت کی حفاظت کے برابر ثواب عظیم ہے۔ قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًا بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ

جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا 149

(جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو بچایا اس نے گویا سب لوگوں کو بچایا۔)

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ میں جان کی حفاظت کے تعلق سے احکام صادر فرمائے گئے ہیں اور مال کی حفاظت کے سلسلے میں احکامِ الٰہی ہیں کہ:

وَ لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ 150

(اور ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ پر نہ کھاؤ۔)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ 151

(اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ مگر یہ کہ آپسی رضامندی سے لین دین کا معاملہ طے ہو۔)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا 152

(جو لوگ یتیموں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا 153

(اے ایمان والو سود کا مال نہ کھاؤ۔)

مختصر یہ کہ حرام کا مال جس طرح بھی حاصل ہوتا ہو، اسلام نے ہر مالِ حرام کو کھانا اشد حرام قرار دیا ہے اور یہ اس لئے ہے تاکہ کوئی دوسرے کے مال پر دست درازی نہ کرے اور اس کو اپنا مال سمجھ کر ہضم کرنے کی کوشش نہ کرے۔

انسانی جان اور مال کی طرح اسلام نے اس کی عزت کو بھی انتہائی اعلیٰ قدر و قیمت بخشی ہے اور اس کے دفاع و حفاظت کا بھی مکمل خیال رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا 154

(جولوگ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو ان کے بغیر کئے تکلیف پہنچاتے ہیں وہ بہتان اور کھلی ہوئی حق تلفی کا گناہ کرتے ہیں۔)

وَ مَنْ يَكْسِبْ خَطِيْئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا 155

(اور جس نے خطا یا گناہ کا ارتکاب کیا اور پھر اس نے اس کی تہمت بے قصور پر لگائی تو اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔)

بعض لوگ خود مجرم ہوتے ہیں اور اپنا گناہ دوسروں کے سر ڈالنے کی گھناؤنی حرکت کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں ایسے ہی لوگوں کو تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ اور جو لوگ نت نئے طریقوں سے کسی کی عزت نفس سے کھلواڑ کرنے یا ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے متعلق قرآن پاک قدغن لگاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ 156

(اے ایمان والو، نہ مرد مردوں کا مذاق بنائیں عجب نہیں کہ وہ ان مذاق بنانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق بنائیں ممکن ہے کہ وہ مذاق اڑانے والیوں سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں طعنہ زنی نہ کرو۔ اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔ اور جو توبہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔)

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی رو سے کسی کی عزتِ نفس سے کھلواڑ کرنے والے فاسق و ظالم کہلانے کے حقدار ہیں۔

قرآن کریم کی جملہ مذکورہ بالا آیات میں انسان کی جان، مال اور عزت کو محترم و معزز قرار دیا گیا ہے اور اس کی حفاظت و دفاع کا مکمل خیال رکھا گیا ہے۔ کلامِ الٰہی کی یہی روشن ہدایات

وتعلیمات احادیث شریف سے واضح ہوتی ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من قتل دون ماله فهو شهيد، و من قتل دينه فهو شهيد، و من قتل دون دمه فهو شهيد و من دون قتل اهله فهو شهيد 157

(جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا جائے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کے دفاع میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔)

اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے اپنی جان و مال اور عزت کی حفاظت و دفاع کی واضح طور پر اجازت مرحمت فرمائی ہے بلکہ قتل وقتال تک کی اجازت عنایت فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے:

جاء رجل اِلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله ارأيت ان جاء رجل يريد اخذ مال؟ قال: فلا تعطه مالك قال: ارأيت ان قاتلني؟ قال قاتلهٔ مال: ارأيت ان قتلني؟ قال: فانت شهيد قال: ارأيت ان قتلتهٔ؟ قال: هو في النار 158

(ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی شخص آ کر میرا مال چھیننے کی کوشش کرے تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا، اس کو اپنا مال ہرگز نہ دو۔ اس نے کہا اگر وہ قتل وقتال کرے؟ آپ نے فرمایا تم بھی قتال کرو۔ اس نے کہا اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا تم شہید ہو گے۔ اس نے کہا اگر میں اس کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا وہ جہنم میں جائے گا۔)

پیش کردہ احادیث شریف کی روشنی میں واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ نبوت میں انسان کی جان و مال اور عزت کی بہت اعلیٰ قدر و قیمت ہے اسی لئے آپ نے اس کی حفاظت و دفاع کی خصوصی تاکید فرمائی ہے۔ اور حفاظت کے دوران

اگر وہ مارا جاتا ہے تو اس کو شہید اور مجاہد کے مثل قرار دیا ہے۔ کچھ اسی طرح کا پیغام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے تاریخ ساز خطبے میں جان، مال اور عزت و آبرو کے تحفظ و سلامتی کے بارے میں دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

فان دماء کم و اموالکم و اعراضکم و ابشارکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا ۔159

(تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اور تمہاری کھالیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں، جیسے تمہارے اس دن کی، تمہارے اس ماہ میں تمہارے اس شہر (مکہ) کے اندر حرمت ہے۔)

خلاصہ یہ کہ اسلام نے انسان کی جان و مال اور عزت کو محترم و معزز قرار دیا ہے اور اس کے تحفظ و دفاع کی انسان کو مکمل اجازت عنایت کی ہے۔ قرآن و حدیث کے اتنے واضح فرامین کے باوجود بھی اگر کوئی ناعاقبت اندیش اسلامی احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے اور کسی کی جان و مال اور عزت کو ہلاک و برباد کرتا ہے تو پھر اسلام نے اس کے لئے قتل و قطع ید اور کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی ہے تا کہ جو اسلام کی نصیحت آمیز تعلیمات سے بہرہ مند ہونے کی کوشش نہ کرے وہ حدود و تعزیرات کی سزاؤں کا مستحق ہو کر گناہ و جرائم سے باز رہ سکے اور معاشرہ کے ہر فرد کی جان و مال اور عزت کا تحفظ یقینی ہو سکے۔

ظلم و ستم کی ممانعت

اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ وہ اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ ایک انسان دوسرے انسان پر ظلم و زیادتی کرے یا اس کے رنج و خوف کا باعث بنے اور اس کو تکلیف و نقصان پہنچائے۔ کیونکہ ظلم و زیادتی کی وجہ سے انسان اور حیوان ہی نہیں بلکہ جمادات و نباتات وغیرہ بھی خائف رہتے ہیں۔ پورا نظامِ امن درہم برہم ہو جاتا ہے اور انسانی معاشرہ و ماحول نت نئی آفات میں گرفتار ہو کر قلبی و ذہنی بیمار ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے اس کے سد باب و روک تھام کے لئے بڑے سخت و روشن قدم اٹھائے ہیں اور کہیں کوئی ایسا موقع فراہم نہیں کیا ہے جس سے انسان

فریب کھا کر ظلم و ستم کے بھیانک و تاریک گڑھے میں اوندھے منہ گر سکے۔ چنانچہ ظلم و ظالم کی مذمت کرتے ہوئے اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَ الظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ 160

(اور ظلم کرنے والوں کا کوئی حمایتی و مددگار نہیں۔)

و ما للظالمين من حميم و لا شفيع يطاع 161

(اور ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔)

لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ 162

(نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ تمہیں نقصان ہو۔)

و انّ الظالمين لهم عذاب اليم 163

(بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔)

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ 164

(اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر اس سے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔)

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ میں واضح طور پر ظلم اور ظالم کی مذمت کی گئی ہے اور مظلوم کی مدد کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ نیز ان کے علاوہ بہت سی آیات میں مختلف انداز و مختلف پیرائے میں ظلم سے باز رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ قرآن کریم کی روشنی میں ظلم کتنا شدید گناہ ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے بھی بخوبی لگا سکتے ہیں کہ اس نے ایک انسان کی زندگی کو اتنی عظیم قدر و قیمت بخشی ہے کہ ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے برابر جرم عظیم قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا 165

(جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلایا اس نے گویا سب لوگوں کو جلالیا۔)

اس طرح قرآن نے ظلم کو بہت ہی عظیم گناہ قرار دیا ہے اور اس سے باز رہنے کی بڑی

سخت ہدایت ونصیحت فرمائی ہے۔اور صرف ظلم سے اجتناب واحتراز کی تاکید نہیں فرمائی ہے بلکہ اگر کسی نے آپ پر ظلم کیا ہے تو اس کے جواب میں ظالم و مجرم کے ساتھ انتقامی طور پر بھی انصاف سے تجاوز کرنے کو ناپسند کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ ایسی صورت میں بھی اسی حد تک انتقام ضروری ہے کہ جتنا ظلم آپ کے ساتھ کیا گیا ہے۔اس سلسلے میں قرآن مقدس نے جو روشن تعلیمات وہدایات مرحمت فرمائی ہیں وہ اس طرح ہیں:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ166

(جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اسی کے برابر زیادتی کرو جو اس نے تم پر کی ہے۔)

وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا167

(اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے۔)

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ168

(اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی تھی۔)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ رب العلمین کسی حال وکسی صورت میں ظلم کو پسند نہیں فرماتا۔مقام غور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خالق و مالک اور حاکم ہونے کے باوجود کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا تو پھر انسان اور اس کی مخلوق ومحکوم کے لئے یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ اسی کے عطا کردہ اختیارات اور طاقتوں کو دوسروں پر ظلم ڈھانے کے لئے استعمال کرے۔حدیث قدسی ہے کہ:

عن ابی ذرٍّ عن النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم فیمَا رَوٰی عن اللہ تبارک و تعالٰی انہ قال: یا عبادِی انی حَرَمتُ الظُلْمَ عَلٰی نَفسِیْ و جعلتہ بینکم محرَّماً فلو تظالمو169

(حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اس کو حرام ٹھہرایا ہے لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔)

آیات قرآنی اور حدیث قدسی کے علاوہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ظلم وستم کے تعلق سے بڑی نصیحت آمیز اور بصیرت افروز تعلیمات وہدایات ارشاد فرمائی ہیں جن میں بڑی شدت وتاکید کے ساتھ ظلم وزیادتی سے لوگوں کو منع فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الناس اِذا رَاوُا الظالِمَ فلم یاخذوا عَلٰی یدیہِ ان یعمھم اللہ بعقاب منہٗ 170

(جب لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو اللہ تعالیٰ ان پر عام عذاب نازل فرماتا ہے۔)

اُنصر اَخاک ظالِماً اَوْ مظلومًا فقال رجل یَا رسول اللہ اَنصُرہٗ اذا کانَ مظلومًا، اَرَأیتَ اِنْ کَانَ ظالِمًا کیف اُنصرہ قال تحجزہ او تمنعہ من الظلم فان ذالک نصرہ 171

(اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ اگر وہ مظلوم ہو تب میں اس کی مدد کروں لیکن مجھے یہ بتائیے کہ جب وہ ظالم ہو تو میں اس کی کیسے مدد کروں؟ فرمایا اس کو ظلم سے باز رکھو یا فرمایا اس کو روکو کیونکہ یہ بھی اس کی مدد ہے۔)

اس حدیث پاک کا مزاج وتیور دیکھیں کہ ظلم کے خاتمہ کے لئے کیسا تابناک اصول پیش کیا ہے۔ ظالم کا ہاتھ پکڑنا یا اس کو ظلم نہ کرنے دینا کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن اسلام میں یہ حکم موجود ہے۔

لاضرر ولاضرار، من ضار ضارہ اللہ ومن شاق شاق اللہ علیہ 172

(نہ اولاً نقصان پہنچایا جائے اور نہ جواباً نقصان پہنچانے میں حد سے تجاوز کیا جائے۔ جو شخص کسی کو نقصان پہنچائے اللہ تعالیٰ اس کو نقصان پہنچائے گا۔ اور جو شخص کسی کو تنگی میں ڈالے اللہ تعالیٰ اس کو تنگی میں ڈال دے گا۔)

مختصر یہ کہ قرآن مجید وحدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ظلم وزیادتی سخت ناجائز وحرام ہے۔ کسی پر ادنیٰ سے ادنیٰ ظلم کرنے کی بھی اسلام کسی حال میں اجازت نہیں دیتا بلکہ

جو قصداً ظلم کرتا ہے یا ظالموں کی مدد کرتا ہے اسلام اس کو دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کی تنبیہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیقویه و هو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام

(جو کسی ظالم کے ساتھ اس کو طاقت پہنچانے کے لئے چلا جب کہ جانتا تھا کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔)

اس طرح اسلام نے ظلم کا سد باب کرنے کے لئے بڑی سخت ہدایت ونصیحت فرمائی ہے اس لئے کہ اگر ظالم کو ظلم سے نہ روکا جائے تو معاشرہ میں ظلم وزیادتی عام ہو جاتی ہے غلط عناصر کے حوصلے بلند ہونے لگتے ہیں اور جرائم میں بھی اضافہ ہونے لگتا ہے اور پورے انسانی سماج کا امن وامان تباہ وبرباد ہو جاتا ہے۔

نیک صفات وعمدہ خصائل وعادات

اسلام انسانی زندگی کے جملہ شعبوں وتمام پہلوؤں کی اصلاح ورہنمائی کرنے والا دین حق ہے۔ وہ نہ صرف انسان کی ظاہری، معاشرتی، قومی، انفرادی اور خاندانی زندگی کو پاک وصاف بنانا چاہتا ہے بلکہ اس کی باطنی، ذاتی اور نجی زندگی کو بھی خوب خوب نکھارنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے جہاں ایک طرف انسانوں کو مختلف قسم کی آزادیاں عطا کی ہیں وہاں دوسری طرف انسانی فطرت وطبیعت یا صحبت وحالات کے کمزور وغلط پہلوؤں کے سبب جو غلط و بیہودہ خصائل وعادات انسانوں میں داخل ہو جاتی ہیں ان پر سخت پابندیاں لگائی ہیں۔ اور انسان کی ظاہری وباطنی، انفرادی واجتماعی پاکی وصفائی میں خلل ڈالنے والی باتوں کی صحیح نشاندہی کر کے اپنے پیروکاروں کو ان سے دور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

انسان کی باطنی وذاتی اور انفرادی زندگی کو صاف وشفاف بنانے کے لئے اسلام نے جو تعلیمات پیش کی ہیں ان کو نیک صفات وعمدہ خصائل وعادات کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جو انسان کی ذاتی، انفرادی وباطنی زندگی سے بڑا گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ ان سے جس انسان کا جتنا زیادہ گہرا ربط وتعلق ہوتا ہے وہ انسان اتنا ہی زیادہ باکمال ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اسلامی نقطۂ نظر

ہے کسی انسان کے اچھے یا برے ہونے کا معیار اس کی شکل وصورت یا ظاہری قدر و منزلت نہیں بلکہ اس کی باطنی وقلبی کیفیت اور عملی حالت ہے۔ انسان کا حقیقی حسن اس کی صورت سے نہیں بلکہ اس کی سیرت سے ہے۔ اور سیرت کا ہی دوسرا نام نیک صفات وعمدہ خصائل و عادات ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اموالکم و لکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم 173

(اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔)

اسلام نے انسان کی باطنی، ذاتی وانفرادی حیات کے لئے جو اخلاقی قدریں متعین کی ہیں یا جو نیک صفات وعمدہ خصائل و عادات ذکر کی ہیں ان کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ جن میں سے بعض وہ ہیں جو اوامر کا حکم رکھتی ہیں اور بعض وہ ہیں جو نواہی کے دائرہ میں آتی ہیں۔ یہاں ہر ایک کا تفصیلی بیان مقصود نہیں بلکہ جو مشہور و معروف ہیں ان میں سے بعض اوامر جیسے سچ، شرم وحیا، وعدہ، رزق حلال، بھلی بات و دیانت داری وغیرہ اور بعض نواہی جیسے جھوٹ، بدکلامی، بخل، غیبت، حسد، کینہ، سوءِ ظن، طعنہ زنی و بیہودہ مذاق وغیرہ کا یکے بعد دیگرے ہم قرآن وسنت کے حوالہ سے تذکرہ کریں گے۔

سچ و جھوٹ

انسان کی انفرادی و ذاتی اور باطنی اسلامی اخلاقی اقدار میں بنیادی اہمیت رکھنے والی چیز صدق یعنی سچ بولنا اور جھوٹ سے پرہیز کرنا ہے۔ اس کا انسان کی سیرت و کردار کی تعمیر میں اوّلین مقام ہے کیونکہ جو انسان ہمیشہ سچائی سے کام لیتا ہے اور ہر سچی چیز قبول کرنے کے لئے تیار رہتا ہے وہ خود کو صحیح رخ پر ڈال دیتا ہے، جس کے سبب اس کی سیرت و کردار صدق گوئی و سچائی میں ڈھل جاتی ہے اور اس کی زندگی سنور جاتی ہے۔ برخلاف اس کے جو انسان جھوٹ کا سہارا لیتا ہے وہ خود کو غلط سمت پر ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے غلط فکر و سوچ پرورش پاتی ہے اور انسان کو بداخلاق و

بدکردار بنا کر چھوڑتی ہے۔ اور اس طرح اس کی سیرت و کردار تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور زندگی گناہوں کے دلدل میں پھنستی چلی جاتی ہے۔

مختصر یہ کہ سچائی انسان کو کامیابی و خوشحالی کا راستہ دکھاتی ہے، اس کی بدولت انسان جنت کا حقدار ہوتا ہے اور اس کی انسانی زندگی میں نکھار آتا ہے جب کہ جھوٹ تباہی و بربادی کی منزل کی طرف لے جاتا ہے اور اس کی وجہ سے آدمی جہنم کا حقدار ہوتا ہے اور اس کی زندگی گمرہی کا شکار ہو جاتی ہے۔

گویا کہ انسان کی سیرت و کردار کی تعمیر میں صدق و کذب کا بڑا اہم مقام ہے۔ اس لئے اسلام نے صدق و کذب پر بہت خاص توجہ دی ہے اور لوگوں کو اس کے تعلق سے خاص ہدایت و نصیحت فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ174

(اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔)

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ۔ 175

(اللہ نے جن پر انعام فرمایا وہ انبیاء اور سچے اور شہید اور نیکوکار ہیں۔)

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں حکم دیا گیا ہے کہ سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو کیونکہ سچ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ انعام و اکرام کی بارش فرماتا ہے۔ ان کے علاوہ قرآن پاک میں جہاں جہاں صدق کا تذکرہ آیا ہے وہاں اس پر عمل پیرا ہونے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور بہت سی دنیوی و اخروی کامیابیوں سے ہمکنار ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ اس کے برعکس جہاں جہاں جھوٹ کا تذکرہ ہے وہاں اس سے باز رہنے کی بڑی سخت ہدایت کی گئی ہے اور بہت سی دنیوی و اخروی ذلتوں ورسوائیوں کے ساتھ لعنت کی وعید سنائی گئی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ176

(تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا جھوٹ بولنے والوں کا۔)

وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى177

(تمہیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دے اور بے شک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا۔)

اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کَانَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ 178

(بے شک اللہ کی لعنت ہے اس پر اگر وہ جھوٹا ہے۔)

فَوَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ 179

(پس خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔)

قرآن کریم میں سینکڑوں مقامات پر صدق و کذب کے سلسلے میں نصیحت کی گئی ہے۔ کہیں مثال دے کر سمجھایا گیا ہے تو کہیں گزشتہ قوموں کے عبرت ناک انجام کا تذکرہ کر کے ہدایت دی گئی ہے۔ اسی طرح حدیث پاک میں بے شمار مقامات پر مختلف انداز میں سچائی و راست گفتاری کی تعلیم دی گئی ہے اور کذب و جھوٹ کی مذمت کی گئی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ الصدق یھدی الی البرّ وان البر یھدی الی الجنۃِ وان الرجل لیصدق حتّٰی یکون صِدِّیقًا و اِنَّ الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی اِلَی النار، و ان الرجل لیکذب حتی یکتب عنداللہ کذابًا 180

(سچ ہمیشہ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق بن جاتا ہے اور جھوٹ بدی کا راستہ دکھاتا ہے اور برائی دوزخ میں لے جاتی ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔)

اٰیۃُ المنافق ثلاث اذا حدّث کذب 181

(منافق کی تین نشانیاں ہیں ایک یہ کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے گا۔)

رایتُ رجلین اتیانی قالا الذی رایتہ یشق شدقہ فکذاب یکذب بالکذبۃ تحمل عنہ حتی تبلغ الافاق فیصنع بہ الٰی یوم القیمۃ 182

(میں نے (شب معراج) دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آکر کہنے لگے کہ جس شخص کو آپ نے (شب معراج) دیکھا تھا کہ اس کے جبڑے چیرے جارہے ہیں۔ وہ بہت جھوٹا آدمی ہے، ایسی بے پر کی اڑاتا ہے کہ اس کا جھوٹ دنیا میں پھیل جاتا تھا پس قیامت تک اس کے ساتھ یہی کیا جاتا رہے گا۔)

دَعْ مایریبک الی مالا یریبک، فانَ الصدق طمانینة، و الکذب ریبةُ 183

(شک وشبہ والی چیز چھوڑ کر شک سے پاک چیز کو اختیار کرو، بے شک سچ سکون اور جھوٹ شک وشبہ ہے۔)

اس طرح حدیث پاک میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کو نیکی اور جنت کا ذریعہ اور سراپا سکون قرار دیا ہے اور جھوٹ کو برائی و منافق کی نشانی اور باعث جہنم قرار دیا ہے۔ اور جہاں شک وشبہ ہو اس سے بھی پرہیز کرنے کا درس دیا ہے تاکہ سچ اور جھوٹ خلط ملط نہ ہوسکے۔

وعدہ

لغوی اعتبار سے وعدہ کے مختلف معانی ہیں، جیسے قول وقرار، عہد و پیمان اور اقرار وغیرہ۔ اور اصطلاحی اعتبار سے کسی چیز کی امید دلانے کو وعدہ کہا جاتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ایفائے عہد یعنی کوئی وعدہ کر کے اس وعدہ کو پورا کرنا اشد ضروری ہے۔

قرآن وسنت کے احکام کے مطابق انسان جو وعدہ کرے جہاں تک ممکن ہو اس کو وفا کرنے کی کوشش کرے کیونکہ وعدہ خلافی کرنا بدترین جھوٹ و سخت ترین گناہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ 184

(اے ایمان والو! وعدوں کو پورا کرو۔)

قرآنِ پاک کی اس آیت کریمہ سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ مسلمانوں پر لازمی وضروری ہے کہ اپنے وعدوں کو ضرور پورا کریں اور ہرگز وعدہ خلافی نہ کریں۔ یہی حکم و یہی درس ہمیں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑی توضیح کے ساتھ دیا گیا ہے۔ باعتبار حدیث شریف وعدہ کی کتنی اہمیت

ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایفائے عہد کے واسطے تین دن مسلسل ایک شخص کا ایک مقام پر انتظار کیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

"عن عبداللہ ابن حسماء رضی اللہ عنہ قال بایعتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یبعث و بقیت لہ بقیۃ فوعدتہ ان آتیہ بھا فی مکانہ فسیت فذکرت بعد ثلاث ماذا ھوا فی مکانہ فقال لقد شققت عَلَیَّ انا مھنا منذ ثلاث انتظرک 185

(حضرت عبداللہ ابن حسماء بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ خرید وفروخت کی اس وقت تک آپ نے اعلانِ نبوت نہیں کیا تھا۔ خرید و فروخت کے بعد آپ کا کچھ بقایا میری طرف رہ گیا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ آپ اسی مقام پر ٹھہریں میں ابھی بقایا لاتا ہوں۔ پس آنے کے بعد میں اس بات کو بھول گیا اور تین دن کے بعد مجھے یاد آیا، میں نے جا کر دیکھا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ جلوہ فرما تھے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھ پر مشقت ڈال دی میں تین روز سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔)

حقیقت یہ ہے کہ ایفائے عہد کا اسلامی اقدار میں ایک اہم مقام ہے جو مسلمان کی شانِ امتیاز ہے۔ اور عہد شکنی و وعدہ خلافی منافقت کی نشانی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اربع من کن فیہ کان منافقاً خالِصاً و من کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاقِ حتّٰی یدعھا اذاء تمن خان و از احدث کذب و اذا عاھد غدر۔ 186

(چار باتیں ایسی ہیں کہ جس میں جمع ہو جائیں وہ خالص منافق ہے۔ اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے تو وہ نفاق کی خصلت ہے جب تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو عہد شکنی کرے یعنی وعدہ

خلافی کرے۔)

مندرجہ بالا احادیث کریمہ سے واضح طور پر نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اسلام میں وعدہ کی پاسداری واجب وضروری ہے۔ وعدہ چونکہ اسلامی اخلاقی اقدار کا ایک اہم جزء ہے، جس کا انسانی معاشرہ میں بلندترین مقام ہے، اس لئے اسلام اس کے ذریعہ بھی مسلمانوں کو اخلاق کی بلندی پر لے جانا چاہتا ہے۔ اور وعدہ خلافی کو نفاق کی خصلت قرار دے کر اخلاقی پستی سے لوگوں کو محفوظ کرنا چاہتا ہے۔

اسلام نے کس حد تک وعدہ کی پاسداری کا لحاظ رکھا ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے بھی بخوبی لگا سکتے ہیں کہ اس نے اپنے بچوں سے کئے گئے وعدے کو بھی پورا کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد طفولیت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وعتنی امی یومًا و رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قاعدنی بیننا فقالت ھا تعال اعطیک فقال لھا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما اردتِ ان تعطیه قالت اردت ان اعطیه تمراً فقال لھا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و اما انک له تعطیه شیئًا کتبت علیک کذبة. 187

(ایک دن مجھے میری والدہ نے آواز دے کر بلایا۔ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ والدہ نے مجھ سے کہا میرے پاس آؤ کچھ دوں گی۔ اس پر حضور علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا تم اس بچے کو کیا دینا چاہتی ہو۔ انہوں نے عرض کیا میں نے اس کو کھجور دینے کا ارادہ کیا ہے۔ تب ان سے آپ نے فرمایا، خبردار رہو اگر تم اس کو کچھ نہیں دیتیں تو تم پر جھوٹ لکھا جاتا۔)

معلوم ہوا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے بچوں سے کئے گئے وعدہ کی پاسداری بھی اشد ضروری ہے اور ان سے بھی وعدہ خلافی پر جھوٹ وگناہ کی تاکید آئی ہے۔

امانت ودیانت

مال ومتاع یا کسی چیز کا بغرض حفاظت کسی دوسرے کے پاس رکھنا امانت کہلاتا ہے۔ اسلامی شریعت کے مطابق امانت مختلف اقسام کی ہوتی ہے۔ کبھی وہ مال وسامان کی صورت میں ہوتی ہے، کبھی جائیداد ومکان کی صورت میں، کبھی قول اور بات کی شکل میں ہوتی ہے تو کبھی راز و نیاز کی شکل میں اور کبھی حقوق وفرائض کی صورت میں۔ مثلاً کسی شخص نے اپنا روپیہ پیسہ، سامان، چیز، سلام، کلام یا راز و نیاز کی حفاظت یا کہیں پہنچانے یا زمین وجائیداد کی حفاظت کے لئے امین بنایا تو امین پر واجب ہے کہ بنا کمی، بیشی یا بنا کسی تغیر وتبدیلی کے امانت کی ادائیگی کی حفاظت کا فریضہ انجام دے۔

اسلامی اخلاق واقدار میں امانت ودیانت بھی ان احکام وآداب میں سے ہے کہ جن کا اختیار کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا مسلمانوں کے لئے بے حد ضروری ہے۔ جس کی جو بھی امانت ہو اس کی حفاظت کرنا اور پھر صحیح وسالم اس کے مالک وحقدار کے سپرد کرنا امین کی اولین مذہبی واخلاقی ذمہ داری ہے۔ قرآن وسنت میں اس کی بڑی سخت ہدایت وتاکید آئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ کُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا188

(بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کردو۔)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ189

(اے ایمان والو! اللہ ورسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں بھی جان بوجھ کر خیانت نہ کرو۔)

انَ اللہ لا یھدی کید الخائنین 190

(اور اللہ خیانت کرنے والوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امانت کو صاحب امانت تک بنا کسی کمی و

زیادتی اور خیانت کے پہنچادینا واجب وضروری ہے۔ اگر ایسانہیں کیا تو یہ خیانت ہے جو سخت حرام وگناہ ہے۔

قرآن کریم کی طرح احادیث شریف میں بھی امانت کی حفاظت اوراس کی سپردگی کے تعلق سے بڑی نصیحت کی گئی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اربع اذا کن فیک فلا علیک مافاتک من الدنیا حفظ امانۃ 191

(چار چیزیں تمہیں حاصل ہوں تو دنیا کی کسی چیز سے محرومی تمہارے لئے نقصان دہ نہیں ان میں سے پہلی امانت کی حفاظت ہے۔)

اِدّالامانۃ اِلٰی من ائتمنک و لا تخن من خانک۔ 192

(جو تمہارے پاس امانت رکھے اسے اس کی امانت سپرد کر دو اور جو تم سے خیانت کرے تو تم اس سے خیانت نہ کرو۔)

شریعت اسلامی کے اعتبار سے امانت کا اتنا سنگین مسئلہ ہے کہ دھاگہ اور سوئی جیسی ادنیٰ اشیاء میں بھی خیانت جائز نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ادوا الخیاط و المخیط و ایاکم و الغلول فانہ عار علٰی اھلہ یوم القیمۃ 193

(دھاگہ اور سوئی تک ادا کرو اور خیانت سے دور رہو اس لئے کہ یہ خیانت قیامت کے دن خیانت کرنے والے پر باعث شرمندگی ہوگی۔)

اس حدیث پاک میں خیانت کو قیامت کی شرمندگی کا باعث قرار دیا گیا ہے اور دوسری احادیث میں اس کو منافق کی نشانی بتایا گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اربع من کن فیہ کان منافقًا خالصًا و من کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذا اؤتمن خان 194.

(چار باتیں ایسی ہیں کہ جس میں جمع ہو جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے تو وہ نفاق کی خصلت ہے جب تک کہ اسے نہ چھوڑ دے۔ ایک یہ کہ جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے۔)

مختصر یہ کہ اسلام نے امانت کی حفاظت اور سپردگی کو واجب وفرض اور اس میں کسی قسم کی خیانت کو سخت حرام وگناہ قرار دیا ہے۔

شرم وحیا

انسانی سیرت وکردار کی عمدہ وبہترین تعمیر میں شرم وحیا کا نمایاں کردار ہوتا ہے، اس لئے اسلام نے مسلمانوں کو شرم وحیا کے زیور سے آراستہ ہونے پر خاص زور دیا ہے اور اس کو اعلیٰ اخلاقی اقدار میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ جس انسان میں یہ صفت موجود ہوتی ہے وہ افعالِ بد سے نفرت کرنے لگتا ہے اور اسے دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتا ہے۔ اس طرح یہ صفت اس کی عزت و آبرو کی محافظ بن جاتی ہے اور اس کی سیرت میں نکھار پیدا کردیتی ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک انسان میں شرم وحیا کی صفت باقی رہتی ہے وہ بہت سی برائیوں وگندگیوں سے محفوظ رہتا ہے اور جب یہ صفت ختم ہوجاتی ہے تو پھر اس کو کسی بھی برائی کے کرنے میں خوف نہیں رہتا ہے۔

مختصر یہ کہ اسلامی نقطۂ نظر سے انسان کی سیرت کی تعمیر اور کردار سازی میں شرم وحیا کی خوبی ایک بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت میں مختلف مقامات پر اس کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک بنانے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسًا يُّوَارِىۡ سَوۡاٰتِكُمۡ وَرِيۡشًا ‌ؕ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰى ذٰ لِكَ خَيۡرٌ 195

(اے آدم کی اولاد بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو۔ اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا۔)

قُلْ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَيَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ‌ ؕ ذٰ لِكَ اَزۡكٰى لَهُمۡ 196

(مسلمان مردوں کو حکم دیں اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے۔)

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ۔ 197
(اور مسلمان عورتوں کو حکم دیں اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات میں صاف طور پر مردوں وعورتوں کو شرم وحیا کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور بے شرمی و بے حیائی سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے۔ اور یہ بھی ہدایت دی گئی ہے کہ لباس کا کام جہاں تمہاری زینت وآرائش ہے وہاں اس کا بنیادی مقصد اعضاء شرم و حیاء کی حفاظت بھی ہے تاکہ بے شرمی و بے حیائی کا مظاہرہ نہ ہو۔ قرآن پاک کی ان ہدایات و نصائح کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور زیادہ وضاحت و تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

الحیاء لایاتی الّا بخیر۔ 198 (شرم وحیا ہمیشہ بھلائی لاتی ہے۔)

فان الحیاء من الایمان۔ 199 (حیا ایمان کی ہی ایک شاخ ہے۔)

ایاکم و التعری فان معکم من لایفار قکم الا عند الغائط و حین یفضی الرجل الی اھلہ فاستحیوھم و اکرموھم۔ 200
(برہنہ ہونے سے بچو، کیونکہ تمہارے ساتھ وہ ہیں جو تم سے کبھی جدا نہیں ہوتے مگر یہ کہ ضرورت سے فراغت یا بیوی سے مباشرت کرنے کا موقع ہو۔ ان (فرشتوں) سے شرماؤ اور ان کا احترام کرو۔)

اس طرح اسلام نے شرم وحیاء کو بھلائی کا باعث و ایمان کی شاخ قرار دیا ہے اور انسان تو انسان، فرشتوں سے بھی جو کہ نظر نہیں آتے شرم وحیاء ملحوظ رکھنے کا درس دیا ہے۔ بلکہ شرم و حیاء کے تعلق سے یہاں تک بیان کیا ہے کہ شرم وحیا وہ صفت ہے کہ جس کی وجہ سے انسان بہت سی برائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جس انسان کے اندر سے یہ خوبی ختم ہو جاتی ہے تو پھر اس کو گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے کوئی شرمندگی محسوس نہیں ہوتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ان مِمّا ادرک الناس من کلام النبوّۃ الاولٰی اِذالم تستحی فاصنع ماشئت 201

(نبوت کی باتوں میں سے جو پہلی بات لوگوں تک پہنچی ہے وہ یہی ہے کہ جب تیرے پاس شرم وحیا نہ رہے تو جو چاہے کرے۔)

یعنی شرم وحیا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات میں سے ہے اور یہ بات نیک و شریف لوگوں میں بھی مشہور ہے کہ جب تم میں شرم وحیا نہ رہے تو جو چاہے کرو۔

خلاصہ یہ کہ اسلامی اخلاق واقدار میں شرم وحیا کا ایک اہم مقام ہے اور وہ کسی صورت میں بے حیائی و بے شرمی کو پسند نہیں کرتا بلکہ ایک صالح ونیک معاشرہ کی تشکیل چاہتا ہے۔ اسی لئے اس نے جسم نظر آنے والے باریک لباس اور مردوں کو عورتوں کی مشابہت اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے تا کہ شرم وحیا کا دامن تار تار نہ ہو۔

بیہودہ مذاق، طعنہ زنی اور برے نام رکھنے کی ممانعت

کسی کا بیہودہ مذاق اڑانا، طعنہ زنی کرنا اور برے نام والقاب وغیرہ رکھنا اسلامی اخلاق وشرافت کے سخت منافی ہے۔ کیونکہ اس قسم کے افعال کے ارتکاب سے انسانی ماحول پر بڑا غلط اثر پڑتا ہے۔ بسا اوقات نفرت وعداوت کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں اور باہمی امن وامان اور محبت و اخوت کا جذبہ غارت ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسلام نے ان افعالِ قبیحہ کی بڑی سختی کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ 202

(اے ایمان والو! نہ مرد مردوں کی ہنسی اڑائیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں کی مذاق بنائیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ نہ مارو۔ اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔ اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔)

اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ کسی کی مذاق اڑانا، طعنہ زنی کرنا اور برے نام رکھنا فاسقوں اور ظالموں کا طریقہ ہے۔ مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسے غیر مہذب افعال کا ارتکاب کرے۔ مذکورہ بالا افعال قبیحہ سے چونکہ دل شکنی وایذا رسانی ہوتی ہے اور انسانی معاشرہ میں لڑائی جھگڑے کی شروعات ہوتی ہے اس لئے اسلام نے ان جاہلانہ حرکتوں سے مسلمانوں کو اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اَلْمسلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ 203

(مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔)

ان للعانین لایکونون شهداء ولا شفعاء یوم القیمة۔204

(زیادہ لعن طعن کرنے والے لوگ قیامت کے دن شہادت دینے والے ہوں گے نہ شفاعت کرنے والے۔)

معلوم ہوا کہ کامل مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے اور جو لعن طعن نہ کرے۔ اسلامی نقطہ نظر سے کسی کو حقیر سمجھنا لعن طعن کرنا اور کسی کی ہنسی مذاق اڑانا کتنا سخت گناہ ہے اس کا اندازہ آپ اس حدیث پاک سے بھی بخوبی لگا سکتے ہیں کہ جس میں زجر وتوبیخ کے طریقہ پر فرمایا گیا ہے کہ جو کسی کو حقیر سمجھ کر مذاق اڑاتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو بھی اسی بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ حدیث شریف میں مرقوم ہے کہ:

عن عائشه قالت مر رجل مصاب علی سوة فتضاحكن به يسخرن فاصيب بعضهن205

(حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مصیبت زدہ شخص چند عورتوں کے پاس سے گزرا۔ وہ اس کا مذاق اڑانے لگیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے ایک عورت اسی بیماری میں مبتلا ہوگئی۔)

مختصر یہ کہ اسلام نے کسی کی ہنسی مذاق اڑانے، طعنہ زنی کرنے اور برے نام رکھنے سے ہی منع نہیں فرمایا ہے بلکہ جاہلانہ افعال کے خطرناک انجام سے بھی لوگوں کو آگاہ فرمایا ہے تاکہ کوئی اس طرح کی جرأت نہ کر سکے۔

بدگمانی، جاسوسی، عیب جوئی، بدگوئی، غیبت اور حسد سے ممانعت

اسلامی اخلاق و اقدار کا بنیادی مقصد باہمی صلح و مروت اور ہمدردی کا فروغ اور تمام نفسانی بیماریاں جو باہمی اختلاف و انتشار کا سبب ہوتی ہیں ان کا سد باب ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ قانون خداوندی کا ہر شخص احترام کرے اور خوفِ خدا معاشرہ میں اس طرح رچ بس جائے کہ ہر انسان دوسرے انسان کو بھی اپنے مثل سمجھ کر ہی برتاؤ کرے۔ اور جن چیزوں سے انسانی ماحول وسماج پر برا اثر پڑتا ہے اس سے مکمل پرہیز کرے۔

اسلامی شریعت کی رو سے جو باتیں انسانی معاشرہ و ماحول پر غلط اثر ڈالتی ہیں یا اخلاق و تہذیب میں بگاڑ اور باہمی تعلقات میں خرابی پیدا کرتی ہیں وہ چند اقسام کی ہیں، مثلاً بدگمانی، جاسوسی، عیب جوئی، بدگوئی، فحش کلامی، غیبت اور حسد وغیرہ۔ بدگمانی یہ ہے کہ انسان کسی شخص کے متعلق غلط رائے قائم کرلے جب کہ اس کے لئے کوئی صحیح قرینہ یا واضح دلیل موجود نہ ہو۔ ایسی صورت میں انسان بے بنیاد باتیں دوسرے کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور کبھی کبھی اس کے خلاف سخت قدم بھی اٹھالیتا ہے جو نفرت و عداوت کا باعث ہوتا ہے۔ جاسوسی و عیب جوئی یہ ہے کہ انسان دوسرے کے عیوب کی تلاش اور ٹوہ میں لگا رہے اور پھر اس کو دوسروں سے بیان کرے۔ یہ بھی خطرناک اخلاقی بیماری ہے جو دوسروں کی ایذاء رسانی و تکلیف کا سبب ہوتی ہے۔ حسد یہ ہے کہ انسان دوسرے کی خوش حالی یا خوبی برداشت نہ کرسکے اور اس بات کا خواہش مند ہو کہ وہ اس سے چھن جائے۔ بدگوئی اور فحش کلامی یہ ہے کہ انسان فحش و گندی باتیں کرے اور مد مقابل کی تذلیل و تحقیر کرے۔

مذکورہ بالا جملہ گھٹیا حرکات انسان کسی سے نفسانیت یا بغض و عناد کی بنا پر انجام دیتا ہے جس سے اس کے دل کی کدورت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اور اسلام انسان کے دل کو ہر قسم کی گندگی اور کدورت اور نفسانی بیماریوں سے پاک وصاف کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ ان تمام بیہودہ حرکات و افعال مذمومہ کے سد باب کے لئے بڑی سخت ہدایات دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا و لا یغتب بعضکم بعضًا ایحب احدکم ان یاکل لحم

اخیہ میتًا فکر ھتموہ۔ 206

(اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو۔ بے شک کوئی گمان گناہ ہوتا ہے اور لوگوں کے عیبوں کی جاسوسی مت کرو۔ اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔)

وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ 207

(اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو گالی دیں گے زیادتی اور جہالت سے۔)

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ 208

(اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علی الاعلان برا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو۔)

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ 209

(خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے، پیٹھ پیچھے برائی کرے۔)

وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ 210

(میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات میں صاف طور پر بدگمانی، جاسوسی، عیب جوئی، غیبت، بدکلامی اور حسد سے اجتناب کرنے کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور احکام خداوندی پر عمل نہ کرنے کی صورت میں مردہ بھائی کا گوشت کھانے اور ویل کی وعید سنائی گئی ہے۔

قرآن کریم میں اجمالی طور پر ان جاہلانہ حرکات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان سے باز رہنے کی نصیحت فرمائی گئی ہے لیکن حدیث پاک میں کافی تفصیل وتوضیح کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا گیا ہے اور مختلف انداز میں ان سے دور رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اِیَّاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسوا ولا تجسوا

ولا تحاسدوا ولا تباغضوا وکونوا عباداللہ اخوانا 211

(بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔لوگوں کے عیب تلاش نہ کرو، ٹوہ نہ لگاؤ، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور نہ آپس میں بغض رکھو بلکہ اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔)

سباب المسلم فسوق و قتاله کفر 212

(مسلمان کو گالی دینا فسق اور قتل کرنا کفر ہے۔)

لا یدخل الجنة قتات 213

(چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔)

ان شر الناس ذوالوجهین، الذی یاتی هؤلاء بوجهٍ و هؤلاءِ بوجهٍ 214

(دو منہ رکھنے والا شخص انتہائی برے لوگوں میں سے ہے جو ایک کے منہ پر کچھ کہتا ہے اور دوسرے کے منہ پر کچھ۔)

اِیاکم و الحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب 215

(حسد سے بچو، اس لئے کہ حسد نیکیوں کو ہضم کر جاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو نگل جاتی ہے۔)

یا عائشة متی عهدتنی فحاشا ان شر الناس عنداللہ منزله یوم القیمة من ترکه الناس اتقاء شره 216

(اے عائشہ تم نے مجھے فحش گو کب پایا؟ بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا آدمی وہ ہوگا جس سے اس کی برائی کے سبب لوگ کنارہ کشی اختیار کرلیں۔)

اتدرون ما الغیبة قالوا اللہ و رسوله اعلم قال ذکرک اخاک بما یکره قال افرأیت ان کان فی اخی ما اقول، قال ان کان فیه ما تقول فقد اغتبته، و اذا قلت ما لیس فیه فقد بهتّه 217

(کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ باخبر ہیں، آپ نے فرمایا تمہارا اپنے بھائی کے بارے میں ایسی باتیں

بیان کرنا جنہیں وہ ناپسند رکھتا ہے غیبت ہے۔ سوال کیا گیا اگر واقعی کوئی عیب موجود ہو اور اس کو ظاہر کیا جائے تو کیا یہ بھی غیبت ہے، آپ نے فرمایا ہاں، اگر کسی واقعی عیب کو بیان کیا جائے تو یہ غیبت ہے اور اگر یہ عیب موجود نہیں تو پھر اس قسم کا طرزِ عمل بہتان تراشی ہے۔)

اسلام زندوں کی غیبت سے ہی منع نہیں کرتا بلکہ مردوں کی غیبت سے بھی باز رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الی ما قدموا.218

(مردوں کو برا بھلا مت کہو، اس لئے کہ جو کچھ انہوں نے آگے بھیجا ہے وہ اس کو پاچکے ہیں۔)

پیش کردہ جملہ احادیث شریف کی روشنی میں صاف طور پر ثابت ہے کہ اسلام نے بدگمانی، جاسوسی، عیب جوئی، بدگوئی، غیبت اور بغض و حسد وغیرہ جیسی رذیل خصلتوں و عادتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خاص توجہ فرمائی ہے کیونکہ یہ تمام چیزیں معاشرہ میں نفرت و عداوت، بغض و عناد اور فتنہ و فساد کا سبب بنتی ہیں جن سے انسانی معاشرہ میں بہت زیادہ بدامنی و تباہی پھیلتی ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام انسان کی انفرادی و قومی، ظاہری و باطنی اور ذاتی و خاندانی ہر قسم کی زندگی کو پاک و صاف اور خوب خوب سنوارنا چاہتا ہے اور اعلیٰ اخلاقی و انسانی قدروں سے مزین کرنا چاہتا ہے اس لئے اس نے انتہا درجے کی اعلیٰ اخلاقی اقدار پیش فرمائی ہیں جن کی پیروی سے نہ صرف یہ کہ انسان انسانِ کامل بن سکتا ہے بلکہ ایک صالح و پرامن معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب میں اخلاقی و انسانی قدروں کی تعلیم دی گئی ہے لیکن اسلام نے بنا کسی امتیاز کے مساویانہ طریقے پر ساری انسانیت کے لئے جو اخلاقی و انسانی تعلیمات پیش کی ہیں اس کا عشرِ عشیر بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ خاص طور سے قدیم ہندو دھرم میں بے شمار اخلاقی تعلیمات پیش کی گئی ہیں لیکن اکثر و بیشتر ان کی بنیاد ذات پات (वर्ण-व्यवस्था) کے نظام پر قائم ہے جیسا کہ آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

■❖■

حوالہ جات

1 دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ص ۱۸۸، بعنوان لفظ اخلاق

2 المفردات الراغب، ص ۱۵۸

3 (سورۃ القلم، آیت ۴)

4 سورۃ الاحزاب، آیت ۱۲، مؤطا امام مالک، باب حسن الخلق، حدیث ۲۱۷۸

5 (سنن ترمذی، ۳/ ۳۶۶، الحدیث ۱۱۶۲)

6 (سنن ترمذی، ۴/ ۳۷۰، حدیث ۲۰۱۸)

7 (سنن ابوداؤد، ۴/ ۲۵۳، حدیث ۴۷۹۹)

8 (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث ۶۰۳۳)

9 (مشکوۃ المصابیح، باب الرفق وحسن الخلق، حدیث ۱۳/ ۴۸۵۷)

10 (صحیح مسلم، ۴/ ۲۰۷۴، الحدیث ۲۶۹۹)

11 (الطبرانی فی المعجم الکبیر، ۵/ ۱۱۸، الحدیث ۴۸۰۱/ ۴۸۰۲)

12 (سورۃ المائدہ، آیت ۲)

13 (سورۃ الحجرات، آیت ۱۰)

14 (سورۃ النساء، آیت ۸۵)

15 (سورۃ النور، آیت ۶۱)

16 (سورۃ الانفال، آیت ۷۲)

17 (سورۃ التوبہ، آیت ۷۱)

18 (سورۃ الاحزاب، آیت ۵۸)

19 (سورۃ الروم، آیت ۴۷)

20 (صحیح بخاری، ۵/۹۷ ۲۳، حدیث ۶۱۱۹)

21 (صحیح مسلم، ۴/۱۹۸۶، حدیث ۲۵۶۴)

22 (صحیح مسلم، ۴/۱۷۰۵، الحدیث ۲۱۶۲)

23 (سورۃ الممتحنہ، آیت ۸،۹)

24 (صحیح بخاری، کتاب الادب، ۴/۳۳)

25 (بخاری شریف، کتاب الدیات باب ۲۵، حدیث ۱۸۰۶)

26 (سنن ابوداؤد، کتاب الخراج والفئی، باب تعشیر اہل الذمہ، حدیث ۲۹۱۴)

27 (اسلام میں حقوق انسانی کا تصور، ص ۵۵)

28 (لسان العرب، جلد ۵، ص ۵۹)

29 (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، جلد ۲، ص ۱۶۸)

30 (الفاروق، ص ۱۳۵)

31 (سورۃ التوبہ، آیت ۶)

32 (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب فتح مکۃ، حدیث ۴۶۲۲)

33 (جواہر الحدیث، ص ۲۲)

34 (ابوداؤد، حدیث ۳۰۵۰)، سیرت النبی ص ۱۱۹

35 سورۃ البقرہ، آیت ۲۵۶

36 سورۃ الکہف، آیت ۲۹

37 سورۂ یونس، آیت ۹۹

38 (سورۃ البقرہ، آیت ۸۳)

39 (سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۰)

40 (سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۵)

41 (سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۲۳، ۲۴)

42 (سورۃ لقمان، آیت ۱۴)

43 (سورۃ احقاف، آیت ۱۵)

44 (سورۃ الرعد، آیت ۲۱)

45 (سورۃ النساء، آیت ۱)

46 (سورۃ الرعد، آیت ۲۵)

47 (صحیح بخاری، ۵/۲۲۲۸، الحدیث ۵۶۲۶)

48 (صحیح مسلم، ۴/۱۹۷۸، الحدیث ۲۵۵۱)

49 (سنن ابن ماجہ، ۲/۱۲۰۸، الحدیث ۳۶۶۲)

50 (صحیح بخاری، ج ۳/۵۵۹، الحدیث ۹۱۲)

51 صحیح بخاری، جلد ۳، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین، حدیث ۹۱۷

52 (صحیح مسلم، ۴/۱۹۸۱، الحدیث ۲۵۵۵)

53 (صحیح مسلم، ۴/۱۹۷۹، الحدیث ۲۵۵۲)

54 (مشکوۃ المصابیح، باب البر والصلۃ، حدیث ۲۴/۴۷۱۵)

55 (صحیح بخاری، ج ۳/۵۶۸، الحدیث ۹۲۳)

56 (صحیح مسلم، کتاب البر، حدیث ۱۹/۲۵۵۶)

57 (سورۃ النساء، آیت ۳۶)

58 (صحیح بخاری، ۵/۲۲۴۰، الحدیث ۵۶۷۰)

59 (اخرجہ ابو نعیم فی کتاب الاربعین، ۱/۱۰۰، الحدیث ۵۱)

60 (صحیح مسلم، کتاب البرّ باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ، حدیث ۲۱۹۲)

61 (صحیح بخاری، ج ۳/۵۸۴، الحدیث ۹۵۴)

62 (صحیح بخاری، ج ۳/۵۸، الحدیث ۹۵۵)

63 (صحیح بخاری، ج ۳/۵۸۷، الحدیث ۹۵۷)

64 (سورۃ النساء، آیت ۳۶)

65 (سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۲۶)

66 (سورۃ التوبہ، آیت ۶۰)

67 (سورۃ الدہر، آیت ۸-۹)

68 (سورۃ المعارج، آیت ۲۴-۲۵)

69 (سورۃ النساء، آیت ۸-۹)

70 (صحیح مسلم، ۴/ ۲۰۷۴، الحدیث ۲۶۹۹)

71 (مجمع الزوائد، ۱۳، ۱۱۶)

72 (صحیح بخاری، ۵/ ۲۰۳۲، الحدیث ۴۹۹۸)

73 (صحیح بخاری، ۵/ ۲۰۷۴، الحدیث ۵۰۳۸)

74 (صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب وجوب عیادۃ المریض، ۵۶۴۹)

75 (انسانی حقوق اور اسلامی نقطہ نظر، ص ۱۵۱)

76 (انسانی حقوق اور اسلامی نقطہ نظر، ص ۲۲۶)

77 (مشکوٰۃ المصابیح، باب الشفقہ، حدیث ۴۲۵)

78 (سنن ترمذی، ۴/ ۲۰۶، الحدیث ۱۷۰۲)

79 (سورۃ الانعام، آیت ۱۵۱)

80 (سورۃ الاسراء، آیت ۳۱)

81 (سورۃ النحل، آیت ۷۲)

82 (سورۃ النساء، آیت ۱۰)

83 (سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۰)

84 (سورۃ الذاریات، آیت ۱۹)

85 (سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۸)

86 (سورۃ النساء، آیت ۵)

87 (سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۷)

88 (سورۃ النساء، آیت ۱۹)

89 (صحیح بخاری، ج ۳ / ۴۷۵، حدیث ۹۳۶)

90 (صحیح بخاری، ۵ / ۲۲۳۵، الحدیث ۵۶۵۱)

91 (جامع ترمذی، جلد ۱، باب الصلۃ والرحم، حدیث ۲۰۱۵)

92 (سنن ابن ماجہ، جلد ۳، کتاب الاداب، حدیث ۵۵۲)

93 (جامع ترمذی، جلد ۱، باب الصلۃ والرحم، حدیث ۲۰۱۶)

94 (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۴۲۳)

95 (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۴۲۳)

96 (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۴۲۳)

97 (صحیح بخاری، ج ۲ / ۳۰۲، حدیث ۵۵۸)

98 (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷۲)

99 (سنن ابوداؤد، ۲ / ۲۴۴، الحدیث ۲۱۴۲)

100 (الطبرانی فی المعجم الکبیر، ۱۱ / ۳۵۴، الحدیث ۱۱۹۹۷)

101 (مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح باب النفقات حدیث ۲۶ / ۳۲۲۳)

102 (صحیح مسلم، کتاب الصید، ۳ / ۱۵۴۸، الحدیث ۱۹۵۵)

103 (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، ج ۲ / ۳۵۳، حدیث ۷۰۰)

104 (صحیح بخاری، ج ۱ / ۵۸۳، حدیث ۹۴۸)

105 (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصید والذبائح، حدیث ۱۳ / ۳۸۹۷)

106 (سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۷۰)

107 (سورۃ التین، آیت ۴)

108 (سورۃ التغابن، آیت ۳)

109 (طبرانی، جلد ۲، ص ۶۵)

110 (مشکوۃ المصابیح، ص ۴۲۵)

111 (سورۃ البقرہ، آیت ۲۹)

112 (سورۃ النساء، آیت ۱)

113 (سورۃ الحجرات، آیت ۱۳)

114 (سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۷۰)

115 (مشکوۃ، المصابیح، جلد ۲، ص ۴۱۸)

116 (مشکوۃ المصابیح، جلد ۲، ص ۴۱۸)

117 (زادالمعاد، جلد ۲، ص ۱۸۵)

118 (اسلام اور امن عالم، ص ۴۶)

119 (ابوداؤد شریف، جلد ۱، ص ۲۱۱)

120 (مسند احمد، جلد ۵، ص ۴۱۱)

121 (سورۃ المائدہ، آیت ۲)

122 (سورۃ الانفال، آیت ۱)

123 (سورۃ النحل، آیت ۹۰)

124 (سورۃ محمد، آیت ۷)

125 (سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷)

126 (سورۃ التوبہ، آیت ۱۲۸)

127 (مشکوۃ شریف، جلد ۲، ص ۴۲۳)

128 (مسلم فی الصحیح، ۴ / ۲۰۰۳، الحدیث ۲۵۹۲)

129 (صحیح بخاری، ۵ / ۲۲۴۲، الحدیث ۵۶۷۸)

130 (الطبرانی فی المعجم الکبیر، ۵ / ۱۱۸، الحدیث ۴۸۰۱)

131 (سنن ترمذی، ۴ / ۳۲۲، الحدیث ۱۹۲۰)

132 (صحیح بخاری، کتاب التوحید، حدیث ۲۲۳۰)

133 (صحیح مسلم، کتاب العتق، ص ۱۶، فیض القدیر، جلد ۲، ص ۶۵، مشکوٰۃ، جلد ۲، ۴۲۵)

134 (صحیح مسلم، ۴/ ۱۹۹۰، حدیث ۲۵۶۹)

135 (المفردات فی غرائب القرآن، ص ۳۲۷)

136 (المفردات فی غرائب القرآن، ص ۳۲۷)

137 (سورۃ المائدہ، آیت ۸)

138 (سورۃ النحل، ۹۰)

139 (سورۃ النساء، ۱۳۵)

140 (سورۃ النساء، ۵۸)

141 (سورۃ الانعام، ۱۵۲)

142 (سورۃ البقرہ، آیت ۱۹۴)

143 (سورۃ النحل، آیت ۱۲۶)

144 (ابوداؤد شریف، حدیث ۴۳۴۴)

145 (سنن ابن ماجہ، جلد ۱، ص ۱۰۲)

146 (جامع ترمذی، جلد ۱، ص ۱۵۷، سنن ابن ماجہ، جلد ۱، ص ۱۰۳)

147 (الاحکام السلطانیہ، ص ۶۸)

148 (سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۳۳)

149 (سورۃ المائدہ، آیت ۳۲)

150 (سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۸)

151 (سورۃ النساء، آیت ۲۹)

152 (سورۃ النساء، آیت ۱۰)

153 (سورۃ آل عمران، آیت ۱۳۰)

154 (سورۃ الاحزاب، آیت ۵۸)

155 (سورۃ النساء، آیت ۱۱۲)

156 (سورۃ الحجرات، آیت ۱۱)

157 (جامع ترمذی، حدیث ۱۴۲۱)

158 (صحیح مسلم، حدیث ۲۵)

159 (صحیح بخاری، ۳ / ۱۱۱۳، حدیث ۱۹۵۷)

160 (سورۃ الشوریٰ، آیت ۸)

161 (سورۃ الغافر، آیت ۱۸)

162 (سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۹)

163 (سورۃ الشوریٰ، آیت ۲۵)

164 (سورۃ النساء، آیت ۱۴۸)

165 (سورۃ المائدہ، آیت ۳۲)

166 (سورۃ البقرہ، آیت ۱۹۴)

167 (سورۃ شوریٰ، آیت ۴۰)

168 (سورۃ النحل، آیت ۱۲۶)

169 (مسلم شریف، حدیث ۶۵۷۲)

170 (سنن ابوداؤد، حدیث ۴۳۳۸)

171 (صحیح بخاری، ۶ / ۲۵۵۰، حدیث ۶۵۵۲)

172 (المستدرک الحاکم، جلد ۲، صفحہ ۵۷)

173 (صحیح مسلم، کتاب البر، حدیث ۳۴، ۲۵۶۴)

174 (سورۃ التوبہ، آیت ۱۱۹)

175 (سورۃ النساء، آیت ۶۹)

176 (سورۃ آل عمران، آیت ۱۳۷)

177 (سورۃ طٰہٰ، آیت ۶۱)

178 (سورۃ النور، آیت ۷)

179 (سورۃ الطور، آیت ۱۱)

180 (صحیح بخاری، ۵/ ۲۲۶۱، الحدیث ۵۷۴۳)

181 (صحیح بخاری، ج ۳/ ۶۲۵، الحدیث ۱۰۲۸)

182 (صحیح بخاری، ج ۳/ ۶۲۵، الحدیث ۱۰۲۹)

183 (سنن ترمذی، ۴/ ۶۶۸، الحدیث ۲۵۱۸)

184 (سورۃ المائدہ، آیت ۱)

185 (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب الوعد، حدیث ۳/ ۴۶۶۱)

186 (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، حدیث ۳۲)

187 مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، کتاب الاداب، باب الوعد، حدیث ۵/ ۴۶۶۳

188 (سورۃ النساء، آیت ۵۸)

189 (سورۃ انفال، آیت ۲۷)

190 (سورۂ یوسف، آیت ۵۲)

191 (مشکوٰۃ شریف، کتاب الرقاق، حدیث ۶۷/ ۴۹۹۲)

192 (مشکوٰۃ شریف، باب الشرکۃ، ص ۲۵۴)

193 (مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، باب قیمۃ الغنائم والغلول فیہا، حدیث ۳۹/ ۳۸۴۵)

194 (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، حدیث ۳۲)

195 (سورۃ الاعراف، آیت ۲۶)

196 (سورۃ النور، آیت ۳۰)

197 (سورۃ النور، آیت ۳۱)

198 (صحیح بخاری، جلد ۳/ ۶۳۳، حدیث ۱۰۴۹)

199 (مشکوٰۃ المصابیح، باب الرفق، ص ۴۲۳)

200 (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۶۱)

201 (صحیح بخاری، ج ۳/ ۶۳۴، حدیث ۱۰۵۲)

202 (سورۃ الحجرات، آیت ۱۱)

203 (سنن ترمذی، ۵/ ۱۷، الحدیث ۲۶۲۷)

204 (صحیح مسلم، ۴/ ۲۰۰۶، الحدیث ۲۵۹۸)

205 (الادب المفرد، باب الجزیہ، ص ۱۲۹)

206 (سورۃ الحجرات، آیت ۱۲)

207 (سورۃ الانعام، آیت ۱۰۸)

208 (سورۃ النساء، آیت ۱۴۸)

209 (سورۃ الہمزہ، آیت ۱)

210 (سورۃ الفلق، آیت ۵)

211 (صحیح بخاری، ج ۳/ ۶۱۳، الحدیث ۱۰۰۱/ ۱۰۰۲)

212 (صحیح بخاری، ج ۳/ ۶۰۰، الحدیث ۹۸۱)

213 (صحیح بخاری، ج ۳/ ۶۰۶، الحدیث ۹۹۳)

214 (صحیح بخاری، ج ۶/ ۲۶۲۶، الحدیث ۶۷۵۷)

215 (مشکوۃ المصابیح، باب ما ینہی، ص ۴۲۰)

216 (صحیح بخاری، ج ۳/ ۵۹۴، الحدیث رقم ۹۶۹)

217 (مشکوۃ المصابیح، ص ۴۱۲)

218 (مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ، حدیث ۱۹/ ۱۵۷۴)

☆☆☆

جنگ و جہاد میں دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک

انسانی تاریخ شاہد ہے کہ اسلام سے قبل مختلف اقوام وممالک میں جو جنگیں ہوتی تھیں ان میں امراء وسلاطین کا مقصد صرف حکومت واقتدار کی وسعت وترقی اور اپنی برتری مطلوب ہوتی تھی۔ جنگ کے موقعوں پر سپاہیوں اور عام انسانوں کا فوجیوں کی شکل میں جو لشکر ہوتا تھا ان کا مقصد بھی محض عیش وعشرت، مال ودولت، لونڈی، غلام اور جسمانی ہوس کے لئے خوبصورت عورتیں حاصل کرنا ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب لشکر کسی ملک پر یلغار کرتا تھا تو بچے، بوڑھے، عورتیں، جانور، فصل اور عبادت گاہیں وبستیاں سب ان کے ظلم وستم کا شکار ہوتی تھیں۔ جو لوٹنے کے لائق ہوتا اس کو لوٹ لیا جاتا تھا اور جو لوٹنے کے لائق نہیں ہوتا اس کو مسمار یا جلا کر خاکستر کر دیا جاتا تھا، جیسے: ویدوں میں مذکور آریوں (सुर) اور اناریوں (असुर) کی معرکہ آرائیاں یا مہابھارت کے کورو اور پانڈو کی جنگ اس کے برعکس اسلام نے اس سلسلے میں بھی نیک مقصد و پاکیزہ نظریہ پیش کیا اور جنگ کے میدان میں بھی دشمنوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنے کا درس دیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنا کسی اعلیٰ و پاکیزہ مقصد کے جنگ وقتال ایک عظیم گناہ ہے۔ ہاں جب دنیا میں ظلم کا بول بالا ہو جائے اور سرکش و جفا کار لوگ اللہ کی مخلوق کا جینا مشکل کر دیں، امن و سکون غارت کر دیں تو انسانی معاشرہ کی حفاظت اور امن وسکون کی بقاء کے لئے ہر مسلمان پر جنگ کرنا ضروری ہے۔

جنگ کے مذکورہ بالا اسلامی نظریہ کے مطابق جنگ یا جہاد کا مقصد دشمن قوم کو ہلاک و برباد کرنا نہیں بلکہ صرف اور صرف اس کے ظلم وستم اور شرارت وخونریزی کو ختم کر کے انسانی دنیا کو محفوظ و مامون کرنا ہے۔ اس لئے اسلام یہ اخلاقی دستور پیش کرتا ہے کہ جنگ و جہاد میں صرف

اتنی ہی طاقت استعمال کرنی چاہئے جس سے ظلم وستم کا خاتمہ ہو جائے۔ اور وہ لوگ یا وہ چیزیں جن کا جنگی طاقت اور ظلم وسرکشی کی بقاء سے کوئی تعلق نہیں ان کو جنگ کے اثرات وتباہ کاریوں سے جہاں تک ممکن ہو محفوظ رکھا جائے۔ جنگ کا یہ پاکیزہ مقصد اور اعلیٰ تصور اسلامی جنگ و جہاد کو دنیا کی ظالمانہ اور وحشیانہ جنگوں کے نظریات سے بالکل ممتاز کر دیتا ہے۔

جنگ کے اس پاکیزہ مقصد واعلیٰ تصور کے تحت اسلام نے جنگ و جہاد کا ایک مکمل قانونی دستور پیش کیا جن میں اخلاقی وانسانی حقوق کے پاسداری کے پیش نظر مختلف اصلاحات وتعلیمات کا حکم دیتے ہوئے کہا گیا کہ جو لوگ جنگ میں حصہ دار بنتے ہیں یا حصہ لینے کی طاقت رکھتے ہیں جیسے جوان وتندرست لوگ ان سے معرکہ آرائی کی جائے اور جو لوت عادتاً معذور ومجبور کے حکم میں ہیں یا لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے جیسے بیمار، زخمی، بچے، بوڑھے اور عورت وغیرہ ان سے ہرگز تعرض وچھیڑ چھاڑ نہ کیا جائے۔ چنانچہ اللہ رب العلمین قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ [1]

(اور اللہ کی راہ میں لڑو اُن سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو، اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو۔)

وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ [2]

(اور انہیں نکال دو جہاں سے تمہیں انہوں نے نکالا تھا۔ اور اُن کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے۔)

وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ [3]

(اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو، پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۔)

معلوم ہوا کہ قرآنی نقطۂ نظر سے اسلام میں جنگ و جہاد کا مقصد صرف اللہ کی زمین سے فتنہ وفساد ختم کرنا ہے۔ اگر کفار ودشمن اپنے شر وفساد سے باز آجائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ امن وسکون و بھائی چارہ سے رہنے لگیں تو جہاد کی ضرورت بالکل نہیں ہے۔

فتنہ وفساد دفع کرنے کے لئے جنگ و جہاد مسلمانوں پر نہ صرف فرض وضروری ہے بلکہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انتہائی محبوب ہے اور اس سے روگردانی کرنا انتہائی معیوب و باعثِ معتوب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ 4

(بیشک اللہ ان کو محبوب رکھتا ہے جو اُس کی راہ میں اس طرح صف باندھ کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔)

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ 5

(اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔ اور اللہ کی خوب یاد کرو تا کہ تم مراد کو پہنچو۔)

ان آیات میں جنگ و جدال میں شریک ہونے والے مجاہدین کی عظمت اور اُن کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے محبوب اور کامیاب حضرات ہیں۔ اور جو لوگ اس سے انحراف کرتے ہیں ان کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے کہ:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ 6

(اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جائے کہ خدا کی راہ میں کوچ کرو تم بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو۔ کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے بدلے پسند کر لی؟ اور جیتی دنیا کا سامان تو آخرت کے سامنے بہت ہی تھوڑا ہے۔ اگر تم کوچ نہ کرو گے تو اللہ تمہیں سخت عذاب دے گا اور تمہاری جگہ اور لوگوں کو لائے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔)

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ مَاْوٰىہُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ 7

(اے ایمان والو! جب کافروں کی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو انہیں پیٹھ نہ دو، اور جو اس دن انہیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو تو وہ اللہ کے غضب سے پلٹا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کیا بری جگہ ہے پلٹنے کی۔)

مذکورہ بالا دونوں آیتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ جب کفار و دشمن کی فوجوں سے مقابلہ آرائی ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ ثابت قدم رہ کر ان سے جنگ کریں اور بزدلی کا مظاہرہ کر کے فرار کی کوشش ہرگز نہ کریں کہ یہ سخت حرام و باعث عذاب ہے۔

خیال رہے کہ اسلام نے ظلم و ستم اور فتنہ و فساد دفع کرنے اور جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے جنگ و جہاد کو مسلمانوں پر ضروری قرار دیا ہے لیکن اس سلسلے میں مسلمانوں کو مکمل آزاد نہیں چھوڑا ہے کہ وہ جو چاہیں کریں بلکہ میدانِ جنگ میں بھی ان کو اخلاقی ہدایات کا پابند بنایا ہے اور دشمن و حریف کے ساتھ بھی حتی الامکان حسنِ سلوک سے پیش آنے کا درس دیا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

انطلقوا بسم اللہ و باللہ علی ملۃ رسول اللہ، لا تقتلوا شیخا فانیا و لا طفلا صغیرا ولا امرأۃ ولا تغلو اوضموا غنائمکم واصلحوا واحسنوا فان اللہ یحب المحسنین۔ 8

(دشمنوں سے جہاد کے لئے اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کی تائید کے ساتھ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر قائم رہتے ہوئے نکل کھڑے ہو! (لیکن خیال رہے کہ) ناتواں، بوڑھوں، چھوٹے بچوں اور عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرو۔ جنگ میں جو کچھ ہاتھ آئے سب ایک جگہ جمع کرو اور احسان کا طریقہ اختیار کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔)

اسی طرح صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

وجدت امرأۃ مقتولۃ فی بعض مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قتل النساء و الصبیان۔ 9

(غزواتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔)

دنیا کی اکثر اقوام کا جنگ کے حوالہ سے اگر ہم مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بنام جنگ سب کچھ جائز تھا، کوئی اخلاقی و انسانی اُصول وضابطہ نہیں تھا۔ وہ اپنے مقابل و حریف کے نہ صرف بوڑھوں، بچوں اور عورتوں پر ظلم وستم کرتے تھے بلکہ ان کے باغات اور کھیت کھلیان وغیرہ کو بھی تباہ و برباد کردیا کرتے تھے۔ اس کے برخلاف اسلام نے نہ صرف بچوں، بوڑھوں اور عورتوں پر دست درازی سے منع فرمایا بلکہ جانوروں اور پیڑ پودوں پر بھی ظلم کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب شام کی جانب لشکر بھیجا تو یزید بن ابی سفیان کو دس باتوں کی وصیّت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

والی موصیک بعشر لا تقتلنَ امرأۃً ولا صبیًا ولا کبیرًا اھرمًا ولا تقطعنَ شجرًا مثمرا ولا تخربنَ عامرًا ولا تعقرن شاۃ ولا بعیرًا الا لماکلۃ ولا تحرقن نخلاً ولا تغرقنہ ولا تغلل ولا تجبن۔10

(میں تجھ کو دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں، عورت کو مت مارنا اور نہ بچوں کو اور نہ بوڑھوں کو۔ اور کانٹے دار، اور پھل دار درخت کو ہرگز مت کاٹنا اور نہ کسی بستی کو اُجاڑنا اور نہ کسی بکری اور اونٹ کی کونچیں کاٹنا، مگر کھانے کے واسطے اور نہ جلانا کھجور کے درخت کو اور مت ڈبونا اس کو اور غنیمت کے مال میں چوری نہ کرنا اور بزدلی کا مظاہرہ نہ کرنا۔)

معلوم ہوا کہ اہل قتال جن سے جنگ و جہاد کرنا اور ان پر ہتھیار اُٹھانا جائز ہے اسلامی نقطۂ نظر سے اُن پر بھی غیر محدود حق حاصل نہیں ہے بلکہ اس کی بھی حدود اور کچھ اخلاقی قوانین ہیں جن کی پابندی انتہائی ضروری ہے۔

اسلام نے جنگ اور جہاد کے اخلاقی قوانین کے طور پر صرف مذکورہ بالا یہی احکام نافذ نہیں فرمائے کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو نہ مارا جائے، جانوروں اور پیڑ پودوں کو نہ کاٹا جائے اور بستیوں کو تباہ نہ کیا جائے بلکہ ان کے علاوہ اور بھی کثیر اخلاقی اُصول وضوابط متعیّن فرمائے اور بہترین جنگی اصطلاحات کیں۔ مثلاً اسلام سے قبل اہل عرب کا طریقہ تھا کہ رات میں بےخبر سوتے

لوگوں پر قتل و غارت گری کرتے ، اسلام نے اس ظالمانہ حرکت کی اصلاح فرمائی اور صبح سے قبل کسی پر حملہ کرنے سے منع فرمایا۔ اس دور میں عام طور پر دشمن کو زندہ جلا دینے کا معمول تھا۔ اسلام نے اس وحشیانہ عمل کو بھی سخت ممنوع قرار دیا۔ اسی طرح دشمن کو باندھ کر، تڑپا تڑپا کر مارنے کا بھی رواج تھا اسلام نے اس کی بھی سختی کے ساتھ مذمت کی۔ لوگ جنگ کے علاوہ بھی لوٹ مار کیا کرتے تھے، اسلام نے جنگ کے علاوہ اس کو سخت حرام قرار دیا اور دشمن کے مال و چوپایوں پر دست درازی کرنے سے بہت سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ قبل اسلام کی فوجوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جب نکلتیں تو سارے راستوں اور گلیوں وغیرہ میں پھیل جاتی تھیں جس سے راہ گیروں کو کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا، اسلام نے اس کو جہاد کے پاکیزہ مقصد کے خلاف وغیر اخلاقی قرار دیا۔ اسی طرح حکم دیا کہ دشمن فوج کے کسی بھی شخص کے جسمانی اعضاء نہ کاٹے جائیں نہ بگاڑے جائیں اور دشمن قوم کے راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے اور نہ ان کی عبادت گاہیں مسمار کی جائیں۔ 11

اسلام نے جنگ اور جہاد کے تعلق سے جو تعلیمات اپنے ماننے والوں کو دی ہیں اور دشمنوں کے ساتھ کس قدر حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنے اور وسعت قلبی سے پیش آنے اور ان کے حقوق کی رعایت و تحفظ کرنے کا درس دیا ہے اس کو فتح مکہ کے تاریخی حقائق کی روشنی میں بھی بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ کفارِ مکہ نے مسلسل کئی سالوں تک پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے متبعین پر جسمانی، مالی، ذہنی، قلبی اور سماجی ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے اور ہر آسائش و آرام سے محروم کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کیا اور پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے ہزاروں متبعین کے ساتھ مکہ کو فتح کیا تو آپ نے ان سارے دشمنوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ معاف فرمادیا کہ جنہوں نے ایک عرصۂ دراز تک طرح طرح کے ظلم و تشدد کا آپ ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو شکار بنایا تھا۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من دخل دار ابی سفیان فھو
اٰمِنٌ و من اَلقَی السلاح فھو اٰمن و من اغلق بابہ فھو اٰمِن۔" 12

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ہے، جو ہتھیار ڈال دے گا اس کو بھی امان ہے اور

جو اپنا دروازہ بند کرلے گا وہ بھی محفوظ و مامون ہے۔)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر صرف انہیں مذکورہ بالا افراد کو امان نہیں عطا فرمائی بلکہ ان تمام جانی دشمنوں کو جنہوں نے آپ ﷺ سے جنگیں لڑی تھیں اور جو آپ اور آپ کے صحابہ کے خون کے پیاسے تھے ان کے لئے بھی عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لا تثرب علیکم الیوم اِذھَبُوا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ" 13

(آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔)

مختصر یہ کہ اسلام نے دین وایمان، جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت اور فتنۂ وفساد وظلم وستم کا خاتمہ کرنے کے لئے مسلمانوں پر جنگ وجہاد فرض قرار دیا ہے بلکہ اگر کوئی ظلم وتشدد کے خلاف احتجاج یا جہاد کرتے ہوئے مارا جائے تو اس کو شہید ہونے کا مژدۂ جانفزا سنایا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"من قتل دون مالہ فھو شھید، ومن قتل دون دمہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ فھو شھید۔" 14

(جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔)

اس حدیث میں ظلم وستم کے خلاف جنگ وجہاد میں قتل ہونے والے مسلمان کو شہید قرار دیا گیا ہے اور جنگ وجہاد کی عظمت کو واضح کیا گیا ہے بلکہ اس کے تعلق سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ:

"فوددت الی أقاتل فی سبیل اللہ فأقتل ثم احیا، فاقتل ثم احیا، فأقتل۔" 15

(میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں لڑوں اور قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔)

اس طرح اسلام نے جہاں ایک طرف ظلم وستم کے خلاف انسانیت کے دشمنوں کے ساتھ جنگ وجہاد کی عظمت وفضیلت بیان کی ہے وہاں دوسری طرف ان کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنے کی بھی تاکید ونصیحت کی ہے۔

حوالہ جات

1 سورۃ البقرہ: آیت 190

2 سورۃ البقرہ: آیت 191

3 سورۃ البقرہ: آیت 193

4 سورۃ الصف: آیت 4

5 سورۃ الانفال: آیت 45

6 سورۃ التوبہ: آیت 38-39

7 سورۃ الانفال، آیت 15-16

8 ابوداؤد شریف، جلد 1، صفحہ 351

9 الجامع الصحیح للبخاری، باب قتل النساء فی الحرب، جلد 3، صفحہ 268

10 مؤطا امام مالک۔ کتاب الجہاد، حدیث نمبر 976 // انسانی حقوق اور اسلامی نقطۂ نظر، صفحہ 344 تا 346

11 مسلم شریف، کتاب الجہاد، حدیث نمبر 4627

12 مسلم شریف، کتاب الجہاد، حدیث نمبر 4624

13 جواہر الحدیث، صفحہ 22

14 سنن ترمذی شریف، جلد 1، صفحہ 261

15 مؤطا امام مالک، کتاب الجہاد، حدیث نمبر 1009

ہندو دھرم کی اخلاقی قدریں (सदाचार)

اقوام انسانی کے جملہ مذاہب بالخصوص دین اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم میں بھی حیات انسانی کے مختلف انداز اور مختلف احوال کے پیش نظر جداگانہ زاویوں سے اخلاقی تعلیمات پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ کیوں کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں وشاستروں کی روشنی میں اخلاقی تعلیمات کے بغیر باہمی سماجی میل جول ورہن سہن اور آپسی برتاؤ وسلوک بحسن وخوبی عمل میں نہیں آسکتے۔ اخلاق مند (सदाचारी) انسان ہی معاشرہ میں امن وسکون سے رہ سکتا ہے۔ سچائی، پاکی، صفائی، ایمانداری اور اعلیٰ کردار کی قدروں کو اپنی زندگی کے لئے نمونۂ عمل بنا سکتا ہے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق اخلاقی تعلیمات (सदाचार-शिक्षा) انسانی زندگی کی کامیابی وخوشحالی کے لئے ایک بہترین ضابطہ ودستور ہے۔ کس طرح زندگی کی ترقی وتنزلی ہوتی ہے، کس طرح کامیابی وناکامی حاصل ہوتی ہے، کن ذرائع سے انسان کو اعلیٰ مرتبہ وشرف حاصل ہوتا ہے اور کس طرح انسان مادی وجسمانی ارتقاء کے ذریعہ دنیاوی راحت وآسائش کا استعمال کر کے فلاح یانجات کا حقدار ہوتا ہے، ان تمام موضوعات کا حل اور غور وخوض اخلاقی تعلیمات (सदाचार-शिक्षा) یں ہوتا ہے۔ اخلاقی قدریں حیات انسانی میں بہترین تہذیب وطہارت کا کام کرتی ہیں۔ یہ صفاتِ بد، احوال بد، غلط افکار، گندے جذبات اور عیوب ونقائص کو دل سے نکال کر ان کی جگہ نیک صفات، عمدہ خصائص، عمدہ خیالات اور نیک جذبات کو داخل کرتی ہیں۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اخلاقی تعلیمات (सदाचार) ہی انسانی زندگی کے مہذب طور طریقے اور انسان کی اخلاقی تصویر کی وضاحت ہے۔

قدیم ہندو دھرم شاشتروں نے اخلاق و آداب (सदाचार) کو دھرم کا خاص حصہ تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ وید، اپنشد اور اسمرتیوں وغیرہ کی اخلاق تعلیمات دھرم کے لئے مجسم مشعل راہ ہیں۔ چنانچہ منواسمرتی میں مذکور ہے کہ:

वेदः स्मृतिः सदाचारः स्वस्य च प्रियमात्मनः ।

एतच्चतुर्विधं प्राहुः साक्षाद् धर्मस्य लक्षणम् ।।(1)

(وید، اسمرتی، سداچار (सदाचार) اور اپنی اپنی آتما (روح) کا پسندیدہ اطمینان یہ چار سراپا دھرم کی علامات ہیں۔)

منواسمرتی (मनुस्मृति) کے مطابق اخلاق مند انسان (सदाचारी) کو ہی مذہبی اعمال (धार्मिक कल्यां) کا بہتر اجر حاصل ہوتا ہے۔ بداخلاق کو وید کے پڑھنے وغیرہ کا ثواب (पुण्य) نہیں ہوتا ہے۔ منومہاراج کہتے ہیں:

आचाराद्विच्युतो विप्रो न वेदफलमश्नुते ।

आचारेण तु संयुक्तः संपूर्णफल भागभवेत् ।।

एवमाचारतो दृष्ट्वा धर्मस्य मुनयो गतिम् ।।

सर्वस्य तपसो मूलमाचारं जगृहुः परम् ।(2)

(بداخلاق برہمن کو وید کا پھل نہیں حاصل ہوتا ہے اور اخلاق مند برہمن وید کا مکمل پھل پالیتا ہے۔ منیوں (मुनि) نے اخلاق سے ہی سب دھرموں کی کامیابی دیکھ کر اخلاق کو ہی سبھی عبادات وریاضات کی اصل تسلیم کیا ہے۔)

یہی بات بھاگوت میں کہی گئی ہے کہ زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت نیک صفات وعمدہ اخلاق کی ہے۔ لہٰذا نیک صفات سے ہی متصف ہونا چاہئے اور ایسا کام کرنا چاہئے جس میں سب کا بھلا ہو کسی پر ظلم نہ ہو۔

अहिंसा सत्यमस्तेयमकामक्रोध लोभता ।

भूताप्रियहितेहा च धर्मोयं सार्ववणिक ।। (3)

(वेदों व पुराणों के आधार पर धार्मिक एकता की ज्योति पृ० 19 ता 21)

آچاریئے چاڑنکیہ(आचार्य चाणक्य) نے بھی اخلاقی اقدار کو انسان کی مذہبی ودنیاوی زندگی کے لئے لازمی قرار دیا ہے اور اخلاقی تعلیم(नैतिक शिक्षा) دیتے ہوئے کہا ہے:

आर्यवृत्लमनुतिष्ठेत् । (4)

(ہمیشہ نیک انسانوں کے اخلاق کا ہی اتباع کرنا چاہیے۔)

कदाचिदपि चारित्रं न लङ्घयेत् । (5)

(کبھی بھی سیرت وکردار پرداغ نہ لگنے دے)

कदाचिदपि मर्यादां नातिक्रमेत् । (6)

(کبھی بھی تہذیب واخلاق کے معیار کو برباد نہ کرے)

अयशो भयं भयेषु ।(7)

(انسان کو ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیے کہ اس کی بدنامی نہ ہو کہ بدنامی ہی اس کی موت ہے)

مختصر یہ کہ ہندو دھرم گرنتھوں اور ان کے محققین وعلماء نے اخلاقی تعلیمات کو انسان کی مذہبی ،دنیاوی ،انفرادی ،عائلی ،قومی اور سماجی زندگی کی خوشحالی وترقی اور امن وشانتی کے لئے جزو لاینفک تسلیم کیا ہے اور مختلف دھرم گرنتھوں میں مختلف انداز میں ان کو بیان کیا ہے اور ان پرعمل کرنے کے لئے خاص طور پر زور دیا ہے۔منومہاراج کہتے ہیں:

आचाराल्लभते ह्यायुराचारादीप्सिताः प्रजाः ।

आचाराद्धनमक्षय्यमाचारो हन्त्यलक्षणम् । (8)

(اخلاق (आचार) سے عمر حاصل ہوتی ہے،اخلاق سے پسندیدہ اولاد حاصل ہوتی ہے،اخلاق سے لازوال دولت کا فائدہ ہوتا ہے،اخلاق سے منحوس علامات کا خاتمہ ہوتا ہے)

दुराचारो हि पुरुषो लोके भवति निन्दितः ।

दुःख भागी च सततं व्याधितो ऽल्पायुरेव च ।।

सर्व लक्षणहीनोऽपि यः सदाचार वान्नरः ।

श्रद्दधानो ऽनसूयश्च शतं वर्षाणि जीवति ।(9)

(بداخلاق انسان دنیا میں ذلیل، ہمیشہ رنجیدہ ،مریض اور کم عمر والا ہوتا ہے۔تمام

خوبیوں (लक्षण) سے عاری ہونے پر بھی جو مرد با اخلاق اور عقیدت مند ہوتا ہے اور دوسروں کے عیبوں کو بیان نہیں کرتا ہے وہ سو سال جیتا ہے۔)

ہندو دھرم میں نجات و کامیابی (मोक्ष व मुक्ति) اور عبادت کے جدا جدا طریقے وراستے ہیں۔ لیکن وہ چاہے بھگتی کا راستہ (भक्तिमार्ग) ہو، چاہے علم کا راستہ (ज्ञानमार्ग) ہو، چاہے یوگ مارگ (योग मार्ग) ہو، چاہے تنتر مارگ (तन्त्रमार्ग) ہر جگہ پاک وصاف اخلاقی چال چلن (आचरण) کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور صاف طور پر آگاہ کیا گیا ہے کہ اخلاقی تعلیمات ہندو دھرم کی بنیاد (आधार शिला) ہے۔ یم (यम) اور نیم (नियम) کے بنا کچھ نہیں ہوتا ہے بلکہ نیم (नियम) سے بھی زیادہ ضروری ہے یم (यम) کے احکام واصول پر عمل کرنا منو مہاراج کہتے ہیں:

यमान्सेवेत सततं न नित्यं नियमान्बुधः ।

यमान्पतत्यकुर्वाणो नियमान्केवलान्भजन् ।।(10)

(عقلمند انسان صرف नियमों کو ہی روزانہ نہ بجالائے، "यमों" کا ہمیشہ پالن کرے جو صرف نیموں (नियमों) کی پیروی کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے۔)

مذکورہ بالا اشلوک میں یم (यम) سے مراد اخلاقی اقدار ہیں۔ جو کہ حسب ذیل ہیں:

(۱) ब्रहमचर्य (نفس کشی وریاضت) (۲) दया (مہربانی ورحم) (۳) क्षमा (معافی) (۴) ध्यान (ذکر وفکر) (۵) सत्य (سچ) (۶) नम्रता (نرمی) (۷) अहिंसा (پیار ومحبت) (۸) چوری نہ کرنا (۹) मधुरस्वभाव (خوش مزاجی) (۱۰) इन्द्रियों का दमन اور حواس پر کنٹرول (11)

اسی طرح نیم नियम کے تحت جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے بعض اخلاق وآداب سے تعلق رکھتی ہیں جیسے:

(۱) استاد کی خدمت (गुरु सेवा) (۲) پاکیزگی (शौच) (۳) غصہ نہ کرنا (۴) غلطی وکوتاہی نہ کرنا (प्रमाद न करना) وغیرہ۔ (12)

اس طرح ہندو دھرم گرنتھوں نے انسان کو نियम اور यम کے اخلاقی احکام واصول کے ساتھ زندگی گزارنے کی ہدایت ونصیحت کی ہے۔ اور انسانی زندگی کی خوشحالی وترقی کے

لئے بہت ہی مناسب اخلاق وآداب پیش کئے ہیں چنانچہ یجروید میں مذکور ہے:

आयुर्यज्ञेन कल्पतां प्राणो यज्ञेन कल्पतां।

चक्षुर्यज्ञेन कल्पतां श्रोत्रं यज्ञेन कल्पतां।

वाग् यज्ञेन कल्पतां मनो यज्ञेन कल्पतां ।

आत्मा यज्ञेन कल्पतां ब्रह्मा यज्ञेन कल्पतां।

ज्योतिर्यज्ञेन कल्पतां स्वर्यज्ञेन कल्पताम्।

पृष्ठं यज्ञेन कल्पतां यज्ञो यज्ञेन कल्पताम्।।(13)

(انسانی زندگی ہمیشہ یگ (यज्ञ) کے اچھے کاموں کے لئے ہو۔انسان اپنی جسمانی طاقت اور سانس سے اچھے کام کرنے کا اہل ہو۔آنکھ اچھا دیکھے،کان اچھا سنے،آواز اچھا بولے،دل اچھا ارادہ کرے،روح ہمیشہ اچھائی پر قائم رہے،علم ہمیشہ ایشور (خدا)اور عظیم کاموں کی طرف لے جائے،عقل کی ترقی اور روشنی یگ کے کاموں کے لئے ہو،اختیار اور سب کچھ خدائی کاموں کے لئے ہو،بات چیت،سوال جواب، پڑھنا پڑھانا سب یگ کے لئے ہو اور یگ والا(यज्ञमय) دھرم وکام بھی سچائی سے یگ کے لئے ہو)

رگوید میں ایک ایشور سے دعا(प्रार्थना) کی گئی ہے:

ओं विश्वानि देव सवितर्दुरितानी परा सुव।

यद भद्रं तन्न आ सुव।।(14)

(اے سنسار کے پیدا کرنے والے ایشور! آپ ہماری ساری بری خصلتوں (दुर्गुण) کو دور کیجئے اور جو مفید صفات ہوں انہیں ہمیں عطا کیجئے۔)

ابھی تک انسانی اخلاق واقدار کا اجمالاً جو ہم نے قدیم ہندودھرم گرنتھوں کے حوالہ سے جائزہ لیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اخلاق وکردار کی تعمیر پر کافی زور دیا ہے اور صفات بد کو ترک کرنے اور عمدہ صفات کو اپنانے کی تعلیم وترغیب دی ہے۔اور واضح طور پر یہ تاکید کی ہے کہ زندگی کو خوشحال بنانے کے لئے اخلاق اور سیرت کا پاک ہونا انتہائی ضروری ہے۔

حسن عمل اور حسن اخلاق

कुर्वन्नेवेह कर्माणि जिजीविषेच्छत १७ समाः।

एवं त्वयि नान्यथेतोऽस्ति न कर्म लिप्यते नरे॥

—यजुर्वेद, 40-2

اس دنیا میں انسان عمل کرتا ہوا ہی سو سال تک جینے کی خواہش کرے، یہی نجات حاصل کرنے کا سیدھا راستہ ہے۔ اس کے علاوہ نجات کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ بے لوث عمل کرنے والا انسان ہی عمل (कर्म) کی بندش میں نہیں پڑتا۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰152)

इच्छन्ति देवाः सुन्वन्तं न स्वप्नाय स्पृहयन्ति यान्ति प्रमादमतन्द्राः

—अथर्ववेद, 20-18-3; ऋग्वेद, 8-2-18

دیوتا عمل ومحنت کرنے والے محنتی شخص کو ہی پسند کرتے ہیں۔ کاہل کو نہیں۔ مردانگی سے بھرپور شخص ہی خوشی حاصل کرتا ہے(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰152)

भद्रं कर्णेभिः शृणुयाम देवा भद्रं पश्येमाक्षभिर्यजत्राः।

स्थिरैरंगैस्तुष्टुवांसस्तनूभिर्व्यशेमहि देवत हितं यदायुः

—ऋग्वेद, 1-89-8

اے عبادت کے لائق ایشور! ہم دونوں کانوں سے اچھی باتیں سنیں، دونوں آنکھوں سے اچھی چیزیں دیکھیں، تن من سے طاقت ور لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے لمبی عمر پائیں۔
(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰157)

विश्वानि देव सवितर्दुरितानि परा सुव

यद्भद्रं तन्नऽआ सुव

—ऋग्वेद, 5-82-5; यजुर्वेद, 30-3

اے دنیا کو پیدا کرنے والے دیوؤں کے دیو! آپ ہماری ساری برائیوں کو دور کریں

اور جس سے ہماری بھلائی ہو وہی خوبیاں ہمیں عطا کریں یا بھلائی کے راستے پر ہی ہیں چلائیں۔

(वैदिक माहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰153)

आ नो भद्राः क्रतवो यन्तु विश्वतोऽदब्धासो अपरीतास उद्‌भिदः

देवा नो यथा सद मिद्‌वृधे असन्न प्रायुवो रक्षितारो दिवेदिवे

—यजुर्वेद, 1-89-1

بنا کسی روکاوٹ کے کسی کو کچھ نقصان پہنچائے بنا ہمیں چاروں طرف سے مفید خیالات حاصل ہوں، اچھا صلہ دینے والے خیال ہمیں چاروں طرف سے حاصل ہوں جس کی بدولت سستی و کاہلی کو دور کر کے دیوتا ہمیں بھلائی اور ترقی کے راستے پر ہمیشہ لے چلیں۔

(वैदिक माहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰158)

نیک و اچھی صحبت

स्वस्ति पन्थामनु चरेम सूर्या चन्द्रमसाविव

पुनर्ददताघ्नता जानता सं गमेमहि

—ऋग्वेद, 5-51-15

ہم سورج اور چاند کی طرح صحیح راستے پر چلیں اور سخی صاف دل والے اہل علم کی صحبت اختیار کریں۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰152)

तपसा ये अनाधृष्यास्तपसा ये स्वर्ययुः।

तपो ये चक्रिरे महस्तांश्चिदेवापि गच्छतात्

—ऋग्वेद, 10-154-2

رشی اپنے وعظ و نصیحت میں کہتے ہیں! اے انسان! اس دنیا میں جو صبر یا ریاضت کے ذریعہ سے خود کو دنیا سے چھپائے رکھتے ہیں، جو عبادت و ریاضت سے راحتوں کو حاصل کر چکے ہیں، جنہوں نے سخت ریاضت کی ہے ان کے پاس ہی علم حاصل کرنے جاؤ۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰156)

سچ وجھوٹ (सत्य एंव असत्य)

یوں تو قدیم ہندو دھرم میں بہت سی اخلاقی قدریں پیش کی گئی ہیں لیکن ان میں اولین اہمیت سچ (सत्य) کو دی گئی ہے۔اور واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ سچی عقیدت واطاعت، سچا چال چلن، سچی سیرت اور سچ کی پیروی کرنا انسانی زندگی کا اولین فرض ہے۔ سچ سے محبت کرنا زندگی کے ارتقاء کا انمول ذریعہ ہے۔ سچ سے ہی زمین وآسمان وغیرہ قائم ہیں۔ سچ اور جھوٹ کی معرکہ آرائی میں سچ ہی کامیاب ہوتا ہے۔ سچ کا راستہ آسان اور پرسکون ہے۔سچائی کو اپنانے والا انسان خاندان اور سماج سبھی کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے۔ سچے انسان کی ایشور (ईश्वर) ہمیشہ حفاظت کرتا ہےاور جھوٹے انسان کو برباد کرتا ہے۔ سچ میں قدرتی طاقت ہے، سچ میں روحانی (आत्मिक) قوت ہے۔ سچ زندگی کا محافظ ہے۔ مشکل ترین حالات میں سچ ہی انسان کے لئے مسیحا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے سچ کو اپنا معیار بنانا بے حد ضروری ہے کیوں کہ جھوٹ گھر، خاندان اور سماج کا امن وسکون غارت کر دیتا ہےاور زندگی کو جہنم (नरक) بنا دیتا ہے۔ انسان کو اپنے مقصود سے دور کر دیتا ہے۔

مختصر یہ کہ سبھی دھرم گرنتھوں وشاستروں میں سچ کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ اور مختلف حیثیتوں سے اس کی عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ رگوید (ऋग्वेद) میں کہا گیا ہے:

सत्येनोत्तभिता भूमिः सूर्येणोत्तभिता द्यौः।

ऋतेनादित्यास्तिष्ठन्ति,(15)

(سچ سے زمین رکی ہوئی ہے سورج سے دو جہاں द्युलोक رکا ہوا ہے۔ سچ سے سورج رکا ہوا ہے)

सुविज्ञानं चिकितुषे जनाय, सच्चासच्च वचसी पस्पृधाते।

तयोर्यत् सत्यं यतरद् ऋजीय, स्तदित सोमोऽवति हन्त्यासत् ।।(16)

(عقلمند انسان بخوبی جانتے ہیں کہ سچ اور جھوٹ متصادم ہوتے ہیں سچ اور جھوٹ میں جو سچ بات ہے وہ زیادہ آرام دہ ہے، عمدہ صفات (सौम्यगुण) والے انسان کی خدا حفاظت کرتا ہےاور جھوٹی بات کو بیکار کرتا ہے۔)

یجروید (यजुर्वेद) میں مذکورہ ہے:

ऋतस्य पथा प्रेत चन्द्रदाक्षिणा,

वि स्वः पश्य व्यन्तरिक्षं यतस्व सदस्यै :।(17)

(خوش رنگ دان کرنے والے تم لوگ سچ کے راستے پر چلو۔ راحت وسکون حاصل کرو اور آسمانی دنیاؤں کو حاصل کرو۔ اور دیگر افراد کے ساتھ سچ پر چلنے کی کوشش کرو)

سچ کے متعلق ویدوں نے جو تعلیم دی ہے اس کی وضاحت پراڑوں (पुराणों) سے بھی ہوتی ہے۔ مارکنڈے (मार्कण्डेय) پران میں بیان کیا گیا ہے:

सत्यनार्कः प्रतपति सत्ये तिष्ठति मेदिनी।

सत्यं चोक्तं परो धर्मःस्वर्गः सत्ये प्रतिष्ठितः ।।

अश्वमेधसहस्रं च सत्यं च तुल्या धृतम्।

अश्वमेध सहस्रादि सत्य मेव विशिष्यते।।(18)

(سچ سے ہی سورج روشن ہو رہا ہے، سچ ہی پر زمین ٹکی ہوئی ہے، سچ سب سے بڑا دھرم ہے، سچ پر ہی جنت (स्वर्ग) قائم ہے، ترازو کے ایک پلے پر اگر ہم ایک ہزار اشومیدھ یگوں (अश्वमेध) کو رکھیں اور دوسرے پلے پر سچ کو رکھیں تو سچ کا ہی پلا بھاری رہے گا۔)

یہی بات مہابھارت (महाभारत) میں کہی گئی ہے کہ سچ کی طرح کوئی دوسرا دھرم نہیں ہے۔ چنانچہ مہابھارت میں لکھا ہے:

सत्यं यज्ञः परः प्रोक्तः सर्व सत्ये प्रतिष्ठितम्।(19)

(سچ کو ہی سب سے بڑا یگ (परम यज्ञ) کہا گیا ہے سب کچھ سچ پر ہی ٹکا ہوا ہے۔)

नास्ति सत्यात्परो धर्मः नानृतात्पातकं परम।

स्थितिर्हि सत्यं धर्मस्य तस्मात् सत्यं न लोपयेत्।।(20)

(سچ سے بڑھکر کوئی دھرم نہیں ہے، جھوٹ سے بڑھکر کوئی پاپ نہیں ہے۔ سچ ہی دھرم کی بنیاد ہے۔ اس لئے سچ کو نہ چھپائیں)

بالمیک رامائن (बालमीकि रामायण) بھی یہی تعلیم دیتی ہے:

सत्यमेकंपरमंदानं सत्यं पदम ऽऽश्रिता सदा।

सत्यमूलानि सर्वाणि सत्यान्नास्ति परम पदम।।(21)

(اس سنسار کا صرف اور صرف ایک سچ ہی ایشور ہے۔ سچ پر ہی مال و دولت منحصر ہے۔ سچ ہی ساری چیزوں کی اصل ہے۔ سچ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا نجات کا ذریعہ نہیں ہے)

منومہاراج نے بھی یہی نصیحت کی ہے کہ انسان کو سچ کا دامن کسی حال میں نہیں چھوڑنا چاہیے کہ یہی قدیم ہندو سناتن دھرم ہے۔

सत्यं ब्रूयात्प्रियं ब्रूयान्न ब्रूयात्सत्यमप्रियम्।

प्रियं च नानृतं ब्रूयादेष धर्मः सनातनः।।(22)

(سچ بولے، میٹھا بولے، ایسا سچ نہ بولے جو ناپسندیدہ (अप्रिय) ہو، ایسا پسندیدہ بھی نہ بولے جو جھوٹ ہو، یہ سناتن دھرم ہے۔)

पञ्च पश्वनृते हन्ति दश हन्ति गवानृते।

शतमश्वानृते हन्ति सहस्रं पुरुषानृते।।(23)

(جانوروں کے بارے میں جھوٹ بولنے سے پانچ، گائے کے بارے میں جھوٹ بولنے سے دس، گھوڑے کے بارے میں جھوٹ بولنے سے سو اور انسان کے بارے میں جھوٹ بولنے سے ایک ہزار بھائیوں کو مارنے کے پاپ کا حقدار ہوتا ہے۔)

अन्धो मत्स्यानिवाश्नाति स नरः कण्टकैः सह।

यो भाषते ऽर्थवैकल्पमप्रत्यक्षं सभां गतः।।(24)

(جو انسان مجلس میں آنکھ سے نہ دیکھی ہوئی بات کو کہتا اور جانی ہوئی بات کو چھپاتا ہے وہ اندھے کی طرح کانٹوں کے ساتھ مچھلیاں کھاتا ہے۔ یعنی جو راحت وسکون کی خواہش سے جھوٹ بولتا ہے وہ تکلیف ہی اٹھاتا ہے۔)

مذکورہ بالا منتروں واشلوکوں سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم میں زندگی کے ہر معاملہ وشعبے میں سچ کا دامن مضبوطی سے پکڑنے اور جھوٹ سے اجتناب کرنے کی مکمل اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔ لیکن دھرم و جان کے تحفظ کے لئے جھوٹ بولنے کی اجازت بھی دی گئی ہے بلکہ

اس کو سچ سے بہتر قرار دیا ہے۔ منواسمرتی میں ہے:

तद्वदन्धर्मतो ऽर्थेषु जानन्नप्यन्यथा नरः।
न स्वर्गाच्च्यवते लोकाद्दैवीं वाचं वदन्ति ताम्।।
शूद्रविट्क्षत्रविप्राणां यत्रर्तोक्तौ भवेद्वधः।
तत्र वक्तव्यमनृतं तद्धि सत्याद्विशिष्यते।।

(سچی بات کو جانتا ہوا جو انسان دھرم کے لئے جھوٹ بولتا ہے وہ سورگ (स्वर्ग) سے محروم نہیں ہوتا۔ اس آواز کو خدائی آواز (दैवीवाणी) کہتے ہیں۔ شودر، ویش، چھتری اور برہمن کا جہاں سچ بولنے سے قتل ہوتا ہو وہاں جھوٹ بولنا ہی مناسب ہے کیوں کہ سچ سے وہ جھوٹ بہتر ہے۔ جان کی حفاظت کے لئے اسلام نے بھی بقدر ضرورت جھوٹ بولنا جائز تسلیم کیا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ظالم بادشاہ کے یہاں اپنی زوجہ کو اپنی بہن بتانا اور شیخ سعدی نے اس سلسلے میں کیا ہی عمدہ بات کہی ہے:

''خردمنداں گفتہ اند دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز''۔

(عقلمندوں نے کہا ہے مصلحت آمیز جھوٹ فتنہ پیدا کرنے والے سچ سے بہتر ہے۔)

ادب واحترام اور سلام (सम्मान व प्रणाम)

ادب واحترام اور سلام بھی اخلاقی اقدار کا ایک اہم ترین طور طریقہ ہے، جو تقریباً دنیا کے ہر مذہب و ہر قوم میں مختلف انداز میں پایا جاتا ہے۔ کہیں ہاتھ اٹھا کر ادب واحترام اور سلام کیا جاتا ہے تو کہیں پیر چھو کر۔ کہیں اس کو زبان سے ادا کیا جاتا ہے تو کہیں بوسہ لے کر، کہیں سر جھکا کر عمل میں لایا جاتا ہے، تو کہیں گلے مل کر۔ اسی طرح ادب واحترام اور سلام کے وقت جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں وہ بھی باعتبار زبان وقوم اور علاقہ مختلف نوعیت کے ہیں۔ کہیں سلام بولا جاتا ہے تو کہیں پرنام (प्रणाम)، کہیں گڈ مارننگ و نائٹ کہا جاتا ہے تو کہیں نمستے و نمسکار وغیرہ۔ مختصر یہ کہ اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم نے بھی اپنے پیروکاروں کو ادب واحترام اور سلام کا درس دیا ہے اور جو لوگ عمر یا رشتے ناطے میں چھوٹے یا بڑے یا مذہبی لحاظ سے بزرگ ہیں ان

کے ادب واحترام اور سلام کے لئے ایک اخلاقی دستور متعین کیا ہے۔ چنانچہ یجروید (यजुर्वेद) میں مرقوم ہے کہ:

नमो ज्येष्ठाय च कनिष्ठाय च नमः पूर्वजाय चापरजाए च ।

नमो मध्यमाय चापगल्भाय च नमो जघन्याय च बुध्न्याय च ।।(25)

(تم لوگ زیادہ بوڑھوں کو ''نمः'' یعنی عزت واحترام کرو اور چھوٹے بچوں کو ''نمः'' اور بڑے بھائی و برہمن اور چھوٹے اور نیچ کو بھی ''नमः'' کرو۔ اور بھائی، چھتری، ویش (क्षत्री-वैश्य) اور ڈھیٹ پن چھوڑے ہوئے اچھی عادت والے کو नमः کرو۔ اور نیچ کام کرنے والے شودر وملیچھ اور آسمان میں ہوئے بادل کی طرح موجود سخی انسان کو سلام (नमः) کرو۔)

یجروید کا یہ منتر باہمی احترام وخیر مقدم کی طرف اشارہ کرتا ہے اور ملاقات کے وقت نمستے یا نمسکار (नमस्ते या नमस्कार) کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ویدوں کے علاوہ دیگر قدیم دھرم گرنتھوں سے بھی یہی سبق ملتا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے جب روبرو ہو تو احتراماً سب سے پہلے آداب وتسلیم (प्रणाम) بجالائے کہ یہی قدیم رشیوں ومنیوں اور مہاپرشوں (महापुरुष) کا طریقہ ہے اور اس کے کثیر اخروی ودنیاوی فوائد ہیں۔ منواسمرتی (मनुस्मृति) میں ہے کہ:

अभिवादन शीलस्य नित्यं वृद्धोपसेविनः ।

चत्वारि तस्य वर्धन्ते आयुर्विद्या यशो बलम् ।।(26)

(روزانہ بڑوں کی خدمت اور پرنام (प्रणाम) کرنے والے شخص کی عمر، تعلیم، نیکی اور طاقت یہ چاروں چیزیں بڑھتی ہیں۔)

लौकिकं वैदिकं वापि तथा ध्यात्मिकमेव च ।

आददीत यतो ज्ञानं तं पूर्वमभिवादयेत् ।।(27)

(جس سے دنیاوی، ویدک اور روحانی تعلیم کو حاصل کرے اس کو پہلے سلام کرنا چاہیے)

अभिवादयेद्वृद्धांश्च दद्याच्चैवासनं स्वकम् ।

कृताञ्जलिरुपासीत गच्छतः पृष्ठतोऽन्वियात् ।।;28

(بزگوں (वृद्धां) کے گھر آنے پر اٹھ کر انہیں پرنام (प्रणाम) کرے، اپنی جگہ بیٹھنے

کودے اور ہاتھ جوڑ کر (अन्जलिबद्ध) آگے کھڑا رہے۔ جب وہ جانے لگیں تب کچھ دور تک ان کے پیچھے جائے۔

उर्ध्वं प्राणाहयुत्क्रमान्ति यून: स्थविर आयति।

प्रत्युत्थानाभिवादाभ्या पुनस्तान्प्रति पद्यते।।(29)

(بڑوں کے آنے پر چھوٹوں کی جان بے جان ہوتی ہے اس لئے کھڑے ہو کر پرنام (प्रणाम) کرنے سے جان پھر اپنے مقام پر آجاتی ہے)

قدیم برہمنوں کا طرزِ عمل بیان کرتے ہوئے برہمن گرنتھوں (ब्राहमण) میں کہا گیا ہے:

क्षत्रं क्षत्रं वैश्रवण। ब्राहमणा वयं स्म:।

नमस्तेऽस्तु। मां मां हिंसी:।।(30)

(اے "वैश्रवण"! آپ رعایا کے محافظ چھتری (क्षत्रिय) ہم لوگ برہمن ہیں۔ آپ کو نمستے ہو۔ آپ ہمیں نہ ماریئے)

دیوتا (देवता) لوگ بھی آپس میں نمستے کرتے تھے۔ چنانچہ پرانوں (पुराणों) میں لکھا ہے کہ:

नमस्तेऽस्तु नमस्तेऽस्तु त्वामेव शरणं गत:।(31)

(اے شنکر جی! آپ کو بار بار نمستے ہو میں آپ کی پناہ (शरण) میں ہوں)

नमस्ते गिरिजानाथ रक्षात्रा शरणागतं।।(32)

(اے مہادیو جی! آپ کو نمستے۔ آپ ہماری حفاظت کریں۔ ہم آپ کی پناہ میں ہیں)

شری رام اور مہادیو (शंकर जी) نے جو ایک دوسرے کو نمستے کیا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے:

नमस्ते देव देवा भक्तानाम भयंकर। (اے بھکتوں کے لئے مہربان! نمستے۔)

شری رام کے جواب میں شنکر جی نے کہا:

श्वेतद्वीपं स्वकं स्थान व्रज देव नमो ऽस्तु ते।(33)

(اے دیو نمستے! اچھا آپ اپنے مقام شویت دویپ میں جایئے۔)

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کے مذکورہ بالا حوالہ جات سے عیاں ہوتا ہے کہ ادب و احترام یا آداب و تسلیم کا اخلاقی ضابطہ قدیم ہندو دھرم میں بھی موجود ہے اور اس کے لئے مختلف الفاظ کا

استعمال ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام اور ہندو دھرم دونوں میں آداب وتسلیم کا اخلاقی دستور پایا جاتا ہے۔لیکن دونوں مذاہب میں فرق یہ ہے کہ اسلام میں آداب وتسلیم کے لئے صرف ''السلام علیکم'' اور جواب میں ''وعلیکم السلام'' استعمال ہوتا ہے۔ جب کہ ہندو دھرم میں سلام اور اس کے جواب کے لئے بہت سے الفاظ کا استعمال ہوتا ہے۔جن میں سے بعض وہ الفاظ ہیں کہ جن کا قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں تذکرہ ہے۔جیسے نمہ (नमः)، نمستے (नमस्ते) اور پرنام (प्रणाम)۔اور بعض وہ ہیں کہ جن کا دھرم شاستروں میں کوئی ذکرنہیں بلکہ نئی ایجاد ہیں۔ پروفیسر رام وچار (राम विचार) لکھتے ہیں:

''ہندوؤں نے ''نمستے'' کا لفظ بھلا کر کئی نئے الفاظ جاری کئے ہیں جیسے ''جے رام جی، رام رام، جے شری کرشن، جے رادھے شیام، جے گوپال جی، پالا گن، بھولے شمبھو، جے جگدمبا، جے جمنا میا کی، ست صاحب، ست شری اکال، نمو نارائن اور نمسکار وغیرہ۔یہ بھی (कपोलकल्पित) الفاظ ہیں۔ان میں کوئی بھی خیر مقدم (अभिवादन) وید کے مطابق نہیں ہے۔ (34)

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم میں سلام وآداب کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح حال چال وخیریت کے الفاظ بھی قوم وذات کے اعتبار سے جداگانہ ہیں۔اور وہ اس لئے کہ ہندو دھرم کی بنیاد ذات پات (वर्णव्यवस्था) کے نظام پر قائم ہے اور اسی نظام کے تحت مذہبی احکام واعمال جاری کئے گئے ہیں۔ چنانچہ منواسمرتی میں ہے:

ब्राह्मणं कुशलं पृच्छेत्क्षत्रबन्धुमनामयम्।

वैश्यं क्षेमं समागम्य शूद्रमारोग्यमेव च ॥(35)

(برہمن سے ''कुशल'' چھتری سے 'निरामय' ویش سے 'क्षेम' اور شودر سے ''आरोग्यता'' ملاقات ہونے پر پوچھے۔)

اسی طرح اگر کوئی برہمن کو پرنام کرے تو برہمن اس کے جواب میں کہے ''आयुष्मानभव सौम्य'' تم لمبی عمر تک زندہ رہو۔(36) یعنی اس طرح کے دعائیہ کلمات کا استعمال صرف برہمن کے لئے جائز ہے دیگر ذات کے لئے نہیں جبکہ اسلام میں اس طرح کی کوئی قید نہیں

کوئی بھی لفظِ خیریت یا دعائیہ جملہ کسی بھی ذات کا فرد کسی اہل ایمان کے لئے بول سکتا ہے۔
(نوٹ: نمسکار (नमस्कर)

ایکتا و بھائی چارہ اور آپسی محبت و ہمدردی

(एकता व भाई चारा और आपसी मुहब्बत व हमदर्दी)

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق سماجی تنظیم (सामाजिक संघठन) کی بنیاد ایکتا و بھائی چارہ ہے۔اسی جذبہ کے تحت ہی مختلف افراد وتنظیموں کو ایکتا کی لڑی میں پرویا جا سکتا ہے۔ تنظیم (संघठन) کا ہر فرد کل کا نمائندہ ہوتا ہے۔اور پوری تنظیم اس کی طاقت ہوتی ہے۔ تنظیم میں کوئی شخص خود کو تنہا یا بے سہارا محسوس نہیں کرتا ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ سماج کو منظم (संगठित) کیا جائے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ سماج میں باہمی ایکتا و بھائی چارہ اور آپسی محبت و ہمدردی کا جذبہ بیدار ہو۔کیوں کہ جہاں ہمدردی و بھلائی ہوتی ہے وہاں قلبی اتحاد (हार्दिक एकता) ہوتا ہے۔اور باہمی تعاون کا جذبہ ہی سماج کو ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔انہیں وجوہات کے پیش نظر قدیم ہندو دھرم گرنتھوں نے ایکتا و بھائی چارہ اور باہمی محبت و ہمدردی کی اخلاقی تعلیم پر کافی زور دیا ہے۔اور کہا ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کی حفاظت کرے۔انہیں مصیبت وتکلیف سے بچائے ،آپس میں عداوت نہ رکھے،ایک دوسرے کے ساتھ اچھی گفتگو کرے اور ہمیشہ ایک دوسرے کا تعاون کرے۔چنانچہ ویدوں کا فرمان ہے کہ:

मा नः सेना अररुषीरूप

गुर्विषूचीरिन्द्र द्रुहो वि नाशाय

—अथर्ववेद, 19-15-2

ہمیں دوست ،دشمن، جان، پہچان یا انجان لوگوں سے ڈر نہ ہو اور رات سے کوئی ڈر نہ ہو، سارا اسنسار ہمارا دوست ہو اور دنیا میں رہنے والے سارے جاندار ہمارے دوست ہوں۔

समानो मंत्रः समितिः समानी समानं मनः सह चित्तमेषाम्।

समानं मंत्रमभि मंत्रये वः समानेन वो हविषा जुहोमि॥

آپ سب کی سوچ اور خیال ایک ہوں آپ سب کی مجلس یا جماعت ایک ہو، آپ سب کے دل بھی ایک ہی فکر وخیال سے بندھے ہوں، آپ سب کا من بھی ایک ہو اس لئے تو میں آپ سب کو یکتا واتحاد کا یہ راز بتا رہا ہوں۔ ایک ہی نذر سے تم سب کے یگ کو پورا کرتا ہوں۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्तव्य पृ.197)

पुमान पुमांसं परिपातु विश्वतः ।(37)

(ایک دوسرے کی ہمیشہ حفاظت کرنا اور مدد کرنا انسانوں کا خاص فریضہ ہے۔)

मित्रस्याहं चक्षुषा सर्वाणि भूतानि समीक्षे।

मित्रस्य चक्षुषा समीक्षामहे ।(38)

(میں، انسان کیا سبھی جانداروں کو دوست کی نگاہ سے دیکھوں، ہم سب آپس میں ایک دوسرے کو دوست کی نگاہ سے دیکھیں۔)

याँश्च पश्यामि याँश्च न तेषु मा सुमतिं कृधि । (39)

(آؤ ہم سب مل کر ایسی دعا(प्रार्थना) کریں جس سے انسانوں میں باہمی نیک رائے (सुमति) اور خیر سگالی بڑھے۔)

त्वं विष्णो सुमतिं विश्वजन्याम् अप्रयुताभेवयावो मतिं दाः ।

पर्चो यथा नः सुवितस्य भूरेरश्वावतः पुरुश्चन्द्रस्य रायः । (40)

(اے ساری خدائی کے مالک! تم ہمیں عالمی بھلائی کا نیک جذبہ دو۔ اے تمناؤں کے پورا کرنے والے! تم ہمیں پاک صاف عقل دو جس سے آرام دہ، مع کثیر گھوڑوں کے دولت کا ہم سے رابطہ ہو۔)

संगच्छध्वं संवदध्वं सं वो मनांसि जानताम्।

देवा भागं यथा पूर्वे संजानाना उपासते॥ (41)

آپس میں میل جول دوستی قائم کرو، آپس میں بول چال یا مذہب (शास्त्र) کی چرچا کرو خود کو نیک اور عمدہ اخلاق سے مزین کرو جیسے پہلے زمانے کے بزرگ لوگ اپنے فرائض کے حصوں کو ہم خیال ہو کر آپس میں طے کر کے تقسیم کر لیتے تھے۔ ویسے ہی تم بھی کرو۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्तव्य पृ.197)

सहृदयं सांमनस्यम्, अविद्वेषं कृणोमि वः ।

अन्यो अन्यमभि हर्यत, वत्सं जातमिवाघ्न्या ।।(42)

(اے انسانو! میں (ईश्वर) محبت، اتفاق رائے اور عیبوں سے دوری تمہارے لئے پیدا کرتا ہوں۔ پیدا شدہ بچھڑے کو جس طرح گائے پیار کرتی ہے اسی طرح تم سب آپس میں محبت رکھو۔)

समानी प्रपा सह वोऽन्नभागः, समाने योक्त्रे सह वो युनज्मि ।(43)

(تمہارے پانی پینے کا مقام ایک ہو، تمہارے طعام کا مقام ایک ہو، تمہیں ایک بندھن میں ساتھ ساتھ جوڑتا ہوں۔

अन्यो अन्यस्मै वल्गु वदन्त एत सध्रीचीनान् वः संमनस स्कृणोमि ।।(44)

(آپس میں ایک دوسرے سے پیاری بات بولتے ہوئے آگے بڑھو میں تمہیں دوسروں کو بھلا کرنے والا اور اعلیٰ خیالات سے مزین کرتا ہوں۔)

समानी व आकूतिः समाना हृदयानि वः ।

समानमस्तु वो मनो यथा वः सुसहासति॥ (45)

—ऋग्वेद, 10-191-1, 2, 3, 4

تم سب کے سارے مقاصد اور خواہشات کی لگن ایک ہی سمت میں ہو، تم سب کے دماغ ایک ہی طرح کی فکر وسوچ سے مالا مال ہوں، تم سب کا من ایک ہو، جس سے تمہاری دوستی پکی اور مضبوط رہے۔ वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰19

ते अज्येष्ठासो अक निष्ठास एते सं भ्रातरो वावृधुः सौभागाय। (46)

(ان میں نہ تو کوئی بڑا ہے اور نہ ہی چھوٹا۔ آپس میں وہ سب بھائی بھائی ہیں۔)

ویدوں کے مذکورہ بالا منتروں میں واضح طور پر باہمی محبت و ہمدردی اور ایکتا و بھائی چارے کی اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔ یہی تعلیم دیگر دھرم گرنتھوں میں بھی نظر آتی ہے۔ چنانچہ یوگ وششٹھ (योग वशिष्ठ) میں ہے:

अत्रैकं पौरुषं यत्नं वर्जयित्वेतरा गतिः ।

सर्वदुः खक्षय प्राप्तौ न काचिदु पपद्यते ।।(47)

(یہاں اس دنیا میں سب تکالیف کو مٹانے کے لئے صرف اور صرف دوسرے کی

بھلائی (पुरुषार्थ) کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔)

گیتا (गीता) کا قول ہے کہ ایسا شخص ایشور کو بہت پیارا ہے:

अद्वेष्टा सर्वभूतानां मैत्रः करुण एव च । (48)

(جو کسی جاندار (प्राणी) سے حسد نہیں کرتا سب کا دوست ہے اور مہربان ہے۔)

یہی تعلیم رام چرتر مانس (राम चरित्र मानस) میں دی گئی ہے:

परहित सरिस धर्म नहिं भाई ।

पर पीड़ा सम नहिं अधमाई ।।(49)

(دوسروں کی بھلائی سے بڑھ کر کوئی دھرم نہیں ہے اور دوسروں کو تکلیف پہونچانے سے بڑھکر کوئی پاپ نہیں ہے۔)

परहित बस जिनके मन माँहीं ।

तिन कंह जग दुर्लभ कछु नाहीं ।।(50)

(دوسروں کا بھلا جن کے دل میں بسا ہوا ہے ان کے لئے دنیا میں کچھ مشکل نہیں ہے۔) منواسمرتی (मनुस्मृति) کا فرمان ہے:

नारुंतुदः स्यादार्तो ऽपि न पर द्रोह कर्मधी ।

ययास्यो द्विजतं वाचा नालोक्यां तामुदीरयेत् ।। (51)

(خود دکھی ہوتے ہوئے بھی کسی کا دل نہ دکھائے، دوسرے سے دشمنی کی سوچ بھی نہ رکھے اور ایسی بات بھی نہ بولے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو۔)

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں بہت ہی تاکید کے ساتھ اکثر مقامات پر ایکتا و بھائی چارے اور باہمی محبت و ہمدردی کی مختلف انداز میں ہدایت و نصیحت کی گئی ہے۔

رحم وکرم کی ہدایت اور ظلم وستم کی ممانعت

(दया का निर्देष, हिंसा का निषेध)

انسان ہو یا حیوان کسی کو تکلیف پہنچانے کی کوشش نہ کرنا اور ایسا کوئی فعل انجام نہ دینا جس سے دوسرے کے دل کو چوٹ پہونچے، قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کی تعلیمات کی رو سے انسان

کا بنیادی اخلاقی فریضہ ہے۔اس لئے خود تکلیف میں ہونے پر بھی کسی کو تکلیف نہ دے اور ایسی بات ہرگز نہ کرے جس سے دوسرا شخص پریشان ہو۔

ہندو دھرم گرنتھوں میں رحم وکرم (अहिंसा) کی تعلیم دیتے ہوئے اور ظلم وستم (हिंसा) کی مذمت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ معاشرہ میں ظلم وستم (हिंसा) کی ترقی سماجی نظام کو درہم برہم کر دیتی ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی تمام مخلوق (प्राणी) پر رحم وکرم کریں اور کسی طرح کا ظلم ہرگز نہ کریں۔چنانچہ انسانوں اور جانوروں، بچوں اور بزرگوں اور مردوں وعورتوں وغیرہ کے لئے رحم وکرم کی بھیک مانگتے ہوئے ایشور (इश्वर) سے دعا (प्रार्थना) کی گئی ہے کہ:

मा नो महान्तमुत मा नों अर्भकं मान उक्षन्तमुत मान अक्षितम।

मान वधीः पितरं मातरं मानः प्रियास्तन्वोरुद्र रीरिषः ।।(52)

(اے دنیا کے ختم کرنے والے ایشور!تم ہمارے بڑے اور چھوٹوں کو مت مارو۔تم ہمارے جوانوں اور بزرگوں کو مت مارو۔ہمارے ماں باپ کو نہ مارو۔تم ہمارے پیارے جسموں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔)

मा नस्तोके तनये मा न आयुषि मा नो गोषु मा नो अश्वेषु रीरिषः।

मा नो वीरान् रुद्र भामिनो वधी हविष्मन्तः सदमित् त्वा हवामहे ।।(53)

(اے دنیا کے مالک!تم ہمارے بیٹوں، پوتوں کو اور ہماری زندگی کو نقصان نہ پہونچاؤ تم ہماری گائیوں کو اور گھوڑوں کو نقصان نہ پہونچاؤ۔تم ہمارے جذباتی بہادروں کو نہ مارو۔)

सत्यं वृहदृतमुग्रं दीक्षा तपो ब्रह्म यज्ञः प्रथिवीं धारयन्ति।

सा नो भूतस्य भव्यस्य पत्न्युरुं लोकं पृथिवी नः कृणोतु॥

—अथर्ववेद, 12-1-1

جس ملک میں صالح، نیک عالم، نفس پر قابو حاصل کرنے والے، ایشور اور اہلِ علم سے محبت کرنے والے دانشمند لوگ رہتے ہیں وہ سب زمین پر ترقی کرتے ہیں یہ اصول ماضی اور مستقبل کے لیے ایک جیسا ہے۔ایسے ہی نیک وصالح لوگوں سے ملک کی چہار طرفہ ترقی ممکن ہے۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०175)

यस्याश्चतस्रः प्रदिशः पृथिव्या यस्यामन्नं कृष्टयः संबभूवुः।

या बिभर्ति बहुधा प्राणदेजत् सा नो भूमिर्गोष्वप्यन्ने दधातु॥

—अथर्ववेद, 12-1-4

جوانسان سب طرف نظر پھیلا کراناج وغیرہ سامان حاصل کر کے سب جانداروں کی حفاظت کرتے ہیں وہ اپنے ملک کی زمین پر گائے، بیل، گھوڑا وغیرہ اور اناج وغیرہ سے خوشحال رہتے ہیں۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ.175)

उदीराणा उतासीनास्तिष्ठन्तः प्रक्रामन्तः।

पद्भ्यां दक्षिणसव्याभ्यां मा व्यथिष्महि भूम्याम्॥

—अथर्ववेद, 12-1-28

ہم اٹھتے ہوئے اور بیٹھتے ہوئے، کھڑے ہوتے ہوئے اور چلتے ہوئے، سیدھے اور ٹیڑھے دونوں پیروں سے یا کسی بھی طرح سے زمین پر نہ ڈگمگائیں۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ.177)

ویدوں کے مذکورہ بالا منتروں میں رحم وکرم کرنے اور ظلم ونقصان سے بچنے کے لئے ایشور سے دعا کی گئی ہے۔ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مقامات پر اسی طرح کی فریاد کی گئی ہے، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم کے پیروکار بھی رحم وکرم سے محبت اور ظلم وستم سے نفرت کرتے تھے۔

ویدوں میں دعائیہ انداز میں رحم وکرم کی نصیحت اور ظلم وستم کی مذمت کی گئی ہے لیکن دیگر دھرم گرنتھوں میں کافی واضح طور پر رحم وکرم (अहिंसा) اور ظلم وستم (हिंसा) کی اخلاقی تعلیمات واحکام پیش کئے گئے ہیں۔مہابھارت (महाभारत) میں مذکور ہے کہ:

अहिंसा परमो धर्मस्तथा ऽ हिंसा परं तपः ।

अहिंसा परमं सत्यं ततो धर्मः प्रवर्तते ।। (54)

(رحم وکرم (अहिंसा) سب سے عظیم دھرم ہے۔رحم وکرم سب سے بڑی عبادت ہے۔رحم وکرم سب سے بڑا سچ ہے کیوں کہ اسی سے دھرم کی ترقی ہوتی ہے۔)

अहिंसा परमो धर्मः सर्वप्राणभृतां वर ।

तस्मात् प्राणभृतः सर्वान् न हिंस्यान्मानुषः क्वचित् ।। (55)

(اہنسا (رحم ومہربانی) سب سے بڑا دھرم ہے۔ اس لئے انسان کو کبھی بھی کہیں بھی کسی بھی جاندار کا قتل نہیں کرنا چاہیے۔)

न हिंस्यात सर्वभूतानि मैत्रायणगतश्चरेत् ।
नेदं जीवितमासाद्य वैरं कुर्वीत केनचित् ।। (56)

(نہ تو کسی جاندار (प्राणी) کا قتل کرے اور نہ کسی کو تکلیف پہنچائے۔ سبھی جانداروں کے لئے پیار کا جذبہ رکھ کر گزر کرے۔ اس فانی زندگی کے سبب کسی کے ساتھ دشمنی نہ کرے۔)

न हि प्राणात् प्रियतरं लोके किञ्चन विद्यते ।
तस्माद दयां नरः कुर्यात यथात्मनि तथा परे ।। (57)

(دنیا میں اپنی جان سے زیادہ پیاری کوئی دوسری چیز نہیں ہے اس لئے انسان جیسے اپنے اوپر رحم (दया) چاہتا ہے اسی طرح دوسروں پر بھی دیا کرے۔)

مہابھارت کے پیش کردہ اشلوکوں سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم میں رحم وکرم سب سے مہان دھرم اور ظلم وستم سب سے مہان پاپ ہے۔ اور رحم وکرم کے صرف انسان ہی حقدار نہیں بلکہ جانور بھی اس کے مستحق ہیں۔ انہیں تعلیمات کو اسمرتیوں (स्मृतियों) میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

परस्मिन बन्धुवर्गे या मित्रे द्वेष्ये रिपौ तथा ।
आपन्ने रक्षितव्यं तु दयैषा परिकीर्तिता ।।(58)

(غیر ہو یا اپنا، بھائی رشتے دار ہو یا دوست، دشمن ہو یا حاسد، جو بھی کوئی مصیبت میں پڑا ہو اس کو مصیبت میں دیکھ کر اس کی حفاظت کرنے کا نام ہے رحم ومہربانی۔ (दया-करुणा)

अहिंसयैव भूतानां कार्यं श्रेयोऽनुशासनम् ।
वाक्चैव मधुरा श्लक्ष्णा प्रयोज्या धर्म मिच्छता ।।(59)

(جانداروں کی بھلائی کے لئے رحم ومہربانی سے ہی حکومت کرنا بہتر ہے۔ مذہبی حاکم کو میٹھے اور نرم اقوال کا استعمال کرنا چاہیے۔)

परित्यजेदर्थकामौ यौ स्यातां धर्म वर्जितौ ।
धर्मं चाप्यसुखोदर्कं लोक विक्रुष्टमेव च ।।(60)

(جو مقصد اور احکام دھرم کے خلاف ہوں انہیں ترک کر دو، اور ایسے دھرم کو بھی نہ کرو جس کے پیچھے تکلیف ہو۔ لوگوں کو رلانے والا کام نہ کرو۔)

اس طرح مذکورہ بالا اشلوکوں کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم گرنتھوں نے بھی رحم و کرم وعدم ظلم وتشدد کی اخلاقی تعلیم پر کافی اہمیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔

محتاجوں و کمزوروں کی مدد کی تعلیم

محتاجوں، کمزوروں، غریبوں اور بے سہاروں کی مالی وجسمانی مدد کرنا بھی قدیم ہندو دھرم کی اخلاقی قدروں کا ایک اہم ترین باب ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے مقامات پر کہا گیا ہے کہ سماج کے ایسے پچھڑے و کمزوروں کی مدد کرنا ہر انسان کا اخلاقی فریضہ ہے۔ جو صرف اپنا بھلا سوچتا ہے وہ انتہائی بے کار اور اعلیٰ درجہ کا پاپی ہے۔ اس لئے ہر انسان کو محتاجوں و کمزوروں کی ہر ممکن مدد کرنا چاہیے اور ان کو دان وغیرہ دینا چاہیے۔ کیوں کہ یہی وہ اعلیٰ شئ ہے جو معاشرہ کے نظام کو مضبوط بناتی ہے اور بے سہاروں کے لئے مہربانی و ہمدردی کا جذبہ بیدار کرتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ افراد کو دان دینے اور ان کی مدد کرنے کے تعلق سے ویدوں میں کہا گیا ہے:

शतहस्त समाहर, सहस्रहस्त सं किर ।

कृतस्य कार्यस्य, चेह स्फातिं समावह ।। (61)

(اے انسان! تم سو ہاتھ والے ہو کر مال حاصل کرو۔ اے انسان! تم ہزار ہاتھ والے ہو کر (اس مال کو) تقسیم کر دو۔ اس طرح تم اپنے کئے ہوئے اور آگے کرنے کے لائق کاموں کی خوشحالی کو ترقی دو)

स इद् भोजो यो गृहवे ददाति अन्नकामाय चरते कृशाय।

अरमस्मै भवति यामहूता उतापरीषु कृणुते सखायम ।। (62)

(وہی سخی (दानी) ہے جو اناج کے طلب گار اور گھر آئے ہوئے غریب سائل کو دان دیتا ہے۔ مصیبت کے وقت اس کے پاس کافی مال ہوتا ہے اور دوسری کٹھن گھڑیوں میں اس کے دوست ہو جاتے ہیں)

ان اشلوکوں میں محتاجوں وکمزوروں کو دان دینے کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے صاف طور پر کہا گیا ہے کہ سو ہاتھ سے کماؤ اور ہزار ہاتھ سے دان کرو کیوں کہ اس سے مال محفوظ رہتا ہے اور ترقی کرتا ہے۔ اور خوش خبری دی گئی ہے کہ جب مصیبت کی گھڑی میں کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا تو اس کے لئے بہت سے ہمدرد پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس جو ایسا نہیں کرتا اس کے متعلق آگاہ کیا گیا ہے:

मोघमन्नं विन्दते अप्रचेताः सत्यं ब्रवीमि वधइत्स तस्य।

नार्यमणं पुष्यति नो सखायं केवलाघो भवति केवलादी।। (63)

(بے وقوف شخص کو بے کار ہی معاشی خوشحالی حاصل ہوتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس کے لئے وہ معاشی خوش حالی (अन्न-समृद्धि) موت ہی ہے۔ وہ نہ اپنے خاص دوستوں کی مدد کرتا ہے اور نہ عام دوستوں کی۔ تنہا کھانے والا تنہا پاپی ہوتا ہے۔)

یعنی جو مال و دولت دوسروں پر خرچ نہیں کرتا ہے اور خود استعمال کرتا ہے وہ بے وقوف اور پاپی ہے۔ وہ جب مصیبت میں پڑتا ہے تو اس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا ہے۔ کوئی بھی شخص اس کی خوشی و غم میں تعاون کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے۔

گیتا میں اسی بات کو اس طرح کہا گیا ہے:

तैर्दत्तानप्र दायैभ्यो यो मुङ्क्ते स्तेन एव सः।।

भुञ्जते ते त्वघं पापा ये पचन्त्यात्मकारणात्।। (64)

(یعنی: خدائی نعمت (ईश्वरीय देन) کو جو اکیلا کھاتا ہے اور دان نہیں کرتا ہے وہ چور ہے۔ اس طرح جو اکیلا کھاتا ہے وہ پاپ کو کھاتا ہے)

گیتا اور ویدوں کی طرح پرانوں و اسمرتیوں وغیرہ میں بھی محتاجوں وکمزوروں کی مدد کے سلسلے میں کافی زور دیا گیا ہے اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے کہ:

दुः खितानीह भूतानि यो न भूतैः पृथग्विधैः।

केवलात्मसुखेच्छातो ऽवेन्नृशंसतरोऽस्ति कः।। (65)

(جو شخص اپنے آرام کی خواہش رکھتا ہے، لیکن مصیبت میں پڑے ہوئے دوسرے

جانداروں کی طرف توجہ نہیں دیتا، اس سے بڑھ کر سخت دل دنیا میں اور کون ہے؟)

दृष्ट्वा तान् कृपणान् व्यङ्गाननङ्गान् रोगिणस्तथा।

दया न जायते यस्य सरक्ष इति मे मति: ।। (66)

(ان غریب، لولے لنگڑوں، اپاہجوں اور مریض لوگوں کو دیکھ کر جس کے دل میں ہمدردی نہیں پیدا ہوتی، وہ انسان نہیں شیطان (राक्षस) ہے)

र्थाऽर्थेन माध्यते धर्म: क्षयिणु स प्रकीर्तित:।

य: परार्थं परित्याग: सोऽक्षयो मुक्तिलक्षणम् ।। (67)

(پیسے سے جس دھرم کی تکمیل کی جاتی ہے وہ جلدی مٹ جاتا ہے۔ دوسرے کے لئے جو مال خرچ کیا جاتا ہے، دوسروں کی خدمت و مدد میں جو مال لگایا جاتا ہے وہی نجات (मुक्ति) دلاتا ہے۔)

منو اسمرتی میں بیان کیا گیا ہے:

वरिदस्तृप्ति मान्पोति सुखभक्ष्यमन्नद:।

(پیاسے کو پانی دینے والا سیراب ہوتا ہے۔ بھوکے کو کھانا دینے والا آرام دہ فائدہ حاصل کرتا ہے)

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں نے جہاں دیگر اخلاقی تعلیمات بیان کی ہیں وہاں محتاجوں و کمزوروں کی مدد کرنے پر بھی خاص توجہ دلائی ہے۔ کہیں جسمانی و روحانی فوائد بیان کر کے محتاجوں و کمزوروں کی مدد کی رغبت دلائی گئی ہے اور کہیں دنیاوی و اخروی نقصانات کا تذکرہ کر کے اس کی ہدایت و نصیحت کی گئی ہے۔

معاف کرنا (क्षमा)

اسلامی نقطۂ نظر سے دشمن کو معاف کرنا اور کسی کی غلطی کو درگذر کرنا پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنت ہے۔ آپ نے کبھی کسی سے کوئی ذاتی انتقام نہیں لیا بلکہ سخت سے سخت دشمن کو بھی معافی کا انعام عطا فرمایا معافی کے تعلق سے یہی مزاج قرآن نے دیا ہے کہ:

"والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس" واللہ یحب المحسنین۔ (68)

(اور غصہ پینے والوں اور معاف کرنے والوں کو اللہ پسند فرماتا ہے)

یعنی غصہ پینے والے اور لوگوں کی غلطیوں وخطاؤں کے معاف کرنے والے اللہ کے محبوب ونیک بندے ہیں۔

معافی وصبر وضبط کا یہ اسلامی واخلاقی نظریہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بالمیک رامائن میں کہا گیا ہے:

अलङ्कारो हि नारीणां क्षमा तु पुरुषस्य वा।

क्षमा दानं क्षमा सत्यं क्षमा यज्ञश्च पुत्रिका:।।

क्षमा यश: क्षमा धर्म: क्षमाया विष्ठित जगत्(69)

(عورتوں اور مردوں کا اگر کوئی حقیقی زیور ہے، تو وہ معافی ہی ہے۔ معافی ہی دان ہے معافی (क्षमा) ہی سچ ہے، معافی ہی یگ (यज्ञ) ہے معافی نیکی ہے، معافی ہی دھرم ہے۔ یہ سارا سنسار معافی سے ہی گھرا ہوا ہے۔)

مہابھارت میں معافی (क्षमा) کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

लोभात् क्रोध: प्रभवति परदोषैरुदीर्यते।

क्षमया तिष्ठते राजन क्षमया विनिवर्तते।। (70)

(لالچ سے غصہ پیدا ہوتا ہے اور دوسرے کے عیب دیکھنے سے وہ بڑھتا ہے اور معاف کرنے (क्षमा) سے وہ رُک جاتا ہے اور معافی سے ہی وہ ٹھنڈا (शान्त) ہو جاتا ہے۔)

اور بالمیک رامائن (वाल्मीकि रामायण) میں غصہ پی جانے والوں کی تعریف وترجمانی اس طرح کی گئی ہے:

अन्यास्ते पुरुषश्रेष्ठा: ये बुद्धया क्रोधमुत्थिम्।

निरुन्धन्ति महात्मानो दीप्तमग्नि मिवाम भसा।। (71)

(حقیقت میں وہ مہاتما لوگ خوش نصیب ہیں جو اپنے اندر اُٹھے ہوئے غصہ کو اس طرح بجھادیتے ہیں جس طرح جلتی ہوئی آگ کو پانی)

य: समुत्पतितं क्रोधं क्षमयैव निरस्यति।

यथोरगस्त्वचं जीर्णां स वै पुरुष उच्यते।। (72)

(جو انسان اپنے اندر اٹھے ہوئے غصہ کو ٹھیک اسی طرح چھوڑ دیتا ہے جیسے سانپ پرانی کینچلی کو، حقیقت میں اسی کو ''مرد'' کہنا چاہیے۔)

مختصر یہ ہے کہ قدیم ہندو دھرم کی اخلاقی قدروں میں معاف کرنے اور غصہ پی جانے کی بھی تاکید کے ساتھ تعلیم دی گئی ہے اور اس کے فوائد و نقصانات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

ماں، باپ، استاد، رشتے دار اور بزرگوں سے حسن سلوک

والدین، اساتذہ، رشتہ داروں اور بزرگوں کا ادب واحترام کرنے، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور ان کی خدمت واطاعت کے سلسلے میں اسلام نے جو اخلاقی تعلیمات پیش کی ہیں، اس سے ملتی جلتی بعض اخلاقی ہدایات قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ماں، باپ، استاد اور بزرگوں کے بارے میں تعلیم دی گئی ہے کہ اولاد اور چھوٹوں کا انسانی فریضہ ہے کہ وہ ان کا ادب واحترام کریں، اطاعت وخدمت کریں اور ان کے حق میں ہمیشہ بہتر سوچیں۔ خاص طور سے والدین اور استاد کی تو بہت زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ویدوں میں مرقوم ہے:

अनुव्रतः पितुः पुत्रं, मात्र भवतु संमनाः। (73)

(لڑکا باپ کے مطابق کام کرنے والا ہو اور ماں کے ساتھ اسی کے مثل دل والا ہو۔ یعنی بیٹے کا فرض ہے کہ وہ والدین کا اطاعت گزار ہو۔)

स्वास्ति मात्र उत पित्रे नो अस्तु। (74)

(ہمارے ماں، باپ کا بھلا ہو۔ اس منتر میں والدین کے لئے دعا کی تعلیم ہے)

ویدوں میں ماں، باپ واستاد اور بزرگوں کی خدمت واطاعت کے متعلق اجمالی طور پر ہدایت ونصیحت کی گئی ہے لیکن ویدوں کی تعلیم سے مستفاد وماخوذ اسمرتیوں میں کافی تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

तयोर्नित्यं प्रियं कुर्यादाचार्यस्य च सर्वदा।

तेष्वेव त्रिषु तुष्टेषु तपः सर्वं समाप्यते।। (75)

(ہمیشہ وہی کرنا چاہیے، جو ماں، باپ اور استاد کو پیارا لگے۔ ان تینوں بزرگوں (गुरुजन) کے خوش ہونے سے ساری ریاضت(तप) پوری ہوجاتی ہیں)

यं मातापितरौ क्लेशं सहेते सम्भवे नृणाम।

न तस्य निष्कृतिः शक्या कर्तुं वर्षशतैरपि।। (76)

(بیٹے کو جنم دینے میں ماں باپ کو جو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اس کا بدلہ سو سال میں بھی نہیں چکایا جاسکتا)

आचार्यश्च पिता चैव माता भ्राता चपूर्वजः

नार्तेनाप्यवमन्तव्या ब्राहमणेन विशेषतः ।। (77)

(استاد، ماں، باپ اور بڑا بھائی اور بزرگوں کی توہین دکھی ہونے پر بھی نہیں کرنی چاہیے خاص طور سے برہمن کی کبھی بھی نہیں کرنی چاہیے)

کس کی اطاعت وخدمت سے کیا خدائی انعام حاصل ہوتا ہے؟اس کے متعلق منو کا فرمان ہے:

इमं लोकं मातृ भक्त्या पितृभक्तया तु मध्यमम्।

गुरु शुश्रुषया त्वेवं ब्रहमलोकं समश्नुते।। (78)

(ماں کی خدمت واطاعت سے اس دنیا کا، باپ کی خدمت واطاعت سے درمیانی دنیا (मध्यलोक) اور استاد (गुरु) کی خدمت واطاعت سے برہم لوک(ब्रहमलोक) کا آرام حاصل کرتا ہے)

مذکورہ بالا منتروں میں ماں، باپ اور استاد کی اطاعت وخدمت کے بارے میں تاکید کی گئی ہے۔ اور اعزاء واقرباء اور بزرگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے سے متعلق اس طرح تعلیم دی گئی ہے کہ:

अभिवादनशीलस्य नित्यं वृद्धोपसेविनः

चत्वारि तस्य वर्धन्ते आयुर्विद्या यशो बलम।(79)

(روزانہ بڑوں کی خدمت اور پرنام (प्रणाम) کرنے والے شخص کی عمر، تعلیم، نیکی اور طاقت یہ چار چیزیں بڑھتی ہیں)

मातृष्वा मातुलानी श्वश्रुरथ पितृष्वसा।

संपूज्या गुरुपत्नी वत्समास्ना गुरुभार्यया।।

पितृभगिन्यां मातृश्च ज्यायस्थां चस्वास्तर्यपि।

मातृवदवृत्ति मातिष्ठेन्माता ताभ्यो गरीयसी।। (80)

(موسی، مامی، ساس اور پھوپی یہ استاد کی بیوی کی طرح ہی لائق تعظیم ہیں کیوں کہ یہ استاد کی زوجہ کے مثل ہیں۔ پھوپی، ماں اور اپنے سے بڑی بہن کے ساتھ ماں کی طرح سلوک کرے لیکن ان سب میں اعلیٰ ماں کو ہی سمجھے)

اسی ادھیائے ۲/ کے اشلوک نمبر ۱۳۰ میں ماما، چاچا، خسر پجاری اور بزرگوں (गुरुजन) کا ادب واحترام بجالانے کی ہدایت کی گئی ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم میں بھی والدین، استاد، بزرگ اور رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تعلیم دی گئی ہے لیکن دونوں مذاہب میں فرق یہ ہے کہ اسلام اس سلسلے میں بھی برابری و یکسانیت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ ہندو دھرم میں دیگر معاملات کی طرح یہاں بھی ادنیٰ واعلیٰ ذات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ منومہاراج کا کہنا ہے:

ब्राहमण दशवर्ष तुशतवर्ष तु भूमिपम्

पिता पुत्रे विजानीयाद ब्राहमणस्तु तयोः पिता।। (81)

دس سال کا برہمن اور سو سال کا چھتری (क्षत्रिय) دونوں کو باپ بیٹے کی طرح سمجھنا چاہیے۔ دونوں میں برہمن باپ کے مثل ہے)

अब्राहमणादध्ययन मापत्काले विधीयते।

अनुव्रज्या च शुश्रूषा यावदध्ययंन गुरोः।। (82)

(غدر کے دور (आपत्तिकाल) میں غیر برہمن سے بھی پڑھنے کا حکم ہے لیکن ایسے استاد (गुरु) کی خدمت تعلیم کے وقت تک ہی کرنا چاہیے۔)

पन्चानां त्रिषु वर्णोषु भूयांसि गुणवन्ति च।

यत्र स्युः सोऽत्र मानार्हः शूद्रांडपि दशमींगतः ।। (83)

(تین ورنوں (वर्णों) یعنی ذاتوں (برہمن، چھتری اور ویش) میں سے جس کسی کا مذکورہ بالا پانچ صفات (पूर्वोक्त पाँच गुण) یعنی مال، دوستی، عمر، عمل اور تعلیم میں سے جتنا زیادہ وصف (गुण) ہو تو وہ مرد قابل احترام ہوتا ہے اور نوے سال کے اوپر شودر (अछूत) بھی عزت کے لائق ہوتا ہے۔)

اس طرح واضح طور پر ثابت ہوتا ہے قدیم ہندو دھرم گرنتھوں نے والدین، استاد، بزرگ اور اقرباء وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک کی اخلاقی تعلیم تو دی ہے لیکن اس میں بھی ذات کے نظام (वर्णव्यवस्था) کے مراتب کو ملحوظ رکھا ہے۔

نرم گفتار و شیریں کلام (मधुर भाषण व मधुर वचन)

نرم گفتاری وشیریں کلامی انسانی معاشرہ کو بہتر بنانے کا مؤثر ذریعہ ہے، شیریں الفاظ اپنے سامعین پر جتنے گہرے نقوش چھوڑتے ہیں دنیا کی کوئی جڑی بوٹی یا امرت ایسا اثر نہیں رکھتے۔ اور بات چیت میں نرمی و گفتگو کی شیرینی خدا کا انمول عطیہ ہے یہ ہدایت و تعلیم قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں نرم گفتار و شیریں کلام کے تحت بیان کی گئی ہے اور اس کو بھی اخلاقی قدروں میں امتیازی صف میں شامل کیا گیا ہے۔

انسانی معاشرہ کے امن وسکون اور خوشگوار ماحول کے ارتقاء میں نرم گفتاری وشیریں کلامی کا کتنا اہم بنیادی کردار ہوتا ہے اس کے تعلق سے ہندو شاستروں میں واضح کیا گیا ہے کہ گفتگو کی شیرینی سے جتنی آسانی سے دوسرے کے دل کو جیتا جا سکتا ہے اتنی آسانی سے کسی اور طریقۂ کار سے نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ گفتار کی شیرینی سے بگڑی باتیں بن جاتی ہیں، ٹوٹے تعلقات سنبھل جاتے ہیں اور نا امیدی میں امید کی کرن بیدار ہو جاتی ہے۔ جب کہ اس کے برعکس تلخ کلامی وسخت گوئی سے بنی ہوئی باتیں بگڑ جاتی ہیں، جڑے ہوئے تعلقات بکھر جاتے ہیں اور امید نا امیدی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس لئے انسانی سماج میں پیار و محبت وہمدردی کا جذبہ برقرار رکھنے کے

لئے اشد ضروری ہے کہ سخت کلامی وترش روئی کا ہرگز مظاہرہ نہ کیا جائے۔

قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں نرم گفتاری وشیریں کلامی کی مختلف انداز میں تعلیم دی گئی ہے۔ کہیں دعائیہ انداز میں اس کی آرزو کی گئی ہے اور کہیں اس کے فوائد ونقصانات کے ضمن میں اس کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ چنانچہ ویدوں میں مذکور ہے:

मधुमन्मे परायणं मधुमत पुनरायनम

ता नो देवा देवतया यूयं मधुमतस्कृतम

—ऋग्वेद, 10-24-6

اے ایشور! ہماری زندگی مٹھاس سے بھر پور ہو، آپ اپنے اثر سے پوری طرح ہماری زندگی کو مٹھاس سے بھر پور کردیں کیونکہ مٹھاس ہی پیار، لگاؤ، بھلائی اور سخاوت کی بنیاد ہے۔ اسی سے ہر کام میں کشش پیدا ہوتی ہے۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०153)

जिह्वाया अग्ने मधु मे जिह्वामूले मधूलकम।

ममेदह क्रतावसो ममचित्तमुपायसि।।

मधुमन्मे निक्रमणं मधुमन्मे परायणम्।

वाचा वदामि मधुमद् भूयासं मधुसन्दृशः।। (84)

(میری زبان (जिह्वा) کے اگلے حصے میں مٹھاس ہو اور زبان کی جڑ میں مٹھاس ہو، اے شیرینی! میرے عمل میں تیرا مقام ہو اور میرے دل کے اندر بھی تو پہنچ جا، میرا آنا جانا میٹھا ہو، میں جو زبان (भाषा) بولوں وہ میٹھی ہو اور میں خود مٹھاس کی مورتی بن جاؤں)

अगोरुधाय गविषे, द्युक्षाय दस्म्यं वचः।

घृतात् स्वादीयो मधुनश्च वोचत ।। (85)

(دعا (प्रार्थना) پر توجہ دینے والے، سندر بات یا تعریف کے خواہش مند اور بارعب اندر (इन्द्र) کے لئے گھی اور شہد سے بھی زیادہ ذائقہ دار اور خوبصورت بات بولو)

निर्दुरर्मण्य उर्जा मधुमती वाक् ।

मधुमती स्थ मधुमतीं वाचमुदेयम ।। (86)

(بری حالت دور ہو۔ آواز طاقت ور اور میٹھی ہو۔ بول چال کی صلاحیت مٹھاس سے بھری ہو۔ میں شیریں کلام بولوں)

مذکورہ بالا منتروں میں نرم گفتاری و شیریں کلامی کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ زندگی کو پاک و باوقار بناتی ہے۔ اور یہ سب سے اعلیٰ تعلیم ہے جو دشمن کو بھی دوست بنانے کا ہنر رکھتی ہے۔ اس کے برعکس سخت گفتار و ترش کلام کے جو نتائج ہیں ان کو بیان کرتے ہوئے ہدایت دی گئی ہے کہ:

चतुरश्चिद् ददमानाद्, बिभीयादा निधातोः।

नदुरुक्ताय स्पृहयेत्।। (87)

(معمولی قرض دینے والے سے بھی جب تک اس کا قرض نہ اُتار دے، تب تک ڈرتا رہے، سخت بات نہ بولے)

مشہور مفکر چاڑانکیہ نے بھی سخت گفتار کی مذمت کی ہے:

अग्निदाहादपि विशिष्टं वाक्पारुष्यम् ।। (88)

(سخت و ترش بات آگ میں جلنے سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے)

مہابھارت میں اس مفہوم کو اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

यदीच्छसि वशीकर्तुं जगदेकेन कर्मणा।

परापवाद सस्येभ्यो गां चरन्तीं निवारय।।

(اگر سماج میں ہر دل عزیز ہونا چاہتے ہو اور سب کو اپنے بس میں کرنا چاہتے ہو تو دوسروں کی مذمت اور سخت کلامی چھوڑ دو)

اتھروید میں ایک مقام پر دعا کی گئی ہے کہ اے ایشور مجھے شہد سے زیادہ میٹھا کر دے جس سے میں لوگوں سے میٹھی بات بولا کروں۔(89)

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم میں بھی لوگوں سے نرمی و شیریں انداز میں گفتگو کرنے کی اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔

بغض وحسد کی ممانعت

دوسروں کی خوشحالی وترقی وغیرہ کو دیکھ کر دل ودماغ میں جو اضطراب وگھٹن کا احساس پیدا ہوتا ہے وہ حسد کہلاتا ہے۔ حسد کی نہ صرف مذہب اسلام نے سخت مذمت کی ہے بلکہ قدیم ہندو دھرم نے بھی اس کی ممانعت کی ہے۔ اس لئے کہ حسد وہ خطرناک بیماری ہے کہ جو مسلسل دل کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ دنیا کے ہر مرض کا علاج ممکن ہے لیکن جو شخص دوسرے کے مال، خوبصورتی، طاقت، اعلیٰ خاندان، عیش وآرام، عمدہ نصیب اور عزت ووقار کو دیکھ کر جلن محسوس کرتا ہے اس کا یہ مرض لاعلاج ہے۔ اور سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ حسد سے انسان کی بری سوچ بیدار ہوتی ہے۔ اور نیک سوچ مردہ ہوجاتی ہے۔

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں حسد کی مختلف انداز میں مذمت کی گئی ہے۔

ویدوں میں کہا گیا ہے:

यथभूमिर्मृतमना, मृतान्मृतमनस्तरा।

यथोत मम्रुषो मन, एवेर्ष्योर्मृतः।। (90)

(جس طرح زمین مردہ دل والی ہے، یا مردہ سے بھی زیادہ مرے دل والی ہے جس طرح موت کے قریبی (मरणासन्न) کا دل ہوتا ہے، اسی طرح حسد کرنے والے کا دل بھی مرا ہوا ہوتا ہے)

मा भ्राता भ्रातरं द्विक्षन्मा स्वसारमुत स्वसा।

सम्यञ्चः सव्रता भूत्वा वाचं वदत भद्रया।। (91)

(بھائی بھائی سے حسد نہ کرے اور بہن بہن سے حسد نہ کرے۔ ایک رائے ہوکر ایک ساتھ کام کرنے والے بنو تہذیب کے ساتھ گفتگو کرو۔)

اسی طرح بھاگوت گیتا (भागवत गीता) میں حسد (ईर्ष्या-द्वेष) سے دور رہنے کی ہدایت کی گئی ہے اور کہا گیا ہے:

यदा न कुरुते भावं सर्वभूतेष्वम लम्।

समदृष्टेस्तदा पुंसः सर्वाः सुखमयो दिशः।। (92)

(جب انسان کسی بھی جاندار یا کسی بھی چیز کے تعلق سے بغض یا حسد (द्वेष) کا جذبہ نہیں رکھتا ہے، تب وہ سب کو ایک نظر سے دیکھنے والا ہوجاتا ہے۔ اس کے لئے سب سمتیں راحت بخش (सुखमयी) بن جاتی ہیں۔

پیش کردہ حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندودھرم میں بھی حسد کی ممانعت کا حکم دے کر لوگوں کو اس سے اجتناب کرنے کی اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔

لالچ کی ممانعت

قدیم ہندودھرم گرنتھوں نے اخلاقی تعلیم کے تحت لالچ (लोभ-मोह) سے باز رہنے کی بھی واضح ہدایت دی ہے اور حکم دیا ہے کہ لالچ کو ترک کردو، دوسرے کی دولت پر بری نگاہ نہ ڈالو، پرائے مال کی امید نہ رکھو، اپنی محنت کی کمائی و دولت کو ہی اپنا سمجھو، اسی کا استعمال کرو۔ اس لئے کہ اسی میں راحت وسکون ہے اور قلبی وذہنی لذت ہے۔ چنانچہ یجروید میں ہے:

तेन त्यक्तेन भुञ्जीथा मा गृधः कस्यस्विद् धनम् । (93)

(اس ایشور (परमात्मा) کے ذریعہ دیئے گئے سنسار کو بنا کسی خودغرضی کے جذبہ سے استعمال کرو، کسی کے مال ودولت کو لالچ کی نیت سے مت چاہو)

لالچ کی خرابیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مہابھارت میں کہا گیا ہے:

अत्यागश्चातितर्षश्च विकर्मसु चया क्रियाः।

कुल विद्या मदश्चैव रुपैश्वर्यमदस्तथा।।

सर्व भूतेष्वभिद्रोहः सर्वभूतेष्वसत्कृतिः।

सर्व भूतेष्वविश्वासः सर्व भूतेष्वनार्जवम्।। (94)

(لالچ سے ہی انسان کنجوس بنتا ہے۔ اس کی خواہش (तृष्णा) بہت بڑھ جاتی ہے۔ وہ ناپسندیدہ کام کرنے لگتا ہے۔ اپنے خاندان، تعلیم اور جاہ وحشم (ऐश्वर्य) کا اس پر خمار طاری ہوجاتا ہے۔ سبھی جانداروں کے لئے اس کے دل میں نفرت بیدار ہوجاتی ہے۔ وہ سب کی بے عزتی کرتا ہے۔ سب پر بے اعتمادی کرتا ہے اور سب کے ساتھ شرارت سے بھرپور سلوک کرتا ہے۔)

लोभात् क्रोधः प्रभवति लोभात् कामः प्रवर्तते।

लोभान्मोहश्च माया च मानः स्तम्भः परासुता।। (95)

(لالچ سے ہی غصہ پیدا ہوتا ہے، لالچ سے ہی ہوس پیدا ہوتی ہے۔ لالچ سے ہی خواہش ،مکر،غرور، بے باکی اور غلامی (मोह, माया, अभिमान उद्दण्डता, पराधीनता) جیسے عیوب پیدا ہوتے ہیں)

पापस्य यदधिष्ठानं तच्छृणुष्व नराधिप।

एको लोभो महाग्राहो लोभात्पापं प्रवर्तते।। (96)

(اے ارجن! اکیلا لالچ ہی پاپ کا مقام ہے۔ وہ انسان کو نگل جانے کے لئے بڑا بھاری گھڑیال (ग्राह) ہے۔ لالچ سے ہی پاپ کی شروعات ہوتی ہے)

مختصر یہ ہے کہ ہندو دھرم شاستروں نے لالچ کے مختلف ذاتی وسماجی نقصانات بیان کئے ہیں اور اس سے پرہیز کرنے کے لئے واضح احکامات جاری کئے ہیں۔

عیب جوئی کی ممانعت

عیب جوئی وغیبت بھی ایک مہلک اخلاقی بیماری ہے جو بسا اوقات انسان کی ذاتی وسماجی زندگی کا امن وسکون برباد کردیتی ہے۔ ہندو دھرم گرنتھوں کے بعض منتروں واشلوکوں میں اس کی بھی مذمت وممانعت کی گئی ہے۔ چنانچہ منواسمرتی (मनुस्मृति) میں ہے:

सर्वलक्षणहीनोऽपि यः सदा चारवान्नरः।

श्रद्दधानोऽनसूय शंत वर्षाणी जीवति ।। (97)

(تمام علامات (लक्षण) سے عاری ہونے کے باوجود جو شخص اخلاق منداور عقیدت مند ہوتا ہےاور دوسرے کے عیوب کو نہیں بیان کرتا ہے وہ ۱۰۰ رسال جیتا ہے۔)

مہابھارت میں ہے کہ:

प्रतिकर्तुं न शक्ता ये बलस्थायापकारिणे।

असूया जायते तीव्रा कारुण्याद् विनिवर्तते।। (98)

(جولوگ اپنی برائی کرنے والے طاقت ور آدمی سے بدلہ نہیں لے پاتے، ان کے دل میں عیب تلاش کرنے کا شوق پیدا ہوجاتا ہے۔ رحم ومہربانی کا جذبہ پیدا کرنے سے یہ عیب دور ہوجاتا ہے۔)

अवद्यदर्शनादेति तत्त्वज्ञानाच्च धीमताम ।। (99)

(دوسروں کے عیب تلاش کرنے سے بیہودہ عادت پیدا ہوتی ہے اور حقیقت کے علم سے ختم ہوجاتی ہے)

पारुष्यमनृतं चैव पैशुन्यं चापि सर्वशः ।

असंबद्धप्रलापश्च वाङमयं साच्चतुर्विधम ।। (100)

(سخت ہونا، جھوٹ بولنا، دوسرے کے عیبوں کو بیان کرنا اور بنا مقصد بات کہنا یہ چار قسم کے برے پھل (अशुभफल) دینے والے زبان کے اعمال ہیں)

हीनान्नानतिरिक्तां ान्विद्याहीनान्वयोधिकान् ।

रुपद्रव्य विहीनां जातिहीनां नाक्षिपेत् ।। (101)

(ناقص الاعضاء (हीनअंग) کثیر الاعضاء (अधिकअंग) والے، بیوقوف بدصورت، بزرگ، غریب اور ادنیٰ ذات کے انسانوں کو ان کے عیوب بتا کر ذلیل نہ کرے)

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم شاستروں نے بھی عیب جوئی کو اخلاقی اعتبار سے انتہائی خطرناک سمجھا ہے اور اس سے محفوظ رہنے کی تاکید کی ہے۔

مساوات وبرابری (समानता)

انسانی حقوق و باہمی معاملات میں مساوات وبرابری کی تعلیم اقوام عالم کے تقریباً تمام مذاہب میں اپنے اپنے انداز میں بہتر طریقے پر پیش کی گئی ہے لیکن اس سلسلے میں اسلام نے جو اخلاقی دستور وضابطہ متعین کیا ہے، اس کا عشر عشیر بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ اور جہاں تک مساوات وبرابری کی تعلیم کا مسئلہ ہے تو اس کی تعلیم اس قدیم وجدید ہندو دھرم میں بھی پائی جاتی ہے کہ جس کی بنیاد ہی اعلیٰ وادنیٰ ذات کے نظام (वर्णव्यवस्था) پر قائم ہے۔ بہتر وکمتر طبقات کا فرق جس میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اگر ذات پات اور شریف ورذیل کا فرق

مٹا دیا جائے تو قدیم ہندو دھرم کی ساری عمارت ریت کے ڈھیر کی طرح بکھر جائے گی۔ کیوں کہ جنم سے لے کر موت تک انسانی زندگی کے جملہ شعبوں کے احکام واصول کا دستور نظامِ ذات (वर्णव्यवस्था) کے مطابق ہی متعین کیا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم کے بعض بنیادی ماخذ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی مساوات وبرابری کا قائل ہے۔ چنانچہ ویدوں میں کہا گیا ہے کہ:

संगच्छध्वं संवदध्वं सं वो मनांसि जानताम्।

देवा भागं यथा पूर्वे संजानाना उपासते॥

—ऋग्वेद, 10 191-2

اے انسان! مل کر چلو، مل کر بولو، تمہارے دل میں ایک ہی طرح کے خیالات ہوں جس طرح پہلے زمانے کے عقلمند لوگ ہم خیالات والے ہو کر اپنی ذمہ داریوں کا حصہ قبول کرتے تھے۔
(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ.144)

मनो मे तर्पयत वाचं मे तर्पयत,
प्राणं मे तर्पयत चक्षुर्मे तर्पयत,
श्रोत्रं मे तर्पयत आत्मानं मे तर्पयत,
प्रजां मे तर्पयत पशून् मे तर्पयत,
गणान् मे तर्पयत गणा मे मा वितृषन्

—यजुर्वेद, 6-31

اے ایشور! میرے دل کو، میری آواز کو میری جان کو، میری آنکھوں کو، میرے کانوں کو میری روح کو، میری اولاد کو، میرے چوپایوں کو اور میری تنظیم یا جماعت کو ہر طرح سے سیراب کرو، ہماری تنظیم میں کبھی کوئی کسی بھی طرح کا اختلاف نہ واقع ہو۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ.149)

अज्येष्ठासो अकनिष्ठास एते
सं भ्रातरो वावृधुः सौभगाय

—ऋग्वेद, 5-60-5

سب انسان مساوی ہیں، سبھی آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان میں نہ کوئی بڑا ہے نہ کوئی چھوٹا اور کوئی بیچ کا بھی نہیں ہے۔ سب اپنی اپنی طاقت اور بہت بڑی تمناؤں وامیدوں سے

مسلسل ترقی کرتے ہیں۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰150)

समानां अध्वा प्रवतामनुष्यदं

—ऋग्वेद, 2-13-2

سبھی چلنے والوں کا راستے پر برابر کا حق ہے۔(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰150)

प्रियं सर्वस्य पश्यत उत शूद्र उतार्ये

—अथर्ववेद, 19-62-1

مساوات کے طور پر سبھی لوگ سب کی فلاح وکامیابی دیکھیں، غور کریں اور کریں چاہے شودر ہو یا آریا ہو۔(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰150)

पुमान् पुमांसं परि पातु विश्वतः

—ऋग्वेद, 6-75-14

انسان کی صرف یہ سوچ ہونی چاہیے کہ انسان سے انسان کی ہر طرح کی حفاظت اور مدد ہوتی رہے۔(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰150)

तत्कृण्मो ब्रह्म वो गृहे संज्ञानं पुरुषेभ्यः

—ऋग्वेद, 3-30-4

اے انسان! آؤ ہم سب مل کر ایسی دُعا کریں جس سے انسانوں میں باہم نیک رائے اور نیک جذبات کا ارتقاء ہو۔(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰151)

समानं मंत्रमभिमंत्रये वः
समानेन वो हविषा जुहोमि

—ऋग्वेद, 10-191-3

تمہارے ارادے ایک جیسے ہوں، تمہارے دل ایک جیسے ہوں، تمہاری عقل ایک جیسی ہو جس سے تمہاری ایکتا واتحاد زیادہ سے زیادہ طاقت ور بنی رہے۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰151)

समानो मन्त्रः समितिः समानी, समानं मनः सह चित्तमेषाम्।
समानं मन्त्रमाभि मन्त्रये वः समानेन वो हविषा जुहोमि ।। (102)

(لوگوں کے خیالات ایک جیسے ہوں، سوسائٹی (समिति) ایک جیسی ہو۔ ان کا من ایک جیسا ہو ان کی سوچ بھی ایک جیسی ہو۔ تمہیں ایک طرح کا (समान) منتر دیتا ہوں اور تمہیں ایک

ہی طرح کا سامان دیتا ہوں۔)

ममानी व आकूति: ममाना हृदयानि व:

ममानमम्नु वो मनो, यथा व: मुमहामति ।।(103)

(تمہارے ارادے ایک جیسے (समान) ہوں، تمہارے دل ایک جیسے ہوں، تمہارے من ایک جیسے ہوں، جس سے تمہاری تنظیم (संघठन) ہو)

सं वो मबांसि सं व्रता, ममाकूतीर्नमामसि ।

अमी ये विव्रता स्थन, तान व: संनमयामसि ।। (104)

(ہم تمہارے من کو، تمہارے افعال (कर्म) کو اور تمہارے خیالوں کو ایک طرح کے جذبہ والا بناتے ہیں۔ جو مختلف کاموں والے لوگ ہیں انہیں ہم جھکاتے ہیں)

ममानी प्रपा मह वोऽन्नभाग: ममाने योक्त्रे मह वोयुनज्मि ।

मम्यञ्चोऽग्निं मपर्यत, अरा नाभिमिवाभित: ।।(105)

(تمہارے پانی پینے کا مقام ایک ہو تمہارے کھانے کا مقام ایک ہو۔ تمہیں ایک بندھن میں ساتھ ساتھ جوڑتا ہوں۔ متفق ہو کر ایشور (अग्निरुप परमात्मा) کی پوجا کرو۔ جیسے دھری میں چاروں طرف سے ارے (अरे) جڑے ہوتے ہیں (اسی طرح ساتھ رہو)

ویدوں کے مذکورہ بالا منتروں میں مختلف انداز میں مساوات و برابری کی تعلیم دی گئی ہے۔ پہلے منتر میں نصیحت کی گئی ہے کہ ''انسان کا فریضہ ہے کہ وہ خیالات، احساسات اور اعمال میں مساوات کا جذبہ رکھے۔ اور مجلس و سوسائٹی میں یکساں اجتماعی فیصلہ لیا جائے، سماج کے سبھی افراد کے معاملات میں برابری (एकरुपता) ہو۔ سبھی ایک فیصلہ کر کے اس کا پالن کریں۔'' دوسرے منتر میں ہدایت دی گئی ہے کہ ''کسی بھی سماج یا قوم کو منظم و مستحکم بنانے کے لئے خیالات میں مساوات (साम्य) دل میں مساوات اور من میں مساوات ہونا ضروری ہے کیوں کہ اگر خیالات (विचार) میں اتحاد نہیں ہے اختلاف ہے تو وہ سماج مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اور جہاں خیالات میں یکسانیت ہوگی وہاں نصب العین (लक्ष्य) ایک ہوگا۔ وہ ایک مقصد سب کو منظم رکھے گا۔ اس منتر میں دوسری ضروری شی بتائی گئی ہے دل کی مساوات کیوں کہ نصب العین اور مقصد (लक्ष्य)

ایک ہونے پر بھی اگر ہم دل سے ساتھ نہیں ہیں تو کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ تیسرے منتر میں بھی وہی بات کہی گئی ہے کہ خیالات، اعمال اور مقاصد کا اتحاد انسانی اور سماجی مساوات واتحاد کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس لئے کہ جب من ایک ہوں گے تو ارادے بھی ایک ہوں گے۔ ذہنی اتحاد جذبوں اور خیالوں میں مساوات پیدا کرتا ہے۔ اور خیالوں وارادوں کا اتحاد تبھی کامیاب ہوگا جب اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور ذہنی اتحاد اور عمل کا اتحاد تبھی ممکن ہے جب مقصد (लक्ष्य) ایک ہو۔ چوتھے منتر میں مساوات کا درس دیتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ "خاندان ہو یا سماج، اس کی خوشحالی اور اتحاد کے لئے کچھ ذرائع کا سہارا لینا پڑتا ہے ایک ساتھ پانی پینا، ایک ساتھ کھانا کھانا، ساتھ ساتھ اُٹھنا بیٹھنا یہ ایسے اعمال ہیں جن سے خاندان یا سماج میں پیار ومحبت اور انسانی مساوات کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔

اس طرح بظاہر مذکورہ بالا ویدمنتروں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندودھرم میں مساوات وبرابری کی اخلاقی تعلیم دی گئی ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ کیوں کہ انہیں ویدوں اسمرتیوں (स्मृति) اور دیگر دھرم گرنتھوں میں کثیر تعداد میں ایسے منتر پائے جاتے ہیں کہ جن کی تعلیمات کی روشنی میں انسانی مساوات (समानता) کا ہندودھرم میں تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

انسانی زندگی کے مختلف شعبوں اور مختلف مسائل ومعاملات میں قدیم ہندودھرم گرنتھوں نے پیدائش سے لے کر موت تک جو عدم مساوات (असमानता) کی تعلیمات پیش کی ہیں بالتفصیل تو ان کو ہم یہاں بیان نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی مشتے نمونہ از خروارے پیش خدمت ہیں۔

پیدائش میں عدم مساوات (असमानता)

قدیم ہندودھرم میں چار طبقے (वर्ण) مانے گئے ہیں (۱) براہمن (۲) چھتری (क्षत्रिय) (۳) ویش اور (۴) شودر (शूद्र) اور ان چاروں کی تخلیق ہندودھرم گرنتھوں کے مطابق علاحدہ علاحدہ مقام سے ہوئی ہے۔ چنانچہ ویدوں میں ہے کہ:

ब्राहमणोऽसि मुख मासीद बाहु राजन्यःकृतः।

उरुतदस्य यद वैश्याम् शूद्रो पदभ्यां अजायत ।। (106)

(برہمن منہ کی طرح یعنی منہ سے پیدا ہے۔ چھتری بازو کی طرح یعنی بازو سے پیدا ہے ویش پیٹ کے مثل یعنی پیٹ سے پیدا ہے اور شودر پیر کی طرح یعنی پیر سے پیدا ہے)

منواسمرتی میں تو صاف صاف کہا گیا ہے کہ اونچ نیچ پیدائش سے ہوتی ہے:

तपोबीजप्रभावैस्तुतं गच्छन्ति युगे युगे।

उत्कर्षं चापकर्षंच मनुष्येष्विह जन्मतः।। (107)

(وہ (یعنی ذات وطبقات میں اعلیٰ وادنیٰ کا فرق) ہر دور میں ریاضت (तपस्या) اور بیج کے اثر سے جنم سے ہی انسانوں کے بیچ افضلیت اور ارذلیت کو پہنچتے ہیں)

लोकानां तु विवृद्धयर्थं मुखबाहू रुपादतः।

ब्राहमणं क्षत्रियं वैश्यं शूद्रं चनिखर्तयत्।। (108)

(سنسار کی ترقی کے لئے منہ، بازو، ران (जंघा) اور پیر (चरण) سے بالترتیب براہمن، چھتری، ویش اور شودر (अछूत) کو پیدا کیا)

نام رکھنے میں عدم مساوات

بچوں کے نام رکھنے کے تعلق سے اسلام کا ہر قوم و ہر طبقے کے لئے یکساں حکم ہے کہ اپنے بچوں کے اللہ یا اس کے صفاتی ناموں میں عبد وغیرہ جوڑ کر یا اس کے محبوب انبیاء و رسل کے ناموں کے مطابق اپنے نونہالوں کے نام رکھو۔ لیکن قدیم ہندو دھرم میں یہاں بھی فرق و عدم مساوات کا درس دیا گیا ہے۔ چنانچہ منواسمرتی (मनुस्मृति) میں مذکور ہے کہ:

म ल्यं ब्राहमणस्य स्यात्क्षत्रियस्य बलान्वितम्।

वैश्यस्य धनसंयुक्तं शूद्रस्य तु जुगुप्सितम्।। (109)

(برہمن کا کامیابی ظاہر کرنے والا (मंगल वाचक) چھتری کا بہادری ظاہر کرنے والا (बलवाचक) ویش کا مال ظاہر کرنے والا (धनसे युक्त) اور شودر کا مذمت ظاہر کرنے والا (निन्दासे युक्त) نام رکھنا چاہیے)

शर्मवद् ब्राहमणस्य स्याद्राज्ञो रक्षासमन्वितम्।

वैश्यस्य पुष्टि संयुक्तं शूद्रस्य प्रेष्यसंयुक्तम् ।। (110)

(آخر میں شرما برہمن کا (جیسے گوپی ناتھ شرما) چھتریوں کا حفاظت (रक्षा) کے ساتھ (جیسے بلویر سنگھ یا شورویرورما) ویش کا مالی مضبوطی کے ساتھ (جیسے کالی چرن گپت) اور شودر کا غلام یا خادم (दास) کے ساتھ نام رکھنا چاہیے (جیسے رام داس، بھگوان داس وغیرہ)

یہاں یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ جو مذہب پیدائش و نام رکھنے میں مساوات و برابری کا قائل نہ ہو تو زندگی کے دیگر مراحل و مسائل میں اس سے اس کی کیسے امید کی جاسکتی ہے؟

افعال و اعمال میں عدم مساوات

اسلام نے ہر قوم و ہر طبقے کے انسان کو یہ بنیادی حق دیا ہے کہ وہ اپنی محنت و صلاحیت کے مطابق کوئی بھی کام کرسکتا ہے کسی کے لئے کوئی خاص فعل تجویز نہیں کیا گیا ہے لیکن اس کے برعکس قدیم ہندو دھرم میں اس سلسلے میں بھی اشرف و ارذل کے لحاظ سے افعال و اعمال کا تعین کیا گیا ہے۔ چنانچہ منو مہاراج کہتے ہیں کہ:

अध्यापन मध्ययनं यजनं याजनं तथा।
दानं प्रतिग्रहं चैव ब्राहमणानाम कल्पयत्।।
प्रजानं रक्षणं दान मिज्याध्ययनमेव च।
विषयेंश्वप्रशक्तिश्च क्षत्रियस्य समासतः।।
पशूनां रक्षणां दानमिज्याध्ययनमेव च।
वाणिक्पथ कुसीदं च वैश्यस्य कृषिमेव च।।
एक मेव तु शूद्रस्य प्रभुः कर्म समादिशत्।
एकेषामेव वर्णानां शश्रुषामन सूयया।। (111)

(برہمنوں کے لئے پڑھنا پڑھانا، یگ کرنا یگ (यज्ञ) کرانا، دان دینا دان لینا، یہ چھے کام مقرر کیے ہیں۔ چھتریوں کے لئے اختصار سے رعایا کی حفاظت، دان دینا، یگ کرنا، پڑھنا، विषयों (گیت و رقص وغیرہ) میں مشغول نہ ہونا یہ پانچ کام متعین کئے ہیں۔ جانوروں کی حفاظت کرنا، دان دینا، یگ کرنا، پڑھنا، روزگار کرنا، سود پر روپیہ دینا اور کھیتی کرنا یہ ویشیوں (वैश्यों) کے کام ہیں۔ برہما (ब्रहमा) نے مذکورہ بالا تینوں طبقوں (वर्णों) کی تعریف کے گیت گاتے ہوئے خدمت (सेवा) کرنا یہ ایک ہی کام شودروں (अछूत) کے لئے مقرر کیا ہے۔)

تعلیم میں عدم مساوات

اسلام نے دنیا کی ہر قوم اور ہر فرد کو چاہے مرد ہو یا عورت تحصیل علم کے لئے برابر کا حق دیا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فریضۃٌ علیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ ۔ یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ لیکن اس کے برعکس قدیم ہندو دھرم میں تعلیم و تعلم بھی اشرف وارذل طبقات کے نظام پر قائم ہے۔ چنانچہ منو مہاراج (मनुमहाराज) کہتے ہیں کہ:

अधीयीरंस्त्र्यो वर्णाः स्वकर्मस्था द्विजातयः।

प्रब्रुयाद्ब्राह्मणस्त्वेषां नेतराविति निश्चयः।। (112)

(اپنے اپنے کاموں میں مشغول دِوِ جاتی (برہمن، چھتری اور ویش) ویدوں کو پڑھیں۔ لیکن ان میں برہمن ہی وید کو پڑھائے دوسرا کوئی بھی نہ پڑھائے یہی طے شدہ ہے)

स्त्री शूद्रो न धीयताम (عورت و شودر کو تعلیم نہیں دینا چاہیے)

اسی طرح شری مد بھاگوت (श्रीमदभागवत) میں تاکید کی گئی ہے:

स्त्री शूद्र द्विज बन्धुना न श्रुतिः गोचरः (113)

(عورت، اچھوت (शूद्र) اور ذلیل (पतित) ان تینوں کو وید سننے کا حق نہیں)

مذکورہ بالا منتروں سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں کے مطابق چھتری اور ویش صرف وید پڑھ سکتے ہیں پڑھا نہیں سکتے یعنی شاگرد ہو سکتے ہیں استاد نہیں ہو سکتے اور شودر وید نہ پڑھ سکتا ہے نہ پڑھا سکتا ہے یعنی وہ نہ طالب علم ہو سکتا ہے اور نہ ہی معلم۔

عبادت میں عدم مساوات

اسلام نے بنا کسی فرق و امتیاز کے دنیا کے سارے انسانوں پر اللہ کی بندگی و عبادت کو لازمی و ضروری قرار دیا ہے لیکن قدیم ہندو دھرم میں عبادات کے معاملہ میں بھی عدم مساوات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ عبادات و مذہبی اعمال کی تقسیم بھی اعلیٰ و ادنیٰ ذات کے مطابق کی گئی ہے۔

چنانچہ منواسمرتی میں ہے کہ:

स्वर्गार्थमुभायार्थं वा विप्रानाराधयेत्तु सः ।

जातब्राहमणशब्दस्य साहयह्यस्य कृतकृत्यता ।। (114)

(وہ (शूद्र) سورگ (स्वर्ग) کے لئے یا دونوں کے لئے (نیک کام اورذاتی کام) برہمنوں کی ہی خدمت کرے۔ اس شودر کی (برہمن خدمت کرنے کی) شہرت ہی اس کے لئے کامیاب کارگزاری ہے)

विप्रसेवैव शूद्रस्य विशिष्टं कर्म कीर्त्यते।

यदतो ऽन्यद्धि कुरुते तद्भवत्यस्य निष्फलम ।।(115)

(برہمن کی خدمت کرنا ہی شودر کا مخصوص عمل کہا گیا ہے۔ اس عمل سے علاحدہ جو کچھ عمل کرتا ہے وہ اس کے لئے بے کار ہوتا ہے)

न शूद्रे पातकं किंचिन्न च संस्कारमर्हति।

नास्याधिकारो धर्मेऽस्ति न धर्मात्प्रतिषेधनम ।। (116)

(شودر کو گناہ نہیں ہوتا (خراب چیز کھانے سے) اس کا کوئی مذہبی سنسکار بھی نہیں ہے، مذہبی کام میں اس کا کوئی حق بھی نہیں ہے اور نہ مذہبی اعمال سے ممنوع ہی ہے۔)

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم شاستروں نے برہمن، چھتری اور ویش کو عبادات و مذہبی اعمال کی ادائیگی کا پورا حق دیا ہے لیکن شودر کو اس سے بھی محروم رکھا گیا ہے، جس سے واضح طور پر عدم مساوات کا سبق ملتا ہے۔

کھانے، پینے میں عدم مساوات

کھانے اور پینے کے سلسلے میں اسلام نے بنا کسی فرق و امتیاز کے سب کو مساوی اختیارات عطا کئے ہیں۔ ایک چیز کسی امیر یا کسی مخصوص طبقے کے لئے مباح ہو اور وہی چیز کسی غریب یا کسی خاص طبقے کے لئے ناجائز ہو ایسا ہرگز کوئی ضابطہ مقرر نہیں کیا ہے۔ بلکہ جس شئ کے بھی جواز کا حکم دیا ہے وہ نوع انسانی کے ہر فرد کے لئے دیا ہے۔ لیکن قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں

اس کے بالکل برعکس ہدایت وتعلیم ملتی ہے۔ یہاں کھان پان کا نظام بھی اشرف وارذل اورادنیٰ واعلیٰ طبقات کی بنیاد پر قائم ہے۔ چنانچہ منواسمرتی (मनुस्मृति) میں ہے کہ:

शूद्राणां मासिकं कार्यं वपनं न्यायवर्तिनाम् ।

वैश्यवच्छौचकल्पश्च द्विजोच्छिष्टं च भोजनम् ।। (117)

(مذکورہ بالا شاستر (शास्त्र) اصول کے مطابق رہنے والے شودروں کو مہینے مہینے سر کے بال بنوانا چاہیے، پیدائش اور موت میں ویش (वैश्य) کی طرح فراغت کا طریقہ (शौच क्रिया) اختیار کرنا چاہیے۔ برہمن، چھتری اور ویش (द्विज) کا جھوٹا (उच्छिष्ट) کھانا چاہیے)

उच्छिष्टमन्नं दातव्यं जीर्णानि वसनानि च ।

पुलाकाश्चैव धान्यानां जीर्णाश्चैवपरिच्छदाः ।। (118)

(شودر کو جھوٹا کھانا (अन्न) پرانا کپڑا، فالتو اناج (सारहीन अन्न) پرانا اوڑھنا اور بچھونا دینا چاہیے)

اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ہندودھرم کے مطابق کھانے اور پینے کے معاملے میں بھی عدم مساوات ضروری ہے۔

رہن، سہن میں عدم مساوات

کھانے پینے کی طرح رہن سہن میں بھی قدیم ہندودھرم شاستروں کے مطابق اشرف وارذل طبقات میں فرق ضروری ہے۔ منومہاراج کہتے ہیں کہ:

चैत्यद्रुमश्मशानेषु शैलेषूपवनेषु च ।

वसेयुरेते विज्ञाता वर्तयन्तः स्वकर्मभिः ।। (119)

(مذکورہ بالا شودر ذات والے گاؤں کے قریب کسی خاص پیڑ کے نیچے یا شمشان، پہاڑ یا جنگل (उपवन) میں اپنے کام کے حساب سے زندگی گزارتے ہوئے قیام کریں)

चण्डालश्वपचानां तु बहिर्ग्रामात्प्रतिश्रयः ।

अपपात्राश्च कर्तव्या धनमेषां श्वगर्दभम् ।।

वासांसि मृतचेलानि भिन्नभाण्डेषु भोजनम्।

कार्ष्णायसमलंकारः परिव्रज्या च नित्यशः ।। (120)

(چانڈال اور نیچ ذات کے رہنے کا مقام گاؤں کے باہر رہنا چاہئے۔ ان کا برتن مٹی کا ہونا چاہیے اور کتا اور گدھا ان کا دھن دولت ہے۔ مردوں کے اُتارے ہوئے کپڑے ہی ان کا لباس ہیں۔ ٹوٹے پھوٹے برتنوں میں بھوجن کرنا چاہیے۔ لوہے کے زیورات پہننا چاہیے اور روزانہ ایک مقام سے دوسرے مقام میں گھومنا چاہیے)

مذکورہ بالا اشلوکوں سے صاف ظاہر ہے کہ ہندو شاستروں نے نیچ ذات والوں کو رہن سہن کے تعلق سے جو اختیارات دیئے ہیں اس سے سیکڑوں درجہ بہتر حقوق اسلام نے غلاموں کو عطا کئے ہیں۔ اسلام نے غلاموں کے بارے میں بھی اس طرح کا غیر مہذب رویہ ہرگز روانہیں رکھا ہے۔ بلکہ اسلام نے غلاموں کو جو حقوق دیئے ہیں یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ انسان غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہو گیا۔

موت کے احکام میں عدم مساوات

اسلامی نقطۂ نظر سے انسان جس طرح اپنی حیاتِ ظاہری میں باعزت ومحترم ہے اسی طرح بعد مرگ بھی وہ قابل احترام ہے اس سلسلے میں اسلام نے نوع انسانی کے ہر فرد کو مساوی عزت واحترام کا حقدار قرار دیا ہے۔ لیکن قدیم ہندو دھرم نے دنیا کے ہر انسان کو نہ جیتے جی مساوی احترام دیا ہے اور نہ بعد موت بلکہ جس طرح فرق کے ساتھ انسان کی ظاہری زندگی میں اشرف وارذل ذات کے مطابق احکام نافذ کئے گئے ہیں اسی طرح موت کے احکام واصول بھی مقرر کئے گئے ہیں۔ منومہاراج کا کہنا ہے کہ:

दक्षिणेन मृतं शूद्रं पुरद्वारेण निर्हरेत्।

पश्चिमोत्तर पूर्वैस्तु यथायोगं द्विजन्मनः ।। (121)

(مردہ شودر کو شہر کے دکھنی دروازے سے، ویش کو پچھمی، چھتری کو اتری اور برہمن کو پوربی دروازے شمشان لے جائیں)

नविप्रं स्वेषुतिष्ठत्सु मृतं शूद्रेण नाययेत्।

अस्वर्ग्या ह्याहुतिः सा स्याच्छूद्रसंस्पर्शदूषिता ।। (122)

(اپنے لوگوں کے رہتے ہوئے مرے ہوئے برہمن کو شودر سے نہ اُٹھوائیں۔ کیوں کہ شودر کے چھونے سے ناپاک (दूषित) ہونے کے سبب مردہ کا وہ جسم سورگ کے لائق نہیں ہوتا۔)

वान्ताश्युल्कामुखः प्रेतो विप्रो धर्मात्स्वकाच्च्युतः ।

अमेध्यकुणपाशी च क्षत्रियः कटपूतनः

मैत्राक्षज्योतिकः प्रेतो वैश्यो भवति पूयभुक्

चैलाशकश्च भवति शूद्रो धर्मात्स्वकाच्च्युतः ।। (123)

(اگر برہمن اپنے عمل (कर्म) سے گمراہ ہوجائے تو، वमन، (कै) کھانے والا उल्का اُلکا مُکھ نام کا پریت (بھوت) ہوتا ہے۔ چھتری اپنے فرض سے گمراہ ہوجائے تو وہ گندگی (विष्टा) اور مردہ کھانے والا (कटपूतन नामी) پریت (प्रेत) ہوتا ہے۔ اگر ویش اپنے عمل سے پھر جائے تو پیپ کھانے والا ,,मैत्राक्ष ज्योतिक नामक,, پریت (प्रेत) ہوتا ہے اور شودر اپنے عمل سے گمراہ ہوجائے تو وہ چیلا شک (चैलाशक) نام کا پریت ہوتا ہے)

قدیم ہندو دھرم شاستروں کے مذکورہ بالا اشلوکوں سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ موت کے احکام واصول میں بھی قدیم ہندو دھرم میں اشرف وارذل ذات کا نظام ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ انسانی زندگی کے جس شعبے اور جس معاملہ کا جائزہ لیں گے وہاں یہی کیفیت نظر آئے گی۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اشرف وارذل یا اعلیٰ وادنیٰ ذات وطبقات میں عدم مساوات وامتیازی فرق قدیم ہندو دھرم کا خصوصی امتیاز ہے۔ اسی کے تحت جملہ احکام واوامر اور آداب واخلاق کا دستور متعین کیا گیا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس ذات پات کی تنظیم اور طبقات کی تفریق اسلام کی بنیادی تعلیم کے بالکل خلاف ہے کیوں کہ اسلام میں بنی نوع انسان کی عالمگیر مساوات کی تعلیم پائی جاتی ہے مذہبی اعتبار سے اسلام پیشہ یا نسلی اعتبار سے سماج میں کسی قسم کی تفریق کو قبول نہیں کرتا چاہے مسلمان کوئی پیشہ اختیار کرتا ہو یا کسی گھرانے میں پیدا ہوا ہو اللہ کی نظر میں دوسرے مسلمان کے برابر ہے۔ اسلام اور ہندو دھرم کے اسی بنیادی فرق کو واضح فرماتے ہوئے علامہ بیرونی لکھتے ہیں کہ:

''اس معاملہ میں مسلمانوں میں اور ہندوؤں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہم آپس

میں سب کو برابر سمجھتے ہیں اور فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ یہ اختلاف ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مفاہمت اور قرب میں سب سے بڑی رُکاوٹ ہے۔‘‘ (124)

مہمانوں کے ساتھ حسن سلوک (अतिथि सत्कार)

ہندو دھرم کی اخلاقی قدروں میں مہمانوں کی عزت وتکریم اور ان کی خاطر ومدارات (अतिथि सत्कार) بھی خاص طور پر شامل ہے۔ ویدوں و دیگر دھرم گرنتھوں میں جس کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ مہمانوں کی خاطر ومدارات ایک سماجی فریضہ ہے۔ لہٰذا سماج کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ مہمان کی عزت کرے، اس کی حفاظت کرے اور اس کے کھانے پینے کا مناسب بندوبست کرے۔ اور مہمان کو کھلائے بنا خود ہرگز نہ کھائے کہ اس سے انسان بہت سے دنیوی واخروی نقصانات کا مستحق ہوتا ہے۔ چنانچہ اتھروید (अथर्ववेद) میں مذکور ہے کہ:

कीर्तिं च वा एष यशश्च गृहाणामश्नाति यः पूर्वोऽतिथेरश्नाति ।।

श्रियं च वा एष संविदं च गृहाणामश्नाति, यः पूर्वोऽतिथेरश्नाति ।। (125)

(جو مہمان سے پہلے کھانا کھاتا ہے وہ اپنے گھر کی نیک نامی اور نیکی کو کھا جاتا ہے یعنی برباد کر دیتا ہے۔ جو مہمان سے پہلے کھانا تناول کرتا ہے وہ اپنے خاندان کی عزت اور دولت کو کھا جاتا ہے)

उर्जां च वा एष स्फातिं च गृहाणामश्नाति, यः पूर्वोऽतिथेरश्नाति ।।(126)

(جو مہمان سے پہلے کھانا کھالیتا ہے وہ اپنے گھر کی طاقت اور خوشحالی کو کھا جاتا ہے)

منواسمرتی میں مہمان کی عزت وتکریم کے تعلق سے حکم دیا گیا ہے کہ:

अप्रणोद्योऽतिथिः सायं सूर्योढो गृहमेधिना ।

काले प्राप्तस्त्वकाले वा नास्यानश्नन्गृहे वसेत् ।। (127)

(سورج غروب ہونے کے وقت اگر کوئی مہمان گھر پر آئے تو اس کو نہیں ٹالنا چاہیے۔ مہمان وقت پر آئے یا غیر وقت پر اس کو کھانا ضرور کھلا دیں۔)

न वै स्वयं तदश्नीयादतिथिं यन्न भोजयेत् ।

धन्यं यशस्यमायुष्यं स्वर्ग्यं वातिथि पूजनम् ।। (128)

(جو سامان مہمان کو نہ پیش کیا جائے اس کو نہ کھائے۔ خود مہمان کی خاطر و تواضع کرنے سے دولت، نیکی اور عمر کی ترقی ہوتی ہے اور ہر جنم میں (जन्मान्तर) سورگ (स्वर्ग) کا سکھ حاصل ہوتا ہے)

مذکورہ بالا منتروں و اشلوکوں سے صاف ظاہر ہے کہ قدیم ہندو دھرم میں مہمان اور اس کی خاطر و مدارات کو کافی اہمیت و عظمت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے اور لوگوں کو اس کی خاص نصیحت کی گئی ہے۔ اس طرح مہمان کی عظمت اور اس کی عزت و تواضع کے تعلق سے اسلام اور قدیم ہندو دھرم کی اخلاقی اقدار کے بعض احکام میں کافی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے لیکن اشرف و ارذل ذات کے نظام (वर्णव्यवस्था) کے باعث دونوں مذاہب میں اس سلسلے میں بھی انتہا درجہ کی مغائرت نظر آتی ہے۔ کیوں کہ اسلام ہر طبقے و ہر ذات کے مہمان کو یکساں عزت و اکرام کے حقوق ادا کرتا ہے جب کہ قدیم ہندو دھرم میں یہاں بھی عدم مساوات کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ منو مہاراج کہتے ہیں کہ:

न ब्राहमणस्य त्वतिथिगृहे राजन्य उच्यते।

वैश्यशूद्रो सख चैव ज्ञातयो गुरुरेव च ।।

यदि त्वतिथिधर्मेण क्षत्रिया गृहमाव्रजेत्।

भुक्तवत्सु च विप्रेषुकामं तमपि भोजयेत् (129)

(اگر برہمن کے گھر چھتری، ویش، شودر، دوست برادری کے لوگ اور گرو آئیں تو مہمان (अतिथि) نہیں کہے جاتے۔ اگر کوئی چھتری (क्षत्रिय) مہمان کے طور پر گھر پر آ جائے تو براہمن مہمانوں کو کھانا کھلا کر گھر کا مالک بعد میں اُن کو بھی کھانا کھلا دے)

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں نے مہمانوں کے ساتھ حسن سلوک و عزت و تکریم کا درس دیا ہے لیکن دیگر معاملات کی طرح اس میں بھی اعلیٰ و ادنیٰ طبقات اور اشرف و ارذل ذات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

عورت کے ساتھ بد سلوک اور حسنِ سلوک

اسلام نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں جو اخلاقی تعلیمات پیش کی ہیں

اسی سے ملتی جلتی بعض اخلاقی اقدار قدیم ہندودھرم نے بھی بیان کی ہیں۔ بعض کا ذکر ہم نے اس لئے کیا کہ اکثر منترو اشلوک ایسے بھی ہیں کہ جن سے اس صنف نازک کی بہت ہی ارذل حیثیت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ رِگوید میں ہے کہ:

स्त्रियो हि दास आयुधानि चक्रे किंमा करन्नबला अस्यसेनाः (130)

(عورتیں لونڈیوں(दासियां) کی فوج اور اسلحہ اوراوزار ہیں)

تیتریئے سنہتا(तैत्तिरीय संहिता) میں مذکور ہے:

तस्मात्स्त्रियो निरिन्द्रिया अदायादीरपि, पापात्पुंस अपस्तितरं वदन्ति।।(131)

(عورتیں بغیر قوت کی نحیف اور لاچار ہیں۔ انہیں حق وراثت نہیں ملتا۔ وہ جاہل سے بھی بڑھ کر بدتمیزی سے بات کرتی ہیں۔)

بودھائن دھرم سوتر(बोधायन धर्म सूत्र) کا کہنا ہے:

निरिन्द्रिया अदायाश्च स्त्रियो मता इतिश्रुतिः। (132)

(عورتوں کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا اور نہ انہیں ویدک منتروں کا حق ہی حاصل ہے)

منومہارج کہتے ہیں:

नास्ति स्त्रीणां क्रिया मन्त्रैरिति धर्मे व्यवस्थिति :।

निरिन्द्रियाह्यमन्त्रश्च स्त्रियोऽनृतमिति स्थितिः।।

पिता रक्षति कौमारे, भर्ता रक्षति यौवने।

रक्षन्ति स्थविरे पुत्र, न स्त्री स्वातन्त्र्यमर्हति।। (133)

(دھرم میں ایسا دستور ہے کہ عورتوں کو منتر کے ساتھ پاک نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ وہ بیوقوف منتر سے خارج اور جھوٹی ہوتی ہیں۔ عورت کی بچپن میں باپ حفاظت کرتا ہے۔ جوانی میں شوہر حفاظت کرتا ہے اور ضعیفی کی عمر میں بیٹے حفاظت کرتے ہیں عورت کبھی آزادی کے لائق نہیں)

नैतारुपं परीक्षन्ते नासां वयसि संस्थितिः।

सरुपं वा विरुपं वा पुमानित्येव भञ्जते।।(134)

(عورتیں شکل وصورت کا لحاظ نہیں کرتی ہیں اور نہ ہی عمر کا خیال رکھتی ہیں۔ خوبصورت ہوں یا بدصورت مرد ہونے کی صورت ہی میں وہ اس کے ساتھ ہمبستری کرتی ہیں۔)

مہا بھارت میں لکھا ہے:

नस्त्रीभ्यः किञ्चिदन्यद्वै पापीयस्तरमस्ति वै।

क्षुरधारा विषं सर्पो वह्निरित्येकतः स्त्रियः ।। (135)

(عورت سے بڑھ کر کوئی دوسرا شریر(पापी) نہیں ہے یہ ایک ساتھ ہی چھری کی دھار ہیں زہر ہیں اور آگ ہیں)

رام چرتر مانس میں تلسی داس جی کہتے ہیں:

विधिहु न नारी हृदय गति जानि।

सकल कपट अघ अवगुन खानि।। (136)

(عورت کی حالت کو بھگوان بھی نہیں جان سکتا ہے، عورت کا دل تمام چھل کپٹ اور برائیوں کی کھان ہے)

ढोल, गंवार, शूद्र पशु, नारी ।

सकल ताड़ना के अधिकारी ।। (137)

(ڈھول، گنوار، اچھوت (शूद्र) جانور اور عورت یہ سب پیٹنے اور سزا دینے کے لائق ہیں)

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم کے مذکورہ بالا منتروں و اشلوکوں اور ان کے علاوہ دیگر کثیر حوالہ جات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتیں اکثر حقیر نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ ملکیت میں ان کا کوئی حق نہیں تھا، وہ تابعدار اور لونڈیوں کی حیثیت رکھتی تھیں وہ ویدوں کا علم بھی نہیں حاصل کر سکتی تھیں اور وہ اعتبار و یقین کے لائق نہیں تھیں۔ ان کو کسی بھی عمر میں آزادی کا حق حاصل نہیں تھا، وہ جھوٹ اور فریب کا مجسمہ سمجھی جاتی تھیں۔ لیکن اس کے برعکس کچھ ایسے منتر و اشلوک بھی پائے جاتے ہیں کہ جن میں عورتوں کی حد درجہ تعریف کی گئی ہے اور ان کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ چنانچہ ویدوں (वेदों) میں مذکور ہے کہ:

समाज्ञी श्वसुरे भव, सम्राज्ञी श्वश्रुवां भव।

ननान्दरि सम्राज्ञी भव, सम्राज्ञी अधि देवृषु ।। (138)

(اے بہو (वधु) تو خسر، ساس، نند اور دیوروں کے ساتھ گھر کی مالکن کی حیثیت سے رہ)

यथा सिन्धुर्नदीनां साम्राज्यं सुषुवे वृषा।

एवा त्वं सम्राज्ञ्येधि पत्युरस्त परेत्य ।। (139)

(جس طرح طاقت ور سمندر نے ندیوں پر غلبہ حاصل کر رکھا ہے اسی طرح اے عورت تو بھی شوہر کے گھر پہنچ کر گھر کی مالکن ہونا)

मूर्धासि राड् ध्रुवासि धरुणा धर्त्र्यसि धरणी।
आयुषे त्वा वर्चसे त्वा कृष्यै त्वा क्षेमाय त्वा।।
यन्त्री राड् यन्त्र्यसि यमनी ध्रुवासि धरित्री।
इषे त्वोर्जे त्वा रय्यै त्वा पोषाय त्वा ।। (140)

(اے عورت! تو دماغ والی ہے، تو بارعب ہے، تو سکون سے رہنے والی ہے، تو خاندان کی بنیادی صورت ہے تو خاندان کو اپنانے والی ہے، تو زمین کی طرح ناموس والی ہے۔ تجھے لمبی عمر، رعب، کاشتکاری کی خوشحالی اور خاندان (परिवार) کی بھلائی کے لئے خاندان میں رکھتا ہوں۔ عورت خاندان کی نگرانی کرنے والی، بارعب، خود ضابطہ میں رہنے والی اور سب کو ضابطہ میں رکھنے والی ہے۔ وہ خاندان میں سکون کے جذبہ سے رہنے والی اور خاندان کو پالنے والی ہے تجھے اناج کی خوشحالی کے لئے، طاقت کے لئے، عزت کی ترقی کے لئے اور گھر کی مضبوطی کے لئے رکھتے ہیں)

ویدوں میں عورت کے مذکورہ بالا اوصاف بیان کئے گئے ہیں اور اس کی عظمت کو اُجاگر کیا گیا ہے لیکن اسمرتیوں میں اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ منو مہاراج کہتے ہیں کہ:

यत्र नार्यस्तु पूज्यन्ते रमन्ते तत्र देवताः।
यत्रैतास्तु न पूज्यन्ते सर्वास्तत्राफलाः क्रियाः।। (141)

(جہاں پر عورتوں کی پوجا ہوتی ہے وہاں دیوتا رہتے ہیں۔ جہاں ان کی پوجا نہیں ہوتی وہاں سب کام بے کار ہوتے ہیں۔)

शोचन्ति जामयो यत्र विनश्यत्याशु तत्कुलम्।
नशोचन्ति तु यत्रैता वर्धते तद्धि सर्वदा।। (142)

(جس خاندان میں عورتیں دکھی رہتی ہیں وہ جلدی برباد ہو جاتا ہے۔ جہاں وہ دُکھی نہیں رہتیں اس خاندان کی ترقی ہوتی ہے)

जामयो यानि गेहानि शपन्त्यप्रतिपूजिता ।
तानि कृत्याहतानीव विनश्यन्ति समन्ततः।। (143)

(عزت نہ ہونے کی وجہ سے بہو بیٹیاں جن گھروں کو کوستی ہیں وہ گھر اسی طرح برباد

ہو جاتا ہے جس طرح کوئی کامیاب شیطانی عورت گھر کو تباہ کر دیتی ہے۔)

तस्मादेताःसदा पूज्या भूषणाच्छादनाशनैः ।

भूति कामैर्नरैर्नित्यं सत्कारेषूत्सवेषु च ।। (144)

(اس لئے جو اپنا بھلا چاہیں عورتوں کو ہمیشہ زیور، کپڑے اور کھانے سے مطمئن رکھیں۔ خوشحالی کی خواہش والے مردوں کو ہمیشہ نیک عمل اور جشنوں (महोत्सव) میں عورتوں کو زیورات و کپڑوں سے خوش رکھنا چاہیے۔)

اس طرح پیش کردہ حوالہ جات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں نے بھی عورتوں کو اہم مقام دیا ہے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسلام اور ہندو مذہب میں عورت کے تعلق سے جو بنیادی فرق ہے اسے ''اسلام اور ہندو مذہب میں عورت کی حیثیت'' کے عنوان کے تحت اگلے صفحات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ہندو دھرم میں امانت داری کا حکم

انسانی اخلاقی اقدار میں امانت داری یا دیانت داری کا خصوصی مقام ہے جس کی تقریباً جملہ مذاہب انسانی میں تعلیم دی گئی ہے۔ اسلام نے اس سلسلے میں کچھ زیادہ ہی اہم و امتیازی تعلیم دی ہے جس کا عشر عشیر بھی دیگر مذاہب میں نظر نہیں آتا۔ اسلام کی طرح قدیم ہندو دھرم نے بھی امانت داری کی ہدایت و نصیحت کی ہے اگر چہ وہ اسلام کی طرح جامع و مکمل نہیں۔ چنانچہ منو مہاراج کہتے ہیں کہ:

यो यथा निक्षिपेद्धस्ते यमर्थं यस्य मानवः ।

स तथैव ग्रहीतव्यो यथा दायस्तथा ग्रहः । (145)

(جو انسان جس طرح جس کے ہاتھ میں جس لئے مال سونپے وہ اسی طرح سے اس سے لے۔ کیوں کہ جیسے دینا ویسے لینا، یہی اصول ہے)

यो निक्षेपं याच्यमानो निक्षेप्तुर्न प्रयच्छति ।

स याच्यः प्राड्विवाकेन तन्निक्षेप्तुरसंनिधौ । (146)

(امانت رکھنے والے کے مانگنے پر اگر مہاجن (महाजन) اُسے امانت نہ دے تو منصف امانت رکھنے والے کی عدم موجودگی میں مہاجن سے وہ امانت مانگے)

निक्षेपोपनिधि नित्यं न देयौ प्रत्यनन्तरे

नश्यतो विनिपाते तावनिपाते त्वनाशिनौ ।। (147)

(رہن یا گروی اور مہر لگی چیز جس کی رکھی ہو اُسی کو دے اس کے رہتے اس کے جانشین کو نہ دے۔ کیوں کہ امانت رکھنے والا جب تک زندہ رہتا ہے تب تک اس پر اُسی کا پورا حق رہتا ہے۔لیکن مرنے پر اس کا حق ختم ہو جاتا ہے۔)

مذکورہ بالا اشلوکوں میں امانت کے احکام بیان کئے گئے ہیں اور اسی ادھیائے کے ۱۸۲ تا ۱۸۴ نمبر کے اشلوکوں میں امانت کے منکرین کے مسائل پیش کئے گئے ہیں اور بعد کے اشلوکوں میں امانت کے حقداروں اور اس پر غاصبانہ قبضہ کرنے والوں کے متعلق اصول وقوانین بیان کئے گئے ہیں۔منومہاراج لکھتے ہیں کہ:

स्वयमेवः तु यो दद्यान्मृतस्य प्रत्यनन्तरे।

न स राज्ञा नियोक्तव्यो न तिक्षप्तुश्च बन्धुभिः ।। (148)

(جومہاجن امانت رکھنے والے کے مرنے پر وارث (उत्तराधिकारी) کو امانت دے دے تو امانت رکھنے والے کے بھائی یا راجہ کو اس پر بے کار دوسری چیزوں کا الزام نہیں لگانا چاہیے۔)

यो निक्षेपं नार्पयति यश्चानिक्षिप्य याचते।

तावुभौ चौरवच्छास्यौ दाप्यौ वा तत्समं दमम ।। (149)

(جوامانت کونہیں دیتا اور جوامانت نہ دے کر مانگتا ہے وہ دونوں چور کی طرح سزاء کے لائق ہیں یا راجہ اس چیز کے برابر جرمانہ لے)

اس اشلوک میں سزاو جرمانے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے بعد کے اشلوک میں سخت سے سخت جسمانی سزا کی بات کہی گئی ہے۔

उपधभिश्च यः कश्चित्परद्रव्यं हरेन्नरः।

ससहायः स हन्तव्यः प्रकाशं विविधैर्वधैः ।। (150)

(جو شخص دوسرے کے مال کو دھوکا دے کر غصب کرتا ہے، راجہ اس کو اور اس کے مددگاروں کو بہت لوگوں کے سامنے مختلف قسم کی جسمانی سزا دے کر مار ڈالے)

جس طرح امانت کا غصب کرنے والا سزا کا مستحق ہے اسی طرح اپنی امانت سے زیادہ مطالبہ کرنے والا بھی سزا کا حق دار ہے۔ منو اسمرتی کا حکم ہے کہ:

निक्षेपो यः कृतो येन यावांश्च कुलसंनिधौ।

तावानेव स विज्ञेयो विब्रुवन्दण्ड मर्हति ।। (151)

(جس نے جتنا مال گواہ کے سامنے امانت رکھا ہو، گواہ کے کہنے پر اس امانت رکھنے والے سے اتنا ہی ملنا چاہیے۔ زیادہ مانگنے والا سزا کا مستحق ہوتا ہے)

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں میں بھی امانت داری و دیانت داری کا واضح طور پر حکم دیا گیا ہے اور امانت میں خیانت کی صورت میں سزاء کا قانون بھی نافذ کیا گیا ہے۔

خدائی احکام کی اطاعت کا انعام

मधुवाता ऋतायते मधु क्षरन्ति सिन्धवः

माध्वीर्नः सन्त्वोषधिः॥ यजुर्वेद, 13-27

मधुनक्तमुतोषसो मधुमत्पार्थिवं ७ रजः

मधु द्यौरस्तु नः पिता॥ यजुर्वेद, 13-28

मधु मान्नो वनस्पतिर्मधुमां अस्तु सूर्यः

माध्यवीर्गावो भवन्तु नः ॥ यजुर्वेद, 13-29

جو اچھی طرح سے خدائی احکام واصول کی پیروی کرتا ہے اس کے لیے ہوائیں شیرینی لاتی ہیں ندیاں میٹھے پانی لاتی ہیں، ہمارے لیے ادب سے متعلق زندگی کے مناسب کتابیں میٹھی ہوں تو رات اور صبح دلکشی بکھیرتی ہوئی آتی ہیں۔ زمین کے ذرّہ ذرّہ سہانا اور دلکشی سے بھرپور ہو جاتا ہیں۔ دونوں جہان باپ کے گھر کی طرح عزیز ہو جاتے ہیں۔ پیڑ پودے ہمارے لیے ہر طرح سے میٹھے ہو جاتے ہیں۔ سورج ہمارے لیے ہر طرح سے مٹھاس بکھیرتا اور گائیں میٹھے دودھ دینے والی ہوتی ہیں۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰154)

حوالہ جات

(1) मनु स्मृति अध्याय २, श्लोक १२

(2) मनु स्मृति अध्याय १ श्लोक १०९,११०

(3) महाभारत उद्योगपर्व

(4) चाणक्यसुत्राणि- सुत्र ३१०

(5) चाणक्यसुत्राणि- सुत्र १६३

(6) चाणक्यसुत्राणि- सुत्र ३११

(7) चाणक्यसुत्राणि- सुत्र ३१५

(8) मनुस्मृति अध्याय ४ श्लोक १५६

(9) मनुस्मृति अध्याय ४,श्लोक १५७,१५८

(10) मनुस्मृति अध्याय ४,श्लोक २०४

(11) वैदिक धर्म क्या कहता है भाग २ पृ०१२

(12) वैदिक धर्म क्या कहता है भाग २, पृ०१२

(13) यजुर्वेद अध्याय -१८, मन्त्रा २९

(14) ऋग्वेद ५-८२-५

(15) ऋग्वेद 10/85/1

(16) ऋग्वेद 7-104-12-अथर्ववेद-8-4-12

(17) यजुर्वेद-7/45

(18) मार्कण्डेय पुराण-8-41-42

(19) महाभारत शान्ति पर्व-162-5

(20) महाभारत शान्ति पर्व-162/24

(21) बालमीकि रामायण-अयोध्या काण्ड-१०९,१३

(22) मनुस्मृति अध्याय ४ श्लोक-१३८

(23) मनुस्मृति अ० ८ श्लोक ९८

(24) मनुस्मृति अ० ८ श्लोक -९५

☆☆☆ ص ۲۱ گلستان سعدی باب اول حکایت

(25) यजुर्वेद अध्याय १६, मन्त्र ३२

(26) मनुस्मृति अ० २ श्लोक-१२१

(27) मनुस्मृति अ० २ श्लोक-११७

(28) मनुस्मृति अ० २ श्लोक-१५४

(29) मनुस्मृति अ० २ श्लोक-१२०

(30) तैत्रिाय ब्राहमण 1-31-3

(31) पदम पुराण पा० ख० १०५/२३४

(32) सकन्द म० पु० ब्र० ख० से० म० -४०/३१

(33) पदम पुराण सृ० खं०-४०/१३९-४०/१५५

(34) वैदिक धार्म का स्वरुप पृ० २१

(35) मनुस्मृति अ० २ श्लोक १२७

(36) मनुस्मृति अ० २ श्लोक १२५

(37) ऋग्वेद-6-75-14

(38) यजुर्वेद36-18

(39) अथर्वेद-3-30-4

(40) ऋग्वेद-7-100-2

(41) ऋग्वेद-10-191-2

(42) अथर्वेद-3-30-1

(43) अथर्वेद-3-30-6

(44) अथर्वेद-३,३०,५

(45) ऋग्वेद-10-191-4

(46) ऋग्वेद-5-60-5

(47) योगवशिष्ट-३,६,१४

(48) गीता-१२/१३

(49) रामचरित्र मानस-उत्तरकाण्ड-४०

(50) अरण्य काण्ड-३०

(51) मनुस्मृति

(52) ऋग्वेद-1-114-7

(53) यजुर्वेद-16-16

(54) महाभारत, शान्ति पर्व-१३९,४२

(55) महाभारत, अनुशासन पर्व-115-23

(56) महाभारत, आदि पर्व-11-13

(57) महाभारत, अनुशासन पर्व-116-8

(58) अत्रि स्मृति-४१

(59) मनुस्मृति-2-159

(60) मनुस्मृति-4-176

(61) अथर्वेद 3-24-5

(62) ऋग्वेद 10-117-3

(63) ऋग्वेद 10-117-6

(64) गीता 3-12,13

(65) स्कन्द पुराण रेवाखं 13/33-41

(66) स्कन्द पुराण रेवाखं अध्याय 13/36-41

(67) पदम पुराण सृष्टि 19-253

(68) سورہ آل عمران، آیت ۱۳۴

(69) बाल्मीकि रामायण, बाल 33/7-8

(70) महाभारत शान्तिपर्व 163/7-8

(71) बाल्मीकि रामायण, सुन्दर काण्ड 55/4

(72) बाल्मीकि रामायण, सुन्दर काण्ड 55/6

(73) अथर्वेद 3/30/2

(74) अथर्वेद 1/31/4

(75) मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 228

(76) मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 227

(77) मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 225

(78) मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 233

(79) मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 221

(80) मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 131और134

(81) मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 135

(82) मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 241

(83) मनुस्मृति अध्याय 2 श्लोक 242

(84) अथर्वेद 1-34-2,3

(85) ऋग्वेद 8-24-20

(86) अथर्वेद 16-2-1,2

(87) ऋग्वेद 1-41-9

(88) चा0 सूत्र 75

(89) महाभारत

(90) अथर्वेद 6-18-2

(91) अथर्वेद 3-30-3

(92) भागवत गीता 9-19-15

(93) यजुर्वेद

(94) महाभारत शान्तिपर्व 158/6-7

(95) महाभारत शान्तिपर्व 158/4

(96) महाभारत शान्तिपर्व 158/2

(97) मनु स्मृति अध्याय 4 श्लोक 158

(98) महाभारत शान्ति पर्व 163/15,19,20

(99) महाभारत शान्तिपर्व 163/9

(100) मनुस्मृति अध्याय 12 श्लोक 6

(101) मनुस्मृति अध्याय 4 श्लोक 141

(102) ऋग्वेद 10-191-3

(103) ऋग्वेद 10-191-4

(104) अथर्वेद 3-8-5,6-94-1

(105) अथर्वेद 3-30-6

(106) ऋग्वेद मण्डल 10 सूक्त 90 मन्त्र 12

(107) मनुस्मृति अध्याय, 10 श्लोक 42

(108) मनुस्मृति अध्याय, 2 श्लोक 31

(109) मनुस्मृति अध्याय, 2 श्लोक 31

(110) मनुस्मृति अध्याय, 2 श्लोक 32

(111) मनुस्मृति अध्याय, 1 श्लोक 88,89,90,91

(112) मनुस्मृति अध्याय, 10 श्लोक 1

(113) श्रीमद भागवत 2/4/24

(114) मनुस्मृति अध्याय, 10 श्लोक 122

(115) मनुस्मृति अध्याय, 10 श्लोक 123

(116) मनुस्मृति अध्याय, 10 श्लोक 126

(117) मनुस्मृति अध्याय, 5 श्लोक 140

(118) मनुस्मृति अध्याय, 5श्लोक 141

(119) मनुस्मृति अध्याय, 10 श्लोक 50

(120) मनुस्मृति अध्याय, 10 श्लोक 51-52

(121) मनुस्मृति अध्याय, 5 श्लोक 92

(122) मनुस्मृति अध्याय, 5 श्लोक 104

(123) मनुस्मृति अध्याय, 12 श्लोक 71,72

(124) البیرونی کا ہندوستان ص 49

(125) अथर्वेद 9-6-35-36

(126) अथर्वेद 9-6-33

(127) मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 105

(128) मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 106

(129) मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 110/111

(130) ऋग्वेद 5-39-9

(131) तैत्तिरीय संहिता 6-5-8-2

(132) बोधायन धर्म सूत्र 2-2-53

(133) मनुस्मृति 9-18और 9-3

(134) मनुस्मृति अध्याय 9श्लोक -14

(135) महाभारत अनुशासन पर्व 39-12और 29

(136) राम चरित्र मानस अयोध्या काण्ड 16/2

(137) राम चरित्र मानस सुन्दर काण्ड 58/3

(138) ऋग्वेद 10-85-46

(138) वेदामृतम सुखी गृहस्थ पृ० 37

(139) अथर्वेद 14-1-43

(139) वेदामृतम सुखी गृहस्थ पृ० 39

(140) यजुर्वेद 14-21-22

(141) मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 56

(142) मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 57

(143) मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 58

(144) मनुस्मृति अध्याय 3 श्लोक 59

(145) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 180

(146) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 181

(147) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 185

(148) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 186

(149) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 191

(150) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 193

(151) मनुस्मृति अध्याय 8 श्लोक 194

ہندو دھرم میں جنگ و جہاد اور دشمنوں کے ساتھ سلوک

دنیا میں شاید ہی کسی ایسے مذہب کا وجود پایا جاتا ہو کہ جس میں جنگ و جہاد کا تصور موجود نہ ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جنگی اُصول وقوانین میں اختلاف کے ساتھ اس کا حکم تقریباً ہر مذہب میں پایا جاتا ہے۔ نظریۂ جنگ و جہاد کے عنوان سے جب ہم قدیم ہندو دھرم کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دیگر مذاہبِ عالم بالخصوص دینِ اسلام کی طرح اس کا تصور بعض جنگی دستور کے اختلاف کے ساتھ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں و دھرم شاستروں میں بھی موجود ہے اور جس طرح اسلام نے ظلم وستم، قتل وخونریزی سے دفاع اور جان و مال اور عزت وآبرو کے تحفظ کے لئے جنگ و جہاد کو لازمی قرار دیا ہے اسی طرح ہندو دھرم شاستروں نے بھی ایسی صورت میں یہی حکم بیان کیا ہے۔ چنانچہ ویدوں میں ہے:

अग्निर्न शत्रून प्रत्येतु विद्वान् प्रतिदहन्नभिशस्तिमरातिम् ।

स सेनां मोहयतु परेषां निर्हस्तांश्च कृणवज्जातवेदाः॥

—अथर्ववेद, 3-1-1

اے اگنی مثل ایشور! ہمارا بارعب دانشمند راجا اپنے ملک کے لیے دشمنی کو پوری طرح خاک کرتا ہوا ہمارے دشمنوں پر چڑھائی کرے۔ وہ عوام (ہر تکلیف ومصیبت) کو جاننے والا یا بہت دولت والا راجا دشمنوں کی فوج کو پریشان کردیوے، پھر ان دشمنوں کو خالی ہاتھ کرڈالے۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ०179)

स्वस्ति नः इन्द्रो वृद्धश्रवाः स्वस्ति नः पूषा विश्ववेदाः ।

स्वस्ति नस्तार्क्ष्यो अरिष्टनेमिः स्वस्ति नो बृहस्पतिर्दधातु॥

—ऋग्वेद, 1-89-6

اے راجا! ملک میں دھاردار کانٹوں کی طرح جو دشمن لوگ ہیں، ہزار پانچ سو جو بھی د
شمن ہیں ان سب کا خاتمہ کر ڈالو اور پڑھے لکھے لوگوں کے اور ملک کی فلاح و بہبود کرنے والی
عوام کی تربیت و پرورش میں کبھی لاپرواہی نہ کرو۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰186)

शुद्धा न आपस्तन्वे क्षरन्तु यो नः सेदुरप्रिये तं नि दध्मः।

पवित्रेण पृथिवी मोत् पुनामि॥

—अथर्ववेद, 12-1-30

ہمارے جسم کو تندرست اور مضبوط کرنے والا خالص پانی پیئے، ہمارے اندر جو تباہ
کرنے کا سلوک ہے اس برتاؤ کو اپنے ناپسند ملک کے دشمن و باغی پر ہی استعمال کریں۔ اے
زمین! عمدہ سلوک سے ہم خود کو ہمیشہ اچھا رکھیں۔ (वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰177)

क्रव्यादमग्निं शशमानमुक्थ्यं प्र हिणोमि पथिभिः पितृयाणैः।

मा देवयानैः पुनरा गा अत्रैवैधि पितृषु जागृहि त्वम्॥

—अथर्ववेद, 12-2-10

محنت کش قابل تعریف مردوں کو چاہیئے کہ آباؤ اجداد کے چلنے کے لائق سیدھے
راستے پر چلتے ہوئے ملک کے باغی دشمنوں کو اسی طرح جلا کر راکھ کر دیں جس طرح آگ گوشت
راکھ کر دیتی ہے۔ تاکہ وہ باغی دشمن لوگ خدائی راستے یا عقلمندوں کے راستے یا نیک آباواجداد کے
راستے پر چلنے میں کوئی روکاوٹ پہنچانے نہ آسکیں اے قابل تعریف صالح انسان تم اپنے ملک کی
فلاح وکامیابی میں بیدار رہنے کے لیے اپنے عقلمند آباواجداد میں سے ہی ہو جاؤ۔

(वैदिक साहित्य में मानव कर्त्तव्य पृ॰178)

اور منواسمرتی میں ہے:

शस्त्रं द्विजातिभिर्ग्राह्यं धर्मो यत्रोपरुध्यते।

द्विजातीनां च वर्णानां विप्लवे कालकारिते।।

आत्मनश्च परित्राणे दक्षिणानां च संगरे।

स्त्रीविप्राभ्युपपत्तौ च घ्नन्धर्मेण न दुष्यति।। [1]

(جب द्विजातियों के वर्णाश्रम دھرم کا خاتمہ ہونے کا امکان ہو، جب مصیبت کے سبب ملک میں بدنظمی پھیلی ہو تو اپنی حفاظت کے لئے یا مال، گائے وغیرہ کی حفاظت کے لئے جنگ (युद्ध) کرنے کا موقع ہو، اسی طرح جب عورتوں اور برہمنوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہو تو برہمن، چھتری اور ویش (द्विजातियों) کو ہتھیار اُٹھالینا چاہئے۔ ایسے وقت دھرم کے لئے قتل (हिंसा) یا جنگ کرنے میں گناہ نہیں ہے۔)

गुरुं वा बालवृद्धौ वा ब्राह्मणं वा बहुश्रुतम।

आततायिन मायान्तं हन्यादेवाविचारयम ।। 2

(استاد، بچہ، بزرگ یا بہت سے مذہبی گرنتھوں کا عالم برہمن بھی اگر ظالم ہو کر مارنے کے لئے آئے تو اس کو بے جھجک مار ڈالیں۔)

नाततायिवधेदोषो हन्तुर्भवति कश्चन। 3

(سب کے سامنے یا تنہائی میں جو کسی کو مارنے کو اُتاولا ہو اُس کا قتل کرنے میں کوئی پاپ نہیں ہے۔)

منواسمرتی کے مذکورہ بالا اشلوکوں سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ مذہب، جان، مال، عزت، عورت، گائے اور برہمن کے تحفظ کے لئے ہتھیار اُٹھانا اور جہاد (धर्मयुद्ध) کرنا گناہ نہیں بلکہ ضروری ہے۔ اور ظلم و قتل و خونریزی کی نیت سے جو بھی سامنے آئے تو یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ وہ بچہ، بوڑھا یا برہمن ہے بلکہ جو بھی ہو اُس کو ہلاک کر دینا چاہئے۔

واضح ہو کہ قدیم ہندو دھرم نے ظلم کے خلاف صرف ہتھیار استعمال کرنے اور دھرم یدھ (धर्मयुद्ध) کرنے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ لوگوں کے دلوں میں جنگ و جہاد (धर्मयुद्ध) کا جذبہ و شوق پیدا کرنے کے لئے اسلام کی طرح یہ بھی تعلیم دی ہے کہ جو جنگ و جہاد میں مارا جائے وہ بے انتہا ثواب (पुण्य) اور سورگ (स्वर्ग) کا حقدار ہے۔ منو مہاراج کہتے ہیں کہ:

उद्यतैराहवे शस्त्रैः क्षत्रधर्महतस्य च।

सद्यः संतिष्ठते यज्ञस्तथाशौचमितिस्थितिः।। 4

(جنگ (युद्ध) میں ہتھیاروں کے ذریعہ جو مارا جاتا ہے اس کو اسی وقت یگ کا پھل

اور کامیابی حاصل ہوجاتی ہے۔)

आहवेषु मिथोऽन्योन्यं जिघांसन्तो महीक्षितः।

युध्यमानाः परं शक्त्या स्वर्गं यान्त्यपराङ्मुखाः।। 5

(جنگ (युद्ध) میں آپس میں ایک دوسرے کو مارنے کی خواہش رکھنے والے اور پوری طاقت لگا کر لڑنے والے راجہ جنگ میں پیٹھ نہ دکھا کر سیدھے سورگ (स्वर्ग) کو جاتے ہیں۔)

प्रहर्षयेद्बलं व्यूह्य तांश्च सम्यक्परीक्षयेत।

चेष्टाश्चैव वि जानीयाद रीन्योधयतामपि।। 6

(فوج تیار کر کے فوج کی جیت کے عمل کا فائدہ، جنگ (युद्ध) میں سامنے مرنے سے سورگ کا حصول، بھاگنے سے نرک (नर्क) میں ذلیل ہونا وغیرہ باتوں سے بیدار کرے اور اُس کی جانچ پڑتال کرے اور دشمن کی فوج سے لڑتے وقت بھی اپنے فوجیوں کی کاوش کو دیکھے۔)

اس طرح پیش کردہ اشلوکوں کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اسلام نے جنگ و جہاد میں حصہ لینے یا قتل ہونے والے مجاہدین کو ثوابِ عظیم اور جنت کی بشارت دی ہے اسی طرح قدیم ہندو دھرم نے بھی یدھ (युद्ध) میں شریک ہونے والے جنگجوؤں (योद्धाओं) کو بہت زیادہ اُخروی انعام اور سورگ (स्वर्ग) کی خوشخبری دی ہے اور اس سے روگردانی کرنے والوں کو نرک (नरक) اور گناہِ عظیم کی وعید سنائی ہے۔

جہاں تک اسلامی جہاد اور ہندو دھرم یدھ (धर्मयुद्ध) کی اہمیت وفضیلت کا مسئلہ ہے اسلام اور قدیم ہندو دھرم کے مابین قدرے مشابہت نظر آتی ہے لیکن میدانِ جنگ میں دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کرنے کے لحاظ سے انتہا درجہ کی مغائرت پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے جنگ و جہاد کا مقصد دشمن قوم کو ہلاک و برباد کرنا نہیں بلکہ صرف اس کے ظلم وستم اور فتنہ وفساد سے انسانی دنیا کو محفوظ و مامون کرنا ہے اس لئے اسلام کا حکم ہے کہ دشمنوں پر صرف اتنی ہی طاقت کا استعمال کرنا چاہئے کہ جس سے ظلم وستم اور فتنۂ وفساد کا خاتمہ ہوجائے، جبکہ اس کے برعکس ہندو دھرم کا نظریہ یہ ہے کہ دشمن کو کسی طرح کا موقع نہیں دینا چاہئے۔ زیادہ سے زیادہ طاقت استعمال کر کے اس کو مکمل طور سے تباہ و برباد کر دینا چاہئے۔

چنانچہ ویدوں میں ہے کہ:

अति धावतातिसरा इन्द्रस्य वचसा हत।

अविं वृक इव मथ्नीत, स वो जीवन मा मोचि,

प्राणमस्यापि नह्यत।। 7

(اے آگے بڑھنے والے مردو! تم دوڑ کر دشمن سے آگے نکل جاؤ۔ اندر (इन्द्र) کے حکم سے دشمنوں کو مارو، بھیڑ کو جس طرح بھیڑیا مارتا ہے، اسی طرح دشمن کو پیس دو۔ تمہارا وہ دشمن زندہ نہ چھوٹنے پائے۔ اس کی جان (प्राण) کو بھی باندھ ڈالو۔)

प्रत्युष्टँ रक्षः प्रत्युष्टा अरातयो

निष्टप्तँ रक्षो निष्टप्ता अरातः।

उर्वन्तरिक्षमन्वेमि।। 8

(میں نے شیطانوں (राक्षस) اور دشمنوں کو ایک ایک کر کے جلا دیا ہے۔ میں نے پاپیوں اور دشمنوں کو ختم کر دیا ہے۔ میں عظیم مقصد (लक्ष्य) کی طرف چل رہا ہوں۔)

कृत्याकृतं वलगिनं ऽभिनिष्कारिणः प्रजाम्।

मृणीहि कृत्ये मोच्छिषो ऽमून् कृत्याकृतो जहि।। 9

(اے موت والے! تم خطرناک استعمال کرنے والے، منتر سے نقصان پہنچانے والے اور رعایا کو تکلیف دینے والے کو ہلاک کر دو، کسی کو نہ چھوڑو، ان خطرناک حملہ کرنے والوں کو مار دو۔)

अवसृष्टा परापत, शरव्ये ब्रह्मसंशिते।

गच्छामित्रान् प्र पद्यस्व, मामीषां कं चनोच्छिषः।। 10

(اے منتر سے تیز کئے ہوئے ہتھیار، یہاں سے پھینکا ہوا دور جا۔ تو جا اور دشمنوں کے پاس پہنچ۔ ان دشمنوں میں سے کسی کو مت چھوڑنا۔)

ویدوں کے مذکورہ بالا جملہ منتروں میں تعلیم دی گئی ہے کہ دشمن کو ضرور ہلاک کرنا چاہئے۔ اس کو نہیں بخشنا چاہئے، اس لئے کہ چھوٹا ہوا دشمن موقع پا کر ضرور نقصان پہنچائے گا۔

مہابھارت میں وِدُر (विदुर) کا قول ہے کہ:

न शत्रुर्वशमापन्नो मोक्तव्यो वध्यतां गतः।

न्यग्भूत्वा पर्युपासीत, वध्यं हन्याद् बले सति।

अहताद् हि भयं तस्माद्, जायते न चिरादिव।। [11]

(دشمن قابو میں آیا ہوا ہو تو اُس کو نہیں چھوڑنا چاہئے، اگر دشمن طاقت ور ہے تو نرمی سے اس کی خدمت کرے، اگر کمزور ہے تو اس کو مار ڈالے۔ بچا ہوا دشمن جلد ہی خطرہ پیدا کر دیتا ہے۔)

اسلام نے جنگ و جہاد کے تعلق سے ایک اخلاقی حکم یہ دیا ہے کہ دشمن کے پیڑ پودوں، فصلوں، چوپایوں، جانوروں، مکانوں اور کھانے پینے کی چیزوں کو تباہ و برباد نہ کیا جائے اور جن اشیاء کا ظلم و سرکشی کی بقاء سے کوئی تعلق نہیں جہاں تک ممکن ہو ان کو تباہ کاری سے محفوظ رکھا جائے لیکن ہندو دھرم شاستروں کا حکم ہے کہ:

उपरुध्यारिमासीत राष्ट्रं चास्योपपीडयेत्।

दूषयेच्चास्य सततं यवसान्नोदकेन्धनम्।। [12]

(دشمن کے شہر کے چاروں طرف گھیرا ڈال دے، اس کے صوبوں (राज्य) کو ہر طرح سے نقصان پہنچائے۔ مسلسل وہاں کا سبزہ (तृण) اناج، پانی اور ایندھن تباہ و برباد کرتا رہے۔)

اسلامی جنگ و جہاد کے نظریئے کے مطابق ان لوگوں کو قتل کرنے کا حکم ہے جو دشمن یا کافر مسلمانوں کو قتل کرے تو مسلمان بھی اس کو قتل کریں۔ یعنی جتنی زیادتی انھوں نے کی ہے تم بھی ان کے ساتھ اتنی ہی زیادتی کرو، اس سے زیادہ ہرگز تجاوز نہ کرو، کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے:

”فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَیۡہِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ“ [13]

(جس نے تم پر زیادتی کی ہے تم اس پر اسی کے مثل زیادتی کرو۔)

انہ لا یحب المعتدین

(بے شک اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔)

انہ لا یحب الظالمین

(تحقیق اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔)

انہ لا یحب المفسدین

(بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔)

لیکن قدیم ہندو دھرم یا ویدوں میں یہ شرط اور یہ حکم نہیں ہے کہ جو ویدوں کے ماننے والے یا ہندو کو قتل کرے تو ویدک دھرم یا قدیم ہندو دھرم والے صرف اُس کو قتل کریں اور اس سے زیادہ ظلم نہ کریں بلکہ قدیم ہندو دھرم گرنتھ یا ویدوں کا حکم یہ ہے کہ ''محض دھرم کا مخالف و دشمن ہو، قتل کرے یا نہ کرے، تکلیف دے یا نہ دے، اس کی گردن ماردو۔ اور مختلف قسم کی سخت سے سخت سزائے موت اس پر جاری کرو۔ چنانچہ ویدوں میں مذکور ہے:

☆ ہم لوگ جس سے دشمنی کریں یا جو ہم سے دشمنی کرے اس کو ہم شیر کے منہ میں ڈال دیں اور راجہ بھی اس کو شیر کے منہ میں ڈال دے۔ 14

☆ ہم لوگ جس سے دشمنی کریں یا جو ہم سے رنج کرے اس کو ہم لوگ خونخوار جانوروں کے منہ میں ڈال دیں۔ (تاکہ وہ ان کو تھوڑا تھوڑا چیر پھاڑ کر کھائیں) 15

☆ جن سے ہم نفرت کرتے ہیں یا جو ہم کو تکلیف دیتے ہیں ان کو ہم ان ہواؤں میں ڈال کر اس طرح تکلیف دیں جس طرح بلّی کے منہ میں چوہا۔ 16

☆ اے انسان! جس طرح بھی دشمنوں کو ہلاک کیا جا سکے اسی قسم کے کاموں کو کر کے ہمیشہ راحت سے زندگی بسر کر۔ 17

☆ اے راج پُرش! آپ دھرم کے مخالف دشمنوں کو آگ میں جلا ڈالیں۔ اے جاہ وجلال والے پُرش (पुरुष) وہ جو ہمارے دشمنوں کو حوصلہ دیتا ہے آپ اس کو الٹا لٹکا کر خشک لکڑی کی طرح جلائیں۔ 18

☆ اے تیج دھاری وِدوان پرش (विद्वान पुरुष) آپ تیز رفتار دشمن کے کھانے پینے یا دیگر کام کاج کے مقامات کو اچھی طرح اُجاڑیں اور اُن کو اپنی تمام طاقت سے ماریں۔ 19

☆ اے راجہ! جس طرح حفاظت کرنے والے عالم کا پاک شاگرد سُکھ دینے والے آگ وغیرہ پدارتھوں (पदार्थ) کو حاصل کر کے ویدوں کے علم کو جاننے والا ہو کر دشمنوں کو مارنے والا اور دشمنوں کے گاؤں کو تباہ کر کے آپ کے جاہ و حشمت کو دوبالا کرتا ہے اسی

طرح دیگر عالم لوگ بھی کریں۔[20]

☆ دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلا دو۔[21]

☆ مخالفوں کا جوڑ جوڑ اور بند بند کاٹ دیا جائے۔[22]

☆ اے پراکرمی (بہادر) سپہ سالار! آپ ہمیں دلی راحت دینے والے ہوں، آپ ہماری حفاظت کی خاطر تلوار، توپ، بندوق کو پکڑیئے۔ آپ ہرن کی کھال کو پہنے ہوئے تیر و کمان سے مسلح ہو کر ہماری حفاظت کے لئے آئیں اور دشمنوں کی زبردست فوج کو درخت کی مانند کاٹ کر فتح حاصل کیجئے۔[23]

ویدوں کے مندرجہ بالا جملہ منتروں میں دشمنوں و مخالفوں کے ساتھ انتہائی بے رحمی کا سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ جو قدیم ہندو دھرم یا ویدک دھرم (वैदिक धर्म) کو نہیں مانتے یا اس کے پیروکاروں سے دشمنی رکھتے ہیں یا اس کے متبعین کسی سے دشمنی رکھتے ہیں یا نفرت کرتے ہیں تو ان کے لئے ویدوں کا حکم ہے کہ ان کو قتل کر ڈالیں، آگ میں جلا ڈالیں، شیر کے منھ میں ڈال دیں، جانوروں کو کھلا دیں، ان کے کھیت کھلیان اور بستیوں کو تباہ و برباد کر دیں، اور ان کو درخت کی طرح مکمل طور سے کاٹ ڈالیں۔ ان منتروں میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ محض دشمنی و نفرت کے باعث انتہائی خطرناک موت کی سزا اور وہ بھی شیر، خونخوار جانور کے منھ میں ڈال دینے کی کہی گئی ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ جو ہم سے دشمنی کرے اس کو بھی مذکورہ حیرت ناک سزائیں دیں اور جس سے ہم دشمنی یا نفرت کریں اس کو بھی یہی سزائیں دیں۔ عجب انصاف ہے؟ کہ جس سے آپ دشمنی یا نفرت رکھیں اس کو یہ سزائیں کس جرم کے عوض تجویز کی گئی ہیں؟

مختصر یہ کہ قدیم ہندو دھرم گرنتھوں نے دشمنوں اور مخالفوں کے تعلق سے جس سختی اور بے رحمی کا سلوک کرنے کی تعلیمات دی ہیں اسلام نے ایسی کہیں کوئی تعلیم نہیں دی ہے کہ جو مسلمان نہ ہو یا مسلمانوں سے دشمنی کرے یا مسلمان اس سے دشمنی کریں یا کوئی بد کردار، بد چلن ہو، ظالم ہو تو اس کو قتل کر دو یا شیر و خونخوار جانور کے منھ میں ڈال دو یا جلا کر راکھ کر دو اور درخت کی طرح کاٹ ڈالو۔ بلکہ ارشادِ خداوندی ہے کہ "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" دین کے معاملہ میں کوئی سختی نہیں۔

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

الخلق کلھم عیال اللہ فاحبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ 24

(تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور تمام مخلوق میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے جو اس کے کنبے کو زیادہ فائدہ پہنچائے۔)

الرّاحمون یرحمھم الرّحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السّمآء 25

(رحم کرنے والوں پر رحمن رحم فرماتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا، تم لوگوں پر رحم فرمائے گا۔)

قرآن وحدیث کی ان عبارات میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ دین و مذہب کے معاملہ میں کسی پر کوئی زیادتی نہیں کرنا چاہئے اور اللہ کی مخلوق چاہے دشمن ہو یا دوست جہاں تک ممکن ہو مہربانی ونرمی سے پیش آنا چاہئے۔ یہی اللہ کو محبوب ہے۔ البتہ اگر نرمی و مہربانی سے مسئلہ کا حل نہ ہوتا ہو تو پھر اتنی ہی تکلیف وسزا دو جتنی تمہیں پہنچائی گئی ہو۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ 26

(اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی تھی۔)

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاص 27

(جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔)

یعنی ظلم وزیادتی کے حساب سے ہی بدلہ وانتقام لیا جائے، یہی اسلامی عدل وانصاف ہے۔ اس طرح دشمنوں ومخالفوں کے ساتھ سلوک کے معاملہ میں اسلام اور قدیم ہندو دھرم کے درمیان جو فرق ہے وہ بخوبی ظاہر ہے۔

جنگ وجہاد میں دشمن کی فوج پر فتح وکامیابی کے بعد اگر مالِ غنیمت حاصل ہو تو اس کے

متعلق اسلامی حکم ہے کہ:

وَ اعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ 28

(اور جان لو کہ جو کچھ (جنگ یا جہاد میں) غنیمت ملے اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول وقرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔)

یعنی دشمن یا کفار قوم سے جنگ میں بصورتِ غلبہ و فتح جو مال و سامان حاصل ہو اس کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے۔ پانچواں حصہ مذکورہ بالا حضرات کے لئے اور باقی چار حصے مجاہدین و سپاہیوں کے لئے۔ جنگ میں حاصل شدہ مال و سامان کی تقسیم کا یہ تصور کچھ فرق کے ساتھ قدیم ہندو دھرم میں بھی پایا جاتا ہے۔ ہندو دھرم یدھ (धर्मयुद्ध) میں دشمن یا مخالف پر کامیابی (विजय) کے بعد جو مال و دولت حاصل ہو اس کے متعلق منواسمرتی میں مذکور ہے کہ:

रथाश्वं हस्तिनं छत्रं धनं धान्यं पशून्स्त्रियः।

सर्वद्रव्याणि कुप्यं च यो यज्जयति तस्य तत्।।

राज्ञश्च दद्युरुद्धारमित्येषा वैदिकी श्रुतिः।

राज्ञा च सर्वयोधेभ्यो दातव्यमपृथग्जितम्।। 29

(رتھ، گھوڑے، ہاتھی، چھتر، مال، غلّہ، جانور، نوکر، گڑ، نمک وغیرہ سامان اور تانبا پیتل وغیرہ کے برتن، ان میں جس چیز کو جو جیت کر لاتا ہے وہ اس کی ہوتی ہے۔ یدھ (युद्ध) میں جیتے ہوئے ہاتھی، گھوڑے، رتھ وغیرہ سب کچھ راجہ کو پیش کر دے یہ وید کا قول ہے، سبھی فوجیوں کے ذریعہ ایک ساتھ جیتا ہوا جو دھن ہو اُس کو راجہ فوجیوں میں بانٹ دے۔)

अलब्धमिच्छेद्दण्डेन लब्धं रक्षेदवेक्षया।

रक्षितं वर्धयेद्वृद्ध्या वृद्धं पात्रेषु निः क्षिपेत्।। 30

(غیر حاصل شدہ چیزوں (पदार्थ) کو طاقت سے پانے کی خواہش کرے، جو مال و دولت جیت کر لایا ہو اُس کی صحیح طرح حفاظت کرے۔ محفوظ مال و دولت کو کھیتی باڑی یا تجارت کے ذریعہ بڑھائے اور بڑھے ہوئے دھن کو مذہبی محکمہ (शास्त्रीय विभाग) کے مطابق حقداروں میں دان کر دے۔)

اس طرح پیش کردہ منتروں کی روشنی میں ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی مالِ غنیمت کی طرح قدیم ہندو دھرم شاستروں میں بھی جنگ (युद्ध) میں مال حاصل کرنے اور پھر اس کو مختلف مستحقین میں تقسیم کرنے کا تصور کچھ اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔

اسلام نے جنگ و جہاد کے تعلق سے تاکیداً ایک اخلاقی حکم یہ بیان کیا ہے کہ بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور نہتھوں وغیرہ پر حملہ ہرگز نہ کیا جائے۔ اسی سے ملتا جلتا اخلاقی فرمان بعض ہندو دھرم شاستروں نے بھی جاری کیا ہے۔ اور مختلف قسم کے کمزوروں ولاچاروں کے بارے میں یہ نصیحت کی ہے کہ ان پر معرکہ آرائی نہ کی جائے۔ چنانچہ منواسمرتی (मनु स्मृति) میں منقول ہے:

न च हन्यात्स्थलारूढं न क्लीबं न कृताञ्जलिम्।

न मुक्तकेशं नासीनं न तवास्मीति वादिनम्।।

न सुप्तं न विसन्नाहं न नग्नं न निरायुधम्।

नायुध्यमानं पश्यन्तं न परेण समागतम्।।

नायुधव्यसन प्राप्तं नार्तं नाति परिक्षतम्।

न भीतं न परावृत्तं सतां धर्ममनुस्मरन्।। 31

(آپ تو سواری پر ہو اور دشمن) زمین پر کھڑا ہو تو اس کو نہ مارے۔ اور جو نامرد ہو، یا جو ہاتھ جوڑے سامنے کھڑا ہو، جس کے بال کھلے ہوں، یا جو نیچے بیٹھا ہو، ''میں تمہارا ہوں، جو ایسا کہہ رہا ہو، ایسے دشمن کو نہ مارے۔ سوئے ہوئے، جنگ میں استعمال کی جانے والی زرہ، بکتر (कवच) وغیرہ نہ پہنے ہوئے، ہتھیار سے خالی ہاتھ، جو لڑنا نہ چاہتا ہو، جو تماشائی ہو یا دوسرے کے ساتھ لڑ رہا ہو، اس کو نہ مارے۔ جس کا اسلحہ (आयुध) ٹوٹ گیا ہو۔ جو رنجیدہ ہو، یا جو بے حد زخمی ہو، خوف زدہ ہو، جو جنگ سے بھاگا ہو ایسے دشمن کو مہذب (शिष्ट) چھتریوں کا دھرم یاد کرنا چاہئے۔ اور نہ مارنا چاہئے)

دشمن کے بارے میں اسلام نے ایک اخلاقی قانون یہ پیش کیا ہے کہ اس کو جلایا نہ جائے، شکل وصورت بگاڑی نہ جائے۔ آنکھ، کان، ناک وغیرہ نہ کاٹے جائیں، اور زہر وغیرہ کا استعمال نہ کیا جائے، اس سے کچھ مماثلت رکھتا حکم قدیم ہندو دھرم نے بھی بعض جگہ بیان کیا ہے۔

منومہاراج کہتے ہیں:

न कुटैरायुधैर्हन्यायुध्यमानो रपो, रिपून।

न कर्णिभिर्नापि दिग्धैर्नाग्निज्वलिततेजनैः।। 32

(جنگ میں لڑتے ہوئے دشمنوں کو گندی سیاست (कूटशास्त्र) سے، (कर्णिका) کے مثل پھلک والے، زہر سے بجھے ہوئے اور جلتی آگ والے تیروں سے نہ مارے۔)

مختصر یہ کہ جان و مال، عزت و آبرو اور دھرم کے تحفظ کے لئے ہندو دھرم میں بھی جنگ کرنے اور خطرناک اسلحہ استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اسلامی جنگ و جہاد میں دشمن کے ساتھ حتی الامکان نرمی و صلح جوئی کی ہدایت دی گئی ہے لیکن ہندو دھرم میں دشمن کے ساتھ کسی طرح کی رعایت برتنے کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔

☆☆☆

حوالہ جات

1. मनु स्मृति अध्याय 8, श्लोक 348-349
2. मनु स्मृति अध्याय 8, श्लोक 350
3. मनु स्मृति अध्याय 8, श्लोक 351
4. मनु स्मृति अध्याय 5, श्लोक 98
5. मनु स्मृति अध्याय 5, श्लोक 99
6. मनु स्मृति अध्याय 7, श्लोक 194
7. अथर्ववेद, 5-8-4
8. यजुर्वेद, 1-7
9. अथर्ववेद, 10-1-31
10. ऋगवेद, 6-75-16
11. विदुरनीति, 6-29
12. मनु स्मृति अध्याय 7, श्लोक 195
13. سورۃ البقرہ، آیت 194
14. यजुर्वेद अ. 15, म. 17
15. यजुर्वेद, अध्याय 15, मन्त्र 19
16. यजुर्वेद, अध्याय 16, मन्त्र 44-65
17. यजुर्वेद, अध्याय-1; मन्त्र 28

यजुर्वेद, अध्याय 13, मन्त्र 12	18
यजुर्वेद, अध्याय 13, मन्त्र 13	19
यजुर्वेद, अध्याय 11, मन्त्र 33	20
ऋग्वेद म० 1, सू० 91, म० 12	21
यजुर्वेद अध्याय 13 मन्त्र 28	22
यजुर्वेद, अध्याय 16, मन्त्र 51	23
الطبرانی،جلد2،صفحہ65۔	24
مشکوۃ المصابیح،جلد2،صفحہ423	25
سورۃ النحل،آیت126	26
سورۃ المائدہ،آیت45	27
سورۃ الانفال،آیت41	28
मनु स्मृति अध्याय 7, श्लोक 96-97	29
मनु स्मृति अध्याय 7, श्लोक 101	30
मनु स्मृति अध्याय 7, श्लोक 91, 92, 93	31
मनु स्मृति अध्याय 7, श्लोक 90	32

☆☆☆

مصنف کا مختصر تعارف

تدریس : شعبۂ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد
(ہمدرد یونیورسٹی) نئی دہلی

تصانیف : ۹رکتب (اردو اور ہندی)

تراجم : ۱۵رکتب (اردو سے ہندی اور ہندی سے اردو)

سیمینار : انٹرنیشنل ۴ر نیشنل ۴

مضامین : مختلف رسائل میں مطبوعہ مضامین و
مقالات ۳۵ اور منظوم کلام

ٹی۔وی : ڈی۔ڈی، اردو اور سحر ٹی۔وی پروگرام ۴

تقریر وخطاب : مختلف اجلاس، کانفرنس
اور ورک شاپ میں ۲۴۰

مراسلات : مختلف اخبارات میں ۵۰

غیر ملکی اسفار : حجاز مقدس، ہالینڈ، بیلجیم، جرمنی، ترکی
ساؤتھ امریکہ، پرتگال، فرانس، نیپال

سکونت : ابوالفضل انکلیو رجامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵

میں اس کتاب کے مصنف مولانا ڈاکٹر محمد احمد نعیمی کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انھوں نے موجودہ ہندوستان میں ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس کی جس سے ہندوستان کی دو بڑی قوموں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان کی نہ صرف دوریاں کم ہوسکیں بلکہ اس سے نفرت کی خلیج بھی پاٹی جاسکے اور ان دونوں کے درمیان جو غلط فہمیاں پائی جارہی ہیں اس تحقیقی مقالہ کی مدد سے ان کا ازالہ کیا جاسکے۔ مجھے امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ اگر برادران وطن نے اس کتاب کے مطالعہ میں دلچسپی دکھائی تو بہت ساری غلط فہمیاں جو مسلمانوں کے تعلق سے ہندوؤں میں اور ہندوؤں کے تئیں مسلمانوں میں پائی جارہی ہیں ان کا جلد ازالہ ہوسکے گا۔

پروفیسر (ڈاکٹر) غلام یحییٰ انجم صدر، شعبہ علوم اسلامیہ
وڈین، اسکول برائے انسانی وسماجی علوم، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

ڈاکٹر مولانا محمد احمد نعیمی صاحب نے حیرت انگیز، تحقیقی، قابلِ تحسین کارنامہ کی تخلیق کر کے انسانی عقل وشعور کو قدیم علم الحقائق کی جانب دوبارہ بیدار کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ مذہبی کتب کے خلاف زندگی کی گمراہیت سے تحفظ کیا جاسکے۔ دوسرے اس حقیقت کو ثبوتوں کے ساتھ پیش کیا ہے کہ ہم سب ایک ہیں اور سب کو ایک ہی اعلیٰ وعظیم خدا کی ٹھنڈی چھایا میں رہنا ہے اور ایک ہی سناتن (قدیم) دھرم کی اتباع واطاعت سے مالک کو ہمیشہ راضی وخوش رکھنے کی سعیٔ جمیل کرنا ہے، تاکہ ہم بھی برادرانِ وطن بخوشی اس کی ہی اعلیٰ بارگاہ میں پناہ پاسکیں۔ اسی بلند فکر اور اسی کاوش سے پاک و صاف اور خوشحال ہندوستان بھی بن سکتا ہے۔ ڈاکٹر مولانا محمد احمد نعیمی صاحب کی تصنیف کا اسلوب بھی انتہائی دل چسپ، مستند، سب کے لیے مفید، علم الحقائق سے معمور، افہام وتفہیم میں سہل اور قابلِ قبول ہے۔

ڈاکٹر محمد حنیف شاستری، ایم اے (سنسکرت) آچاریہ (پران)
ہندوستان کے صدر ڈاکٹر شنکر دیال شرما کے ذریعہ اعزاز یافتہ

ISBN 93-89807-98-0

KUTUB KHANA
AMJADIA®
425/7, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6
Ph.: 011-23243187, 23243188
e-mail:kkamjadia@yahoo.co.uk
www.kutubkhanaamjadia.com - info@kutubkhanaamjadia.com

شعبۂ تحقیقات
جامعۃ المصطفیٰ العالمیۃ ایران
(برانچ ہندوستان)